

وارث علوم اعلیٰ حضرت، مظہر حجۃ الاسلام، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی شاہ اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمہ کی

حیات و خدمات

پر ایک جامع و دستاویزی کتاب

معارف تاج الشریعہ

مرتبین

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری

مولانا رحمت اللہ صدیقی

الجامعۃ الرضویہ

مغلپورہ، پٹنہ سٹی، بہار، الہند

ڈاکٹر سید طلحہ رضوی برقؔ، پٹنہ

بریلی شریف ہندوستان میں شریعت وطریقت کا ایسا حسین سنگم ہے جو مرضی مولا سے ترویج واشاعت اسلامیہ وعقیدہ صحیحہ اور تردیدوانہدام عقائد باطلہ کا ابدی نشان بن گیا۔ امام اہل سنت، ماحی شرک وبدعت، ستون شریعت محمدی کے پاسبان اور بطون طریقت احمدی کے رازداں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کا وجود مسعود رب تعالیٰ کا بڑا انعام ہوا، جس نے چار دانگ عالم میں ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' کے نغمۂ سرمدی سے ہمیشہ کے لئے فضائے بسیط کو مترنم کردیا۔

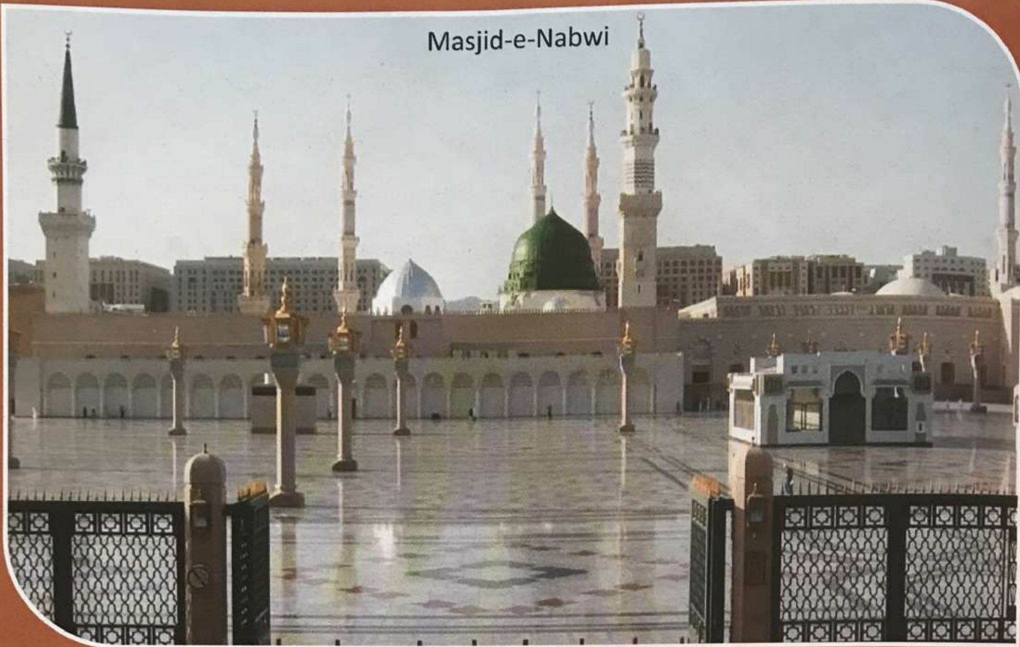
خوشا مسجد ومدرسہ وخانقاہے
کہ دروے بود قیل وقال محمد

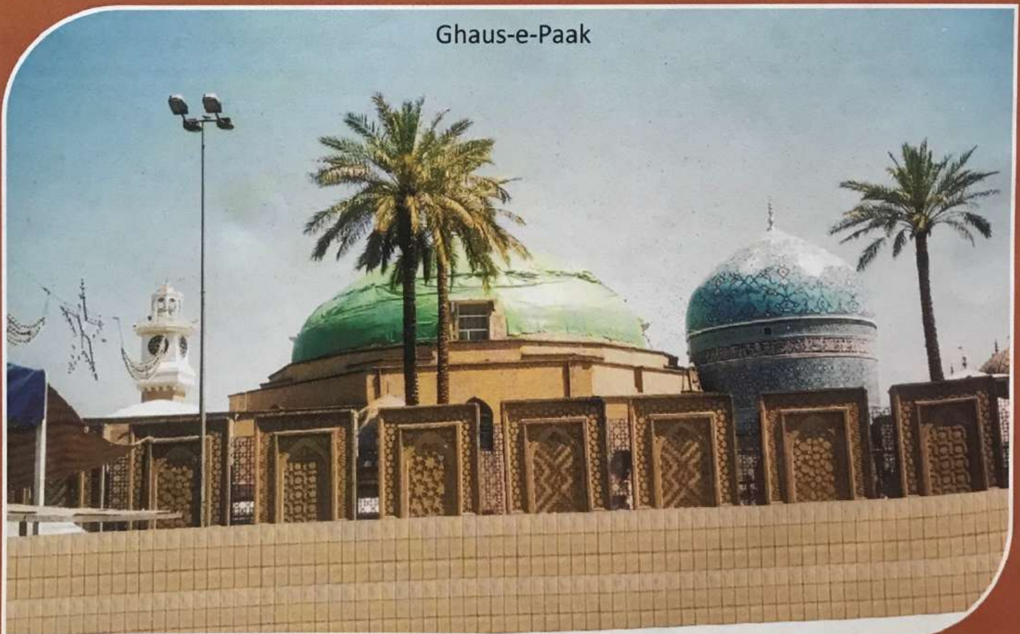
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے جانشین ان کے صاحبزادہ والاتبار حضرت علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تقریروں اور تحریروں سے تاریخ میں وہ روشن باب قائم کردیا، جس کے فیضان نور سے دنیائے سنیت منور ہوگئی۔

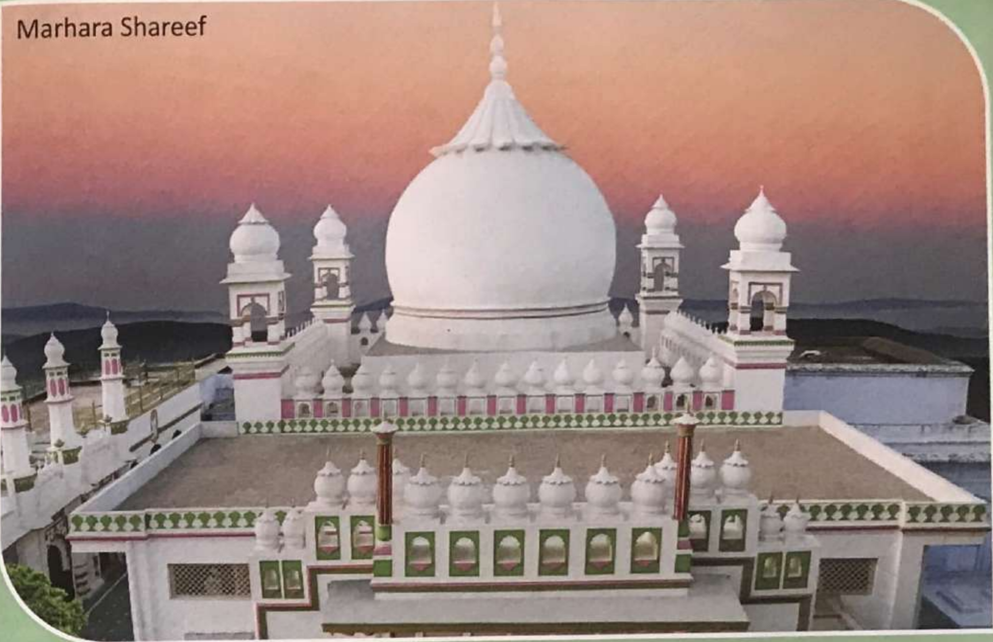
حضور مفتی اعظم ہند نے اپنی جگہ خالی نہیں چھوڑی اور نہ مسند اعلیٰ حضرت کبھی خالی رہے گی، فاضل علوم شرعیہ، درشہوار سلسلۂ نورانی، واقف رموز قرآنی، آشنائے حل مسائل انسانی تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری اسی مسند اعلیٰ حضرت کی زینت ووقار کو دوبالا کررہے تھے۔ آپ کی ذات گرامی بحر العلوم کی حیثیت رکھتی تھی، عربی، اردو اور انگریزی میں آپ کی تصنیف کردہ تقریباً ستاون کتابیں ان کے تبحر علمی ودانشوری کی گواہ ہیں۔ حضرت تاج الشریعہ کی نورانی صورت دیکھ کر ہی خدا یاد آتا تھا، ان کے اخلاق اور اوصاف ظاہری وباطنی کی ایک دنیا مداح وقصیدہ خواں ہے، بفضلہ وبکرمہ تعالیٰ۔ مجھ فقیر حقیر کی یہ بساط کہاں کہ حضرت تاج الشریعہ کے فضل وکمال پر روشنی ڈالے اور ان کی شان میں سوا اظہار عقیدت ومحبت کے اور کچھ کرسکے۔

ادب وشرم تورا خسرو مہرویاں کرد
آفریں برتو کہ شائستہ صد تحسینی

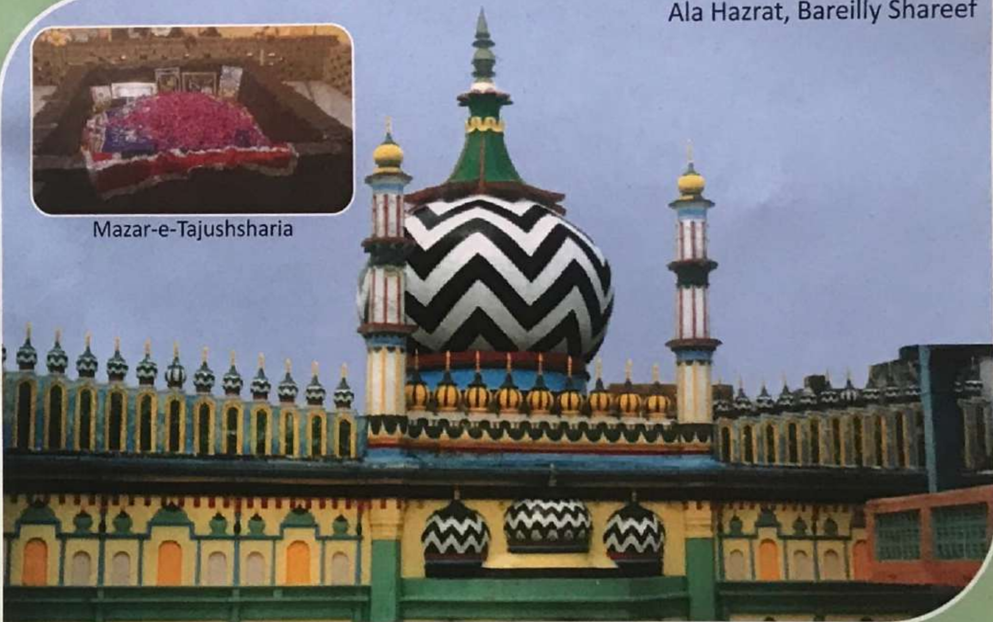
حضرت تاج الشریعہ کا وصال ملت اسلامیہ کے لئے بہت بڑا خسارہ ہے ان کے وجود مسعود سے فتنوں کو سر اٹھانے کی ہمت نہیں ہورہی تھی۔ اعلیٰ حضرت کے وہ نائب تھے اور اعلیٰ حضرت کے علوم وفنون کے وارث تھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید واثق ہے کہ جلد ہی حضرت تاج الشریعہ کا کوئی نائب منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگا۔ دست بدعا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ ان کے روحانی فیضان سے جماعت اہلسنت کو مالا مال فرمائے اور ہم میں جلد کوئی ان کا بدل بھیجدے۔ تاکہ وقت کے بھیڑیوں سے ملت کی حفاظت ہوتی رہے۔ آمین

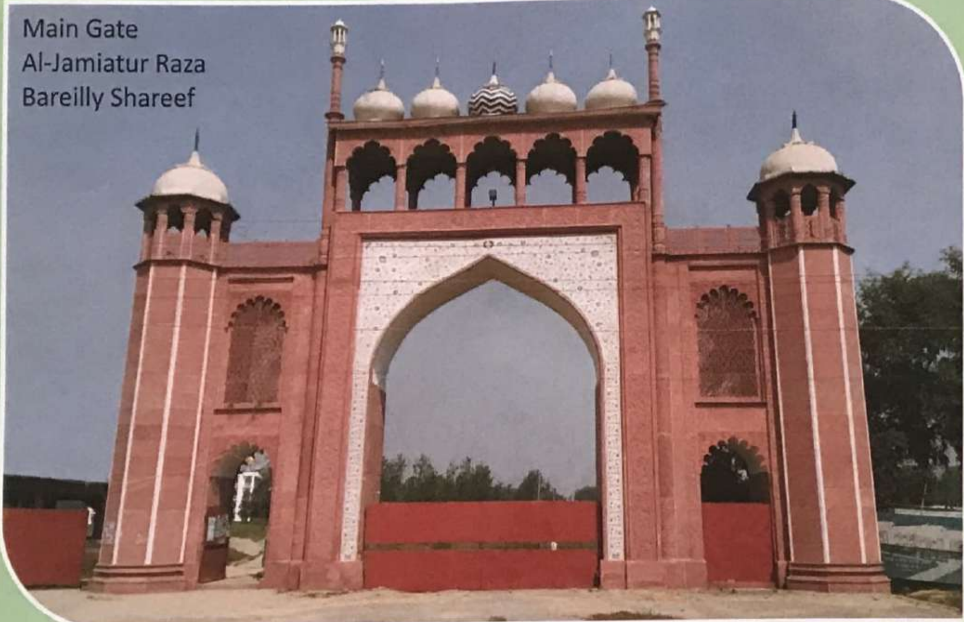

Masjid-e-Nabwi

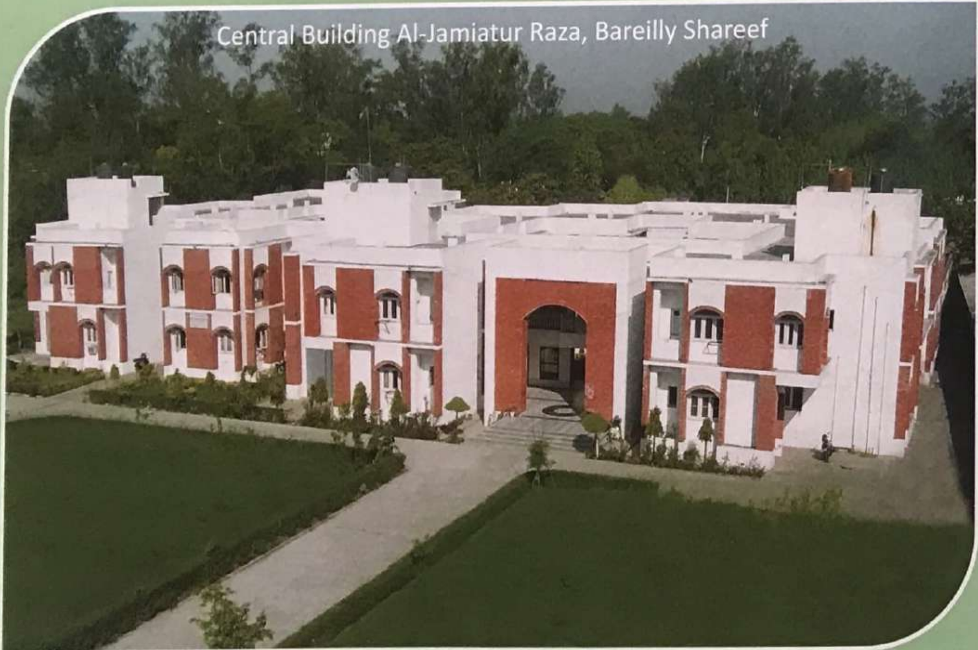

Ghaus-e-Paak

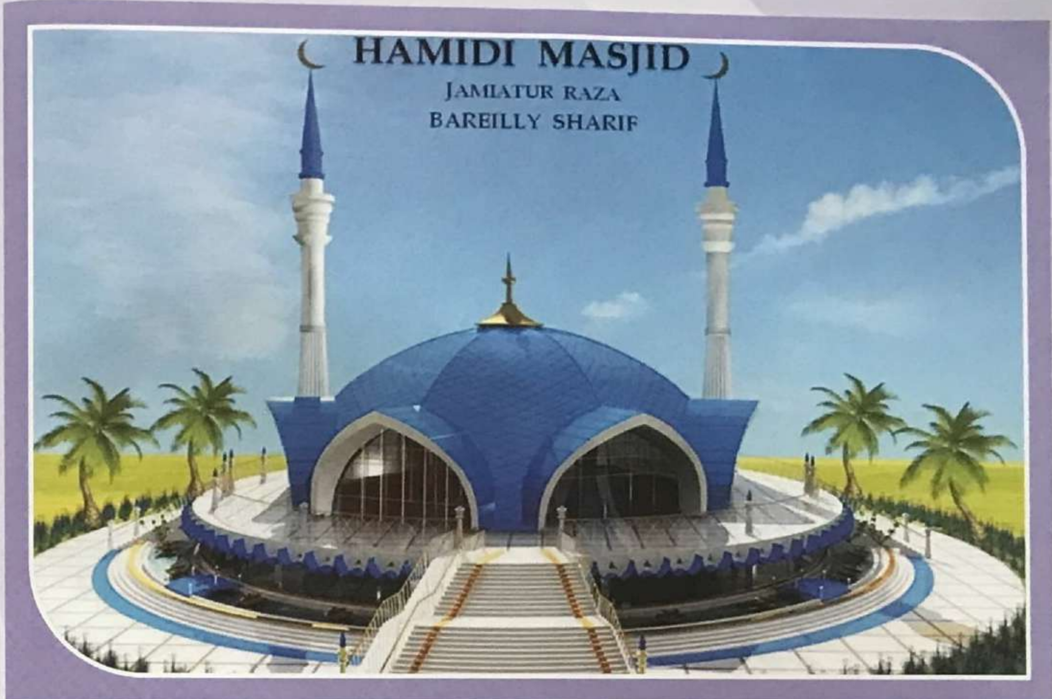


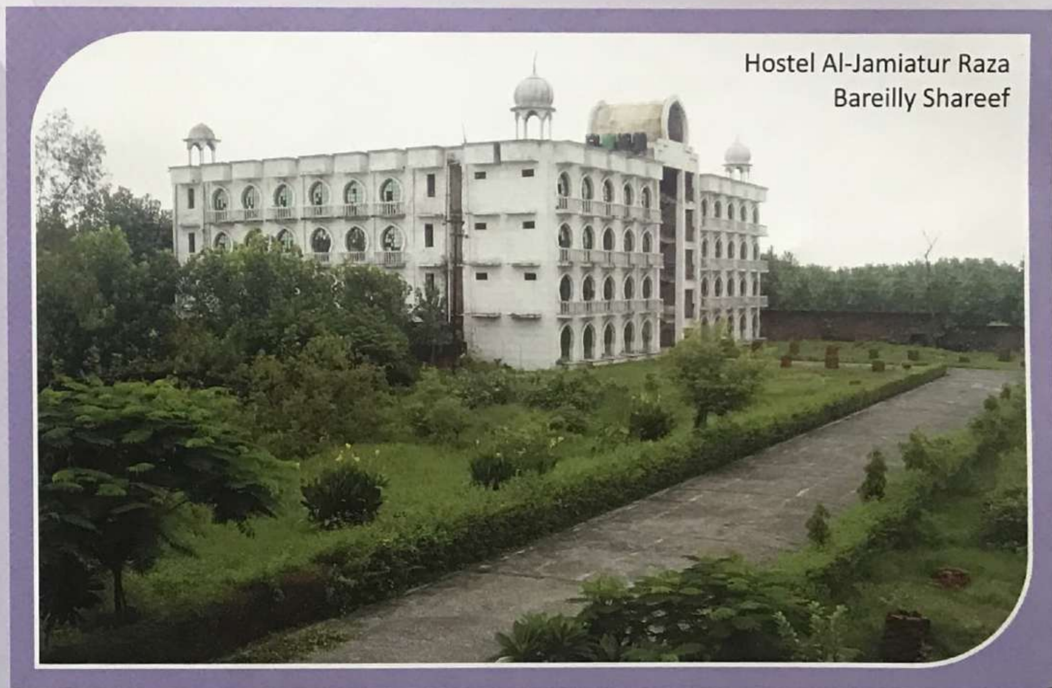

Mazar-e-Tajushsharia

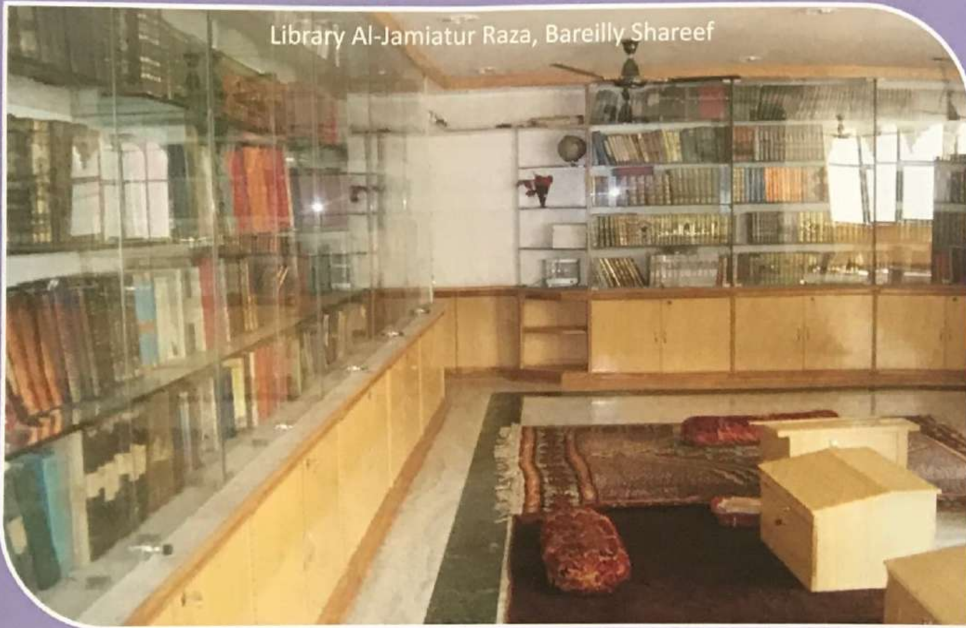



Main Gate
Al-Jamiatur Raza
Bareilly Shareef


Central Building Al-Jamiatur Raza, Bareilly Shareef


HAMIDI MASJID
JAMIATUR RAZA
BAREILLY SHARIF


Hostel Al-Jamiatur Raza
Bareilly Shareef


Library Al-Jamiatur Raza, Bareilly Shareef


Computer Room Al-Jamiatur Raza
Bareilly Shareef

اٹھادو پردہ دِکھادو چہرہ کہ نورِ باری حجاب میں ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ

اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نورِ باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نِقاب میں ہے

نہیں وہ میٹھی نگاہ والا خدا کی رحمت ہے جلوہ فرما
غضب سے ان کے خدا بچائے جلالِ باری عتاب میں ہے

جلی جلی بو سے اس کی پیدا ہے سوزشِ عشق چشمِ والا
کبابِ آہو میں بھی نہ پایا مزہ جو دل کے کباب میں ہے

انہیں کی بُو مایۂ سمن ہے انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

سِیَہ لِباسانِ دار دنیا و سبز پوشانِ عرشِ اعلیٰ
ہر اک ہے ان کے کرم کا پیاسا یہ فیض ان کی جناب میں ہے

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

جلی ہے سوزِ جگر سے جاں تک ہے طالبِ جلوۂ مبارک
دکھا دو وہ لب کہ آبِ حیواں کا لطف جن کے خطاب میں ہے

کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضؔا سے حساب لینا رضؔا بھی کوئی حساب میں ہے

آتش گل کے پھول سے آگ لگی بہار میں

حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا قادری برکاتی قدس سرہ

شاہدِ گل ہے مستِ ناز حجلۂ نو بہار میں
ناز و ادا کے پھول ہیں پھولے گلے کے ہار میں

گائیں گھٹائیں جھوم کر عشق کے کوہسار میں
بارشِ غم ہے اشک بار گریۂ بے قرار میں

عشق نے چھوڑی پھُل جھڑی دل کی لگی بھڑک اٹھی
آتشِ گل کے پھول سے آگ لگی بہار میں

باغِ جناں لہک اٹھا قصرِ جہاں مہک اٹھا
سیکڑوں ہیں چمن کھلے پھول کی اک بہار میں

ساری بہاروں کی دلہن ہے میرے پھول کا چمن
گلشنِ ناز کی پھبن طیبہ کے خار خار میں

تم ہو حبیب کبریا پیاری تمہاری ہر ادا
تم سا کوئی حسیں بھی ہے گلشنِ روزگار میں

غنچۂ دل مہک اٹھا موجِ نسیم طیبہ سے
روحِ شمیم تھی بسی گیسوئے مشک بار میں

شوق کی ناشکیبیاں سوز کی دل گدازیاں
وصل کی نامرادیاں عاشق دل فگار میں

دم نِکل جائے تمہیں دیکھ کے آسانی سے

مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی قدس سرہ

میرا گھر غیرتِ خورشیدِ درخشاں ہوگا
خیر سے جانِ قمر جب کبھی مہماں ہوگا

جو تبسم سے عیاں اک دُرِ دنداں ہوگا
ذرّہ ذرّہ مرے گھر کا مہِ تاباں ہوگا

کیوں مجھے خوف ہو محشر کا کہ ہاتھوں میں مرے
دامنِ حامیِ خود ماحیِ عصیاں ہوگا

مجھ سے عاصی کو جو بے داغ چھڑا لائیں گی
اہلِ محشر میں جو دیکھے گا وہ حیراں ہوگا

کوئی اس رحمتِ عالم پہ تصدق ہوگا
کوئی یہ شانِ کرم دیکھ کے قرباں ہوگا

زخم پر زخم یہی کھائے یہی قتل بھی ہو
خونِ مسلم ابھی کیا اس سے بھی ارزاں ہوگا

یہی اندھیر اگر اور بھی کچھ روز رہا
تو مسلماں کا نشاں بھی نہ نمایاں ہوگا

تو اگر چاہے ملے خاک میں سلطانِ زماں
تیرا بندہ کوئی تو چاہے تو سلطاں ہوگا

ظلمتِ قبر کا کیا خوف مجھے اے نوریؔ
جب مرے قلب میں ایمان کا لَمعاں ہوگا

بندہ پرور ایڑیاں

تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا قادری ازہری قدس سرہ

عرش پر ہیں ان کی ہر سو جلوہ گستر ایڑیاں
گہہ بہ شکل بدر ہیں گہہ مہرِ انور ایڑیاں

میں فدا کیا خوب ہیں تسکینِ مضطر ایڑیاں
روتی صورت کو ہنسا دیتی ہیں اکثر ایڑیاں

دافعِ ہر کرب و آفت ہیں وہ یاور ایڑیاں
بندۂ عاصی پہ رحمت بندہ پرور ایڑیاں

غنچۂ امید ان کی دید کا ہوگا کبھی
پھول کہ ہیں اب نظر میں ان کی خوشتر ایڑیاں

نور کے ٹکڑوں پہ ان کے بدر و اختر بھی فدا
مرحبا کتنی ہیں پیاری ان کی دلبر ایڑیاں

ہدیہ تشکر

جانشین حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی
محمد عسجد رضا خاں، بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

یہ جان کر بڑی مسرت ہوئی کہ الجامعۃ الرضویہ پٹنہ بہار کی جانب سے والد گرامی حضور تاج الشریعہ کی حیات وخدمات پر ایک دستاویزی کتاب بنام ''معارف تاج الشریعہ'' شائع ہورہی ہے، جو دراصل ملک کے کہنہ مشق، مؤقر علمائے کرام کی اعلیٰ فکر ونظر کا مرقع، نامور مقالہ نگار کی عظیم نگارشات کا حسین گلدستہ اور خواجہ تاشان حضور تاج الشریعہ کی حسن عقیدت وفلک رسا بصیرت کا شاہکار نمونہ ہے امید قوی ہے کہ یہ کتاب والد ماجد کی پاکیزہ زندگی کے روشن نقوش سے قوم وملت کو عموماً اور وابستگان تاج الشریعہ کے لئے خصوصاً مشعل راہ ثابت ہوگی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اس کتاب کو قبولیت عامہ کا شرف عطا فرمائے اور اراکین جامعہ، مضامین ومقالہ نگار اور رفقائے کار بالخصوص سید ولی الدین صاحب رضوی کو دارین کی برکات وحسنات سے مالا مال فرمائے، آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

فقیر محمد عسجد رضا قادری غفرلہ



وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت، مظہرِ حجۃ الاسلام، جانشینِ حضور مفتیٔ اعظم ہند، قاضی القضاۃ فی الہند، حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی شاہ اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمہ کی

حیات و خدمات

پر ایک جامع و دستاویزی کتاب

معارفِ تاج الشریعہ

مرتبین
ڈاکٹر غلام مصطفٰی نجم القادری
مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی

الجامعۃ الرضویہ
مغلپورہ، پٹنہ سیٹی، بہار، الہند

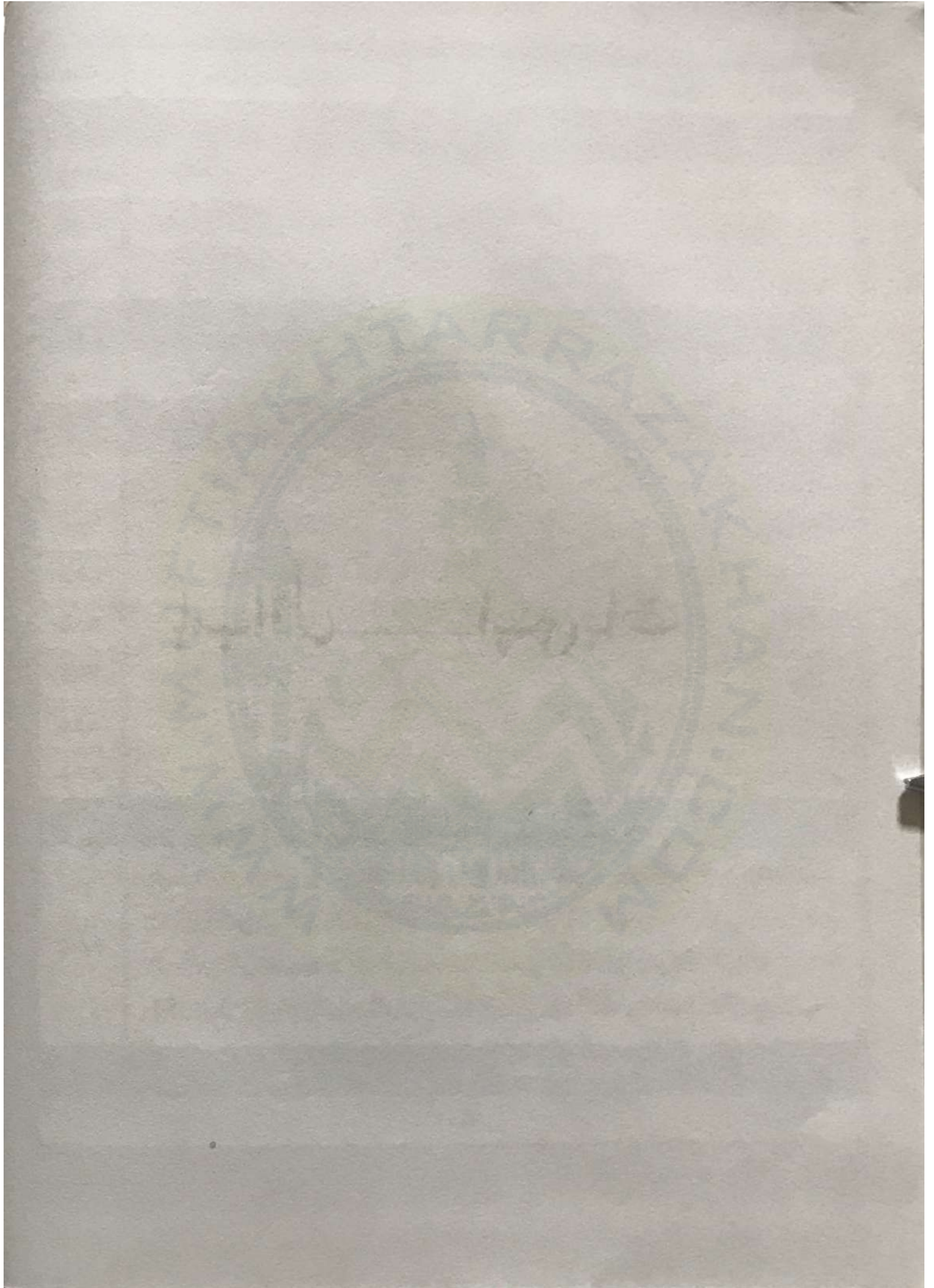
نام کتاب	:	معارف تاج الشریعہ
مرتبین	:	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری، مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی
ہمدم وہمقدم	:	ڈاکٹر واحد نظیر، انوار محمد عظیم آبادی
باہتمام	:	عالیجناب الحاج سید محمد ولی الدین رضوی
کمپوزنگ	:	مولانا ذاکر حسین نعمانی
تزئین کار	:	ریاض احمد خاں (دی پرنٹ زون، پٹنہ)
ضخامت	:	۶۱۶
ناشر	:	شعبۂ نشر واشاعت۔ الجامعۃ الرضویہ ایجوکیشنل ٹرسٹ، مغلپورہ، پٹنہ سیٹی۔ ۸
سن اشاعت	:	۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰ / اگست ۲۰۱۸ء
تعداد	:	۱۱۰۰
قیمت	:	۶۰۰ (چھ سو روپے)
طباعت	:	مدنی کتاب گھر، دہلی 9350134592

ملنے کے پتے:

الجامعۃ الرضویہ ایجوکیشنل ٹرسٹ	مغلو پورہ، پٹنہ سیٹی ۸، بہار
مکتبہ رحمانیہ رضویہ	محلہ سوگران، بریلی شریف
دار العلوم فیضان تاج الشریعہ	عزت نگر، بریلی شریف
رضا اکیڈمی	ممبئی
بسم اللہ امپوریم	صدر گلی، پٹنہ سیٹی ۸، بہار
پرویز بک ڈپو	سبزی باغ، پٹنہ
انجمن پیغام رضا ٹرسٹ	بھدراوتی، کرناٹک

مشمولات

باب اوّل ـــــــ اپنی بات



سید محمد ولی الدین رضوی
بانی وسربراہ الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ

یہ داستان شوق ہے حسن بیاں نہیں

صوبہ بہار بالخصوص عظیم آباد کی سرزمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کے افکار ونظریات کے فروغ کے حوالے سے زرخیز واقع ہوئی ہے۔ تاریخ کے دریچوں سے جب ہم جھانکتے ہیں تو اس حقیقت کا سراغ بڑی آسانی سے ملتا ہے کہ عظیم آباد اور اس کے اطراف کی خانقاہوں کے روشن ضمیر سجادگان کی جھرمٹ میں دنیائے سنیت کی عظیم شخصیت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کو ایک ہزار علما اور مشائخ نے باتفاق رائے ''مجدد'' کے خطاب سے یاد کیا۔ یہ وہ سات روزہ جلسہ ہے جو اسلام کے عظیم مجاہد، زہد وتقویٰ کے پیکر اور دین وملت کے مبلغ حضرت قاضی عبد الوحید فردوسی رئیس عظیم آباد نے ''ندوہ'' کے خلاف ''دربارۂ حق وہدایت'' کے نام سے ۱۳۱۸ھ میں منعقد کیا تھا، جس میں شریعت اسلامیہ کی بقا، مذہب مہذب اہل سنت وجماعت کے فروغ وارتقا، معاشرے کی اصلاح، قرآن وحدیث سے مسلمانوں کو قریب کرنے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اک جہان کو اجالنے کے زریں اصول وضع کئے گئے۔

یہ وہی سرزمین ہے جسے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے تین بار اپنے قدموں سے سرفراز فرمایا۔ حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے ''مدرسہ اہل سنت'' کے نام سے ایک ادارہ قائم فرمایا، جہاں سے نابغۂ عصر اور نازش دہر افراد پیدا ہوئے۔ رضویاتی علوم اور پاکیزہ فکر ونظر کی تبلیغ کے لئے ''تحفۂ حنفیہ'' کا اجرا ہوا، پریس قائم کئے گئے اور پہلی مرتبہ تسلسل کے ساتھ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی تقریباً دو سو کتب اور علمی رسائل منظر عام پر آئے۔ تعلیم وتعلم ، درس وتدریس، اعلیٰ فکر ونظر، تعمیر وتحقیق اور تصنیف وتالیف کا یہ اشاعتی سفر حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ اور اعلیٰ حضرت کی قیادت وامامت میں نہایت احسن طریقے پر جاری رہا۔

حضرت قاضی صاحب کے آفتاب حیات کے غروب ہوجانے کے بعد حضرت ملک العلما سید محمد ظفر الدین فاضل بہار علیہ الرحمہ نے فکر رضا کی آبیاری میں بڑا پر جوش کردار ادا کیا، مگر تحریک وتنظیم کے تحت رضویات پر جو باضابطہ کام ہونا چاہئے تھا اس پہ جمود رہا۔ ادھر ملکی سطح پر جو سیاسی اتھل پتھل ہوئے اس نے بھی اپنے اثرات چھوڑے اور عظیم آباد کی نئی نسلیں اعلیٰ حضرت کے علمی اور تجدیدی کارناموں کو اپنے سینوں میں محفوظ نہیں کرسکیں، مگر قدرت اپنے محبوب بندوں کے ذکر وفکر کو مٹنے نہیں دیتی حق کے اجالے ہمیشہ تاریکیوں کے سینے میں شگاف ڈالتے رہے ہیں، نور ہمیشہ ظلمت پر غالب رہا ہے اور حقانیت وصداقت کے چہرے ہمیشہ

نکھرتے اور سنورتے رہے ہیں۔ تاریخ، ماضی کو حال سے جوڑنے کی ایک خوبصورت کڑی ہے اور حال کے شامیانے میں بیٹھ کر مستقبل کے خاکے تیار کرنے کا وسیلہ۔

بلاشبہ ''الجامعۃ الرضویہ'' کا وجود مسعود اسی کا ایک اہم حصہ ہے، حضرت قاضی عبدالوحید فردوسی علیہ الرحمہ اور حضور ملک العلما علیہ الرحمہ کے بنائے ہوئے خاکوں میں ازسرنو ''الجامعۃ الرضویہ'' نے رنگ بھرا اور یہیں سے رضویاتی ادب اور مسلک اعلیٰ حضرت کی تشریح وتعبیر کی نئی تاریخ مرتب ہوئی جس کا سہرا نور دیدۂ امام احمد رضا، پرتوِ حجۃ الاسلام، جانشین مفتی اعظم، شہزادۂ مفسر اعظم حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری مدظلہ العالی کے سر جاتا ہے۔ یہ بات حقیقت ہے کہ اس وقت حضور تاج الشریعہ کی شخصیت ہر جہت سے تقلیدی ہے۔ احقاق حق اور ابطال باطل کا جوہر گرانمایاں آپ کو ورثے میں ملا ہے۔ مروجہ علوم وفنون کی کوئی ایسی شاخ نہیں جس پہ آپ کی گہری نظر نہ ہو۔ قبولیت عامہ کا یہ عالم ہے کہ جہاں بیٹھ جائیں وہاں پروانوں کی بھیڑ جمع ہوجاتی ہے۔ چہرے کی دلکشی اور عشق وعرفان کی بارش میں نہاتے ہوئے وجود کو دیکھ کر لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہیں یعنی آپ کی ذات کو جس زاوے سے دیکھا جائے کمالات ظاہری وباطنی کی جامع نظر آتی ہے۔

۱۹۸۴ء میں چند احباب کے ساتھ بریلی شریف حاضری ہوئی اور ہم سبھی لوگ حضور تاج الشریعہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے اس کے بعد دل میں فروغ رضویات کا ایک سیلاب امنڈ پڑا اس وقت میرے والد مرحوم سید فیاض الدین صاحب سے جو رضا جامع مسجد کے سکریٹری ہوا کرتے تھے، اجازت لے کر صحن مسجد میں ہی ایک استاد کو مقرر کردیا اور ''مدرسہ رضویہ'' کے نام سے مسجد کے صدر دروازے پر ایک بورڈ بھی آویزاں کردیا اور دینی تعلیم کی شروعات بھی ہوگئی، مگر اس سے میرے بے تاب جذبوں، بے قرار امنگوں اور بیدار حوصلوں کی تسکین نہیں ہو پا رہی تھی، اپنے والد گرامی سے مسجد سے ملحق زمین کا وہ حصہ جو تقریباً چار ہزار اسکوائر فٹ پر مشتمل تھا، حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا اور قال اللہ وقال الرسول کے پرکیف نغموں سے فضا معطر ہونے لگی۔ اپنے احباب سے مل جل کر ایک اہم منصوبہ تیار کیا اور مرشد گرامی حضور تاج الشریعہ کو پٹنہ آنے کی دعوت بھی دی۔

اسے ہم لوگوں کی خوش نصیبی ہی کہنی چاہئے کہ حضرت نے دعوت قبول فرما کر اپنی آمد کی برکتوں سے نوازا۔ قیام کا انتظام ''آزاد منزل'' میں تھا۔ منصوبے کے مطابق وہ ساعت سعید بھی آپہنچی جو ہم ساتھیوں کے دل کی آرزو بھی تھی اور قوم کی ضرورت بھی، یعنی آپ کے مبارک ہاتھوں سے ''الجامعۃ الرضویہ'' کا قیام عمل میں آیا اور ہر چہار طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس تاریخی اقدام کا پٹنہ سیٹی کے چند ائمہ مساجد نے نہ صرف خیر مقدم کیا بلکہ قدم قدم پر تعاون کی کلیاں بھی نچھاور کرتے رہے اس سفر میں دعوت وارشاد کا کام بڑے پیمانے پر ہوا اور قرب وجوار کے بہت سارے افراد سلسلۂ قادریہ رضویہ میں داخل بھی ہوئے۔

یہ وہ دور تھا کہ نئی نسل تقریباً اعلیٰ حضرت سے ناآشنا ہو چکی تھی اور بریلی شریف سے ان کا رشتہ کمزور پڑ چکا تھا، لیکن اس وقت

بھی ان کے اندر کی دبی چنگاری شعلہ بداماں ہونے کو بے چین تھی۔ ''الجامعۃ الرضویہ'' نے ان جذبوں کے فروغ میں بڑا ابنیادی کردار نبھایا، ہر محلہ میں اس کے زیر اہتمام چھوٹے چھوٹے مکاتب قائم کئے گئے اور ہفتہ وار انجمن کے ذریعہ بڑے پیمانے پر دعوتی نظام کو وسعت ملنے لگی، فطری تقاضوں کے تحت راہ میں مسائل بھی کھڑے ہوئے، مگر ہم لوگ اس مقدس رشتے کی توسیع میں ہر کانٹے کو پھول سمجھ کر اپنے دامن زندگی میں سجاتے رہے، یہاں ناشر سنیت محترم الحاج غلام رضا عرف منے میاں بریلوی مرحوم کا ذکر انصاف و دیانت کے عین مطابق ہے کہ جب بھی درد کی ٹیس ابھری تو موصوف نے نہ صرف مرہم رکھا بلکہ ان بجھے جذبوں میں نئی روح ڈال کر تازہ دم کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے۔

اس درمیان کئی مرتبہ حضور تاج الشریعہ کے دعوتی و تبلیغی دورے ہوئے، ادھر ''الجامعۃ الرضویہ'' کے پلیٹ فارم سے تحریکی و تنظیمی سرگرمیاں بھی تیز سے تیز تر ہوگئیں، اللہ تعالیٰ کا بے پناہ شکر واحسان ہے کہ اب یہ زمین رضویات کے حوالے سے اجنبی نہیں ہے۔

حضور تاج الشریعہ کی سرپرستی وقیادت میں ''الجامعۃ الرضویہ'' تعمیر و تنظیم سے لے کر درس وتدریس، افتا وصحافت، اصلاح معاشرہ اور تصنیف وتالیف تک کے سارے مراحل حسن وخوبی سے طے کر رہا ہے اور یہ سب حضور تاج الشریعہ کی فیض بخشیوں کا نتیجہ ہے۔

الحمدللہ! ''الجامعۃ الرضویہ''، صوبہ بہار بالخصوص شہر عظیم آباد کا ایک معیاری ومثالی ادارہ ہے اس نے اپنے روز قیام سے اب تک جو قابل قدر ترقی کی، وہ تاریخ کا زریں باب ہے۔ جامعہ اب ایک علمی ادارہ ہی نہیں بلکہ ایک مکمل تحریک کی صورت اختیار کر چکا ہے، جس کے اصل اہداف میں قوم وملت کے بچوں کی تعمیر وتربیت، معاشرے میں علمی بیداری، طلبہ کے اندر خوف آخرت، عشق رسالت اور اخلاص وللّٰہیت کا رنگ بھرنے کے ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ واشاعت بھی شامل ہے اور یہ اپنے ان مقاصد خیر میں کامیاب وکامراں ہے۔ اب تک جامعہ سے مفتیان کرام کی ایک بڑی ٹیم تیار ہو چکی ہے اور علما و قرا اور بہت سارے حفاظ یہاں سے فارغ ہو کر ملک کے مختلف دارالافتا اور درسگاہوں کی زینت بنے ہوئے ہیں اور اپنی اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے دینی وملی اور جماعتی سطح پر سرگرم عمل ہیں۔

مسلک اعلیٰ حضرت اور رضویاتی خدمات کے فروغ میں ماہنامہ ''نور مصطفیٰ'' پٹنہ کا بھی بڑا نمایاں رول رہا ہے اس نے میدان صحافت میں صرف اپنی شناخت ہی قائم نہیں کی بلکہ بہار کی راجدھانی عظیم آباد کے افق صحافت سے طلوع ہونے والے اس ماہنامہ نے مذہبی صحافت کا وقار بلند کر دیا، نئی نسلوں کے افکار وشعور کی بڑی خوبصورت کاشت کی، نئے افراد کو لوح وقلم کی آفاقیت کا احساس دلایا، ان کی تحریری صلاحیتوں کو ابھارنے میں خوب خوب کوششیں کیں اور یہ ذہن دیا کہ قلم کی کاٹ تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ اس نے مذہبی صحافت کو زندہ رکھتے ہوئے زبان وادب اور شعر وسخن کی مشاطگی زلف میں بڑا اہم کردار انجام دیا۔ ملک کی اہم درسگاہوں اور خانقاہوں کی علمی، دینی، روحانی اور فکری شخصیات پر معیاری اور جامع نمبرات نکالے۔ ''تاجدار کربلا نمبر''، ''خواجہ غریب نواز نمبر''، ''عید قرباں نمبر''، ''پاسبان ملت نمبر'' کے علاوہ حضرت پیر جگجوت، حضرت شاہ ارزاں، حضرت

مخدوم یحییٰ منیری، حضرت مخدوم جہاں، حضرت مفتی اعظم اور حضرت ملک العلما علیہم الرحمۃ والرضوان پر خاص گوشے بھی شائع کئے، جن کی دھمک علمی حلقوں میں آج بھی محسوس کی جارہی ہے، مزید برآں مختلف مواقع سے جامعہ کے زیر اہتمام کل ہند سمینار بھی ہوئے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ خصوصیت انہیں سمیناروں کو حاصل رہی کہ عین انعقاد سمنار ہی کی تاریخ میں مجموعہ مقالات کا اجرا بھی عمل میں آیا۔ گویا سننے والوں نے مقالہ نگاروں کی زبانی ان کی تحریریں سنی بھی، دیکھنے والوں نے اپنی چشم کشا سے سیمینار کے روح پرور مناظر کا مشاہدہ بھی کیا اور مطالعہ کے شائقین اپنے لئے اور دوسروں کے لئے یہاں کی عملی سوغات کتابی صورت میں ساتھ بھی لے گئے جو آج بھی نہ جانے کتنے گھروں اور کتب خانوں کی زینت بڑھا رہی ہوگی۔

اب تک جن شخصیات پر سمینار ہوئے ان کا وجود مسعود جماعت اہل سنت کے لئے خداوند قدوس کی عظیم نعمت ہے ان میں دنیائے علم وفضل کی نابغۂ روزگار شخصیت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ پر "رضا شناسی" کے نام سے جامعہ کی سلور جوبلی کے سیلور جبلی کے موقع پر ایک کتاب منصۂ شہود پر آئی، ملک اور بیرون ملک کے باوقار اہل قلم کی نگارشات سے یہ پوری کتاب جگمگا رہی ہے، اور رضا شناسی کا پورا پورا پتہ بھی دے رہی ہے۔ مخدوم جہاں علیہ الرحمہ کی خانقاہ بہار شریف کے سجادہ نشیں پیکر تصوف وسلوک اور صاحب عشق وعرفان جنا بحضور شاہ امین احمد فردوسی علیہ الرحمہ پر "عرفان امین" کے نام سے نہایت معیاری کتاب شائع کی گئی جس میں ملک کے مشاہیر اصحاب فکر وشعور کے مضامین شامل ہیں جن سے صاحب تذکرہ کی نورانی شخصیت کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے اور اس کا بھی قوی احساس ہوتا ہے کہ صوبہ بہار کی تمام خانقاہیں رضویاتی تحریک وادب سے کتنی ہم آہنگ تھیں۔

خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف کی بلند وبالا اور بافیض شخصیت مخدوم الاولیا حضرت سیدنا علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی سیرت وسوانح پر مشتمل "فیضان اشرفی" کے نام سے ایک وقیع کتاب معرض وجود میں آئی یہ کتاب ہندوستان کے معروف دانشوروں کے مقالوں سے آراستہ ہے جس کے مطالعہ سے صاحب کتاب کی دینی، ملی، علمی اور روحانی ذات کا تصور دل ونگاہ میں رقص کرنے لگتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی درسگاہ فیض وکرم کے اولین شاگرد اور ان کے خلیفہ حضرت ملک العلما حضرت علامہ سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری کی قلمی، علمی اور تدریسی صلاحیتوں کا اعتراف پوری جماعت کے ساتھ خود امام احمد رضا کو بھی ہے۔ آپ کے بہت سارے علمی ذخائر مارکیٹ کی زینت بنے ہوئے ہیں جن کی دینی، علمی اور فقہی جلالت شان کا ایک جہان کو اقرار ہے۔ ان کی حیات وخدمات کے حوالے سے "تذکرہ ملک العلما" نامی ایک کتاب شائع کی گئی جو نامور اہل زبان وقلم کے افکار تازہ کا خوبصورت مجموعہ ہے۔

"ارمغان علامہ ارشد" نامی سیمینار کی کتاب جماعت کی متحرک وفعال شخصیت علامہ ارشد القادری کے گونا گوں فضائل کا احاطہ کرتی ہے اور "معارف فضل کریم" نامی کتاب حجۃ الاسلام کے شاگرد، مرید اور خلیفہ ایک صوفی باصفا اور ایک فقہی شخصیت قاضی

شریعت حضرت علامہ مفتی فضل کریم فیض پوری علیہ الرحمہ کا مکمل تعارف کراتی ہے جن کی پوری حیات تقویٰ وطہارت، اخلاص فی الدین اور قومی خدمت سے عبارت تھی۔

مزید نعتیہ شعروسخن اور زبان وادب کے فروغ کے لئے جامعہ کے زیر اہتمام مشاعرے بھی ہوئے اور سوونیر بھی نکالے گئے ان سب پر مستزاد اور شاید رضویات کے باب میں جامعہ نے جو اہم اور تاریخی کارنامہ انجام دیا وہ تین جلدوں پر مشتمل ''حیات اعلیٰ حضرت'' مصنفہ ملک العلما کی تخریج، تحشیہ، ترتیب، تبویب اور اشاعت ہے جو'' رضا اکیڈمی'' ممبئی کے مشترکہ مالی تعاون سے'' الجامعۃ الرضویہ'' کے زیر اہتمام نئے رنگ وآہنگ کے ساتھ منظر عام پر آئی اور ہندوپاک میں حددرجہ مقبولیت کی حامل بنی جس کی واضح دلیل یہ ہے کہ مختلف مطابع سے اب تک یہ کتاب متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔

۲۰ر جولائی ۲۰۱۸ء کی شام میرے ہی لئے نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ کے لئے شام غم تھی جن کے علمی فیضان کی بارش میں دانش گاہیں، خانقاہیں اور رفاہی ادارے نہارہے تھے۔ جن کی دید بے قرار دلوں کی عید تھی، جو مسیحائے قوم وملت تھا، آبروئے جماعت اہل سنت تھا، پرتوِ حجۃ الاسلام تھا، جانشین مفتی اعظم تھا، جس سے باطل سراسیمہ تھا، جو کمالات ظاہری وباطنی کا جامع تھا، جو اہل دل، اہل علم اور اہل تصوف کا امام تھا، جس کی یادوں سے میرے گھر کے درودیوار روشن ومنور تھے، جو ہجوم وآلام میں امید کی کرن تھے اور زندگی کے تپتے ہوئے صحرا میں سائبان رحمت تھے یعنی حضور تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الھند حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری اس عالم ناپائدار سے عالم جاویدانی کیلئے پوری دنیائے سنیت کو روتا، بلکتا چھوڑ کر روانہ ہو گئے۔ رب کائنات ان کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے۔ ان کی قبر کو نورونکہت کا سائبان عطا فرمائے اہل سنت وجماعت کو صبر جمیل کی دولت سے نوازے اور ہم میں ان کا کوئی بدل بھیج دے ان کے جانے سے ساری بزمیں سونی ہوگئی ہیں۔ میرے پاس ان کی جناب میں پیش کرنے کے لائق کچھ بھی نہیں ہے، سوچتا رہا کون سی ایسی چیز پیش کروں جو ان کی بارگاہ عظمت نشان کے شایانِ شان ہو پھر دل نے فیصلہ کیا کہ معارف تاج الشریعہ، سے اچھا کوئی تحفہ نہیں ہوسکتا۔ میں اس کی اشاعت کی تیاریوں میں مصروف ہوگیا۔

وارث علوم اعلیٰ حضرت، پرتوِ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمہ (۱۹۴۳ء/ ۲۰۱۸ء) میرے مرشد گرامی ہیں ایک مرید کو اپنے پیر سے جو عقیدت اور قلبی لگاؤ ہونا چاہئے اہل علم وعرفان پہ روشن ہے۔ نسبت ارادت کی حیثیت بے غبار آئینے کی ہے۔ یہ آئینہ کسی طرح کی دھول کو قبول نہیں کرتا۔ مرید ہونا خود کو پیر کے ہاتھوں بیچ دینا ہے۔ ایک مرید اپنے پیر کے لیے جو بھی قدم اٹھاتا ہے، دنیا اسے عقیدت کے پیمانے سے ناپتی ہے۔ یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ حضور تاج الشریعہ ابتدا ہی سے کمالات کے جامع رہے ہیں ان کی زندگی کا سفر جاری رہا اور کمالات، خصوصیات اور امتیازات میں اضافہ ہوتا رہا اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ عالمی شخصیات میں ان کی حیثیت نمایاں ہوگئی۔ آپ کو عوام وخواص دونوں میں یکساں قبولیت حاصل ہے۔ عوام تو بہر حال عوام ہے علماء بلکہ علماء میں بھی

صف اول کے علماء آپ سے ہر طرح کے پیچیدہ مسائل میں رجوع ہوتے ہیں اور آپ کے فیصلے کو حرف آخر کی حیثیت دیتے ہیں انہیں ساری خصوصیات کے پیش نظر بہت دنوں سے میرے دل میں یہ تمنا انگڑائی لیتی رہی کہ حضرت کی شخصیت کے حوالے سے کوئی بڑا کام کیا جائے تاکہ آپ کا دینی، ملی، علمی اور لسانی فیضان زیادہ سے زیادہ عام ہو سکے۔اس مقصد کے تحت میں نے ۲۰۱۵ء میں حضور تاج الشریعہ سمینار کا حتمی فیصلہ کیا۔ یہ بات بھی درست ہے کہ بہت دنوں سے بہار کی مٹی حضرت کے قدموں کی خیرات لینے کے لیے بے چین ہے۔سمینار مس حضرت کی شرکت سے بے قرار دلوں کو قرار آجائے گا اور حضرت کی موجودگی میں ''معارف تاج الشریعہ'' کا اجرا بھی ہوجائیگا۔ میں نے جنون عشق میں تاریخ کا اعلان بھی کر دیا۔ حضرت کی شخصیت کے تعلق سے عناوین متعین کئے گئے اور اہل زبان وقلم کو لکھنے اور سمینار میں شرکت کی دعوتیں دی گئیں۔ اعلان شدہ تاریخ میں سمینار ہوا اور بہت کامیاب ہوا۔لیکن حضرت کی عدم شرکت اور ''معار تاج الشریعہ'' کی عدم اشاعت کا بڑا قلق رہا۔ بعد سمینار ''معارف تاج الشریعہ'' کی اشاعت کی مسلسل کوشش جاری ہے۔اس راہ میں مجھے جن دشوار گذار گھاٹیوں سے گذرنا پڑا یہ میں ہی جانتا ہوں، مگر جنون عشق کی راہ میں آبلہ پائی نہ ہو تو لذت سفر ضائع ہو جاتی ہے۔اس دوران اہل علم، اہل عقیدت اور اہل زبان وقلم کی طرف سے معارف تاج الشریعہ، کی اشاعت کا اصرار بھی ہوتا رہا۔ بہر حال مختلف مراحل سے گذرنے کے بعد اشاعت کی راہ میں جو رکاوٹیں تھیں ختم ہو گئی ہیں۔ پھر بھی علمی دنیا کے سامنے میں جس انداز کا تحفہ پیش کرنا چاہتا تھا اس میں مکمل کامیابی نہیں مل سکی۔اس کے کئی اسباب ہیں اور ان اسباب کا یہاں ذکر عبث ہے۔بس اتنا سمجھ لیا جائے کہ جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے۔

معارف تاج الشریعہ اب آپ کے پیش نگاہ ہے اس کی ترتیب، تہذیب اور تدوین میں بہت سارے افراد وشخصیات کا ملی واخلاقی تعاون شامل ہے۔اہل زبان وقلم کے احسانات تو ناقابل فراموش ہیں اگر ان کا قلمی ولسانی تعاون نہ ہو تو کوئی بھی علمی مجلہ یا دستاویزی نمبر وجود میں نہیں آسکتا۔ میں ان کا نام بنام شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں لیکن چند ایسے کرم فرما ومعاونین ہیں جن کا نام بنام ذکر نہ کرنا شدید احسان فراموشی ہوگی۔ بالخصوص حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفی نجم القادری خلیفہ تاج الشریعہ، مہتمم وناظم تعلیمات جامعہ ھذا، صحافی عصر حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی، مدیر اعلیٰ مجلہ پیغام رضا ممبئی، حضرت مولانا محمد قمر الزماں مصباحی، عالیجناب ڈاکٹر واحد نظیر، شعبۂ اردو جامعہ ملیہ دھلی، حضرت مولانا عبد الرزاق پیکر رضوی، استاذ جامعہ ھذا، عالیجناب انوار احمد عظیم آبادی کا میں ممنون کرم ہوں کہ ان حضرات نے قدم قدم پر مجھے سہارا دیا اگر ان حضرات کی رفاقتیں، محبتیں اور عقیدتیں نہ ملتیں تو یہ علمی وقلمی معرکہ سر کرنا میرے لئے دشوار سے دشوار تر ہو جاتا۔رب کعبہ بطفیل حبیب اکرم ﷺ تمام معاونین مخلصین وقارئین کو دارین کی سعادتوں سے بہرور فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری
مہتمم الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ

چل میرے خامہ بسم اللہ

تپ کر تو غم میں اور نکھر آیا اس کا رنگ
اشکوں کے درمیان گہر ہو گیا وہ شخص

اس نوازشِ خداوندی کے ہم سب قربان جائیں کہ اس نے مذہب مہذب دین اسلام کی دولت سے ہم سب کو سرفراز فرمایا تو زمانہ کی دست برد سے حفاظت کا سامان بھی خود ہی یہ کہہ کر مہیا کر دیا کہ نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ہم نے ہی قرآن (دین) نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔ اس ذمہ کرم خداوندی نے ایسی فولادی دیوار اسلام کے گرد کھینچ دی ہے کہ لاکھ یزیدی طوفان اٹھے، ماموني بلائیں آئیں، طاغوتی آندھی چلی۔ ہر دور بلاخیز میں اسلام مسکراتا رہا اور مسکراتا ہی رہیگا۔ یہ اپنے مالہ وماعلیہ کے ساتھ جیسا پہلے تھا ویسا ہی اب بھی ہے اور جیسا اب ہے ایسا ہی رہیگا۔ ہاں نظام قدرت کا حسین انتظام یہ ہے کہ حسب ضرورت وموقع وہ اپنے بندوں میں سے کسی کو چنتا ہے اور جس کو چنتا ہے اس کو نور علم وفکر، وفور درک وعقل، شعور زندگی وبندگی، سرور شریعت وطریقت، معاملہ فہمی، دوراندیشی، تحمل مزاجی، باریک بینی، ژرف نگاہی، سخن دل نواز، اور جان پرسوز کی دولت فراواں سے مالامال کر دیتا ہے۔ وہ بندہ مومن ہاتھ میں کتاب وسنت کا جھنڈا لیکر، دل میں عشق رسول کی تڑپ لیکر، دماغ میں اسلام کی حفاظت کا تخیل لیکر اور نظر میں نشان منزل مقصود کا خمار لیکر یہ کہتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے کہ

میں ظلمت شب میں لیکے نکلوں گا درماندہ قافلہ کو
شررفشاں ہوگی آہ میری نفس میرا شعلہ بار ہوگا

زمانہ کے سرد وگرم ماحول، حالات کی سرد مہری وبے رخی، گرد وپیش کی برافروختگی وژولیدگی کی پرواہ کئے بغیر بس اپنے کام کی دھن، مشن کی تکمیل کی لگن میں مگن، اپنے منصب سے انصاف کی فکر میں یہ کہتا ہوا سوئے منزل رواں دواں رہتا ہے کہ

ہاں ہمارا فرض ہے اعلانِ حق
حکم دیں سب کو سناتے جائیں گے
ہو ہی جائے گی فضا روشن ضرور
خونِ دل سے لو بڑھاتے جائیں گے

اس تناظر میں تاریخ کا تسلسل بول رہا ہے کہ مختلف ادوار میں مختلف شخصیتوں نے جان جوکھم میں ڈال کر اپنی جد وجہد، کدوکاوش اور تب وتاب کا عرق نچوڑ کر اسلام کی جڑ میں ڈال دیا جس سے اسلام کا مرجھاتا ہوا پودا نئی تازگی وبرنائی پا کر پھر لہلہانے اور عالم کو اپنا حقیقی جلوہ دکھانے لگا۔ ہم دور کیوں جائیں اپنے ملک ہندوستان ہی کی بات کریں تو اس حوالے سے چند خاندانوں کے چند افراد کا نام اب بھی اسی جلوہ سامانی کے ساتھ جگمگا رہا ہے جیسا اپنے دور میں جگمگا رہا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالحق محقق دہلوی، علامہ فضل حق خیرآبادی، علامہ عبدالعلی فرنگی محلی، حضرت شاہ عبدالقادر بدایونی یہ وہ مبارک اسماء ہیں جو آفاق قلب پر آج بھی کل کی طرح درخشاں وفروزاں ہیں۔ ان مجاہدین اسلام ومحافظین کتاب وسنت کے تتمہ اور تکملہ کے طور پر انگریزوں کے دور قیامت آگیں ۱۸۵۶ء میں بریلی شریف کی سرزمین پر احمد رضا کی شکل میں ایک بچے نے آنکھیں کھولیں اٹھان ایسی امید افزا تھی کہ دہلیز شباب پر قدم رکھتے رکھتے جس کے علم وفضل، ذہانت وفطانت، تفقہ وتفرد، طباعی ودراکی کا شہرہ چاردانگ عالم میں پھیل گیا۔ مذکورۃ الصدر شخصیتوں اور امام احمد رضا میں نمایاں اور ممتاز فرق یہ ہے کہ وہاں ایک، ایک یا دو، دو نام جگمگا رہا ہے یہاں دو سوسال کے طویل دورانئے میں پورا خاندان جگمگا رہا ہے اور دوسرا فرق یہ ہے کہ ان حضرات کے فکر واعتقاد اور مسلک ومشرب کے تصلب کی لہریں زیادہ دنوں تک مواج نہ رہ سکیں خود ان کے بعد یا ان کی ایک نسل کے بعد اعتقادی تشخص میں لوچ ونرمی آگئی۔ مثلاً حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے گھر میں اسمٰعیل دہلوی کی پیدائش سے جو فکری تصادم وپیکار کا دور شروع ہوا، اسے دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

علامہ فضل حق خیرآبادی کے بعد جنہوں نے "من شک فی کفرہ" وعذابہ فقد کفر کہہ کر وہابیت ودیوبندیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھوک دی تھی مگر ان کے بعد ان کے شہزادہ گرامی حضرت شاہ عبدالحق خیرآبادی کے خیال میں جو نزاکت آئی ہے وہ حیات اعلیٰ حضرت (مولف ملک العلماء علامہ سید ظفر الدین فاضل بہار) کے اوراق پر موجود ہیں۔ بدایوں اور لکھنو کا کیا حال ہوا اس کی تفصیل کیلئے میری کتاب "حضور امین شریعت حیات اور کمالات" کا مطالعہ مفید ومعلومات افزا ہوگا۔ مگر یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا مجدد اعظم بریلوی کے دادا حضرت علامہ مفتی رضا علی خان بریلوی کا گھرانہ ہے کہ دین وشریعت کی صیانت واشاعت کی جو مسند انہوں نے سجائی تھی آج تک اس کی رونق سلامت ہے۔ دو سوسال سے زیادہ کا عرصہ ہو رہا ہے زمانہ کی قیادت وامامت کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہے مگر پروردگار عالم نے اس خاندان کی عظمت کے سورج کو کبھی گہن نہیں لگنے دیا۔

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت علامہ رضا علی خان سے لیکر حضور تاج الشریعہ تک دین پر سختی کے معاملہ میں نہ کہیں پر کوئی مصلحت ہے نہ نزاکت، نہ

حالات سے سمجھوتہ ہے نہ معاملات میں گراوٹ بلکہ سب نے اپنے اپنے زمانے میں اس شمع تصلب کی لوکو تیز ہی کیا مدھم نہیں ہونے دیا۔ ایسا نہیں ہے کہ طوفان نہیں آئے۔ آئے! مخالفتیں نہیں ہوئیں۔ ہوئیں! قیامتیں کھڑی نہیں کی گئیں۔ کی گئیں! مصائب کے پہاڑ نہیں ٹوٹے۔ ٹوٹے! رنج وغم کی گھٹائیں نہیں چھائیں۔ چھائیں! مگر کیا مجال کہ پائے استقامت میں ذرہ برابر لغزش آجائے، مداہنت اپنا کام کرجائے یہ ان سب حضرات کی استقامت علی الشریعت، حق گوئی وبے باکی، جواں مردی واولوالعزمی، ثابت قدمی وولولۂ جاں نثاری کا مبارک انجام ہے کہ آندھیوں کی زد پر بھی مذہب ومسلک کا چراغ مسکرا رہا ہے۔ آیئے اپنے دور کی ساتویں رضوی کڑی حضور تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند، فخر ازہر، جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ الشاہ اختر رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کے گلشن حیات وخدمات کی سیر کو چلتے ہیں اور اس حوالے سے ان کی عظمتوں کے تاباں سورج تک پہونچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ابھی ابھی ۲۰؍ جولائی ۲۰۱۸ء کو جن کی وفات نے پوری دنیا کو ہلا اور رُلا کر رکھ دیا ہے۔

وہ تاج الشریعہ۔۔۔ جن کا وجود جماعت اہل سنت کیلئے محفوظ سائبان تھا تو گروہ صلح کلیت کیلئے زلزلہ کا سامان۔

وہ تاج الشریعہ۔۔۔ جن کی نگاہیں مسائل کے نئے نئے آفاق کی تلاش وتسخیر میں ہمہ دم مصروف رہتی تھیں۔

وہ تاج الشریعہ۔۔۔ جن کا دل اذعان وایقان کے نور سے شرابور تھا۔

وہ تاج الشریعہ۔۔۔ جن کے ایک ہاتھ میں قرآن وسنت کا علم تھا تو دوسرے ہاتھ میں حکمت ودانش کا قلم۔

وہ تاج الشریعہ۔۔۔ جن کا سینہ محبت خدا کا گنجینہ تھا تو عشق مصطفی کا مدینہ۔

وہ تاج الشریعہ۔۔۔ جن کے دل میں سودا تھا تو دین کی سربلندی کا اور دماغ میں تخیل تھا تو قوم وملت کی فیروزمندی کا۔

وہ تاج الشریعہ۔۔۔ جن کی آواز میں مکے کا جلال تھا تو مدینے کا جمال۔

وہ تاج الشریعہ۔۔۔ جن کے انداز میں بغداد کا سوز وگداز تھا تو اجمیر کا ناز ونیاز۔

وہ تاج الشریعہ۔۔۔ جو وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت کے اوصاف سے مزین تھے۔

وہ تاج الشریعہ۔۔۔ جو جدید لا ینحل مسائل کا حل چٹکی بجاکے پیش کرنے کی غیر معمولی صلاحیتوں کا مرقع تھے اگر یہ کہا جائے تو انہیں کو سجتا ہے کہ

اے رہبرِ کامل تیرا ہر نقشِ کفِ پا
ارباب نظر کیلئے منزل کا نشاں ہے

مجھے یہ فخر ہے کہ میں نے اپنے ممدوح کو اپنے پڑھنے کے زمانہ ۱۹۷۴ء سے دیکھا ہے اور اب تک دیکھا ہے۔ میں نے حضرت کے قدیم گھر محلہ خواجہ قطب میں قیام کیا ہے ان کے دسترخوان سے ریزہ چینی کی ہے، بازار کا سودا سلف کیا ہے اور میں نے حضرت سے ۲؍ کتابیں (۱) ازہار العرب (۲) اور نخبۃ الفکر پڑھا ہے میں برملا یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ اٹھتے تو اٹھتے چلے

گئے، بڑھے تو بڑھتے چلے گئے، چھائے تو چھاتے چلے گئے اور ایسا چھائے کہ جس خانقاہ میں چلے جاتے صاحب سجادہ بھی حیران رہ جاتے کہ لوگ سب کو چھوڑ کر حضور تاج الشریعہ کے گرد پروانہ وار نثار ہونے لگتے تھے۔ قبول فی الارض کا یہ عالم کہ غیر معروف علاقہ میں بھی بغیر کسی اطلاع کے دیوانوں کی بھیڑ لگ جاتی۔ جہاں ٹھہر جاتے عاشقوں کے انبوہ سے زمین تنگی داماں کا گلہ کرنے لگتی۔ تاج الشریعہ ایک علمی اور عملی کاشانہ معلیٰ تھے جہاں بے قراروں کو قرار اور بے چینوں کو چین ملتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ فضائیں گنگنا اٹھتی تھیں

جنونِ بے خودی میں پائے استقلال رکھتا ہوں
صراطِ عشق سے لغزش نہیں کرتا قدم میرا

آپ کی اس محبوبیت عامہ اور مقبولیت تامہ نے آپ کو محسود بھی کیا۔ حالانکہ آپ مرنجاں مرنج صفت کے حامل کامل درویش تھے۔ جس کی شان استغنا پر بے نیازی کو بھی ناز تھا۔ جو دیکھتا تو کتاب وسنت کے اوراق دیکھتا تھا یا حکمت ودانش کا چہرہ دیکھتا تھا۔ اسی لئے آپ نے کبھی کسی کا مکھڑا دیکھ کر فیصلہ نہیں کیا بلکہ جو کیا شریعت مطہرہ کا ضابطہ دیکھ کر کیا۔ انہیں فکر تھی تو بس یہ تھی کہ کسی حرکت وعمل سے کہیں رضائے مصطفیٰ کے چہرے پر بل نہ پڑ جائے۔ اسی احتیاط میں آپ زہرہ گداز حالات سے بھی گزرے۔ مگر جب بھی گزرے فرحاں وشاداں ہی گزرے اور یہی کہتے رہے کہ۔

راہ خود بڑھ کے بتاتی ہے نشانِ منزل
چلنے والا بھی تو ہو گردشِ ایام کے ساتھ

نو پید مسائل میں ان کی تنقیح اور احتیاط دیدنی ہوتی۔ اپنے اسلاف کی روش سے سر مو کبھی بھی انحراف نہیں کیا۔ جو کہتے یا لکھتے کامل تحقیق کے بعد لکھتے یا کہتے۔ اسی لئے ان کو دوسروں کی طرح مسائل سے رجوع کی نوبت نہیں آئی۔ جو کہہ دیا اس پر جم گئے جو لکھ دیا اس پر ڈٹ گئے۔ اب لاکھ آندھی چلے ہزار طوفان اٹھے انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ پیشانی پر کوئی بل نہیں پڑتا۔ طوفان سے کھیلنا اور مسکرانا ان کی فطرت تھی۔ آپ کے مورث اعلیٰ حضرت مفتی رضا علی خاں بریلوی نے تحفظ شریعت وسنت کا جو صور پھونکا تھا اور تحریک احیائے عشق رسالت کا جو بیڑا اٹھایا تھا اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم سے ہوتا ہوا آپ تک پہنچا تھا۔ آپ نے اس کی لئے میں لے ملا کر اس کی لہر کو تیز سے تیز تر کر دیا۔ جیسے ان کی ادائیں بول رہی ہوں۔

میری ہمت کو سراہو میرے ہمراہ چلو
میں نے ایک شمع جلائی ہے ہواؤں کے خلاف

آپ جبریلی اعلان کے فیض سے فیضیاب محبوبیت کبریٰ کے عظیم منصب پر فائز تھے۔ جو اس منصب پر فائز ہوتا ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کے قلوب اس کی مٹھی میں کر دیتا ہے۔ حیات ظاہری میں تو محبوبیت کا یہ عالم کہ جلسے جلوس میں آپ موجود ہوں یا نہ ہوں آپ کے نام کا نعرہ لگتا اور جونہی آپ کے نام کا نعرہ لگتا پورا مجمع ہمہ تن گوش ہو جاتا۔ اس وقت رنگ ونور کا جو عالم ہوتا دیکھنے

کے قابل ہوتا۔ بعد وفات جو محبوبیت کبریٰ کا حسین منظر سامنے آیا اس نے دنیا کو غرق حیرت کر دیا۔ ہائے افسوس گونا گوں اوصاف وکمالات کی یہ حامل شخصیت، خاندان رضویہ کی گنج گراں مایہ شخصیت اور مومنین صالحین کے دل کی دھڑکن شخصیت ۲۰ر جولائی ۲۰۱۸ء، بروز جمعہ جس وقت آسمان کا سورج غروب ہو رہا تھا مغرب کی اذان کا جواب دیتے ہوئے اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے ہوئے یہ زمین کا سورج بریلی کے افق سے غروب ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

پوری دنیا نے بیک وقت آپ کی رحلت کے غم کو محسوس کیا۔ سب نے روتے ہوئے دل اور برستی ہوئی آنکھوں سے کہا کہ استقامت علی الحق کا جبل شامخ ڈوب گیا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بدر کامل ڈوب گیا۔ باطل کو حق سے چھانٹ دینے والا صداقت کا روشن ستارہ ڈوب گیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے دو دن کے اندر محتاط اندازے کے مطابق تقریباً ایک کروڑ لوگ تاج الشریعہ کی نماز جنازہ پڑھ کر اپنی آخرت کی زلف سنوارنے کے لئے قدموں میں حاضر ہو گئے۔ کیا حنفی، کیا شافعی، کیا مالکی، کیا حنبلی، کیا قادری، کیا چشتی، کیا سہروردی، کیا نقشبندی، کیا رضوی، کیا اشرفی، کیا حشمتی، کیا حبیبی، سب نے اپنی اپنی عقیدتوں کا خراج تعزیت کی شکل میں اپنے عرش جاہ محبوب کی بارگاہ میں پیش کیا۔ اور ہزاروں حسرتوں اور ارمانوں کے سائے میں اپنے اس فردوسی مہمان کو بادیدہ نم رخصت کیا۔ اتحاد امت کا اتنا بڑا مظاہرہ شاید دنیا کی بوڑھی آنکھوں نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ یہ بھی اپنے آپ میں ایک عالمی ریکارڈ ہے۔ یہ استقامت علی الشریعت جو خاندان رضویہ کا طرۂ امتیاز اور طغرائے افتخار ہے کا فیضان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مخالفین وحاسدین کو بھی ان کی قدم بوسی پر مجبور کر دیا۔ اب عالمی سطح پر اتنی بزم تعزیت سجی اور سج رہی ہے کہ ان کے عرس ان کے چہلم تک تو گننا دشوار ہو جائے گا کہ کتنی دھومیں مچیں اور کتنی محفلیں سجیں۔ گویا کہ اب سب کو احساس ہو رہا ہے کہ حضور تاج الشریعہ کیا تھے، علمی طنطنہ، فکری کلخنہ، عملی کروفر، شعوری ولولہ کیا تھا۔ اس دنیائے ہست وبود، آنی اور جانی، بے ثبات وفانی میں ہر روز نہ جانے کتنے آنے والے آتے اور جانے والے جاتے ہیں مگر زمانہ ایک لمبی مدت تک حضور تاج الشریعہ کے دنیا میں رہنے کے منہاج اور جانے کے انداز کو یاد کرتی رہے گی اور برجستہ کہے گی کہ۔

ہزار مجمعِ خوبانِ ماہ رو ہوگا	نگاہ جس پہ ٹھہر جائے گی وہ تو ہوگا

یہ ان کی شخصی عظمت کا کمال ہے کہ عرس چہلم تک تقریباً ایک درجن رسائل وجرائد آپ پر شاندار دستاویزی نمبروں کی تیاری میں جٹے ہیں۔ مضمون کا خاکہ شیئر کیا جا رہا ہے۔ مضمون نگاروں، قلمکاروں کی فکری کاوشیں حاصل کرنے کے لئے انہیں گدگدایا جا رہا ہے۔ امید ہے کئی ایک وقیع ورفیع مجلات عرس چہلم کے موقع پر سامنے آئیں گے۔ الجامعۃ الرضویہ مغلپورہ، پٹنہ سیٹی جو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی سرپرستی ہی میں چل رہا ہے نے دو سال پہلے ایک عظیم الشان ملکی سمینار حضور تاج الشریعہ کے نام سے کیا تھا۔ جس میں نامور علماء موقر فضلاء اور معتمد ومستند قلمکاروں، مضمون نگاروں نے اپنے فکری شہ پاروں کے ساتھ شرکت کی تھی۔ بہت ہی بامقصد، بامراد اور کامیاب سمینار تھا وہ۔ بانی ادارہ وسمینار جناب الحاج سید محمد ولی الدین رضوی صاحب جو ہر چیز کو خوب سے خوب تر دیکھنے کے عادی ہیں نے مجموعۂ مقالات متعدد ناقد وبصیر کے سامنے پیش کیا۔ چھانٹ پھٹک کے جاں گسل مرحلے سے گزرنے اور گزارنے کے

بعد ایک بار پھر ان کے اصرار وایماء پر میں نے اور مشہور رضوی قلمکار حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی صاحب نے مسلسل ایک ہفتہ صفحہ صفحہ ہی نہیں سطر سطر پڑھا۔ حیرت ہوئی کہ اتنے منازل سے گزرنے کے بعد بھی جگہ جگہ نظر رکی اور ٹکی۔ کمپوزنگ کے اغلاط کی بھرمار اپنی جگہ پر، اس میں کچھ چیزیں ایسی بھی شامل تھیں جن کا نکالنا، اور کچھ کمی ایسی بھی تھی جس کا پورا ہونا لازمی وضروری تھا۔ اس مشقت کی پرخار وادی سے بھی ہم لوگ گزرے۔ پورے مقالے کی تذہیب کے بعد تبویب وترتیب کی منزل آئی۔ بابوں کی عنوان بندی کی اور جو مضمون جس باب کے آغوش کے لائق تھا اس کو وہیں جگہ دی اور سجایا۔ بڑی ناانصافی ہوگی اگر اس موقع پر ہم ڈاکٹر واحد نظیر صاحب، جامعہ ملیہ دہلی اور مشہور ناقد انوار محمد عظیم آبادی کو فراموش کر جائیں کہ ان کی بھی بے لوث خدمت قدم قدم پر ہمارے ساتھ رہی۔ اس طرح اب ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ ایک جامع کتاب نذر ناظرین ہوگی۔ اس سلسلے میں صحافی عصر حضرت صدیقی صاحب کی محنت قابل صد مبارک باد ہے کہ انھوں نے مجلہ کے معیار کو بلند سے بلند تر کرنے کے لئے اپنی پسند کا ہر حسن بٹورنے کی کوشش کی ہے۔ ہم اپنی طرف سے، ادارہ کی طرف سے اور محترم سید محمد ولی الدین رضوی کی طرف سے شریک مجلہ تمام زہرہ نگار قلمکار اور شعرائے مشک بار کی بارگاہ میں دل کی گہرائیوں سے ہدیہ تشکر پیش کرتے ہیں۔ اور یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ہر گل وغنچہ آپ کا ہے۔ ہم نے صرف گلدستہ بنا کر پیش کیا ہے۔ آپ کے قلم کی بوند بوند چمکتے موتی کی طرح صفحہ صفحہ پر رخشاں ہیں۔ اللہ تعالی آپ سب کو جزائے دارین کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ ہم اس خوش فہمی میں ہرگز مبتلا نہیں ہیں کہ اب اس مجموعۂ مقالات میں کہیں انگلی رکھنے کی جگہ نہیں ہے۔ اس لئے اگر آپ کی بالغ نظر کہیں پر ٹھہر جائے تو محبت سے مشورہ دیجئے ہم مسرت سے قبول کریں گے۔

محترم سید محمد ولی الدین رضوی صاحب نے اپنے خوبصورت پیر کی بارگاہ میں خوبصورت مضامین کا تحفہ پیش کرنے میں خوبصورت قارئین کے خوبصورت ذوق کا جو لحاظ رکھا ہے اور خوبصورت کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ ان تمام خوبصورت محنتوں کو قبولیت عامہ کی دولت سے نوازے۔ آمین۔

یاد رکھئے حضور تاج الشریعہ مجلوں اور رسالوں کے بل بوتے نہیں وہ اپنی خصوصی رفعت کی بدولت زندہ ہیں دلوں کے آشیانے میں، خیالوں کے شامیانے میں، مسجدوں کی محرابوں اور مدرسوں کے منبروں پر وہ زندہ رہیں گے دانش گاہوں کی مسند پر، وہ زندہ رہیں گے فہم وفکر کے روشن میناروں پر، وہ دیکھئے ان کے کچے مرقد منور سے جیسے آواز آرہی ہے۔

سر پر ہزار تیغ چلے سوجتن کے ساتھ		اپنی کلاہ کج ہے اسی بانکپن کے ساتھ

بعد وفات اچھی اچھی شخصیتوں کے گل وغنچے مرجھا جاتے ہیں۔ مگر یہ تاج الشریعہ کا گلشن ہے جو لوث خزاں سے پاک ہے۔ جس کی پنکھڑی پنکھڑی نہ صرف یہ کہ تروتازہ ہے بلکہ اس کی شگفتگی روز افزوں ہے۔ بس یہ کہہ کر اپنی بات ختم کردوں کہ۔

تپ کر تو غم میں اور نکھر آیا اس کا رنگ		اشکوں کے درمیان گھر ہوگیا وہ شخص

مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی
مدیر اعلیٰ پیغام رضا، ممبئی

چل قلم اب ------

عالم کی موت عالَم کی موت ہے۔ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان ذی شان کے حرف حرف صداقت کی خوشبو پھوٹتی ہے۔ کہ جو بھی متدین، موقر اور معتبر عالم ہوتا ہے اس کا رشتہ پوری اسلامی دنیا سے ہوتا ہے اور اس کی نظر ہر وقت دنیا کے پل پل بدلتے ہوئے حالات واقعات پہ ہوتی ہے۔ اور جہاں بھی اسلام مخالف یا انسانیت مخالف فتنہ اٹھتا ہے وہ اپنی زبان اور قلم سے اس فتنے کو کچلنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ تاریخ کے دفاتر سے اس کی بہت ساری مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں لیکن یہاں قلبی طمانیت کے لئے ایک ہی مثال کافی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی جس زمانے میں ولادت ہوئی وہ زمانہ مسلمانوں کے لئے انتہائی نازک تھا۔ اسلامی اقدار وروایات خصوصاً عظمتِ رسالت، ناموسِ رسالت اور تقدیسِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسلام دشمن عناصر کے نشانے پہ تھی، اس عہد کے رسائل وجرائد سے اس کی بھرپور توثیق ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ جب مسند افتاء وارشاد پر جلوہ بار ہوئے اور حالات کا آپ نے مشاہدہ ومطالعہ فرمایا تو ان کی آنکھوں میں آنسو نہیں خون اتر آیا پھر آپ قلم کی تلوار لے کر میدان میں کود پڑے عظمت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف فتنہ ہند کا ہو یا سندھ کا۔ گنگوہ کا ہو یا تھانہ بھون کا یا دنیا کے کسی گوشے کا۔ آپ نے یہ کہتے ہوئے اسلام اور پیغمبر اسلام دشمن عناصر کو للکارا کہ۔

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار	اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں
یہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے	کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار، وار سے پار ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی آواز میں اتنا وزن تھا کہ اس وزن کو پوری دنیا نے محسوس کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا آپ کے عشق وعرفان کے سائبان میں آگئی آپ کی زبانی سے جو آواز بلند ہوتی اور قلم سے الفاظ کے جو موتی ٹپکتے وہ بجلی کی رو کے مثل پوری دنیا میں پھیل جاتے۔ اہل علم وعرفان کی دنیا اس آواز والفاظ کو اپنی آنکھوں سے لگاتی سینوں میں محفوظ کرتی اور اپنے مکتب عشق کے نصاب میں انہیں شامل کرتی۔ آپ کے قلم کا ہر تیور دشمنانِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آشیانے کو خاکستر کر دیتا۔ پوری دنیا میں کوئی ایسا فرد نہیں تھا جو آپ کی زبان وقلم کے وار کو روک لیتا یا آپ کے کسی سوال کا جواب

دیتا۔ آپ کی گفتگو میں دلائل کی کثرت دیکھ کر مخالفین حواس باختہ ہو جاتے، اور وہ راہ فرار ہی میں اپنی عافیت سمجھتے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ اپنے عہد میں پوری اسلامی دنیا کے ماویٰ بھی تھے مرجع بھی تھے اور مرکز عقیدت بھی تھے۔ آپ کی کتاب حیات کا کوئی ورق ایسا نہیں ملتا جو قوام عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹا ہوا نہ ہو۔ آپ نے عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو تعبیر، تشریح اور توضیح کی ہے اس کے حرف حرف کا رشتہ قرآن واحادیث سے ماخوذ ومربوط ہے۔ قرآن حکیم نے عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایمان کی اساس قرار دیا ہے لیکن آپ کا عشق یوں گویا ہوتا ہے۔

اللہ کی سرتاپہ قدم شان ہیں یہ	ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں	ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نہ صرف عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی پہ زور دیا ہے بلکہ ایک مسلمان کی ماں کی گود سے قبر کی آغوش تک مثبت رہنمائی کی ہے۔ لیکن آپ ایک مسلمان کی زندگی کے ہر شعبے میں عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بالادستی دیکھنے کے قائل وآرزومند تھے۔ یہی عشق مقصود حیات بھی ہے اور مقصود کائنات بھی۔ جب ایک مسلمان کی زندگی عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور میں نہانے لگتی ہے تو اس پہ انعام الٰہی کی بارش ہونے لگتی ہے اور اسے یہ مژدہ ملتا ہے کہ

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں	یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

جب دل میں عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چراغ روشن ومنور ہوتا ہے۔ تو دل سے نعت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گنگنانے کی صدا بلند ہوتی ہے حضرت محسن کاکوروی نے بڑی پیاری اور دل لبھاتی بات کہی ہے کہ۔

ازل میں جب ہوئیں تقسیم نعتیں محسن	کلام نعتیہ رکھا میری زباں کے لئے

عشق شرکت پسند نہیں کرتا۔ شدت پسند کرتا ہے۔ عشق میں جتنی شدت ہوگی مرتبہ اتنا ہی بلند ہوگا۔ حضرت بلال کا عشق دیکھئے جبر وظلم کا کوئی ایسا تیر نہیں تھا جو آپ پہ آزمایا نہ گیا۔ لیکن ہر ظلم کے سامنے ان کا عشق فولادی دیوار بنا رہا۔ ان کے عشق نے جبر وظلم کے تمام شعلوں کو ٹھنڈا کر دیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کا عشق بھی بلالی عشق تھا۔ ان کو بھی مشق ستم بنایا گیا۔ ان کی بھی عزت وحرمت سے کھیلنے کی کوشش کی گئی اور انہیں بھی شدید انداز میں حرف تنقید بنایا گیا لیکن ان کا عزم بھی فولادی عزم تھا۔ ان کی بے خوفی کے سامنے پتھر بھی پگھلنے لگتا تھا۔ انہوں نے اپنی ذات کو عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ڈھال بنا لیا تھا۔ احباب، پرسان غم اور حاشیہ نشینوں نے گذارش کی چھوڑ دیجئے دریدہ دھنوں کو اس کے باوجود آپ کی روش میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ معمول حیات میں کسی طرح کا کوئی فرق نہ دیکھا گیا اور عزم وہمت کی دیوار میں کوئی شگاف نہ دیکھا گیا۔ جب بھی ناموس رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تقدیس الوہیت کو کوئی ٹیڑھی نظر سے دیکھنے کی کوشش کرتا۔ آپ کا تیور بدل جاتا۔ آپ کی زبان حرکت میں آجاتی اور آپ کا قلم شعلے اگلنے

لگتا۔ آپ نعتِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گنگنانے کے لئے ہر وقت باوضو رہتے۔ آپ کا حال یہ تھا کہ کوئی موسم ہو یہاں رہتی برسات کی رات، عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے آپ کی نظمیہ لے کی چند تصویریں دیکھئے۔

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھٹے سستے		جو آگ بجھادے گی وہ آگ لگائی ہے
ہمارے درد جگر کی کوئی دوا نہ کرے		کمی ہو عشقِ نبی میں کبھی خدا نہ کرے
جان سے عشق مصطفی روز فزوں کرے خدا		جس کو ہو درد کا مزا نازِ دوا اٹھائے کیوں
نام مدینہ لے لیا چلنے لگی ہوائے خلد		سوزشِ غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں
دشمن احمد پہ شدت کیجئے		ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل		یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب		اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ تاحیات عشق کے نغمات سے خوابیدہ ذہنوں کو بیدار کرتے رہے۔ آپ کی تالیفات وتصنیفات کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق ایک ہزار سے زائد ہے۔ ان کی کوئی تصنیف ایسی نہیں ہے جس کا رشتہ عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہ ملتا ہو۔ ابھی حال ہی میں ایک عقل کے اندھے نے یہ بیان دیا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے کوئی کتاب نہیں لکھی ہے وہ صرف فتویٰ دیتے تھے۔ تعصب، تنگ نظری اور گروہی عصبیت کی یہ انتہا ہے۔ پہلے غیر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی کردار کشی کرتے تھے اور اب یہ منصب کچھ نام نہاد اپنوں نے لے لیا ہے۔ اعلیٰ حضرت کی باضابطہ درجنوں تصنیفات ہیں اگر شمار کرایا جائے تو فہرست طویل ہو سکتی ہے۔ ان کے عہد میں ان کی تالیفات وتصنیفات کی گونج پوری اسلامی دنیا میں تھی اور آج بھی ہے۔ ان کے نشان عظمت کو مٹانے کی کل بھی بھرپور کوشش ہوئی تھی اور آج بھی ہو رہی ہے لیکن مٹانے والوں کے دل بجھ گئے مٹا نہ سکے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے نام اور کام کو اتنا بلند کر دیا ہے کہ حال یہ ہے کہ کان جدھر لگائے تیری ہی داستان ہے۔ مساجد میں ان کا ذکر، مدارس میں ان کا ذکر، خانقاہوں میں ان کا ذکر اور عوامی مجالس ومحافل میں ان کا ذکر، دنیا کا کون ایسا خطہ ہے جہاں کی آب وہوا ان کے لکھے ہوئے سلام ”مصطفی جان رحمت پہ لاکھوں سلام“ سے آشنا نہ ہو۔ برصغیر ہندوپاک میں جہاں بھی ذکر رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بزم آراستہ ہوتی ہے۔ وہاں ان کے نعتیہ کلام سے گرمی عشق کشید کی جاتی ہے۔ انہوں نے نظم ونثر دونوں سے بزم ابرار واخبار میں حرارت عشق پیدا کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے ان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ اپنی ہر بات کو قرآن وحدیث کے نور سے مزین کرتے ہیں۔ نثر میں ان کے جذبات عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کچھ تصویریں ذیل میں ملاحظہ کریں۔

اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا (۸) لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ط وَتُسَبِّحُوْهُ بُکْرَةً وَّ اَصِیْلًا۔ (۹) (پ۲۶،ع۹،سورہ الفتح)

ترجمہ : اے نبی! بیشک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔"

مسلمانو! دیکھو دین اسلام بھیجنے، قرآن مجید اُتارنے کا مقصود ہی تمہارا مولیٰ تبارک وتعالیٰ تین باتیں بتاتا ہے۔ اوّل: یہ کہ لوگ اللہ ورسول پر ایمان لائیں۔ دوم: یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کریں۔ سوم: یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت میں رہیں۔

مسلمانو! ان تینوں جلیل باتوں کی جمیل ترتیب تو دیکھو۔ سب میں پہلے ایمان کو فرمایا اور سب میں پیچھے اپنی عبادت کو اور بیچ میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کو اس لئے کہ بغیر ایمان تعظیم کارآمد نہیں بہتیرے نصاریٰ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم اور حضور پر سے دفع اعتراضات کافرانِ لئیم میں تصنیفیں کر چکے، لیکچر دے چکے مگر جب ایمان نہ لائے کچھ مفید نہیں کہ یہ ظاہری تعظیم ہوئی، دل میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی عظمت ہوتی تو ضرور ایمان لاتے، پھر جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی تعظیم نہ ہو، عمر بھر عبادت الٰہی میں گزارے، سب بیکار ومردود ہے، بہتیرے جوگی اور راہب ترک دنیا کر کے اپنے طور پر ذکر وعبادتِ الٰہی میں عمر کاٹ دیتے ہیں بلکہ ان میں بہت وہ ہیں کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر سیکھتے اور ضربیں لگاتے ہیں مگر از انجا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم نہیں کیا فائدہ، اصلاً قابل قبول بارگاہِ الٰہی نہیں، اللہ عزوجل ایسوں ہی کو فرماتا ہے۔ وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔ "جو کچھ اعمال انہوں نے کئے ہم نے سب برباد کردیئے۔" ایسوں ہی کو فرماتا ہے۔ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ۔ تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً۔ عمل کریں، مشقتیں بھریں اور بدلہ کیا ہوگا یہ کہ بھڑکتی آگ میں بیٹھیں گے، والعیاذ باللہ تعالیٰ، مسلمانو! کہو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم مدارِ ایمان اور مدارِ نجات ومدارِ قبول اعمال ہوئی یا نہیں، کہو ہوئی اور ضرور ہوئی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کا پورا وجود دینی درد سے عبارت تھا۔ اُن کی ولادت دینی اقدار اور روایات کی سرفرازی ہی کے لئے ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنی ہر سانس کو دین کی برتری کے لئے وقف کردیا تھا۔ آپ چوبیس گھنٹوں میں صرف دو گھنٹہ آرام فرماتے تھے۔ وہ کسی ادارے کے ملازم بھی نہیں تھے کہ اراکین ادارہ کا ان پہ دباؤ تھا وہ بائیس گھنٹہ کام اس لئے کرتے تھے کہ ان کو زیادہ سے زیادہ معاوضہ ملے ایسا بھی نہیں تھا۔ ان کے دارالافتاء میں کئی دوسرے افراد ان کے معاون کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ سب کو اپنی جیب خاص سے نذر ونیاز پیش کرتے تھے۔ دس افراد کا کام وہ تنہا کرتے تھے۔ ان کے کام کا انداز مشینی تھا۔ انہوں نے کبھی کسی سے تھکاوٹ کی شکایت بھی نہیں کی۔ لیکن عشق تھا جو ہمہ وقت انہیں تازہ دم رکھتا۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ ہر مسلمان شریعت کا آئینہ بن جائے۔ انہوں نے قدم قدم پر مسلمانوں کو خطرات سے آگاہ کیا ہے۔ انہوں نے سونے والوں کو ہمیشہ جاگتے رہنے کی تلقین کی ہے۔ وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر دنیا بھر میں پھیلے ہوئے عشق

وایمان کے لیٹروں کو دیکھتے تھے اوران سے مسلمانوں کواس انداز میں ہوشیار کرتے تھے۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے	سونے والو! جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں	تیری گٹھری تاکی ہے اورتونے نیند نکالی ہے
سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے	تو کہتا ہے نیند ہے میٹھی تیری مت ہی نرالی ہے

ان کے وصایا شریف سے ایک مثال ذیل میں پیش ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ جامع علوم وفنون تھے۔تحقیقات سے ان کے علوم وفنون کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہورہا ہے ان کی تالیفات وتصنیفات کے حرف حرف سے قوم وملت کی بے غبار محبت اور تحفظات کا اظہار ہوتا ہے۔ان کے وصایا شریف سے ایک مثال ذیل میں پیش ہیں۔وہ نور یہ ہے کہ اللہ ورسول ک سچی محبت ان کی تعظیم اوران کے دوستوں کی خدمت اوران کی تکریم اوران کے دشمنوں سے سچی عداوت۔جس سے اللہ ورسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ، پھروہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہوفوراًاس سے جدا ہوجاؤ۔جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھوپھروہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہواپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔میں پونے چودہ برس کی عمر سے یہی بتاتا رہا۔اوراس وقت پھر یہی عرض کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لئے کسی بندے کو کھڑا کردے گا مگرنہیں معلوم میرے بعد جوآئے کیسا ہواور تمہیں کیا بتائے۔اس لیے ان باتوں کو خوب سن لو، حجۃ اللہ قائم ہوچکی۔اب میں قبر سے اٹھ کر تمہارے پاس بتانے نہ آؤں گا۔جس نے اسے سنااور مانا قیامت کے دن اس کیلئے نور ونجات ہے۔اورجس نے نہ مانااس کے لئے ظلمت وہلاک۔یہ تو خدااور رسول کی وصیت ہے۔جو یہاں موجود ہیں سنیں اور مانیں اور جو یہاں موجود نہیں توحاضرین پرفرض ہے کہ غائبین کواس سے آگاہ کریں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ جہاں دین ودانش کے لئے گنج گرانمایاں کی حیثیت رکھتے ہیں وہیں انہوں نے اپنے جذبِ دروں، فکر رسا، عشق جنوں خیز اوروفور علم کے سہارے پوری دنیا کواپنے قریب کرلیا تھا۔دنیا کے کسی خطے میں جب کوئی مسئلہ لاینحل بن جاتا تولوگ آپ کی طرف رجوع ہوتے۔آپ کے لئے دنیا کا کوئی مسئلہ کبھی پیچیدہ نہیں رہا۔سرضیاء الدین مسلم یونیورسٹی ریاضی کے ایک مسئلہ کوسمجھنے کے لئے بیرونِ ملک کا سفرکرنے والے تھے۔لیکن دوستوں کے اصرار پرجب آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اوراپنی الجھن کوپیش کرنے کے لئے تخلیہ کی خواہش ظاہر کی توآپ نے سرضیاء الدین سے فرمایا کہ آپ اپنی الجھن پیش کریں انہوں نے اپنے سوالات رکھے اوراعلیٰ حضرت نے جوابات اس انداز سے دیئے جیسے آپ اس کی تیاری پہلے سے کرچکے تھے۔جوابات سن کرسرضیاء الدین کی مشکلیں دور ہوگئیں اورانہوں نے آپ کی عظمتوں کا اس انداز میں اعتراف کیا کہ علم الدنی کے بارے میں سنتا تھا آج یقین ہوگیا۔اعلیٰ حضرت کی کتاب حیات میں اس طرح کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔محققین کا اعتراف ہے کہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کے بعداعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ سے زیادہ ذہین انسان پیدا

نہیں ہوا۔ حضرت امام بخاری کی ذات بھی بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں مقبول تھی اور اعلیٰ حضرت کی شخصیت بھی مقبول بارگاہ حبیب رحمان تھی۔ دونوں شخصیات کی حیات میں بڑی یکسانیت ملتی ہے۔ اور دونوں محبوب خلائق بھی ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے جو چراغ عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم روشن کیا تھا پوری دنیا اس چراغ کی مستنیر تھی۔ باطل قوتیں اسی چراغ کو بجھانے کے لئے کوشاں تھیں اس لئے کہ جب تک یہ چراغ مسلمانوں کے دلوں میں روشن رہے گا اسے کسی بھی جہت سے زیر نہیں کیا جاسکتا۔ اعلیٰ حضرت نے اسلام دشمن عناصر کی سازشوں کو خوب اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ باطن قوتوں کو زیر کیسے کیا جاسکتا ہے آپ ہر وقت اسی مکر میں رہا کرتے تھے۔ آپ نے باطل سے لڑنے کے لئے سامان بھی تیار کئے اور اس کے چلانے والے سپاہیوں کی جماعت بھی تیار کی۔ آپ کے سپاہی صرف ہندوستان ہی میں برسرِ پیکار نہ تھے بلکہ اس کا دائرہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا تھا۔ آپ کے سوزش عشق سے پوری دنیا اپنے دلوں میں حرارت محسوس کر رہی تھی۔ ایک عالمی قائد کی جو خصوصیات ہوتی ہیں وہ ساری خصوصیات آپ کی ذات میں موجود تھیں۔ آپ کا زندگی بہت کم ساتھ دیا اگر زندگی آپ کا کچھ اور ساتھ دیتی تو آج اسلامی دنیا کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ آپ نے پوری دنیا کو ایک مرکز پر جمع کرنے کی بھرپور کوشش کی آپ کا مرکز، مرکز عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ ہر اعتبار سے مسیحائے قوم وملت تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کے وصال سے پوری دنیا متاثر ہوئی۔ اگر آپ کے عہد میں آج کی طرح سہولتیں ہوتیں تو پوری دنیا سے عشاق آپ کے جنازے میں شریک ہوتے۔ دورنِ ملک بھی سفر کی سہولتوں کا فقدان تھا۔ پھر بھی آپ کے جنازے میں علماء، مشائخ اور عوام کی اتنی کثرت تھی کہ بریلی شریف میں کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں سہولت کے ساتھ آپ کی نماز جنازہ ادا کی جاسکے۔ آپ کے وصال کا غم پوری ملت اسلامیہ کا غم تھا۔ آپ کے وصال پر جو تعزیتی خطوط نشر ہوئے ان سے آپ کی عالمگیر حیثیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کی ذات سے پوری دنیا کی ہدایت رہنمائی وابستہ تھی۔ اور آپ کے وصال سے یہ وابستگی متاثر ہوئی۔ اسی لئے حدیث پاک میں عالم کی موت کو عالم کی موت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ آپ حقیقی معنی میں وارث انبیاء تھے۔ آپ کو جو وراثت ملی تھی آپ نے اس کا ہر جہت سے بامعنی استعمال فرمایا:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی ذات سے بریلی شریف مرکز علم وعرفان بھی بنا اور مرکز اہلسنت بھی۔ اور اس کی مرکزیت میں آج بھی کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اسلام کی جو شبیہ دنیا کے سامنے پیش کی ہے اس میں اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کو محسوس پیکر میں دیکھا جاسکتا ہے۔ مخالفین کی لاکھ کوششوں کے باوجود بریلی شریف کی قائدانہ حیثیت کا شجر لوث خزاں سے پاک ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے علم وعرفان کی جو محفل آراستہ کی تھی، رشد وہدایت کی جو مسند سجائی تھی اور گر عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا جو چراغ روشن کیا تھا۔ اس کی حفاظت کے لئے رب کی رحمت نے آپ کو افراد بھی فراہم کئے حاسدین کی دنیا یہ سمجھ رہی تھی کہ آپ کے وصال کے بعد اس چراغ کی لو دھیرے دھیرے مدھم ہو جائے گی۔ اس طرح

بریلی شریف کی قیادت وسیادت کا سورج غروب ہوجائے گا۔ حاسدین ومعاندین کی دنیا خواب دیکھتی رہی اور اپنے خواب کی تعبیر کی تلاش میں سرگرداں رہی مگر اسے قدم قدم پر مایوسیوں اور نامرادیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کے بعد آپ کے صاحبزادۂ اکبر حجۃ الاسلام حضرت مولانا مفتی حامد رضا خاں علیہ الرحمہ ایک مضبوط اور مستحکم قائد کی شکل میں نمودار ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے تحریک عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سپہ سالار بن گئے آپ نے اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کے چراغ عشق وعرفان کو بجھنے تو دور کی بات ہے اس کی لو کو کسی بھی جہت سے مدھم ہونے نہیں دیا۔ ایک مرکزی قائد ورہنما کو جن خصوصیات کا جامع ہونا چاہئے وہ ساری خصوصیات آپ کی ذات میں بدرجہ کمال موجود تھیں اعلیٰ حضرت کی تربیت کی بھٹی میں تپ کر آپ کی شخصیت کندن بن چکی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے جو حاشیہ چھوڑا تھا۔ وہ حاشیہ قدم قدم پر آپ کی ہمنوائی اور آپ کے حوصلوں کو تر وتازہ کرتا رہا۔ جب کسی شخصیت کا حاشیہ مضبوط ہوتا ہے۔ تو دقتیں، کٹھنائیاں اور بڑے سے بڑا طوفان اس سے کٹ کے گذر جاتا ہے۔

حضور حجۃ الاسلام (۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء/ ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کا نقش ثانی تھے۔ اعلیٰ حضرت کو علوم وفنون اور عشق وعرفان کی جو وسعتیں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی تھیں حضور حجۃ الاسلام نے اس سے وافر حصہ پایا تھا۔ قیادت کا بوجھ جس زمانے میں آپ کے کاندھوں پر آیا تھا وہ زمانہ انتہائی نازک تھا۔ مسلمان برادرانِ وطن کی تیرہ نگاہی کے پہلے سے شکار تھے۔ صیہونیت اور استعماریت دوسری بلا تھی اس بات سے پوری دنیا واقف ہے کہ مسلمان دشمن عناصر میں صیہونیت و استعماریت کو اوّلیت حاصل ہے۔ چونکہ اسلام سے قبل صیہونیت زمین کے بیشتر حصوں پر قابض تھی۔ صیہونیت کو اسلام نے اپنے قدموں سے روند ڈالا اور اس سے زمین کا غالب حصہ چھین لیا اور اس طرح صیہونیت زمین کے ایک محدود حصے میں سمٹ گئی۔ اس لئے وہ روئے زمین پر مسلمانوں کے وجود کو دیکھنا قطعی پسند نہیں کرتی، مسلمانوں کی سطوت وشوکت کے نقوش کو زمین کے چپے چپے سے مٹا دینا اس کے قومی منشور کا ترجیحی عنوان ہے۔ وہ برسوں سے اپنے منصوبے کو عملی شکل دینے میں مصروف ہے جہاں بھی اسے موقع ملتا ہے مسلمانوں کے خون سے زمین کو رنگین کر دیتی ہے۔ اس کے خونی منصوبے میں بچوں اور عورتوں کے لئے بھی کوئی رعایت نہیں ہے۔ تاریخ میں اس کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں۔ صیہونیت نے جبر وظلم کی جو تاریخ لکھی ہے اسے پڑھ کر انسانیت شرمندہ ہوجاتی ہے۔ اور آدمیت کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔

حضور حجۃ الاسلام کو دینی، ملی، جماعتی اور قومی درد وراثت میں ملا تھا اس لئے آپ مسلمانوں کو وقار واعتبار کی زندگی دینے کے لئے ہمہ وقت فکر مند رہا کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے مسلمانوں کو زوال کی دلدل سے نکلنے کی ساری راہیں متعین کر دی تھیں اس کے شواہد ان کی تالیفات وتصنیفات میں بکثرت موجود ہیں حضور حجۃ الاسلام کے پیش نگاہ وہ سارے خطوط تھے انہیں خطوط کی روشنی میں آپ کو آگے کا سفر طے کرنا تھا۔ آپ کو قومی وملی فلاح کے لئے کوئی اصول، کوئی

ضابط اورکوئی دستور بنانا نہیں تھا۔ آپ نے اپنے والد ماجد کے نقوش حیات سے سرمو عدول نہیں کیا آپ کی کتاب حیات کے مطالعہ سے اس کی بھرپور توثیق بھی ہوتی ہے۔ آپ کا سینہ بھی والد ماجد کی طرح ملی درد کا آئینہ تھا۔ آپ اپنے عہد میں قومی وملی اتحاد کے ممتاز ومنفرد نمائندہ تھے غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ حکومت کے سلوک سے اور مسلمانوں میں پھیلتی ہوئی بدعملی، بے اعتقادی اور مذہب ومسلک سے دوری سے آپ ہر وقت فکر مند رہا کرتے تھے۔ بہت ساری تحریکیں، تنظیمیں اور ادارے مسلمانوں کو آپس میں الجھا رہی تھیں۔ آپ کی ملک کے بدلتے ہوئے حالات پہ گہری نظر تھی آپ اپنے طور پر اصلاح حال ک لئے ہر وقت کوشاں رہا کرتے تھے آپ کی ذات ہر زاویے سے ملی درد کا استعارہ تھی آپ حالات کی سنگینی سے کبھی دلبرداشتہ نہیں ہوئے بلکہ کٹھن سے کٹھن وقت کا فولادی عزم کے ساتھ سامنا کیا آپ کی شخصیت میں بڑی جامعیت تھی۔ ایک ملی قائد ورہنما کو جن خصوصیات کا جامع ہونا چاہئے وہ ساری خصوصیات آپ کی ذات میں بدرجہ کمال موجود تھیں۔ آپ کے شخصی وذاتی کمالات تاریخ کے سینے میں محفوظ ہیں۔ آپ کے کمالات وامتیازات سے نئی نسل نا آشنا ہے۔ اس حوالے سے باضابطہ کام کرنے کی ضرورت ہے اس لئے کہ آپ کی کتاب حیات کے ہر اوراق نسل نو کے لئے روشن ہدایات کی حیثیت رکھتے ہیں سلف کی کتاب حیات خلف کے لئے مینارۂ نور ہوتی ہے اگر خلف کا رشتہ سلف سے ٹوٹ جائے تو خلف کو منزل نہیں مل سکتی۔ صحابہ امت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چراغ ہدایت ہیں ان سے جدا ہو کر کوئی فرد، کوئی معاشرہ اور کوئی عہد راہ راست پر ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ حضور حجۃ الاسلام کا سینہ صحابہ کی محبت کا مدینہ تھا۔ صحابہ سے ہوتے ہوئے جو راستہ بریلی تک آیا تھا اس راستے کے آپ راہی تھے اور تاحیات اسی راستے پہ چلنے کی امت کو دعوت دیتے رہے۔

اہلسنت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور	نجم ہے اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

حضور حجۃ الاسلام نے اپنی حیات مستعار کی ہر سانس کو فروغ عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے وقف کردیا تھا آپ کی حیات وخدمات پہ بہت لکھا جاسکتا ہے۔ یہاں صفحات کی تنگی دامن گیر ہے۔ آپ ہر جہت سے اعلیٰ حضرت کے وارث وجانشین تھے۔ اعلیٰ حضرت کے خواب کو تعبیر کے زیور سے آراستہ ومزین کرنے کے لئے آپ نے تاحیات جدوجہد جاری رکھی آپ کی دینی، ملی، علمی اور سماجی خدمات کے نقوش روشن ہیں انہیں مزید روشن کرنے کی ضرورت ہے۔ افسوس کے ملت کا یہ تابندہ ستارہ ۱۷ جمادی الاولی ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء عشاء کی نماز میں دورانِ تشہد ٹوٹ گیا۔ آپ کے وصال پر پوری سنی دنیا میں یکساں رنج وغم کے اثرات دیکھے گئے۔ آپ کے جنازے میں علما، مشائخ اور عوامی ہجوم سے مسلمانوں میں بریلی شریف کو مرکز اہلسنت اور قبلۂ عقیدت سمجھنے والوں کا تناسب کیا ہے دنیا پہ پورے طور پر ظاہر ہوگیا۔ آپ کے وصال کے بعد مسلمانوں کا ایک محدود حلقہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اب بریلی شریف میں کوئی ایسی باوزن شخصیت نہیں ہے جو اہلسنت کی قیادت وامامت کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھا سکے، لیکن حضور حجۃ الاسلام کے بعد حضور مفتی اعظم ہند نے جماعتی قیادت کا بوجھ اس شان وشوکت

کے ساتھ اپنے کاندھوں پر اٹھایا کہ دیکھتے ہی دیکھتے عوامی عقیدت واعتبار کا قبلہ بن گئے۔

حضور مفتی اعظم ہند اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی دعاؤں اور اپنے مرشد گرامی سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدسرہٗ کی بشارتوں کا پیکر محسوس بن کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے اور مضطرب نگاہوں کی تسکین کا سامان بن گئے۔ انسانی فضل وکمال کا کوئی ایسا باب نہیں تھا جو آپ کی ذات میں موجود نہ ہو۔ آپ کے عہد میں آپ سے زیادہ جامع کوئی دوسری شخصیت نہیں تھی، علوم ومعارف، تقویٰ وطہارت اور خوف وخشیت میں آپ جنید وقت وشبلیٔ زمانہ تھے۔ عارفین وقت اور کاملین زمانہ آپ کی ذات میں غوث اعظم کا جلوہ دیکھتے تھے۔ دنیا علما کی بارگاہ میں مسائل سمجھنے کے لئے جاتی ہے۔ لیکن آپ کی بارگاہ میں مسائل کی عملی تصویر دیکھنے کے لئے جاتی تھی۔ اسلاف کی سیرت کا عرفان کتابوں کے مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے لیکن آپ کو دیکھ کر اسلاف کی پاکیزہ تصویریں نگاہوں میں پھرنے لگتی تھیں کردار وعمل کے تقدس کا یہ عالم تھا کہ دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں۔ جرأت وہمت کا یہ حال تھا کہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت آپ کو کبھی خوف زدہ نہ کر سکی۔ حق کے اظہار میں آپ نے کبھی کسی کی رعایت نہیں کی۔ حکومت وقت نے آپ کو خوف زدہ کرنے کی کوشش کی تو آپ نے یہ فرما کر حکومت کو خوف زدہ کر دیا کہ اسلام کا ہر اصول اٹل ہے۔ وہ کبھی نہیں بدلے گا ہاں ضرورت پڑی تو حکومت بدل جائے گی۔ آپ کی زبان حق ترجمان سے جو بات نکل جاتی وہ نوشتۂ تقدیر بن جاتی۔

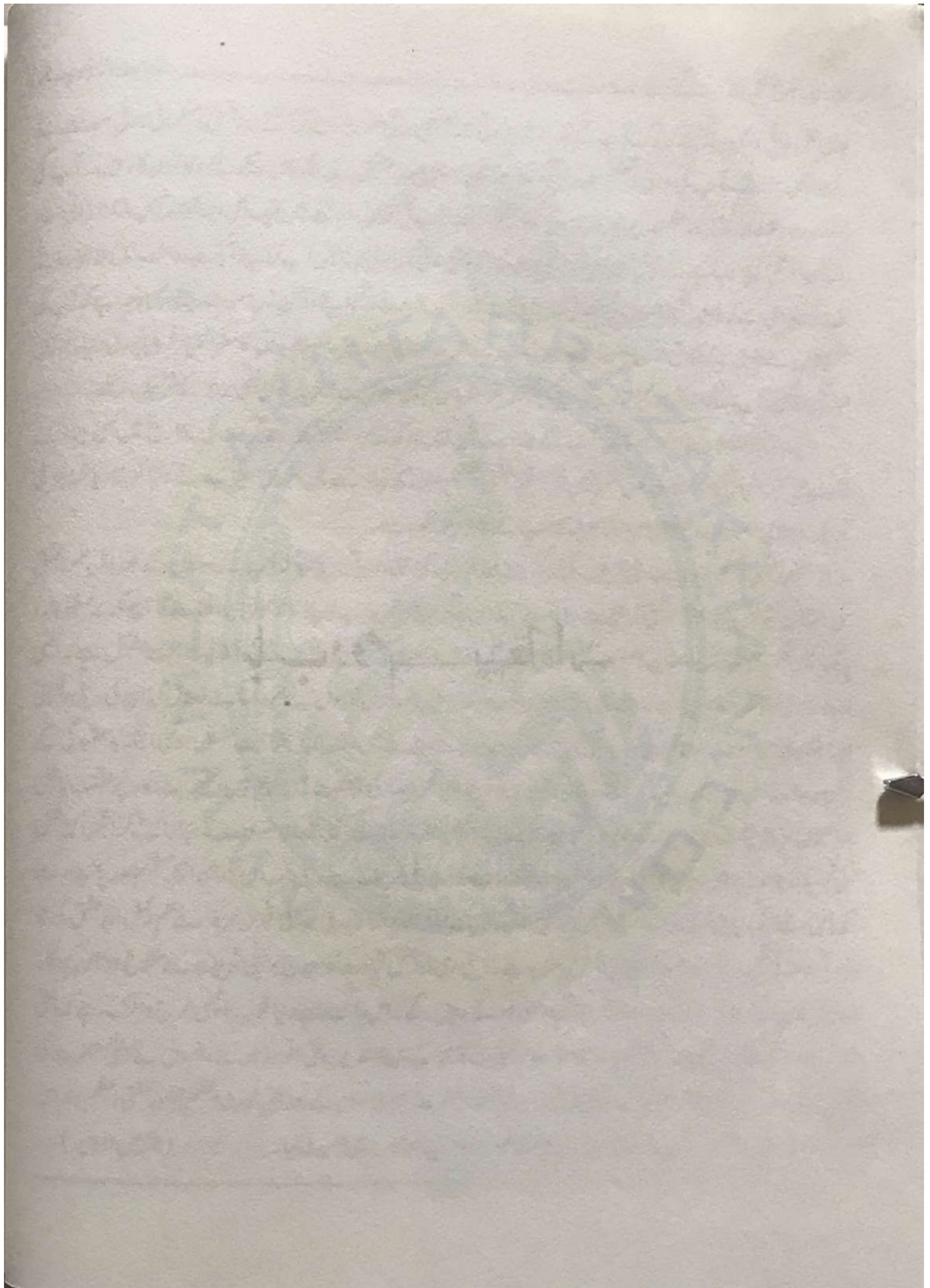
حضور مفتی اعظم ہند نے اپنے علم وعرفان، کردار وعمل اور زہد وتقویٰ سے پوری دنیا کو متاثر کیا۔ اہل دل، اہل کر وفر اور اہل حکمت وتدبر دور دراز کا سفر کر کے آپ کی زیارت کو حاضر ہوتے۔ آپ کی بارگاہ میں ہر وقت اہل حاجت کی بھیڑ لگی رہتی۔ کوئی سائل محروم چلا جائے، آپ کی طبیعت کو یہ پسند نہ تھا۔ آپ کی مصروفیات کو دیکھ کر یہ احساس گہرا ہو جاتا کہ آپ خلق خدا کی ضرورت ہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ اور حضور حجۃ الاسلام قدس سرہٗ نے ملی فلاح کے جو نقوش اُجاگر کئے تھے آپ نے ان نقوش کے حسن اور دلکشی میں غیر معمولی اضافہ فرمایا، ایک مرکز کی ذمہ داریاں کیا ہوتی ہیں اس احساس سے لمحہ بھر کے لئے آپ کبھی غافل نہ ہوئے بلکہ معاملات دینی ودنیوی میں غفلت کبھی آپ کے قریب نہ ہو سکی۔ آپ نے پوری جماعت کو تا حیات ایک دھاگے میں باندھ کے رکھا۔ آپ کے عہد میں مصلحین امت کی زبانیں پابند شریعت تھیں۔ احتساب کا عمل فطری طور پر اتنا سخت تھا کہ طبیعتوں کو اعتدال کی سرحدوں سے نکلنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ آپ کی بلند وبالا شخصیت ہر دل ودماغ پہ حاوی تھی۔ لوگوں کے قلوب آپ کی مٹھی میں تھے۔ مٹھی کھلتے ہی عقیدتیں بے تاب ہو جاتیں اور آپ عوامی ہجوم کی جھرمٹ میں آجاتے آپ کے اصلاح حال وقال کا انداز اتنا دل پذیر ہوتا کہ مخاطب اپنے دل کی کائنات آپ کے قدموں میں ڈال دیتا۔ مریض مسیحا کی تلاش میں ہوتا ہے لیکن آپ ایسے مسیحا تھے کہ ہر وقت آپ مریضوں کی تلاش میں رہا کرتے تھے، آپ کے دست ناز میں قدرت نے شفا رکھی تھی۔ مرض کوئی بھی ہو۔ اور کیسا بھی ہو آپ کی دعاؤں سے اس کی

جان نکل جاتی، یہی وجہ ہے کہ لوگ آپ کے دربار میں روتی اور سسکتی ہوئی صوت لے کر آتے اور ہنستی و مسکراتی ہوئی صورت لے کر واپس ہوتے۔ آپ کی ذاتی و شخصی جہات کو صفحات میں سمیٹنا بہت مشکل ہے بلکہ اس کے لئے دفاتر درکار ہیں۔ آپ کی عالمانہ، عارفانہ اور قائدانہ عظمت پر پوری سنی دنیا کا اتفاق ہے۔ آپ کی کتاب حیات میں ایک بھی ایسا فیصلہ نہیں ملتا جو ذاتی مفاد کے زیر اثر کیا گیا ہو۔ آپ کے پیش نگاہ ہر وقت شریعت کی بالا دستی ہوتی، یہ خوبی اور کمال آپ کو اپنے آبا سے وراثت میں ملا تھا زمانے کی ریت رہی ہے کہ وہ اپنا غم دوسروں کی جھولی میں ڈالتا ہے لیکن آپ زمانے کا غم اپنے دامن میں سمیٹ لیتے یہی وجہ ہے کہ آپ کی عقیدتوں سے دلوں کے آفاق روشن و منور تھے، جب آپ نے اس عالم ناپیدار سے عالم جاویدانی کا سفر اختیار فرمایا پوری دنیا ماتم میں تبدیل ہوگئی۔ آپ کے وصال کا غم صرف سنی دنیا ہی کو نہیں تھا بلکہ اس غم میں دوسرے برادرانِ وطن بھی برابر کے شریک تھے۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ کے جنازے میں بیس لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ تاریخ میں کسی جنازے میں اتنے کثیر افراد کی شرکت کی کوئی نظیر نہیں ملتی حضور مفتی اعظم ہند کے جنازے میں انسانی سیلاب نے دنیا کو بتا دیا کہ بریلی شریف اسلامی اصولوں کے احترام واشاعت کا سب سے بڑا مرکز ومحور ہے۔

حضور مفتی اعظم ہند نے بریلی شریف کی مرکزیت اور قیادت کو اتنا باوزن کر دیا تھا کہ آپ کے وصال کے بعد اہل علم وعشق کی دنیا اس تشویش میں مبتلا ہوگئی کہ قیادت وامامت کے اس بار گراں کو، کون اب اپنے کاندھوں پر اٹھائے گا؟ چونکہ برصغیر ہندو پاک میں فکر رضا ہی میں اسلامی اصولوں کا تحفظ ہے۔ فکر رضا سے ہٹ کر ایمان وعقیدے کی شفافیت بہت مشکل ہے۔ ایسی بہت ساری مثالیں نگاہوں کے سامنے ہیں کہ جو خانوادے، خانقاہیں اور درس گاہوں نے فکر رضا سے عدول کیا ان کی دینی، فکری اور اعتقادی شفافیت پہ گرد وغبار کی تہیں اتنی گہری ہوگئیں کہ دن کے اُجالے میں انہیں اپنی شناخت مشکل ہوگئی، بلکہ بدعقیدگی کے مکروہ سائے ان کی دہلیز پہ رینگنے لگے، کچھ خانوادے آج بھی فکر رضا کی مخالفت میں گرم ہیں، نتیجہ کے طور پر مختلف باطل جماعتوں اور تحریکات سے ان کے روابط مستحکم ہو رہے ہیں۔ بعض افراد حالات، تقاضے اور ضرورت کا سہارا لے کر اشتراک عمل کی تحریک چلا رہے ہیں۔ ان کا بھی حال ماضی سے مختلف نہ ہوگا۔ بریلی شریف سے دینی قدروں کا رشتہ اتنا مستحکم اور پائیدار ہے کہ اس رشتے کو دنیا کی کوئی طاقت کمزور نہیں کرسکتی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے علم، عمل اور عشق کی جو مسند آراستہ کی تھی، وہ مسند رحمت الٰہی کی آغوش میں ہے۔ دینی، ملی اور علمی قیادت کا سورج بریلی شریف سے طلوع ہوتا رہے گا۔ اور اس سورج کی روشنی سے قلوب واذہان روشن ومنور ہوتے رہیں گے۔ اس بات سے دنیا خوب اچھی طرح واقف ہے کہ اعلیٰ حضرت کے بعد ان کے خلف اکبر حضرت حجۃ الاسلام بحیثیت قائد کے اس مسند پر رونق افروز ہوئے، انہوں نے اعلیٰ حضرت کی تحریک، ان کے مشن کو اپنی صلاحیتوں کے مطابق فروغ بخشا۔ حضرت حجۃ الاسلام کے بعد شبیہ غوث اعظم حضور مفتی اعظم ہند اس مسند عشق وعرفان پر جلوہ بار ہوئے اور انہوں نے پوری سنی دنیا کو اپنے قدموں میں سمیٹ لیا۔ (بقیہ ص ۶۱۱ پر)

باب دوم ـــــ پیغامات



پیغامات وتعزیتی خطوط

محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی

الجامعۃ الرضویہ، مغل پورہ، پٹنہ سیٹی، کے زیر اہتمام حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ پر سمینار ہونے جارہا ہے اس خبر سے فقیر کو بڑی مسرت ہوئی ہے یہ بات متحقق ہے کہ وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری صاحب کی ذات گرامی علما ومشائخ کے درمیان مثل آفتاب ہے۔ حدیث وتفسیر، فقہ وافتا اور عربی زبان وادب پر حد درجہ ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ تقویٰ وطہارت، شریعت پر استقامت اور تصلب فی الدین میں اپنی مثال آپ ہیں، ابطال باطل واحقاق حق اور اپنوں کی غلطیوں پر برملا شریعت کا فیصلہ سنا دینا آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔ مقبولیت وشہرت کا یہ عالم کہ کسی اجنبی ملک یا اجنبی ماحول میں پہنچ جائیں تو دیوانوں کا ہجوم بے قابو ہو جاتا ہے اور بے تعارف بھی آپ ہر جگہ متعارف ہیں ذلک فضل اللہ یوتی من یشاء، اللہ تعالیٰ جل مجدہ آپ کا سایہ کرم اہل سنت وجماعت پر تادیر سلامت رکھے اور ہم سبھوں کو ان سے استفادہ کی توفیق بخشے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

۳/ربیع الآخر ۱۴۳۷ھ/۱۴/۱/۲۰۱۶ء



حضرت مولانا منان رضا خاں منانی میاں

یہ جان کر مسرت ہوئی کہ عزیزم الحاج سید محمد ولی الدین صاحب رضوی حضور تاج الشریعہ پر سمینار کا انعقاد کر رہے ہیں انہوں نے مجھ سے تاثر کی فرمائش کی، مگر اس ہمالیائی شخصیت پر میں کیا لکھ سکتا ہوں۔ اس وقت حضور تاج الشریعہ سرکار اعلیٰ حضرت کے علم وفضل کے وارث، ان کے سچے جانشین میرے استاذ اور میرے مشفق ومہربان ہیں۔

حضرت مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کی اولاد میں صرف دو بقید حیات ہیں ایک فقیر منان رضا منانی اور دوسرے میرے بڑے بھائی حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا قادری ازہری مدظلہ النورانی جو بیک وقت حضور حجۃ الاسلام، حضور مفتی اعظم اور حضور مفسر اعظم کے علم، زہد، تقویٰ اور حسن کردار کے سچے ترجمان ہیں۔ سنیت کی جان اور مسلک اعلیٰ حضرت کی پہچان ہیں۔ خاندان رضا کی آبرو اور میری بخشش کا ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایۂ ہمایوں تادیر سنیت پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین

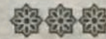
۸/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ



حضرت مولانا سید وجاہت رسول قادری، پاکستان

فقیر کو اس اطلاع پر نہایت مسرت ہوئی کہ آپ حضرات پٹنہ میں ایک عظیم الشان تاج الشریعہ سمینار کا انعقاد کررہے ہیں، آپ قابل مبارک باد ہیں کہ جانشین مسند اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، نائب مفتی اعظم، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں الازہری مدظلہ العالی کے ہمارے سامنے تشریف فرما ہوتے ہوئے ان کی شخصیت اور علمی وملی کارناموں کو ایک منضبط علمی و تحقیقی انداز میں اہل علم کے سامنے پیش کررہے ہیں، آپ کی یہ کاوش یقیناً نہ صرف قابل تحسین ہے بلکہ اہل سنت کے لئے موجب ترغیب وتشویق بھی ہے کہ ہم اگر اپنے بزرگوں کے کارناموں کو ان کے حین حیات میں منصۂ شہود پر لے آئیں تو بہت سی چیزیں دریا برد ہونے سے بچ جائیں گی بلکہ آنے والی نسلوں کے لئے ان کی استناد بھی قوی تر رہے گی۔ احقر آپ حضرات کی کامیابی کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعا گو ہے، آمین بجاہ نبی الکریم۔

۱۵؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ



حضرت مولانا سید سراج اظہر قادری، ممبئی

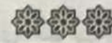
اس کارگاہِ عالم میں بہت سے افراد آئے اور چلے گئے جن کا دنیا نے نہ آنا دیکھا اور نہ ہی جانا مگر کچھ ایسی بھی عظیم ہستیاں ہیں جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ تاریخ اپنے سینے میں محفوظ کرتی ہے انہیں میں ایک نامور، بافیض، باوقار، پرجلال اور صاحب بصیرت شخصیت حضور تاج الشریعہ کی ہے، جنھوں نے ملت بیضا کی آبیاری، علوم اسلامیہ کی نشرواشاعت، بیعت وارشاد اور اصلاح وتبلیغ کی راہ میں جو جلوے بکھیرے ہیں وہ ایک عالم کو خیرہ کررہے ہیں، آپ اس وقت ایک پرسوز داعی، جید عالم وفقیہ، محدث ومفسر، مصنف ومترجم، مصلح ومبلغ اور عارف حق آگاہ کی حیثیت سے پورے عالم اسلام میں متعارف ہیں۔ آج بڑی سے بڑی خانقاہ کے سجادہ نشینان دنیاوی چمک دمک اور حکومتی مناصب کے حرص میں اپنے بزرگوں کے تقدس کو پامال کررہے ہیں مگر رضا کا یہ شہزادہ جس کے جلال حق کا یہ عالم کہ وقت کے وزیر اعظم کو بھی بغیر ملاقات کے اپنی چوکھٹ سے باہر کردیا۔ آج جماعت اہل سنت کا ننانوے فی صد حصہ یوں ہی تاج الشریعہ کا متوالا نہیں ہے بل کہ اس کے پیچھے ان کا تصلب فی الدین، استقامت علی الشریعۃ، حق گوئی وبے باکی، تعلق باللہ، عشق رسالت اور ان کے بزرگوں کی روحانیت کارفرما ہے اور سچ یہ ہے کہ اپنے نانا جان قطب عالم، شبیہ غوث اعظم، حضور مفتی اعظم نوراللہ مرقدہ کے اس شعر کی منھ بولتی تصویر ہیں۔

مجھے اپنی رحمت سے تو اپنا کر لے
سوا تیرے سب سے کنارا کروں میں

اسے فیضان خداوندی کہنا چاہئے کہ عالم اسلام میں آپ کی ذات پورے علماء ومشائخ کے لئے مرکز نگاہ بنی ہوئی ہے، تقویٰ وطہارت کے ساتھ چالیس علوم وفنون کی جلوہ گری حضور مفتی اعظم کی نگاہ فیض کا نتیجہ ہی تو ہے کہ اس وقت آپ کی شخصیت میزان سنیت ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو عمر خضر عطا

فرمائے اور ہمیں آپ کے علم وعمل سے اجالا حاصل کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ ہمیں یقین ہے کہ الجامعۃ الرضویہ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والا یہ سمینار سابقہ جملہ سمیناروں کی مانند تاریخ ساز ہوگا۔ اخیر میں اراکین ادارہ خصوصاً محترم جناب الحاج سیدولی الدین رضوی کو اس سمینار پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

۲۲/ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ



حضرت مولانا مفتی مطیع الرحمن رضوی، مظفر پور

یہ تیری مرکزیت سلامت رہے

دنیا گزشتنی وگزاشتنی ہے یہاں اپنی مرضی سے نہ کوئی آیا ہے نہ اپنی مرضی سے جاتا ہے مگر جانا سب کو ہے البتہ جانے والوں میں کچھ افراد ایسے بھی ہوتے ہیں کہ رہتی دنیا تک ان کا کام انہیں زندہ رکھتا ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت ست بر جریدۂ عالمِ دوام ما

ان ہی زندہ دل عشاق میں نبیرۂ اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم، حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری قدس سرہ المعنوی ہیں، جو ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے، ذہانت، فطانت، جودت طبع، قوت حافظہ، تو خاندانی وراثت میں ملی ہی تھی، شعروسخن میں بھی آپ نے بزرگوں کا ترکہ پایا تھا۔ ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ انہیں عربی زبان وادب سے ذاتی دلچسپی تھی یہی وجہ تھی جس نے عربی ادب کی مشہور یونیورسیٹی "جامعہ ازہر، مصر" جانے پر انہیں مجبور کردیا تھا۔ اس فن سے ایسا شغف تھا کہ عجم وعرب کے سارے طلبہ پر برتری حاصل کرلی اور خاندان کے ساتھ ساتھ جامعہ ازہر کا نام ومقام بھی اونچا کیا جس کے صلہ میں غیر عرب کو گونگا کہنے والے شیوخ جامعہ نے "فخر ازہر" کے ایوارڈ سے سرفراز فرمایا اور اپنی یونیورسٹی کے اس طالب علم پر ناز کیا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے حضرت العلام فضیلۃ الشیخ ابوبکر مدظلہ، بانی وسربراہ اعلیٰ "مرکز الثقافۃ السنیہ کیرلا" جن کی دوسری زبان ہی عربی ہے اور عرب کے بیشتر ممالک میں ان کے دورے ہوتے رہتے ہیں، وہاں کے اجلاس میں ان کے خطابات عربی ہی میں ہوتے ہیں اور عربی پر انہیں مہارت تامہ حاصل ہے، ان کی بریلی شریف پہلی بار آمد کے موقع پر حضرت کے عقبی مہمان خانہ میں ایک جلسہ کا انعقاد ہوا جس میں جانشین حضور مفتی اعظم سے میں نے گزارش کہ تھی کہ آپ بھی عربی ہی میں خطاب فرمائیں گے تاکہ مرکز کی لاج رہے، اس پر مسکراتے ہوئے فرمایا "اچھا" چنانچہ اس وقت مولانا یٰسین اختر مصباحی جو عربی میں نظامت کے فرائض انجام دے رہے تھے یکے بعد دیگرے کئی حضرات کے خطابات عربی میں ہوئے۔ حضرت شیخ ابوبکر کا خطاب بھی فصیح عربی میں ہوا، بعدہ حضرت ممدوح نے اپنے مصری لب ولہجہ میں نہایت سنجیدگی ومتانت کے ساتھ حسب معمول مختصر مگر جامع خطاب عربی میں فرمایا پھر شیخ ابوبکر دوبارہ کھڑے ہوئے اور تائیداً الشیخ العلامۃ اختر رضا الازھری فرماتے ہوئے آپ کے بیان کی تائید فرمائی۔ میں نے حضرت شیخ ابوبکر سے ان کا تاثر معلوم کیا تو

فرمایا کہ حضرت نہایت فصیح عربی بولتے ہیں اور سچ یہ ہے کہ بعض لغات تو میں خود نہیں سمجھ پایا۔

میرا موضوع چونکہ حضرت کی عربی دانی ہے اور مختصر بات کہنی ہے اس تناظر میں حضرت کی قادر الکلامی اور عربی سے قلبی لگاؤ تھا اس لئے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بعض تصانیف کی تعریب اسی عربی دانی کا ثمرہ ہے جس سے عرب دنیا میں اعلیٰ حضرت و مسلک اعلیٰ حضرت کی صحیح ترجمانی ہو رہی تھی مگر اس طرف توجہ تاخیر سے ہوئی کاش کہ کام بہت پہلے شروع ہوا ہوتا تو عرب دنیا میں اہلسنت و جماعت کی صحیح شناخت ہو چکی ہوتی۔ اس نقصان سے ہماری جماعت کے ذی استعداد بچے کھچے علماء کرام سبق لیں اور آپسی و ذاتی اختلافات میں اپنی بچی عمر کو برباد نہ کریں نیز پیراں مریدی کے میدان میں سبقت حاصل کرنے کی سعی کی بجائے اپنی عمر عزیز کا قیمتی حصہ علوم نبویہ کی اشاعت کے لئے وقف فرمائیں کہ حضور اکرم علیہ السلام سے اسی خدمت کی نیابت ملی ہے۔ آپ دنیا میں بھی حضور کے جانشین ہیں اور آخرت میں بھی، فرق یہ ہے کہ یہاں صراط مستقیم پر چلانے کے لئے اور آخرت میں پل صراط سے پار لگانے کے لئے۔ چنانچہ عابد سے صراط پر کہا جائیگا "اُدْخُلِ الْجَنَّةَ وَتَنَعَّمْ" جنت میں جاؤ اور ناز و نعمت کے ساتھ رہو۔ مگر آپ سے کہا جائے گا کہ ٹھہرو! فاشفع لمن احببت فانک لا تشفع الا شفعت تم جس سے محبت کرتے ہو ان سب کی شفاعت کرو تمہاری شفاعت رد نہ ہوگی، اسی کی منظر کشی حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ اس طرح فرماتے ہیں۔

صاحب دلے بمدرسہ آمد زخانقاہ
بشکست عہدِ صحبتِ اہلِ فریق را
گفتم میان عالم و عابد چہ فرق بود
تا کردی اختیار ازاں ایں فریق را
گفت او گلیمِ خویش بدر میبرد ز موج
ویں جہد میکند کہ بگیرد غریق را

علماء ربانیین کی سب سے بڑی ذمہ داری یہی ہے۔ اسی پر اعلیٰ حضرت و دیگر اکابر ملت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کار بندر ہے۔ ان حضرات کے مریدوں میں سے شاید چند ایک رہ گئے ہوں مگر ان کا علمی کارنامہ مرور زمانہ کے باوجود فراموش نہ ہوسکا۔ بلکہ یوماً فیوماً ان کے دینی و قلمی کارناموں کی افادیت و مقبولیت میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔

تمہارے زیرِ کفِ پا جو مٹ گیا تھا کبھی
ابھر رہا ہے وہ نقشِ دوام کی صورت

صاحبزادہ بلند اقبال عزیز گرامی مرتبت مولانا عسجد رضا سلمہ المنان کے لئے یہ نصیحت ہے کہ فی الحال وہ مرکز کی باگ ڈور سنبھالتے ہوئے اس کی ذمہ داریوں کو محسوس کریں، وہ جس صدف کے درِّ نایاب ہیں ان کی عظمتوں کا لحاظ کریں۔ سر دست "جامعۃ الرضا" میں خود کچھ ابتدائی کتابیں لیں، مخلص و باصلاحیت اساتذہ کی ٹیم جمع کریں، دار الافتاء میں محنتی، کہنہ مشک اور ذمہ دار مفتیان کرام کی خدمات حاصل کریں، انہیں عزت دیں اور مطلب پرست، خود غرض، شکم پرور، حاشیہ نشینوں کو سلامِ رخصت کہیں، غیر ضروری اسفار سے پرہیز کریں اور خواہش

مند حضرات کو داخل سلسلہ ضرور کریں لیکن اسی کو اپنا سب کچھ نہ سمجھیں کیا انہیں خبر نہیں کہ حضرت کی حیات ظاہری میں حاسدین نے بریلی شریف پر کس طرح یلغار کر دی اب ان کی رحلت کے بعد آپ کی ذمہ داریاں اور بھی بڑھ جاتی ہیں ، وہ ایک صحت مند، باہوش اور ذہین ہونے کے ساتھ زبردست قوت حافظہ کے مالک ہیں بس ذراسی توجہ کی ضرورت ہے انشاء اللہ المولی القدیر دنیا عظمت رضا کی چوکھٹ پہ خم تھی، خم ہے اور خم رہے گی، مولائے کریم حضرت جانشین حضور مفتی اعظم کو غریق رحمت فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل اور اختر فضل وکمال کے چمکتے موتی کو مزید چمک دے اور عزم واستقلال اور ہمت کے ساتھ خانوادہ اعلیٰ حضرت کی چارسو سالہ خدمات کو صبح قیامت تک جاری وساری رکھنے کی توفیق دے۔

نہ ہو اقبال نا امید اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

الجامعۃ الرضویہ، سرزمین عظیم آباد کا ایک متحرک اور فعال ادارہ ہے۔ مذہب ومسلک کے حوالے سے اس کی زریں خدمات ہیں۔ اسلاف دوستی بھی ادارے کی ترجیحات میں شامل ہے۔ حضور تاج الشریعہ کے سانحہ ارتحال سے متاثر ہوکر ادارے نے ''معارف تاج الشریعہ'' کی اشاعت کا اعلان کیا ہے اس اعلان سے ذاتی طور پر مجھے خوشی ہوئی ہے۔ میری دعا ہے کہ معارف تاج الشریعہ اپنی جامعیت کا نقش دلوں پر چھوڑ جائے اور اراکین ادارہ رفقائے ادارہ بالخصوص عالیجناب سید محمد ولی الدین رضوی کو اللہ تعالیٰ دارین کی برکتوں سے شادکام فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا مفتی اختر حسین قادری، جمد اشاہی

بجھا چراغ وہی جس کی لو قیامت تھی

اس عالم رنگ وبو اور جلوہ گاہ ہست ونیست میں جس نے بھی قدم رکھا اسے ایک نہ ایک دن اپنا قدم پیچھے کرنا ہے اور معرکۂ موت وحیات میں بالآخر موت کے آہنی پنجوں میں گرفتار ہوکر اپنی متاع حیات کو اس کے قدموں میں ڈالنا ہی ہے۔

جو بھی یہاں آیا ہے اسے ایک نہ ایک دن یہاں سے جانا ہے، کوئی اس دار ابتلا وحزن میں نہ ہمیشہ رہا ہے نہ رہے گا۔ آمد ورفت اور بود وہست کا یہ ہنگامہ کسی نہ کسی وقت ختم ہو جائے گا اور یہ بزم کائنات برخاست ہو جائے گی۔ یہ اسی ذات واجب الوجود کا اعلان ہے جس نے خود اس بزم کو سجایا اور سنوارا ہے ارشاد فرماتا ہے ''كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ'' ہر جان کو موت چکھنی ہے۔

(سورہ آل عمران ر ۱۸۵)

اور فرماتا ہے ''كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ '' زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا۔ (سورہ الرحمن ر ۲۶)

مگر یہ حقیقت بھی مسلم اور اٹل ہے کہ جانے والے کئی طرح کے ہوتے ہیں کسی کے جانے پر آنسوؤں کا بہنا تو دور کی بات ہے آنکھیں نم بھی نہیں ہوتیں ہیں، صف ماتم، بچھنا تو خواب ہے کوئی ایک فرد بھی ماتم کرنے والا نہیں رہتا، فضاؤں کا سوگوار ہونا تو اک خیال ہے اس کا گرد وپیش بھی سوگوار نہیں

ہوتا، زمین وآسمان کا رونا تو الگ رہا ایک آہ بھی نہیں سنائی دیتی گویا وہ ایک معمولی انسان تھا جو ختم ہو گیا، پانی کی ایک ہلکی لہر سی تھی جو ٹوٹ گئی۔

"فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ" "تو ان پر آسمان اور زمین نہ روئے اور انھیں مہلت نہ دی گئی۔ (سورہ دخان/۲۹پ۲۵)

مگر کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کا جانا جانِ جہان کا نکل جانا ہوتا ہے، اس کے فراق کا غم صرف اس کے خاندان کا غم نہیں ہوتا ہے بلکہ ایک عالم نہیں کئی عالم کا غم ہوتا ہے، وہ بظاہر تنہا جاتا ہے مگر انجمن کی انجمن سونی کر جاتا ہے، وہ اکیلا جاتا ہے مگر نہ معلوم کتنی بستیوں اور آبادیوں کو روتا بلکتا چھوڑ جاتا ہے، وہ تو مسکراتا چلا جاتا ہے مگر لوگ اس کی یاد میں خون کے آنسو! رو، رہے ہوتے ہیں، وہ تو نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے مگر اس کی یادوں کے انمنٹ نقوش نظروں کا نور بنے رہتے ہیں، وہ تو اس محسوساتی دنیا سے روپوش ہو جاتا ہے مگر اپنے فضائل وکمالات کی بدولت لوگوں کے قلوب میں زندہ رہتا ہے اور اپنے کردار و گفتار کی خوشبو سے ماحول کو مشکبار بنائے رکھتا ہے۔

وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین مفتی اعظم ہند، شیخ الاسلام والمسلمین، حضور تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی قدس سرہ انہیں نفوس قدسیہ اور پاکیزہ شخصیات میں تھے جن کی رحلت سے پورا عالم اسلام دہل اٹھا، اہل طریقت چیخ پڑے، اہل حکمت رو پڑے، ارباب علم ودانش کی آنکھوں سے آنسو! اُبل پڑے، مسلمان تو مسلمان دوسری قومیں بھی بلک اٹھیں، درو دیوار پر اداسی چھا گئی، زمین وآسمان میں بھی آہ وفغاں کا شور برپا ہو گیا، ہر سو صف ماتم بچھ گئی اور چاروں طرف سے یہی صدا آنے لگی کہ ہائے افسوس!

بجھا چراغ وہی جس کی لو قیامت تھی

اب وہ اپنے رب غفور ورحیم کی بارگاہ میں حاضر ہیں، حبیب دوجہاں، شفیع عاصیاں، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل وہ رب کریم کی ضیافت ونوازش سے شاد کام اور مسرور ہو رہے ہیں، جنت کے بالاخانے اور حوران بہشتی ان کے استقبال اور خیر مقدم میں ہوں گی اور ہر چہار جانب سے یہ نوید جانفزاں آ رہی ہوگی۔

"يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ" "اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ۔

(سورہ الفجر/۲۷تا۳۰پ۳۰)

رب کائنات اپنے خزانۂ عامرہ سے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو بے شمار کمالات اور خصوصیات سے نوازا تھا آپ کی شخصیت بڑی پہلو دار اور دلآویز ومقناطیسی تھی، علم وفضل، زہد وتقویٰ، فقہ وفتاویٰ، تدبر وتفکر، دانائی وبینائی، گہرائی وگیرائی، ذہانت وفطانت عزم وہمت، جرأت وبے باکی، صبر استقلال، جود ونوال، شعور وآگہی، دینی غیرت وحمیت، احقاق حق وابطال باطل اور رد بدمذہبیت ولادینیت کے

اعتبار سے یگانۂ عصر اور فرید دھر تھے آپ کیا گئے کہ

جان گلستاں چلی گئی

اللہ رب العزت آپ کی تربت مبارک پر رحمت وغفران کی بھرن برسائے اور آپ کے فیضان سے عالم اسلام کو بہرہ ور کرے۔ آمین

الجامعۃ الرضویہ پٹنہ سیٹی شمالی بہار کا ادارہ ہے۔ رضا شناسی، مسلک نوازی اور اسلاف دوستی ادارہ کا شناختی نشان ہے۔ اس بات میں ادارے کی خدمات روشن ہیں مسلک اعلیٰ حضرت کے حوالے سے ادارے کی پالیسی انتہائی صاف وشفاف ہے۔ بلکہ جب بھی کسی گوشے سے مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف کوئی آواز اٹھتی ہے تو ادارہ دفاعی سامان سے لیس ہو کر میدان میں اتر آتا ہے اور جب تک مخالف آواز کی کمر نہیں ٹوٹ جاتی اس وقت تک ادارہ اپنی کوشش جاری رکھتا ہے۔ اس خبر سے مجھے بے پناہ مسرت ہوئی ہے کہ حضور تاج الشریعہ کے عرس وچہلم کے موقع پر ادارہ کی جانب سے ایک دستاویزی کتاب ''معارف تاج الشریعہ'' منظر عام پر آرہی ہے میری دعا ہے کہ خدائے برتر وبالا ''معارف تاج الشریعہ'' کو شرف قبولیت سے نوازے اور رفقائے ادارہ کو دارین کی سعادتوں سے بہرور فرمائے۔ آمین



ڈاکٹر سید طلحہ رضوی برق، پٹنہ

بیان شوق چہ حاجت کہ حالِ آتش دل

تواں شناخت زسوزی کہ در سخن باشد

ہندوستان جنت نشان میں طریقت ومعرفت کی آماج گاہیں بے شمار ہیں، اجمیر شریف، کلیر شریف، کچھوچھہ شریف، بہار شریف، پنڈوہ شریف، خلد آباد وگلبرگہ شریف نیز سرزمین اقطاب واولیاء دہلی شریف وغیرہ، وہیں ماضی قریب میں ہی شریعت مطہرہ اسلامیہ کے اہم ترین مراجع ومراکز میں بریلی شریف کا نام سرفہرست ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق جب قرن شیطان کا ظہور ہوا اور حجاز مقدس وبلاد عرب میں دین متین محمدی کے ساتھ گستاخیاں اور بے حرمتیاں شروع ہوئیں، شریعت مطہرہ میں تغییر وتبدل پیدا کیا جانے لگا جب کہ قرآن ناطق ہے ''لاتبدیل لکلمات اللہ'' مگر قرآن حکیم کی آیات کریمہ کی غلط تفسیر اور بے جا معنی آفرینی کر کے اسلام کی شبیہہ بدل کر رکھ دی، اسلام تو اللہ کے اس دین کا نام ہے کہ جس کی روح عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

جی ہاں! اسی عشق رسول کو مجروح کرنے کے لئے اہانت رسول اور سب وشتم کی راہ نکالی گئی، ارض حرم سے شرق بعید تک فتنۂ نجدیت ووہابیت نے مذہب اسلام کی صورت مسخ کرنے کی کوشش کی۔ کفر وشرک وبدعت کے نام پر وہ شورش برپا کی اور ایسی آندھی چلائی کہ انسانیت کراہ اٹھی، تہذیب وشرافت آہ بھرنے لگی، کون سا جور وستم تھا جو نجدیت نے حرم

اور اہل حرم پر روانہ رکھا؟

بہر حال اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ان پاک روحوں پر ،جنہوں نے بحر ایمان وعقیدہ میں اس شیطانی تلاطم کا رخ پھیر کر رکھ دیا اور نجدیت ووہابیت کے سائے میں اُگنے والی خود رو جھاڑیاں جنہیں دیوبندیت ،ندویت ،چکڑالویت وغیرہ کے نام سے جانا جاتا ہے ،ایسی مرجھائیں اور خشک ہوئیں کہ ہزار آبیاری کے باوجود ان کی جڑیں سڑتی گلتی ہی رہیں۔ اپنے وطن ہندوستان میں ”میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے“ اللہ تعالیٰ نے ایسی مقبول بارگاہ اور ستودہ صفات شخصیتیں پیدا کیں جنہوں نے نجدیت کا قلعہ قمع کر دیا گویا وہابیت کی جان نکل گئی یوں تو فرعون کی ممی شدہ لاش آج بھی میوزیم میں اولی الابصار کے لئے درس عبرت ہے۔

شہر بریلی شریف ہندوستان میں شریعت وطریقت کا ایسا حسین سنگم ہے جو مرضی مولا سے ترویج واشاعت اسلامیہ وعقیدہ صحیحہ اور تردید وانہدام عقائد باطلہ کا ابدی نشان بن گیا۔ امام اہل سنت، ماحی شرک وبدعت، ستون شریعت محمدی کے پاسبان اور بطون طریقت احمدی کے راز داں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کا وجود مسعود رب تعالیٰ کا بڑا انعام ہوا، جس نے چار دانگ عالم میں ”مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام“ کے نغمۂ سرمدی سے ہمیشہ کے لئے فضائے بسیط کو مترنم کر دیا۔

خوشا مسجد ومدرسہ وخانقاہے
کہ دروے بود قیل وقال محمد

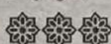
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے جانشین ان کے صاحبزادہ والا تبار حضرت علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تقریروں اور تحریروں سے تاریخ میں وہ روشن باب قائم کر دیا، جس کے فیضان نور سے دنیائے سنیت منور ہوگئی۔

حضور مفتی اعظم ہند نے اپنی جگہ خالی نہیں چھوڑی اور نہ مسند اعلیٰ حضرت کبھی خالی رہے گی ،فاضل علوم شرعیہ، در شہوار سلسلۂ نورانی ،واقف رموز قرآنی ،آشنائے حل مسائل انسانی تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری اسی مسند اعلیٰ حضرت کی زینت ووقار کو دوبالا کر رہے ہیں۔ آپ کی ذات گرامی اس وقت بحر العلوم کی حیثیت رکھتی ہے، عربی، اردو اور انگریزی میں آپ کی تصنیف کردہ تقریباً ستاون کتابیں ان کے تبحر علمی ودانشوری کی گواہ ہیں۔ تاج الشریعہ کی نورانی صورت دیکھ کر ہی خدا یاد آتا ہے، ان کے اخلاق اور اوصاف ظاہری وباطنی کی ایک دنیا مداح وقصیدہ خواں ہے، بفضلہٖ وبکرمہ تعالیٰ۔ مجھ فقیر حقیر کی یہ بساط کہاں کہ حضرت تاج الشریعہ کے فضل وکمال پر روشنی ڈالے اور ان کی شان میں سوا اظہار عقیدت ومحبت کے اور کچھ کر سکے۔

ادب وشرم تورا خسرو مہرویاں کرد
آفریں برتو کہ شائستہ تحسینی

دست بدعا ہوں کہ مولا تعالیٰ ان کا سایہ اہل سنت وجماعت پر تادیر قائم رکھے، آمین ثم آمین

برق عفی عنہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ



حضرت مولانا نصیر الدین عزیزی، مبارک پور

ریاست بہار کی راجدھانی عظیم آباد پٹنہ سے الجامعۃ الرضویہ کے زیر اہتمام حضور تاج الشریعہ سمینار ہونے جارہا ہے، یہ خبر سن کر بڑی مسرت ہوئی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جانشین حضور مفتی اعظم مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی کی ذات پر پوری جماعت کو ناز ہے آج عالم اسلام میں جو مقبولیت وہمہ گیریت انہیں حاصل ہے وہ کسی دوسرے کے حصے میں نہیں آئی وہ مرشد کامل کے ساتھ ایک جید عالم دین بھی ہیں ان کی علمی فتوحات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے اردو رسائل اور فتاویٰ رضویہ شریف کی کئی جلدوں کی تعریب آپ کی عربی زبان وادب پر حد درجہ مہارت وحضارت کی بین دلیل ہے۔

آج کے اس پرفتن ماحول میں فکر ونظر کی صلابت اور دین وشریعت پر استقامت آپ کی زندگی کا نہایت روشن پہلو ہے۔ آپ کا نسبی وعلمی شجرہ اس خاندان والا تبار سے ملتا ہے جس کے احسانات سے عالم اسلام زیر بار ہے، آج علم وتقویٰ، ادراک وشعور، احسان ومروت، سلوک وتصوف اور عشق رسالت کی جو شمع آندھیوں کی زد پر بھی تبسم ریز ہے اس میں طہارت فکر کا تیل امام احمد رضا نے فراہم کیا ہے اور انہیں کے نور دیدہ ہیں حضور تاج الشریعہ، جن کے کردار کی حرارت، قول وفعل کی ہم آہنگی اور روشن ضمیری کا ایک عالم کو اعتراف ہے، اس وقت جہاں سے فقہا ومفسرین، علما ومحدثین، اصحاب فکر اور محققین ہر طرح کی سیرابی حاصل کرتے ہیں وہ بارگاہ حضور تاج الشریعہ کی ہے۔ یہاں یہ بات قابل مسرت ہے کہ رضا اور رضویات کے حوالے سے بہار کا کارنامہ بڑا ہی تاریخی ہے اسی سرزمین سے سینکڑوں علما ومشائخ کی موجودگی میں باتفاق رائے حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو ''مجدد'' کا خطاب دیا گیا اور عظیم آباد ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ جہان رضویات کی سب سے پہلی اینٹ چار جلدوں پر مشتمل ''حیات اعلیٰ حضرت'' کی صورت میں حضور ملک العلما، حضرت علامہ سید محمد ظفر الدین قادری رضوی فاضل بہاری علیہ الرحمہ نے رکھی اور اب باضابطہ اسی سرزمین سے حضور تاج الشریعہ کی عبقری شخصیت اور ان کے کارناموں پر سمینار ہورہا ہے جس کا پوری علمی دنیا کو خیر مقدم کرنا چاہئے۔ اخیر میں گرامی قدر الحاج سید محمد ولی الدین رضوی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں جو عالم اسلام کی علمی وروحانی شخصیت پر سمینار کر کے اخروی سعادت بٹور رہے ہیں۔ خداوند قدوس آپ حضرات کے علم وقلم میں مزید برکتیں عطا فرمائے، قدم قدم پر نصرتوں کے پھول برسائے اور ممدوح مکرم کا سایہ تادیر ہم سب کے سروں پر قائم رکھے، (آمین)

۴ ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ/۱۵/۱/۲۰۱۶ء

حضرت مولانا محمد حسین ابوالحقانی، دربھنگہ

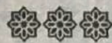
یہ جان کر بے حد مسرت وشادمانی ہوئی کہ ''الجامعۃ الرضویہ'' پٹنہ سیٹی کے زیر اہتمام عالم اسلام کے عظیم داعی اور دنیائے سنیت کے مرکزی علمی وروحانی پیشوا حضور تاج

الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری قبلہ پر کل ہند سمینار ہونے جارہا ہے، یہ بڑا تاریخی اقدام ہے اسے جس قدر سراہا جائے، کم ہے اس سے نئی نسلوں کو نہ صرف اسلاف شناسی کی معرفت کا پیغام ملے گا بلکہ ان کے دینی، علمی اور روحانی کارناموں سے زندگی کو نئی توانائی بھی حاصل ہوگی۔ اس سے پہلے بھی جامعہ کے پلیٹ فارم سے اہل سنت کی عظیم شخصیتوں پر سمینار ہوئے اور مقالات کے مجموعے بھی شائع کئے گئے جن کی پذیرائی ارباب علم کی محفلوں میں اب بھی ہورہی ہے۔

حضور تاج الشریعہ کی ذات گرامی عطیہ خداوندی ہے آپ سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت اور حضور مفتی اعظم کے سچے جانشین کی حیثیت سے اہل سنت و جماعت کی عالمی پیمانے پر قیادت فرما رہے ہیں۔ آج آپ کے علم وفضل کا آفتاب اکناف عالم میں کرنیں بکھیر رہا ہے ماضی میں خاندان رضویہ کے بزرگوں نے تحفظ اسلام وسنیت، تحریک عشق رسالت اور فقہ وافتا کی بصیرت سے جو دینی کارنامے انجام دیئے، وہ تاریخ کی نظروں سے پوشیدہ نہیں، جب تک دنیا میں دینی عقائد اور عشق رسول کی خوشبو باقی رہے گی زمانہ ان روحانی شخصیتوں کو فراموش نہیں کرسکتا، بلا شبہ دور حاضر میں حضور تاج الشریعہ اپنی خاندانی روایتوں کے سچے امین ہیں۔ آپ کی عزیمت واستقامت کو دیکھ کر اعدائے دین گھبرائے ہوئے ہیں اور نادان دوستوں کے دل میں آتش بغض وعناد سر ابھار رہی ہے اور یہی حق کی علامت ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ آج تاریخ اپنے کو دہرا رہی ہے تو بجا ہوگا۔ امام اعظم ابو حنیفہ سے لے کر امام احمد رضا تک حاسدین کی ایک لمبی فہرست ہے، ہر دور میں اہل علم محسود زمانہ رہے ہیں خدا کی بارگاہ میں قبولیت کی یہ روشن دلیل ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ جس طرح اُس زمانے میں باطل کا طوفان شمع حق کو بجھا نہ سکا اسی طرح دور حاضر میں جب تک حضور تاج الشریعہ بقید حیات ہیں صلح کلیت کی آندھی حق وصداقت کے اجالوں کو شکست نہیں دے سکتی۔ مسلک اعلیٰ حضرت کل بھی اہل حق کے لئے میزان تھا اور آج بھی اہل سنت کی اصل پہچان ہے۔

میں حضور تاج الشریعہ سمینار کے انعقاد پر ناشر مسلک رضا سید محمد ولی الدین رضوی اور ان کے رفقا کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ انہیں دارین کی سعادتوں سے نوازے۔ (آمین)

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ



حضرت سید شاہ محمد حسین، بلگرام شریف

محب گرامی قدر جواں سال محقق عزیزم مفتی محمد راحت خاں قادری کے ذریعہ معلوم ہوا کہ پٹنہ کی سرزمین پر میرے مرشد اجازت، شیخ محترم، تاج الاسلام، سند المحققین حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ کی دینی، مسلکی اور علمی خدمات پر انٹرنیشنل سمینار ہمدرد قوم و ملت جناب سید ولی الدین رضوی کی کاوشوں سے منعقد ہورہا ہے جس میں حضور تاج الشریعہ کی حیات وخدمات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب بھی شائع ہوگی۔ یقیناً پٹنہ کی سرزمین رضویات

کے حوالے سے بہت اہم ہے جب بھی خانوادۂ رضویہ یا اس کی روحانی اور دینی وملی خدمات کا ذکر کیا جائے گا تو پٹنہ کا ذکر ایک لازمی امر ہے۔ حضور تاج الشریعہ کے متعلق کوئی کام کا ہونا یہ فرحت بخش ہے لیکن اسی کام کا پٹنہ سے انجام دیا جانا مذکورہ حوالے سے زیادہ خوشی کا مقام ہے۔

خانقاہ عالیہ قادریہ واحدیہ چشتیہ بلگرام شریف سے حضور تاج الشریعہ کے دینی وروحانی تعلقات کوئی نئے نہیں بل کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کے عہد زریں سے جگ ظاہر ہے کیوں کہ حضور سیدی اعلیٰ حضرت کے مبارک پیر خانے کے مشائخ عظام (سادات مارہرہ) بلگرام مقدس سے متعلق ہیں، جب سیدی اعلیٰ حضرت بلگرام شریف حاضر ہوئے تو اس کی تعریف وتوصیف اور عظمت شان کو بیان کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے۔

اللہ اللہ عز و شان و احترام بلگرام
عبد واحد کے سبب جنت ہے نام بلگرام

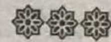
اور یہ دینی وروحانی تعلقات حضور سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے زمانے سے لے کر آج تک چلے آرہے ہیں، موجودہ عہد میں حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ خانوادۂ واحدیہ کے افراد سے بہت ہی الفت ومحبت، شفقت وپیار اور عنایات ونوازشات کے ساتھ پیش آتے ہیں اور قطب بلگرام، مجدد وقت حضرت میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ کے مرقد اقدس پر حضرت کی اکثر حاضری بھی ہوتی رہتی ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولا تعالیٰ خانقاہ رضویہ بریلی شریف اور خانقاہ واحدیہ بلگرام مقدس کے تعلقات اور دینی وروحانی مراسم قیامت تک قائم رکھے۔

بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں کہ جن کو اپنی مقبولیت وشہرت کے لئے طرح طرح کی کوششیں کرنی پڑتی ہیں، کوئی اسی جذبے میں چور ہوکر دنیاداروں کی حضوری تک اختیار کرتا ہے، کوئی نو ایجاد اشیا کے سہارے کو لے کر ممنوع ومبغوض طریقے سے اپنے آپ کو گھر گھر اور دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچانے کی کوشش کرتا ہے، لیکن حضور تاج الشریعہ نہ تو کسی نو پید مسائل کا سہارا لینا پسند کرتے ہیں اور نہ ہی سیاسی رہنماؤں کے پاس جاتے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر ان کے پاس کوئی سیاسی رہنما آبھی جاتا ہے تو عام زائر کی صف میں کھڑے ہوکر آپ کی زیارت کرتا ہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ مقبولیت وشہرت عطا فرمائی کہ ہندوسندھ، شرق وغرب اور عرب وعجم ہر چارسوان کے چرچے ہیں جہاں جاتے ہیں وہاں چاہنے والوں کا ہجوم اور دیوانوں کا سیلاب ہوتا ہے جس جلسے یا کانفرنس میں جایئے "بستی بستی قریہ قریہ تاج الشریعہ تاج الشریعہ" کے نعروں کی گونج سنائی دیتی ہے اس سے بخدا یہ اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ یہ مقبولیت وشہرت من جانب اللہ ہے، یقیناً حضرت کا وجود مسعود سواد اعظم اہل سنت وجماعت کے لئے نشان امتیاز ہے ان کا نقش قدم بھٹکتی سسکتی انسانیت کے لئے اس فتنوں کے دور میں عرفان منزل ہے۔

ایسی عظیم اور برگزیدہ ہستی کی دینی ومذہبی اور علمی خدمات کو اجاگر کرنا ہم تمام اہل سنت وجماعت کے ماننے والوں کی اہم ذمہ داری ہے تاکہ ہم اپنی نئی نسل کو اسلاف

شناسی کے حسین جذبوں سے روشناس کراسکیں ۔ پوری جماعت کی جانب سے مبارک باد کے مستحق ہیں وہ حضرات جو اس عظیم بوجھ کو اپنے سروں پر اٹھائے ہوئے ہیں، مضمون نگار سے لے کر مرتب وناشر ہر ایک کے لئے میرے دل سے دعائیں نکل رہی ہیں، اللہ تعالیٰ حضور تاج الشریعہ کا مبارک سایہ ہم سب کے سروں پر تا دیر قائم رکھے اور سمینار کو کامیابیوں سے ہم کنار فرمائے۔ آمین

۹ رربیع النور ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۱ ردسمبر ۲۰۱۵ء



ڈاکٹر حسن رضا خان، پٹنہ

یہ مقام مسرت وشادمانی ہے کہ آپ حضرت تاج الشریعہ کی شخصیت اور ان کے دینی وعلمی کارناموں پر ایک اہم سمینار جامعہ رضویہ پٹنہ سیٹی کے زیر اہتمام انعقاد کر رہے ہیں اور دنیائے علم وآگہی کو ان کی زندگی سے روشناس کرانے کا عزم رکھتے ہیں، خدا مبارک کرے۔

تاج الشریعہ وہ ہیں جنھوں نے شان اسلام کو چمکایا، خدا بینی، خود بینی اور جہاں بینی کا سبق پڑھایا۔ ایمان، اسلام اور احسان کا راستہ دکھایا، علم وعمل، فکر وذکر، تہذیب وتمدن کے چراغ روشن کئے اور یہ سمجھا دیا کہ حیات ایک بحر بے کراں ہے اور اس کا ساحل علم ہے۔ حیات کی موجوں میں جوش وخروش ہے جب یہ موجیں ساحل سے ٹکراتی ہیں تو تخلیق کے موتی نکلتے ہیں اسی تخلیق کے ذریعہ مینارۂ تہذیب کے جلوے نظر آتے ہیں۔

یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ وہی قوم تاریخ کی پیشانی عظمت کا وقار بنتی ہے جو اپنے بزرگوں کی سیرت وکردار کے اجالے دوسروں کے نشیمن تک پہنچاتی ہے تاکہ نسلیں گمرہی کی ظلمتوں سے دوچار نہ ہوسکیں بل کہ ان اجالوں میں اپنی آخرت کی راہوں کو بآسانی طے کرسکیں ۔ لاریب تاج الشریعہ کی شخصیت عہد حاضر میں اہل حق کے لئے مینارۂ نور ہے، آپ سے وابستگی فوز وفلاح کی ضمانت اور آپ سے دوری خسارہ ونقصان کا پیش خیمہ ہے۔ حضور اعلیٰ حضرت کی جلالت علمی، حضور حجۃ الاسلام کی عربی دانی، حضور مفتی اعظم کا تقویٰ وفتویٰ اور حضور مفسر اعظم کی طلاقت لسانی گویا جملہ نامور اجداد کی خصوصیات آپ کی ذات اقدس میں مجتمع ہیں۔

عالیجناب سید ولی الدین رضوی پختہ شعور کے مالک ہیں اور ان کی دینی خدمات کا دائرہ وسعت رکھتا ہے۔ انہوں نے حضور تاج الشریعہ کی حیات وخدمات پر ایک عظیم کارنامہ انجام دے کر ملت پر احسان کیا انکا جس قدر شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔ ان کی خدمات کو دیکھ کر اپنے سر کا تاج بنانے کو دل چاہتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی زندگی کو ملت اسلامیہ کے لئے علمی، ادبی اور شعوری سایہ کرم بنادے آمین بجاہ حبیبہ الاکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳/ ۳/ ۲۰۱۶ء



حضرت مولانا محمد سلمان رضا خاں، بریلی شریف

محترم الحاج سید محمد ولی الدین رضوی صاحب حضور تاج الشریعہ پر سمینار کرنے جارہے ہیں یہ خبر باعث مسرت

وشادمانی ہے، ملک کے مشاہیر اہل قلم کی نگارشات سے مزین حضور تاج الشریعہ کی حیات وخدمات پر ایک ضخیم دستاویزی کتاب بھی منظر عام پر آرہی ہے۔اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس وقت حضور تاج الشریعہ عالم اسلام کی ایک قدآور شخصیت اور اپنے اکابر واسلاف کے سچے پیروکار ہیں۔ یہ نہایت خوش آیند اقدام ہے کہ ان کی زندگی ہی میں ان کی حیات اور کارناموں کا ریکارڈ محفوظ کیا جارہا ہے ہمیں یقین ہے کہ اس کتاب سے ان کی صاف وشفاف زندگی کا صحیح رخ سامنے آئے گا اور آنے والی نسلوں کے لئے سمت سفر متعین کرنا آسان ہوگا۔دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سمینار کو کامیاب کرے۔(آمین)

۸رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ



حضرت مولانا قاری مجیب علی قادری، حیدرآباد

سراپا اخلاص سید ولی الدین رضوی صاحب نے فون پر یہ خوش خبری سنائی کہ شہر عظیم آباد کی ایک معیاری درس گاہ الجامعۃ الرضویہ کے بینر تلے شہزادہ مفسر اعظم، شریعت وطریقت کے مجمع بحرین حضرت العلام حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں قادری ازہری پر سمینار ہونے جارہا ہے اور ملک وبیرون ملک کے نامور اہل قلم مقالے لکھ رہے ہیں۔ مجھ سے فون پر ہی انہوں نے میرے تاثر کا مطالبہ کیا مگر مجھ جیسا آدمی علم وفضل کی اس بلند وبالا شخصیت پر کیا لکھ سکتا ہے، تاہم میرا وجدان بول رہا ہے کہ موجودہ دور میں اعلیٰ حضرت کی کرامت کا نام تاج الشریعہ ہے۔ بقول حضور محدث کبیر آپ کو چالیس علوم وفنون پر کامل دستگاہ حاصل ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ان کے عہد کرامت میں ہم سانس لے رہے ہیں جہاں ایک طرف بدعقیدگی کا طوفان ہے تو دوسری طرف صلح کلیت کی آندھی۔ ایسے ماحول میں آپ کا وجود پوری جماعت اہل سنت کے لئے خدائے پاک کی بہت بڑی نعمت ہے اللہ کریم ان کی عمر میں خوب خوب برکتیں عطا فرمائے۔ میں صمیم قلب سے جناب الحاج سید ولی الدین رضوی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ان کے رفقائے کار کے لئے دعا گو ہوں۔

۶رربیع الثانی ۱۴۳۷ھ



حضرت مولانا الحاج محمد نسیم الدین رضوی، مظفرپور

انتہائی خوشی کی بات ہے کہ الجامعۃ الرضویہ مغل پورہ پٹنہ کے زیر اہتمام تاج الشریعہ سمینار ہونے جارہا ہے اللہ رب العزت اسے کامیابیوں سے ہم کنار فرمائے۔آمین

حضور تاج الشریعہ کی شخصیت پوری دنیائے سنیت کے لئے مینارہ نور ہے۔درس گاہ وخانقاہ جہاں ایک ساتھ جمع ہو جائیں اس حسین پیکر کا نام حضور تاج الشریعہ ہے ان کی فضیلت کے لئے یہی نسبت کافی ہے کہ آپ کا رشتہ اس عاشق رسول سے ملتا ہے جس نے قلم کی بوند بوند تقدیس الوہیت اور عشق رسالت کے تحفظ کے لئے وقف کردیا اور آج خود حضور تاج الشریعہ کی وہی حیثیت ہے جو اپنے دور میں اعلیٰ حضرت کی تھی۔جس طرح ماضی میں کچھ لوگ اعلیٰ

حضرت کے علمی طنطنے کو دیکھ کر حسد کے آزار میں مبتلا تھے تو کچھ دشنام طرازی میں مصروف تھے اسی تناظر میں حضور اعلیٰ حضرت نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ استغاثہ پیش فرمایا تھا

اک طرف اعدائے دیں ایک طرف ہیں حاسدیں
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درود

بالکل یہی حالات ابھی تاج الشریعہ کے ساتھ ہیں اپنے آتش حسد میں جل بھن رہے ہیں تو بیگانے سب وشتم کے تیر آزمارہے ہیں مگر وہ اعلیٰ حضرت کی دفاعی قوت بن کر ہمالیہ کی چٹان کی طرح کھڑے ہیں ۔آج لوگ اپنے مفاد کو شرعی احکام پر ترجیح دیتے ہیں مگر آپ کی طبیعت ہر لحہ شریعت کے تابع ہے اور آپ ہی جیسے اہل اللہ کی آہ صبح گاہی کی برکتوں سے اسلام کا تقدس سلامت ہے ،ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نصرت الٰہی اور فیضان رسالت پناہی ہر گھڑی آپ کو اپنے جلو میں لئے ہوئے ہے۔

میں اس تاریخی اقدام پر اراکین ادارہ خصوصاً سید ولی الدین رضوی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں مولا تعالیٰ انہیں مسلک رضا کا سچا سپاہی بنا کر رکھے۔

۱۵ ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ



حضرت مولانا قاری اطہر حسین قادری، ممبئی

باوثوق ذرائع سے خبر ملی ہے کہ جناب الحاج محمد ولی الدین رضوی صاحب حضور تاج الشریعہ زید مجدہ پر ایک جامع ،وقیع اور ضخیم کتاب شائع کرنے جارہے ہیں جو نہایت قابل تحسین کارنامہ ہے۔اس سے قبل بھی "الجامعۃ الرضویہ" نے اسلاف شناسی کے باب میں بڑا سنہرا کردار ادا کیا ہے جو تاریخ کا نہایت روشن حصہ ہے ۔آج کچھ لوگ اسلاف شناسی کا کھوکھلا نعرہ لگا کر ان کی کردار کشی کے بھیانک جرم میں مبتلا ہیں،نئی نسل کے ذہنوں سے اکابر کی عظمتوں کو محو کرنے کی ناپاک جسارت کررہے ہیں،ایسی مسموم فضا میں "الجامعۃ الرضویہ" کا یہ اقدام قابل تقلید ہے،جس کی خوب خوب پذیرائی ہونی چاہئے۔

حضور تاج الشریعہ کے کردار وعمل کی پاکیزگی دیکھنے کے بعد اسلاف کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت میں آپ کے پرکھوں نے جو جہاد بالقلم اور سیف باللسان کا مظاہرہ کیا ہے اس کے جلوے آج بھی محسوس نگاہوں سے دیکھے جاسکتے ہیں اور آج وہی ذمے داری حضور تاج الشریعہ نبھا رہے ہیں،یہ مقام شکر ہے کہ رضا اور رضویات کے فروغ وترقی میں صوبہ بہار کا کردار بڑا نمایاں رہا ہے اسی کی ایک کڑی تاج الشریعہ سمینار بھی ہے ۔جب رضا اور مسلک رضا کے خلاف طوفان کھڑا ہوا تو جن حضرات نے اپنی زبان وقلم کے ذریعہ اس طوفان بلاخیز کا رخ موڑا ان میں اکثر کا تعلق ریاست بہار سے ہے،میں اس علمی پیش کش پر جناب محمد ولی الدین رضوی صاحب کو تہہ دل سے مبارکباد دیتا ہوں۔

۲۷ ربیع النور ۱۴۳۷ھ



حضرت مولانا محمد قمر عالم قادری، جمد اشاہی، بستی

اللہ تعالیٰ کے کچھ مخصوص بندے انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے ہر دور میں تشریف لاتے رہے ہیں جن کے فیوض وبرکات سے دنیا کا گوشہ گوشہ فیضیاب ہوتا رہا ہے۔عصر

حاضر میں انہیں اہل اللہ اور خدا رسیدہ شخصیات میں نبیرۂ اعلیٰ حضرت جانشین حضور مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری بریلوی صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ بھی ہیں جن کے لئے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ۔

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقشِ پا چراغ
وہ جدھر گزرے اُدھر ہی روشنی ہوتی گئی

آج عالم اسلام میں آپ کی ذات مرجع فقہ وفتاویٰ اور مرکز رشد وہدایت کی حیثیت رکھتی ہے، رب تعالیٰ نے آپ کو علم وفضل، حکمت ودانائی اور احقاق حق وابطال باطل کا وہ حصہ عطا فرمایا جس پر امت مسلمہ کو ناز ہے۔ فقہی تبحر، وسعت مطالعہ اور تنقیحی بصیرت میں اپنی مثال آپ ہیں، آپ کی تحقیقات وتصنیفات میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے جلوؤں کی رعنائی بخوبی دیکھی جاسکتی ہے۔ مولا تعالیٰ آپ کے سایہ عاطفت کو تا دیر سلامت رکھے اور رشد وہدایت ودعوت وتبلیغ کی خدمت لیتا رہے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

۱۵ ربیع النور ۱۴۳۷ھ



حضرت مولانا محمد ارشد رضوی، مقصود پور

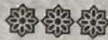
خداوند قدوس جب کسی کے سر قیادت کا تاج سجاتا ہے تو ایک قائد کے لئے جن اوصاف وکمالات کی ضرورت ہوتی ہے ان تمام خوبیوں سے اسے آراستہ فرما دیتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال کی زبان میں۔

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

حضور تاج الشریعہ کی شخصیت میں یہ ساری چیزیں پنہاں ہیں اس پر مستزاد صبر وشکر، علم وتقویٰ، شرافت ونجابت، صدق وصفا، خوف خدا اور عشق مصطفیٰ۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہری وباطنی دونوں حسن سے نوازا ہے، حدیث پاک میں ولی کی پہچان یہ بتائی گئی کہ جنہیں دیکھنے سے خدا یاد آجائے اس حدیث پاک کی مکمل تصویر حضور تاج الشریعہ ہیں بلا اطلاع بھی کہیں پہنچ جائیں تو دیوانوں کی بھیڑ کنٹرول سے باہر ہوجاتی ہے کیا معلوم مردان غیب گھر گھر جا کر یہ خبر دے دیتے ہیں کہ ایک ولی کی آمد ہو رہی ہے، مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ محب محترم الحاج سید محمد ولی الدین رضوی حضور تاج الشریعہ کی حیات وخدمات سے روشناس کرانے اور اپنی ماضی کی روایتوں کو برقرار رکھتے ہوئے، حضور تاج الشریعہ سیمینار کررہے ہیں "الجامعۃ الرضویہ" نے نہ صرف تعلیمی میدان میں اپنا وقار واعتبار قائم کیا ہے بلکہ صحافت کی دنیا میں بھی اس کے نقوش گہرے ہیں۔ لوگ صرف اسلاف شناسی کا بے ہنگم نعرہ لگاتے ہیں مگر الجامعۃ الرضویہ عملی طور پر یہ خدمات انجام دے رہا ہے۔ اللہ پاک انہیں دین متین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

۱۵ ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ



حضرت مولانا مفتی عبد الغفار رضوی، ادارہ شرعیہ دربھنگہ

عالم اسلام کی آفاقی شخصیت اعلم العلما، افقہ الفقہا، قاضی القضاۃ فی الھند حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا قادری

ازہری مدظلہ العالی کی زندگی میں ان کی حیات وخدمات پر" الجامعۃ الرضویہ" پٹنہ سیٹی کے زیر اہتمام کل ہند حضور تاج الشریعہ سمینار ہونے جارہا ہے اور اسی سمینار میں حضور تاج الشریعہ کی شخصیت پر ایک علمی انسائیکلو پیڈیا کا اجرا بھی عمل میں آئے گا، یہ نہایت ہی مستحسن اقدام ہے اور نئی نسلوں کے لئے اسلاف شناسی کی ایک اہم دعوت بھی۔

یہ دور علمی اعتبار سے بڑا انحطاط پذیر دور ہے، لوگ دین ومذہب اور سنت وشریعت سے دوری اختیار کرتے جارہے ہیں، خاص طور سے ہماری نئی نسلیں حد درجہ مذہب بیزاری کے مرض میں مبتلا ہیں ایسے حالات میں اپنے بزرگوں کے دینی کارناموں کو اجاگر کرنا اور ان کے کردار وعمل کی روشنی نئی نسلوں تک پہنچانا ہمارا اہم فریضہ ہے، تاکہ نئی نسلیں اس کے اجالے میں اپنی زندگی کے خطوط متعین کرسکیں۔

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت جانشین حضور مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی علم وعمل، شعور وآگہی، فکر ونظر، تقویٰ وطہارت، دعوت وارشاد اور دیگر امتیازات وخصوصیات کے باعث پورے عالم اسلام میں اپنی ایک انفرادی شان رکھتے ہیں، اس میں نسبی فیضان کے ساتھ خود شخصی جلالت بھی کارفرما ہے۔ آپ پدرم سلطان بود کے کھوکھلے نعروں کے تلے زندگی گزارنے کے عادی نہیں، بل کہ آپ کا ذاتی فضل وکمال، تفقہ فی الدین، مذہبی تصلب اور علمی بصیرت اس زمانے کے علماء وفقہاء پر بھاری ہے۔ پچاس سے زائد کتب ورسائل اور ملک وبیرون ملک کے آپ کے دعوتی وتبلیغی اسفار کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کے علمی وفکری اثاثے کے فروغ کے ساتھ جماعت کا علمی قد بلند فرمایا، آج عالم عرب میں فکر رضا کی جو خوشبو پھیل رہی ہے اور خود عجم میں بھی رضویاتی علوم کے حوالے سے جو نئے گوشے سامنے آرہے ہیں وہ آپ کے فکری طنطنہ، علمی رسوخ اور مخلصانہ کوششوں کا نتیجہ ہے، پروردگار عالم آپ کی حیات پاک میں مزید برکتیں عطا فرمائے تاکہ آپ کے وجود مسعود سے مسلک رضا کو خوب خوب فروغ وترقی حاصل ہو، میں اپنے اس قطعہ پر بات مکمل کررہا ہوں۔

اختر رضا سا کوئی بھی اختر دکھایئے
علم وعمل، شعور کا پیکر دکھایئے
دعویٰ اگر ہے فقہ وتصوف میں آپ کو
جو آئے ان کے قد کے برابر دکھایئے

۲۰۱۶/۲/۴ء



حضرت مولانا عثمان رضوی، ادارۂ شرعیہ جنک پور، نیپال

عزیز مکرم جناب سید محمد ولی الدین رضوی صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بڑی خوشی کی بات ہے کہ" جامعہ رضویہ" پٹنہ سیٹی ماضی کی علمی روایتوں پر عمل کرتے ہوئے عالم اسلام کی عبقری شخصیت حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں قادری مدظلہ العالی کے کثیر الجہات گوشوں کو قرطاس وقلم کے ذریعہ منظر عام پر لارہا ہے۔ الجامعۃ الرضویہ کی علمی وتحقیقی خدمات کا

اپنے اور بیگانے سبھی اعتراف کرتے ہیں، حضور تاج الشریعہ نے تقریباً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری کے پندرہ بیس اردو رسائل کو عربی زبان میں منتقل کر کے عرب دنیا کے دانشوروں کی میز پر پھیلا دیا، جس سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ وہ عرب علماء جو اعلیٰ حضرت کے حوالے سے سوئے ظن کے شکار تھے انہیں حقیقت کی تہہ تک پہنچنے میں آسانی ہوئی اور انہوں نے امام احمد رضا قادری قدس سرہ کا صاف وشفاف علمی چہرہ بہت قریب سے دیکھا، پھر شکوک وشبہات کے کہرے چھٹے بل کہ ان کی آنکھیں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیقات علمیہ کو دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ وہ لوگ جو بے جا الزام تراشی کے جرم میں مبتلا تھے انہیں اپنے منھ کی کھانی پڑی۔ اگر تاج الشریعہ کچھ اور نہ کرتے تو ان کا یہی کارنامہ ان کی زندگی کے لئے کافی ہے مگر اس کے علاوہ دیگر علمی وعملی خدمات کا لامتناہی سلسلہ ہے جو اب بھی جاری وساری ہے، طبیعت کی ناسازی اس علمی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکی اور ان کی ہر صبح ایک نئے علمی سوغات کا پیغام لے کر طلوع ہوتی ہے۔ دین ومذہب کی حمایت، اعلائے کلمۂ حق اور قوم کو باطل عقائد سے بچانا آپ کی حیات کا اہم حصہ ہے۔ آپ جہاں عالم، صوفی، مفتی، محدث، مفسر ہیں وہیں ایک اچھے نقاد اور ادیب وشاعر بھی ہیں، عربی اور اردو دونوں زبانوں میں شاعری کرتے ہیں، آپ کے کلام کو پڑھنے کے بعد قاری آسانی سے یہ اندازہ لگا لیتا ہے کہ ہر دونوں زبان پر ید طولیٰ حاصل ہے۔ ایسی ہمہ جہت علمی شخصیت پر سمینار کرنا اور لوگوں کو ان کی علمی خدمات سے روشناس کرانا بہت بڑی سعادت کی بات ہے اور یہ قرعۂ فال ''الجامعۃ الرضویہ'' کے نام نکلا یہ اس سے بڑی سعادت ہے۔

۲۲؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ



حضرت مولانا قادر ولی رضوی، ادھونی

محترم جناب سید محمد ولی الدین رضوی صاحب قبلہ

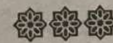
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شہر عظیم آباد کے عظیم دینی وعلمی ادارہ ''الجامعۃ الرضویہ'' کے شعبہ نشر واشاعت سے عالم اسلام کی عظیم روحانی شخصیت حضور تاج الشریعہ کے افکار وخدمات پر مشتمل ضخیم وعظیم نمبر نکالنے پر دل کی گہرائیوں سے ہدیہ تبریک قبول کیجئے، اللہ تعالیٰ نے موجودہ دنیا کا بگڑا ہوا نصیب بنانے اور چمکانے کے لئے حضور تاج الشریعہ کو چُن لیا ہے۔ حالات کی سنگینی دیکھ کر بڑی مایوسی ہوتی ہے اور حضرت کی آسمان چھوتی شہرت، دل بھاتی صورت دیکھ کر مایوسی کے خارزار میں امید کے ہزاروں گلاب مسکرانے لگتے ہیں۔ اس وقت محاسن وفضائل سے معمور شخصیتوں سے دنیا بھری پڑی ہے مگر۔

ہزار مجمعِ خوبانِ ماہ رو ہوگا
نگاہ جس پہ ٹھہر جائے گی وہ تو ہوگا

کی مصداق اور مرجع صرف تاج الشریعہ کی ذات گرامی ہے۔ آپ صلاحیت وصالحیت میں اپنی مثال آپ ہیں، استقامت علی الشریعہ میں فرد فرید ہیں، بے نیازی اور بے ریائی میں بے نظیر ہیں۔ جسد ملت کو کھوکھلا کرنے کے لئے

وہابیت ودیوبندیت کی زہرنا کی کیا کم تھی کہ اب صلح کلیت دبے قدموں چور دروازے سے گھر گھر داخل ہورہی ہے اس طوفان بلاخیز سے وہی بچے گا جس کے ہاتھوں میں مسلک اعلیٰ حضرت کا دامن اور جس کے دل کے نشیمن میں حضور تاج الشریعہ کا جلوہ ہوگا۔ مومن کامل کے جواہر پاروں سے آپ کی ذات ایسی مزین ہے کہ مخالفتوں کا طوفان آتا ہے اور گزر جاتا ہے، نہ پیشانی پر کوئی بل اور نہ چہرے پر کوئی اضطراب، نہ دل میں کوئی خلش، پیشانی پر وہی نور انبساط، چہرے پر وہی مسکراہٹ اور دل میں وہی قرار واطمنان کی ضیائیں ۔حضور تاج الشریعہ کی کتاب زندگی کا ہر ورق کیف آگیں اور ایسا شعور آفریں ہے کہ انہیں مژگان حیات میں سجانے اور محفوظ رکھنے کی ضرورت ہے ۔ حضور تاج الشریعہ حال اور مستقبل دونوں کے لئے آئینہ حق وہدایت ہیں اگر حال کے لوگوں کا فکری سرمایہ بچے گا تو انہیں نگینے کی روشنی سے، مستقبل کے متوالوں کا ایمانی وعملی اثاثہ داغ صلح کلیت سے بے داغ رہے گا۔ حضور تاج الشریعہ جیسی عالمی اور عبقری شخصیت پر کام کرنے کے لئے چیتے کا جگر، شاہین کا دماغ اور شیر کا حوصلہ چاہئے، میں ایک بار پھر دل کی گہرائیوں سے تمام ہمدم وہم قلم احباب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ آپ کی یہ مخلصانہ کوشش قبولیت کے عرش پر جگہ بنانے میں کامیاب ہوجائے اور ہماری ممدوح شخصیت کی حکمرانی سینوں کے قلب وروح پر تاقیامت خدایوں ہی سلامت رکھے۔



حضرت مولانا مفتی محمد اشرف رضا قادری، ممبئی

شیخ الاسلام والمسلمین، وارث علوم اعلیٰ حضرت، مظہر جمال وکمال حجۃ الاسلام، جانشین حضور مفتی اعظم، نور دیدہ حضور مفسر اعظم جلالۃ العلم والفضل، سماحۃ الشیخ علامہ مولانا الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری مدظلہ العالی اس عہد میں تفقہ فی الدین کے اس شمس عالم تاب کا نام ہے جس سے ایشیا ویورپ اور افریقہ کے اکثر ممالک روشن وفیضیاب ہو رہے ہیں ۔آپ کو بفضلہ تعالیٰ قبولیت فی الارض کا مقام حاصل ہے جہاں جاتے ہیں عقیدت مندوں کا جم غفیر امنڈ آتا ہے کہیں آنے کی خبر ملتی ہے تو ارادت مندوں کا دل کا دل جمع ہوجاتا ہے۔ بیعت وتوبہ کے لئے علما وعوام فوج درفوج سلسلے میں داخل ہوتے ہیں، آپ واقعی نمونہ سلف اور حجۃ الخلف ہیں۔

حضور تاج الشریعہ کا وجود مسلمانان عالم کے لئے حصول نور رحمت اور ذریعہ برکت ہے۔ اللہ عزوجل آپ کا ظل عاطفت اہل سنت وجماعت پر تادیر قائم ودائم فرمائے اور آپ کے صدقے ہمیں صراط مستقیم پر استقامت بخشے۔
آمین یاارحم الراحمین

۱۹؍ جمادی الاولیٰ ۷ ۱۴۳ھ



سید شاہ مصباح الحق عمادی، پٹنہ سیٹی

ہر زمانے میں اہل علم کی علمی خدمات سے عوام وخواص کو روشناس کرانے کا بہترین ذریعہ سمینار اور سمینار کے مقالوں کی اشاعت رہا ہے۔ان مقالوں کے ذریعہ صاحب سمینار کی علمی برتری، تعلیمی لیاقت، سماجی وملی کارنامے اور ان کی شخصیت کے اہم گوشے نکھر کر سامنے آتے ہیں اور یہ بڑی اچھی بات ہے کہ "الجامعۃ الرضویہ" کی جانب سے اکابرین کی شخصیت اور ان کے کارناموں پر سمینار بھی ہوئے اور کتابیں بھی شائع ہوئیں اور اب حضرت علامہ اختر رضا قادری مدظلہ العالی کی شخصیت وخدمات پر سمینار اور کتاب کی اشاعت یقینا ان کی شخصیت اور علمی کارناموں کو عوام میں روشناس کرائے گی۔

آج کل ہوتا یہ ہے کہ لوگ علما وصوفیا اور مشائخ کے علمی کارناموں کو پس پشت ڈال کر صرف ان کی کرامتوں اور ان کے مریدین ومعتقدین کی کثرت کو خوب خوب اجاگر کرتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شخصیت کی لیاقت مریدوں کی دست بوسی اور کرامتوں میں گم ہو کر رہ جاتی ہے اور لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ جن کے نام پر نعرہ لگتا ہے وہی سب سے بڑی شخصیت ہے، "الجامعۃ الرضویہ" کی کاوش لائق ستائش ہے کہ اس نے موجودہ روش سے ہٹ کر ایک نئی زمین کا انتخاب کیا اور وہ یہ کہ علمی شخصیات کی فعال زندگی کو قرطاس وقلم کی زینت بنایا جا رہا ہے تاکہ وہ مستقبل میں تحقیقی دستاویز کی حیثیت سے تاریخ میں محفوظ رہے۔جامعہ کا یہ مشربی فرض بھی تھا کہ ممدوح کی خدمات کو اجاگر کریں جس میں انہیں کامیابی ملی۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ادارے کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا کرے۔(آمین)

۹/مارچ ۲۰۱۶ء



حضرت مولانا محمد نظام الدین رضوی، چاٹگام، بنگلہ دیش

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں قادری برکاتی ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ دنیائے سنیت کی عظیم و بے مثال شخصیت تھے ایسی شخصیات زمانہ کو دیکھنے میں برسہا برس گزر جاتے ہیں۔آپ کا انتقال پر ملال عالم اسلام بالخصوص سنی دنیا کے لیے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔حضرت کی رحلت کی وجہ پورے ہندوستان میں رنج وغم کا ماحول ہے یہاں تک کہ ہندوستان کے تمام مشہور سنی علما نے اپنے اپنے تعزیت نامہ سوشل میڈیا میں عام کیے، سیاسی لیڈروں نے اظہار افسوس کیا بلکہ کثیر تعداد میں دیوبندیوں اور وہابیوں نے بھی تعزیتی نشستیں منعقد کیں۔

دیگر ممالک میں بھی حضرت کے انتقال کی وجہ سے لوگوں پر گہرا اثر ہے پوری دنیا میں ہزاروں تعزیتی مجالس منعقد ہوئیں ہمارے ملک بنگلہ دیش میں اکثر سنی مدارس و خانقاہ اور مساجد میں تعزیتی محافل ہوئیں اور تنظیموں کے ذمہ داران نے اظہار تعزیت کیا۔جن میں بنگلہ دیش کے کچھ مشہور اداروں، خانقاہوں اور تنظیموں کے نام اس طرح ہیں:

جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ، چاٹگام

مدرسہ قادریہ طیبیہ عالیہ، ڈھاکہ
الامین باریہ درس نظامی مدرسہ، چاٹگام
الامین باریہ کامل ماڈل مدرسہ، چاٹگام
مدرسہ طیبیہ اسلامیہ سنیہ، چاٹگام
مدرسہ غوثیہ عزیزیہ، ہاٹ ہزاری
مدرسہ منظر اسلام، پابنہ
خانقاہ عالیہ قادریہ سریکوٹیہ چاٹگام
خانقاہ رضویہ نوریہ، چاٹگام
خانقاہ رضویہ سبحانیہ، بھیرپ کشورگنج
اسلامک ریسرچ سینٹر، دیناج پور
اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن، بنگلہ دیش
غوث الاعظم واعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر، ڈھاکہ
اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر، پٹیہ، چاٹگام

حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ علم وعمل کے پیکر اور شریعت وطریقت کے سنگم تھے۔ اسلامی تاریخ میں اسلاف کرام اور بزرگان دین رحمہم اللہ کے جو حالات و واقعات، تقوی و پرہیز گاری، دنیا سے بیزاری کی داستانیں کتابوں میں پڑھی تھیں آج کل ان کے موجودہ نام لیوا سجادگان و مجاورین میں سے اکثر کو (الا ماشاء اللہ) اس کے برعکس پایا۔ اس سے دل کی اندر اسلاف بیزاری کا وسوسہ شیطان کی جانب سے شروع ہوا جو دھیرے دھیرے اپنی جگہ بنانے کی کوشش کررہا تھا اسی اثنا میں مرشدِ برحق وارثِ علوم اعلیٰ حضرت، نائب مفتی اعظم ہند، حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج محمد اختر رضا خاں قادری قاضی القضاۃ فی الہند علیہ الرحمہ کے سیرت و کردار، علمی وجاہت اور ایمانی رعب وغیرہ کا مشاہدہ کیا تو دل کو اطمنان کلی حاصل ہوگیا کہ یقیناً اللہ والے دلوں کی دنیا بدل دیتے ہیں۔

شہزادۂ حضور تاج الشریعہ قائد ملت حضرت علامہ مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری دام ظلہ العالی کی بارگاہ میں ہم تعزیت پیش کرتے ہیں اور ہم ہر وقت مسلک و مذہب، دین وسنیت کی خدمات کے لیے حضرت کے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے بازؤں میں مزید قوت اور حوصلوں میں مضبوطی عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حضرت کے جملہ پس ماندگان عزیز واقاریب، مریدین وخلفا اور معتقدین وتلامذہ کو صبر جمیل کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔





تعزیت نامہ

از

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ مفتی الحاج سید محمد مدنی الاشرفی الجیلانی

آستانہ عالیہ محدث اعظم ہند، کچھوچھہ مقدسہ

معتمد ذرائع سے افسردہ خبر ملی کہ امام اہل سنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شہزادے عالم اسلام کے مشہور و معروف عالم دین مفتی اختر رضا خان ازہری صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہ، جانشین حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ اس دنیائے فانی میں نہ رہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مفتی اختر رضا ازہری صاحب کی رحلت بلاشبہ علمی وروحانی دنیا میں عظیم خلا ہے جس کا پر ہونا مستقبل قریب میں نظر نہیں آتا۔ ازہری صاحب نے دین وسنیت اور رشد وہدایت کی جو خدمات انجام دی ہیں یقیناً وہ تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ازہری صاحب کے ذریعہ دین وسنیت کی راہ میں کی گئی ہر چھوٹی بڑی خدمات قبول فرمائے۔ آمین! اور ان کے شہزادے عزیز مکرم مولانا عسجد رضا خان صاحب اور دیگر پسماندگان مریدین، معتقدین اور خلفاء تمام کو اللہ رب العزت صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور اہل سنت کو بدل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

شریک غم

فقیر اشرفی وگدائے جیلانی

ابو الحمزہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

و

گدائے اشرفی

سید محمد حمزہ اشرف اشرفی کچھوچھوی

مورخہ 7 ذیقعدہ 1439ھ / بمطابق 21 جولائی 2018 بروز ہفتہ

من جانب

شیخ الاسلام ٹرسٹ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وارث علوم اعلیٰ حضرت، قائم مقام حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری میاں کل وصال فرما گئے

سے عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش پہ ماتم اٹھے وہ طیب وطاہر گیا

ازہری میاں کا وصال دنیائے سنیت کا عظیم نقصان ہے جسکی تلافی ممکن نہیں۔ حضرت والا کا خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ سے پانچ پشت کا تعلق تھا۔ والد ماجد حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ نے ازہری میاں کو جملہ سلاسل طریقت کی خلافت واجازت سے نوازا تھا۔

میں دل کی گہرائیوں سے مولوی عسجد رضا خاں صاحب، انکے اہل بیت، اہل خاندان اور جملہ احباب اہل سنت کو تعزیت پیش کرتا ہوں۔ رب ذو الجلال انکا بدل عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند تر فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین

پروفیسر سید محمد امین، خادم سجادہ درگاہ قادریہ برکاتیہ
مارہرہ شریف ضلع ایٹہ۔ ۷۔ ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ ۲۱م۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہمارے لیے یہ خبر نہایت ہی افسوس ناک ہے کہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے چشم و چراغ، معروف عالم دین و شیخ طریقت حضرت تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں صاحب از ہری قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمارے درمیان نہیں رہے۔ حضرت تاج الشریعہ کی رحلت دنیائے سنیت کا ایک عظیم نقصان ہے۔

وہ ایک متصلب عالم شریعت اور باعمل پیر طریقت تھے جن کے دم سے سنیت نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ہندوستان بے حد مضبوط تھی۔ خانوادۂ برکات خانوادۂ رضویہ کے اس غم میں صمیم قلب سے شریک ہے۔

حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ میرے والد ماجد کے بے حد چہیتے خلفاء میں سے ایک تھے اور حضرت تاج الشریعہ بھی والد ماجد کی بارگاہ میں جس نیاز مندی سے پیش آتے تھے وہ یقیناً اعلیٰ حضرت و حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے انہیں ورثہ میں ملا تھا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جانشین حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کو اپنے جوار رحمت میں خاص مقام عطا فرمائے اور ان کے ولی عہد اور تمام متوسلین، معتقدین اور محبین کو صبر جمیل کامل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

فقیر برکاتی سید شاہ نجیب حیدر نوری

سجادہ نشین

خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ

مارہرہ شریف

MARKAZU SSAQUAFATHI SSUNNIYYA
Regd. No: 134/82 Under Societies Registration Act 1860
Karanthur, Kozhikode, Kerala- India- 673 571



مركز الثقافة السنية الإسلامية
الرقم المسجل: ١٣٤/٨٢ تحت قاعدة التسجيل للمجتمعات ١٨٦٠
كانكرى، كرالا، الهند ٦٧٣٥٧١

حضور تاج الشریعہ کی رحلت ملت اسلامیہ کے لئے عظیم خسارہ

وارث علوم اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان ازہری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت عالم اسلام کے لئے عظیم خسارہ ہے۔ آپ دنیائے سنیت کے عظیم رہنما اور افکار رضا کے امین و پاسبان تھے۔ ملک کی عظیم الشان دینی وعصری اسلامی یونیورسٹی جامعہ مرکز الثقافۃ السنیہ آپ کی وفات کے غم میں شریک ہے۔ فخر ازہر تاج الشریعہ کے وصال پُر ملال کی خبر سنتے ہی پورے جامعہ میں ایک خاموشی چھاگئی، اساتذہ سمیت طلبہ بھی رنج والم کے ماحول میں ڈوب گئے۔ آپ اچھے اخلاق اور دعوت وتبلیغ کے سچے علمبردار تھے۔ آپ کی شخصیت عالم اسلام کے علمائے کرام، اور سواد اعظم اہل سنت وجماعت کے اکابر میں سے تھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ہمیں تاج الشریعہ کا نعم البدل عطا فرمائے، اور جماعت اہل سنت کو آپ کے فیوض وبرکات سے مستفیض فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

سوگوار : شیخ ابوبکر احمد

سربراہ اعلیٰ جامعہ مرکز الثقافۃ السنیہ کالی کٹ کیرالا



Mob.9838189592
Al-Majmaul Islami
المجمع الاسلامی
ملت نگر مبارکپور، اعظم گڑھ یوپی، انڈیا
MILLAT NAGAR, MUBARAKPUR-276404 AZAMGARH (U.P.) INDIA
Date...............
Ref.....

صد حیف! میر کارواں جاتا رہا

تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری کی رحلت کا غم صرف ایک خاندان، ایک شہر یا ایک ملک کا غم نہیں بلکہ ان کی جدائی پر پوری ملت سوگوار ہے۔

دنیا کے مختلف ممالک اور بے شمار خطوں میں ان کے وصال کے بعد ہی سے تعزیتی جلسوں اور فاتحہ وایصال ثواب کا سلسلہ جاری ہے۔ آج ۷/ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۱/ جولائی ۲۰۱۸ء سنیچر کی صبح کو الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور میں بھی تلاوت قرآن، ایصال ثواب اور تعزیت کی محفل دیر تک منعقد ہوئی پھر علما و طلبہ کی کثیر تعداد نماز جنازہ میں شرکت کے لیے بریلی شریف روانہ ہوگئی، اور جامعہ میں آج اور کل کی تعطیل کر دی گئی۔

میں اپنے متعلقہ تمام اداروں کی طرف سے حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے اہل خاندان کو خصوصاً اور پوری ملت کو عموماً تعزیت پیش کرتا ہوں۔ مولا تعالیٰ سب کو صبر جمیل واجر جزیل سے نوازے اور حضرت کے روحانی وعلمی فیضان سے سب کو مستفیض و مستنیر فرمائے۔

شریک غم: محمد احمد مصباحی

محمد احمد مصباحی☆

☆(۱) ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور (۲) صدر مجلس شرعی، مبارک پور (۳) نگران مجلس برکات، مبارک پور (۴) ناظم المجمع الاسلامی، مبارک پور (۵) صدر انجمن امجدیہ و مدرسہ عزیزیہ خیر العلوم، بھیرہ ولید پور ضلع مئو (۶) سرپرست مرکزی دار القراءت، ذاکر نگر، جمشید پور

مولانا مفتی محمد راحت خاں قادری

دار العلوم فیضان تاج الشریعہ، بریلی شریف

غموں کی شام آئی

۶/ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ/ ۲۰/جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ کو حضرت علامہ محمد رحمت اللہ صدیقی، مدیر اعلیٰ پیغام رضا ممبئی ہمارے یہاں مہمان تھے، گزرے ہوئے کل (جمعرات کے دن) ظہر کے بعد سے لے کر ہم لوگ (حضرت علامہ محمد رحمت اللہ صدیقی، مدیر اعلیٰ پیغام رضا ممبئی، حضرت علامہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری، جامعہ رضویہ پٹنہ اور راقم محمد راحت خاں قادری) رات کو ساڑھے گیارہ بجے تک رضا نگر سوداگران مرشد کی گلیوں میں ایک ساتھ رہے اس دن حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی طبیعت میں افاقہ تھا اور عین مغرب کی اذان کے وقت حضرت اسپتال سے گھر تشریف لا چکے تھے۔ جانشین حضور تاج الشریعہ حضرت مفتی محمد عسجد رضا خان قادری دامت برکاتہم العالیہ سے ہم لوگوں کی تین ملاقاتیں مرکزی دار الافتا میں ہوئیں اور مختلف مسائل پر گفتگو بھی ہوئی تھی ہم لوگ وہاں سے کل کو دوبارہ حاضر ہونے کے قصد سے رخصت ہو گئے۔

سید الایام جمعہ کا مبارک دن تھا جو معمول کے مطابق گزر چکا تھا، مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد فوراً دیار مرشد میں حاضر ہونے کا پہلے سے ہی قصد تھا بعد عصر تقریباً مغرب سے آدھا گھنٹہ قبل مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی صاحب نے حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم نشتر فاروقی ایڈیٹر ''ماہ نامہ سنی دنیا'' بریلی شریف کو فون کر کے خیریت معلوم کی اور بعد مغرب اپنے حاضر ہونے کی خبر دی انھوں سب کی خیریت بتائی اور کہا تشریف لائیں ہم منتظر ہیں۔ لیکن ہمیں کیا معلوم تھا کہ آج کی شام ہمارے لیے دوسری شاموں کی طرح نہیں ہے بلکہ آج کی شام تو رنج وغم کی شام ہے، جی ہاں کسی کو خبر نہیں تھی کہ آج کی شام عالم اسلام پر غموں کا ایسا سیلاب آجائے گا۔

ہم لوگوں نے نماز مغرب باجماعت ادا کی جیسے ہی نماز پڑھ کر اپنے کمرے میں داخل ہوئے تو سب سے پہلا فون ''محترم محمد امین رضا خاں تحسینی'' کا آیا جو مجھ سے یہ کہہ رہے تھے کہ: ''لوگ حضور تاج الشریعہ دام ظلہ کے متعلق جھوٹی خبریں بہت اڑا رہے ہیں جس سے مریدین و معتقدین ڈر جاتے ہیں حضور عسجد میاں صاحب سے عرض کر کے اس سے متعلق سوشل میڈیا پر اعلان جاری کروا دیجئے تا کہ لوگ افواہوں سے پریشان نہ ہوں''۔ میں نے کہا ہم لوگ تو دیار مرشد میں جا ہی رہے ہیں حضرت سے عرض کر دیں گے ابھی ان کا فون کٹ نہیں پایا تھا کہ فونوں کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو گیا ابتداء میں تو دو چار لوگوں کو سختی سے منع کیا جب فون آنے کی کثرت ہوئی تو راقم (محمد راحت خاں قادری) مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی کے ساتھ

فوراً حضرت کے دولت کدہ کا قصد کر کے نکلا اب دل کی دھڑکنیں تیز ہو چکی تھیں طرح طرح کے خیالات آرہے تھے لیکن ان تمام باتوں کو جھوٹی افواہیں سمجھ کر نظر انداز کر رہا تھا کچھ آگے بڑھے تو روڈوں پر ٹوپی والے لوگوں کی کثرت نظر آنے لگی جس سے تشویش میں اور اضافہ ہوا یہاں تک کے جب ہم بڑے بازار قطب خانہ روڈ پر پہنچے تو روڈ جام کی کیفیت اختیار کر چکا تھا حضرت کے گھر سے کافی دور بائک کھڑی کر کے حضرت کے دروازے پر پہنچے تو اب پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی ہر ایک کے غم گین اور مرجھائے ہوئے چہرے کسی عظیم حادثہ کی خبر دے رہے تھے وہاں سے ایک دو افراد سے تصدیق کے بعد فوراً واپسی کا قصد کیا، اب تو روڈ سے پیدل چلنا بھی دشوار تھا بہر حال دیکھتے ہی دیکھتے حضرت کے مریدین و معتقدین، اعزا و اقربا اور خلفا و تلامذہ سے بریلی کی گلیاں اور سڑکیں بھر گئیں حضرت تو اس شعر کا مصداق بن کر ع

اختر قادری خلد میں چل دیا
خلد وا ہے ہر اک قادری کے لیے

وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے انا للہ و انا الیہ رجعون۔ اور ہم غلاموں کو روتا بلکتا غمگین چھوڑ گئے۔

''مغرب سے قبل حضرت نے دلائل الخیرات شریف سنی اور پڑھی، چائے نوش فرمائی، حاجت سے فارغ ہوئے، خادمان کو وضو کروانے کا حکم دیا ان تمام چیزوں سے فارغ ہونے کے بعد بستر پر لیٹ گیے اپنے ہاتھ، پیروں کو سیدھا کیا مؤذن نے مغرب کی اذان پڑھنا شروع کی حضرت نے بھی اللہ اکبر اور اللہ، اللہ کی صدائیں بلند فرمائیں اور روح مبارک قفص عنصری سے پرواز کر گئی''۔ (بروایت شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت مفتی عسجد رضا خاں قادری، حضرت مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی)

جمعہ کے دن ۶؍ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ/ ۲۰؍ جولائی ۲۰۱۸ء تاریخ تھی حضرت کا انتقال چونکہ جمعہ کا دن گزار کر غروب آفتاب کے بعد ہوا ہے اور چاند کی تاریخ غروب آفتاب کے بعد بدل جاتی ہے اس لحاظ سے حضرت کے وصال پر ملال کی تاریخ ۷؍ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ تھی۔ اس حادثہ سے مریدین و معتقدین غم سے نڈھال رہے تو شہزادۂ تاج الشریعہ دام ظلہ کا کیا حال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے جملہ پس ماندگان، مریدین، معتقدین، محبین، خلفا و تلامذہ، احبا و اقربا کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت کے درجات کو بلند فرمائے۔ اور ان کے روحانی فیضان سے ہمیں مالا مال کرے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

سراپا تصویر غم
محمد راحت خاں قادری

Indian Students' Union, Egypt  اتحاد طلبة الهند بمصر

وفاة الإمام الرباني، المفتي الأعظم بالهند، الشيخ تاج الشريعة الأزهري

١/٢/١٩٤٣م–٢٠/٧/٢٠١٨م

اتحاد طلبة الهند بمصر يخبركم بغاية الحزن والألم بأن فضيلة الشيخ الإمام العلامة المفتي محمد أختر رضا خان القادري الحنفي الأزهري الهندي المعروف بـ"تاج الشريعة" حفيد الإمام أحمد رضا خان القادري الحنفي -رضي الله تعالى عنهما- انتقل إلى جوار رحمة الله سبحانه وتعالى، بتاريخ: ٢٠/٧/٢٠١٨م على الساعة السابعة والنصف مساء يوم الجمعة المباركة (بتوقيت الهند)، في مسقط رأسه بريلي الهند. إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ.

توفي الإمام (٢٠/٧/٢٠١٨م) وكان ابن أربع وسبعين سنة، وسبعة أشهر، وعشرين يوما.

وجدير بالذكر بأنّ الراحل كان من الأزهريين القدامى، تعلم في "جامعة الأزهر الشريف" بالقاهرة في الفترة ما بين ١٩٦٣م إلى ١٩٦٦م، وتخصص في الحديث والتفسير، وتخرج من كلية أصول الدين بارعا في الأحاديث والتفاسير وعلومها، و كان من عباقرة أهل السنة والجماعة في الديار الهندية، سعى سعيا حثيثا في نشر الإسلام والدين في أنحاء العالم، وإنّ وفاة الشيخ تعد خسارة كبيرة في المجال العلمي والروحي في الهند خاصة وفي خارجها عامة.

فيتقدم الاتحاد لطلبة الهند بمصر بخالص العزاء لأسرة هذا الراحل الرباني سائلا المولى -عز وجل- أن يرفع درجاته، ويتغمده بواسع رحمته، وأن يسكنه فسيح جناته مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن أولئك رفيقا.

اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه وأكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد، ونقه من الخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس وأبدله دارا خيرا من داره وأهلا خيرا من أهله، وأدخله جنة الفردوس الأعلى وأعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار بالمصطفى الكريم -صلى الله عليه وسلم-.

اللهم احفظ أولاده، وأهل بيته، وجميع أحبابه، ومريديه، وتلاميذه، وأقاربه من كل سوء ومن حسد الحاسدين من الإنس والجن. اللهم تقبل دعاءنا بالمصطفى الكريم -صلى الله عليه وسلم- آمين يا أكرم الأكرمين.

اتحاد طلبة الهند بمصر



رئيس الاتحاد

محمد مبارك حسين

محمد مبارک حسین ٢١/٧/٢٠١٨م

رقم التسجيل ايس/١٢٣٠

المنظمة العالمية
لخريجي الأزهر الشريف
فرع الهند (دلهي الجديدة)
نيو دلهي الهند



Registration No..S/1230
World Organization for Al-Azhar Graduates
Branch In India (New Delhi)
Office :M-106 Ground floor Abul Fazl Enclave Part 1, Jamia Nagar New Delhi 110025 India

Date......20-...7...2018.........

Ref:...... ....

فرع المنظمة العالمية لخريجي الأزهر الشريف بالهند

ينعى تاج الشريعة الشيخ أختر رضا خان القادري الأزهري أحد أبناء الأزهر القدامى .

ينعى فرع المنظمة العالمية لخريجي الأزهر الشريف بالهند بمزيدٍ من الرضا بقضاء الله وقدره العالم الكبير الجليل القاضي والمعروف بتاج الشريعة الشيخ أختر رضا خان القادري الأزهري الذي توفي اليوم في الساعة السابعة والنصف مساء في مسقط رأسه بريلي باترابراديش الهند

وقال مسؤول الإعلام بفرع المنظمة بالهند ونائب الأمين العام الأستاذ فضل الرحمن الأزهري في بيان له أنّ التاريخ سيذكر عالم الهند الرباني الجليل بكل اعتزازٍ وتقديرٍ لإثرائه الحياة العلمية في الهند و شبه القارة الأسيوية بمنجزاته العلمية والدعوية والروحية وبما قدّمه للعلوم الدينية من روائع الخدمات .

وقال رئيس فرع المنظمة العالمية لخريجي الأزهر الشريف بالهند الأستاذ الدكتور محمد مبين سليم الأزهري أستاذ بجامعة علي جراه خلال تقديمه العزاء الواجب إلى جميع الأزهريين خاصة في أنحاء الهند أصالة عنه ونيابة عن الفرع إن وفاة العلامة الشيخ أختر رضا خان القادري الأزهري تعد خسارة كبيرة في المجال الديني والعلمي والروحي وفي الهند خاصة في فترة عصيبة تمر بها الأمة الإسلامية الهندية ،من الجدير بالذكر أن الراحل كان من الأزهريين القدامى في الهند وممن كان له صيت حسن في العالم الإسلامي والعربي .

وفرع المنظمة العالمية لخريجي الأزهر الشريف بالهند ، إذ ينعى العالم الجليل ، فإنه يتقدّم بخالص العزاء لأسرة الراحل (، سائلًا الله –تعالى- أن يتغمّده بواسع رحمته، وأنْ يسكنه فسيح جنّاته، وأنْ يُلهم أهله وذويه الصبر والسلوان. "إنَّا لِلّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعونَ".



أ.د. محمد شهاب الدين الأزهري
أمين عام لفرع المنظمة بالهند
مكتب الفرع بالهند نيو دلهي

Contact no.. +91-7004847829 / E mail add: waag.indianbranch@gmail.com / Website : www.waag-azhar.org/in/



نوری دار الافتاء دار العلوم نوری
محلہ نوری نگر، ۳۱۹، گدڑہوا، ضلع بلرام پور، یوپی پن ۲۷۱۲۰۱
NOORI DARUL IFTA DARUL ULOOM NOORI
Regd. No. 39864
Moh. (Noori Nagar) 319, Gadurahwa, Distt. Balrampur-271201 (U.P.), Mob.: 9838599786

Ref. No.

Date 21/07/2018

باسمہ تعالیٰ جَلَّ شانُہٗ

نحمدہ تعالیٰ و نصلی و نسلم علی حبیبہ وعلی کل من والاہ

مخدوم زادہ ذی فضل جناب مولانا عسجد میاں زید فضلکم السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ

انا للہ وانا الیہ راجعون عسیٰ ربنا ان یبد لنا خیرا منھا انا الیٰ ربنا راغبون

یہ سانحہ نہ صرف آپ اور ہم بلکہ اہلسنت کے لئے اندوہ گیں ہے۔ مولیٰ تعالیٰ والد ماجد کو اپنی رحمت مرحمت اور لقاء بارضا کرامت فرمائے اور آپ کو صبر موفور الاجر دے اور تا حیات دراز امام اہلسنت قدس سرہٗ کی تعلیمات کا مظہر و مظہر کرے جس کے صلہ میں حیات جاودانی اور عقبیٰ کی کامرانی نصیب ہو امین و بمثلہ لنا وللمسلمین بجاہ النبی الامین مولا ی صل وسلم وبارک علیہ وعلیٰ کل من انتمیٰ الیہ الیٰ یوم الدین والحمد للہ رب العالمین

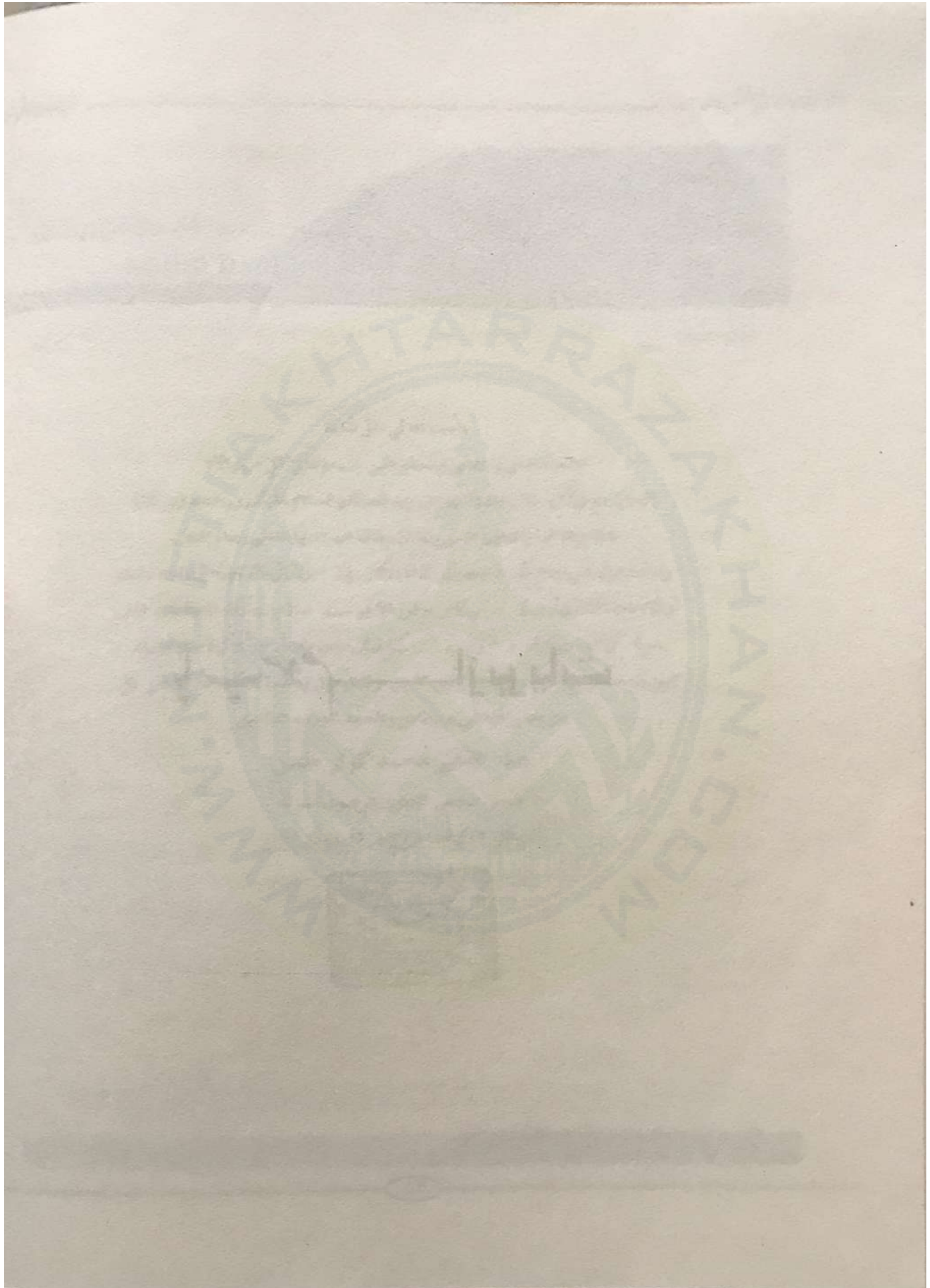
فقط الفقیر محمد کوثر حسن

السنی الحنفی القادری الرضوی غفرلہ

شب شنبہ ۶ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ ۲۱ جولائی ۲۰۱۸ء



باب سوم ـــــــ ازہریات



حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا مفتی
محمد اختر رضا خان ازہری علیہ الرحمہ

چلتی ٹرین میں فرض وواجب کی ادائیگی کا شرعی حکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وآلہ وصحبہ الکرام اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین

زیر نظر مقالہ ''چلتی ٹرین میں نماز کی ادائیگی'' کے بارے میں ایک فیصلے سے متعلق ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ چلتی ٹرین پر فرض وواجب حقیقی وحکمی ادا ہوجائیں گے بعد میں اعادے کی حاجت نہیں، اعلی حضرت قدس سرہ نے منع من جہۃ العباد کے سبب انگریزوں کے دور میں چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائیگی درست نہ ہونے کا جو حکم دیا تھا وہ اُس دور کے لحاظ سے تھا اور فیصلے میں مندرج حکم بزعم خود اعلی حضرت کی عبارت کے مفہوم مخالف سے نکالا اور یہ دعوی کیا کہ چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائے گی صحیح ہے، یہ خود تصریحات اعلی حضرت سے ثابت ہے۔

فیصلے کی نقل درج ذیل ہے، پہلے اسے بغور پڑھ لیں، پھر میری تجزیاتی تحریر وتنقیحی مضمون کا مطالعہ کریں، انشاء اللہ تعالی میرے مختصر مقالے سے ان کے استدلال کی کمزوری اور ان کے دعوؤں کا حال آشکار ہوجائے گا، اور یہ بات اظہر من الشمس ہوجائے گی کہ اعلی حضرت قدس سرہ نے جس بنیاد پر اپنے دور میں چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائیگی سے متعلق عدم جواز کا فتوی صادر فرمایا تھا وہی بنیاد اب بھی برقرار ہے، اس لئے وہی حکم اب بھی برقرار رہے گا۔ بنیاد کی تبدیلی کے بغیر حکم کو بدلنا ضرور اعلی حضرت کی مخالفت، اور تصریحات اعلی حضرت کے خلاف ہے۔

متفقہ فیصلے:

چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازیں جائز وصحیح ہیں، یہ خود فتاوی رضویہ سے ثابت ہے۔

دوسری، تیسری، چوتھی نشست: ۶/ ۷/ رجب ۱۴۳۴ھ، ۱۸/ ۱۷/ مئی ۲۰۱۳ء، شنبہ، یک شنبہ اجمالی فیصلہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدًا ومصلیا

اس بات پر جملہ مندوبین کرام کا اتفاق ہے کہ موجودہ ریلوے نظام کے تحت چلنے والی ٹرینوں میں جب وہ چل رہی ہوں اس وقت بھی فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی جائز وصحیح ہے اور بعد میں ان کا اعادہ نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

اس پر تمام مندوبین نے دستخط ثبت فرمائے۔ پھر بعد میں ذرا تفصیل کے ساتھ یہ فیصلہ یوں تحریر ہوا:

تفصیلی فیصلہ: مجلس شرعی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

کے بیسویں فقہی سیمینار۔ (منعقدہ ۶/ ۷/ ۸/ رجب ۱۴۳۴ھ ۱۷/ ۱۸/ ۱۹/ مئی، جمعہ، سنیچر، اتوار، بمقام جامعۃ البرکات علی گڈھ)

چلتی ٹرین پر فرض نمازوں کا حکم: اس عنوان کے تحت سوال نامہ میں یہ تفصیل دی گئی کہ فرض اور واجب حقیقی یا حکمی کی ادائیگی صحیح ہونے کے لئے زمین یا تابع زمین پر استقرار اور اتحاد مکان (تمام ارکان کی ایک جگہ ادئیگی) شرط ہے ۔مگر جب کوئی مانع درپیش ہو تو حکم بدل جاتا ہے۔ اگر یہ مانع یا عذر سماوی ہے تو دونوں شرطوں کے فقدان کے باوجود فرض وواجب کی ادائیگی صحیح ہوگی اور بعد میں اس نماز کا اعادہ بھی نہیں۔لیکن مانع اگر ایسا ہے جو کسی بندے کی جانب سے ہے اور وہ براہ راست یا بطور سبب قریب صحیح طریقے پر ادائے نماز سے روک رہا ہے تو حکم یہ ہے کہ بحالت مانع جیسے ممکن ہو نماز پڑھ لے پھر بعد میں اس کا اعادہ کرے۔

چلتی ٹرین میں استقرار علی الارض کی شرط مفقود ہے۔ ہاں اگر ٹرین رکی ہوئی ہو تو وہ تخت کی طرح زمین پر مستقر ہے اور اس پر نماز صحیح ہے] چلتی ٹرین میں استقرار سے مانع براہ راست بندہ ہے یا یہ بندے کے اختیار سے نکل کر مانع سماوی قرار پاچکا ہے؟ بصورت اول چلتی ٹرین میں ادائیگی کے بعد اعادہ واجب ہے، بصورت دوم ادائیگی کے بعد اعادہ نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے ۱۹۲۱ء میں یہ لکھا تھا کہ ”(ریل) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جھۃ العباد ہوا۔ اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے“۔

[فتاوی رضویہ ج: ۳، ص: ۴۴، سنی دار الاشاعت مبارکپور]

بھارتیہ ریلوے کی تاریخ اور ریلوے نظام کی تبدیلی کا جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ آزادی ہند سے پہلے کچھ پرائیویٹ کمپنیاں ٹرین چلاتی تھیں، یہ ریلوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خود مختار ہوتی تھیں، ان کمپنیوں نے انگریزوں کے دور میں ان کے کھانے وغیرہ کے لئے ٹرین روکنے کی رعایت رکھی تھی اور مسلمانوں کی نماز کے لئے یہ رعایت نہ رکھی تھی اس لئے نمازی اس پر مجبور تھے کہ یا تو ٹرین رکنے پر فرض وواجب ادا کریں یا چلتی ٹرین پر پڑھیں، چلتی ٹرین پر پڑھنے میں استقرار کی شرط مفقود ہوتی اور اس سے مانع یہ پرائیویٹ کمپنیاں تھیں، جنھوں نے اپنے نظام میں مسلمانوں کی رعایت نہ رکھی اس لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اسے منع من جھۃ العباد قرار دے کر حسب امکان ادائیگی پھر بعد میں اعادہ کا حکم دیا۔

آزادی کے بعد ریلوے نظام پرائیویٹ کمپنیوں کے ہاتھ سے نکل کر خود حکومت کے ہاتھوں میں آگیا۔ حکومت نے منزل تک جلد پہونچانے اور مسافروں کی راحت رسانی کے خیال سے ایسی ٹرینیں چلائیں جن میں اسٹاپ کم سے کم ہو اور مسافروں کی بشری ضروریات کی فراہمی خود ٹرین میں مکمل کرنے کی کوشش کی۔ اب جہاں کہیں ٹرینیں رکتی ہیں تو سب کے لئے، جہاں نہیں رکتی تو کسی کے لئے نہیں۔ یہ صورت حال زمانۂ اعلیٰ حضرت کے حال سے مختلف ہے اس لئے آج حکم بھی مختلف ہوگا، جب ٹرین کسی فرد یا قوم یا

جماعت کے خاص کام کے لئے نہیں روکی جاتی تو خاص نماز سے روکنے کا فاعل ریلوے محکمہ کو قرار نہیں دیا جاسکتا، کم از کم اتنا ضرور ماننا ہوگا کہ وہ منع نماز کا نہ مباشر ہے نہ اس کا سبب قریب۔ اس لئے یہ منع اب منع من جھۃ العباد نہ رہا۔

اس کی ایک دلیل خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی مذکورہ بالا عبارت ہے۔ اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک مفہوم مخالف نصوص کتاب وسنت میں اگر چہ معتبر نہیں مگر عبارت فقہاو کلام علما میں ضرور معتبر ہے۔

"(ٹرین) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جھۃ العباد ہوا۔"

(فتاوی رضویہ، ج:۳، ص:۴۴، سنی دار الاشاعت مبارکپور)

اس عبارت سے واضح ہے کہ اول کے لئے روکنے اور دوم کے لئے نہ روکنے کے سبب منع من جھۃ العباد ہونے کا حکم ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہوا کہ "اگر دونوں کے لئے روکی جائے تو سرے سے منع ہی نہیں اور اگر دونوں کے لئے نہ روکی جائے تو منع من جھۃ العباد نہیں۔"

خود اسی عبارت سے مفہوم ومستفاد ہوا کہ اب ٹرین چوں کہ کسی فرد یا افراد کے کام کے لئے نہیں روکی جاتی تو منع من جھۃ العباد نہ رہا لہذا چلتی ٹرین پر ادائے نماز کے بعد اعادۂ نماز کا حکم بھی نہ رہا۔

دوسری دلیل: فتاوی رضویہ جلد اول (ص:۶۱۴) میں پانی سے عجز کی ۱۷۵/صورتوں کے ذکر اور جواز تیمم کے بیان میں صورت نمبر ۶۰ کے تحت ہے: اگر اتر کر پانی لانے میں مال جاتے رہنے کا خوف ہو تو اعادہ بھی نہیں۔ اور یہ نمبر ۳۴ ہے،

(نمبر ۳۴ یہ ہے: مال پاس ہے اپنا خواہ امانت اور پانی پر ساتھ لے جانے کا نہیں، نہ یہاں کوئی محافظ، اگر پانی لینے جائے تو اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ جبکہ وہ مال ایک درم سے کم نہ ہو، ص:۶۱۳) اور اگر ریل چلے جانے کا اندیشہ ہو جب بھی تیمم کرے اعادہ نہیں۔ یہ نمبر آئندہ کے حکم میں ہے۔ (نمبر آئندہ یہ ہے:)

نمبر ۶۱ پانی میل سے کم مگر اتنی دور ہے کہ اگر یہ وہاں جائے تو قافلہ چلا جائے گا اور اس کی نگاہ سے غائب ہو جائے گا۔ (ص:۶۱۴)

کتب فقہ میں یہ صراحت ہے کہ جن اعذار کی وجہ سے تیمم جائز ہے ان کی وجہ سے چلتی سواری پر نماز بھی جائز ہے تو اتر کر نماز پڑھنے میں اگر مال جانے یا ٹرین چلی جانے کا اندیشہ ہو تو بھی چلتی ٹرین پر نماز جائز ہے اور اعادہ نہیں۔ قافلہ چھوٹ جانے یا نگاہ سے غائب ہو جانے کے باعث نمازی کو جو پریشانی ہوتی وہ مال جانے یا ٹرین چھوٹنے میں بھی ہے اس لئے یہاں بھی جواز بلا اعادہ کا حکم ہے۔ یہ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصریحات بالا سے واضح ہے۔

الحاصل: موجودہ حالات میں چلتی ٹرین پر سنن ونوافل کی طرح فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی بھی صحیح ہے اور ان کا اعادہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: چلتی ٹرین پر کسی نے اول وقت، یا درمیان وقت میں نماز پڑھ لی جبکہ اسے امید ہے کہ آخر وقت تک ٹرین رکے گی اور اسے زمین پر اتر کر یا رکی ہوئی ٹرین پر نماز

پڑھنے کا موقع مل جائے گا تو اس کی پڑھی ہوئی نماز ادا ہوئی یا نہیں؟

جواب: ایسے شخص کی نماز صحیح ہے، اسے بعد میں دہرانے کی حاجت نہیں، کیوں کہ نماز کا وقت نماز کے لئے "ظرف" ہے "معیار" نہیں، اور نماز کا سبب اس کے وقت کا وہ حصہ ہے جو نماز کی ادائیگی سے متصل ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ کی کتابوں میں اس کی صراحت موجود ہے تو اس نمازی نے سبب پائے جانے کے ساتھ نماز ادا کی اور چوں کہ عذر سماوی کی بنا پر بعض شرائط کی تکمیل سے قاصر تھا اسلئے اسکی نماز ہوگئی اور اعادہ کی حاجت نہیں کیوں کہ نمازی، نماز کے ارادہ اور آغاز ادا کی حالت کے اعتبار سے ہی شرائط وارکان کی ادائیگی کا مکلف ہوتا ہے اور اس نے اپنی موجودہ قدرت کے اعتبار سے نماز ادا کرلی ہے۔ البتہ اس کے لئے نماز کو آخری وقت تک موخر کرنا مستحب ہے۔ اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ مسافر کو جب آخری وقت تک پانی ملنے کا یقین یا ظن غالب ہو تو اسکے لئے تیمم کو آخری وقت تک موخر کرنا مستحب ہے، واجب نہیں لہذا اگر وہ آخری وقت کا انتظار کئے بغیر اس سے پہلے ہی تیمم کر کے نماز پڑھ لے تو نماز صحیح ہے۔ اور وقت کے اندر پانی مل جانے کے بعد اس کو وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں۔ ردالمحتار میں ایسا ہی ایک دوسرا مسئلہ بھی ہے۔ (ملاحظہ ہو تنویر الابصار، درمختار، ردالمحتار باب التیمّم۔ ج:۱ص:۳۷۰، دار احیاء التراث العربی۔ بیروت، باب الوتر والنوافل، ج:۲، ص:۴۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت طبع ثانی) [نقل فیصلہ مجلس شرعی مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ شمارہ جولائی ۲۰۱۳ء]

قولہ: اس کی ایک دلیل خود اعلی حضرت قدس سرہ کی مذکورہ بالا عبارت ہے۔ اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک مفہوم مخالف نصوص کتاب وسنت میں اگرچہ معتبر نہیں مگر عبارت فقہا وکلام علما میں ضرور معتبر ہے "(ٹرین) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جھۃ العباد ہوا"۔

[فتاوی رضویہ ج:۳، ص:۴۴، سنی دارالاشاعت مبارکپور]

اس عبارت سے واضح ہے کہ اول کے لئے روکنے اور دوم کے لئے نہ روکنے کے سبب منع من جھۃ العباد ہونے کا حکم ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہوا کہ "اگر دونوں کے لئے روکی جائے تو سرے سے منع ہی نہیں اور اگر دونوں کے لئے نہ روکی جائے تو منع من جھۃ العباد نہیں" خود اسی عبارت سے مفہوم ومستفا ہوا کہ اب ٹرین چوں کہ کسی فرد یا افراد کے کام کے لئے نہیں روکی جاتی تو منع من جھۃ العباد نہ رہا"

[متن فیصلہ مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۲۰۱۳ء۔]

اقول: مفہوم مخالف کی طرف اتنی جلدی کیوں دوڑے، اس عبارت کا ایک مفہوم وہ بھی تو ہے جو ذہن کی طرف سبقت کرتا ہے نفس جس کو فوراً قبول کرتا ہے اس متبادر مفہوم کا نام مفہوم موافق رکھئے، اور وہ یہ ہے کہ ٹرین روکنا اس محکمہ کے اختیار میں تھا تو انگریزوں کے معمولی کام کے لئے ٹرین روکتے تھے اور مسلمانوں کے اہم دینی فریضے کے لئے ٹرین نہیں روکتے تھے، مفہوم موافق کے ہوتے مفہوم مخالف پر عمل کی کس نے ٹھہرائی؟ یہی صورت آج بھی موجو

دہے یعنی ٹرین کا روکنا اپنے اختیار میں ہے، قانون اسی اختیار سے بنے ہیں، نماز کے لئے ٹرین نہ روکنا اسی اختیار سے ناشی ہے یہ نہیں کہ ٹرین کوئی شریر چوپایہ ہے جسے اپنے قابو میں کرنا دشوار ہے، منع من جھۃ العبد ہونے کے لئے یہ کب ضروری ہے کہ خاص فرد یا افراد کے حق میں ممانعت ہو، اگر ممانعت عام ہو تو منع من جھۃ العبد نہ رہے گا؟ کتب اصول سے یہ دکھایا جائے کہ منع عام اگر چہ من جھۃ العبد ہو عذر مکتسب نہ ٹھہرے گا بلکہ عذر سماوی ہو جائے گا۔ فتاوی رضویہ میں یہ عبارت بھی تو تھی "ریل میں ہے اور اس درجے میں پانی نہیں اور دروازہ بند ہے (اور کوئی کھولنے نہیں دیتا لہذا پانی کے لئے اترنے پر قدرت نہیں۔ ازہری غفرلہ) تیمم کرے لانہ کالمحبوس فی معنی العجز، مگر ۵۶/ سے یہاں تک ان پانچوں صورتوں میں جب پانی پائے طہارت کر کے نماز پھیرے لان المانع من جھۃ العباد اور اگر اتر کر پانی لانے میں مال جاتے رہنے کا خوف ہو تو اعادہ بھی نہیں اور یہ نمبر ۳۴/ ہے اور اگر ریل چلے جانے کا اندیشہ ہو جب بھی تیمم کرے اور اعادہ نہیں یہ نمبر آئندہ کے حکم میں ہے۔(۱/ ۶۱۴)

نمبر ۳۴/ اور نمبر آئندہ کی صورتیں ذکر کیں اس عبارت کو کیوں نظر انداز کر گئے" دروازہ بند ہے" اس وجہ سے جو دقت درپیش ہے کیا صرف ایک فرد خاص کو ہے باقی ضرورت مندوں کو دقت درپیش نہیں؟ ظاہر ہے کہ دوسروں کو بھی اس سے دقت ہو سکتی ہے؟ تو یہ دوسروں کے حق میں بھی مسلمان ہو خواہ کافر عام دقت کا باعث ہے، تو کیا اس وجہ سے عذر سماوی ہو جائے گا؟ عام دقت نہ سہی، اسی فرد خاص کے حق میں دقت سہی؟ مگر یہ کہاں ہے کہ منع من جھۃ العبد جب بھی ہو گا جب ایک فرد خاص یا چند افراد کے حق میں ہو اور اگر آدمی اپنے اختیار سے عام ممانعت کرے تو منع سماوی ہو جائے گا یہ محتاج نقل ہے اس پر صریح جزیہ درکار ہے بالفاظ دیگر دروازہ کسی فرد خاص کے لئے بند نہ کیا گیا بلکہ ڈبے میں موجود عام افراد پر دروازہ بند کیا گیا جیسا کہ ظاہر ہے تو کیا آپ کے طور پر یہ سرے سے مانع من جھۃ العبد نہ ہو گا، لہذا تیمم سے جو نماز پڑھی اس کے اعادے کی ضرورت نہ ہو گی، یا اعادہ ضروری ہو گا، بر تقدیر ثانی خاص نمازی کے حق میں کیا منع من جھۃ العبد نہیں، اس کے حق میں یہ منع، عام ممانعت سے آیا؟ آپ کی طرف سے اس کو تسلیم کئے جانے کا حاصل کیا یہ نہیں کہ منع من جھۃ العبد براہ راست کسی فرد خاص کے حق میں ہو یا یہ ممانعت بندے کی طرف سے عام ممانعت کے ضمن میں آئے بہر حال منع من جھۃ العبد ہے اگر یہ حاصل ہے اور ضرور یہی حاصل ہے تو انگریزوں کے زمانے اور آج کے زمانے میں فرق کا کیا حاصل، اور خاص ایک فرد کے حق میں یا چند افراد کے حق میں ممانعت اور عام ممانعت کیا مفید؟ بالآخر یہ عام ممانعت خاص مسلمانوں کے اہم دینی فریضے میں کیا خلل انداز نہیں؟ اور ان کو بروجہ صحیح نماز ادا کرنے سے مانع نہیں؟ ہے، اور ضرور ہے۔

فانهدم البناء وزالت التفرقة فالحكم هو هو سواء بسواء۔

بر تقدیر اول اگر فتاوی رضویہ میں مذکور یہ حکم آپ کو تسلیم

نہ تھا تو اس سے کیوں کنّی کاٹ گئے؟ کیوں نہیں اس کو ذکر کیا ؟اور اس کو ذکر کرنے کے بعد دلیل سے اس کو رد کیوں نہ کیا؟ (خیالی) مفہوم مخالف کے پیچھے تو اس لئے پڑے کہ منع خاص وعام کا تفرقہ ٹھہرا کر تغیر زمانہ کی بنا پر یہ جما دیں کہ اب اس زمانے میں حکم بدل گیا ہے۔ ذرا اعلی حضرت کی عبارت پر غور کیجئے، اعلی حضرت فرماتے ہیں: ''انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جھۃ العباد ہوا اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے''۔ (فتاوی رضویہ، ج:۳، ص:۴۴)

اب بتایا جائے ''تو منع من جھۃ العباد ہوا'' کا تعلق اقرب مذکور سے ہے جو بلا فصل اس سے لگا ہوا ہے یعنی ''نماز کے لئے نہیں (روکی جاتی)'' کہ جملہ اخیرہ ''تو منع من جھۃ العباد ہوا'' سے مرتبط اور متصل ہے یا جملہ ''تو منع من جھۃ العباد ہوا'' کا تعلق ابعد مذکور سے ہے جس کے درمیان ''نماز کے لئے نہیں (روکی جاتی)''، فاصل ہے۔ بر تقدیر ثانی ابعد مذکور کو اختیار کرنے کی کیا وجہ؟ حالاں کہ جملہ ''نماز کے لئے نہیں (روکی جاتی)'' اس کو منفصل کر رہا ہے کیا ان دونوں جملوں میں یعنی ''انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے'' اور ''منع من جھۃ العباد ہوا'' میں کوئی ربط ہے؟ اگر ہے تو بالدلیل واضح کیا جائے، پھر ''نماز کے لئے نہیں (روکی جاتی)'' کہہ کر متصلا فرمایا'' تو منع من جھۃ العباد ہوا'' کیا اس کا حاصل یہ نہیں کہ نماز کے لئے نہ روکنا یہی منع من جھۃ العباد ہے اور اختیار عبد سے یہ ناشی ہے جس طرح انگریزوں کے کھانے کے لئے روکنا اختیار عبد سے ناشی ہے تو یہ دونوں یعنی (۱) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکتے ہیں، (۲) نماز کے لئے نہیں (روکتے)، دونوں ایک علت کے معلول ہیں اور وہ اختیار عبد ہے یہ نہیں کہ انگریزوں کے کھانے کے لئے روکتے ہیں یہ منع من جھۃ العباد میں تفصیل وتقیید کا فائدہ دے رہا ہے نہ ہرگز یہ مفہوم ہے کہ خاص نماز کے لئے نہیں روکتے، تو یہی صورت اختیار عبد سے ناشی ہے اور بالخصوص یہی منع من جھۃ العباد ہے، یہ اختیار عبد سے ناشی ہے دونوں کے لئے ٹرین نہ روکی جائے تو اب معاملہ اختیار عبد سے باہر ہو گیا اور منع سماوی ہو گیا یہ اس عبارت کا ہرگز مفہوم نہیں تو سرے سے مزعوم مفہوم مخالف جس پر اس خیال کی بنا رکھی متحقق ہی نہیں بر تقدیر تسلیم یہ مفہوم متعین نہیں کہ دوسرا مفہوم اس کا مزاحم ہے، اب جب کہ متعین نہیں مزاحم موجود ہے تو بلا دلیل ایک مفہوم کو متعین کرنا کیا معنی؟ پھر مفہوم جبکہ مختلف ہیں تو کیا وہ مفہوم لیا جائے گا جو مفہوم موافق کا معاند اور یکسر اس کا رافع ہو یا وہ مفہوم لیا جائے جو مفہوم موافق کے مساعد اور اس کے ساتھ رواں دواں ہو؟ اگر شق اول مختار ہو تو اس دعوے کو مبرہن کیجئے اور اس صورت میں ''الصریح یفوق الدلالۃ'' کا کیا جواب ہے بیان کیجئے اگر شق دوم مختار ہے تو اب ذرا سوچ کر بتایئے کہ آپ کی یہ تقریر مزعوم جس کا مبنی اس مفہوم خیالی پر ہے کیا اعلی حضرت کی عبارت کے مساعد ہے اور اس کے مفہوم کے ساتھ جاری ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں، کیا اس سے نہ کھل گیا کہ آپ کی بنا بے بنا ہے اور چنائی بے اساس ہے، آپ نے اس جگہ مفاہم

کتب کے حجت ہونے کی بات تو کہی مگر کیا مفاہم کتب مطلقا حجت ہوں گے اگر چہ صریح عبارت ان کی نافی ہو؟ کیا دلالات کو صریح عبارات پر فوقیت ہوگی اور وہ یعنی دلالتیں صریح کی نافی ورافع ہوں گی؟ ہرگز نہیں، اب یہاں سے آپ کے اس دعوی کا کہ "مفاہم کتب حجت ہیں" جواب مل گیا، اور وہ یہ کہ مفاہم کتب ضرور حجت ہیں مگر نہ یوں کہ مفہوم عبارت بالکل اٹھ جائے۔ ذرا سوچ کے بتایئے کہ خیالی مفہوم مخالف کا سہارا لے کر آپ نے یہی تو کیا ہے جس سے اعلی حضرت کی عبارت کا مفہوم بالکل بدل گیا، اور یہ اس لئے کیا تا کہ آپ یہ کہہ سکیں کہ اس میں جو حکم ارشاد ہوا وہ اس زمانے کے لحاظ سے تھا اس زمانے کے لحاظ سے نہیں۔

اب منع عام ہو یا خاص، قضیہ مطلقہ "نماز کے لئے نہیں (روکی جاتی)" صادق ہے یا نہیں؟ اگر صادق ہے اور ضرور صادق ہے تو یہ ضرور منع من جھۃ العباد ہے اور ضرور اسی سے ناشی ہے، اور جب اس عبارت کا یہ مفہوم بہر حال صادق ہے اور یہی اس کا مفہوم موافق ہے تو اگر خیالی مفہوم مخالف مان بھی لیا جائے تو خیالی مفہوم مخالف سے اس پر کیا اثر؟ اور موافق کے ہوتے مخالف کے پیچھے دوڑنا کس نے ٹھہرایا اور یہ کہاں سے نکلا کہ منع من جھۃ العباد اسی وقت ہوگا جب کہ منع خاص چند افراد کے حق میں ہو اور اگر قانونِ عام ممانعت کرے تو منع من جھۃ العباد نہ رہے گا بلکہ منع سماوی ہو جائے گا؟ کیا بندوں کا قانون قانون الہی ہو جائے گا؟۔

اعلی حضرت کی سیدھی سادھی عبارت جو اجماع مسلمین کے موافق چل رہی تھی اسے اپنے خیالی معنی پر ڈھال کر منع من جھۃ العباد کو اسی قید مزعوم سے مقید کیا یعنی منع ایک فرد یا چند افراد کے حق میں ہو تو منع من جھۃ العبد ہے ورنہ جبکہ منع عام ہو تو منع سماوی ہے۔ کیا اعلی حضرت کی عبارت کا مفہوم موافق اس مخالف کے مساعد ہے؟ کیا مفہوم مخالف لیا جائے گا اور صریح مفہومِ عبارت رد کیا جائے گا؟ پھر اس خیالی مفہوم مخالف کا جو مفاد بتایا اس پر آپ کا کوئی سلف ہے؟ ہے تو بیان کیا جائے نہیں تو کیا یہ قطعا سلف سے جداگانہ راہ پر چلنا نہیں؟ پھر مفہوم مخالف پر خود عمل کیا اور صریح مفہوم کو چھوڑا اور مفہوم مخالف پر جو چُنائی چُنی اس پر یہ جمادی کہ "یہ خود فتاوی رضویہ سے ثابت ہے" "یہ خود اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصریحات بالا سے واضح ہے" ع

وکم من عائب قولا صحیحا
وآفتہ من الفھم السقیم
وکم من سائب فی غیر قصد
یُجافی الحق من فکر وخیم

بتایا جائے کہ اگر یہ تصریحات بالا سے واضح ہے تو اعلی حضرت کی عبارت کے مفہوم مخالف کا سہارا کیوں لیا؟ کیا تصریحات بالا جو عبارۃ النص ہیں اور مفہوم مخالف ایک ہی چیز ہیں؟ نہیں، تو مفہوم مخالف کو مصنف کی جانب سے تصریح قرار دینا کیا معنی؟ کیا یہ مغالطہ نہیں، اور وہ خیالی معنی جو آپ کے خیال کی اپج ہے اس کو تصریح مصنف بتانا اور اس کی نسبت برخلاف واقع مصنف کی طرف کرنا کیا یہ دیانت کے خلاف نہیں؟ اور فتاوی رضویہ کی صریح عبارت جو مطلقا یہ بتارہی ہے کہ چلتی ٹرین پر فرض وواجب ادا نہیں ہو سکتے اس

کے برخلاف یہ ہیڈنگ لگانا کہ ''چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازیں جائز وصحیح ہیں، یہ خود فتاوی رضویہ سے ثابت ہے'' فتاوی رضویہ کی طرف کیا ایسی بات کی نسبت کرنا نہیں جو اس میں موجود نہیں، پھر اس سے بڑھ کر یہ دعوی کہ ''یہ خود اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصریحات بالا سے واضح ہے'' کیا اس غلط نسبت پر اصرار مکرر نہیں؟ کیا یہ صریح فتاوی رضویہ سے انحراف نہیں؟ پھر کیسے کہتے ہیں کہ یہ حکم نہ کسی طرح فتاوی رضویہ کے خلاف ہے نہ اعلی حضرت قدس سرہ سے انحراف ہے نہ ہرگز ہرگز کسی طرح یہاں خرق اجماع مسلمین متصور۔ کیسے مانا جائے کہ یہاں خرق اجماع مسلمین نہیں حالاں کہ منع من جھۃ العبد کے ہوتے اتحاد واستقرار مکان کی اجماعی شرطیں یکسر اٹھا دیں، مفہوم مخالف کا سہارا لے کر منع من جھۃ العبد کے وہ خیالی معنی گڑھے اور اس طرح اس معنی کی نسبت اعلی حضرت کی طرف کردی پھر وہی سوال ہے کہ کیا اس معنی پر آپ کا کوئی سلف ہے؟ ہے، تو بتائیے نہیں تو کیا بچند وجوہ یہ خرق اجماع مسلمین نہیں، پھر اسے کیوں فتاوی رضویہ سے ثابت بتایا جاتا ہے اور اعلی حضرت کی تصریحات بالا سے واضح قرار دیا جاتا ہے؟ آج سے پہلے تو آپ بھی محدث سورتی، صدر الشریعہ، مفتی اعظم، حافظ ملت، مجاہد ملت، قاضی شمس الدین، مفتی شریف الحق امجدی، مفتی عبد المنان اعظمی وغیرہم ماضی وحال کے اکابر اہل سنت کی طرح اعلی حضرت کے فتوی کے بموجب چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائیگی کو غیر صحیح جانتے تھے، اب کونسی دلیل ہاتھ آئی جس نے خرق اجماع کی راہ دکھائی، اس کے لئے بھی سہارا فتاوی رضویہ کا لیا، تو اس طرح کہ خیالی مفہوم مخالف پہ رکھا اور صریح مفہوم سے آنکھیں پھیرلیں، کیا یہی حق تحقیق ہے؟ کم از کم آج سے چند برس پہلے تک اس مسئلے میں خاموش تو ضرور تھے اور اس طرح اپنے دور کے بہت سے اکابر اہل سنت کے ہمنوا تھے، اب کونسی ہنگامی صورت آپڑی جس نے اب تک کی طویل خاموشی توڑی؟ کیا یہ اغیار کے سیمیناروں میں شرکت کا اثر ہے یا غلام رسول سعیدی کی چمکتی تحقیق کی دھاک بیٹھ گئی ہے یا سب سے الگ آپ ہی آسمان کے تارے توڑ لائے ہیں؟

حقیقت حال کچھ بھی ہو یہ تحقیق مستعار ہو یا آپ کا شاہ کار ہو اس کی نسبت فتاوی رضویہ کی طرف کیوں کی جاتی ہے؟ اس مفہوم نا محقق کی بنا پر منع من جھۃ العباد میں یہ تفصیل بے دلیل کہ ''منع اگر چند افراد کے حق میں ہو تو منع من جھۃ العبد ہے اور اگر ممانعت عام لوگوں کے حق میں ہو تو منع سماوی ہے'' کیا آپ کو اس الزام سے بری کردے گی کہ آپ نے منع من جھۃ العباد کے وہ معنی اس مفہوم بے تحقیق پر گڑھے جس کا پتہ نہ قرآن وسنت میں ہے، نہ اجماع امت میں ہے، نہ امنائے شریعت وعلمائے ملت کی عبارات میں ہے؟ ہے تو ثبوت دیجئے، ورنہ چار ونا چار مانئے کہ اس تقریر کا مبنی وہ مفہوم بے تحقیق ہے اور یہ ایجاد بندہ ہے، اب خرق اجماع مسلمین یہ نہیں تو کس چڑیا کا نام ہے!

قولہ: ''دوسری دلیل: فتاوی رضویہ ج:۱ (ص:۶۱۴) میں پانی سے عجز کی ۱۷۵/ صورتوں کے ذکر اور جواز تیمم کے بیان میں صورت نمبر ۶۰/ کے تحت ہے: ''اگر اتر کر پانی

لانے میں مال جاتے رہنے کا خوف ہو تو اعادہ بھی نہیں۔ اور یہ نمبر ۳۴/ ہے، (نمبر ۳۴/ یہ ہے: کہ مال پاس ہے اپنا خواہ امانت اور پانی پر ساتھ لے جانے کا نہیں، نہ یہاں کوئی محافظ، اگر پانی لینے جائے تو اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ جب کہ وہ مال ایک درم سے کم نہ ہو، ص: ۶۱۳) اور اگر ریل چلے جانے کا اندیشہ ہو جب بھی تیمم کرے اور اعادہ نہیں۔ یہ نمبر آئندہ کے حکم میں ہے۔ (نمبر آئندہ یہ ہے:)

نمبر ۶۱/ پانی میل سے کم مگر اتنی دور ہے کہ اگر یہ وہاں جائے تو قافلہ چلا جائے گا اور اس کی نگاہ سے غائب ہو جائے گا۔ (ص: ۶۱۴)

کتب فقہ میں یہ صراحت ہے کہ جن اعذار کی وجہ سے تیمم جائز ہے ان کی وجہ سے چلتی سواری پر نماز بھی جائز ہے تو اُتر کر نماز پڑھنے میں اگر مال جانے یا ٹرین چلی جانے کا اندیشہ ہو تو بھی چلتی ٹرین پر نماز جائز ہے اور اعادہ نہیں۔ قافلہ چھوٹ جانے یا نگاہ سے غائب ہو جانے کے باعث نمازی کو جو پریشانی ہوتی وہ مال جانے اور ٹرین چھوٹنے میں بھی ہے اس لئے یہاں بھی جواز بلا اعادہ کا حکم ہے۔ یہ خود اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصریحات بالا سے واضح ہے،،۔

(متن فیصلہ مجلس شرعی مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۲۰۱۳ء)۔

اقول: نمبر ۶۰/ کی وہ صورت جسے آپ نے ذکر نہ کیا یعنی ”ریل میں ہے اور اس درجے میں پانی نہیں۔ الخ،، اگر کوئی یہ کہے کہ چلتی ٹرین میں بدرجۂ اولی یہی صورت متحقق ہے یعنی مصلی بروجہ صحیح نماز ادا کرنے سے قاصر ہے حالاں کہ بشری ضروریات سب ڈبے میں مہیا ہیں مگر وہ اس کے باوجود کالمحبوس فی معنی العجز ہے تو اب منع من جھۃ العباد کیوں نہیں؟ اور اکراہ ملجی کے تحقق سے یہاں کونسی چیز مانع ہے؟ کیا ڈرائیور ٹرین روک سکتا ہے؟ نہیں، تو کیا اسے قید وسزا کا خوف درپیش نہیں؟ یوں ہی مسافر چین کھینچ کر گاڑی روکنا چاہے تو کیا سزا نہ بھگتے گا؟ اب اس دعوے کی خبریں کہئے کہ نہ یہاں منع مباشر ہے نہ اس کا سبب قریب، چین پولنگ کی رخصت معمولی ہنگامی حالات میں ہے مگر نماز کے لئے نہیں کیا یہ نمازی کے حق میں منع خاص نہیں؟ اب ذرا اس منع عام کی خبریں کہئے جس کی بنا پر ٹرین کا نہ رکنا سب کے حق میں منع تھا اور اسے منع سماوی قرار دیا جاتا، حالاں کہ یہ قطعا مکتسب ہے کہ بندے کے فعل کو اس میں دخل ہے، سماوی کی تعریف اس پر صادق نہیں۔ ومن ادعی فعلیہ البیان۔

چلتی ریل گاڑی جو مسلسل کئی گھنٹہ چلتی ہے اس میں ریل سے اترنے کی نوبت کب آئے گی؟ اور جب یہ نوبت نہ آئے گی تو مال گنوانے یا جان جانے کا خوف کیوں کر متحقق ہوگا؟ پھر جب بشری ضروریات اب ریل میں مہیا ہیں تو پانی وغیرہ کے لئے اترنے کی ضرورت ہی کب ہوگی اور جب ریل میں وہ صورت درپیش نہیں جو صورت قافلے میں ہوتی تھی تو ریل قطعا قافلے سے جدا ہے، قافلے سے اس کا الحاق کیا معنی؟ یہ الحاق اعلی حضرت امام اہل سنت وغیرہ اکابر اہل سنت کو نظر نہ آیا، آپ کو یہ سوجھا!

بہر حال یہ قیاس مع الفارق نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر یہ رخصت بشرط استمرارِ خوف خاص تیمم کے لئے ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر خوف از اول تا آخر مستمر ہو تو نمازی کو رخصت ہے کہ تیمم کر کے کھڑی ہوئی سواری پر نماز پڑھ لے نماز صحیح ہو جائے گی جب کہ سواری زمین سے متصل باتصال قرار ہو، دابہ پر یوں ہی اس گاڑی پر جس کا اگلا حصہ دابہ پر رکھا ہو نماز نہ ہوگی جب کہ اتر کر نماز پڑھنا ممکن ہو، یعنی اس سے خوف من جانب اللہ مانع نہ ہو، دابہ اگر چل رہا ہے تو اس پر نماز فرض بے تحقق عذر، صحیح نہیں، لہذا اگر اس کو ٹھہرانا ممکن ہو اور زمین پر نماز پڑھنا متیسر نہ ہو تو ضروری ہے کہ اسے ٹھہرا کر نماز پڑھے۔ یہ حکم اس نمازی کے حق میں کیوں کر منسحب ہوگا جس کی سواری زمین سے متصل باتصال قرار ہو اور اس سواری کو روکنا ممکن ہو بایں طور کہ اسے خوف من جانب اللہ مانع نہ ہو، ریل کا روکنا بندوں کے اختیار میں ہے تو رکی ہوئی ریل پر نماز پڑھنا اس اعتبار سے ممکن ہے اس سے مانع وہ خوف نہیں جو بندے کے دل میں اللہ نے براہ راست ڈالا بلکہ وہ خوف ہے جو اس کے دل میں بندے کی وعید سے پیدا ہوا، دونوں خوفوں میں فرق ہے، ایک عذر سماوی ہے مانع من جانب اللہ ہے، دوسرا عذر مکتسب ہے بالفاظ دیگر مانع من جھۃ العبد ہے، دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، پھر مختلف کو مختلف پر قیاس کرنا کیا معنی؟

قولہ: ''اس بات پر جملہ مندوبین کرام کا اتفاق ہے کہ موجودہ ریلوے نظام کے تحت چلنے والی ٹرینوں میں جب وہ چل رہی ہوں اس وقت بھی فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی جائز وصحیح ہے اور بعد میں ان کا اعادہ نہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔ اس پر تمام مندوبین نے دستخط ثبت فرمائے''۔

[ص:۶۰، ماہنامہ اشرفیہ]

اقول: حالاں کہ خلاصہ مقالات میں یہ لکھا ''پہلا موقف یہ ہے کہ چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازیں ادا نہ ہوں گی اگر وقت نکلتا دیکھے تو جیسے بھی ممکن ہو پڑھ لے بعد میں انہیں دوہرانا ضروری ہے یہ موقف ۱۴/ علمائے کرام کا ہے۔

چوتھا موقف: مولانا محمد عالمگیر رضوی مصباحی کا ہے، وہ فقہی کتابوں سے مختلف جزئیات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: چلتی ہوئی ٹرین پر فرض وواجب نمازیں ادا نہیں ہوں گی اس لئے کہ استقرار علی الارض نہیں پایا گیا اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ نماز قضا ہو جائے گی تو چلتی ٹرین میں نماز پڑھ لے پھر اعادہ کرے۔ (الی ان قال) پھر بھی اگر ارباب فقہ وافتا کے نزدیک یہ امر متحقق اور منقح ہو جائے کہ آج کل عام حالات میں ٹرینوں کا چلنا اور رکنا حکومتی قانون کے تابع ہے جیسا کہ فاضل مرتب نے سوالنامے میں لکھا ہے تو یہ عذر من جھۃ اللہ بلفظ دیگر عذر سماوی میں شمار ہوگا تو ایسی صورت میں چلتی ہوئی ٹرینوں پر فرض اور واجب حقیقی یا حکمی کے دائرے میں آنے والی نماز پڑھ لے بعد میں اعادہ نہیں۔

پانچواں موقف: یہ ہے کہ چلتی ہوئی ٹرین پر نماز کچھ صورتوں میں صحیح اور درست ہے اور کچھ صورتوں میں صحیح اور درست نہیں یہ موقف مولانا محمد صدر الوری قادری مصباحی صاحب کا ہے۔ [ص:۲۸/ تا ۳۲/]

اب سوال یہ ہے کہ اس مسئلے میں جب اتنے موقف

ہیں تو اس فیصلے کو تمام مندوبین کا متفقہ فیصلہ بتانا کیسے درست ؟اور یہ لکھنا کیسے صحیح ہے کہ اس پر تمام مندوبین نے دستخط ثبت فرمائے ؟ کیا انہوں نے اپنے اختلاف سے رجوع فرمالیا؟ اگر ایسا ہے تو رپورٹ میں بیان کیوں نہ ہوا؟ اور اگر اختلاف سے رجوع نہ فرمایا تو دستخط کی کیا حیثیت ہے؟ اور اسے متفقہ فیصلہ بتانا کیوں کر واقعہ کے مطابق ہوگا؟۔

قولہ: ''بھارتیہ ریلوے کی تاریخ اور ریلوے نظام کی تبدیلی کا جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ آزادی ہند سے پہلے کچھ پرائیویٹ کمپنیاں ٹرین چلاتی تھیں، یہ ریلوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خودمختار ہوتی تھیں، ان کمپنیوں نے انگریزوں کے دور میں ان کے کھانے وغیرہ کے لئے ٹرین روکنے کی رعایت رکھی تھی اور مسلمانوں کی نماز کے لئے یہ رعایت نہ رکھی تھی اس لئے نمازی اس پر مجبور تھے کہ یا تو ٹرین رکنے پر فرض اور واجب ادا کریں یا چلتی ٹرین پر پڑھیں، چلتی ٹرین پر پڑھنے میں استقرار کی شرط مفقود ہوتی اور اس سے مانع یہ پرائیویٹ کمپنیاں تھیں جنہوں نے اپنے نظام میں مسلمانوں کی رعایت نہ رکھی اس لئے اعلی حضرت قدس سرہ نے اسے منع من جھۃ العباد قرار دے کر حسب امکان ادائیگی پھر بعد میں اعادہ کا حکم دیا -[ص:۶۰، ماہنامہ اشرفیہ]

اقول: بطور معارضہ بالقلب کیا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ بھارتیہ قانون ٹرینوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خود مختار ہے جس طرح یہ کمپنیاں ریلوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خودمختار ہوتی تھیں اور جس طرح ان کمپنیوں نے انگریزوں کے دور میں ان کے کھانے وغیرہ کے لئے ٹرین روکنے کی رعایت رکھی تھی اور مسلمانوں کی نماز کے لئے یہ رعایت نہ رکھی تھی اسی طرح بھارتیہ قانون نے کچھ مقامات (اسٹیشنوں) کا لحاظ کیا کہ وہاں ٹرین روکی جاتی ہے او رمسلمانوں کی نماز کے لئے یہ رعایت نہ رکھی اس لئے نمازی اس پر مجبور ہیں کہ یا تو ٹرین رکنے پر فرض وواجب ادا کریں یا چلتی ٹرین پر پڑھیں، چلتی ٹرین پر پڑھنے میں استقرار کی شرط مفقود ہوتی ہے اور اس سے مانع یہ بھارتیہ قانون ہے جس نے اپنے نظام میں مسلمانوں کی رعایت نہ رکھی، اس لئے اعلی حضرت قدس سرہ نے اسے منع من جھۃ العباد قرار دے کر حسب امکان ادائیگی پھر بعد میں اعادہ کا حکم دیا۔

کیا یہاں یہ بات متحقق نہیں کہ یہ لوگ ٹرینوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خودمختار ہیں جس طرح یہ کمپنیاں خودمختار ہوتی تھیں؟ خودمختار ہیں، اور ضرور ہیں، تو کیا مدار کار خودمختار ہونے پر نہیں؟ کیا کمپنیاں خودمختار ہوں (اگرچہ یہ صورت خلاف واقع ہے وہ ضرور انگریزی قانون کے تابع تھیں) تو منع من جھۃ العبد ہوگا، اور حکومت نظام اپنے ہاتھ میں لے لے تو منع سماوی ہوجائے گا؟ جب مدار کار خودمختار ہونے پر ہے جیسا کہ جملہ ''یہ ریلوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خودمختار ہوتی تھیں'' سے خوب ظاہر ہے کہ یہ مشعر علیت ہے تو یہ کہنا کیوں کر صحیح ہے کہ ''یہ صورت حال زمانہ اعلی حضرت کے حال سے مختلف ہے اس لئے آج حکم بھی مختلف ہوگا'' کیوں مختلف ہوگا؟ حالاں کہ مدار ایک ہے اور علت متحد ہے، وہ نظام بھی اختیار عبد سے ناشی ہوا، اور یہ نظام

بھی اختیار عبد سے ناشی ہے، تو خاص وعام کا تفرقہ چہ معنی دارد؟۔

اور جب قانون بنانے والے خود مختار ہیں اور انہوں نے اپنے اختیار سے ایسا قانون بنایا کہ ٹرین مخصوص مقامات پر خاص وعام اغراض کے لئے روکی جائے نماز کے لئے نہ روکی جائے تو یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ ''خاص نماز سے روکنے کا فاعل ریلوے محکمہ کو قرار نہیں دیا جا سکتا''۔ حالاں کہ فعل ، فاعل مختار کی طرف منسوب ہوتا ہے ، کیا یہ قانون بنانے والے اپاہج معذور کی طرح غیر مختار ہو گئے خود مختار نہ رہے ؟ ''خاص نماز سے روکنے کا الخ'' یہ عموم کی خبر دے رہا ہے تو اس تصرف عام کے ضمن میں نماز سے روکنا بھی ہے ، کیا تصرف عام اسی وقت فاعل مختار کا فعل ٹھہرے گا جب کہ خاص کسی فرد کا بخصوصہ قاصد نہ ہو؟ نہیں ، اور ضرور نہیں ، تو نماز سے روکنا اگر چہ قصد او استقلالا نہیں لیکن تصرف عام کے ضمن میں یہ روکنا بھی متحقق ہے اور یہ سب فاعل مختار کا فعل ہے۔

اب بتایا جائے کہ اس تصرف عام کے ضمن میں نماز سے روکنا کیوں کر منع سماوی ہو گیا؟ حالاں کہ یہ بالضرورۃ فاعل مختار کا فعل ہے اور دیگر تصرفات کی طرح یہ فعل بھی مسند الی العبد ہے ، کیا کسی فعل میں منع سماوی اور اسناد الی العبد دونوں مجتمع ہو سکتے ہیں؟ بالفاظ دیگر کیا کوئی فعل بیک وقت عذر سماوی وعذر مکتسب ہو سکتا ہے؟ اور جب نماز سے روکنا ضمنا یا قصدا متحقق ہے تو آپ کا یہ کہنا کیوں کر صحیح ہوگا ''ماننا ہوگا کہ وہ منع نماز کا نہ مباشر ہے نہ اس کا سبب قریب ، اس لئے یہ منع اب منع من جھۃ العباد نہ رہا''۔

مجھے امید ہے کہ اتنا تو مسلّم ہوگا کہ یہ فعل عبد ہے اور فعل عبد ہی کا نتیجہ وہ اثر ہے ، اب بتایا جائے کہ فعل عبد کا احکام شرعیہ سے خالی ہونا متصور ہے؟ نہیں ، ضرور نہیں ، تو یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ '' یہ منع اب منع من جھۃ العباد نہ رہا'' اسی طرح فعل عبد کا نتیجہ اور اثر ہونے کی صورت کو لیجئے ، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ شراب پی کر نشہ آجانا شرابی کے حق میں عذر سماوی ہے؟ لہذا اگر وہ طلاق دے یا کفر بکے تو مثل مجنون معذور ہے؟ نہیں ، ہرگز نہیں ، بلکہ اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی اور کفر بکنے کے سبب احکام شرع اس کی طرف متوجہ ہوں گے تو ضرور بالضرور ثابت ہوا کہ ایسی صورت میں بھی جب کہ بظاہر عذر سماوی موجود ہے لیکن چوں کہ یہ حالت اس بندہ کے فعل کا نتیجہ اور اثر ہے اس کی اسناد اسی بندے کی طرف کی جائے گی اور وہ اپنے افعال جو بظاہر غیر مقصودہ ہیں ان کا قاصد ٹھہرے گا ، کیا تصرف عام کے ضمن میں بدرجہ اولی یہ صورت نہیں پائی جاتی؟ ضرور پائی جاتی ہے ، تو جیسے یہاں عذر سماوی نہیں ، بندے کے ان افعال کی نسبت اسی کی طرف ہے ، اسی طرح یہاں ہرگز عذر سماوی نہیں ، ٹرین نہ روکنے کی اسناد ان قانون سازوں کی طرف ضرور ہوگی اس سے کوئی مانع نہیں۔

کیا ہماری تقریر سے نہ کھل گیا کہ آپ کا یہ دعوی کہ ''کم از کم اتنا ضرور ماننا ہوگا کہ وہ منع نماز کا نہ مباشر ہے نہ اس کا سبب قریب'' غلط و بے بنیاد ہے ، کیا یہ اس قانون کا اثر نہیں کہ ڈرائیور کو یہ اختیار نہیں کہ نماز کے لئے ٹرین روکے؟ روکے گا تو سزا پائے گا ، نہ مسافر کو یہ اختیار ہے کہ زنجیر کھینچ کر ٹرین روک لے ، ایسا کرے گا تو قید و جرمانے کا

سامنا ہوگا حالاں کہ عام ضروریات کے لئے زنجیر کھینچنے کی رخصت ہے خاص نماز کے لئے زنجیر کھینچنا جرم ہے، اب اپنے اس دعوے کی خبریں کہئے کہ ”خاص نماز سے روکنے کا فاعل ریلوے محکمہ کو قرار نہیں دیا جاسکتا“ ایسا قانون ریلوے محکمہ بنائے جس کی رو سے نماز کے لئے روکنا کسی کے اختیار میں نہیں، گارڈ وغیرہ اپنے خصوصی اختیارات سے ٹرین نہیں روک سکتے، روکیں گے تو مجرم ہوں گے، بالجملہ خاص نماز کے لئے ٹرین روکنا قانونا جرم ہے اب اس کا فاعل ریلوے محکمہ کو نہیں بنایا جاسکتا تو کس کو بنایا جائے گا؟ کسی کو بنایا جائے یا نہ بنایا جائے، یہ ضرور فعل عبد ہے جس پر احکام شرع متوجہ ہیں اور فعل عبد کو کسی حیلہ سے عذر سماوی یا منع سماوی ماننا کیا ایسی اصطلاح گڑھنا نہیں ہے جس کا نشان کتب اصول فقہ میں نہیں، خرق اجماع اور کس چیز کا نام ہے؟ کیا فعل عبد کا خالی عن الحکم ہونا جائز ہے؟

قولہ: اس عبارت سے واضح ہے کہ اول کے لئے روکنے اور دوم کے لئے نہ روکنے کے سبب منع من جھۃ العباد ہونے کا حکم ہے۔

اقول: یہ دعوی ممنوع ہے، منع من جھۃ العباد ہونے کا حکم نماز کے لئے نہ روکنے کی وجہ سے ہے تو منع من جھۃ العباد کا تعلق جملہ ”نماز کے لئے نہیں روکی جاتی“ سے ہے کہ اقرب مذکور ہے دونوں جملوں سے اس کا تعلق نہیں۔ لہذا ”انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے نہ روکی جائے اور نماز کے لئے روکی جائے جب بھی منع من جھۃ العباد ہے اسی طرح دونوں کاموں کے لئے نہ روکی جائے جب بھی منع من جھۃ العباد ہے۔

اعلی حضرت کی عبارت کا وہ مزعوم مفہوم مخالف آپ کا اپنا خیال ہے جو اس وجہ سے ناشی ہوا کہ جملہ ”تو منع من جھۃ العباد ہوا“ کا تعلق آپ نے اپنے طور پر دونوں جملوں سے سمجھا، اسی لئے کہا ”کہ اول کے لئے روکنے اور دوم کے لئے نہ روکنے کے سبب منع من جھۃ العباد ہونے کا حکم ہے، حالاں کہ اول کے لئے روکنے کو منع من جھۃ العباد کے سبب ہونے میں کوئی دخل نہیں، ہم نے اوپر لکھا انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے نہ روکی جائے اور نماز کے لئے روکی جائے جب بھی فعل عبد ہے اسی طرح دونوں کاموں کے لئے نہ روکی جائے جب بھی منع من جھۃ العباد ہے۔

ایک احتمال یہ بھی تھا جو ہم نے ذکر کیا، اس سے کیا مانع ہے بیان ہوا اور اگر کوئی مانع نہیں تو یہ احتمال، احتمال دیگر کا مزاحم ہے، احتمال سے استدلال کس اصول سے صحیح ہے خصوصاً جب کہ دوسرا احتمال اس کے مزاحم اور معارض اور مفہوم موافق کے مساعد و موافق ہے، یہاں سے کھلا کہ اعلی حضرت کی عبارت کا وہ مفہوم ہی نہیں جس پر یہ ساری چُنائی چُنی۔

قولہ: اس کا مفہوم یہ ہوا کہ ”اگر دونوں کے لئے روکی جائے تو سرے سے منع ہی نہیں اور اور دونوں کے لئے نہ روکی جائے تو منع من جھۃ العباد نہیں۔“

اقول: اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اگر دونوں کے لئے روکی جائے تو ضرور فعل عبد ہے کہ عبد کی طرف مسند ہے اسی طرح اگر دونوں کے لئے نہ روکی جائے جب بھی فعل عبد ہے کہ عبد کی طرف مسند ہے اور فعل عبد پر احکام شرع ضرور متوجہ ہوں گے ورنہ لازم آئیگا کہ بندے کا کوئی فعل حکم شرع سے خالی ہو

اور جب یہ فعل عبد ہے کہ اس کے اختیار سے ناشی ہے اسی کی طرف اس کی اسناد ہوتی ہے تو یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ اگر دونوں کے لئے نہ روکی جائے تو منع من جھۃ العباد نہیں۔

قولہ: حنفیہ کے نزدیک مفہوم مخالف نصوصِ کتاب وسنت میں اگر چہ معتبر نہیں مگر عبارتِ فقہاوکلام علما میں ضرور معتبر ہے۔

اقول: مگر اس عبارت کا ادعائی مفہوم مخالف ہے کہاں، مفہوم مخالف تو اس وقت ہوتا جب اعلی حضرت کی عبارت کا مفہوم یہ ہوتا کہ خاص نماز کے لئے ٹرین نہ روکنا اختیار عبد سے ناشی ہے حالاں کہ اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ انگریزوں کے کھانے کے لئے روکنا نماز کے لئے نہ روکنا دونوں بندوں کے اختیار میں ہیں۔

لہذا ایک صورت میں منع من جھۃ العبد ہے کہ اختیار عبد سے ناشی ہے اور پہلی صورت میں بندوں کے اختیار میں ہے اور جب عبارت مندرجہ کا مفہوم یہ ہے کہ دونوں بندوں کے اختیار میں ہیں تو دوسری جانب مفہوم یہ ہوگا کہ دونوں کے لئے ٹرین نہ روکی جائے جب بھی معاملہ بندوں کے اختیار میں ہے۔

☆☆☆

حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا مفتی
محمد اختر رضا خان ازہری علیہ الرحمہ

جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت کی شرعی حیثیت

پیش گفتار محدث کبیر حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ، قادری امجدی

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریم

استفاضۂ شرعیہ سے متعلق وارث علوم اعلیٰ حضرت، تاج الشریعہ، علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب مدظلہ العالی، قاضی القضاۃ فی الہند کا ایک رسالہ "جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت کی شرعی حیثیت" اس وقت میرے پیش نظر ہے، رسالہ کا پورا مضمون تحقیق انیق سے لبریز ہے، مجھے اس پر کچھ پیش لفظ لکھنے کی جرأت نہیں، لیکن چونکہ آپ کے علمی طرز بیان اور فقہی اصطلاحات کی وجہ سے سطحی ادراک رکھنے والوں کے لیے مضمون کی گہرائی تک پہونچنے میں زحمتیں ہیں، اس لیے کچھ توضیحی کلمات پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

حنفیہ کے نزدیک خبر مستفیض، خبر متواتر کا مترادف ہے، اس لیے کلام فقہا میں اگر کہیں استفاضۂ خبر کا ذکر ملتا ہے تو وہ تو اتر خبر کے معنی میں ہے جیسا کہ درج ذیل عبارتوں کے توافق سے ظاہر ہے۔ بحر الرائق میں ہے:

"قال الامام الحلوانی من مذھب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض من بلدۃ اخری و تحقق یلزمھم حکم تلک البلدۃ"۔ (ج ۲ ص ۴۷۱)

اور تاتارخانیہ میں ہے: "وعن محمد لا یعتبر حتی یتواتر الخبر من کل جانب ھکذا روی عن أبی یوسف"۔ (ج ۱ ص ۱۹۶)

ہمارے اس دعوی پر علامہ شامی کی درج ذیل عبارت روشن دلیل ہے: "إعلم أن المراد بالإستفاضۃ تواتر الخبر من الواردین من بلدۃ الثبوت إلی البلدۃ التی لم یثبت بھا لا مجرد الإستفاضۃ" (منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۰)

ان عبارتوں کے بعد علامہ رحمتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی درج ذیل عبارت "معنی الاستفاضۃ أن تاتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون" الخ میں استفاضہ بمعنی تواتر خبر متعین ہے۔ یعنی محض شہرت خبر یا محدثین کے اصول پر خبر مستفیض ہونا کافی نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ خبر دینے والے اتنے افراد پر مشتمل ہوں کہ جن کی خبر پر یقین

شرعی حاصل ہو جائے، اور مخبرین کی کثرت تعداد کے سبب ان کا کذب پر متفق ہونا عادۃً محال ہو جائے۔

لہٰذا استفاضۂ خبر کے لیے موبائل اور ٹیلیفون سے خبر دینا ہرگز معتبر نہیں، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: شریعت مطہرہ نے دربارۂ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ یا تواتر شرعی پر بنا فرمایا اور ان میں بھی کافی و شرعی ہونے کے لیے بہت قیود و شرائط لگائیں، جن کے بغیر ہرگز گواہی و شہرت بکار آمد نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۲۳)

اس کے علاوہ استفاضۂ خبر میں مخبرین کا قاضی کے روبرو خبر دینا بھی ضروری ہے، جیسا کہ علامہ رحمتی کی تعبیر "أن تاتی من تلك البلدة" اور علامہ شامی کی عبارت "من الواردین من بلدة الثبوت" سے ظاہر ہے۔ اور یہی اعلیٰ حضرت کی درج ذیل عبارت کا صریح مفاد ہے، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "مگر یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ خبر، تار یا خط بدرجۂ کثرت پہنچ جائے تو اس پر عمل ہو سکتا ہے، اسے استفاضے میں داخل سمجھنا صریح غلط، استفاضے کے معنی جو علما نے بیان فرمائے وہ تھے کہ طریق پنجم میں مذکور ہوئے (متعدد جماعتوں کا آنا اور یک زبان بیان کرنا چاہیے)

[فتاویٰ رضویہ جلد ۴ ص ۵۵۸]

یہ بھی ضروری ہے کہ خبر دینے والے امر مُحقَّق کی خبر دیں تاکہ افواہ اور استفاضۂ شرعیہ میں امتیاز حاصل ہو جائے جیسا کہ علامہ شامی نے فرمایا: "لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن أشاعه" الخ اور یہ بات مسلّمات سے ہے کہ کوئی بھی خبر بے اتصال سند پایۂ تحقیق کو نہیں پہنچ سکتی۔

علاوہ ازیں ایک شرط یہ بھی ہے جس کو اعلیٰ حضرت نے بایں الفاظ ذکر فرمایا: استفاضہ یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو کہ احکام ہلال اسی کے یہاں سے صادر ہوتے ہیں اور خود عالم اور ان احکام میں علم پر عامل و قائم یا کسی عالم دین محقق و معتمد پر اعتماد کا ملتزم و ملازم ہے، یا جہاں قاضی شرع نہیں تو مفتی اسلام، مرجع عوام و متبع الاحکام ہو کہ احکام روزہ و عیدین اسی کے فتویٰ سے نفاذ پاتے ہیں، عوام کل انام بطور خود عید و رمضان نہیں ٹھہرا لیتے وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں۔

اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بربنائے رویت روزہ ہوا یا عید کی گئی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ص ۵۵۲)

علامہ رحمتی کی عبارت میں متعدد جماعتوں کے آنے کی قید کو اتفاقی قرار دینا غلط ہے، بلکہ یہ قید لازمی و احترازی ہے، جن لوگوں نے جدید وسائل خبر مثلاً ٹیلیفون، موبائل، فیکس، انٹرنیٹ وغیرہ کی خبر کو استفاضہ میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے وہ صحیح نہیں، کیونکہ وسائل کی خبر میں مخبر کا قاضی یا مفتی کے روبرو ہونا شرط ہے۔

اس لیے ہمارے مشائخ نے پردے کے پیچھے سے سنی ہوئی خبروں کو ثبوت شرعی کے طور پر قبول نہیں کیا بلکہ یہ فرمایا "ٹیلیفون کہ اس میں شاہد و مشہود نہیں ہوتا صرف آواز سنائی دیتی ہے، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز مسموع ہو اس پر احکام شرعیہ کی بنا نہیں ہو سکتی"۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۲۷)

خط کشیدہ عبارت سے ثابت ہوا کہ آڑ سے سنی ہوئی آواز پر استفاضہ شرعیہ کی بنا نہیں ہوسکتی۔

اور عدم اعتبار کی علت میں فرمایا: "النغمة تشبه النغمة"

تھری جی۔ 3-G۔ اور انٹرنیٹ پر تصویر کا روبرو ہونا آدمی کے حاضر ہونے جیسا نہیں، کیونکہ یہ عوام کے مشاہدے میں بھی ہے کہ بہت سی تصویروں میں ہونٹ کسی اور کے ملتے ہیں اور آواز کسی اور کی ہوتی ہے تو موبائل کی خبر کے مشتبہ ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے، زیادہ سے زیادہ آواز پہچاننے کی صورت میں ظن عرفی حاصل ہوسکتا ہے نہ کہ ظن شرعی جیسا کہ اعلیٰ حضرت کی مذکورہ بالا صراحت سے ظاہر ہے۔

اور اگر مان بھی لیا جائے کہ 3-G موبائل میں اسی کی تصویر اور اسی کی آواز ہے تو کہاں ہر شخص کے پاس 3-G موبائل ہے؟ اور کب مجوزین نے 3-G موبائل کو ٹیلیفونی استفاضہ میں لازم قرار دیا؟ وہ تو کسی بھی ٹیلیفون اور موبائل سے حاصل ہونے والی متعدد خبر کو، خبر مستفیض مان رہے ہیں، تو ازالۂ شبہات کے بیان میں 3-G موبائل کا ذکر بے فائدہ۔

اور احتیاطی تدابیر میں مخصوص نمبروں کا ذکر بھی لا حاصل کہ ایک دوسرے کا موبائل استعمال کرنے کا عام رواج ہے۔

علاوہ رحمتی کی عبارت میں جماعات متعددوں کا مصداق چار، چھ، نو ٹیلیفون کو کیسے قرار دیا جاسکتا ہے، کیا آپ ٹیلیفون میں یہ متعین کر سکتے ہیں کہ خبر دینے والی ہر ایک جماعت، کتنے، کتنے افراد پر مشتمل تھی۔

نو ٹیلیفون دراصل چند ٹیلیفون کا مجموعہ اور ان کی آوازیں ہیں، نہ کہ مخبرین کی چند جماعتیں جن کا مشاہدہ ہوسکے۔

آپ اگر اپنے طور پر احتیاطی ذرائع مقرر کرلیں تو ان ذرائع میں بھی یہی شبہ ہے کہ وہ کس کی آواز ہے جس نے آپ کو اطمنان دلایا، بہرحال ان ذرائع کو بروئے کار لانے میں شرعی شبہات اپنی جگہ پر قائم ہیں۔

اور جماعت کے افراد کی تعیین کا حق کسی قاضی یا مفتی کو نہیں بلکہ واردین کے وہ تمام افراد جو ایک ساتھ آئے وہ سب ملکر ایک جماعت قرار دیئے جائیں گے اور یہ صورت ٹیلیفون، موبائل کے ذریعہ متعذر ہے، اس لیے ٹیلیفون، موبائل وغیرہ کی کثیر خبریں بھی طریق موجب بننے کی صلاحیت سے عاری ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے ٹیلیفون کی خبر کو حجت شرعی ہونے سے اس بنا پر انکار نہیں کیا ہے کہ اس میں کئی "اکسچینج" کے واسطوں کے بعد گفتگو ہوتی ہے اور آواز نہیں پہچانی جاتی بلکہ اعلیٰ حضرت نے ٹیلیفون کے غیر معتبر ہونے کے متعلق یہ ارشاد فرمایا "یونہی ٹیلیفون کہ اس میں شاہد و مشہود نہیں ہوتا صرف آواز سنائی دیتی ہے۔

اعلیٰ حضرت کی یہ عبارت بذریعہ ٹیلیفون چاند کی خبر معتبر ہونے کے بارے میں کئے گئے ایک سوال کے جواب میں ہے اس لیے اس کو شہادت کے ساتھ خاص کرنا دیانت کے خلاف ہے۔

الحاصل اس زمانے میں جب کہ فساد و فتنہ عام ہو چکا

ہے خصوصاً رویت ہلال کے سلسلے میں عوام بے لگام ہوتے جارہے ہیں اور وہابیہ عوام کو اپنے فیور میں لینے اور گمراہ کرنے کے لیے غیر شرعی فیصلہ کرنے سے نہیں چوکتے، استفاضہ وغیرہ کی تعریف میں تحریف سے بچنا اور زیادہ ناگزیر ہوگیا ہے۔

اس بنا پر مشائخ متاخرین نے فرمایا "الفتوی الیوم علی عدم جواز القضاء مطلقا لفساد قضاۃ الزمان

(حموی علی الاشباہ جلد ا ص ۳۸۶)

علامہ شامی فرماتے ہیں: قولہ: (إلّا ان المعتمد عدم حکمه فی زماننا) ای عند المتأخرین لفساد قضاۃ الزمان۔

اعلان رویت کے حدود:

قاضی خواہ ایک شہر کا ہو یا پورے ملک کا، اس کا اعلان اسی شہر اور حوالی میں معتبر ہے جہاں اس نے فیصلہ صادر کیا۔

امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین، سلطان اسلام، قاضی القضاۃ، یا پورے ملک کا قاضی، یہ سب عہدے آج کی ایجاد نہیں ہیں بلکہ زمانۂ قدیم سے یہ عہدے رائج ہیں، اس کے باوجود فقہائے عظام نے قاضی کے اعلان کو شہر اور حوالیٔ شہر تک ہی کیوں محدود رکھا؟ اور یہ کیوں نہ فرمایا کہ سلطان اسلام اور پورے ملک کے قاضی کا اعلان پورے ملک میں نافذ و واجب العمل ہوگا۔

اس تفصیل سے فقہائے کرام کا گریز، محل بیان میں سکوت ہے جو بیان حکم عدم کے درجہ میں ہے، ایک قاضی کا مکتوب دوسرے قاضی کے نام اسی وقت واجب العمل ہے جبکہ شرائط کتاب القاضی سے مُزَیَّن ہو۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

بلدۃ فیها قاضیان حضرا احدهما مجلس الآخر و أخبر بحادثة لایجوز له ان یعمل بخبره و حده ولو کتب إلیه بشرطه له العمل به۔

(بزازیہ، برحاشیۂ عالمگیری ص ۱۸۳ ج ۵)

تبیین الحقائق میں ہے:

ذکر الکرخی فی اختلاف الفقهاء ان کتاب القاضی الی القاضی مقبول وان کانا فی مصر واحد

جس شہر میں دو قاضی ہوں ان میں سے ایک قاضی دوسرے کے اجلاس میں حاضر ہوکر کسی قضیہ کی خبر دے تو اس دوسرے قاضی کو اس خبر پر عمل جائز نہیں اور اگر شرائط کے مطابق کتاب القاضی بھیجے تو دوسرا قاضی اس پر عمل کرے۔

امام کرخی نے اختلاف الفقہا میں ذکر فرمایا ہے کہ کتاب القاضی الی القاضی مقبول ہے اگرچہ دونوں قاضی ایک ہی شہر میں ہوں۔

اسی عبارت پر حاشیۂ شلبیہ میں ہے:

وفی الخصاف و روی عن محمد انه قال: فی مصر فیه قاضیان فی کل جانب قاضٍ یکتب أحدهما إلی الآخر یقبل کتابه و لو أتی أحدهما صاحبه واخبره بالحادثة بنفسه لم یقبل قوله لان فی الوجه الاول کأنّ الاول خاطبه من موضع القضاء و فی الثانی خاطبه فی غیر محل القضاء۔

خصاف میں ہے امام محمد سے روایت ہے کہ آپ نے

فرمایا: جس شہر میں دو قاضی ایک ایک جانب میں ہیں تو ان میں سے ایک قاضی دوسرے کو کتاب القاضی بھیجے تو مقبول ہے، اگر ان میں سے ایک آ کر دوسرے قاضی کو کسی حادثے کی خود خبر دے تو اس کا قول نامقبول ہے کہ پہلی صورت میں گویا اس نے دوسرے قاضی کو اپنے موضع قضا سے مخاطب کیا ہے اور دوسری صورت میں اس نے اپنے محل قضا کے باہر سے خطاب کیا ہے۔

بزازیہ کی ایک دوسری عبارت یوں ہے:

وعن الامام الثانی قضاۃ امیر المؤمنین إذا خرجوا مع أمیر المؤمنین لهم أن یحکموا فی ای بلدۃ نزل فیها الخلیفة لانهم لیسوا قضاۃ أرض إنّما هم قضاۃ الخلیفة وان خرجوا بدون الخلیفة لیس لهم القضاء۔

(بزازیہ برحاشیۂ عالمگیری ج ۵ ص ۱۳۹)

امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ امیر المومنین کے قاضی اگر امیر المومنین کے ساتھ سفر کریں تو جس شہر میں امیر المومنین ٹھہرے وہاں یہ قضاۃ فیصلہ کر سکتے ہیں کیونکہ وہ کسی خاص جگہ کے قاضی نہیں بلکہ وہ خلیفہ کے قاضی ہیں اور اگر بغیر خلیفہ کے سفر پر ہوں تو امور قضا انجام نہیں دے سکتے۔

یعنی خلیفہ اگر چہ پورے ملک کا قاضی ہے لیکن وہ جہاں جہاں رہے بالفعل وہیں فصل مقدمات کر سکتا ہے، دوسری جگہ کے لیے مسئلہ قضا میں وہ اجنبی ہے۔ اسی لیے اس کا مخصوص قاضی خلیفہ کے جائے نزول پر ہی حق قضا رکھتا ہے۔

مذکورہ بالا فقہی شہادات سے ثابت ہوا کہ سلطان اسلام یا پورے ملک کا قاضی اپنے پورے حدود قضا کے مختلف شہروں میں صرف کتاب القاضی کے ذریعہ اپنا فیصلہ نافذ کر سکتا ہے، ہم نے اپنے موقف کی تائید میں ایک مختصر فہرست پیش کر دی، جو لوگ قاضی القضاۃ کا اعلان پورے ملک کے لیے کافی قرار دیتے ہیں وہ فقہ حنفی سے ایک جزئیہ بھی اپنے دعویٰ کے ثبوت میں نہ لا سکے۔

اعلیٰ حضرت جو پورے غیر منقسم ہندوستان کے قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز تھے، ان کے پاس بلند شہر سے یہ سوال آیا کہ ”ایک مختصر سا پرچہ جس پر جناب کی مہر لگی ہوئی ہے اور ایک سطر میں یہ عبارت مرقوم ہے (میرے سامنے شہادتیں گزر گئیں، کل جمعہ کو عید ہے) خاکسار کو موصول ہوا، جس جگہ یہ پرچہ پہونچے وہاں کے لوگوں کو جمعہ کو عید کرنا لازم تھی یا نہیں؟

اور اس کی عام تشہیر و دیگر بلاد میں اشاعت سے کیا مفاد تھا؟“ اعلیٰ حضرت نے جواب لکھا: ”وہ پرچے دیگر بلاد میں نہ بھیجے گئے، تقسیم کرنے والوں نے اسٹیشن پر بھی دیئے، ان میں سے کوئی لے گیا ہوگا، بعض لوگوں نے پیلی بھیت کے واسطے چاہا، ان کو جواب دیدیا گیا کہ جب تک دو شاہد عادل لیکر نہ جائیں پرچہ کافی نہ ہوگا، اور بلاد بعیدہ کو کیونکر بھیجے جاتے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۴ ص ۵۳۲)

اب یہ کہنا کہ پیلی بھیت بریلی سے کافی فاصلہ پر واقع ہے وہاں کے لوگ کیونکر تحقیق کر سکتے تھے، کوئی فنکار اپنی مہارت سے ایسا ہی پرچہ تقسیم کرا سکتا تھا۔

واضح رہے کہ اعلیٰ حضرت نے اپنی اس عبارت میں پیلی بھیت کے مقابلے میں بلند شہر وغیرہ کو بلاد بعیدہ سے تعبیر کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ پیلی بھیت قریب تھا، صرف انچاس کلومیٹر کی دوری ہے، بآسانی تحقیق کی جاسکتی تھی، اس لیے یہ توضیح اعلیٰ حضرت کی مراد کے برخلاف ہے۔

ستم یہ کہ اعلیٰ حضرت کے زمانے میں جعل وتزویر کی تحقیق متعذر تھی مگر اب جب کہ آوارگی فکر وعمل کے فتنے شباب پر ہیں، ای میل اور فیکس پروائرس کے فنکار، اربوں کا وارانیارا کرتے ہیں تو کیا اس دور میں جعل سازی کی تحقیق آسان ہوگئی ہے اور ای میل اور فیکس کا کتاب القاضی سے الحاق ضروری ہوگیا ہے؟

حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کے رسالہ "جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت کی شرعی حیثیت" سے متعلق تمام علمائے اہلسنت ومفکرین اور عامۂ اہلسنت سے میری گذارش ہے کہ بغور، بار بار پڑھیں اور اپنے روزوں وعیدوں کو فساد وابطال سے بچانے کے لیے رسالہ کے مشتملات واحکام پر پابندی سے عمل کریں اور کرائیں۔

حضور تاج الشریعہ کا وجود اس زمانے میں ہم سب کے لیے اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے ان کی صحت ولمبی عمر کے لیے دعا بھی کرتے رہیں۔

فقط: فقیر ضیاء المصطفیٰ قادری

۲۸ر محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

مطابق ۳ر دسمبر ۲۰۱۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد!

ثبوت رویت ہلال کے طرق موجبہ میں سے ایک طریقہ "استفاضہ" بھی فقہائے کرام نے ذکر فرمایا ہے اور اس کے معنی کی تعریف وتعیین بھی فرمادی ہے، جس کی تفصیل مجدد دین وملت آقائے نعمت، سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ عنہ نے اپنے متعدد فتاویٰ میں فرمائی ہے۔

آج بعض تجدد پسند حضرات، فقہائے کرام کے متعین کردہ استفاضہ کے معنی ومفہوم میں تبدیلی اور بے جا تاویل کے درپے ہیں جو ہرگز قابل التفات نہیں، ایسے حالات میں حقیقت حال اجاگر کرنے اور امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی کے لیے جانشین علوم امام احمد رضا، تاج الشریعہ، قاضی القضاۃ فی الہند، علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ نے وہ فقہی وعلمی جواہر پارے بکھیرے اور نصوص فقہا سے مزین مقالہ سپرد قلم فرمایا کہ ہر انصاف پسند بلاچوں وچرا تسلیم کرتا نظر آئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

امید کہ اہل علم وفہم وفراست حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کی تحقیقات انیقہ کو محبت وانصاف کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

فقط: محتاج دعا وگدائے باب رضا

شبیر حسن رضوی

خادم: الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد

جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت کی شرعی حیثیت

ابھرتے ہوئے جدید مسائل میں دربارۂ رویت ہلال، ٹیلیفون، فیکس، ای میل کے معتبر ہونے کا مسئلہ سر فہرست ہے۔

اس موضوع پر ملک کے مختلف شہروں میں کئی سیمینار ہوئے، درجنوں اخبار و رسائل میں اس پر مضامین شائع ہوئے۔ بعض سیمیناروں میں فقہائے کرام کی تصریحات کو بالائے طاق رکھ کر یہ فیصلہ بھی کر دیا گیا کہ اگر چند موبائل کے ذریعہ رویت ہلال کی خبر موصول ہو جائے تو یہ خبر مستفیض ہے۔ کچھ سالوں پہلے شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف میں بھی یہ موضوع زیر بحث آیا جس میں بعض مقالہ نگار مفتیوں نے اس پر بڑا زور صرف کیا کہ چند موبائل، ٹیلیفون سے حاصل ہونے والی خبر کو خبر مستفیض مان لیا جائے اور اس پر بھی کہ قاضی کا اعلان اس کے پورے حدود قضاء میں معتبر ہونا چاہئے ابھی ۱۹ ستمبر ۲۰۱۳ء کو رویت ہلال سے متعلق اجمیر شریف میں بھی ایک سیمینار ہوا جس میں مذکورہ بالا فیصلہ کا اعادہ کیا گیا۔ بعض احباب نے بار بار مجھ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ان مقالات، مضامین، تحریروں اور فیصلوں کے مدنظر میں بھی کچھ لکھ دوں تاکہ عوام مسلمین پر صحیح حکم شرعی و فقہی نقطۂ نظر واضح ہو جائے۔ بحمدہٖ تعالیٰ گوناگوں مصروفیات و علالت کے باوجود چند صفحات ارقام کروائے جس میں اصل موضوع پر تحقیق مباحث کے ساتھ ساتھ ازالۂ شبہات کا بھی التزام کیا ہے، مولیٰ تعالیٰ اسے مسلمانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے اور صحیح حکم شرعی پر عمل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

رویت ہلال سے متعلق اجمیر شریف میں ہونے والے سیمینار کے کچھ مقالات ملاحظہ ہوئے سر فہرست ایک مکتوب پڑھوا کر سنا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی جگہ سے اگر چند موبائل کے ذریعہ رویتِ ہلال کی خبر پہنچے تو یہ خبر مستفیض ہے جس پر عمل ضروری ہے اور یہ کہ یہ شہادت کے قبیل سے نہیں بلکہ خبر ہے لہٰذا مخبر کا حاضر ہونا ضروری نہیں، مخبر اگر دور ہو اور اس کی خبر کسی آلہ کے ذریعہ سنی جائے تو بھی یہ خبر ہے اور اگر مخبر چند ہوں مثلاً چار، چھ، نو، بارہ تو خبر مستفیض ہے، یہ خط کے تمہیدی کلمات اور اخیر جملوں کا مفاد ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا ٹیلیفون وغیرہ کا اعتبار دربارہ رویت ہلال ہے یا نہیں؟ اور اگر متعدد ٹیلیفون کسی شہر سے آجائیں کہ فلاں جگہ رویت ہوئی تو یہ بمنزلۂ استفاضہ ہوگا یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ استفاضہ اعلیٰ درجہ کی خبر صحیح ہے۔ اس مقام پر درج ذیل امور کا لحاظ ہونا چاہئے تھا جو نہیں ہوا۔ صحت خبر کا مدار محض سماع پر نہیں بلکہ منجملہ شرائط معتبرہ اتصال بھی درکار ہے۔ اتصال بے ملاقات متصور نہیں۔ اسی لئے تو امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالفعل ملاقات کو حدیث کی صحت کے لئے شرط قرار دیا اور امام مسلم نے امکان ملاقات کی شرط رکھی یعنی انہوں نے اس پر محمول کیا کہ راوی کی مروی عنہ سے بوجہ معاصرت ملاقات ہوئی ہوگی۔ اور جہاں راوی اور مروی عنہ کے درمیان سیکڑوں واسطے ہوں تو بدیہی ہے کہ دونوں کا اتصال نہ ہوا تو خبر متصل نہیں بلکہ منقطع ہے اور جب

خبر منقطع ہے تو ہرگز بمنزلۂ استفاضہ نہیں ہوسکتی اگرچہ متعدد منقطع باہم مل جائیں جب بھی وہ خبر متصل نہیں ٹھہر سکتی۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ شیخ مصطفیٰ رحمتی رحمۃ اللہ علیہ نے استفاضہ کی جو تعریف بایں الفاظ کی:

"معنی الاستفاضة ان تاتی من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن روية"

تحقق استفاضہ کی شرط ہے نہ یہ کہ تحقق کی مختلف صورتوں میں سے ایک صورت کا بیان ہے کہ اتصال بے ملاقات نامتصور اور ملاقات کے لئے جماعتوں کا آنا ضرور۔

صاحب مکتوب نے غالباً جب یہ دیکھا کہ علامہ رحمتی کی عبارت مکتوب میں درج باتوں کی صریح مخالف ہے تو اس کے تدارک کی یوں سعی کی:

"خبر مستفیض کی جو تشریح علامہ رحمتی قدس سرہ نے کی ہے اپنے عہد کے لحاظ سے کی ہے اس لئے کہ اس عہد میں ایک جگہ سے دوسری جگہ خبر پہونچانے کے لئے اس کے سوا کوئی صورت نہیں تھی کہ جماعت آکر خبر دے (الیٰ ان قال) خبر مستفیض کی تشریح علامہ رحمتی نے اپنے عہد کے لحاظ سے فرمائی ہے اور یہ خاکسار اس کی تشریح اپنے عہد کے لحاظ سے کررہا ہے (اس مقام پر یہ ذہن نشیں رہے کہ اس خاکسار کی تشریح علامہ موصوف کی تشریح کو باطل نہیں قرار دیتی، بلکہ خبر مستفیض کی ایک دوسری شکل کی نشاندہی کرتی ہے)" انتہی کلامہٗ۔

ان کلمات کے پیش نظر صاحب مکتوب سے یہ کیا پوچھا جائے کہ خبر مستفیض کی تقریر جو آپ نے پیش کی اس میں آپ منفرد ہیں یا آپ سے پہلے فقہاء و محدثین میں سے کسی نے خبر مستفیض کی ایسی تقریر کی۔ صاحب مکتوب نے خود اعتراف کرلیا کہ اس تقریر میں کوئی ان کا سلف نہیں جس کے وہ متبع ہوں بلکہ جناب نے بزعم خود خبر مستفیض کی ایک دوسری شکل کی نشاندہی کی جس کا نام ونشان کتب فقہ میں نہیں، البتہ صاحب مکتوب سے اس دعوے پر سند کا مطالبہ ضرور ہے لہٰذا سند پیش کرنا لازم، یا تو وہ یہ بتائیں کہ محل بحث میں آپ کی بات بے سند قابل قبول ہے یا یہ سب کے نزدیک بدیہیات واضحات کے قبیل سے ہے کہ محتاج دلیل نہیں، بہرحال جبکہ یہ امر نزاعی ہے ہرگز بدیہی نہیں، مدعی کو دلیل قائم کرنا ضروری ہے۔ ھاتوا برھانکم۔

خبر مستفیض کی تحقیق

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے استفاضۂ شرعیہ سے متعلق اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تصریحات نقل کردی جائیں تاکہ ٹیلیفونی استفاضہ کی شرعی حیثیت اچھی طرح واضح ہوجائے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فتاویٰ رضویہ میں رقمطراز ہیں:

"بلکہ وہ استفاضہ جو شرعاً معتبر ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس شہر سے گروہ کے گروہ متعدد جماعتیں آئیں اور سب بالاتفاق یک زبان بیان کریں کہ وہاں فلاں شب چاند دیکھ کر لوگوں نے روزہ رکھا یہاں تک کہ ان کی خبر پر یقین شرعی حاصل ہو، رد المحتار میں ہے: قال

الرحمتی: معنی الاستفاضة ان تاتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة انهم صاموا عن رویة لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعه کما قد تشیع اخبار یتحدث بها سائر اهل البلدة ولا یعلم من اشاعها کما ورد ان فی آخر الزمان یجلس الشیطان بین الجماعة فیتکلم بالکلمة فیتحدثون بها ویقولون لا ندری من قالها فمثل هٰذا لا ینبغی ان یسمع فضلا عن ان یثبت به حکم -اھ- قلت وهو کلام حسن ویشیر الیه قول الذخیره"

[فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۵۵۲-۵۵۳]

پھر یہ بھی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ تحقق کی بھی شرط ہے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں "ہمارے ائمہ نے صرف استفاضہ واشتہار کافی نہ جانا بلکہ اس کے ساتھ تحقق ہو جانے کی قید زیادہ فرمائی، علامہ عبد الغنی نابلسی "حدیقہ ندیہ" میں فرماتے ہیں:

اما خبر المتواتر من الناس بعضهم بعضا بذالک فهو ممنوع لاسناد الکل فیه الی الظن والوهم والتخمین واستفادة الخبر من بعضهم لبعض بحیث لو سألت کل واحد منهم عن رویته و معاینته لقال لم اعاینه -الخ" [فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۵۶۱-۵۶۲]

مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں فیصلہ کیا جائے کہ مکتوب میں استفاضہ کی جو نئی صورت پیش کی گئی اس پر استفاضہ کی کون سی تعریف منطبق ہے، اور اگر کوئی تعریف اس جدید استفاضے پر منطبق نہیں تو یہ علی حَدّ الاُصولَیْن استفاضہ ہی نہیں، ہاں یہ نئی اصطلاح استفاضۂ شرعیہ سے کوسوں دور اور صاحب مکتوب کی اختراع ضرور ہے۔

خبر مستفیض خبر متواتر کا مترادف ہے

ذرا متواتر و مستفیض کی تعریفات ملحوظ رکھ کر بتایا جائے کہ اس جگہ استفاضہ اور تواتر مترادف ہیں یا استفاضہ تواتر کا غیر ہے؟ اس مقام پر فقہی عبارات کا کیا مفاد ہے مثلاً البحر الرائق میں فرمایا: "قال الامام الحلوانی من مذهب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض من بلدة اخریٰ و تحقق یلزمهم حکم تلک البلدة"۔ [ج ۲، ص ۲۷۱]

اور تاتار خانیہ میں یوں فرمایا: "وعن محمد لا یعتبر حتیٰ یتواتر الخبر من کل جانب هٰکذا روی عن ابی یوسف"۔ [ج ا، ص ۱۹۶]

لفظ "یتواتر الخبر" کا وہی مفاد ہے جو البحر الرائق میں "استفاض" کا ہے یا کچھ اور؟ علامہ رحمتی ہی کی عبارت کا صحیح مفہوم کیا بتا رہا ہے اور "جماعات متعددون" کا مفاد کثرت بے حصر ہے یا قلت اور قلیل تعداد کی یقین؟

دو تین چار کو جماعت مانا تو مانا، اس سے بحث نہیں، چار، چھ، نو، بارہ کو متعدد جماعتوں پر مشتمل قرار دیا اس طور پر کہ چار چونکہ متعدد جماعت ہے اسی طرح چھ متعدد جماعت ہے وعلیٰ ھٰذا القیاس، تو آپ کے نزدیک چار، چھ پر بھی

استفاضہ ہوجائے گا کہ متعدد جماعتیں متحقق ہیں، کیا عرف آپ کے اس دعوے کا مساعد ہے؟ نہیں، بلکہ عرف اس کا مخالف ہے اسلئے کہ جماعت ایک گروہ کو کہتے ہیں جو کثیر افراد پر مشتمل ہو، از روئے عرف اگر جماعت کا یہی معنی ہے تو ایک جماعت افراد کثیرہ پر مشتمل ہوگی، پھر معنیٔ استفاضہ میں "جماعات متعددون" کہا از روئے عرف اس کا کیا معنی؟ یہی نا کہ استفاضہ کے لئے متعدد جماعتیں درکار ہیں اور ایک جماعت عرفاً کثیر افراد پر مشتمل ہوتی ہے ایسی جماعت جو کثیر افراد پر مشتمل ہو ایک نہیں متعدد درکار ہیں جن کی کوئی تعداد بیان نہ ہوئی بلکہ مطلقاً افادۂ عدم حصر و تعیین کے لئے اور تاکید مفہوم جماعات کے لئے "متعددون" فرمایا۔

اب اس عبارت کی صحیح تشریح جو مفہوم عبارت کے موافق اور عرف کے مساعد ہے کیا اس کے سوا کچھ اور ہے جو اعلیٰ حضرت نے یوں بیان فرمائی:

"وہ استفاضہ جو شرعاً معتبر ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس شہر سے گروہ کے گروہ متعدد جماعتیں آئیں اور سب بالاتفاق یک زبان کہیں کہ وہاں فلاں شب چاند دیکھ کر لوگوں نے روزہ رکھا یہاں تک کہ ان کی خبر پر یقین شرعی حاصل ہو"[ج ۱۰، ص ۴۳۵]

اگر یہی مفہوم ہے اور ضرور یہی مفہوم ہے تو اس صورت میں خبر مستفیض خبر متواتر کا مترادف ہے اور متواتر اعلیٰ درجہ کی خبر صحیح ہے جس میں راوی کا مرتبۂ تحمل اور مرتبۂ ادائے خبر میں حاضر ہونا ضروری ہے اور اتنی بات پر جملہ محدثین کا اتفاق چلا آرہا ہے اور اس صورت میں خبر مستفیض از قبیل روایت ہے نری خبر نہیں کہ اس پر یہ بات جمادی جائے کہ:

"ٹیلی فون، اور ریڈیو وغیرہ آلات خبر (جن کی وضع ہی صرف خبر پہنچانے کے لئے کی گئی ہے) سے حاصل شدہ خبریں بھی خبر ہے۔الخ"

اب یہاں سوال متوجہ ہے کہ خبر مستفیض یہاں قطعاً بعینہ خبر متواتر ہے جس کے پہلے مرتبے میں بھی ایک دوسے سنا ملحوظ نہیں بلکہ ہر مرتبے میں جماعات کثیرہ کی خبر ہونا ضرور ہے اس پر حدیقۂ ندیہ کی عبارت جو فتاویٰ رضویہ میں درج ہوئی شاہد عدل ہے اور اس کے آخری کلمات جو یوں ہیں:

"وربما اذا تأمّلت و تفصّحت وجدت خبر ذالک التواتر الذی تزعمه کله مستندا فی الاصل الی خبر واحد او اثنین"۔ [الحدیقۃ الندیہ ج ۲، ص ۵۲۱] واجب اللحاظ ہیں۔

اب بتایا جائے کہ جو نو موبائل کو کافی جانا گیا اور اس سے موصول ہونے والی خبر کو استفاضہ ٹھہرادیا گیا یہ اصولیئن میں امر متفق علیہ کا خلاف ہے یا نہیں؟ اور معنیٔ استفاضہ جس کی تشریح اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے کلام سے گزری اور جو قدیم سے علماء میں ایسا معروف و مشہور چلا آرہا ہے کہ اس کے سوا وہ اور کوئی معنی نہیں جانتے، ان لوگوں کا پیش کردہ معنی اور استفاضہ کی دوسری شکل جسے آج اختیار کیا جارہا ہے کیا اس کا لحاظ معنی قدیم معمول بہ کا رافع نہیں اگر نہیں تو کیسے نہیں؟ کیا یہ دوسری شکل پہلی شکل کے ساتھ جمع ہوسکتی ہے اگر ہوسکتی ہے تو کیسے؟ اور اگر نہیں ہوسکتی کہ دونوں ایک دوسرے کی نقیض

ہیں اور اجتماع نقیضین محال، تو جب یہ دوسری ہوگی تو پہلی کیونکر نہ اٹھ جائیگی۔

اس جگہ بلحاظ مناسبت مقام بطور جملہ معترضہ یہ عرض کردوں کہ منعقد سیمینار کی رپورٹ میں چلتی ٹرین پر فرض و واجب حقیقی و حکمی کی ادائیگی کے متعلق یہ کہا گیا کہ

"چلتی ٹرین پر فرض و واجب حقیقی و حکمی کی ادائیگی کے بعد اعادہ کی حاجت نہیں جیسا کہ خود فتاویٰ رضویہ کی عبارت سے واضح ہے، یہ حکم کسی طرح بھی نہ فتاویٰ رضویہ کے خلاف ہے، نہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے انحراف ہے، نہ ہرگز ہرگز کسی طرح یہاں خرق اجماع مسلمین متصور"۔

یہ دعویٰ تو کیا گیا کہ یہ حکم کسی طرح بھی نہ فتاویٰ رضویہ کے خلاف ہے نہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے انحراف ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ دعویٰ اپنے آپ میں انتہائی حیرت انگیز ہے، فتاویٰ رضویہ سے جو ظاہر ہے بلکہ جو اس کا صریح منطوق ہے کہ چلتی ٹرین پر یہ نمازیں نہیں ہوسکتیں، اس کے خلاف کو ظاہر بتادیا اور اس پر یہ بات جمادی "نہ ہرگز ہرگز کسی طرح یہاں خرق اجماع مسلمین متصور"۔

خبر مستفیض میں مخبرین کا حاضر ہونا ضروری ہے

اگرچہ استقرار واتحادِ مکان کی اجماعی شرطیں نظر انداز کردی گئیں اور اصل اجماعی کہ منع من جہۃ العباد کا اعتبار نہیں کو در خور اعتنا نہ سمجھا گیا بلکہ شاید اسے مانع سماوی خیال فرمایا، یہ حال تو ٹرین کے مسئلے میں تمام فقہاء کی تصریحات بالخصوص اعلیٰ حضرت کے فرمان کے ساتھ ہوا، کیا اس جگہ بھی نہ کہیں گے "جیسا کہ فتاویٰ رضویہ سے ظاہر ہے، یہ حکم کسی طرح بھی نہ فتاویٰ رضویہ کے خلاف ہے نہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے انحراف ہے نہ ہرگز ہرگز کسی طرح یہاں خرق اجماع مسلمین متصور"۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ جب خبر مستفیض، خبر متواتر ہے اور یہاں خبر متواتر، مجرد خبر نہیں بلکہ از قبیل روایت ہے اور روایت کے تحمل وادا میں جو دستور اہل فقہ وحدیث وائمہ قدیم و حدیث میں معمول ومتوارث چلا آرہا ہے اس کا خلاف کیا خلافِ اجماع نہیں؟ اور معمول قدیم متوارث کی خلاف ورزی نہیں؟ ہے اور ضرور ہے اور اس طرح یہاں دو وجہ سے خرق اجماع نقد وقت ہے۔

پھر یہ سوال ہے کہ کیا خبر مستفیض، مجرد خبر ہے یعنی اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو اس خبر کے درمیان اور شہادت کے درمیان قدر مشترک ہو، یا اس میں کوئی قدر مشترک ہے برتقدیر اول کیا ایسی مجرد خبر حجت شرعیہ ہوسکتی ہے؟ برتقدیر ثانی وہ قدر مشترک کیا ہے؟ یہی نا کہ ایسی خبر میں شہادت کی طرح معنیٰ الزام ہے تو اس لحاظ سے یہ من وجہ شہادت کی طرح ہے اور شہادت کے دونوں مرتبوں یعنی مرتبۂ تحمل و مرتبۂ ادا میں حضور کا لحاظ ہے جس کی رو سے یہ ضروری ہے کہ وہ تحمل اور ادائے شہادت کے موقع پر حاضر ہو۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ رحمتی نے استفاضہ کی وہ تعریف کی جس کی رو سے جماعت مخبرین کا دوسرے شہر میں قاضی کے روبرو حاضر ہونا ضروری ہے، جن حضرات نے استفاضے کی دوسری قسم کی نشاندہی کی جسکی رو سے قاضی کے حضور حاضر

ہونے کی اتفاقی شرط اُٹھ گئی، ان پر لازم ہے کہ قرآن وسنت سے یا کم ازکم فقہ کی کتب معتمدہ سے اس صورت جدیدہ کا استثناء مبرہن کریں، دلیل لائیں تاکہ اس میں نظر کی جائے اور اگر اس پر کوئی دلیل نہیں رکھتے تو بتائیں کہ آپ حضرات نے ازروئے تقلید التزام مذہب معین کا عہد کیا یا نہیں؟ تقلید مذہب معین سے یہ عہد ضرور لگا بندھا ہے، اسکی رو سے کیا آپ پر لازم نہیں کہ قول راجح ہی پر عمل کریں اور اسی کو مذہب جانیں؟ ضرور لازم ہے، اسی لئے ماوشما کس گنتی میں، ناقلان مذہب نے فرمایا:

”أما نحن فعلینا اتباع ما رجّحوہ وما صحّحوہ کما لو أفتوا فی حیاتھم“ اور فرمایا: ”الفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع“ اسی کے تحت طحطاوی علی الدر میں فرمایا: ”وھو باطل وحرام“۔[ج۱ص۵۰]

لہٰذا قول راجح سے عدول، عدول عن المذہب ہے جسکی اجازت صلاحیت ترجیح سے عاطل نرے مقلدین کو نہیں ہوسکتی جیسا کہ عبارات مندرجہ بالا سے ظاہر ہے۔ جب قول راجح سے عدول کے سلسلے میں علماء کی یہ کچھ تصریحیں ہیں تو ایسے مسئلے سے عدول کا کیا حال ہوگا جس کے خلاف کوئی قول مرجوح بھی منقول نہیں۔ ومن ادّعی فعلیہ البیان۔

بہر حال یہ سوال ہے کہ استفاضے کی دوسری قسم کی راہ ائمہ ہدیٰ نے دکھائی یا محض ہویٰ نے یہ ہوا دکھائی۔

ازالۂ شبہات:

اس مقام پر ضرورت وحاجت کا بھی سہارا نہیں لیا جاسکتا کہ اصل حکم سے عدول کے لئے حقیقۃً تعذر اور سچی حاجت صحیحہ شرعیہ مطلوب ہے جو یہاں مفقود ہے۔ کسی شہر سے دوسرے شہر میں شہادت شرعیہ کا حصول یا استفاضۂ مقبولۂ شرع کا تحقق نہ ہوسکے تو اس کا تعذر تعمیل اصل حکم کا تعذر کیونکر ٹھہرے گا اور کونسی حاجت اکمال عدت شہر سے مانع ہوگی۔ اور جب یہاں اصل حکم کہ تکمیل عدت شہر ہے پر عمل ممکن بلکہ لازم تو پھر کیا ضرورت کہ ٹیلیفون وغیرہ اسباب کو امور شرع میں دخیل کیا جائے اور خواہی نخواہی ٹیلیفون، موبائل، فیکس، ای میل وغیرہ کو برخلاف تصریحات فقہاء معتبر مانا جائے۔

اس سلسلہ میں فساد صوم اور فساد عقیدہ کو معرض حاجت میں ذکر کیا جاتا ہے صوم وعید کا حکم تحققِ رویت پر ہے تو جہاں شرعی طور پر تحققِ رویت نہ ہو ہرگز نہ روزہ صحیح ہوگا نہ عید کرنا حلال ہوگا بلکہ اس جگہ کے لوگوں پر مہینہ کی گنتی پوری کرنا لازم ہے اور روزِ شک کو خواہی نخواہی رمضان یا روزِ عید ٹھہرانا، روزہ رکھنا، عید کرنا حرام۔

اس مفسدہ کا ازالہ ٹیلیفون، فیکس وغیرہ اسباب غیر معتبرہ کو دربارۂ رویت معتبر ٹھہرا کر کیونکر متصور بلکہ یہ مفسدۂ فساد صوم اس صورت میں بھی موجود اور امر غیر شرعی کو شرعی جاننا خود فسادِ عقیدہ ہے تو اس صورت میں بھی فساد عقیدہ نقد وقت ہے اور ائمہ مذہب کی تصریحات کو بالائے طاق رکھنا ایک گونہ غیر مقلدیت ہے اور اس سلسلہ میں مجھے معاف رکھا جائے اگر میں یہ کہوں کہ اس دروازے سے رفتہ رفتہ قیود مذہب سے کھلی آزادی اور تقلید سے بیگانگی کا کھلا اندیشہ ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استفاضہ کی دو نئی صورتیں رقم فرمائیں، ایک وہ جو رحمتی کے حوالے سے گزری

اور دوسری یہ ہے:

"اور ایک صورت یہ بھی متصور کہ دوسرے شہر سے جماعات کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان کریں کہ وہاں ہمارے سامنے عام لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے جن کا بیان موِرثِ یقینِ شرعی تھا ظاہراً اس تقدیر پر وہاں کسی ایسے حاکم شرع کا ہونا ضرور نہیں کہ رویت فی نفسہا حجت شرعیہ ہے لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوموا الرویۃ وافطروا الرویۃ جب جماعتِ تواتر جماعتِ تواتر سے ان کی روایت کی ناقل ہے تو رویت بالیقین ثابت ہوگئی اور شہادت کی حاجت نہ رہی کہ اثبات احکام میں تواتر بھی قائم مقام شہادت بلکہ اس سے اقوی ہے"۔ [فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۵۵۳]

نیز اعلیٰ حضرت رقمطراز ہیں کہ:

"علماء تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز مسموع ہو اس پر احکام شرعیہ کی بنا نہیں ہوسکتی ہے کہ آواز آواز سے مشابہ ہوتی ہے۔ تبیین الحقائق امام زیلعی پھر فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

لو سمع من وراء الحجاب لا یسعه أن یشهد لاحتمال أن یکون غیره اذ النغمة تشبه النغمة۔

[فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۵۲۷]

سوال یہ ہے کہ جب استفاضہ متعدد ٹیلیفون اور متعدد فیکس وغیرہ سے موصول ہونے کی صورت میں متصور تھا تو اعلیٰ حضرت نے استفاضہ کے بیان میں یہ صورت کیوں نہ لکھی؟ اور جب ٹیلیفون کی خبر کو غیر معتبر ٹھہرایا تو متعدد فونوں کے موصول ہونے کا استثناء فرما کر اسے استفاضہ کیوں نہ قرار دیا۔

یاد رہے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"استفاضہ یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو کہ احکام ہلال اسی کے یہاں سے صادر ہوتے ہیں اور وہ خود عالم اور ان احکام میں علم پر عامل وقائم یا کسی عالم دین محقق و معتمد پر اعتماد کا ملتزم وملازم ہے، یا جہاں قاضی شرع نہیں تو مفتی اسلام، مرجع عوام ومتبع الاحکام ہو کہ احکام روزہ وعیدین اسی کے فتویٰ سے نفاذ پاتے ہیں، عوام کالانعام بطور خود عید و رمضان نہیں ٹھہرا لیتے وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بر بنائے رویت روزہ ہوا یا عید کی گئی"

[فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۵۵۲]

اقول: استفاضہ کی جو مندرجہ بالا پہلی صورت اعلیٰ حضرت نے ذکر فرمائی اور اس میں قاضی ومفتی میں جو قیدیں ملحوظ رکھیں ان کے پیش نظر استفاضۂ شرعیہ کی پہلی صورت پر بھی رویت ثابت نہ ہوگی بلکہ نظر بحال زمانہ اطمینان کافی مطلوب ہوگا خصوصاً جبکہ کسی خاص جگہ کے قاضی ومفتی کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ پابند احکام شرع نہیں۔ ٹیلیفونی

استفاضہ کا دروازہ کھولنے کے بعد اب جو یہ کہا جاتا ہے کہ:

''خبر رسانی کے جدید ذرائع مثلاً ٹیلیفون، موبائل، فیکس، ای میل سے استفاضہ کا تحقق ہوسکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ ان ذرائع کو ممکن حد تک ناخدا ترسوں کے دھوکہ، فریب اور جھوٹ کے اندیشہ سے محفوظ رکھا جائے ورنہ ان کے ذریعہ موصول ہونے والی خبروں کی حیثیت بازاری افواہ کی ہوگی نہ کہ استفاضہ کی''۔

جدید ذرائع ابلاغ سے استفاضہ کے تحقق پر چند سوالات

اقول: اس پر اولاً: یہ معروض ہے کہ یہ مقالہ نگار کا اپنا خیال ہے جو نہ صرف فتاویٰ رضویہ بلکہ دیگر کتب مذہب جن کی عبارتیں فتاویٰ رضویہ میں منقول ہوئیں اور بشمول فتاویٰ رضویہ یہ سب کتابیں مقالہ نگار کی معتمد ہیں ان سب سے صرف نظر کیوں کر روا؟ اور ان تمام معتمدات کی مخالفت کیسے درست؟ اور یہ کہاں سے نکلا کہ تحقق ہوسکتا ہے؟

ثانیاً: اس عبارت میں مقالہ نگار نے ان ذرائع ابلاغ میں اندیشہ کو مانا جب تو یہ لکھا کہ ان ذرائع کو ممکن حد تک ناخدا ترسوں کے دھوکہ، فریب اور جھوٹ کے اندیشہ سے محفوظ رکھا جائے ورنہ ان کے ذریعہ موصول خبروں کی حیثیت بازاری افواہ کی ہوگی نہ کہ استفاضہ کی۔ اچھا ہوتا کہ پہلے وہ سارے اندیشے دفع فرما دیتے اور ان ذرائع کا محفوظ ہونا ثابت و آشکار کر دیتے پھر اس پر سب سے اتفاق کروالیتے اور جب یہ مسئلہ اجماعی ہوجاتا تو اس پر مناط اجماع منطبق کرتے۔

ثالثاً: ان ذرائع کو محفوظ بنانے کی یہ تجویز کہ جو لوگ ٹیلیفون، موبائل فون، فیکس یا ای میل کے ذریعہ چاند ہونے کی خبر دیں انہیں قاضی شریعت یا اس کے سامنے اس کا معتمد فون کر کے یہ تصدیق حاصل کرلے کہ فون، فیکس، موبائل، ای میل کے ذریعہ انہوں نے ہی اطلاع دی ہے۔ اس پر معروض ہے کہ یہ تدبیر کیونکر کارگر ہوگی؟ جو اندیشہ پہلے تھا وہ اب بھی ہے محض معتمد کے گفتگو کر لینے سے اندیشہ کا ازالہ کیونکر ہوگیا؟ نیز فیکس، ای میل وغیرہ کی خبروں کو بوجہ کثرت بمنزلۂ استفاضہ ماننا صراحۃً اعلیٰ حضرت کے ارشاد کے خلاف ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''مگر یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ خبر، تار یا خط بدرجۂ کثرت پہنچ جائے تو اس پر عمل ہوسکتا ہے اسے استفاضہ میں داخل سمجھنا صریح غلط''

[فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۵۵۸]

رابعاً: اگر تسلیم کرلیا جائے کہ ایک گونہ اعتماد ہوگیا اور کسی حد تک ازالہ ہوگیا پھر بھی استفاضہ کا تحقق نامتصور بلکہ صاف ظاہر کہ جس کو استفاضہ سمجھا جارہا ہے اس کا منتہیٰ اور مدار ایک پر ہے تو یہ استفاضہ ہوگا یا خبر واحد وہ بھی غیر متصل۔ ممکن ہے کہ بعض اذہان میں یہ بات ابھرے کہ ہمیں تو یقین ہوگیا اس کا جواب اعلیٰ حضرت سے سنتے چلیے: ''اور یہ زعم کہ ہم کو تو یقین ہوگیا صحیح نہیں، یقین وہ ہے جو حجت شرعیہ سے ناشی ہو، یوں تو ایک جماعت ثقات عدول کی وقعت ان چند مجہولوں یا ساقطوں یا تار و خطوط کی اوہام و ضبوط سے کیا کم تھی، انصاف کیجئے تو بدرجہا زائد تھے پھر کیوں علمائے دین

نے اسکی بے اعتنائی کی تصریح فرمائی۔

خامساً: ثقہ علماء، قاضی اور شہر کے دوتین صالحین کو فون کر کے جو تصدیق حاصل کی جائیگی اس میں بھی وہی احتمال واندیشہ رہے گا، کہ آواز آواز کے مشابہ ہوتی ہے، اور مقام مقام احتیاط ہے جس میں نادر شبہ کا بھی اعتبار ہے، خود مقالہ نگار نے جابجا اندیشوں کا ذکر کیا اور نادر وغیر نادر کی کوئی تفصیل نہ کی، پھر فون پر اس امر کی تصدیق کیسے ہو سکے گی کہ اس نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا، یہ امر باب شہادات سے ہے اس میں محض خبر وہ بھی سیکڑوں پردوں کے پیچھے سے کیوں کر مسموع ہوگی، پھر بات وہی ہے کہ اس صورت میں منتہی ایک، تو استفاضہ کیسے ہوگا؟ اور بذریعہ ای میل قاضی کی اصل تحریر پہنچنا کیسے متصور؟ یہی حال فیکس کا بھی ہے پھر ای میل میں اس نادر شبہ کا لحاظ کیا کہ سرور (کمپیوٹر کی ایک مشین کا مالک) جعل سازی کر سکتا ہے، یہ بات اس دعویٰ میں ہماری مؤید ہے کہ مقام احتیاط میں نادر کا اعتبار ہوتا ہے، پھر اسکی تصدیق کے لئے وہی مشتبہ ذریعہ بتایا کہ جس قاضی نے اسے وصول کیا وہ ٹیلیفون یا موبائل کے ذریعہ پیغام رساں وغیرہ سے تصدیق حاصل کرے۔ اور انجانوں کے بارے میں تصدیق کیسے ہوگی کہ وہابی، دیوبندی نہیں، اور بیانات کی چھان بین اور فریب کا ازالہ کیسے ہوگا؟

یہاں سے ظاہر کہ مذکورہ طریقے اور اس کے علاوہ دوسرے طریقے جن میں مدار ٹیلیفون، موبائل، ای میل، فیکس پر ہے وہ خود مستقل طور پر قابل اعتبار نہیں بلکہ محتاج تصدیق ہیں، اور ان کی تصدیق ٹیلیفون، موبائل، ای میل، فیکس سے نہیں ہو سکتی کہ اندیشے سے خالی نہیں، اور مشتبہ مشتبہ کا مصدق نہیں ہو سکتا، اور فیکس، ای میل اگر چہ دس، گیارہ ہو جائیں، یوں ہی فون اگر چہ متعدد ہوں بمنزلۂ استفاضہ نہیں ہو سکتے۔ فقہاء نے دربارۂ خط نادر شبہہ کا اعتبار فرما کر اسے احکام میں نامعتبر ٹھہرایا اور علت اشتباہ ابتدائے کلام میں اس کی ندرت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بتائی ”ان الکتاب قد یفتعل ویزوّر والخطّ یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم“ یعنی کبھی جھوٹا نامہ بنالیا جاتا ہے اور ایک تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہوتی ہے، اور ایک مہر دوسری مہر کی طرح ہوتی ہے۔ اس کے باوجود ”کتاب القاضی الی القاضی“ کو برخلاف قیاس باجماع صحابہ وتابعین طرق موجبہ سے شمار کیا اور اس کے لئے وہی مجملہ شروط شہادت شرعیہ کی شرط رکھی اور اس کے برخلاف رسول قاضی بلکہ خود قاضی کے بیان کا اعتبار نہ کیا کہ اجماع تو برخلاف قیاس کتاب القاضی پر ہوا ہے، اور جو خلاف قیاس ثابت ہو وہ اپنے مورد پر مقتصر رہتا ہے، بھلا رسول قاضی ان اخبارِ پس پردہ سے بدرجہا بہتر تھا اور حاجت بھی درپیش پھر مناط اجماع کو ان لوگوں نے اس پر منطبق کیوں نہ فرمایا؟

اور جب ان ذرائع میں یہ کچھ اندیشے ہیں اور یہ بذات خود کافی نہیں اور ان کے ذریعہ تصدیق بھی مشتبہ تو ان جدید ذرائع سے موصول ہونے والی خبروں میں شبہہ کیوں نہیں ہونا چاہئے۔ خصوصاً عید کے سلسلے میں بصورت استفاضہ بھی اندیشہ مانا تو ان اخبار پس پردہ کا بمنزلۂ استفاضہ ہونا یوں بھی ممنوع اور ان میں اشتباہ واندیشہ خود کو

مسلم تو سبیل اطلاقِ منع اور اندیشوں اور مفسدوں کا دروازہ بالکل بند کرنا ہے نہ یہ کہ دوراز کار ایسی شرطیں لگائی جائیں اور بزعم خود راہ جواز نکالی جائے جن کی پابندی بے راہ روؤں سے نہ ہو سکے اور وہ قیدوں سے آزاد ہو کر رخصت پر کار بند ہوں اور مفتی کے حکم کو بہانا بنائیں شرع کا قاعدہ ہے "درء المفاسد اہمّ من جلب المصالح"

وہابیوں کے جذبۂ مسابقت کا ذکر تو کیا مگر شدہ شدہ یہ بلا بہت سے سنی عوام میں بھی سرایت کر چکی ہے وہ بھی سعودیہ بلکہ لکھنؤ، دہلی میں چاند ہو جانا اور ریڈیو سے اس کا اعلان سن لینا اپنے زعم میں بڑا ثبوت سمجھتے ہیں، تو متہم، تو ایسے بہت سارے سنی بھی ہیں کہ ان کی بھی دوبدو کی خبر قابل تحقیق ہے تو ٹیلیفون، فیکس وغیرہ مشتبہ ذرائع سے موصول ہونے والی خبریں معتبر نہیں ہو سکتیں اگر چہ خبر دینے والے سنی ہوں۔ ہاں ٹیلیفون وغیرہ پر کسی طرح اعتبار کا انجام تصریحات ائمہ مذہب کو بالائے طاق رکھنا اور قیود مذہب سے آزادی میں دوسروں کے ساتھ مشارکت اور عوام کو آزاد کرنا ضرور ہوگا۔

صاحب مکتوب ٹیلیفونی استفاضہ کی دو شکلیں بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ایک شکل ہے دور والے سے خود بذریعۂ ٹیلیفون خبر لینا اور دوسری شکل ہے دور والے کا خود بذریعۂ ٹیلیفون خبر دینا، ان دونوں شکلوں میں فرق ظاہر ہے، پہلی شکل میں ہم اپنے جانے پہچانے لوگوں سے رابطہ پیدا کر کے ان سے خبر لیتے ہیں، اس لئے اسمیں ہمیں دھوکہ نہیں دیا جاسکتا۔ اس کے برعکس دوسری شکل میں خبر دینے والوں سے ہم خود بے خبر ہوتے ہیں تو اس میں دھوکہ کا امکان ہے کہ خبر دینے والے اپنے ہم مسلک ہیں بھی کہ نہیں، نیز خبر مستفیض کے لئے جتنی تعداد مطلوب ہے، اتنے ہی افراد خبر دے رہے ہیں یا چند لوگ ہیں جو آواز بدل بدل کر کثیر بنے ہوئے ہیں"۔

صاحب مکتوب نے یہ کہہ کر "آواز بدل بدل کر کثیر بنے ہوئے ہیں" دوسری صورت میں تو احتمال شبہہ مانا، جبکہ پہلی صورت یعنی جانے پہچانے اور معتمد لوگوں سے معلوم کرنے کی صورت میں بھی یہ شبہہ موجود ہے کہ آواز آواز کے مشابہ ہوتی ہے، تو ایک آواز دوسری آواز سے متبدل ہو سکتی ہے اگر چہ دانستہ معتمدین نہ بدلیں اس لئے جیسا شبہہ وہاں ہے ویسا ہی یہاں ہے تو ایک جگہ اس کا اعتبار اور دوسری جگہ اس کو نظر انداز کرنا کیا معنیٰ؟

اس مقام پر یہ سوال بھی حل طلب ہے کہ پہلی شکل میں جن جانے پہچانے لوگوں سے بذریعۂ فون خبر حاصل کر کے استفاضہ پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے ان جانے پہچانے لوگوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ صاحب مکتوب انکی حیثیت متعین کریں۔

مدعی تو نہیں جیسا کہ ظاہر ہے، پھر کیا شہود ہیں یعنی اپنی رویت پر گواہ اور اس رو سے ان کی خبر ضرور مثل شہادت ہے اور ہر شہادت میں شہود کا قاضی کے یہاں حاضر ہونا لازم، یہاں پھر وہی سوال عود کرتا ہے کہ اس صورت کا استثناء کس

دلیل سے ہے؟ یا مزکّی ہیں یعنی شاہدانِ دیگر کی تعدیل و توثیق کا کام انجام دیتے ہیں تو اس صورت میں بھی وہ مرتبۂ شہود میں ہیں لہٰذا ان کا جملہ شروط کی طرح قاضی کے یہاں حاضر ہونا لازم، یہ کس دلیل سے مستثنیٰ ہوئے کہ وہیں بیٹھے بیٹھے تعدیل کی شہادت دیں۔

اتنی بات تو ظاہر ہے کہ استفاضۂ مزعومہ جسکی نشاندہی صاحب مکتوب نے کی اس میں یکبارگی جماعت موجود نہیں ہوتی بلکہ افراد متعاقبہ اور آحاد مترتبہ جو یکے بعد دیگرے خبر دیتے ہیں ان سے ذہن میں جماعت کا تصور ابھرتا ہے، ذہن میں موجود ہونے والی یہ جماعت آپ کے طور پر قاضی کے نزدیک حکم حضور سے مستثنیٰ سہی، کیا اس جماعت کے متقدم ارکان اور پہلے رونما ہونے والے آحاد و افراد بھی حضوری کے حکم سے مستثنیٰ ہیں؟ آپ کی تقریر کی رو سے ان کا مستثنیٰ ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ ظاہر ہے، یہ کیسی موہوم جماعت استفاضہ نکلی جسکے آحاد و افراد موجود فی الخارج بھی عام شہود سے الگ قاضی کے یہاں حاضری سے بے نیاز ٹھہرے۔

مکتوب میں بڑے زوردار الفاظ میں خبر مستفیض کی بنا پر تمہیدی کلمات کے بعد یہ کہا:

"کسی خبر کے خبر ہونے کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ مخبر جہاں خبر پہنچائے وہاں حاضر بھی ہو، وہ آکر سامنے خبر دے جب بھی خبر ہے اور دور سے خبر دے جب بھی خبر ہے"۔

اس اخیر فقرے کہ "سامنے خبر دے جب بھی خبر ہے اور دور سے خبر دے جب بھی خبر ہے" سے متعلق یہ عرض ہے کہ ہندیہ کا یہ جزئیہ ملاحظہ کریں جو یوں ہے:

"ان کان بالسماء علة فشهادة الواحد علیٰ هلال رمضان مقبولة اذا کان عدلا مسلما عاقلا بالغا حرا کان او عبدا، ذکرا کان او انثیٰ، و کذا شهادة الواحد علیٰ شهادة الواحد و شهادة المحدود فی القذف بعد التوبة فی ظاهر الروایة هٰکذا فی فتاویٰ قاضی خان واما مستور الحال فالظاهر انه لا تقبل شهادته. وروی الحسن عن ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ انه تقبل شهادته وهو الصحیح کذا فی المحیط وبه اخذ الحلوانی کذا فی شرح النقایة للشیخ ابی المکارم وتقبل شهادة عبد علیٰ شهادة عبد فی هلال رمضان، و کذا المرأة علیٰ المرأة ولا تقبل شهادة المراهق ولا یشترط فی هٰذه الشهادة لفظ الشهادة ولا الدعویٰ ولا حکم الحاکم حتیٰ انه لو شهد عند الحاکم وسمع رجل شهادته عند الحاکم وظاهره العدالة وجب علیٰ السامع ان یصوم ولا یحتاج الیٰ حکم

الحاکم" [ج۱،ص۱۹۷]

خبر کو شہادت سے تعبیر کرنے کی حکمت:

یہاں چند باتیں مکتوب کی مؤید ہیں: ہلال رمضان میں ایک مرد عادل خواہ مستور الحال مسلم عاقل بالغ کی شہادت مقبول ہے خواہ آزاد ہو یا غلام، اسی طرح ایک عورت کی شہادت مقبول ہے اسی طرح ایک کی شہادت دوسرے کی شہادت پر، اور ظاہر الروایۃ میں توبہ کے بعد اس کی شہادت بھی مقبول جس پر حد قذف قائم ہوئی، اسی طرح غلام کی شہادت غلام کی شہادت پر اور عورت کی شہادت عورت کی شہادت پر مقبول ہے اس لئے کہ یہ خبر ہے لہٰذا اس میں لفظ "أشهد" کی شرط نہیں، نہ دعوے کی شرط ہے، نہ حکمِ حاکم کی شرط ہے۔ الخ

اب سوال یہ ہے کہ اس جگہ خبر کو بارہا متعدد جگہوں پر شہادت سے تعبیر کیا اس پر شہادت کا اطلاق کس قبیل سے ہے حقیقت ہے یا مجاز؟ مجاز ہے تو علاقۂ مجاز کیا ہے؟ اب ذرا اخیر فقرہ "سامنے خبر دے جب بھی خبر ہے اور دور سے خبر دے جب بھی خبر ہے" کو پیش نظر رکھ کے یہ بتایا جائے کہ کیا کسی کو یہ پہونچتا ہے کہ ہلال رمضان کی خبر گھر بیٹھے قاضی کو دے دے اور مجلس قضاء میں حاضر نہ ہو کہ آخر یہ خبر ہے "سامنے خبر دے جب بھی خبر ہے اور دور سے خبر دے جب بھی خبر ہے"۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

جواب اگر اثبات میں ہے تو بالدلیل بتایا جائے، نیز بتایا جائے کہ مخبر واحد میں جو شرطیں ذکر کی گئیں کہ عادل مسلم عاقل بالغ ہو، ان شرطوں کی تحقیق کیسے ہوگی اور اگر محدود فی القذف ہے تو اس کی توبہ کا ثبوت بھی درکار ہے وہ یوں ہی کیسے حاصل ہوگا اور اگر جواب نفی میں ہے یعنی گھر بیٹھے اس کی خبر نہ سنی جائے گی تو کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ یہ خبر مجرد خبر نہیں ہے بلکہ اسمیں رنگِ شہادت ہے اسی لئے مجازاً اس پر شہادت کا اطلاق ہوا کہ جس طرح قاضی کے یہاں ادا ہوتی ہے یہ خبر بھی قاضی کے سامنے مخبر کو دینا لازم، اسی لئے یہ فرمایا:

"حتیٰ انه لو شهد عند الحاكم وسمع رجل شهادته عند الحاكم و ظاهره العدالة وجب علی السامع أن يصوم ولا يحتاج الی حكم الحاكم"

کیا یہاں سے نہ کھلا کہ اس خبر پر مادۂ شہادت اور اس کے مشتقات کا اطلاق مجازاً یوں ہی بے فائدہ نہیں ہے بلکہ اس افادے کے لئے ہے کہ یہ خبر رنگ شہادت رکھتی ہے لہٰذا جہاں "خبر" یا "یخبر" کلام فقہا میں واقع ہوا فقہائے دیگر کے کلام میں شہادت "شھد" وغیرہ اس خبر کی تفسیر ہیں، یہی وجہ ہے کہ استفاضۂ خبر کی اس صورت کو ہندیہ میں یوں تعبیر کیا:

"وان لم يكن بالسماء علة لم تقبل الا شهادة جمع كثير يقع العلم بخبرهم وهو مفوض الی رأی الامام من غير تقدير هو الصحيح كذا فی الاختيار شرح المختار وسواء فی ذالك رمضان و شوال و ذو الحجة كذا فی السراج الوهاج، وذكر

الطحاوی أنه تقبل شهادة الواحد اذا جاء من خارج المصر و كذا اذا كان علىٰ مكان مرتفع (الىٰ أن قال) لكن فى ظاهر الرواية لا فرق بين خارج المصر والمصر"

یہاں مجازاً جمع کثیر کی خبر کو شہادت کہا اور اسی ہندیہ میں دوسری جگہ شہادت کی جگہ مطلق قول کا اطلاق فرمایا، چنانچہ اسی میں ہے: "وان كانت مصحية لا يقبل الا قول الجماعة كما فى هلال رمضان"۔

اب اس کے پیش نظر علامہ رحمتی کی عبارت دیکھئے جو یوں ہے: "معنى الاستفاضة أن تأتى من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة أنهم صاموا عن روية لا مجرد الشيوع. الخ"

کیا "یخبر" کی جگہ "یشہد" نہیں کہا جاسکتا؟ ضرور کہا جاسکتا ہے، اس سے کیا مانع ہے؟ مختلف عبارات فقہا کو ایک معنی پر رکھنے کا تقاضا یہی ہے کہ یہاں "یخبر" کو "یشہد" کا قائم مقام سمجھا جائے جس طرح ہندیہ میں ایک جگہ "قول الجماعة"، "شهادة جمع كثير" کے قائم مقام ہے کہ اس میں ابدائے وفاق اور رفع خلاف ہے، پھر یہاں علامہ رحمتی کی عبارت میں لفظ "تأتى من تلك البلدة جماعات" کیا اس پر قرینہ نہیں کہ یہاں "یخبر" بمعنی "یشہد" ہے۔ علامہ رحمتی کی عبارت میں کیا یہ دوسرا قرینہ "لا مجرد الشيوع" نظر انداز کرنے کے قابل ہے؟

اور جب یہ نظر انداز کرنے کے قابل نہیں تو کیا اس کا یہ معنی نہیں کہ مجرد استفاضہ وشہرت کافی نہیں بلکہ تحقق درکار ہے اور تحقق کے لئے مجلس حکم میں حاضری ضرور، اب ہندیہ اور رحمتی کی عبارت کا ایک ہی مفاد ہے وہ یہ کہ مخبرین حکم شاہدین میں ہیں لہٰذا علامہ رحمتی کی عبارت میں "یخبر" کے بجائے "یشہد" رکھا جائے تو عبارت یوں ہوگی:

"معنى الاستفاضة ان تأتى من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يشهد علىٰ أهل تلك البلدة انهم صاموا عن روية. الخ"

اگر ایک جماعت قاضی کے یہاں بیان کرے کہ فلاں شہر والوں نے اس جگہ کے باشندوں سے ایک دن پہلے روزہ رکھا اور انہوں نے خود چاند نہ دیکھا ہو، نہ دیکھنے والوں کی شہادت پر شاہد ہوں، کیا قاضی ان کے بیان پر حکم کردیگا کہ کل عید ہے اور آج رات کی تراویح چھوڑ دی جائیگی؟ ہرگز نہیں بلکہ ضروری ہے کہ یہ لوگ یک زبان اپنا دیکھنا بیان کریں یا دوسروں کی شہادت پر شاہد ہوں، ہندیہ میں ہے:

"ثم انما يلزم الصوم علىٰ متأخرى الرؤية اذا ثبت عندهم روية اولئك بطريق موجب حتىٰ لو شهد جماعة ان اهل بلدة قد رأوا هلال رمضان قبلكم بيوم فصاموا، وهٰذا اليوم ثلاثون بحسابهم، ولم ير هٰؤلاء الهلال لا يباح فطر غد، ولا يترك التراويح فى هٰذه الليلة، لأنهم لم يشهدوا بالرؤية ولا علىٰ شهادة غيرهم وانما حكوا رؤية غيرهم"۔

[ج ا ص ١٩٩]

کیا اب بھی نہ کھلا کہ ہندیہ کی یہ عبارت علامہ رحمتی کی عبارت میں "یخبر" کا بیان ہے جسکی رو سے یہ متعین ہے کہ "یخبر" سے مجرد حکایت اور محض رویت کی خبر مراد نہیں بلکہ اس شہر والوں کی شہادت پر شہادت مراد ہے، لہٰذا تصحیح کلام ورفع تناقض کے اقتضا کے بموجب "یخبر" کلام رحمتی میں ضرور بمعنی "یشھد" ہے۔ یہاں سے اس کا جواب ہوگیا کہ "خبر مستفیض کی جو تشریح علامہ رحمتی قدس سرہٗ نے کی ہے اپنے عہد کے لحاظ سے کی ہے"۔ اور جب اس خبر میں رنگ شہادت ہے اور شہادت میں ہر زمانے کا دستور جواب تک چلا آرہا ہے کہ شہادت مجلس قاضی میں ادا ہوتی ہے تو علامہ رحمتی کی تعریفِ استفاضہ محض اپنے زمانے کے لحاظ سے نہیں ہر زمانے کے لحاظ سے ہے۔

ٹیلیفون کی خبر کو بالائے طاق رکھئے ہندیہ کا جزئیہ "حتی لو شھد جماعۃ-الخ" پھر یاد کیجئے، کیا اس کا صریح مفاد یہ نہیں کہ امور شرعیہ میں ٹیلیفون کی خبر تو کیا قاضی کے یہاں ایسی شہادت بھی نامعتبر، جس میں شہود نے نہ اپنی رویت پر شہادت دی نہ دوسروں کی شہادت پر شہادت دی، کیا اس کا صریح مفاد یہ نہیں کہ صورت استفاضہ میں بھی یہ لازم ہے کہ مخبرین قاضی کے یہاں اپنی رویت کی شہادت دیں۔(ا) یا دوسروں کی شہادت پر شاہد ہوں کیا ایسی خبر رنگ شہادت سے جدا ہو سکتی ہے؟ اور جب رنگ شہادت سے جدا نہیں ہو سکتی تو کیا کسی زمانے میں بھی دستور شہادت بدلا جاسکتا ہے؟ نہیں، تو اعلیٰ حضرت کے زمانے اور اس زمانے کا فرق کیا معنی؟ اور اس تفرقہ پر بنا کیا مفید؟ اور اس تفرقہ کے لئے کونسی ضرورت داعی؟ (ا) اب جیسے رمضان میں خبر واحد کی ادائیگی میں لفظ "أشھد" کہنا شرط نہیں مگر پھر بھی ایک نکتے کے لحاظ سے خبر واحد کو مجازاً شہادت سے تعبیر کیا اسی طرح خبر مستفیض میں بدرجہ اولیٰ لفظ "أشھد" شرط نہیں مگر اسی نکتے کے لحاظ سے یہاں بھی "حتی لو شھد" کہا وہ نکتہ کیا ہے یہی کہ مخبر کو ادائے خبر کے لئے شہود عند القاضی سے مفر نہیں تو یہ خبر کیا بالکلیہ شہادت سے جدا ہے یا رنگ شہادت لئے ہوئے ہے اور خبر مستفیض میں بھی استفاضہ کیا یونہی ہو جائے گا ہرگز نہیں بلکہ ضروری ہے کہ مخبرین اپنی رویت کی بیک زبان خبر دیں یا اس شہر والوں کی رویت پر شہادت ادا کریں تا کہ یہ خبر مجرد حکایت نہ ٹھہرے اس پر عالمگیری کے جزئیہ کا اخیر فقرہ "لأنھم لم یشھدوا بالرؤیۃ ولا علی شھادۃ غیرھم وانما حکوا رؤیۃ غیرھم" کیا یہ شہادت نہیں دے رہا ہے کہ مجرد خبر معتبر نہیں بلکہ وہ خبر معتبر ہے جسے شہادت سے تعبیر کر سکیں کیا محل خبر میں شہادت بولنا بے محل و بے فائدہ ہے پھر بمناسبتِ مقام یہاں ایک سوال فائدے سے خالی نہیں اگرچہ اس میں کسی قدر گزشتہ کی تکرار ہے۔

سوال یہ ہے کہ عالمگیری کے جزیئے میں "لو شھد جماعۃ أن اھل بلدۃ قد رأو ھلال رمضان قبلکم بیوم-الخ" آپ کی تقریر کی روشنی میں قطعاً خبر مستفیض ہے کہ چند افراد کی خبر ہے۔ پھر کیوں فرمایا "لا یباح فطر غد-الخ" حالانکہ اس جگہ خبر مستفیض بلفظ "شھد" ادا ہوئی، اب وہی سوال لوٹ کے آیا کہ خبر مستفیض میں بھی استفاضہ کیا یوں ہی

نہ کھلا کہ استفاضے سے مراد مجرد ہو جائیگا؟ کیا اس سے نہ کھلا کہ استفاضے سے مراد مجرد استفاضہ واشتہار نہیں بلکہ استفاضۂ شرعیہ مراد ہے جس کی رو سے خبر میں شہادت کی طرح معنی الزام ہو جہاں "أخبر" کی جگہ "شہد" بولنا صحیح ہو اس جگہ جماعت مخبرین کی بہ نسبت "شہد" کہا گیا، پھر کیوں ان کی خبر پر عید کرنا حلال نہ ہوا اسی لئے نا کہ یہاں خبر مجرد خبر ہے محض حکایت ہے، چنانچہ کہا "لأنهم لم يشهدوا بالرؤية ولا على شهادة غيرهم وانما حكوا رؤية غيرهم" اور حکایت میں معنی الزام نہیں، لہٰذا ایسی خبر منجملہ طرق موجبہ نہیں، اگر چہ بلفظ شہادت ادا کی جائے پھر سوال ہے کہ مخبرین اگر بیک زبان خود اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کریں مانا جائے گا اور لفظ "اشهد" کہنا شرط نہ ہوگا لیکن ذرا محل تاویل میں "ولم يشهدوا على شهادة غيرهم" کے تیور دیکھ کے بتایئے کہ اگر مخبرین اس شہر والوں کی شہادت پر شہادت نہ دیں بلکہ یوں بیان کریں کہ فلاں شہر والوں نے چاند دیکھا ہے اس پر جملۂ سابقہ "لو شهد جماعة ان اهل بلدة قد رأوا هلال رمضان قبلكم بيوم" صادق ہے جس پر یہ فرمایا "لا يباح فطر غد" یہ دوسری صورت بھی خبر مستفیض کی ہے، جزئیہ دیکھ کر بتایا جائے کیا یہاں جماعت کثیرہ کا مطلق بیان کافی ہے یا ان کی شہادت سے کام چل جائے گا یا شہادت علی الشہادت کی شرط ہے؟ کیا اب بھی نہ کھلا کہ استفاضۂ شرعیہ بالکلیہ شہادت سے جدا نہیں، هكذا ينبغي ان تفهم كلماتهم والله الموفق يفهم من يشاء۔

ایک دوسرے کے سامنے ہونے کا مطلب:

3G موبائل میں تصویر کشی کے ذریعہ ایک دوسرے کی جعلی تصویر دیکھنا ممکن ہے نہ کہ ایک دوسرے کا دو بدو سامنے ہونا جس طرح آئینے کے سامنے دیکھنے والا ہوتا ہے، پھر کیا بر تقدیر تسلیم اس صورت میں شہود کو حاکم کے یہاں حاضری سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا صرف اتنا کافی ہوگا کہ اسکرین پر وہ گواہ کا فوٹو دیکھ لے؟ اور جب صورت استفاضہ میں بھی یہ خبر رنگ شہادت سے جدا نہیں، اسی لئے اس صورت استفاضہ کو جا بجا مادّۂ شہادت اور اس کے مشتقات سے تعبیر کیا، اسی لئے علامہ رحمتی نے اس کی تعریف میں یہ فرمایا کہ "ان تأتي من تلك البلدة جماعات متعددون-الخ" تو اس پر اختلاف زمان وتبدیل عہد کی بنا کس کو مسلّم ہو سکتی ہے؟ اور دستور شہادت جو آج تک غیر مذہبی کچہریوں میں بھی چلا آرہا ہے کا بدلا جانا کس کو منظور ہوگا؟ امور شرعیہ میں یہ کیسے سنا جا سکتا ہے:

> "لہٰذا ٹیلیفون اور موبائل پر اتنے لوگ خبر دیں جن پر جماعات متعددہ اور گروہ در گروہ صادق آئے اور قاضی کو ظن غالب ملحق بالیقین ہو جائے تو اس استفاضہ کا تحقق ہو جائے گا جو شرعاً حجت ہے"۔

یہ استفاضۂ محدثہ وہ استفاضۂ فقہیہ حدیثیہ نہیں جس پر آپ حضرات کو بھی اب تک اتفاق تھا۔

پیش نظر ایک فتوے میں یہ عبارت درج ہے:

> "مقامی طور پر مطلع ابر آلود ہو تو قرب وجوار کے مقامات میں جہاں تک مطلع ایک ہو وہاں ایک جم غفیر نے چاند دیکھا ہو یا مختلف مقامات پر کثیر

مجمع اور یہ خبر حد تواتر کو پہنچ چکی ہو یعنی اس کی خبر
اس قدر عام ہو جائے کہ اس کا کذب محال ہو تو
اس کو فقہ کی اصطلاح میں خبر مستفیض کہتے ہیں"

سیمینار میں یہ فتویٰ تو شامل کر لیا، فتوے کی یہ عبارت دیکھ کر بتایا جائے کہ کیا نو موبائل کی خبر خبر متواتر ہو سکتی ہے؟

نیز فتوے میں کہا:

"یا مطلع دیگر مقامات پر بھی ابر آلود ہونے کی
صورت میں شرعی شہادت کی تکمیل کے بعد کسی
ثقہ اور معتبر آدمی نے ٹیلیفون پر اطلاع دی ہو
دراں حالیکہ اس کی آواز پہچانی جاتی ہو تو اس کی
صحت و تصدیق کے بعد ایسی اطلاع کو قبول
کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں"۔

اس دعوے پر البحر الرائق کا جزئیہ پیش کیا، ظاہر ہے کہ یہ صورت صاحب بحر الرائق کے زمانے میں نہ تھی کہ دور دراز سے گھر بیٹھے آدمی خبر دے دے اور اس کی خبر کا تحقق ہو جائے یہ صورت مستحدثہ ہے خاص اس صورت کا جزئیہ فتویٰ میں پیش نہ کیا اور مطلق تحقیق کو اس پر منطبق کر دیا حالانکہ تحقیق کا یہ دستور نہ آج کا ہے، نہ کل یہ دستور تھا۔ فتوے کا اختتام اس عبارت پر ہوتا ہے:

"مقامی رویت ہلال کمیٹی مذکورہ بالا تمام امور کو
پیش نظر رکھ کر اعلان کرے اور اس اعلان کی
اطلاع ریڈیو، یا ٹی وی وغیرہ سے نشر کی جائے تو
اس پر عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں"۔

کیا دور دراز مقامات میں بھی اس اعلان کا اعتبار ہوگا یا اس مقام کے قرب و جوار میں وہ اعلان معتبر ہوگا؟

کتاب القاضی کی بحث اور اعلان رویت کے حدود:

کتاب القاضی الی القاضی کے بارے میں سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے مندرجہ ذیل تصریح فرمائی:

"کتاب القاضی الی القاضی"، یعنی قاضی شرع جسے سلطان اسلام نے فصل مقدمات کے لئے مقرر کیا ہو اس کے سامنے شرعی گواہی گزری اس نے دوسرے شہر کے قاضی شرع کے نام خط لکھا کہ میرے سامنے اس مضمون پر شہادت شرعیہ قائم ہوئی اور اس خط میں اپنا اور مکتوب الیہ کا نام ونشان پورا لکھا جس سے امتیاز کافی واقع ہو اور وہ خط دو گواہان عادل کے سپرد کیا کہ یہ میرا خط قاضی فلاں شہر کے نام ہے وہ باحتیاط اس قاضی کے پاس لائے اور شہادت ادا کی کہ آپ کے نام یہ خط فلاں قاضی شہر نے ہم کو دیا اور ہمیں گواہ کیا کہ یہ خط اس کا ہے اب یہ قاضی اگر اس شہادت کو اپنے مذہب کے مطابق ثبوت کے لئے کافی سمجھے تو اس پر عمل کر سکتا ہے (اور بہتر یہ ہے کہ قاضی کاتب خط لکھ کر ان گواہوں کو سنا دے اس کا مضمون بتا دے اور خط بند کر کے اس کے سامنے سر بمہر کر دے اور اولیٰ یہ کہ اس کا مضمون ایک کھلے ہوئے پرچے پر الگ لکھ کر بھی ان شہود کو دے دے کہ اسے یاد کرتے رہیں یہ آکر بھی گواہی دیں کہ خط میں یہ لکھا ہے

اور سربمہر خط اس قاضی کو حوالہ کریں یہ زیادہ احتیاط کے لئے ہے ورنہ خیر اسی قدر کافی ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد دو عورتیں عادل کو خط سپرد کر کے گواہ کر لے اور وہ باحتیاط یہاں لاکر شہادت دیں) بغیر اسکے اگر خط ڈاک میں ڈال دیا یا اپنے آدمی کے ہاتھ بھیج دیا تو ہرگز مقبول نہیں اگر چہ وہ خط اسی قاضی کا معلوم ہوتا ہو اور اس پر اسکی اور اس کے محکمۂ قضاء کی مہر بھی لگی ہو۔" (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۵۱/۵۵۲)

اعلیٰ حضرت کی تصریح سے صاف ظاہر ہے کہ کتاب القاضی الی القاضی بالاستقلال حجت شرعیہ نہیں بلکہ شہادت شرعیہ سے مشروط ہے اسی لئے قاضی کا خط بذریعۂ ڈاک یا قاضی کے فرستادہ کے ہاتھ سے دوسرے قاضی کو پہونچے تو ہرگز مقبول نہیں، تو فیکس، ای میل وغیرہ بمنزلۂ کتاب القاضی الی القاضی کیسے ہو جائیں گے؟ حالانکہ آپ ہی نے مانا کہ اس کے واجب العمل ہونے کے لئے وہی شرط درکار ہوگی۔ پھر شہادت شرعیہ کی شرط سرے سے کیوں اڑا دی؟ اور امام ابو یوسف کا مفتی بہ قول چھوڑ کر ایک روایت غیر مقبولہ جو شافعیہ میں بھی ایک عالم کا منفرد قول ہے مناط اجماع کی فکر میں اختیار کر کے خرقِ اجماع کیوں کیا؟ رویت پر شہادت گزرنا بوجہ دوری متعذر رہی سہی لیکن یہ کب ضروری ہے کہ جس دن کسی جگہ چاند ہو جانے کی وجہ سے روزہ یا عید ہو اسی دن دوسری جگہ بھی ہو جائے اگر چہ نہ چاند دکھائی دے نہ رویت بطریق شرعی ثابت ہو، ہرگز یہ ضروری نہیں تو غیر ضروری کو ضروری فرض کر لینا اور اس حیلے سے مذہب معتمد سے عدول کون سا اصول ہے؟

کتاب القاضی بھی نقل شہادت میں شہادۃ علی الشہادۃ کے مشابہ ہے اس لئے اس کا حکم بھی یہی ہوگا یعنی ضروری ہوگا کہ قاضی کا مکتوب بعد تحقق شروط مطلوبہ گواہان عدول لے کر دوسرے قاضی کے پاس جائیں، ورنہ یہ نقل شہادت نہ ہوگی، یہ سب کچھ قول مفتی بہ پر ہے۔ اب اگر یہ بھی مختار ہے اور اصطخری شافعی وغیرہ کا قول مرجوح بھی، تو یہ صاف تلفیق کی صورت ہے اور جمع بین النقیضین ہے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس جگہ اپنے فتوے کی نقل درج کریں جو ہم نے مفتی شمشاد احمد برکاتی نزیل لیڈی اسمتھ جنوبی افریقہ کے سوال پر ارقام کروایا۔

نقل سوال مع جواب درج ذیل ہے:

بخدمت اقدس، حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری صاحب قبلہ

جانشین حضور مفتی اعظم ہند...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

ساؤتھ افریقہ آٹھ صوبوں پر مشتمل خط استواء سے جنوب میں واقع ہے، اس کا طول البلد ۱۸/درجہ شرقی سے ۳۳/درجہ شرقی تک اور عرض البلد ۲۲/درجہ جنوب سے ۳۶/درجہ جنوبی تک وسیع وعریض ہے۔

اکثر سعودی عرب میں چاند کا اعلان ایک دن پہلے بھی

دو دن پہلے ہو جاتا ہے، مشرق وسطی کے ممالک بھی اسے قبول کر لیتے ہیں امریکہ، افریقہ و یورپ میں ان کے عقیدت مند بھی اسے فوراً مان لیتے ہیں۔ پھر ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ پر زوردار اعلان کر کے مسلمانوں کے نمائندہ بن جاتے ہیں، ملکی اخبارات و میڈیا بھی ان کے اعلان کے مطابق عید وغیرہ کا اعلان کر دیتے ہیں جس کے سبب خوش عقیدہ سنی مسلمانوں کے لئے کئی دشواریاں پیش آتی ہیں اور یہ خود کئی حصوں میں بٹ جاتے ہیں۔

کچھ تو وہ ہیں جو وہابیوں کے اعلان پر دانستہ یا نادانستہ رمضان و عید کر لیتے ہیں دوسرے وہ لوگ ہیں جو ان کے اعلان پر عید نہیں کرتے، مگر دیوبندی جمیۃ العلماء کے اعلان پر عید کر لیتے ہیں۔ تیسرے وہ سنی افراد ہیں جو صرف اپنے شہر کے علماء کے اعلان پر عید کرتے ہیں ان کی عید کبھی کبھی سعودیوں کی عید سے دو دن بعد اور ملک میں عام لوگوں کی عید سے ایک دن بعد ہوتی ہے۔ اہل سنت کے اس انتشار و تقسیم سے جماعتی سطح پر ہمارا بڑا نقصان ہوتا ہے۔

دوسری دشواری، سنی ملازمین وطلبہ کو چھٹی لینے میں ہوتی ہے، کیوں کہ ملک کا میڈیا ایک دن پہلے عید کا اعلان کر چکا ہوتا ہے اس لئے وہ ان کی باتوں پر یقین نہیں کرتے یا یہ لوگ ان کو قاعدے سے سمجھا نہیں پاتے کہ ہماری عید ایک دن بعد کیوں ہے۔

تیسری دشواری ائمہ وعلما کو ہوتی ہے کہ ان کی عوام ان کی بات نہیں مانتی، بلکہ کبھی کبھی خود مساجد کی کمیٹیاں بھی ائمہ کی اطاعت نہیں کرتیں اور وہ از خود اپنی مسجد میں اعلان کر دیتی ہیں۔

چونکہ ہر سال یا اکثر رمضان، عید الفطر، عید الاضحیٰ کے موقع پر پورے ملک میں انتہائی سورش اور جھگڑا لڑائی ہو جایا کرتی ہے حتیٰ کہ عوام، علما کے قابو میں نہیں رہتی، روزہ الگ چھوڑتی اور توڑتی ہیں، عید کی نماز تک قبل از وقت پڑھ لیتی ہیں۔ عوام کے ایمان کی سلامتی کے لئے کیوں نہ پورے ملک کی رویت ہلال کمیٹی تشکیل دی جائے اور کم از کم اپنے اہل سنت متحد رہیں، وہابی اور دیوبندی کی اقتدا نہ کریں۔

اس صورت حال کے پیش نظر حسب ذیل سوالات دریافت طلب ہیں:

سوال نمبر (۱) پورے ملک کے اہل سنت کے علما کے اتفاق سے کسی ایک سنی عالم کو پورے ملک کا چیئرمین (حاکم) بنایا جائے اور اس سنی صحیح العقیدہ عالم دین کی تحقیق رویت ہلال کے بعد اس کے شرعی اعلان پر پورے ملک کے اہل سنت رمضان و عید وغیرہ کریں۔ تو سنی علما کے وفاق سے ایک سنی صحیح العقیدہ عالم دین کو پورے ملک کا چیئرمین بنانا اور اس کے اعلان شرعی پر پورے ملک کے مسلمانوں کا عمل کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ زید کا کہنا ہے کہ پورے ملک کا ایک حاکم مقرر کرنا درست اور صحیح ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ فتاویٰ رضویہ میں حدیقہ ندیہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: "اذا خلا الزمان من سلطانٍ ذی کفایة فالامور مؤکلة الی العلماء ویلزم الامة الرجوع الیھم ویصیرون ولاة فاذا عسر جمعھم علیٰ واحدٍ استقلّ کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فالمتّبع أعلمھم فان

استووا أقرع بینھم"۔ [ج ۴، ص ۵۴۹، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی]

ترجمہ: جب زمانہ ایسے سلطان سے خالی ہو جو معاملات شرعیہ میں کفایت کر سکے تو شرعی سب کام علما کے سپرد ہوں گے اور مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اپنے ہر معاملۂ شرعی میں ان کی طرف رجوع کریں وہ علما ہی قاضی و حاکم سمجھے جائیں گے۔ پھر اگر سب مسلمانوں کا ایک عالم پر اتفاق مشکل ہو تو ہر ضلع کے لوگ اپنے علما کا اتباع کریں اگر ضلع میں زیادہ عالم ہوں تو جو سب میں زیادہ احکام شریعت کا علم رکھتا ہو اس کی پیروی ہوگی اور اگر علم میں برابر ہوں تو ان میں قرعہ ڈالیں"۔

امام اہلسنت سے منقول اس جزئیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر ملک کے تمام ضلع کے لوگ کسی ایک عالم پر متفق ہو جائیں تو مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اپنے ہر معاملۂ شرعیہ میں ان کی طرف رجوع کریں۔ وہی عالم، قاضی و حاکم اور سلطان اسلام سمجھا جائے گا اور شرعی سب کام اسی کے سپرد ہوں گے۔ اس سے پورے ملک کا ایک قاضی و حاکم بنانے کا جواز نکلتا ہے۔

اسی طرح پورے ملک کی مرکزی رویت ہلال کمیٹی بنانے کے جواز کے قائل حضرت مولانا مفتی وقار الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے بلکہ وہ ایک زمانہ میں پاکستان کی مرکزی رویت ہلال کمیٹی میں شامل بھی رہ چکے ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ: "مرکزی رویت ہلال کمیٹی شرعی طور پر شہادت لے کر جب اعلان کر دیگی تو وہ اعلان پورے ملک کے لئے ہوگا"۔ [وقار الفتاویٰ، ج ۲، کتاب الصوم، ص ۴۲۰]

سوال نمبر (۲) مرکزی رویت ہلال کمیٹی یا اس کا چیئرمین، ثبوت شرعی فراہم ہونے کے بعد پورے ملک میں ٹیلیفون، فیکس، انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ اعلان کرے تو اس کا یہ اعلان معتبر ہوگا یا نہیں؟ زید کا کہنا ہے کہ فقہا نے جو تصریح فرمائی کہ ٹیلیفون، خطوط، اخبار اور ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ رویت ہلال کی خبریں غیر معتبر ہیں، بلا شبہ یہ حق ہے کیوں کہ وہ اپنے طور پر اس طرح کی خبریں شائع کرتے رہتے ہیں نہ وہ اعلان، شرعی تحقیق کے بعد ہوتا ہے نہ حاکم شرع کے حکم سے، اس لئے ایسا اعلان معتبر نہیں، لیکن اگر وہ اعلان حاکم شرع کے حکم سے ہو تو اس کے احکام اس سے مختلف ہوں گے۔

کیا یہ بات مسلّم نہیں کہ قاضیٔ شرع کے حکم سے اعلان رویت کے لئے جو توپ داغی جاتی ہے، وہ معتبر ہے، لیکن سلطان اسلام یا قاضی شرع کے حکم کے بغیر کوئی شخص از خود انتیس ۲۹ رمضان کو ہلال عید کے اعلان کے لئے توپ چھوڑ دے تو کیا اس کا اعتبار ہوگا؟ ہرگز نہیں، یا کوئی ایک شخص چاند دیکھ کر حاکم شرع کے فیصلے سے پہلے ہی یا اس کے حکم کے بغیر پورے شہر میں اعلان کرتا پھرے کہ کل عید ہے۔ ہرگز معتبر نہیں ہوگا۔ لیکن سلطان اسلام یا قاضی کے فیصلہ کے بعد اعلان کرے تو معتبر ہوگا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص از خود پرچہ لکھ کر پورے شہر میں تقسیم کرے کہ کل عید ہے۔ معتبر نہیں، کیوں کہ خطوط سے رویت کا ثبوت نہیں ہوگا، لیکن اگر یہی خط یا پرچہ ثبوت شرعی

کے بعد سلطان یا قاضی کے حکم سے لکھ کر شہر میں تقسیم کیا جائے تو معتبر ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں جب رویت ثابت ہوجاتی تو خود پرچہ لکھ کر شہر میں تقسیم کراتے۔ [فتاویٰ رضویہ چہارم ص ۵۳۲]

اگر باب رویت میں خطوط کا مطلقاً اعتبار نہ ہوتا تو کیوں پرچے لکھ کر تقسیم کئے جاتے؟ کیوں کہ یہ شبہ وہاں بھی پایا جاتا ہے کہ وہ پرچہ سیدی اعلیٰ حضرت کی طرف سے نہ ہو، کسی اور نے ان کے نام سے لکھ کر تقسیم کیا ہو جیسا کہ فقہا نے تصریح فرمائی۔ الخط یشبه الخط فلم یحصل العلم (الاشباہ والنظائر) خط خط کے مشابہ ہوتا ہے، لہٰذا اس سے علم حاصل نہ ہوگا، ظاہر ہے یہ خطوط قاضی کی قضا سے پہلے حکم قضا صادر کرنے کے سلسلے میں معتبر نہیں نہ کہ فیصلہ صادر ہونے کے بعد اعلان کے لئے، ورنہ کیسے سیدی اعلیٰ حضرت اعلان رویت کے خطوط تقسیم کراتے اور اس کا اعتبار کرتے۔

فتاویٰ رضویہ شریف جلد چہارم میں ہے: "لا یقضی القاضی بذالك عند المنازعة لأن الخط مما یُزَوَّرُ ویُفْتَعَلُ"۔ [ردالمحتار]

قاضی جھگڑے کے وقت اس پر فیصلہ نہ کرے کیوں کہ خط میں کسی کی طرف جھوٹ منسوب کیا جاسکتا ہے اور بنا لیا جاتا ہے۔

لہٰذا اب اگر رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین (حاکم) ثبوت رویت کے بعد اپنی تحریر، ثبوت رویت کے اعلان کے لئے پورے ملک میں جو اس کے دائرہ عمل اور حدود قضا میں ہے تقسیم وارسال کرے یا فون وفیکس وای میل کرے تو اس کا اعتبار کیوں نہ ہوگا؟

سوال نمبر (۳) اگر کسی عالم کا ایک شہر میں ٹیلیفون اور پرچہ وغیرہ تقسیم کر کے اعلان کرنا ثبوت رویت کے بعد معتبر ہے تو دیگر بلاد میں کیوں نہ معتبر ہوگا جبکہ وہ دیگر بلاد بھی اس حاکم شرع کے دائرہ عمل اور حدود قضا کے اندر ہوں اور اتنی دوری پر ہوں کہ شک وشبہ کی صورت میں کار، یا ہیلی کاپٹر وغیرہ کے ذریعہ جا کر تصدیق کر سکتے ہوں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: شمشاد احمد مصباحی

خادم تدریس وافتا، دارالعلوم قادریہ غریب نواز، لیڈی اسمتھ، ساؤتھ افریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: زید کا قول صحیح ہے۔ پورے ملک کا ایک حاکم ہوسکتا ہے۔ یونہی قاضی القضاۃ بھی مقرر کیا جاسکتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ملک کے سب سے بڑے حاکم یا قاضی القضاۃ کے دیگر بلاد اور مقامات میں اس کے نواب، امراء اور نائب قاضی نہ ہوں اور حاکم یا قاضی کا حکم یونہی تمام بلاد کے عوام کو پہنچ جائے بلکہ ہر زمانہ کا یہ دستور رہا اور اب تک یہ دستور چلا آرہا ہے کہ حاکم اسلام کے ہر ہر جگہ نواب اور اس کے مقرر کردہ قاضی ہوتے ہیں جن کو اس کا حکم پہنچتا ہے اور ہر جگہ کا والی اور قاضی اس کے حکم کو عوام پر نافذ کرتا ہے، جس طرح تمام ملک کا ایک حاکم یا قاضی مقرر کرنا ممکن اسی طرح "مرکزی رویت ہلال کمیٹی" بھی قائم کی جاسکتی ہے، مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ملک کے اور شہروں میں اصلاً رویت ہلال کمیٹیاں نہ ہوں اور عوام از خود ایک ہی اعلان پر

ہر شہر میں عمل کرلیں اور جب یہ امر اپنی جگہ مسلّم ہے کہ سب سے بڑے حاکم کے ماتحت اور بلاد میں حکام اور سب سے بڑے قاضی کے تحت اور بلاد میں قضاۃ ہوتے ہیں تو امور قضاء ہر ہر شہر میں ان قضاۃ کو مفوض ہوں گے اور وہی سب سے بڑے حاکم یا قاضی کے فیصلے کو شروط قضا کے متحقق ہونے کے بعد عوام پر نافذ کریں گے اور شروط قضا متحقق نہ ہوں تو ان نائبین کے نزدیک اس کا حکم متحقق اور قابل عمل ہی نہ ہوگا چہ جائیکہ اس کو وہ عوام پر نافذ کریں۔

عالمگیری میں ہے:

"ذکر فی کتاب الأقضیة إن کتب الخلیفة الی قضاته اذا کان الکتاب فی الحکم بشهادة شاهدین شهدا عنده بمنزلة کتاب القاضی الی القاضی لا یقبل إلا بالشرائط التی ذکرناها وأمّا کتابه أنّه ولّی فلانا أو عزل فلانا فیقبل عنه بدون تلك الشرائط ویعمل به المکتوب الیه اذا وقع فی قبله أنه حق و یمضی علیه"

[ج۳،ص۳۹۶]

ہمارے جزئیہ سے دستور مذکور کا ثبوت بہم پہنچا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سلطان اسلام کا حکم نامہ دوسرے شہر میں کسی قاضی کے لئے کچھ شرائط پر قابل عمل ہوتا ہے اور کس صورت میں کتاب القاضی الی القاضی کے درجہ میں ہوگا یہ بھی ظاہر ہوا پھر مخفی نہ رہے کہ کتاب القاضی إلی القاضی کے بارے میں یہ تصریح ہے کہ اس کا ثبوت اجماع سے برخلاف قیاس ہے۔

اسی ہندیہ میں ہے:

"یجب أن یعلم أن کتاب القاضی إلی القاضی صار حجة شرعا فی المعاملات بخلاف القیاس لأن الکتاب قد یُفْتعل ویُزَوَّر والخط یشبه الخط والخاتم یشبه الخاتم ولکن جعلناه حجة بالاجماع ولکن انما یقبله القاضی المکتوب الیه عند وجود شرائطه ومن جملة الشرائط البینة حتیٰ أن القاضی المکتوب الیه لا یقبل کتاب القاضی مالم یثبت بالبینة أنه کتاب القاضی"۔

[ہندیہ، ج۳،ص۳۸۱]

یہی وجہ ہے کہ کتاب القاضی الی القاضی بشرط شہادت شرعیہ وتحقق دیگر شرائط مقبول ہے مگر رسول قاضی مقبول نہیں۔

اس جگہ اس امر کا خاص جزئیہ نقل کرنے کے بجائے مناسب سمجھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ سے ایک تنبیہ ضروری نقل کردوں جو فوائد مہمہ پر مشتمل ہے جس سے فیکس وغیرہ کو کتاب القاضی پر قیاس کرنے کا حال بھی کھلے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تنبیہ چہارم۔ علما تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر میں بذریعہ خط خبر شہادت دینا صرف قاضی شرع سے خاص جسے سلطان نے فصل مقدمات پر والی فرمایا ہو یہاں تک کہ حکم کا خط مقبول نہیں۔ درمختار میں ہے: "القاضی یکتب الی القاضی وهو نقل الشهادة حقیقة ولا یقبل من حکم بل من قاضٍ مُوَلّی قِبَلَ الامام-الخ" ملتقط۔ فتح میں ہے: "هذا النقل بمنزلة القضاء ولهذا لا یصح

الا من القاضی ''غیر قضاۃ تو یہیں سے الگ ہوئے، رہے قاضی تو ان کی نسبت صریح ارشاد کہ اس بارے میں نامۂ قاضی کا قبول بھی اس وجہ سے ہے کہ صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے برخلاف قیاس اس کی اجازت پر اجماع فرمالیا ورنہ قاعدہ یہی چاہتا تھا کہ اس کا خط بھی انہیں وجوہ سے جو اوپر گزریں مقبول نہ ہو، اور یہ ظاہر ہے کہ جو حکم خلاف قیاس مانا جاتا ہے مورد سے آگے تجاوز نہیں کر سکتا، اور دوسری جگہ اس کا اجرا محض باطل و فاحش خطا، پھر حکم قبول حد سے گزر کر تار تک پہنچنا کیوں کر روا؟ ائمۂ دین تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ: اگر قاضی اپنا آدمی بھیجے بلکہ بذات خود ہی آکر بیان کرے کہ میرے سامنے گواہیاں گزریں ہرگز نہ سنیں گے کہ اجماع تو صرف دوبارۂ خط منعقد ہوا ہے پیام ایلچی و خود بیان قاضی اس سے جدا ہے، امام علامہ محقق علی الاطلاق ''شرح ہدایہ'' میں فرماتے ہیں: ''الفرق بین رسول القاضی وکتابہ حیث یقبل کتابہ ولا یقبل رسولہ فلأنّ غایۃ رسولہ أن یکون کنفسہ و قدّمنا أنّہ لو ذکر مافی کتابہ لذٰلک القاضی بنفسہ لا یقبلہ وکان القیاس فی کتابہ کذالک إلا أنّہ أجیز باجماع التابعین علی خلاف القیاس فاقتصر علیہ''۔

[فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۵۲۵-۵۲۶]

یہاں سے ظاہر ہوا کہ کتاب القاضی کا ثبوت بالاجماع برخلاف قیاس ہے اور جو چیز خلاف قیاس ثابت ہو وہ اپنے مورد پر مقتصر رہے گی، اس پر قیاس جائز نہیں جیسا کہ سطور بالا میں مفصلاً گزرا اور فتح القدیر سے اس کا جزئیہ بھی منقول ہوا ''فتح القدیر'' کے مندرجہ بالا جزئیہ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اسی فتح القدیر کا وہ جزئیہ جو کثیف پردے کے پیچھے چھپے ہوئے کسی شخص کی آواز سن کر گواہی دینے سے متعلق ہے جس کی عبارت یوں ہے:

''ولو سمع من وراء حجاب کثیف لا یشف من ورائہ لا یجوز لہ ان یشہد ولو شہد وفسرہ للقاضی بأن قال سمعتہ باع ولم ار شخصہ حین تکلم لا یقبلہ لأن النغمۃ تشبہ النغمۃ إلا اذا أحاط بعلم ذالک لأن المسوغ ہو العلم غیر أن رویتہ متکلماً بالعقد طریق العلم بہ فاذا فرض تحقق طریق آخر جاز''۔

[فتح القدیر ج ٦ ص ٤٦٣]

وہ اس صورت سے متعلق نہیں، تو جزئیہ اس پر منطبق ہی نہیں، اس سے قطع نظر کہ کتاب القاضی کا ثبوت برخلاف قیاس ہے، اسی فتاویٰ رضویہ سے فتح القدیر کے اس جزئیہ کے مضمون سے متعلق ائمہ کا یہ فیصلہ بھی سن لیجئے جو یوں اسی فتاویٰ رضویہ میں منقول ہوا: تبیین الحقائق پھر فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''ولو سمع من وراء الحجاب لا یسعہ أن یشہد لاحتمال أن یکون غیرہ إذا لنغمۃ تشبہ النغمۃ إلا إذا کان فی الداخل وحدہ ودخل وعلم الشاہد أنہ لیس فیہ غیرہ ثم جلس علیٰ السلک ولیس لہ مسلک غیرہ فسمع إقرار الداخل ولا یراہ لانہ یحصل بہ العلم وینبغی للقاضی ان فسر لہ ان لا یقبلہ''۔ [فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۵۲۹]

اور اگر فتح القدیر کا جزئیہ مذکورہ سے بوجہ استثناء مذکور بعلت احاطۂ علم ٹیلیفون کی خبر کو معتبر ہونا مقصود ہے تو بھی یہ جزئیہ اس صورت پر منطبق نہیں کما ھو ظاہر اور اس کا مختلف فیہ ہونا تبیین الحقائق اور عالمگیری کے جزئیہ منقولہ سے آشکار ہے اسی فتاویٰ رضویہ میں دربارۂ ٹیلیفون فرمایا:

''ٹیلیفون دینے والا اگر سننے والے کے پیش نظر نہ ہو تو امور شرعیہ میں اس کا کچھ اعتبار نہیں، اگرچہ آواز پہچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے۔ اگر وہ کوئی شہادت دے معتبر نہ ہوگی اور اگر کسی بات کا اقرار کرے تو سننے والے کو اس پر گواہی دینے کی اجازت نہیں، ہاں اگر وہ اس کے پیش نظر ہے جسے دوبدو آمنے سامنے سے تعبیر کرتے ہیں یعنی اس کی دونوں آنکھیں اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے ہوں، ایک دوسرے کو دیکھ رہا ہو اور ٹیلیفون کا واسطہ صرف بوجہ آسانی آواز رسانی کے لئے ہو کہ اتنی دور سے آواز پہنچنا دشوار تھا تو اس صورت میں اس کی بات جس حد تک شرعاً معتبر ہوتی اب بھی معتبر ہوگی مثلاً خود اپنی رویت کی شہادت ادا کرے تو مانی جائے گی اگر وہ مقبول الشہادۃ ہے''

[فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۵۲۸-۵۲۹]

جہاں تک سائل فاضل نے فیکس، ٹیلیفون وغیرہ کے متعلق ذکر کیا ان میں سے اکثر باتوں کا جواب روشن اور بعض باقی کا جواب اسی سے ظاہر، رہا سائل فاضل نے پرچے کو جو ذکر کیا اس کے متعلق خود فتاویٰ رضویہ کے یہ کلمات دیکھیں، اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا جواب مع سوال اس جگہ مرقوم ہوتا ہے:

''سوال حضرت مولانا............ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! معروض خدمت شریف ہے کہ جناب والا کا ایک مختصر سا پرچہ جس پر جناب کی مہر لگی ہوئی ہے اور ایک سطر میں یہ عبارت مرقوم ہے (میرے سامنے شہادتیں گزر گئیں کل جمعہ کو عید ہے) خاکسار کو موصول ہوا اس کے متعلق فتویٰ شرعی دریافت طلب ہے کہ جس جگہ یہ پرچہ پہونچے تو وہاں کے لوگوں کو جمعہ کو عید کرنا لازم تھی یا نہیں؟ اور روزے توڑ دینا ضرور تھے یا نہیں؟ اور اس کی عام تشہیر اور دیگر بلاد میں اشاعت سے کیا مفاد تھا؟ بینوا توجروا

الجواب: وہ پرچے دیگر بلاد میں نہ بھیجے گئے، تقسیم کرنے والوں نے اسٹیشن پر بھی دیئے، ان میں سے کوئی لے گیا ہوگا، بعض لوگوں نے پیلی بھیت کے واسطے چاہا اور ان کو جواب دے دیا گیا کہ جب تک دو شاہد عادل لے کر نہ جائیں پرچہ کافی نہ ہوگا اور بلاد بعیدہ کو کیوں کر بھیجے جاتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم'' (جلد چہارم ص ۵۳۲)

یہیں سے یہ ظاہر ہوا کہ وہ پرچے شہر اور قرب وجوار شہر ہی کے لئے تھے، شہر سے قریب دوسرے شہر کے لئے بھی معتبر نہیں ہیں، یہی جواب توپ پر قیاس کا ہے کہ توپ کا اعتبار بعد تحقق رویت والی شہر کے حکم سے محض شہر اور حوالی شہر تک محدود رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قالہ بفمہ وأمر برقمہ

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

اعلان رویت کے حدود میں توسیع کی بحث:

اس جواب میں اجمالی طور پر کتاب القاضی الی القاضی ٹیلیفون وغیرہ سب پر گفتگو ہو چکی اعلان کے متعلق اتنا اور کہنا

ہے، غالباً کتب مذہب میں اس کی صراحت نہیں ملتی کہ سلطان اسلام یا قاضی القضاۃ کا اعلان سارے جہاں کے لئے کافی ہے۔ توپ وغیرہ امارات ظاہرہ پر قیاس کا جواب گزرا فتح الباری تحفۃ المحتاج وغیرہ کتب شافعیہ اپنے مذہب کی کتب نہیں، اور انہوں نے جو استثناء بایں الفاظ ذکر کیا ''الا أن یثبت عند الامام الاعظم فیلزم الناس کلھم لأن البلاد فی حقہ کالبلد الواحد'' اس میں وجہ الزام مفسر نہ ہوئی کہ کس طریقے سے وہ سب کو لازم کریگا، براہ راست، اگر براہ راست تو کس ذریعے سے اور وہ ذریعہ مبدا سے منتہی تک اس کے قبضے میں ہوگا اور اس پورے سلسلے میں اسے اپنے قبضے میں رکھنے کا وہ کیا بندوبست کریگا؟ اور اگر بطریق نواب وولاۃ وامراء، تو کونسی شروط ملحوظ ہوں گی؟

اس سے قطع نظر ریڈیو وغیرہ سے ایسا اعلان عام اس ملک میں متصور نہیں اس کی بحث اس جگہ بے فائدہ ہے شرع کا قاعدہ ہے ''الامور بمقاصدھا'' لہٰذا اگر ریڈیو وغیرہ سے اعلان عام کے معتبر ہونے کی ان بلاد میں یہ تمہید ہے تو یہ امر سخت ہولناک وشدید ہے۔ ہمارے پاس عالمگیری کا جو نسخہ ہے اس کی عبارت یوں ہے:

''ذکر فی کتاب الأقضیۃ ان کتب الخلیفۃ الی قضاتہ اذا کان الکتاب فی الحکم بشھادۃ شاھدین شھدا عندہ بمنزلۃ کتاب القاضی الی القاضی لا یقبل الا بالشرائط التی ذکرناھا۔الخ''

اس میں ''اِن کتب الخلیفۃ الی قضاتہ'' کے بعد ''ففیہ تفصیل'' نہیں ہے جو بریکٹ میں درج ہے، بریکٹ میں درج ہونے سے یہ خیال ہوتا ہے کہ اسے ناقل نے ایہام پیدا کرنے والے انداز میں اصل عبارت میں رکھ دیا۔ کیونکہ بسا اوقات کتابوں میں مصنف کے اصل کلمات بھی بریکٹ میں آجاتے ہیں۔ اب اگر کسی نسخہ میں وہ لفظ ہے جو بریکٹ میں درج ہوا تو تصحیح نقل کی جائے اور اگر نہیں تو یہ اضافہ اصل عبارت سے متصل اس ایہام کے ساتھ نہ ہونا چاہئے تھا بلکہ اس سے پہلے کوئی لفظ لاتے جو صاف تغیر وتصرف کا پتہ دیتا اور اس سے یہ ایہام زائل ہوتا کہ ''ففیہ تفصیل'' اصلِ عبارتِ مصنف ہے، اور یہ ایہام پیشگی ہی زائل کردیتے۔

جو دستور، قدیم سے سلاطین اسلام میں رہا اس پر ہم نے اپنے فتویٰ میں روشنی ڈالی اور عالمگیری کا جزئیہ پیش کیا ہمارے جزئیہ سے دستور مذکور کا ثبوت بہم پہونچا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سلطان اسلام کا حکم نامہ دوسرے شہر میں کسی قاضی کے لئے کچھ شرائط پر قابل عمل ہوتا ہے اور وہ کس صورت میں کتاب القاضی الی القاضی کے درجے میں ہوگا جزئیہ مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفۃ المسلمین اطلاع حکمی بلاد مختلفہ میں اپنے قضاۃ کو دیتا تھا اور اسکی اطلاع حکمی میں وہ شروط قدیم سے ملحوظ ہیں اور انہیں شروط پر اس کا حکم نامہ یا اطلاع حکمی معمول ومقبول ہوا۔

اعلان کا نیا طریقہ جس کا رواج ہوا چاہتا ہے اور جس پر ایک طریقہ غامضہ سے اپنے زعم میں دلالت قائم کرنا چاہی اس جزئیے سے آشکارا نہیں۔ مانع کو اسی قدر کافی بلکہ جو اس سے صاف ظاہر ہے وہ ہے جو ہم نے ابھی ذکر کیا اور ظاہر

سے عدول بے دلیل نامقبول پھر مانع تو مانع لزوم ہے اور وہ ہم ہیں نہ کہ مدعی۔ اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ جزئیہ مذکورہ کسی طرح اس اعلان مزعوم پر دلالت کرتا ہے اور یہ کہ حکم اگر پہلے سے ثابت ہو تو قاضی کے پاس اعلان حکم بھیجنے کے لئے وہ شرط ضروری نہیں جو کتاب القاضی الیٰ القاضی میں درکار ہے، پھر بھی خلیفۃ المسلمین کے مقررہ قاضیوں کے نزدیک ثبوت حکم کے لئے وہی شرط درکار ہوگی جو اس جزئیہ میں مذکور ہے تو اس سے مفر کدھر اور حکم اور اعلان کا تفرقہ کیا مفید؟

سطور بالا میں طریقہ غامضہ کا ذکر گزرا اسکی وضاحت کے لئے پیش نظر مقالہ کی عبارت درج کرنا ناگریز ہے۔

مقالہ نگار جزئیہ مذکورہ کی توجیہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اس عبارت میں پہلی شرط (ان کتب الخلیفۃ) کی جزا محذوف ہے۔ چاہیں تو وہ جزا (ففیہ تفصیل) مانیں یا (فھو علیٰ نوعین) اور دوسری شرط (اذا کان الکتاب فی الحکم-الخ) کی جزا (لایقبل اِلا بالشراط التی ذکرناھا) ہے"۔

یہ شرط دو قیدوں کے ساتھ مقید ہے (۱) فی الحکم بشھادۃ شاہدین شھدا عندہ۔ (۲) بمنزلۃ کتاب القاضی الی القاضی۔ جب یہ شرط ان دونوں ضروری قیود کے ساتھ پائی جائیگی تب اس پر لا یقبل الا بالشرائط کا حکم جاری ہوگا۔ اور اگر کوئی بھی ایک قید مرتفع ہوئی تو شرط کا تحقق نہ ہوگا، لہٰذا اس پر لا یقبل الا بالشرائط کا حکم بھی جاری نہ ہوگا۔ کہ اذا فات الشرط فات المشروط تسلیم شدہ ضابطہ ہے۔ اب اگر خلیفہ کا خط بمنزلۂ کتاب القاضی الیٰ القاضی نہ ہو کہ اس سے مقصود اثبات حکم ہو (خواہ بذریعہ نقل شہادت، یا نقل حکم) بلکہ ثابت شدہ حکم کے اعلان کے لئے ہو تو وہاں کتاب القاضی کے شرائط کا لحاظ ضروری نہ ہوگا۔

فتاویٰ عالمگیری کی عبارت "فی الحکم بشھادۃ شاھدین" کا مفہوم ہے "دو گواہوں کی شہادت پر فیصلہ کے بارے میں"۔ اس کو یہ لازم نہیں کہ خلیفہ نے فیصلہ صادر کردیا، بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خلیفہ نے "فیصلہ کے بارے میں" شہادت لی اور اس کی بنا پر فیصلہ صادر کرنے کے لئے اپنے خط کے ذریعہ نقل شہادت کیا، اس طور پر یہ خط خلیفہ کے کئے ہوئے فیصلے سے متعلق نہ ہوا۔ ایسے خط کو فقہا کتاب حکمی کہتے ہیں۔ مانع کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ انتھی کلامہ۔

ہم نے پہلے ہی باندازِ سوال عرض کردیا کہ اعلان وحکم کا تفرقہ کچھ مفید نہیں اور اعلان، تحقیق حکم پر موقوف اور قاضیوں کے نزدیک خلیفہ کے حکم کا تحقق اسی طریقے پر موقوف جو ہمارے منقولہ جزئیہ میں مذکور ہوا۔ اور مقالہ میں درج صورتِ دیگر، مقالہ نگار کا اپنا استخراج ہے جو جزئیہ سے ظاہر نہیں۔

مقالہ نگار آگے لکھتے ہیں:

"اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ خلیفہ نے اپنا فیصلہ لکھ کر بھیجا تو بھی وہ بمنزلۂ کتاب القاضی الیٰ القاضی کی قید سے مقید ہے، یہ کہاں ہے کہ اعلان کے لئے بھیجا جس سے اعلان کا غیر معتبر ہونا ثابت ہوجائے"۔

جی ہاں! تسلیم نہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟ حالانکہ اس جزئیہ سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفہ نے اپنا فیصلہ اپنے قضاۃ کو

لکھ کر بھیجا۔ اس طرح اس نے اپنے فیصلے کی اطلاع اصالۃً ان قضاۃ کو دی۔ اور یہ باعتراف مقالہ نگار کتاب القاضی الیٰ القاضی کی قید سے مقید ہے تو ثابت ہوا کہ خلیفہ کے فیصلے کی اطلاع بلاد بعیدہ میں اس کے قضاۃ کو اسی طریقہ پر ہوتی رہی۔ اب ہم سے یہ کیا سوال ہے کہ یہ کہاں ہے کہ اطلاع کے لئے بھیجا جس سے اعلان کا غیر معتبر ہونا ثابت ہو جائے۔ مفہوم کتاب فی الحکم دونوں پر صادق، خواہ وہ کتاب القاضی تنفیذ حکم کے لئے بھیجی جائے یا پہلے سے ثابت شدہ حکم کے اعلان کے لئے کہ حکم دونوں صورتوں میں ہے۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ پہلے سے ثابت شدہ حکم اگر خلیفہ لکھ کر اعلان کے لئے بھیجے تو اس وجہ سے اس کا خط کتاب فی الحکم کا مصداق ہونے سے کیسے نکل جائے گا اور وہ بمنزلۂ کتاب القاضی کیوں نہ ہوگا؟ حالانکہ کتاب القاضی دوسرے قاضی کو برعایت شرائط حکم پر مطلع کرنے اور اسے نافذ کرنے کے لئے بھی بھیجی جاتی ہے۔ اور جب کتاب فی الحکم کا مفہوم تنفیذ و اعلان دونوں کو شامل تو قطعاً ضروری کہ عالمگیری کے جزئیہ میں مذکور قید "بشھادۃ شاھدین شھدا عندہ" کتاب فی الحکم کے مفہوم عام سے متعلق ہو جس کا لازمی معنی یہ ہے کہ شرائط کتاب القاضی کا لحاظ دونوں صورتوں میں ضروری ہے۔

اب جزئیہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر خلیفہ نے اپنے قضاۃ کو کوئی خط لکھا تو اگر وہ خط دربارۂ حکم ہو (خواہ تنفیذ کے لئے ہو یا اعلان کے لئے) جسے خلیفہ نے گواہوں کی موجودگی میں جو اس کے نزدیک حاضر تھے بطور کتاب القاضی الیٰ القاضی لکھا ہو تو انہیں شرائط پر مقبول ہوگا جو ہم نے ذکر کیں۔

عالمگیری کے جزیئے کے جواب میں مقالہ نگار نے درج ذیل عبارت تحریر کی:

> "واقعہ یہ ہے کہ خلیفہ سارے عالم اسلام کا فرمانروائے اعظم ہوتا تھا، اس کی خدمت میں کسی بھی ریاست، بلکہ کسی بھی ملک کا مقدمہ دائر ہوسکتا تھا، اب اگر اس نے کسی ملک، یا کسی ریاست کے مقدمہ کا فیصلہ کر کے تنفیذ کے لئے اپنے قاضی کو خط لکھا تو خصم کہہ سکتا تھا کہ یہ "کتاب الخلیفہ" نہیں ہے۔ بلکہ مدعی نے جعل سازی کی ہے"

اس جواب سے اعلان اور تنفیذ کی تفریق نہ رہی تنفیذ کے لئے کتاب القاضی الیٰ القاضی کی شرط مانی تھی وہ یکسر اٹھ گئی۔ جیسا کہ ظاہر ہے پھر اگلوں نے کتاب القاضی الیٰ القاضی کا اعتبار کیوں کیا اور اس میں وہ شرطیں کیوں رکھیں۔ کیا خود قاضی یا رسولِ قاضی تحقیق کے لئے کافی نہ تھے پھر ان کا اعتبار کیوں نہ کیا۔ بات وہی ہے کہ کتاب القاضی الیٰ القاضی پر صحابہ و تابعین کا اجماع ہولیا اور اس میں وہ شروط اجماعی ہمیشہ سے ملحوظ رہیں اب اگر رسول قاضی یا قاضی کو معتبر ٹھہراتے تو اجماع چھوڑتے۔ بھلا ان ائمہ دین کو باوصف حاجت اس طریقہ معہودہ متفقہ کے خلاف جرأت نہ ہوئی کیا ان جدید ذرائع کو بروئے کار لانا اجماع کو اٹھانا نہیں؟ اور جب ان میں خود شبہے مانیں تو پھر انہیں ذرائع سے تصدیق و تحقیق چاہنا کیا معنیٰ؟

ٹیلیفون کو توپ کی آواز پر قیاس کرنے کی بحث:

بعض احباب نے فرمائش کی کہ ٹیلیفون اور موبائل کی خبر کو دربارۂ رویت کافی ماننے والوں نے توپ کی آواز پر بھی قیاس کیا ہے اس سلسلے میں بھی کچھ لکھا جائے۔

لہذا سوال ہے کہ قیاس اسی وقت ہوتا ہے جب مسئلہ حادثہ میں کوئی نص کتاب وسنت سے نہ ملے کیا یہ قیاس پتہ نہیں دے رہا کہ ٹیلیفون کی خبر کو بمنزلہ استفاضہ ماننے والے اپنے دعوے پر کتاب وسنت سے کوئی نص نہیں رکھتے مقیس منصوص نہیں ہوتا، کیا مقیس علیہ بھی کوئی ایسا امر ہے جو بغیر نص خود ثابت ہو جائے۔

اب توپ مقیس علیہ ہے بتایا جائے کہ توپ کا طرق موجبہ سے ہونا کون سی نص پر اعتماد کرتا ہے، کوئی نص بخصوصہ توپ کے بارے میں وارد ہے یا کوئی حکم عام منصوص ہے جس کے تحت توپ کا طرق موجبہ سے ہونا مندرج ہے یا توپ کا اعتبار بر بنائے عرف تھا، بر تقدیر ثالث توپ پر اعتماد کس زمانے کا عرف تھا، کیا وہی عرف اب تک چلا آرہا ہے؟

اُس زمانے کے عرف میں توپ کے معتبر ہونے کی بھی کچھ شرطیں تھیں یا یونہی بلا شرط وہ معتبر تھی، بر تقدیر اول وہ شرطیں کیا تھیں بیان کیا جائے۔

پہلے زمانے میں توپ بعدِ حکمِ حاکم داغی جاتی تھی نیز توپ سلطان اور اس کے حکام کے قبضے میں ہوتی تھی، آج تو توپ کا عرف ہی نہ رہا تو مقیس علیہ اس زمانے میں موجود ہی نہیں کیوں کہ آج اس کا عرف منقطع ہو گیا تو پھر امر غیر موجود اور عرف منقطع پر قیاس کا کیا معنیٰ۔

بالفرض اگر توپ چلا کر اعلان کرنے کا عرف ہے تو کیا مطلقاً بلا شرط توپ کا اعتبار ہوگا یا یہ شرط ہوگی کہ پہلے حکم حاکم متحقق ہو یعنی حاکم کے یہاں شہادت شرعیہ رویت ہلال کی گزرے اور وہ بر بنائے شہادت حکم کرے، پھر دوسری شرط یہ کہ حاکم ایسی توپ چلوا کر اعلان کروائے جو اس کے قبضے میں ہو پھر یہ بھی شرط ہے کہ اس توپ کی آواز اس جیسی دوسری توپ کی آواز سے متمیز وجدا ہو کہ پہچانی جائے اور معلوم ہو کہ یہ اسی توپ کی آواز ہے جو حاکم نے چلوائی کیا اس تیسری شرط کا تحقق اس آزادا اور بے راہ روی کے زمانے میں ممکن ہے؟

بہر حال توپ کا اعتبار مستقل حجت شرعیہ نہیں بلکہ حکم حاکم پر موقوف ہے ٹیلیفون موبائل جن کی خبر کو درجۂ استفاضہ میں مانا جارہا ہے حکم حاکم اس صورت میں اسی استفاضۂ محدثہ پر موقوف ہے۔ اب بتایا جائے کہ مقیس یعنی ٹیلیفون کی خبر کا تحقق اس استفاضے پر موقوف ہے جو غیر منصوص ہے اور مقیس علیہ توپ کی خبر حکم حاکم کے بعد معتبر تو دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں یا نہیں اس طور پر یہ قیاس مع الفارق ہوا یا نہیں؟ ہوا اور ضرور ہوا۔

کیا قیاس کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ مقیس اور مقیس علیہ میں علت جامعہ ہو؟ کیا اسی قدر پر قیاس صحیح ہوگا؟ کیا بے ضرورت قیاس کی اجازت ہے؟ نہیں، تو ضرورت کیا ہے بیان کی جائے، نص اگر موجود ہو تو قیاس نہیں ہوتا کہ نص سے حکم خود ہی ثابت۔ ان حضرات نے قیاس کے پردے میں کیا یہ نہ مان لیا کہ اپنے دعوے پر کوئی نص نہیں رکھتے؟

صحت قیاس کے لئے کیا یہ ضروری نہیں کہ موانع قیاس مرتفع ہوں؟ ظاہر ہے کہ ماوشما اہلیت اجتہاد نہیں رکھتے، ہمارے لئے تصریحات ائمۂ مذہب بمنزلہ نصوص شرع ہیں، ہمیں انہیں پر بحکم تقلید عمل لازم۔

اب بتایا جائے کہ ٹیلیفون کی خبر محض بلا دلیل برخلاف تصریحات فقہا حجت شرعیہ واستفاضہ تو ٹھہرادی، جب دیکھا کہ دعوے پر کوئی نص نہیں تو اعلیٰ حضرت کے فتوے کا سہارا لیا اور توپ کی آواز پر قیاس فرمایا، اس قیاس کا حال خود اعلیٰ حضرت کے کلمات سے ادنیٰ متأمل کو کھل جائے گا۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

طریق ہفتم: علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے توپیں سننے کو بھی حوالی شہر کے دیہات والوں کے واسطے دلائل ثبوت ہلال سے گنا۔ ظاہر ہے کہ یہاں بھی وہی شرائط مشروط ہوں گے کہ اسلامی شہر میں حاکم شرع معتمد کے حکم سے انتیس کی شام کو توپوں کے فائر صرف بحالت ثبوت شرعی رویت ہلال ہوا کرتے ہوں کسی کے آنے جانے کی سلامی وغیرہ کا اصلاً احتمال نہ ہو ورنہ شہر اگرچہ اسلامی ہو مگر وہاں احکام شرعیہ کی قدر نہیں احکام جہاں بے خرد یا نیچری رافضی وغیرہم بدمذہبوں کے حوالے ہیں جنہیں نہ قواعد شرعیہ معلوم نہ ان کے اتباع کی پروا، اپنی رائے ناقص میں جو آیا اس پر حکم لگا دیا، توپیں چل گئیں، تو ایسی بے سروپا باتیں کیا قابل لحاظ ہو سکتی ہیں کما لایخفی، پھر جہاں کی توپیں شرعاً قابل اعتماد ہوں ان پر عمل اہل دیہات ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عند التحقیق خاص اس شہر والوں کو بھی ان پر اعتماد سے مفر نہیں کہ حاکم شرع کے حضور شہادتیں گزرنا اس کا ان پر حکم نافذ کرنا ہر شخص کہاں دیکھتا سنتا ہے بحکم حاکم اسلام اعلان عام کے لئے ایسی ہی کوئی علامت معہودہ معروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے توپوں کے فائر یا ڈھنڈورا وغیرہ۔

اقول: یہیں سے ظاہر ہوا کہ ایسے اسلامی شہر میں منادی پر بھی عمل ہوگا حتی کہ اس کی عدالت بھی شرط نہیں جبکہ معلوم ہو کہ بے حکم سلطانی ایسا اعلان نہیں ہوسکتا۔ عالمگیریہ میں ہے:

خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان اوفاسقا کذا فی جواهر الاخلاطی۔ قلت والظاهر انه یلزم اهل القری الصوم بسماع المدافع اورؤیة القنادیل من المصر لانه علامة ظاهرة تفید غلبة الظن و غلبة الظن حجة موجبة للعمل کما صرحوا به، واحتمال کون ذلك عادة فی لیلة الشك الا لثبوت رمضان۔

منحۃ الخالق میں ہے:

لم یذکروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر کضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها ممن کان غائبا عن المصر کاهل القری ونحوها کما یجب العمل بها علی اهل المصر الذین لم یروا الحاکم قبل شهادة الشهود وقد ذکر هذا الفرع الشافعیة فصرح ابن حجر فی التحفة انه یثبت بالامارة الظاهرة

الدالة التی لاتتخلف عادة کرؤیة القنادیل المعلقة بالمنابر قال ومخالفة جمع فی ذالك غیر صحیحة. (فتاویٰ رضویہ ج۱۰ص۴۲۰،۴۲۱)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے توپ کی آواز کو بعد تحقیق رویت شہر وحوالی شہر کے لئے اعلان کافی مانا ہے یا غیر محدود علاقے کے لئے؟ برتقدیر اوّل موبائل کی خبر دوسرے شہر کے لئے کیوں کر حجت شرعیہ ہوسکتی ہے؟ برتقدیر ثانی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلمات سے یہ دکھایا جائے کہ توپ کا اعلان حوالی شہر کے علاوہ جہاں آوازِ توپ نہ پہنچے بھی معتبر ہے۔

قیاس کرنے والے صاحب ذرا یہ بتائیں کہ آپ کے دعوے پر نص تو نہیں ورنہ ضرور اس کو ذکر کرتے، ان نصوص فقہا و تصریحات ائمہ کا کیا جواب ہے؟ صاحب قیاس کے کسی مقالے میں میں نے یہ نہ پایا کہ انہوں نے اس کا کوئی جواب دیا ہو۔

ایک مکتوب میری نظر سے گزرا جس میں علامہ رحمتی کی عبارت میں استفاضے کی تعریف کو ان کے زمانے کے لحاظ سے بتایا اور بہت ساری دیگر عبارات جن کو ہم نے ذکر کیا ان کو نظر انداز فرمایا۔

ایک اور مقالے میں اپنے طور پر اس شبہے کا ازالہ کہ ٹیلیفون کی خبر دربارۂ رویت معتبر نہیں یوں فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کے زمانے میں ٹیلیفون سے اطلاع دینے میں دشواری تھی اب یہ دشواری نہیں بلکہ ٹیلیفون و موبائل سے رابطہ جلد بآسانی ہو جاتا ہے اور 3G موبائل ہو تو ایک دوسرے کو دیکھنا بھی ہوتا ہے یہ مقالے کا حاصل ہے یہاں مقالے کی عبارت درج ہوتی ہے:

ازالۂ شبہ: پہلی بات تو یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے زمانہ کو تو سو سال ہو گئے، آج سے تیس پینتیس سال پہلے بھی ٹیلی فون سے خبر کی یہ صورت نہیں تھی جو صورت آج ہے۔ اس وقت ٹیلی فون سے بات کرنے کے لئے پہلے مقامی ایکسچینج میں کال بک کرانی پڑتی تھی، پھر مقامی ایکسچینج دوسرے ایکسچینج سے رابطہ کرتے تھے، اس کے بعد وہ ایکسچینج اس ٹیلیفون سے رابطہ کرنے کے بعد بطرز معکوس ٹیلیفون کرنے والے سے بات کراتے تھے، جس میں بسا اوقات گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا تھا اور اب ٹیلی فون ہو یا موبائل ان سے بات کرنے کے لئے ان واسطوں کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ آپ جن سے بات کر رہے ہوتے ہیں ان کا نمبر آپ کی نگاہ میں اور جو آپ سے بات کر رہا ہوتا ہے آپ کا نمبر ان کے سامنے ہوتا ہے بلکہ دونوں جانب تھری جی 3G موبائل ہو تو آپ ان کو اور وہ آپ کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔

خیر ان دونوں نے تو اپنے طور پر تصریحات فقہا کے تدارک کی ناکام کوشش کی صاحب قیاس نے کیا تدارک کیا بیان کیا جائے، نیز بیان کیا جائے کہ مکتوب و مقالے کا بیان بالا انہیں تسلیم ہے یا نہیں؟ برتقدیر اوّل ان پر بھی وہ سوالات ہیں جو مقالے میں مفصل گزرے، برتقدیر ثانی تدارک کیا ہے بیان ہو اور اس پر دلیل قائم کی جائے ورنہ کیا یہ قیاس تصریحات فقہا کا مساعد ہے یا ان کا رافع ومخالف ہے اور اگر مساعد نہیں اور ضرور نہیں تو محض یہ قیاس بے ضرورت نہیں بلکہ موانع قیاس کی موجودگی میں یہ قیاس ہے ایسا کیونکر قابل اعتبار ہوسکتا ہے؟

مولانا مفتی اختر حسین قادری، دارالعلوم علیمیہ، جمد اشاہی

منقبت بشان حضور تاج الشریعہ

عظمتوں کے پاسباں تھے سیدی اختر رضا
اہلسنت کا نشاں تھے سیدی اختر رضا

زہد و تقوی علم و حکمت فکروفن کی بزم میں
سب پہ فائق بے گماں تھے سیدی اختر رضا

غوث اعظم کے توسل اعلیحضرت کے طفیل
حق کے میر کارواں تھے سیدی اختر رضا

اختر برج شرافت نیر چرخ کرم
پیار کے بحر رواں تھے سیدی اختر رضا

جلوہ احمد رضااور پرتوے حامد رضا
مفتی اعظم کی شاں تھے سیدی اختر رضا

جملہ ارباب بصیرت کاکھلا اعلان ہے
مرکز ہر نکتہ داں تھے سیدی اختر رضا

مرجع فقہ و فتاوی شارح قول نبی
دین حق کے ترجماں تھے سیدی اختر رضا

عشق سرکار دوعالم کی بدولت دہر میں
مقتدائے سنیاں تھے سیدی اختر رضا

اختر خستہ جگر کا حال یہ مشہور ہے
اس پہ بے حد مہرباں تھے سیدی اختر رضا

باب چہارم ـــــ سوانحات

مولانا محمد عبد الباقی رضوی

حضور تاج الشریعہ اور توقیت حیات

ولادت باسعادت۔ ۲۴ رذیقعدہ ۱۳۶۲ھ/ ۲۳ رنومبر ۱۹۴۳ء

تقریب رسم بسم اللہ خوانی۔ ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۶ء

اسلامیہ انٹر کالج میں داخلہ۔ ۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۲ء

داخلہ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف۔ ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء

آغاز شعر و شاعری۔ ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء

سلاسل اربعہ کی اجازت وخلافت از حضور مفتی اعظم۔

شعبان ۱۳۸۱ھ/ ۱۵ رجنوری ۱۹۶۲ء

والد ماجد مفسر اعظم ہند کا وصیت نامہ وجانشینی۔

۱۳۸۲ھ/ دسمبر ۱۹۶۲ء

جامع ازہر قاہرہ مصر روانگی۔ ۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۳ء

جامعہ ازہر مصر میں اول پوزیشن پر ایوارڈ۔ ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۵ء

اول نمبر آنے پر مدیر ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی کا ہدیہ تبریک۔

جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء

دوران تعلیم والد ماجد کا انتقال پر ملال۔

۱۱ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء

جامعہ الازہر مصر سے فراغت و دستار فضیلت۔

۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء

وطن مالوف واپسی پر استقبال۔ ۱۳۸۶ھ/ ۱۷ رنومبر ۱۹۶۶ء

سب سے پہلا فتویٰ۔ ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء

آغاز درس وتدریس دار العلوم منظر اسلام۔ ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۷ء

علامہ حسنین رضا بریلوی کی صاحبزادی سے عقد مسنون۔

شعبان ۱۳۸۸ھ/ ۳ رنومبر ۱۹۶۸ء

صاحبزادہ حضرت علامہ مولانا عسجد رضا قادری کی ولادت۔

۱۴ شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء

دفاع کنز الایمان کی تصنیف۔ ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء

دار العلوم منظر اسلام میں بحیثیت صدر مدرس تقرری۔

۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۸ء

آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے قومی صدر منتخب۔

۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۰ء

مرکزی دار الافتاء کا قیام۔ ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء

برہان ملت مفتی برہان الحق جبلپوری کی اجازت احادیث

وخرقہ وخلافت۔ ۲۷ رربیع الاول ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء

نانا جان حضور مفتیٔ اعظم کا انتقال پر ملال۔

۱۴ رمحرم الحرام ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء

پاکستان، سری لنکا، عراق کا سفر۔ ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۲ء

اولاد غوث اعظم سید شاہ علاؤ الدین کی زیارت سے شرفیابی۔

۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۲ء

کربلائے معلیٰ کی حاضری۔ ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء

پہلا سفر حج وزیارت۔ ۱۴۰۳ھ/ ۴رستمبر ۱۹۸۳ء

دینی تبلیغی سفر کا باضابطہ آغاز۔ ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء

تاج الاسلام کا لقب ملا۔ ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء

سید المحققین اور فقیہ اعظم کے لقب سے ملقب۔

۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء

امیر شریعت گجرات کی طرف سے تاج الشریعہ کا لقب۔

۱۴۰۴ھ/ ۱۸راگست ۱۹۸۴ء

حضرت احسن العلماء مارہروی کی اجازت وخلافت۔

۱۴۰۵ھ/ ۱۵رنومبر ۱۹۸۴ء

دوسرا سفر حج وزیارت۔ ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء

فقیہ اعظم کا لقب۔ ۱۴رشوال ر ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸ء

الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں مفتیان کرام پر مشتمل بورڈ میں بحیثیت صدر انتخاب۔

۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء

حجاز کانفرنس لندن کی صدارت۔ ۱۴۰۵ھ/ ۲۱راپریل ۱۹۸۵ء

مفتی برکات مولانا ظفر احمد بدایونی کی طرف سے شیخ المحدثین کا لقب۔ ۱۴رشوال ر ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء

بی بی سی لندن سے حجاز کانفرنس کی تقریر نشر۔ ۱۴۰۵ھ/ ۵رمئی ۱۹۸۵ء

آپ کے ہاتھوں پر مسٹر جارج اسٹیفن اور ان کے بچے اور اہلیہ کا قبول اسلام۔ ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء

تیسرے سفر حج میں گرفتاری۔ ۱۴۰۷ھ/ ۳۱راگست ۱۹۸۶ء

مکہ معظمہ سے رہائی پر بمبئی میں استقبالیہ اجلاس میں خطاب۔

۱۴۰۷ھ/ ۱۳رستمبر ۱۹۸۶ء

ورلڈ اسلامک مشن لندن کی شاہ عبداللہ سے احتجاجی ملاقات۔

ربیع الاول ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۷ء

گرفتاری کے بعد مکہ معظمہ ومدینہ منورہ میں گیارہ دن قیام۔

۱۴۰۸ھ/ مئی ر ۱۹۸۷ء

فواد صادق مفتی سفیر سعودی برائے ہند کا معافی نامہ۔

۱۴۰۸ھ/ ۲۱ مئی ر ۱۹۸۷ء

دار العلوم امجدیہ کراچی پاکستان میں افتتاح بخاری شریف۔

۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۷ء

حکومت اتر پردیش کی عہدہ کیلئے پیش کش۔ ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء

غیر مقلدین وہابیہ کے فتنہ عظیم کا سد باب۔ ۱۴۱۴ھ/ مئی ۱۹۹۳ء

منیر العین کی تالیف۔ ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء

وزیر اعظم حکومت ہند کی ملاقات سے انکار۔

۱۴۱۵ھ/ ۲۶ جولائی ۱۹۹۵ء

جامعۃ الرضا متھرا پور بریلی کے قیام کیلئے زمین کی خریداری۔

۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء

اجمیر مقدس میں ایک ہندو کا قبول اسلام۔ ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء

تاج الشریعہ کی حیدر آباد دکن میں تشریف آوری۔

۱۴۲۰ھ/ ۱۹رستمبر ۱۹۹۹ء

جامعۃ الرضا بریلی کا تعمیری آغاز۔ ۱۴۲۱ھ/ ۲۹رمئی ۲۰۰۰ء

جدید مسائل کے حل کیلئے شرعی کونسل آف انڈیا کا قیام۔

۷رجمادی الآخر ۱۴۲۴ھ/ ۸راگست ۲۰۰۳ء

ترجمہ المعتقد المنتقد مع المعتمد المستند کا آغاز۔

۲۷ جمادی الآخر ۱۴۲۴ھ/ ۲۳راگست ۲۰۰۳ء

جامعۃ الرضا میں مکمل درس نظامی کا آغاز۔

شوال رذیقعدہ ۱۴۲۵ھ/ اکتوبر ر ۲۰۰۴ء

ٹائی کے مسئلہ پہ کتاب شائع ہوئی۔ ۱۴۲۵ھ/ جولائی ر ۲۰۰۴ء

قاضی القضاۃ فی الہند کے عہدے پر تفویض۔

۱۴ر جمادی الآخر ۱۴۲۷ھ/ نومبر ۲۰۰۵ء

جامعۃ الرضا کے اول فارغین تخصص فی الفقہ کو دستار سے نوازا۔

۱۴۲۷ھ/ فروری ۲۰۰۶ء

قطب وقت علامہ تحسین رضا بریلوی کا انتقال وامامت نماز جنازہ۔

۱۴۲۸ھ/ ۸ر اگست ۲۰۰۷ء

تعلیقات زاہرۃ شیخ الازہر علی صحیح البخاری۔ ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء

ملک شام کا دورہ۔ ۱۴۲۹ھ/ ۲۲ر اگست ۲۰۰۸ء

شیخ الجامعہ الازہر مصر کی جانب سے فخر ازہر ایوارڈ واستقبالیہ تقریب۔

۱۴۳۱ھ/ ۶ر مئی ۲۰۰۹ء

جامعۃ الرضا کے فارغین اولین کو دستار فضیلت سے نوازا۔

۲۴ صفر ر ۱۴۳۲ھ/ ۲۳ر جنوری ۲۰۱۰ء

حامدی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ ۱۴۳۴ھ/ ۹ر جنوری ۲۰۱۲ء

غسل کعبۃ اللہ شریف میں شرکت واندرون کعبہ ادائیگی نماز۔ ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۲ء

بنارس کا تاریخی سفر اور جلسے سے خطاب۔ ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۲ء

مفتی صوفی حبیب رضا بریلوی کا انتقال وامامت نماز جنازہ۔

۱۴۳۵ھ/ ۲۸ر مارچ ۲۰۱۴ء

سفر ترکی، جرمنی، پرتگال اور مکہ معظمہ ومدینہ منورہ۔

۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۴ء

فتاوی تاج الشریعہ کتاب العقائد کی تکمیل۔ ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۴ء

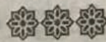
حضور امین شریعت کا انتقال اور امامت نماز جنازہ۔

۲۶، ۲۸ر محرم ۱۴۳۷ھ/ ۹، ۱۱ر نومبر ۲۰۱۵ء

المواہب الرضویہ فی الفتاوی التاج الشریعہ کا رسم اجرا۔

۲۴ر صفر ۱۴۳۷ھ/ ۷ر دسمبر ۲۱۰۵ء

انتقال پر ملال ۱۶ر ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ ۲۰ر جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ



مولانا مفتی سید شاہد علی رضوی

حضور تاج الشریعہ کی حیات پاک کے چند تابناک گوشے

مرکز علم وعرفان بریلی شریف اور خانوادۂ رضویہ تیرہویں صدی ہجری میں مجاہد جنگ آزادی امام العلماء مفتی محمد رضا علی خاں نقشبندی بریلوی (م ۱۲۸۶ھ) ان کے فرزند سعید امام المتکلمین مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی (م ۱۲۹۷ھ) چودہویں صدی ہجری میں امام العلماء کے پوتے اور امام المتکلمین کے نورِ نظر، لختِ جگر، فرزند سعید، اسلام کے بطل جلیل، حجۃ العصر، فرید الدہر، یگانۂ عصر، عاشق رسول، چودہویں صدی ہجری کے مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہم (م ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کی علمی، دینی، عشقی اور فکری عبقریت، تجدیدی کارناموں اور لازوال خدمات مقبولہ کے سبب پورے عالم اسلام میں مشہور ومعروف ہے۔ غیر منقسم ہندوستان میں اپنی علمی وروحانی خدمات، دینی قیادت اور متواتر فکری وراثت کی حفاظت اور تبلیغ واشاعت کے لحاظ سے دہلی کے مشہور خاندان ولی اللّٰہی سے بھی زیادہ نمایاں اور محبوب ومقبول خانوادہ ہے۔ ان دونوں خانوادوں کی خدمات جلیلہ برصغیر کی اسلامی تاریخ کا نہایت اہم، لائق قدر ومنزلت اور شاندار وتابناک حصہ ہیں۔ دونوں خاندانوں نے برصغیر ہی نہیں بلکہ پوری اسلامی دنیا کے مسلمانوں اور اہل ایمان کو متاثر کیا ہے۔ دونوں خاندانوں میں کئی نسلوں اور پشتوں پر محیط علمی ودینی خدمات کا ایک ایسا تسلسل موجود ہے جو دوسرے خانوادوں میں بہت کم پایا جاتا ہے۔

خاندان ولی اللّٰہی جس کے خیالات ونظریات کو ''فکر ولی اللّٰہی'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ خاندان امام اعظم ابوحنیفہ کا مقلد تھا، تصوف کا علمبردار تھا، اسلاف کرام کی اقدار وروایات کا وارث وامین تھا۔ اس خاندان کے صاحبزادگان، نبیرگان ان کے سچے وارث تھے جو سب کے سب سوادِ اعظم اہل سنت کے اکابر علماء ومشائخ اور صوفیا کرام کی اسی روش پر قائم ودائم رہے جو انہیں بطور وراثت ملی تھی۔ سوائے اسمٰعیل دہلوی کے یہ خاندان ولی اللّٰہی کا بدنام زمانہ ایک فرد تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلی (م ۱۱۷۲ھ/ ۱۷۶۲ء) کے نافرمان ونالائق پوتے شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی (م ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء) کے بعض فکری واعتقادی اور جمہور امت کے متوارث ورائج اسلامی عقائد سے متصادم بہت سے افکار وخیالات کے سبب اس خاندان کے علمی ودینی وقار اور مقبولیت کو بڑا نقصان پہنچا اور اس ننگ خاندان شخص نے

اپنے ہی بزرگوں سے کھلی بغاوت کردی جس سے اس خاندان کی عزت وعظمت داغدار ہوگئی۔ پھر اسمٰعیل دہلوی کے ماننے والوں نے یہ ستم بھی کیا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ان کے صاحبزادگان اور نبیرگان کی تصنیفات وتالیفات میں تحریف کر کے ان کے اصل عقائد ونظریات اور معمولات کو مسخ کردیا۔ اور اپنے نئے نظریات کے مطابق بنانے کی کوشش کی اور ''فکر ولی اللہی'' کو ''فکر ابن تیمیہ'' سے جوڑ دیا پھر اس خاندان میں کوئی ایسا نمایاں عالم دین بھی پیدا نہ ہوا جو ان تحریفات کو اصل عقائد ونظریات اور معمولات سے الگ کر کے ''فکر ولی اللہی'' کو ممتاز اور تابناک کرتا اور اصل ''فکر ولی اللہی'' کو آگے بڑھاتا۔ لہٰذا روز بروز خاندان ولی اللہی کی مقبولیت اور انفرادیت گھٹتی چلی گئی اور اس نے ایک علیحدہ رخ طے کرلیا۔

جبکہ خانوادۂ رضویہ میں امام العلماء کے وصال کے بعد ان کے فرزندان گرامی امام المتکلمین مولانا نقی علی خاں قادری بریلوی اور مولانا ہادی علی خاں قادری بریلوی اور ان کے پوتے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ، دوسرے پوتے استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں قادری بریلوی اور تیسرے پوتے ماہر علم میراث علامہ مفتی محمد رضا خاں قادری بریلوی علیہم الرحمۃ والرضوان نے اس سلسلہ کو قائم رکھا اور اس میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے مزید وسعت عطا کر کے شہرۂ آفاق اور عالمگیر بنایا۔ اعلیٰ حضرت کے وصال (۱۹۲۱ء) کے بعد بھی یہ سلسلہ تسلسل کے ساتھ، بلا انقطاع نمایاں علمی ودینی شخصیات کا ایک ایسا اٹوٹ زریں سلسلہ ہے جو تا حال وسیع تر ودراز ہے۔ ان شخصیتوں میں (۱) حجۃ الاسلام مولانا مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی (شہزادۂ اکبر اعلیٰ حضرت (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء)۔ (۲) مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی (شہزادۂ اصغر اعلیٰ حضرت، م ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء)۔ (۳) مفسر اعظم علامہ ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی (پوتے اعلیٰ حضرت، م ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء)۔ (۴) علامہ حماد رضا خاں رضوی بریلوی (پوتے اعلیٰ حضرت، م ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء)۔ (۵) ریحانِ ملت علامہ محمد ریحان رضا خاں قادری بریلوی (پرپوتے اعلیٰ حضرت، م ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء)۔ (۶) تاج الشریعہ، فقیہ اسلام علامہ مفتی محمد اسمٰعیل رضا خاں المعروف بہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری بریلوی ازہری مدظلہ العالی۔ (۷) استاذ العلماء علامہ حسنین رضا خاں قادری بریلوی (داماد وبھتیجے اعلیٰ حضرت، م ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء)۔ (۸) امین شریعت علامہ سبطین رضا خاں قادری بریلوی (پوتے استاذ زمن) مدظلہ العالی۔ (۹) صدر العلماء مفتی محمد تحسین رضا خاں قادری بریلوی (استاذ زمن کے پوتے، م ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء)۔ (۱۰) علامہ مفتی محمد تقدس علی خاں قادری بریلوی بن مولانا سردار ولی خاں بن مولانا ہادی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں نقشبندی بریلوی (پرپوتے امام العلماء، م ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء)۔ (۱۱) مفتی اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی بن مولانا سردار ولی خاں (پرپوتے امام العلماء، م ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء) علیہم الرحمۃ والرضوان۔

فقیہ اسلام علامہ مفتی محمد اسمٰعیل رضا خان معروف بہ

تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری قادری بریلوی ابن مفسر اعظم علامہ محمد ابراہیم رضا خاں (حجۃ الاسلام کے پوتے، اعلیٰ حضرت کے پرپوتے اور مفتی اعظم کے نواسے) دامت برکاتہم القدسیہ والعالیہ، متع اللہ المسلمین بطول بقاۂ خاص طور سے ممتاز حیثیت کے مالک ہیں۔ موصوف بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، مفسر ومحدث، فقیہ ومفتی، ادیب وشاعر، جامع شریعت وطریقت، صاحب زہد وتقویٰ، صاحب کشف وکرامت، مصنف ومؤلف، خطیب ومناظر اور متکلم ومحشی ہیں۔ آج وہ ولایت کے اس منصب عظیم پر فائز ہیں کہ جن سے مخاصمت ودشمنی میں ایمان کا خطرہ ہے۔ موصوف علمی وروحانی دنیا میں مشارٌ الیہ ومعتمد اور مستند مرجعِ علماء وفقہاء اور مشائخ وصوفیا ہیں۔ ان مذکورہ بالا علماء ومشائخ کرام نے خانوادۂ رضویہ کی پاکیزہ اور مقدس روایات، عقائد ونظریات اور افکار کو زندہ وتابندہ رکھا۔ درسِ رضا، فقہِ رضا، عشقِ رضا، فکرِ رضا اور عملِ رضا سے قوم کو روشناس کیا اور ان سب کی تبلیغ واشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا اور خاندانِ رضا کے علمی ودینی پلیٹ فارم سے اپنے اپنے عہد میں قوم وملت کی بھرپور نمائندگی کی اور اپنی زریں خدمات سے ایسی غیر معمولی شہرت ومقبولیت حاصل کی جس کی نظیر آج کی دنیا میں نہیں ملتی۔

عصر حاضر میں اعلیٰ حضرت کے علوم وفنون کے سچے وارث، حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم کے صحیح جانشین، روحانیت کے تاجدار، مسند برکاتیت کے رمزشناس، رضویات کے امین، تاج الشریعہ، فقیہ اسلام، قاضی القضاۃ فی الہند علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ ہیں جو اہل سنت وجماعت کی عالمی سطح پر علمی ودینی، اعتقادی وفکری قیادت ورہبری فرمارہے ہیں۔ جن کے آفتاب شہرت واقبال کی کرنیں سارے عالم کو روشن ومنور کررہی ہیں۔ خاندانِ رضا کے یہ تمام متقدمین ومتاخرین علماء ومشائخ تین اوصاف میں امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ (۱) عشق رسالت، (۲) تحفظ واشاعت اسلام وسنیت۔ (۳) اور فقہ وافتا کے ذریعہ خدمت۔ یہ تین ایسے اوصاف ہیں جو خاندانِ رضا کے افراد میں قدرے مشترک کی حیثیت رکھتے ہیں۔

فقیر نوریؔ کے مرشد ومربی شریعت وطریقت اور استاذ گرامی وقار حضرت تاج الشریعہ مدظلہ العالی میں یہ تینوں خاندانی اوصاف بدرجۂ اتم موجود ہیں اور اس وقت آپ ہی بطور خاص اس خاندان کی علمی وروحانی وراثت کو آگے بڑھارہے ہیں۔ سن عیسوی کے لحاظ سے آپ اپنی عمر مبارک کی (۷۲) بہترویں منزل طے کررہے ہیں۔

حضرت تاج الشریعہ مدظلہ العالی نے ایک ایسے علمی، روحانی اور مذہبی گھرانے میں آنکھیں کھولیں کہ جس میں کئی پشتوں سے علم وعرفان اور رشد وہدایت کا سلسلہ قائم وجاری تھا۔ ان اسلافِ کرام کے علومِ نافعہ اور اعمالِ صالحہ کا پاک ورثہ یکے بعد دیگر منتقل ہوتا رہا جن کی حق گوئی، حق شناسی، جرأت وبے باکی اور عشق رسول میں سرشاری وجاںثاری، مغرورانِ تخت وتاج اور بندگان مال وجاہ کے مقابلے میں استغناء وبے نیازی انہیں اپنے اسلاف سے ورثہ میں ملی تھی۔ آپ کی ولادت کے وقت پر دادا اعلیٰ حضرت اور جدامجد حضرت حجۃ الاسلام وصال فرماچکے تھے۔ والد ماجد مفسر اعظم

کی عمر کا ۳۶ ؍واں سال تھا جن کی درس وتدریس کا چڑھتا سورج پورے شباب پر تھا۔ دور، دور سے تشنگان علم وفضل پروانہ وار حاضر ہوکر درسِ مفسرِ اعظم میں شریک ہورہے تھے۔

نانا جان حضرت مفتی اعظم جو اپنے وقت کے فردِ فرید، علوم نقلیہ کے تاجدار، علوم عقلیہ کے غواص، میدانِ فقاہت کے شہوار اور میدانِ سیاست کے علمبردار تھے، عرب وعجم میں ان کی دھوم تھی، سارے جہان میں ان کا چرچہ تھا، علم وفضل کا آفتاب روشن تھا، یہ علم وعرفان کے بحر ناپیدا کنار تھے، جن کی نہ جانے کتنی موجیں تھیں، وہ ایک کارخانہ تھے، جہاں پرزے ڈھلتے، شخصیت سازی ہوتی تھی، اس روشن اور شخصیت ساز ماحول میں حضرت تاج الشریعہ کا عہد طفلی شروع ہوا۔ حضرت تاج الشریعہ کو پیرِ مجاز زبدۃ السادات احسن العلماء حضرت علامہ سید حیدر حسن قادری برکاتی نوری (م ۱۹۹۵ء) کا ایقان اور نامور نانا جان حضرت مفتی اعظم کا شہرۂ آفاق ایمان میسر آیا۔ ہوش کی آنکھیں کھلیں تو ہر طرف قرآن وسنت کی حکمرانی نظر آئی۔ فقہ حنفی کا سکہ چلتے دیکھا، دین متین اور عظمتِ رسول کی حمایت، اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کی عداوت میں اپنے نانا جان اور والد ماجد کو یکتائے روزگار پایا۔

حضرت تاج الشریعہ نے اپنے والدین کریمین، دارالعلوم منظر اسلام اور جامعۃ الازہر قاہرہ مصر میں مختلف اساتذہ کرام سے تعلیم وتربیت پائی اور سند ودستار سے سرفراز ہوئے۔ جامعہ ازہر میں حصول علم کے دوران ہی والد ماجد حضرت مفسر اعظم کا وصال ہوچکا تھا، تین سال کے بعد جامعہ ازہر مصر سے واپسی ہوئی۔ بریلی شریف میں حضرت مفتی اعظم کی سرپرستی میں تاریخی استقبال ہوا۔ واپسی کے بعد ۱۹۶۷ء میں اپنے مادر علمی، یادگار رضا، مرکز علم وعرفاں، جامعہ رضویہ ''منظر اسلام'' میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرمایا۔ آج درس وتدریس کا تعلق ان کے جسم سے نہیں بلکہ ان کی روح سے ہے، درس وتدریس ان کی روحانی غذا ہے۔

گیارہ سال بعد آپ کے برادر اکبر حضرت ریحان ملت نے دارالعلوم ''منظر اسلام'' کے صدرالمدرسین کی ذمہ داری آپ کے کاندھوں پر ڈال دی۔ آپ نے اس منصب کی ذمہ داریوں کو حسن وخوبی کے ساتھ نبھاتے ہوئے تعلیمی وتنظیمی اعتبار سے دارالعلوم کی شہرت اور مقبولیت کا پایا بہت بلند فرمادیا۔ مصروفیتوں کا دائرہ وسیع تر ہوتا چلا گیا تو باضابطہ درس وتدریس کا سلسلہ ممکن نہیں رہ سکا۔ تب آپ نے اپنے دولت کدہ پر مخصوص اوقات میں درس قرآن وحدیث کی محفل سجادی۔ یہاں درس وتدریس کی افادیت اتنی بڑھی اور مقبول ومعروف ومشہور ہوئی کہ اس حلقۂ درس میں شرف تلمذ پانے اور زانوئے تلمذ تہہ کرنے کے لئے تین تین جامعات منظر اسلام، مظہر اسلام اور جامعہ نوریہ کے طلباء کی بڑی تعداد جمع ہوگئی۔ ختم بخاری شریف تدریس کی اونچی منزل ہے۔ آپ نے یہ کام بھی بہت حسن وخوبی سے انجام دیا۔ افتتاح بخاری پھر ختم بخاری شریف کا سلسلہ اہلسنت کے مدارس میں شروع ہوا تو بڑھتا ہی چلا گیا۔ مرکزی درسگاہ اہلسنت الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رامپور میں سرپرست اعلیٰ کی حیثیت سے ۳۳ سال کے عرصہ میں متعدد بار فقیر نوری اور انتظامیہ کی

دعوت، اساتذہ وطلباء کی خواہش پر جلوہ بار ہو کر افتتاح بخاری اور ختم بخاری کی محفلوں کو رونق بخشی، علماء اور عوام وخواص کے بیچ علمی گوہر لٹائے اور فیض وکرم کی موسلا دھار بارش سے دلوں کی سوکھی کھیتی کو ہریالی بخشی۔ ایسا لگتا تھا کہ امام بخاری اور امام مسلم کی محفلوں کو جانشین کی حیثیت سے سنوار رہے ہیں۔ اپنے جد اعلیٰ اعلیٰ حضرت، جد امجد حجۃ الاسلام، والد ماجد مفسر اعظم اور نانا جان مفتی اعظم، اپنے اساتذہ حضرت بحر العلوم وغیرہم کی تعلیمی وتدریسی یادوں کو تازہ کر رہے ہیں۔ جامعہ فاروقیہ بنارس میں ''صاحب بخاری اور بخاری'' کی آخری حدیث پر ڈھائی گھنٹہ تقریر فرمائی اور دار العلوم ''ضیاء الاسلام'' ہاوڑہ میں ختم بخاری کے موقع پر علامہ ارشد القادری، علامہ غلام آسی پیا ابو العلائی، عزیز ملت مولانا عبد الحفیظ عزیزی اور درجنوں علماء کی موجودگی میں آخری حدیث پر سیر حاصل گفتگو کی۔ آپ کا تعلق جس عظیم خانوادۂ رضویہ سے ہے اس خاندان کا مابہ الامتیاز وصف فتویٰ نویسی ہے۔

خاندان کا موروثی جنگی مزاج علوم دینیہ کی طرف موڑنے میں امام العلماء مفتی رضا علی خاں نقشبندی بریلوی نے اہم کردار ادا کیا، فن سپہ گری کے محبوب مشغلہ کو ترک کر کے فتویٰ نویسی کو اختیار کرنے کا سہرا آپ ہی کے سر بندھتا ہے۔ آپ کے دو فرزند ہوئے، مفتی نقی علی خاں اور مولانا تقی علی خاں۔ مفتی نقی علی خاں نے علوم دینی میں کمال حاصل کیا اور فتویٰ نویسی شروع کی، اسے بھی کمال تک پہنچایا۔ آپ کے تین صاحبزادے ہوئے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی، مولانا حسن رضا خاں بریلوی اور مفتی محمد رضا خاں بریلوی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی نے فقہ حنفی کو استحکام عطا کرنے کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کو ابن تیمیہ، محمد بن عبد الوہاب نجدی اور اسمٰعیل دہلوی کے پھیلائے ہوئے زہر سے آلودہ دل ودماغ کو سوادِ اعظم پر گامزن کرنے کے لئے اپنی پوری زندگی وقف کر دی۔ برادرِ اوسط مولانا حسن رضا خاں بریلوی نے خدمت دین اور منظر اسلام کے اہتمام کے ساتھ اردو نعتیہ شاعری کو نئی رفعتوں سے آشنا کیا۔ فتویٰ نویسی کو مشغلۂ روز وشب بنا کر مفتی محمد رضا خاں بریلوی نے فقہ وافتا کی خاندانی خدمت کو مزید بلندیاں عطا کیں۔ امام احمد رضا کے فرزند اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی نے فتویٰ نویسی میں اپنا کمال دکھایا۔ اعلیٰ حضرت کے فرزند اصغر نے اس کارِ خیر کا آغاز ۱۹۱۰ء میں کیا جو ان کے وصال ۱۹۸۱ء تک جاری رہا۔ نانا جان کے فضل وکمال کے سچے وارث، سچے جانشین اور پردادا کے علوم وفنون کے صحیح وارث حضرت تاج الشریعہ نے اس مبارک کام کا آغاز چودہ سال کی عمر میں کیا۔ آپ نے اس دشوار گزار راہ منزل کو پانے کی خاطر آغاز میں نانا جان حضور مفتی اعظم اور مفتی سید افضل حسین رضوی مونگیری کے نقوش ہائے قدم کی پیروی کی یعنی ان باکمال ہستیوں کی نگاہوں سے اپنے لکھے ہوئے فتاویٰ گزارتے رہے۔ پہلا فتویٰ لکھا تو مفتی افضل حسین مونگیری کو دکھایا۔ انہوں نے دیکھ کر شاباشی دی، تحسین کی اور حوصلہ بڑھانے کے لئے کہا کہ نانا جان کی عمیق نگاہ تک اس کی رسائی ہونی چاہیے۔ نانا جان نے دیکھا تو فرط مسرت سے چہرۂ انور کھل گیا، دادِ تحسین سے نوازا۔ یہ سلسلہ

زیادہ دنوں تک نہیں چلا۔ جلد ہی آپ کے نانا جان حضرت مفتی اعظم نے یہ عظیم ذمہ داری بھی آپ کو سونپ دی۔ مفتی اعظم کے الفاظ میں:

اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں۔ یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے کبھی سکون سے بیٹھنے نہیں دیتے۔ اب تم اس (فتویٰ نویسی کے) کام کو انجام دو میں (دارالافتا) تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ موجودہ لوگوں سے مخاطب ہوکر حضرت مفتی اعظم نے فرمایا:

اب آپ اختر میاں سلمہٗ سے رجوع کریں، انہیں کو میرا قائم مقام اور جانشین جانیں۔

حضرت تاج الشریعہ اپنی فتویٰ نویسی کے تعلق سے خود رقم طراز ہیں:

میں بچپن میں ہی حضرت (مفتی اعظم) سے داخل سلسلہ ہو گیا تھا، جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد میں نے دلچسپی کے بنا پر فتویٰ کا کام شروع کیا۔ شروع شروع میں مفتی سید افضل حسین صاحب علیہ الرحمہ اور دوسرے مفتیان کرام کی نگرانی میں یہ کام کرتا رہا اور کبھی کبھی حضرت (مفتی اعظم) کی خدمت میں حاضر ہو کر فتویٰ دکھایا کرتا تھا، کچھ دنوں کے بعد اس کام میں میری دلچسپی زیادہ بڑھ گئی اور پھر میں مستقل حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگا، حضرت کی توجہ سے مختصر مدت میں اس کام میں وہ فیض حاصل ہوا جو کسی کے پاس مدتوں بیٹھنے سے بھی نہیں ہوتا ہے۔

حضرت تاج الشریعہ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

''میں نے دارالعلوم منظر اسلام میں پڑھا اور پڑھایا، جامعہ ازہر میں بھی پڑھا، شروع سے ہی مجھے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ اپنی درسی کتابوں کے علاوہ شروح و حواشی اور غیر متعلق کتابوں کا روزانہ کثرت سے مطالعہ کرتا اور خاص خاص چیزوں کو ڈائری میں نوٹ کرلیا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ سب سے اہم بات یہ ہے کہ مجھے جو کچھ بھی ملا حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کی صحبت و استفادہ سے حاصل ہوا۔ ان کے ایک گھنٹہ کی صحبت، استفسارات اور استفادہ سالوں کی محنت و مشقت پر بھاری پڑتے تھے میں آج ہر جگہ حضور مفتی اعظم کا علمی و روحانی فیضان پاتا ہوں۔ آج جو میری حیثیت ہے وہ انہیں کی صحبت کیمیا اثر کا صدقہ ہے۔

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کی حیات مقدسہ میں یہ کام چند مفتیانِ کرام کے تعاون سے گھر سے ہی کرتے رہے۔ ان کے وصال کے بعد ۱۹۸۱ء میں اس بات کی شدید ضرورت محسوس کی گئی کہ باضابطہ طور پر دارالافتاء کا قیام عمل میں لایا جائے۔ لہٰذا اسی ضرورت کی تکمیل کی خاطر مرکزی دارالافتاء کی سہ ٔ ۃ ثانیہ کے طور پر قیام عمل میں لایا گیا۔ آپ کی سرپرستی میں مفتی قاضی عبدالرحیم بستوی، مفتی محمد ناظم علی

قادری اور مفتی حبیب رضا خاں بریلوی پر مشتمل قافلہ تشکیل دیا گیا۔ مفتی عبدالوحید خاں بریلوی کو نقلِ فتاویٰ کا کام سونپا گیا، مولانا عبدالوحید خاں بریلوی کے انتقال ۲۰۰۵ء تک فتاویٰ کے ۸۰ رر جسٹر تیار ہو چکے تھے۔ مرکزی رار الافتاء بریلی کے یہ رجسٹر طبع ہو کر منظر عام پر آجائیں تو فقہِ حنفی کا عالمی سرمایہ ہوں گے۔

بقول محدث کبیر مدظلہ العالی:

جامع ازہر کے دورِ تحصیل میں جب آپ کا عربی کلام ازہر کے شیوخ سنتے تو کلام کی سلاست ونزاکت اور حسن ترتیب پر جھوم اٹھتے اور کہتے تھے کہ یہ کلام کسی غیر عربی کا محسوس ہی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کئی زبانوں پر ملکۂ خاص عطا فرمایا ہے۔ اردو زبان تو آپ کی گھریلو زبان ہے اور عربی آپ کی مذہبی زبان ہے۔ ان دونوں زبانوں میں آپ کو خصوصی ملکہ حاصل ہے۔ جس پر آپ کی اردو وعربی نعتیہ شاعری شاہد عادل ہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

”زمبابوے میں ایک مصری شیخ نے ایک بار حمد یہ اشعار سنے تو بہت محظوظ ہوئے اور اس کی نقل کی فرمائش بھی کر ڈالی۔“

حضرت محدث کبیر مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

”حضرت علامہ ازہری کو میں نے انگلینڈ، امریکہ، افریقہ، ساؤتھ افریقہ، زمبابوے وغیرے میں برجستہ انگریزی زبان میں تقریر ووعظ کرتے دیکھا ہے اور وہاں کے تعلیم یافتہ لوگوں سے آپ کی تعریفیں بھی سنیں۔ اور یہ بھی ان سے سنا کہ حضرت کو انگریزی زبان کے کلاسیکی اسلوب پر عبور حاصل ہے۔

حضرت محدث کبیر آگے لکھتے ہیں کہ:

”آپ جو کچھ بولتے، لکھتے ہیں اس میں تکلفات کا دخل نہیں ہوتا بلکہ آپ کے مضامین یا ترجمہ نگاری عموماً بذریعہ املا ہی ضبط قلم کئے جاتے ہیں۔ اس لئے آپ کے علمی کارنامے برجستگی سے ہی متصف ہوتے ہیں۔ پھر ہر بات دلائل سے مبرہن، دقتِ معانی پر مشتمل جامعیت سے لبریز ہوتی ہے۔ حضرت تاج الشریعہ کو چالیس علوم وفنون پر عبور وملکہ حاصل ہے جن میں سے بہت سے علوم وفنون پر آپ کی تصنیفات وتالیفات شاہد عادل ہیں۔ علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ وافتا، علم کلام، علم تصوف، علم لغت، علم بلاغت، علم نحو، علم عربی ادب خاص آپ کے موضوعات ہیں۔

حضرت تاج الشریعہ مدظلہ العالی کو جملہ علوم عربیہ اور فنون عربیہ کی طرح اردو ادب پر بھی کامل عبور حاصل ہے۔ اس لئے نہایت نفیس، آسان اسلوب میں ترجمہ فرمانے کی کوشش فرمائی ہے۔ ہمارے مدارس اسلامیہ کے طلباء کرام بہت آسانی سے سمجھ سکتے ہیں اور سمجھیں گے۔ متن وحواشی

سے خواص بلکہ اخص الخواص ہی مستفید ہو پاتے تھے مگر بحمدہٖ تعالیٰ اب عوام وخواص سبھی مستفیض ہو سکتے ہیں۔

حضرت تاج الشریعہ علم وفضل، زہد وتقویٰ، توکل وقناعت، صبر واستقامت اور تدیّن وتفقہ میں فرید الدہر، وحید العصر اور یگانہ روزگار ہیں۔ **الولد سر لابیہ** کے تحت سیدنا اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، حضرت مفتی اعظم کے عکس جمیل ہیں۔ چمن رضویت کے ایسے شگفتہ پھول ہیں جن کے علم وفضل، تبحر وتفقہ، اخلاص وللّٰہیت، خوف خشیت، فقہ وافتا، شعر وادب، تصنیفات وتالیفات، ذکاوت وفطانت اور دینی بصیرت کی خوشبوؤں کی مہک سے پوری دنیائے سنیت معطر ومشک بار ہے۔ زبان عربی میں ہمہ دانی، مذہب اہلسنت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے روشن منارہ ہیں جس کی تابشوں اور ضیاباریوں سے پوری دنیائے سنیت روشن ہے۔

حضرت تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری بریلوی ازہری کی خلافت واجازت کی تقریب، ایک حسین اور شاندار تقریب تھی۔ دار العلوم مظہر اسلام بریلی کے سہ روزہ اجلاس ۶؍۷؍۸؍ شعبان المعظم ۱۳۸۱ھ/ ۱۳؍۱۴؍۱۵؍ جنوری ۱۹۶۲ء کی صدارت اور سرپرستی تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ نے فرمائی۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ نے مولانا ساجد علی خاں بریلوی مہتمم دار العلوم مظہر اسلام کو حکم دیا کہ ۸؍ شعبان المعظم ۱۳۸۱ھ/ ۱۵؍ جنوری ۱۹۶۲ء کو صبح ۸ بجے گھر پر محفل میلاد شریف کا انعقاد کیا جائے۔ میلاد خواں حضرات علماء ومشائخ اور طلبہ مدارس وفارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کو دعوت شرکت دے دی جائے۔ شدید سردی کے موسم میں کئی ہزار لوگوں نے میلاد شریف کی اس خصوصی تقریب میں شرکت کی۔ محفل میلاد شریف کے آخر میں حضور مفتی اعظم تشریف لائے اور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری کو بلوایا، اپنے قریب بٹھایا، دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر جمیع سلاسل عالیہ قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، چشتیہ اور جمیع سلاسل احادیث مسلسل بالاولیہ کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ تمام اوراد ووظائف، اعمال واشغال، دلائل الخیرات، حزب البحر، تعویذات وغیرہ وغیرہ کی اجازت مرحمت فرمائیں۔

حضرت تاج الشریعہ کے پیر بیعت واجازت وخلافت نانا جان حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ ہیں ان کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات کے اسمائے مبارکہ مرشدین اجازت وخلافت میں لائق ذکر اور قابل صد افتخار ہیں۔

(۱) قطب مدینہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد ضیاء الدین قادری برکاتی رضوی مدنی بن حضرت شیخ عبد العظیم (م ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء)۔

(۲) برہان ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی عبد الباقی محمد برہان الحق قادری برکاتی رضوی بن خلیفہ اعلیٰ حضرت عبد الاسلام علامہ مفتی شاہ عبد السلام رضوی جبل پوری (م ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء)۔

(۳) سید العلماء حضرت علامہ الشاہ مفتی آل مصطفیٰ اولاد حیدر سید میاں حسینی زیدی قادری برکاتی نوری (م ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء)۔

(۴) احسن العلماء حضرت علامہ الشاہ حافظ وقاری مفتی سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی نوری (م ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء)۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاہ عنا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضور احسن العلماء قدس سرہٗ کے حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی پر بے حد احسانات ونوازشات ہیں۔حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے عرس چہلم کے موقع پر آپ نے ان کے سر پر جانشینی کا عمامہ باندھا اور یہ اعلان کیا کہ:

"اختر میاں" حضور مفتی اعظم کے جانشین منتخب ہوئے۔

ایک ولی کامل کی زبان سے نکلا ہوا یہ جملہ آج بھی ہر خاص وعام کی زبان پر جاری وساری ہے۔

حضرت تاج الشریعہ مدظلہ العالی اور خانوادۂ رضویہ کے دینی ومذہبی دشمنوں نے جہاں اپنی دشمنی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہمیشہ ستاتے اور امتحان کی وادیوں سے گزارتے رہے۔دوسری طرف حاسدین کا دائرہ بھی روز بروز بڑھ رہا ہے جہاں وہ رشک وحسد کی آگ میں خود جل بھن رہے ہیں۔وہیں دنیائے سنیت کو بھی رشک وحسد کی آگ میں جھونک دینا چاہتے ہیں۔ملت کا شیرازہ بکھیر دینا اور اتحاد واتفاق کو پارہ پارہ کر دینا چاہتے ہیں۔

آتش رشک سے پتھر بھی نہیں ہے خالی
جل گیا طور جو موسیٰ سے ہوئی پیار کی بات

ان حالات کے پیش نظر حضور تاج الشریعہ اپنے جد اعلیٰ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہٗ کے استغاثہ کو صبر واستقامت کے ساتھ بزبان حال دہراتے ہوئے عرض گزار ہیں۔

اک طرف اعداءِ دیں ایک طرف ہیں حاسدیں
بندہ ہے تنہا شہا تم پر کروڑوں درود

اور اپنے آقا ومولیٰ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں یوں عرض کرتے ہیں:

تجھے کیا فکر ہے اختؔر تیرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو جو تیری خود گرفتارِ بلا کر دیں

خاندانِ رضا کے عموماً اور حضرت تاج الشریعہ کے خصوصاً اعداء اور حاسدین کان کھول کر سن لیں۔

سب ان سے جلنے والوں کے گل ہو گئے چراغ
احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ بوسیلۂ سید المرسلین طٰہٰ ویٰس صلی اللہ علیہ وسلم وبطفیل غوث وخواجہ وبرکات ورضا، حجۃ الاسلام ،مفتی اعظم اور مفسر اعظم تمام خاندانِ رضا خصوصاً حضرت تاج الشریعہ ان کے اہل خانہ حضرت مولانا عسجد رضا خاں قادری جانشین تاج الشریعہ ان کی آل نسبی وروحانی وجملہ وابستگان سلسلۂ عالیہ رضویہ سب کو دشمنوں کے شر، حاسدوں کے حسد، جملہ امراض جسمانی وروحانی اور آسیب روزگار سے مامون ومحفوظ فرمائے اور حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتھم القدسیہ والعالیہ ومتع اللہ المسلمین بطول بقائہ کے سایۂ عاطفت کو تادیر ہم سبھوں کے سروں پر قائم ودائم رکھے اور ان کے فیوضاتِ علمیہ وروحانیہ سے مالا مال فرمائے۔آمین وما علینا الا البلاغ المبین۔



مولانا مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

حضور تاج الشریعہ: سیرت و شخصیت

اہل دنیا آج نہیں صدیوں سے شہرت و مقبولیت کے طلبگار رہے ہیں اور اس کے حصول کے لئے اپنے طور پر ہر چھوٹے بڑے، اچھے برے اور جائز و ناجائز طریقے بروئے کار لاتے رہے ہیں۔ کوئی اہل حکومت کی چاپلوسی کر کے حصول شہرت کا سامان کرتا ہے تو کوئی اہل ثروت کی مدح خوانی کر کے، کوئی فن کاری کا جوہر دکھا کر اپنی مقبولیت کے جھنڈے گاڑتا ہے تو کوئی علم و حکمت کے کرشمے دکھا کر، لیکن ایسے لوگوں کی یہ شہرت و مقبولیت وقتی اور چند روزہ ہوتی ہے، اسی دنیائے رنگ و بو میں کچھ ایسے نفوس قدسیہ بھی ہیں جنھیں شہرت و مقبولیت بارگاہ ایزدی سے عطا کی جاتی ہے جس میں مرور ایام کے ساتھ ساتھ کم ہونے کے بجائے روز افزوں ترقی ہی ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ اس دنیا کو خیر آباد کہنے کے بعد بھی ان کی شہرت و مقبولیت کا پھریرا حیات ظاہری کے بالمقابل زیادہ آن بان شان سے لہراتا ہے۔

یہ شہرت و مقبولیت کس طرح اور کس کو ملتی ہے، اس سلسلے میں حدیث پاک بتاتی ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"ان اللہ اذا احب عبدا دعا جبرئیل علیہ السلام فقال انی احب فلانا فاحبہ قال فیحبہ جبرئیل ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السماء قال ثم یوضع لہ القبول فی الارض واذا ابغض اللہ عبدا دعا جبرئیل فیقول انی ابغض فلانا فابغضہ قال فیبغضہ جبرئیل ثم ینادی فی اھل السماء ان اللہ یبغض فلانا فابغضوہ قال فیبغضونہ ثم توضع لہ البغضاء فی الارض۔"

(مسلم شریف ۲/۳۳۱)

یعنی بے شک جب اللہ تبارک وتعالیٰ کسی بندے کو اپنا محبوب بناتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر ارشاد فرماتا ہے کہ بے شک میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو، تو جبرئیل علیہ السلام اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر آسمان میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندے کو اپنا محبوب رکھتا ہے، اے اہل سما! تم بھی اس سے محبت کرو، تو سارے فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر اس بندے کی

شہرت ومقبولیت اہل زمین میں عام کردی جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے نفرت کرتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر ارشاد فرماتا ہے: اے جبرئیل! میں فلاں بندے سے نفرت کرتا ہوں، تم بھی اس سے نفرت کرو تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں پھر فرشتوں میں یہ اعلان فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے نفرت فرماتا ہے، اے فرشتو! تم بھی اس سے نفرت وعداوت کرو، تو فرشتے اس سے عداوت کرنے لگتے ہیں پھر اہل زمین میں اس کی نفرت وعداوت عام کردی جاتی ہے۔

اس حدیث پاک سے واضح ہوا کہ خلق خدا میں شہرت ومقبولیت عامہ اسی کو نصیب ہوتی ہے جسے خالق کائنات نے اپنا محبوب بنالیا ہو، اور اللہ اسی سے محبت فرماتا ہے جو اس کا مطیع وفرماں بردار، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جاں نثار، متقی وپرہیزگار اور شریعت کا پاسدار ہو، اور اہل دنیا میں نفرت وعداوت بھی اسی کے لئے عام ہوتی ہے جس سے اللہ رب العزت نفرت وعداوت فرماتا ہے اور اللہ اسی سے نفرت و عداوت فرماتا ہے جو اللہ کا نافرمان، رسول کا غدار اور شریعت کی نظر میں مجرم وخطا کار رہتا ہے۔ تو جس پر خلق خدا پروانہ وار نثار ہونے لگے، سمجھ لیجئے کہ یہ بندہ خالق کائنات کا فرماں بردار، جان کائنات کا وفادار اور شریعت اسلامیہ کا تابعدار ہے اور جس سے خلق دور ونفور ہونے لگے، سمجھ جائیے کہ یہ بندہ مغضوب بارگاہ الٰہی اور رسول اللہ کا نافرمان ہے۔

تاج الشریعہ کی حیات مبارکہ کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے گا کہ آپ حدیث پاک میں بتائی گئی تفصیل کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ بارگاہ رب العزت اور تاجدار رسالت کے در سے چلنے والی شہرت ومقبولیت کی باد بہاری نے تاج الشریعہ کو جیسے ہی اپنے سرمدی حلقے میں لیا، خلق خدا دیوانہ وار آپ پر نثار ہونے لگی، نہ معلوم کہاں کہاں سے پروانوں کا سیلاب امڈنے لگا، آپ کی شخصیت اپنے اکابر واصاغر، عوام وخواص اور ملک وبیرون ملک میں یکساں مقبول ومعتبر ہوگئی، آپ کا علمی جاہ وجلال، حسن وجمال کی تمکنت، تقویٰ وطہارت اور تصلّب فی الدین کا شہرہ ہندوسندھ کی سرحدیں پار کرکے بلاد عرب وعجم کے عوام وخواص اور علما ومشائخ کے دلوں کو گدگدانے لگا ہر ایک فرد تاج الشریعہ کو علم وحکمت اور فکر وفن کا دریا تسلیم کرنے پر مجبور ہوگیا۔

ناموس رسالت کی پاسبانی اور شریعت مصطفیٰ کی پہرہ داری کے سبب آپ کو نیابت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ تاج زرّیں عطا ہوا کہ کل تک دنیا جسے نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری کے نام سے جانتی تھی آج وہ عرب وعجم کا "تاج الشریعہ" ہوگیا۔

یہ شہرت عامّہ اور مقبولیت تامّہ اس امر کی غماز ہے کہ اللہ رب العزت نے حضور تاج الشریعہ کو اپنے خاصان بارگاہ اور محبوبین خاص میں شامل فرما کر مخلوق کا مرکز عقیدت بنادیا ہے، چنانچہ آج علمائے دہر ہوں یا مشائخ عصر، اپنے ہوں یا بیگانے، چھوٹے ہوں یا بڑے، آپ کی مقناطیسی شخصیت کے گرویدہ اور آپ کی زلفوں کے اسیر ہیں۔ ہر طرف آپ ہی کے علم وفضل کا چرچہ ہے اور ہر شخص آپ ہی کا قصیدہ خواں ہے۔

یہ شہرت ومقبولیت، یہ علمی جلال واعتبار اور یہ تصلب وتقویٰ روز افزوں ہے، ایسا لگتا ہے کہ قدرت ہر صبح آپ کے لئے شہرت ومقبولیت کے نئے آفتاب طلوع کرتی ہے اور ہر شام آپ کے لئے حقیقت ومعرفت کے نئے باب کھولتی ہے، ہر دن آپ کو علم وفضل اور فکر ونظر کی نئی جہتیں دیتا ہے اور ہر رات آپ کے تقویٰ وطہارت کو بالیدگی کی نئی سوغات پیش کرتی ہے۔

راقم کو ۱۹۹۶ء سے حضور تاج الشریعہ کے شب وروز اور صبح وشام کو بڑے قریب سے مشاہدہ کرنے کا شرف حاصل ہے۔اس دوران آپ کی صبح بھی دیکھی اور شام بھی،دن بھی دیکھا اور رات بھی،آنے جانے والوں کے ساتھ حسن سلوک بھی دیکھا اور اخلاق وکردار کے جواہر پارے بھی،علمائے کرام کی قدرومنزلت کے جلوے بھی دیکھے اور محبت ومروّت کے مسحور کن آبشار بھی،جمال صدیقی کی ٹھاٹھیں مارتی موجیں بھی دیکھیں اور جلال فاروقی کے باطل سوز شرارے بھی،سخاوت عثمانی کی حلاوت آفریں بہاریں بھی دیکھیں اور شجاعت علی کے جرأت افزا نظارے بھی۔

ایمان واسلام کی دولت سے محروم انسان آپ کی ایک ہی نور بار جھلک پاکر منزل مقصود پانے کا احساس کرلیتا ہے اور یہ احساس اسے اس وقت تک بے قرار وبے چین رکھتا ہے جب تک کہ وہ دولت ایمان سے سرفراز نہیں ہوجاتا،ہزاروں لاکھوں گم گشتگان راہ صرف آپ کے حق نما چہرہ کو دیکھ کر ایمان واسلام کی ابدی نعمت کے حصول سے بہرور ہوچکے ہیں گویا آپ کا حق نما چہرہ آپ کے دادا حضور حجۃ الاسلام کی یاد تازہ کردیتا ہے۔

تاج الشریعہ نے قرآن پاک ناظرہ اپنی والدہ سے گھر ہی پہ پڑھا،مزید ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حضور مفسر اعظم ہند سے حاصل کی،بعدہ آپ کا داخلہ ''جامعہ منظر اسلام''میں ہوا،جامعہ منظر اسلام سے فراغت کے بعد آپ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے جامعہ ازہر مصر تشریف لے گئے جہاں تفسیر واصول تفسیر،حدیث واصول حدیث اور دیگر علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی اور ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء میں فارغ ہوئے۔

مشہور اساتذۂ کرام میں حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی،بحر العلوم حضرت علامہ مفتی سید محمد افضل حسین صاحب مونگیری،مفسر اعظم ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی بریلوی قدس سرہم،فضیلۃ الشیخ حضرت العلام محمد سماحی شیخ التفسیر جامعہ ازہر قاہرہ مصر،فضیلۃ الشیخ حضرت العلام محمود عبد الغفار شیخ الحدیث جامعہ ازہر قاہرہ مصر کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

درس وتدریس: جامعہ ازہر قاہرہ مصر سے فراغت کے بعد تاج الشریعہ ۱۹۶۷ء میں جامعہ ''منظر اسلام'' کے مسند تدریس پر فائز ہوئے اور ۱۹۷۸ء میں عمدہ تدریسی کارکردگی کے پیش نظر آپ کو جامعہ کے صدر المدرسین کے عہدے پر فائز کردیا گیا،درس وتدریس کا یہ سلسلہ تقریباً بارہ سال تک مسلسل جاری رہا،اس دوران وقتاً فوقتاً تبلیغی اسفار بھی ہوتے رہے پھر رفتہ رفتہ بیعت وارشاد کے لئے ملک کے گوشے گوشے سے تقاضے ہونے لگے،مصروفیت بڑھتی گئی، نتیجتاً تدریسی سلسلہ موقوف ہوگیا۔

فتویٰ نویسی: آغاز تدریس کے ساتھ ہی آپ نے حضور

مفتی اعظم ہنداور حضرت علامہ مفتی سید محمد افضل حسین صاحب مونگیری کی زیرنگرانی فتویٰ نویسی کا بھی آغاز فرمایااورایک سال بعد ہی آپ کو"رضوی دارالافتاء" کا صدر مفتی بنادیا گیا، تقریباً چالیس سال سے مسلسل افتا کی عظیم ذمہ داری کوآپ بحسن خوبی انجام دے رہے ہیں، دنیائے علم وفن میں جو اعتبار و اعتماد آپ کے فتاویٰ کوحاصل ہے وہ عصر حاضر میں کسی اور کے فتوے کونصیب نہیں، آپ کے فتاویٰ اقصائے عالم میں سند کادرجہ رکھتے ہیں۔

غالباً ۱۹۸۲ء میں آپ نے"مرکزی دارالافتا" کا قائم فرمایاجہاں آپ نے حضرت علامہ مفتی قاضی محمد عبدالرحیم بستوی علیہ الرحمہ، حضرت علامہ مفتی حبیب رضاخاں قادری بریلوی علیہ الرحمہ اور حضرت علامہ مفتی محمد ناظم علی بارہ بنکوی جیسے مفتیان کرام کاتقرر فرمایا، حضور مفتی اعظم ہند کے وصال کے بعدمرکزی دارالافتا میں ملک وبیرون ملک سے آنے والے سوالات کی وہ کثرت ہوئی کہ آپ کومزید مفتیان کرام کی تقرری کرنی پڑی، آج کئی افراد پر مشتمل مفتیان کرام کی ٹیم نہایت ہی ذمہ داری کے ساتھ فتویٰ کی خدمات انجام دے رہی ہے، اس وقت سے لے کراب تک سبھی مفتیان کرام مرکزی دارالافتا کاماہانہ مشاہرہ حضرت تاج الشریعہ اپنے ذاتی صرفے سے ادافرمارہے ہیں۔

بیعت وخلافت: تاج الشریعہ کوحضور مفتی اعظم ہند سے بیعت وارادت اور تمام سلاسل کی اجازت وخلافت کا شرف حاصل ہے، ساتھ ہی آپ کوسید العلما اور برہان ملت قدس سرہما سے بھی جمیع سلاسل کی اجازت وخلافت حاصل ہے ،جب کہ آپ کے والد ماجد حضور مفسر اعظم ہند نے قبل فراغت ہی آپ کواپنا جانشین مقرر فرمادیا تھا۔

آپ کی تعلیم وتربیت ایسے پاکیزہ ماحول میں ہوئی جس کی نظیر ڈھونڈے نہیں ملتی، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے، کھاتے پیتے، ہروقت، ہرگھڑی اور ہرآن جہاں قال اللہ وقال الرسول کی صدائے دلنواز سے فضائیں مشک بار تھیں، ساتھ ہی ایسی ماں کی زریں آغوش آپ کونصیب ہوئی جس کی کوئی سانس عبادت وریاضت سے خالی نہیں، جوخود مفتی اعظم کی شہزادی اوران کی آغوش تقویٰ کی پروردہ ہیں، صحبت ایسے باپ کی ،جس کا سینہ علم عرفانی وروحانی کاخزینہ ہے، جوخود حجۃ الاسلام کے شہزادے اورامام اہل سنت کے دلارے ہیں۔ تربیت ایسے نانا کی جس کے علم و فضل اور زہدوتقویٰ کو دنیا کی عظمتیں سلام کرتی ہیں، ایسے نور لٹاتے ماحول کا پروردہ یقیناً اپنے وقت کا فقیہ اعظم، مفتی اعظم اور تاج الشریعہ جیسے بلند وبالا القاب سے ملقب ہونے کاحق رکھتا ہے۔ تاج الشریعہ نے پہلے حج و زیارت کی سعادت ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء میں حاصل کی، دوسرے حج سے ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء میں اور تیسرے حج سے ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء میں مشرف ہوئے، اس کے علاوہ اب تک انہیں کئی حج وعمرہ اور کئی مرتبہ زیارت حرمین شریفین کاشرف حاصل ہوچکا ہے۔

زہدوتقویٰ: حضور تاج الشریعہ کا بچپن اورآپ کی جوانی احکام شرع کی پاسداری اورتقویٰ شعاری سے عبارت ہے، زمانۂ طالب علمی میں بھی آپ نے ہمیشہ احکام شرع کی

پابندی کی اور اوامر ونواہی پر مکمل عمل پیرا رہے، چنانچہ جامعہ ازہر مصر میں آپ کے ہم درس حضرت علامہ شمیم اشرف صاحب ازہری چھپروی مدظلہ العالی سے ایک بار آپ کے زمانہ طالب علمی کے حالات پر تبادلہ خیال ہورہا تھا، دوران گفتگو علامہ موصوف نے راقم الحروف کو بتایا کہ:

"ازہری میاں جامعہ ازہر میں 'کم خوردن، کم خفتن، کم گفتن' پر مکمل عمل کرتے تھے، پڑھنے میں ذہین وفطین تھے اور بیشتر اوقات تعلیمی مصروفیات میں صرف کرتے، دیگر طلبہ کی طرح سیر وتفریح اور ہزل ومزاح میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتے تھے، انھیں عادات و اطوار کے سبب آپ تمام طلبہ میں منفرد وممتاز نظر آتے، زمانہ طالب علمی میں ہی آپ کے اندر ایک عالمانہ وقار پیدا ہوچکا تھا، اسی لئے جامعہ کے عام طلبہ بھی آپ کا ادب واحترام کرتے تھے اور تعلیم میں اوّل رہنے کے سبب جامعہ کے اساتذہ بھی آپ کو محبوب رکھتے تھے۔" (علامہ شمیم اشرف صاحب ازہری سے گفتگو پر مبنی)

حضرت تاج الشریعہ کے زہد وتقویٰ کا حال یہ ہے کہ راہ چلتے کوئی کاغذ کا ٹکڑا بھی نظر آجائے تو اٹھاکر کسی محفوظ مقام پر رکھنے کی تلقین فرماتے ہیں، ایک بار کا واقعہ ہے کہ آپ نماز عصر کے لئے دولت کدے سے رضا مسجد کو تشریف لے جارہے تھے، دیگر لوگوں کے ساتھ راقم بھی ہمراہ تھا، چلتے ہوئے آپ کی نظر ایک کاغذ کے ٹکڑے پر پڑی تو آپ نے اسے اٹھاکر کسی محفوظ جگہ رکھنے کا حکم فرمایا، راقم نے عرض کیا: حضور یہ تو کسی ہندی اخبار کا ٹکڑا ہے، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: ہندی کا ہو یا اردو کا، کاغذ تو ہے، جب سادے کاغذ کے احترام کا حکم ہے تو وہ کاغذ جس پر کچھ لکھا ہوا ہے بدرجۂ اولیٰ محترم ہوگا۔

آج کل اکثر پیروں کا معاملہ یہ ہے کہ ان کے پاس بے پردہ عورتوں کا ہجوم لگا رہتا ہے، لیکن جب ہم بارگاہ تاج الشریعہ میں حاضری دیتے ہیں تو یہاں کا نظارہ ہی الگ ہوتا ہے، کسی عورت کی کیا مجال جو آپ کے اردگرد بھی بغیر پردے کے نظر آجائے، یہاں بیعت کے لئے آنے والی ہر ایک عورت کو باقاعدہ پردہ کرانے کے بعد ہی اندر آنے کی اجازت ملتی ہے، کبھی کبھار کچھ عورتیں عام پیروں کی دیکھا دیکھی سر پہ ہاتھ رکھوانے یا چومنے کی کوشش کرتی ہیں، تو آپ اس قدر جلال فرماتے ہیں کہ آنکھیں سرخ ہوجاتی ہیں اور اگر کسی نے دھوکہ سے ہاتھ چوم لیا سر پہ رکھ لیا تو غضب وغصہ، استغفراللہ اور لاحول ولاقوۃ کی کثرت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ مارے خوف کے قریب ترین خدام وافراد کی بھی حالت غیر ہونے لگتی ہے۔

جامعۃ الرضا میں جب آپ کا ورود مسعود ہوتا ہے تو چائے ناشتہ وغیرہ میں جو بھی اخراجات ہوتے ہیں، انھیں اپنی جیب خاص سے ادا فرماتے ہیں اور یہ تلقین فرماتے ہیں کہ ہر حال میں میرے اوپر ہونے والے اخراجات مجھ سے لے لئے جائیں، جامعہ کی طرف سے کوئی بھی رقم مجھ پر ہرگز ہرگز نہ صرف کی جائے۔

تصلب فی الدین: تصلب اور استقامت علی الدین آپ کے اجداد کا ہمیشہ طرۂ امتیاز رہا ہے اور تاج الشریعہ نے اپنے بزرگوں کی اس روایت کی چمک کبھی ماند نہیں پڑنے دی ہے، آپ کا تصلب فی الدین جگ ظاہر ہے، آج دنیا میں

ہر طرف ٹی وی، ویڈیو اور فوٹو گرافی کی لعنت عام ہوگئی ہے اور تقریباً ہر خاص وعام، جاہل وعالم اور چھوٹا بڑا اس بلا میں گرفتار نظر آتا ہے اور ایک آپ ہی کی ذات گرامی ایسی ہے جو بلا ضرورت شرعیہ ان سب خرافات سے دور ونفور ہے۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ کراچی پاکستان کی انٹرنیشنل میلاد کانفرنس میں آپ مدعو تھے، ہندو پاک کے علاوہ دیگر ممالک کے علما ومشائخ اور خانقاہوں کے سجادگان کا ایک جم غفیر پہلے ہی سے وہاں موجود تھا، ویڈیو گرافی کے ساتھ ساتھ غالباً پورے پروگرام کو لائیو ٹیلی کاسٹ کرنے کا بھی انتظام تھا، اس کانفرنس میں شریک تمام علما ومشائخ بے روک ٹوک ویڈیو گرافی کا حصہ بن رہے تھے، کسی نے بھی اس سے اعراض کی کوشش نہیں کی، جب حضور تاج الشریعہ کو اس کی خبر ہوئی تو سخت برہم ہوئے اور قیام گاہ ہی سے واپسی کا قصد فرمالیا، یہ صورت حال دیکھ کر منتظمین کانفرنس پریشان ہوگئے، طرح طرح کی منتیں، سماجتیں کیں، حالات وضرورت کی دہائیاں دیں، لیکن سب بے کار! بالآخر اپنی غلطی کا اقرار کرتے ہوئے تمام کیمرے ہٹوانے اور ویڈیو گرافی بند کرانے کا عہد کیا، تب کہیں جا کر آپ نے واپسی کا ارادہ ملتوی فرمایا اور اسٹیج پر جانے سے قبل اپنے ایک خاص آدمی کو حکم دیا کہ وہاں جاکر دیکھو کہ کہیں کوئی خفیہ کیمرہ تو موجود نہیں؟ جب اس آدمی نے آکر آپ کو مکمل یقین دہانی کرائی کہ حضور اب وہاں کہیں بھی کوئی کیمرہ نہیں اور نہ ہی کوئی ویڈیو گرافی ہو رہی ہے، تب آپ اسٹیج پر تشریف لے گئے۔

تاج الشریعہ کے تصلب فی الدین اور استقامت علی الشریعۃ کا ایک اور مشہور واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ جب آپ ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء میں تیسرے حج کے لئے تشریف لئے گئے، اس دوران آپ اپنے رفقا کے ساتھ نمازیں الگ پڑھ رہے تھے اور دیگر سنی حجاج کرام کو بھی الگ نمازیں پڑھنے کی تلقین فرمارہے تھے، بایں سبب سعودی حکومت نے آپ کو گرفتار کرلیا، جیل میں وہابی ائمہ کے پیچھے نماز کے عدم جواز پر حکومت کے زرخرید علما سے آپ کا مباحثہ اور مناظرہ ہوا جس میں آپ نے اپنے مبرہن ومدلل جواب سے سعودی علما کو لاجواب کر دیا، اس موقع پر حکومت نے آپ کو بزور طاقت بھی اپنا موقف بدلنے پر مجبور کرنا چاہا، لیکن اس مرد قلندر کی جرأت وہمت کو سلام کہ حکومت کا کوئی بھی حربہ آپ کے پائے استقلال کو ڈگمگا نہ سکا۔

حق گوئی وبے باکی: حق گوئی وبے باکی علمائے حق کی شان اور پہچان ہے اور چنانچہ تاج الشریعہ کی حق گوئی وبے باکی کا عالم یہ ہے کہ خلاف شرع امور میں بڑے بڑے اہل علم وفضل، چوٹی کے صاحبان اقتدار اور نامور مالداروں کی بھی کوئی رعایت نہیں فرماتے، جو حق ہے اس کا ببانگ دہل اظہار فرمادیتے ہیں، کبھی کسی کی ناراضگی یا اپنے کسی نقصان کی پرواہ نہیں کی۔

مذکوہ انٹرنیشنل میلاد کانفرنس کراچی پاکستان کے اسٹیج پر دیگر خانقاہوں کے سجادگان کے ساتھ ساتھ خانقاہ غوث اعظم کے سجادہ نشین بھی موجود تھے، انھوں نے کوٹ پینٹ کے ساتھ ٹائی بھی لگا رکھی تھی، جیسے ہی حضور تاج الشریعہ کی نگاہ ٹائی پر پڑی، آپ نے فوراً برسر اسٹیج مجمع عام میں ٹائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان سے فرمایا کہ: ”حضور یہ ٹائی

یہود ونصاریٰ کا مذہبی شعار ہونے کی وجہ سے ناجائز وحرام ہے' 'اس وقت تھوڑی دیر کے لئے اہل اسٹیج بلکہ تمام مجمع پر سکتہ طاری ہو گیا، ہر ایک دوسرے کا منھ تکنے لگا، کیوں کہ بھرے مجمع میں کسی عظیم ترین شخصیت کو اس کے خلاف شرع عمل کے لئے ٹوکنے کی جرأت وجسارت کرنا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں تھی، لیکن آپ کمال اطمینان وسکون سے مسئلہ کی تفہیم فرماتے رہے، حق کی کشش ملاحظہ فرمایئے کہ جب غوث اعظم کے سجادہ کو مسئلہ کی باریکی سمجھ میں آ گئی تو آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور نہایت ہی خوش دلی کے ساتھ اپنی ٹائی اتار دی، نیز آپ کے ساتھ بیٹھ کر کافی دیر تک دیگر مسائل پر گفتگو فرماتے رہے، اس وقت اسٹیج پر موجود چند قد آور حضرات چیں بجبیں بھی ہوئے، مگر کوئی مرد حق آگاہ کب اس کی پرواہ کرتا ہے۔

احترام سادات: علمائے ربانیین کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ وہ جان ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ آپ کی آل واصحاب سے سچی عقیدت ومحبت کرتے ہیں، ان کے ادب واحترام اور ان کی تعظیم وتوقیر میں اپنی بلندیٔ شان تصور فرماتے ہیں۔ راقم نے بارہا یہ منظر اپنی نگاہوں سے دیکھا ہے کہ جب بھی سادات تشریف لاتے ہیں تو آپ فوراً ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس وقت تک کھڑے رہتے ہیں جب تک کہ وہ بیٹھ نہیں جاتے ہیں، بعض مواقع پر یہ بھی دیکھنے کو ملا کہ عام لوگوں کی طرح مصافحہ کے بعد سادات بھی نیچے بیٹھ گئے، لیکن جب ان کا تعارف ہوا تو آپ نے فوراً کھڑے ہو کر فرمایا: ''استغفر اللہ! آپ نیچے کیوں بیٹھ گئے؟ یہاں صوفے پر تشریف رکھیں''، حتیٰ کہ ضعف سماعت وبصارت اور جسمانی کمزوری ونقاہت کے باجود آج کل بھی سادات کرام کے ساتھ آپ کا یہی شیوہ ہے۔

ابھی حال ہی میں سادات بلگرام میں سے چند حضرات ملاقات کی غرض سے تشریف فرما تھے، ملاقات اور گفت وشنید کے بعد جب حضرات سادات رخصت ہونے لگے تو آپ دولت کدے کے اندر تشریف لے گئے اور واپس آ کر سادات کو نذرانہ پیش کیا، پھر دست بوسی کر کے انھیں رخصت کیا اور دیوان پر بیٹھ گئے، اتنے میں حضرات سادات میں سے کچھ لوگ واپس ہوئے اور آپ سے کچھ ارشاد فرمایا، اس وقت ڈرائنگ روم میں موجود عوام وخواص یہ منظر دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ وہ تاج الشریعہ! جس کے سامنے وقت کے بڑے بڑے تاج داران علم وفضل زانوے ادب تہہ کرتے ہیں، وہ سیادت کے سامنے کیسا مؤدب کھڑا ہے، آپ باوجود ہزار نقاہت کے کھڑے کھڑے ہی ان سے گفتگو فرماتے رہے، اس دوران ضعف بصارت وسماعت کے سبب آپ کو کئی بار ایسا لگا کہ سادات تشریف لے گئے، لہٰذا آپ بیٹھنے لگے کہ پھر سید صاحب کہ آواز آئی اور آپ بیٹھتے بیٹھتے دوبارہ کھڑے ہو گئے، اللہ اکبر! آپ کے اس عمل نے امام اہلسنت کی یاد تازہ کردی۔

عشق رسول: عشق رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بندۂ مؤمن کی زندگی کے لئے ''روح'' کی حیثیت رکھتا ہے، یا یوں کہہ لیجئے کہ معراج حیات کا دوسرا نام عشق رسول ہے، تاج الشریعہ کو اللہ رب العزت نے عشق رسول کی

خصوصی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے، محبت رسول کی بھینی بھینی خوشبو آپ کی حیات کے گوشے گوشے کو معطر کئے ہوئے ہے، آپ کا قول وفعل، آپ کا کردار وگفتار، آپ کا چلنا پھرنا سنت مصطفیٰ کا آئینہ دار ہے، محبت رسول کی سرمستی وسرشاری میں آپ اکثر گنگناتے رہتے ہیں۔

رسول اکرم کی شان اقدس میں کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ غیر مناسب جملہ بھی برداشت نہیں کرتے، ایک بار کا واقعہ ہے کہ ہم بخاری شریف کا درس لے رہے تھے، آپ کتاب الوحی کی ابتدائی حدیثوں کا درس دے رہے تھے، نزول وحی کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو جسمانی کیفیت ہوتی تھی اسی کا تذکرہ چل رہا تھا اور میں اس تعلق سے کچھ پوچھنا چاہ رہا تھا، میں نے عرض کیا:

"حضور جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حالت ابتر ہو جاتی تھی راقم اسی جملے تک پہنچا تھا کہ آپ کو جلال آ گیا، ارشاد فرمایا: 'یہ کیا بول دیا، حضور کی شان میں 'ابتر' کا لفظ استعمال ہرگز نہیں کیا جا سکتا، استغفر اللہ توبہ کرو، تم سب بھی توبہ کرو' پھر مجھ سے اور درس میں شامل سارے طلبہ سے بھی توبہ کرائی۔"

آپ کے صحیفۂ حیات کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ آپ بیک وقت ایک بالغ نظر مصلح ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم عاشق رسول اور عمدہ نعت گو شاعر بھی ہیں، آپ کو نئے لب ولہجہ میں نعتیہ اشعار کہنے میں زبردست ملکہ حاصل ہے، آپ کی شاعری معنویت وغنائیت، پیکر تراشی اور سرشاری وشیفتگی کا نادر نمونہ ہے، آپ کے عشق ریز قلم سے نکلے ہوئے اشعار فصاحت وبلاغت، حلاوت وملاحت، جذب وکیف اور سوز وگداز میں ڈوبے ہوتے ہیں، آپ کے اشعار دلوں میں روشن عشق رسول کی شمع فروزاں کی لو کو مزید تیز سے تیز تر کر دیتے ہیں، آپ کی فقید المثال شاعری میں آپ کے اجداد کی وہبی شاعری کا عکس جمال نظر آتا ہے، آپ کا نعتیہ دیوان "سفینۂ بخشش" عاشقان رسول کے قلب وجگر کو عشق ومحبت کی خوشبو سے مہکا دینے میں اپنی مثال آپ ہے۔

اکرام علما ومشائخ: حضور تاج الشریعہ علما اور مشائخ کی قدر ومنزلت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں فرماتے، یہی وجہ ہے کہ دنیا کے اکثر وبیشتر ممالک کے علما ومشائخ آپ کے اخلاق کریمانہ کے والہ وشیدا ہیں اور ہند وپاک کے تقریباً نوے فیصد اہل علم وفضل آپ کے دامن کرم سے وابستگی پر نازاں وشاداں ہیں، جن میں علما وفضلا، شعرا وادبا، مشائخ وفصحا، مفکرین ومحققین، مصنفین وقائدین، ریسرچ اسکالرز، ڈاکٹرز اور پروفیسرز جیسے ذمہ دار وباوقار افراد شامل ہیں۔

چونکہ اہل علم کی قدر وقیمت اہل علم ہی جانتے ہیں، اس لئے جب بھی اہل علم آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو آپ انھیں کما حقہ عزت وتکریم سے نوازتے ہیں، مزاج پرسی فرماتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں، انھیں اپنی تصانیف وتراجم ہدیہ کرتے ہیں اور ان سے اپنی آرا طلب فرماتے ہیں، راقم الحروف بارہا آپ کو علما ومشائخ کے لئے بذات خود ناشتہ وغیرہ لاتے ہوئے دیکھ کر حیران وششدر رہا، یہ تو رہا اکابر کے ساتھ آپ کے حسن معاملہ

کا حال، آپ اصاغر کے ساتھ بھی شفقت و محبت کے گہر اس طرح لٹاتے ہیں کہ انھیں بھی اپنے کچھ ہونے کا گمان ہونے لگتا ہے، طلبائے علوم اسلامیہ کی ایک بڑی جماعت ہمیشہ آپ کے در دولت پر قیام پذیر رہتی ہے، ان کے قیام وطعام اور ضروری اخرجات کی کفالت بھی آپ خود ہی فرماتے ہیں۔

تبلیغی اسفار: اللہ رب العزت نے تاج الشریعہ کو وہ مقام ومرتبہ عنایت فرمایا ہے کہ آج دنیا کے ہر گوشے میں آپ کے وابستگان وشیدائیان موجود ہیں، آپ نے دنیا کے اکثر ممالک میں مسلک اہل سنت و جماعت کے حوالہ سے اسلام کا آفاقی پیغام پہنچانے کا فریضہ انجام دیا ہے، حیات عزیز کا بیشتر حصہ مختلف ممالک کے تبلیغی اسفار میں گزرا ہے، لوگ ان کے پے در پے اعصاب شکن تبلیغی اسفار کا محض تصور ہی کرکے دنگ رہ جاتے ہیں کہ آج جب ہم ایک آدھ دن کا سفر کرکے ہفتوں سفر کی کلفتوں اور صعوبتوں کا رونا روتے ہیں اور تھکن دور کرنے کے نام پر کئی کئی دنوں تک آرام کی چادر تانے روزمرہ کے معمولات کو معطل کئے پڑے رہتے ہیں، لیکن تاج الشریعہ ہیں کہ آج ہفتہ بھر کے سفر سے تشریف لارہے ہیں اور کل پھر سفر پہ روانہ! آج پندرہ دنوں کے سفر سے واپسی اور دو چار دنوں بعد ہی پھر روانگی! دولت کدے پر قیام کے ایام بھی طرح طرح کی علمی مصروفیات کی نذر ہوجاتے ہیں، کبھی مرکزی دارالافتا میں اہم اور ضروری فتوے کی تصحیح وتصدیق، کبھی کتب ورسائل کی تصنیف وتعریب، کبھی علما کی آپسی ناچاقیوں کا تصفیہ تو کبھی قوم وملت کو درپیش مشکلات ومسائل کا حل، ملاقات اور بیعت کے لئے آنے والوں کا ہجوم اور اپنی پریشانیوں کے ازالہ کے لئے دعاؤں کی درخواست کرنے والوں کا مجمع تو روزانہ کا معمول ہے، غرض کہ آپ کی زیست کا کوئی بھی گوشہ، کوئی بھی لمحہ دین کے لئے جہد مسلسل سے خالی نہیں، ڈاکٹر اقبال نے مرد مجاہد کی ایسی ہی خوبیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا ؂

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

اس قدر عدیم الفرصتی کے باوجود بھی کبھی آپ کے علمی اور دینی جذبے کی جولانی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی اور نہ ہی کبھی کثرت کار اور ہجوم افکار آپ کی پیشانی کو شکن آلود کرسکی البتہ کبھی کبھی علمی مشاغل میں مصروفیت کے دوران دست بوسی کرنے والے جلال کا شکار ضرور ہوئے، لیکن پھر بعد میں سب سے زیادہ کرم نوازیوں کے حق دار بھی وہی ٹھہرے۔

کبھی کبھی تو ہفتوں کے تھکا دینے والے سفر سے شب کے ۱۰ ربجے دولت کدے پر واپسی ہورہی ہے اور درس بخاری لینے والے علما سے ارشاد فرمارہے ہیں: ”کتاب لے کر جلدی آجاؤ، ناغہ رفع ہوجائے۔“ اللہ اکبر! ذرا غور تو فرمائیے، اس قدر احساس ذمہ داری کہ گھر آجانے کے بعد اب طلبہ کا مزید تعلیمی نقصان گوارہ نہیں، ایسا احساس تو آج کل باقاعدہ درس وتدریس کے فرائض انجام دینے والوں میں بھی دیکھنے کو نہیں ملتا۔

تنظیمی خدمات: تاج الشریعہ ملکی سطح پر کام کرنے والی کئی مذہبی تنظیموں کے صدر اور سرپرست بھی ہیں، ”آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ“ کی نشاۃ ثانیہ کا سہرا بھی آپ

ہی کے سرجاتا ہے، اس جماعت کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت نے اسلام اور مسلمان کو مخالفین کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ۱۹۲۰ء میں قائم فرمایا تھا، یہ جماعت ایک بار پھر تاج الشریعہ کی بابرکت سرپرستی اور شہزادۂ گرامی حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضاخاں قادری بریلوی مدظلہ القوی کی صدارت میں قومی اور ملی خدمات میں مصروف عمل ہے۔

تعلیمی خدمات: تاج الشریعہ نے ملک وبیرون ملک میں تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہزاروں اداروں کی سرپرستی فرمائی اور قوم وملت کے مخیر اور صاحب ثروت حضرات کو متوجہ فرماکر انھیں ترقی کی راہوں پر گامزن کیا، "جامعہ نوریہ" کا قیام بھی آپ ہی نے فرمایا اور اسے ترقی کے اعلیٰ مدارج تک پہنچا کر اپنے برادر اصغر حضرت علامہ مولانا منان رضا خاں منانی میاں قادری بریلوی کے سپرد فرمادیا، جواب خیر سے شہر بریلی کے بڑے اور معیاری اداروں میں شمار ہوتا ہے۔ آپ کی تعلیمی خدمات میں ایک شہرۂ آفاق نام "جامعۃ الرضا" کا آتا ہے جو اپنے طرز تعمیر، طریقۂ تعلیم اور اعلیٰ نظم ونسق کے لئے آج عالمی سطح پر جانا اور پہچانا جاتا ہے، یہاں زیر تعلیم طلبہ دینی اور دنیوی دونوں علوم میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

عبقریت وانفرادیت: حضور تاج الشریعہ کی شخصیت آج پوری دنیا میں امام احمد رضا کے سچے علمی وارث وامین کی حیثیت سے جانی اور پہچانی جاتی ہے، آپ غواص بحر حقیقت ومعرفت اور شہسوار میدان شریعت وطریقت ہیں، اگر تعصب وتنگ نظری کی عینک اتاردی جائے تو یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہا جاسکتا کہ فی الوقت دنیائے سنیت علم وعمل فضل وکمال اور شہرت ومقبولیت میں یکتائے روزگار ایسی دوسری شخصیت سے خالی نظر آتی ہے، خود آپ نے بھی ایک جگہ تحدیث نعمت کے طور پر یوں ارشاد فرمایا ہے

مفتئ اعظم کا ذرّہ کیا بنا اخترؔ رضا
محفلِ انجم میں اخترؔ دوسرا ملتا نہیں

اس دور میں تاج الشریعہ خوبیوں کا بحر ذخار، کمالات کا منبع اور رشد وہدایت کا سرچشمہ ہیں، راہ حق کے متلاشیوں کو آپ کے در دولت سے منزل کا پتہ ملتا ہے، گم گشتگان منزل ان کی ایک نگاہ کیمیا اثر سے گوہر مقصود پالیتے ہیں، تشنگان علم وفن آپ کے فیضان نظر سے امیر کشور علم وحکمت بن جاتے ہیں، غرض کہ آپ کی ذات بابرکات اس وقت افق سنیت پر سراپا ابر کرم بن کر برسنے والی ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

تصنیف وتالیف: تاج الشریعہ کو تصنیف وتالیف اور تعریب وترجمہ میں یدطولیٰ حاصل ہے، آپ کی تصنیفات وتالیفات دلائل وبراہین سے مزین ومسجع ہوتی ہیں، جب آپ ضلالت وگمراہی اور قعر مذلت کے سکان باطل فرقوں کا تحریری تعاقب فرماتے ہیں تو دلائل وبراہین اور آثار وشواہد کے تلاطم میں ان کی کج فہمی اور بدمذہبی کی نیا غرق ہوتے دیر نہیں لگتی۔

تاج الشریعہ جب کسی کتاب کی تعریب یا ترجمہ فرماتے ہیں، اس وقت اہل علم ودانش آپ کی علمی صلاحیتوں کے جلووں کا نظارہ کرتے نہیں تھکتے، تعریب وترجمہ کا کام اس قدر عرق ریزی اور حاضر دماغی کا ہے کہ

سب کچھ اپنی نظروں کے سامنے ہونے کے باوجود بھی ہر ایک اس کی ذمہ داریوں سے کما حقہ عہدہ برآ نہیں ہو پاتا، لیکن یہاں تو معاملہ ہی بالکل برعکس ہے، نہ اصل کتاب نظروں کے سامنے ہے، نہ اس کی عبارات لاحق وسابق، نہ ترجمہ کے مسطورہ الفاظ گزشتہ پیش نگاہ، نہ موجودہ، پھر بھی ترجمہ کے کمال صحت کا حال یہ ہے کہ بڑے بڑے ناقدان فکروفن اور عظیم ترین صاحبان علم وفضل بھی ترجمہ اور اصل کتاب میں کوئی فرق محسوس نہیں کر پاتے۔

جب اس راہ پُرخار کا کوئی مسافر یہ منظر دیکھتا ہے تو حیرت واستعجاب کے بحر بے کراں میں ڈوبنے، ابھرنے لگتا ہے اور اس عطیۂ خداوندی پر اپنا سر دھنتے ہوئے بے اختیار حضرت شیخ سعدی کا ہم زبان ہوجاتا ہے کہ:

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

"شمول الاسلام"، "الھادالکاف"، "الامن والعلی" جیسی تعریب کی اہم کڑیوں کا مطالعہ کر کے ان کے فنی خصائص اور ادبی خوبیوں سے لطف اندوزی کی جاسکتی ہے، ابھی حال ہی میں فتاویٰ رضویہ جلد اول بھی تعریب کے منازل طے کر کے زیور طبع سے آراستہ ہونے کو تیار ہے۔

آپ کی تصنیفات وتالیفات:

(۱) الحق المبین عربی، اردو (۲) ٹی وی ویڈیو کا شرعی آپریشن (۳) حضرت ابراہیم کے والد تارخ یا آزر (۴) ہجرت رسول (۵) دفاع کنز الایمان (۶) مرأۃ النجدیہ عربی (۷) شرح حدیث نیت (۸) تین طلاقوں کا شرعی حکم (۹) ٹائی کا مسئلہ اردو، انگریزی (۱۰) آثار قیامت (۱۱) حاشیہ بخاری عربی (۱۲) سنو چپ رہو (۱۳) سفینۂ بخشش نعتیہ دیوان (۱۴) الفردہ شرح قصیدہ بردہ عربی (۱۵) تصویروں کا شرعی حکم (۱۶) فضیلت نسب (۱۷) فضیلت صدیق اکبر (۱۸) المعتقد المنتقد (۱۹) شمول الاسلام (۲۰) الھادالکاف (۲۱) الامن والعلی (۲۲) العطایاالنبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ پہلی جلد (۲۳) الصحابۃ نجوم الاھتداء (۲۴) برکات الامداد (۲۵) اہلاک الوہابیین (۲۶) تیسیر الماعون جیسے کتب ورسائل قابل ذکر ہیں ان سب کے علاوہ مختلف عنوانات پر دیگر مقالات ومضامین کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے۔

زبان وبیان: تاج الشریعہ کو اللہ رب العزت نے کئی زبانوں میں لکھنے پڑھنے اور بولنے کی مہارت عطا فرمائی ہے، چنانچہ آپ کی اردو، عربی اور انگریزی کی تصنیفات کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ آپ ہر سہ زبان کے ماہر فن انشاء پرداز ہیں، آپ کے یہاں زبان وبیان اور فکروفن کی خوبیاں بدرجۂ اتم موجود ہیں، علمائے عرب جب آپ کے عربی کتب ورسائل کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کی ادیبانہ صلاحیتوں پر عش عش کر اٹھتے ہیں، چوتھے حج وزیارت کے موقع پر جب آپ نے اپنی عربی تصانیف وتراجم بالخصوص شمول الاسلام، الھاد الکاف اور الفردۃ عرب شیوخ کو پیش کئے تو انھیں کافی پسند کیا گیا بلکہ جدہ کے عالم دین شیخ موسیٰ عربوش نے تو حضرت کا جدید عربی قصیدہ:

أعینای جودا ولا تجمدا
ألاتبکیان لشط النویٰ

بے حد پسند کیا اور پھر ایک مجلس میں اس قصیدے کی تعریف کرتے ہوئے تقریباً ایک گھنٹہ کی تقریر بھی فرمائی، اس موقع پر موجود حجاج کرام کا بیان ہے کہ اہل زبان ہوتے ہوئے بھی شیخ عربوش کو کئی مرتبہ قصیدے کی تفہیم کے لئے تاج الشریعہ کی طرف رجوع کرنا پڑا عرب علما ومشائخ یہ بامحاورہ اور شستہ عربی قصیدہ سن کر عش عش کر رہے تھے۔ اس سلسلے میں محدث کبیر حضرت علامہ مفتی محمد ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری امجدی مدظلہ العالی بیان فرماتے ہیں:

''جامعہ ازہر کے دور تحصیل میں جب آپ کا عربی کلام ازہر کے شیوخ سنتے تو کلام کی سلاست ونزاکت اور حسن ترتیب پر جھوم اٹھتے اور کہتے تھے کہ یہ کلام کسی غیر عربی کا محسوس نہیں ہوتا، یہ واقعہ میرے سامنے ہی کا ہے کہ زمبابوے میں ایک مصری شیخ نے آپ کے حمدیہ اشعار سنے تو بہت محظوظ ہوئے اور اس کی نقل کی فرمائش بھی کی، حضرت علامہ ازہری کو میں نے انگلینڈ، امریکہ، ساؤتھ افریقہ، زمبابوے وغیرہ میں برجستہ انگریزی زبان میں تقریر ووعظ کرتے ہوئے دیکھا ہے اور وہاں کے تعلیم یافتہ لوگوں سے آپ کی تعریفیں بھی سنیں اور یہ بھی ان سے سنا کہ حضرت کو انگریزی زبان کے کلاسیکی اسلوب پر عبور حاصل ہے، آپ جو کچھ لکھتے، بولتے ہیں اس میں تکلفات کا دخل نہیں ہوتا بلکہ آپ کے مضامین یا آپ کی ترجمہ نگاری عموماً بذریعہ املا ہی ضبط قلم ہوتی ہے، اس لئے آپ کے علمی کارنامے برجستگی سے متصف ہوتے ہیں پھر ہر بات دلائل سے مبرہن، دقت معانی پر مشتمل جامعیت سے لبریز ہوتی ہے۔''

(حضرت محدث کبیر سے گفتگو پر مبنی)

تاج الشریعہ کا قلم حق رقم جب انگریزی میں چلتا ہے تو یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ کوئی اہل زبان بوستان ادب میں اپنی گل کاری سے عطر بیزی کا سامان مہیا کر رہا ہے، جب آپ نکات علمی بیان کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ فکر وفن آپ کی بارگاہ میں دستہ بستہ حاضر ہے۔

تاج الشریعہ کی حیات طیبہ کی ایک ایک سانس احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے وقف ہے، آپ کی زندگی کا ایک ایک عمل میزان شریعت وطریقت پر تولا ہوا ہے، آپ کی زیست کا لمحہ لمحہ ہمارے لئے سرمایۂ حیات اور ہماری سرمدی سعادتوں کی ضمانت ہے۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ نے حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز کے تعلق سے آپ کی حیات ظاہری میں فرمایا تھا:

''حضرت مفتی اعظم ہند مدظلہ سے اس عمارت کا افتتاح اور ان سے بخاری شریف کا ایک سبق پڑھ لینا بہت بڑی سعادت ہے، وہ بلاشبہ ولی ہیں، آج جو ان سے سبق پڑھ رہا ہے کل اسے اس پر فخر ہوگا کہ میں نے مفتی اعظم ہند سے ایک سبق پڑھا ہے، جو ان سے بیعت ہوگا اسے اس پر فخر ہوگا کہ میں مفتی اعظم ہند سے بیعت ہوا ہوں، جو ان سے مصافحہ کرے گا وہ اس پر فخر کرے گا کہ میں نے انھیں دیکھا ہے۔''

(تاجدار اہل سنت)

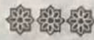
آج وہی کیفیت حضور تاج الشریعہ کی ہے، لوگ فخر کرتے ہیں کہ انھوں نے تاج الشریعہ سے پڑھا ہے، لوگ اتراتے

ہیں کہ انھیں تاج الشریعہ سے شرف بیعت حاصل ہے، لوگ پھولے نہیں سماتے کہ انھوں نے تاج الشریعہ کی دست بوسی کی ہے، لوگ تھوڑی دیر آپ کی مجلس بابرکت میں بیٹھنے کو اپنے لئے سرمایۂ حیات تصور کرتے ہیں۔

راقم کی آنکھیں حضور مفتی اعظم ہند کی فیض بار زیارت کی بہاریں تو نہیں لوٹ سکیں البتہ جانشین مفتی اعظم، پرتو مفتی اعظم، ثانی مفتی اعظم کی زیارت سراپا رحمت سے بہرہ ور ضرور ہیں، آپ کی صحبت بابرکت کی دولت ضرور نصیب ہے، آپ کی شفقت ومحبت کی چھاؤں ضرور میسر ہے، راقم جب علماو مشائخ سے حضور مفتی اعظم ہند کے خصائل وفضائل سنتا ہے اور تاج الشریعہ کو دیکھتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ تاج الشریعہ کو نہیں مفتی اعظم کو دیکھ رہا ہے، کتابوں میں جب مفتی اعظم کے زہدوتقویٰ، تقدس وپاکیزگی اور تصلّب واستقامت کے جواہر پارے دیکھتا ہے اور تاج الشریعہ کو دیکھتا ہے تو یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ راقم تاج الشریعہ کو نہیں مفتی اعظم کو دیکھ رہا ہے، جب مفتی اعظم کی حق گوئی وبے باکی اور جرأت وحمیت کا تذکرہ سنتا اور پڑھتا ہے اور تاج الشریعہ کو دیکھتا ہے تو یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ راقم تاج الشریعہ کو نہیں مفتی اعظم کو دیکھ رہا ہے۔

راقم ابھی مفتی اعظم اور تاج الشریعہ کے فضل وکمال، اقوال وافعال اور جودونوال کی یکسانیت کے گلشن کی سیر میں مصروف ہے کہ دل کے نہاں خانے سے ایک لطیف سی آواز آکر مجھے جھٹلانے کی جسارت کرنے لگی ہے: کون کہتا ہے تو نے مفتی اعظم کو نہیں دیکھا؟ ارے تو نے مفتی اعظم کو دیکھا ہے، بس فرق یہ ہے کہ لوگوں نے مفتی اعظم کو مفتی اعظم کے سراپا میں دیکھا ہے اور تو نے مفتی اعظم کو تاج الشریعہ کے سراپا میں دیکھا ہے، ارے نادان! امام اہلسنّت کا علم وفضل، حجۃ الاسلام کا حسن وجمال اور مفتی اعظم کا زہدوتقویٰ ہی تاج الشریعہ کے پیکر میں مجسم ہوکر علوم ومعارف کے نور سے اہل دنیا کو ضیابار کررہا ہے۔

اس یگانۂ روزگار کی مجلس میں راقم کو نشست وبرخاست کا اعزاز حاصل ہے، آپ سے بیعت وخلافت کا تمغہ حاصل ہے، آپ کی شفقت ومحبت کا خزانہ میسر ہے، آپ کے ارشادات قلم بند کرنے کا شرف حاصل ہے، آپ کے اعتماد واعتبار کی دولت نصیب ہے اور آپ کی بے پایاں عنایتوں اور نوازشوں کی برسات شامل حال ہے، مولیٰ تعالیٰ اسی طرح راقم اور تمام سنیوں کے سروں پر صحت وسلامتی اور بیش از بیش فیوض وبرکات کے ساتھ آپ کا سایۂ رحمت تادیر قائم ودائم رکھے آمین۔



مولانا محمد قمر الزماں مصباحی

حضور تاج الشریعہ کے جد کریم: حضرت حجۃ الاسلام

حضرت حجۃ الاسلام کی ولادت طیبہ ماہ ربیع النور ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء محلہ سوداگران بریلی شریف میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ نے آپ کا نام محمد رکھا اسی نام پر عقیقہ بھی ہوا۔ عرف عام میں حامد رضا کے نام سے مشہور ہوئے۔ لفظ ''محمد'' کے اعداد ۹۲ ہیں اسی لئے یہ تاریخی نام بھی ہو جاتا ہے۔

آپ نے ایک علمی گھرانے میں آنکھیں کھولیں۔ آپ کے دادا امام المتکلمین حضرت علامہ نقی علی خان قدس سرہٗ اپنے زمانہ کے مایہ ناز عالم دین، فقیہ، مفسر اور محدث تھے۔ والد گرامی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے آغوش علم و فضل میں آپ کی پرورش ہوئی اور جملہ علوم وفنون کی کتابیں بھی اپنے والد ماجد سے ہی پڑھیں۔ ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۴ء ۱۹ رسال کی عمر میں درسیات کی جملہ کتابوں کی تکمیل فرما کر سند فراغت حاصل کی۔

''جامعہ منظر اسلام'' کے قیام کے بعد حجۃ الاسلام نے جہاں اس کے انتظام وانصرام کی ذمہ داری نہایت حسن وخوبی کے ساتھ نبھائی، وہیں جامعہ میں رئیس الاساتذہ اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہ کر اپنی علمی صلاحیتوں کے بھی خوب خوب جوہر دکھائے۔ پروردگار نے آپ کو ہر فن پر ایسی مہارت عطا کی تھی کہ درسگاہ میں طلبہ آپ کی نکات آفریں تقریریں سن کر مسرور بھی ہوتے اور مطمئن بھی۔ خاص طور پر بیضاوی شریف کی تفسیر میں آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مبلغ اسلام حضرت مولانا ابرہیم خوشتر مانچسٹر لکھتے ہیں:

''حضرت حجۃ الاسلام اعلیٰ درجہ کے مدرس تھے، تفسیر و حدیث کا بڑا دلنشیں درس فرماتے تھے۔ آپ کے درس میں دور دور سے طلباء وعلماء کھنچے چلے آتے تھے۔''

(ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' جولائی ۱۹۹۷ء ص ۶۰)

آپ ایک ماہر فن استاذ ہونے کے ساتھ بلند پایہ خطیب، صاحب طرز ادیب، یگانہ عصر فاضل اور بلند خیال شاعر بھی تھے۔ خود ڈاکٹر اقبال آپ کی علمی عظمتوں کے حد درجہ مداح تھے۔ عربی زبان وادب پر اس قدر ملکہ حاصل تھا کہ زمانے میں کوئی آپ کا ہمسر نہیں تھا۔ حضرت مولانا اسلم صاحب سنبھلی، صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ:

''حضور حجۃ الاسلام جب اجمیر مقدس تشریف لے گئے تو مولانا معین الدین اجمیری نے عربی زبان میں آپ سے کچھ

سوالات کئے جن کا آپ نے برجستہ عربی اشعار میں جواب دیا۔

حضرت صدرالا فاضل فرماتے ہیں کہ:

"زبان عربی میں حضرت جیسا ماہر میں نے کسی کو نہیں دیکھا" (ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" فروری ۲۰۰۱ء، ص ۶۷)

حجۃ اسلام نے ۱۳۱۲ھ سے باضابطہ فتویٰ نویسی کا آغاز کیا اور والد گرامی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں رہ کر اس فن میں خوب خوب مشق ومہارت حاصل کرلی۔ آپ کے قلم فیض رقم سے صادر فتاوے جو ہزاروں صفحات پر پھیلے ہیں، اگر زیور طبع سے آراستہ ہوجائیں تو یقیناً فقہ کے باب میں ایک عظیم ذخیرے کا اضافہ ہوگا اور اس سے مفتیان کرام کے دل روشن اور آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔

حجۃ اسلام کے مشاہیر تلامذہ میں تاجدار اہل سنت مفتی اعظم مولانا مصطفی رضا خان قادری، شہزادہ اکبر مفسر اعظم حضرت مولانا ابرہیم رضا قادری، رئیس المحدثین حضرت مولانا احسان علی مظفر پوری، محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد، سلطان المناظرین استاذ العلما حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی، امین شریعت مولانا رفاقت حسین مظفر پوری، فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی ابرار حسین تلہری، ادیب شہیر مولانا شمس بریلوی، ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ حضرت مولانا تقدس علی خاں، شیر بیشہ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خان لکھنوی، محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہم الرحمۃ والرضوان شامل ہیں۔

والد گرامی کی طرح آپ نے بھی قلم کا نہایت ستھرا اور پاکیزہ مذاق پایا تھا۔ "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی"، "الاجازت المتینہ"، "حاشیہ ملا جلال"، "سلامۃ اللہ لاہل السنہ"، "من سبیل العناد" اور "الدولۃ المکیہ" کی ترتیب آپ کی علمی اور ادبی صلاحیتوں کی منھ بولتی تصویر ہے۔

آپ کو تاج العارفین سید نا شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرف بیعت وخلافت حاصل تھا اور والد گرامی حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بھی جملہ سلاسل کی اجازت و خلافت عطا کی اور تمام اشغال واذکار کا مجاز وماذون بنایا۔ اپنے والد محترم کے وصال سے چند روز قبل آپ نے بیعت کرنا شروع کردیا تھا اخیر وقت میں مرید ہونے کے لئے جو لوگ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں آتے اُن سے آپ فرماتے:

اِن "حامد رضا" کی بیعت میری بیعت ہے۔ ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے، جو ان کا مرید ہوا، وہ میرا مرید ہوا۔ اِن سے بیعت کرو۔" (تذکرہ جمیل مطبوعہ ڈربن ص ۱۰۹)

بلا شبہ علم وکرامت، فضل وکمال، زہد وتقویٰ، بصارت وبصیرت، فکری وعلمی جلالت، حزم واتقا اور حکمت ودانائی میں آپ اپنے والد گرامی کے نائب اور سچے جانشین تھے، اس لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ خود جہاں تشریف نہ لے جاسکے وہاں آپ کو اپنا نائب بنا کر بھیجا۔ چنانچہ ایک مکتوب میں اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

"حامد رضا کو بھیج رہا ہوں یہ میرے قائم مقام ہیں ان کو حامد رضا نہیں احمد رضا ہی سمجھنا۔" (تذکرہ جمیل ص ۱۲۲)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایک شعر میں آپ کو حامد منی و انا من حامد کہہ کر مخاطب کیا ہے اور

اس لذت قرب کا حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے بھی اس شعر میں شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھا ہے ؎

انا من حامد و حامد رضا منی کے جلووں سے
بحمد اللہ رضا حامد ہیں اور حامد رضا تم ہو

آپ نے اپنے والد محترم کی طرح ناموس رسالت کے تحفظ اور دین متین کی بقا کے لئے زبان وقلم دونوں کا استعمال فرمایا اور احقاق حق وابطال باطل میں پوری زندگی وقف کردی۔ جہاں جہاں دینی ضرورتوں نے آواز دی ایک سرفروش مجاہد کی طرح اسلام کی سربلندی وسرفرازی کے لئے آپ حاضر ہوتے۔ فتنہ خواہ شدھی تحریک کا ہو یا گاؤکشی کا، تحریک ترک موالات کا ہو، یا قادیانیت کا، نیچریت کا ہو یا وہابیت ودیوبندیت کا ہر باطل جماعت کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور ہر جگہ سے فائز المرام ہو کر لوٹے۔

حجۃ الاسلام جس طرح علم وفضل میں نابغہ روزگار تھے اسی طرح قدرت نے روشن ضمیری سے بھی آپ کو خوب خوب نوازا تھا، حسن صورت تو ایسا کہ ہزار مجمع خوباں میں آپ کی طلعت زیبا ایک الگ شان رکھتی تھی۔ جو آپ کے حسنِ دل افروز کو دیکھتا، دیکھتا ہی رہ جاتا۔ نہ جانے کتنے غیر مسلم صرف آپ کے رخ زیبا کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، کتنے بدعقیدہ اپنی بدعقیدگی سے توبہ کر کے سچے مسلمان بن گئے اور تقریباً دولاکھ افراد آپ سے رشتہ بیعت جوڑ کر قادریت کے رنگ میں رنگ گئے۔ حسن صورت کے ساتھ سیرت میں بھی خوب تھے۔ آپ اخلاق کے دھنی، زبان کے غنی، بلند اطوار، بلند کردار، متواضع ومنکسر المزاج، غربا پرور، چھوٹوں پر نہایت شفیق ومہربان تھے اور ہر خرد وکلاں سے یکساں پیار کا جذبہ رکھتے تھے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری اپنی عدیم الفرصتی کی وجہ سے جہاں نہ جاسکتے وہاں وہاں آپ ہی کو تقریر اور وعظ ونصیحت کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ آپ کا انداز نہایت شیریں، لہجہ نہایت سنجیدہ اور بات میں بے پناہ وزن ہوتا تھا، جب رد بدمذہبان پر گفتگو کرتے تو معلوم ہوتا کہ حضرت فاروق اعظم کا جلال برس رہا ہے یا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تلوار چل رہی ہے اور جب اصلاح عمل کے حوالے سے بات کرتے تو ایسا لگتا کہ پھولوں کی بارش ہو رہی ہے اور سامعین کا وجود اس میں غوطہ لے رہا ہے اور روح وقلب کی وادی مہکتی جارہی ہے۔

ایک بار اپنے والد محترم کے ساتھ آپ جبل پور تشریف لے گئے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کی آمد سن کر حضور برہان ملت علیہ الرحمہ کے والد گرامی نے پورے شہر میں جلسے کا اعلان کروادیا۔ بعد نماز عشاء جلسہ شروع ہوا۔ شہر اور گردونواح کے لوگ جوق درجوق جلسہ سننے کے لئے دوڑ پڑے، تلاوت قرآن پاک اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلی تقریر حضور حجۃ الاسلام کی ہوئی، پورے مجمع پر سکون ووقار کی چادر تنی تھی اور آپ قوم سے خطاب فرمارہے تھے، اسی درمیان سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ بھی تشریف لے آئے اور نہایت توجہ کے ساتھ آپ کی تقریر سماعت کرتے رہے جب تک حضور حجۃ الاسلام تقریر فرماتے رہے آپ کے چہرے پر بہجت ومسرت کے

آثار نمایاں تھے۔تقریر ختم ہونے کے بعد اعلیٰ حضرت سرکار بہت زیادہ مسرور ہوئے اور اپنے فرزند سعادت مند کو ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا۔

آپ دومرتبہ حج وزیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے۔پہلا حج آپ نے اپنے والد گرامی حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاکیزہ معیت میں ۱۳۲۳ھ میں اور دوسرا حج ۱۳۲۴ھ میں ادا کیا۔

آپ بھی اپنے والد محترم کی طرح اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق وشیدا تھے۔ ہر لمحہ گنبد خضریٰ کے تصور میں ڈوبے رہنا، ہروقت طیبہ کی گلیوں میں کھوئے رہنا اور ہر گھڑی دل کی دھڑکن میں مدینہ مقدسہ کی یاد بسائے رکھنا آپ کے عاشق صادق ہونے کا واضح ثبوت ہے۔آپ نے اپنی اس تڑپ کو نعت پاک کے ایک شعر میں بیان کیا ہے۔اس سے جہاں مدینہ طیبہ پہنچنے کی بیقراری سمجھ میں آتی ہے وہیں اپنے چھوٹے اور عزیز بھائی حضور مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا قادری علیہ الرحمہ سے غایت درجہ محبت والفت کا پتہ چلتا ہے کہ اس دیار نور میں تنہا میں نہیں میرے چھوٹے بھائی مصطفیٰ رضا بھی ساتھ ہوں، لکھتے ہیں ؂

اب تو مدینے لے بلا گنبد سبز دے دکھا
حامد و مصطفیٰ ترے ہند میں ہیں غلام دو

ایک مرتبہ آپ کی پشت پر بہت بڑا زخم نکل آیا۔لوگوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ حضور آپریشن کروالیں تو آپ نے چند شرطیں رکھیں اور پھر آپریشن کے لئے تیار ہوئے۔پہلی شرط یہ کہ کوئی نرس یا لیڈی ڈاکٹر ہمارے سامنے نہ آئے، نہ کوئی نشیلی دوا ہو، نہ اس میں شراب کی آمیزش ہو۔ڈاکٹروں نے عرض کیا کہ زخم اتنا بڑا ہے کہ بغیر بے ہوشی کے آپریشن ممکن نہیں، آپ نے ارشاد فرمایا آپ اپنا کام شروع کریں اور میں اپنا کام شروع کرتا ہوں۔جب ڈاکٹروں نے آپریشن شروع کیا تو آپ نے تسبیح لے کر اسم جلالت کا ورد شروع کردیا اور آپ پر ایسی محویت طاری ہوئی کہ آپریشن مکمل ہوگیا اور آپ کو کچھ بھی خبر نہ ہوئی، نہ زبان پر آہ اور نہ ہی چہرے پر درد کے کوئی آثار۔ڈاکٹروں نے جب بتایا کہ حضور آپریشن ہوگیا تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ نے اپنے احباب اور اعزاء کے اصرار پر ”جامعہ منظر اسلام“ قائم کیا تو اس کے سب سے پہلے مہتمم اعلیٰ حضرت کے منجھلے بھائی استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ مقرر ہوئے اور آپ کے وصال کے بعد اس کی ساری ذمہ داری حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کے کاندھے پر آ گئی۔آپ نے اپنے دور اہتمام میں ”جامعہ منظر اسلام“ کو بام عروج تک پہنچانے میں حد درجہ محنت فرمائی۔معیار تعلیم کو بلند سے بلند تر کرنے کے لئے پورے ملک سے ایسے ایسے اساتذہ کا انتخاب کرتے جو اپنی ذات میں تنہا انجمن ہوتے اور ہر فن میں ماہر ومشاق۔آپ ایک طرف معیار تعلیم کو فروغ دینے کے لئے ملک کے منتخب اساتذہ کی تقرری فرماتے تو دوسری طرف ادارہ کو معاشی استحکام بخشنے کے لئے شہر اور ملک کے معزز عمائدین، باوقار اور صاحب ثروت افراد کو دعوت دے کر مجلس شوریٰ قائم کرتے تا کہ ادارہ مالی بحران سے دوچار نہ

ہو۔اس کی شہادت کے لئے آپ کا ایک گرامی نامہ جسے آپ نے مولانا وزارت رسول حامدی کے نام سے تحریر کیا تھا پیش کرنا زیادہ مناسب ہے۔لکھتے ہیں:

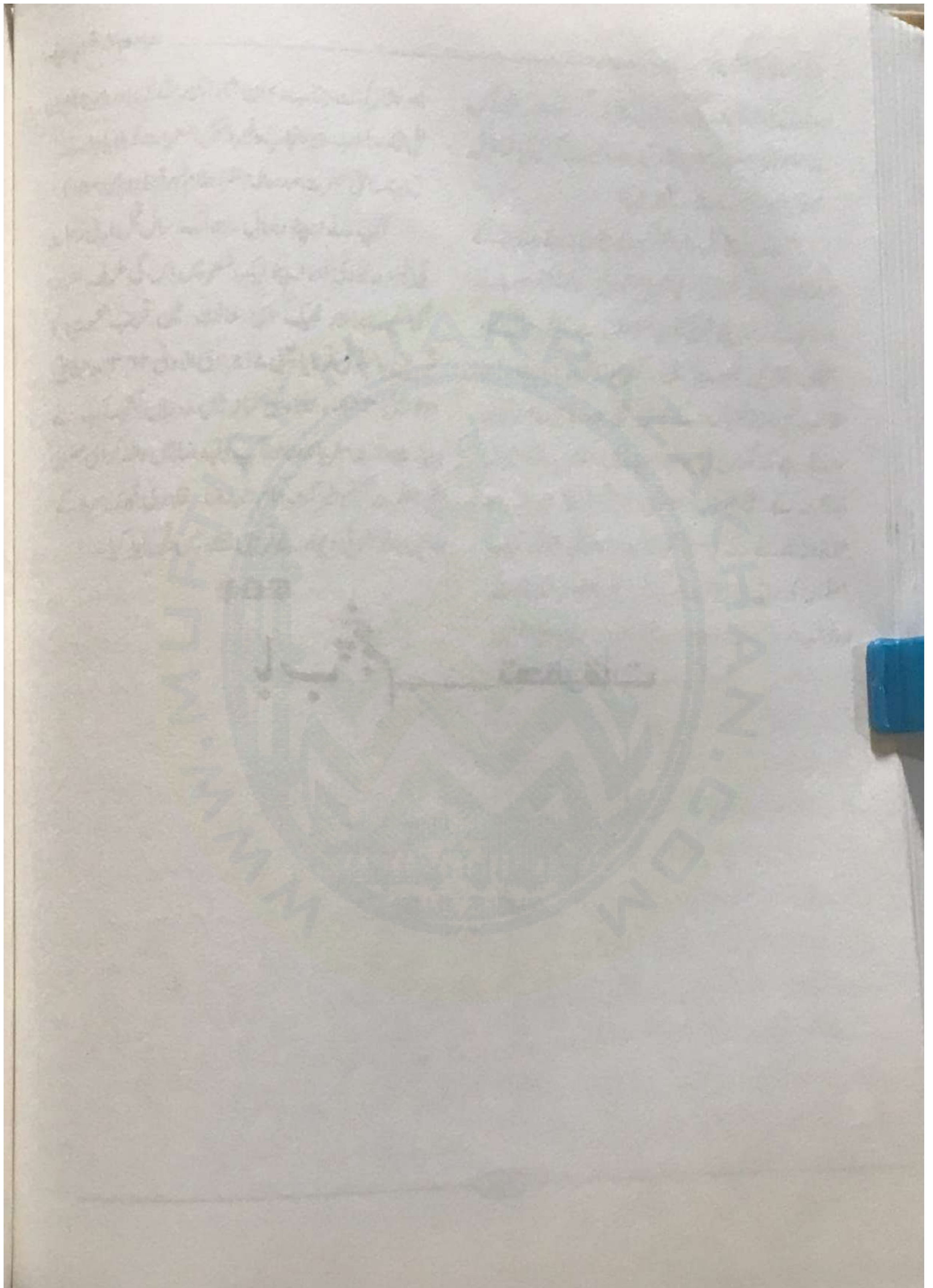
''یہاں آج کل دار العلوم کے جلسہ ہائے سالانہ کے انتظامات زیر نظر ہیں مجالس شوریٰ کا انعقاد ہورہا ہے اور سارے عمائدین شہر کی توجہ منعطف ہے۔اس سال نتیجہ امتحان بہترین صورت میں دکھایا جانا قرار پایا ہے۔بیس طالب علم دستار فضیلت کے قابل تیار ہوئے ہیں اور شہر کی رائے ہے کہ گورنر یوپی حافظ سعید خاں صاحب (جو میری ملاقات کے مشتاق ہیں، دومرتبہ بریلی آئے اور میرے موجود نہ ہونے کے باعث ملاقات نہ ہوسکی) چونکہ ایک مسلمان گورنر ہیں لہذا جلسہ سالانہ میں انہیں دعوت دی جائے اورنواب سر مزمل اللہ خان اور سر محمد یوسف وغیرہ عمائدین اور مشائخ سے جناب دیوان شاہ اجمیر مقدس اور پیر جماعت علی شاہ صاحب، پیر پنجاب وغیرہ منتخب حضرات کو بلایا جائے۔''

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت صد سالہ منظر اسلام نمبر قسط دو، ص ۱۵۰)

آپ نے اپنے وصال سے ایک سال قبل اپنی رحلت کی خبر دے دی اور اپنے ایک شعر میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے اور ٹھیک اسی حالت میں قرب محبوب کا شیریں جام نوش فرمایا یعنی ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء عشاء کی نماز میں دورانِ تشہد آپ نے دنیا سے رخت سفر باندھا اور آپ کو قبہ رضا میں والد گرامی حضور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے دائیں پہلو مغربی دیوار کے قریبی حصے میں دفن کیا گیا۔



باب پنجم ـــــــ تحقیقات



مفتی محمد رفیق الاسلام منظری

حضور تاج الشریعہ اور علوم جدیدہ

تقریباً دو سو سال سے بریلی شریف کی یہ امتیازی شان رہی ہے کہ یہاں کے علم، حکمت، قیادت، دیانت، پر اہل سنت کو اعتماد کلی حاصل رہا اور ان شاء اللہ تعالیٰ حاصل رہے گا۔

"حضور تاج الشریعہ" کے فتاوے کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ مدارس، مکاتب، جامعات، ریسرچ سینٹرز اور رصد گاہوں میں آخر رضوی قلم کی دھوم کیوں مچی ہوئی ہے؟

اس سوال کا ہمیں ایک ہی جواب ملتا ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں بریلی کی تحقیق دوسری جگہوں کی اور تحقیقات سے ممتاز نظر آتی ہے۔ مدارس دینیہ میں رائج علوم وفنون سے زمانہ واقف ہے۔ جبکہ دیگر جدید علوم سے ہماری خلیج بڑھتی جارہی ہے حالانکہ ان کی افادیت وضرورت سے ہمیں کوئی انکار نہیں ہے۔ اوقات نماز پیشگی بتانے کے لئے علم فلکیات علم کواکب، علم جغرافیہ، علم مثلث وعلم ریاضی کی جانکاری لازم وضروری ہے۔ ان کے مجموعہ کو علم نجوم سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے پھر تحقیق کے اعتبار سے اس کی تین قسمیں ہیں۔

حضور ملک العلما فرماتے ہیں:

"جس علم کے ذریعہ حوادث کون وفساد پر تشکلات فلکیہ، اوضاع افلاک وکواکب، مقارنہ و مقابلہ، تثلیث وتسدیس وتربیع وغیرہ سے استدلال کیا جائے وہ علم نجوم ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں، حسابیات، طبعیات، ووہمیات۔ حسابیات علم یقینی ہے۔ اور کبھی اس پر شرعاً بھی عمل کیا جاتا ہے۔ مثلاً طلوع وغروب شمس، اوقات نماز وافطار کے لئے الخ۔"

(حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۶۰۷)

حسابیات چونکہ علم یقینی ہے اس سے انحراف کی کوئی وجہ نہیں۔ کہ احکام شرع یقینیات پر ہی مبنی ہیں گرچہ **قطعی الثبوت وقطعی الاثبات** کے عدم تحقق کی وجہ سے کسی حکم کو ہم ظنی قرار دیتے ہیں وہ ہمارے استخراج کی وجہ سے ہے نہ کہ نص نصوص کی وجہ سے۔ نصوص اگر **قطعی الثبوت** اور **قطعی الدلالۃ** بھی ہوں تو پھر ان میں وہم، شک، وظن کی کوئی گنجائش نہیں رہتی ہے۔ سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"الادلة السمعية تسعة اقسام لان لهاطرفين الثبوت و الاثبات و كل على ثلثه وجوه القطع والظن ،والشک ، خمسة منها وهى مافى احدطر فيها شک لايثبت فوق سنية اوندب وان اشتملت على طلب جازم والاربعة البواقى كذالک ان اشتملت على طلب غير جازم والافان كان كلاالطرفين قطعيا ثبت الافتراض والافالوجوب" (فتاوائے رضویہ جلد ا صفحہ ۱۱)

صاف ظاہر ہے کہ شک وظن کا تعلق ثبوت نص یا اثبات

نص سے ہے نہ کہ نفس نص سے اور حسابیات کی بناء چونکہ یقینیات پر ہے، لہٰذا اس علم سے انحراف کی کوئی وجہ نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ " اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ "اور فرماتا ہے" ذَالِکَ تَقْدِیرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ "اس کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانا، انا امة امية لانكتب ولا نحسب تعلیم امت کے لئے کہ ہر ایک امتی اس کا حامل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شمس وقمر سے متعلق احکام کا مدار رویت کو قرار دیا گیا نہ کہ حساب کو۔ اس سلسلے میں سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"باایں ہمہ اس عالم حقائق کو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے در بار رویت ہلال حساب کو یک لخت ابطال واہمال فرمایا کہ حضور جانتے تھے کہ یہ ان محاسبات قطعیہ سے نہیں جن کا ذکر آیت کریمہ بحسبان میں ہے بلکہ ناقص ونامنضبط متاخرین اہل ہیئت کے تخمینات ہیں جن کا تخلف دشوار نہیں۔" (فتاوائے رضویہ ج ۴ صفحہ ۶۲۶)

اہل ہیئت کے حساب کی بنیاد ظنی ہے ان کا استخراج تاریخ یا اوقات ان کے تجربات پر موقوف ہیں۔ انہیں تجربات سے انہوں نے جیوب وظلال کی مقداریں متعین کی ہیں۔ جبکہ زیادہ تر یہ مقداریں خود ہی یقینی نہیں ہیں تو پھر ببول سے انگور کی امید چہ معنی دارد؟

لہٰذا شریعت کاملہ شاملہ تامہ کی شان یہی ہے کہ چاند سورج سے متعلق احکام کا مدار رویت کو قرار دیا جائے نہ کہ حساب کو حساب تو یقینی ہے لیکن ہمارے بنائے ہوئے اصول یقینی نہیں ہیں۔

اگر حساب یقینی ہو تو اس کے مقابلہ میں ہم اپنی رویت کے خلاف بھی فیصلہ کریں گے۔ مثلاً اٹھائیس رمضان کو اگر ہمیں ہلال عید نظر آجائے تو عید کا حکم ضرور ہوگا لیکن یہ رمضان اٹھائیس کا نہیں بلکہ انتیس کا قرار پائے گا کہ مہینہ کی اقل مقدار انتیس دن کی ہے یہ حساب یقینی ہے اسے ہم اپنی رویت پر ترجیح دیں گے لہٰذا اب ایک قضا روزہ رکھا جائے گا۔

علم الحساب اور حضور تاج الشریعہ: دور حاضر کے مدارس اسلامیہ کے لحاظ سے علم ریاضی کو بھی جدید علوم میں شمار کیا جاتا ہے اگر اس کے اصول یقینی ہوں تو بلا تردد نتیجہ بھی یقینی ہوگا۔ حضور تاج الشریعہ علوم وفنون کا وہ سمندر ہیں جس کے طول، عرض، عمق کی پیمائش ہم جیسوں کے لئے تقریباً محال ہے۔

اس کے باوجود باوقار اہل علم کے مقالات وتحقیقات کی رہنمائی چالیس علوم وفنون کی طرف ہے جہاں حضرت علامہ مفتی محمد یونس رضا صاحب واسطی نے اپنے ایک تحقیقی مقالہ میں چھتیس ایسے علوم کو شمار کیا ہے جن پر آپ کو مہارت تامہ حاصل ہے۔ وہیں حضرت علامہ مفتی محمد شاعر رضا صاحب قادری رضوی نے اپنے ایک مقالہ میں حضرت علامہ مفتی وفاء المصطفیٰ امجدی کے ایک مضمون کے حوالہ سے ایسے چالیس علوم وفنون کو شمار کیا ہے جن پر حضور تاج الشریعہ کو ملکہ حاصل ہے۔ پھر ان چھتیس وچالیس علوم وفنون کو بالاستعاب بغور دیکھنے کے بعد یہ اختلاف خود بخود مٹ جاتا ہے کہ کچھ ناموں میں کہیں اجمال ہے اور کچھ میں تفصیل۔ جیسا کہ اول الذکر کے مقالہ میں علم الحساب میں علم ریاضی کو بھی شمار کیا گیا ہے۔ جب کہ آخر الذکر نے علم الحساب سے علم ریاضی

کو جدا اقرار دیا گیا ہے، لیکن دونوں فاضل مضمون نگاروں کا جن علوم جدیدہ پر اتفاق ہے وہ فرائض، ہیئت، حساب، ریاضی اور توقیت ہیں۔

ناچیز ان مضمون نگار حضرات کی اجازت سے اور ایک علم کا اس میں اضافہ کر رہا ہے کہ ان علوم وفنون میں علم طبعی کو بھی شمار کیا جائے کہ اس پر حضور تاج الشریعہ کی نفیس بحث حقیر کے سامنے ہے۔ جس پر آگے کچھ بیان آنے والا ہے۔

جدید علوم میں علم فرائض کو شمار کرنے سے گرچہ کچھ اذہان کو تردد ہے لیکن عرض کروں گا کہ اس میں وارثین کے حصص متعینہ کا تعلق علم جدید سے نہیں بلکہ قرآن وحدیث سے ہے اس کے باوجود تصحیح مسائل کے اصول وضوابط کا تعلق یقیناً علم جدید سے ہے اس کی تحصیل میں جو دشواریاں موجود ہیں اہل علم باخبر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دور حاضر کے علمائے کرام اس سے دور ہوتے جارہے ہیں جبکہ حدیث پاک **تعلموا الفرائض وعلموھا الناس فانھا نصف العلم** ہمیں اس بارے میں متنبہ کر رہی ہے۔

اس علم کی دو حیثیت ہے۔ ایک اصحاب فروض کا علم، ان کے حصوں کی جانکاری حاصل کرنا اور عصبات کو سمجھنا اسے ہم قرآن وحدیث سے حاصل کرلیں گے لیکن ترکات میں ان متعینہ حصص کو نافذ کرنا ہر ایک کے لئے آسان نہیں کہ فریق وارثین زیادہ تر مختلف ہیں پھر مسئلہ سے ملے حصص منکسر بھی ہوسکتے ہیں۔ فریق میں بھی تعداد متعین نہیں۔ یہ دشواریاں اس وقت اور بڑھ جاتی ہیں جب اس کا تعلق مناسخہ سے ہوجائے کہ تعدد بطن اصل مسئلہ کا تطابق اہم مرحلہ ہے۔ جو علم ہمیں کامیابی کے ساتھ ان دشواریوں سے ہمکنار کردے یہی علم فرائض کی دوسری حیثیت ہے اور اسی کا تعلق علم جدید سے ہے۔ جیسا کہ افقہ الفقہاء اعلم العلماء حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہ النورانیہ کے ایک فتویٰ کی زیارت کا ابھی مجھے شرف حاصل ہو رہا ہے جس سے علم الحساب کے بہت سارے گوشے منور ہیں۔ سوال سنڈیلہ ضلع ہردوئی کا ہے:

"زید کی دو بیویاں تھیں پہلی سے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔ زید کے انتقال کے بعد اس کی بیوی کا بھی انتقال ہوگیا جس کے بطن سے زید کی اولاد ہیں دوسری بیوی باحیات ہے۔ زید کی جائیداد میں کتنا کس کا حصہ ہے؟"

حضور تاج الشریعہ کا مختصر اور جامع جواب ملاحظہ کریں۔

الجواب: "بعد تقدیم ماتقدم واداۓ دیوں وغیرھا برتقدیر صدق سوال وانحصار ورثۃ فی المذکورین ترکۂ زید اسّی سہام پر منقسم ہوگا جن میں سے پانچ سہام بیوی کو ۱۵، ۱۵ سہام ہر ایک دختر کو اور تیس سہام پسر کو ملیں گے۔"

واللہ تعالیٰ اعلم

یوں تو آپ کے فتاوے میں دلائل کا ایک تسلسل رہتا ہے جو بریلی کی خصوصیت ہے۔ انداز استدلال میں فتاوائے رضویہ وفتاوائے مفتی اعظم کی جلوہ آرائی صاف نظر آرہی ہے۔ مذکورہ مسئلہ میں دو ہی بطن ہیں کہ زید کا انتقال ہوا اور اس کی پہلی بیوی کا بھی انتقال ہوا۔ بطن اول میں وارثین چھ ہیں جبکہ فریق دو ہی ہیں۔ قرآن کریم کے مطابق بیویوں کا حصہ یہاں آٹھواں ہے کہ مورث کے بچے بھی موجود ہیں۔ ان میں ایک لڑکا بھی ہے جس کی وجہ سے یہ اولاد

عصبہ ہیں۔

حضور تاج الشریعہ نے پہلے آٹھ سے یہ مسئلہ بنایا دونوں بیوی کو ایک حصہ باقی سات حصے آپ نے بچوں کو دیا۔ دونوں فریق پر حصے منکسر ہو رہے ہیں اور علم فرائض میں یہ عیب ہے لہٰذا تصحیح کی حاجت پڑی۔

ان دونوں فریق کے سہام وعدد رؤس میں تبائن ہے کہ ایک حصہ دو بیویوں پر منکسر ہے اسی طرح سات حصے چار بچوں پر منکسر ہیں۔ اس الجھن کو سلجھانے کے لئے ہندیہ ج ۶ ص ۴۷۰ کی عبارت ہمارے سامنے ہے:

"وان نکسر علی الفریقین فاطلب الموافقة بین سهام کل فریق وعددهم ثم بین العددین فان کانا مماثلین فاضرب احدهما فی اصل المسئلة وان کانا متداخلین فاضرب اکثرهما وان کانا متوافقین فاضرب وفق احدهما فی الآخر فما خرج فاضربه فی المسئلة وان کانا مباینتین فاضرب کل احدهما فی الآخر ثم المجموع فی المسئلة الخ۔

اس عبارت میں سہام وعدد کو دیکھنے کے بعد چار صورتیں سامنے ہیں جبکہ یہاں دونوں فریق کے سہام وعدد میں تبائن ہے اور ہندیہ میں بتائی گئیں ان چاروں صورتوں میں یہاں آخری صورت کا سامنا ہے جس میں دونوں فریق کے عدد کو آپس میں ضرب کے حاصل سے پھر اصل مسئلہ کو ضرب دینے کے بارے میں بتایا گیا ہے، لیکن مستفتی عام طور پر اس مبلغ علم کا نہیں ہوتا ہے وہ اضطراب کا شکار ہو سکتا ہے کہ دونوں کا حاصل ضرب دس ہے۔ تردد ہو سکتا ہے کہ آخر اصل مسئلہ سے اسے کیوں ضرب دیا گیا؟ جبکہ دونوں فریق میں کہیں دس کا عدد نہیں ہے۔ ایسے مستفتیوں کے لئے "حضور تاج الشریعہ" نے یہ کرم فرمائی کی اور اصل مسئلہ کو دوبار ضرب دیا کہ اس مسئلہ میں دو فریق ہیں اور دونوں پر حصے منکسر ہیں پھر ان دونوں کے مابین تبائن ہے لہٰذا آپ نے اسے پہلے فریق ثانی کے عدد "پانچ" سے ضرب دیا پھر فریق اول کے عدد "دو" سے لہٰذا مسئلہ (۸+۵=۴۰)(۴۰+۲=۸۰) بنا۔ اور آپ نے اس مسئلہ کو اسی سے بنایا۔ اس میں رنگ ایجاد صاف جھلک رہا ہے اور نتیجہ وہی آیا جو عالم گیری نے بتایا۔

علم الحساب کا وہ شعبہ جس میں اعداد کسریہ سے کام لیا جاتا ہے یہ اس کا ایک روشن بیان ہے۔ یہ مسئلہ تو دو بطن کا تھا، لیکن میرے سامنے "حضور تاج الشریعہ" کے چار پانچ بطن کے فتاوے بھی رکھے ہیں جن میں سہل ترین طریقہ پر مسائل اس طرح واضح ہیں کہ انہیں دیکھ کر احساس ہی نہیں ہوتا ہے کہ یہ مناسخہ کے دشوار ترین جوابات میں سے ہیں۔

حضور تاج الشریعہ اور علم ہیئت: فلسفیوں نے حکمت کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ حکمت عملیہ اور حکمت نظریہ پھر حکمت نظریہ کی تین قسمیں ہیں:

ثم الحکمة النظریة علی ثلثة اقسام هدیة سعیدیہ ۱۲

حکمت الٰهیة، حکمت ریاضیة اور حکمت طبعیہ ان تینوں علوم پر حضور تاج الشریعہ کی تحقیقات نگاہوں کے سامنے جلوہ ریز ہیں۔ "فتاوائے تاج الشریعہ" سے استفادہ کرنے والے حضرات اس سے اچھی طرح واقف ہیں۔ سردست

یہاں علم ہیئت پیش نظر ہے۔ یہ دراصل حکمت ریاضیہ کی ایک اہم اصل ہے جیسا کہ حضور ملک العلما ارشاد فرماتے ہیں:

''علم ریاضی یہ حکمت نظریہ کی ایک قسم ہے، جو علم بحث کرے ایسے امور مادیہ سے جن کو مادہ سے بحث میں مجرد کرنا ممکن ہو اس کے چند اصول ہیں اور ہر ایک اصل کے فروع ہیں۔ اصول چار ہیں، (۱) ہندسہ (۲) ہیئت (۳) حساب (۴) موسیقی'' (حیات اعلیٰ حضرت ۱/۱۰۶)

علم ریاضی کے ان چاروں اصول میں ''ہیئت'' وہ علم ہے جس میں علم مثلث، علم دوائر، علم کواکب، بروج، میل شمس، عامہ معمورہ کے مواضع اور محل وقوع سے بھی بحث کی جاتی ہے۔ جیسا کہ سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت کی اس فن میں کتابوں (اقمار الانشراح لحقیقۃ الاصباح، الصراح الموجز فی تعدیل المرکز، جادۃ الطلوع والحمر للسیارۃ والنجوم والقمر) سے ظاہر ہے۔

فی الحال آپ کے دو فتاوے اس بارے میں میرے ہاتھوں میں ہیں جنہیں دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ آپ کو اس فن میں بھی کمال دسترس حاصل ہے۔ دو سوالات اور ان کے جوابات دیکھئے۔

(۱) ''درجہ ودقیقہ دائرہ کے مطابق تیز رفتار فضائیہ سے زید گردز میں سورج کے برابر دن نو بجے سوار ہو کر چوبیس گھنٹہ جانب مغرب چلا بعدہ کتنی نماز قضا پڑھے؟''

(۲) ''یورپ کے بعض ملکوں میں موسم سرما کی مخصوص تاریخوں کے اندر نماز عصر کا وقت داخل ہی نہیں ہوتا ۔۔۔۔۔۔ سایہ اصلی کے علاوہ ایک مثل نہیں پایا جاتا ہے کہ سورج غروب ہو جاتا ہے دریں صورت غروب آفتاب کے بعد نماز عصر پڑھی جائے گی یا پہلے......؟''

دلائل سے قطع نظر ''حضور تاج الشریعہ'' نے ان دونوں پر جو حکم نافذ فرمایا ہے۔ اس فن کے ماہرین علمائے کرام فضائی مسافرین اور یورپ کی وادیوں میں پریشان حالوں کے لئے آج وہ نجوم ہدایت ہے۔ **سوال اول پر فرماتے ہیں:**

''اوقات نماز کا اندازہ کرے اور نماز پڑھے الخ''

دوسرے سوال پر فرماتے ہیں:

''صورت مسئولہ میں نماز عصر غروب آفتاب سے پہلے پڑھیں اور غروب آفتاب سے پہلے کچھ وقت عصر کے لئے اندازہ سے مقرر کرلیں۔ الخ''

سوال اول میں سائل نے جس طیارہ سے سفر کا تذکرہ کیا ہے اس نے اس کی رفتار بھی بتائی ہے کہ درجہ ودقیقہ میں اس کی رفتار سورج کے برابر ہے اور سفر کے رخ کے ساتھ مدت سفر بھی بتادی اور زمین چھوڑنے کا وقت بھی بتایا کہ دن نو بجے سفر کی ابتداء ہے۔ جس میں کوئی بھی وقتیہ نماز نہیں ہے۔ پہلی نماز اس کو ظہر کی ملے گی اور طیارہ کی رفتار چونکہ بمطابق آفتاب ہے لہٰذا یہ طیارہ پندرہ درجہ فی گھنٹہ کی رفتار سے پرواز کر رہا ہے اور چونکہ رخ مغرب کو ہے لہٰذا یہ طیارہ جہاں بھی جائے گا سورج وہیں نظر آئے گا۔ ابتداء پرواز میں جہاں نظر آیا تھا یعنی چوبیس گھنٹہ اس نے سفر کیا جو ایک دن ایک رات کی مدت ہے۔ جس میں پانچ وقت کی نماز فرض ہے لیکن اسے اختتام سفر تک نماز کا کوئی بھی وقت نہیں ملا کہ وہ جہاں بھی گیا تو نو بجے کا سورج اسے نظر آرہا

تھا۔ جس میں کوئی وقتیہ نماز نہیں ہے۔

چوبیس گھنٹے کی مدت میں اس مسافر نے تین سو ساٹھ زمینی درجوں کو طے کیا ہے پھر اس کے بعد جہاں وہ طیارہ اترا ہوگا تو وہ وہی فضائی اڈہ تھا جس میں وہ اس عجوبۂ روزگار طیارہ میں سوار ہوا تھا اور یہاں کی گھڑیاں وہی تو بجا رہی ہوں گی۔ اس ہوائی اڈے والوں نے پانچ وقتوں کی نمازیں پڑھ لی ہیں جبکہ اس مسافر کا سورج کبھی ضحوۂ کبریٰ تک بھی نہیں پہونچا۔ اس لئے حضور تاج الشریعہ نے فرمایا کہ ”اوقات نماز کا اندازہ کرے اور اس کے مطابق نماز پڑھے“، کہ اس سے ساٹھ درجے کی دوری پر مغرب کی طرف جو آبادی ہے اس کے لئے ممکن ہے کہ اس مدت میں انہوں نے چار وقتوں کی ہی نماز پڑھی ہوں کہ جب یہ طیارہ میں سوار ہوا تھا تو اس آبادی والوں نے فجر پڑھ لی تھی اور آج جو اتر رہا ہے تو وہ لوگ فجر پڑھ رہے ہوں گے، لہٰذا اس کے درمیان چار وقتوں کی نماز ہی باقی رہیں، جبکہ یہی دوری اگر مشرق کی طرف ہو تو ان سے چھ وقتوں کی نماز ہوئیں کہ جب یہ سوار ہوا تھا تو یہ لوگ ظہر پڑھ رہے ہوں گے اور جب آج اتر رہا ہے ظہر پڑھ چکے ہوں گے لہٰذا یہ مسافر نہ مغرب کا اعتبار کرے گا اور نہ مشرق کا بلکہ دوران سفر یہ طیارہ ان مواضع کی طرح ہے جہاں کچھ دنوں کے لئے سورج غروب ہی نہیں ہوتا ہے۔

جیسا کہ ایام سرطان میں وہ آبادیاں جو سرسٹھ درجہ یا اس سے زائد عرض شمالی میں واقع ہیں کہ ان کا ایک دن یہاں کے ایک ہفتہ بلکہ کبھی کبھی ایک مہینہ کا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ان کا یہ طویل دن میل شمس سے ہے نہ کہ حرکت یومیہ سے جبکہ اوقات نماز کا تعلق حرکت یومیہ سے ہے نہ کہ میل شمس سے اسی طرف رہنمائی کرتے ہوئے ”حضور تاج الشریعہ“ نے فرمایا کہ ”اوقات نماز کا اندازہ کرے اور اس کے مطابق نماز پڑھے“ اس لئے کہ حرکت یومیہ کے مطابق اسے پانچ نمازوں کے اوقات ملے ہیں اور حرکت طیارہ اس کی نفی کر رہی ہے جیسے وہاں سرسٹھ درجہ کی آبادیوں میں میل شمس سے ایک دن ایک مہینہ کا ہو گیا تھا اسی طرح یہاں حرکت طیارہ کی وجہ سے اس کے لئے ایک دن اڑتالیس گھنٹے کا ہو گیا ہے۔ ان جگہوں میں ظہر اور عصر کا وقت تو پایا جائے گا لیکن مغرب، عشاء، فجر اور وتر کا وقت نہیں پایا جائے گا۔

”حضور تاج الشریعہ“ یوں ہی وارث علوم رضا نہیں کہلائے گئے ہیں بلکہ اس لئے کہ آپ کا ایک ایک حکم رضوی تحقیقات کا آئینہ دار ہے۔ نماز کے جو اوقات نہیں پائے گئے ان کے بارے میں فقہائے کرام مختلف الرائے ہیں بعض نے کہا کہ یہ نمازیں فرض ہی نہیں کہ اسباب نہیں پائے گئے، لیکن زیادہ تر فقہا کا فرمان ہے کہ ان کی قضا پڑھی جائے۔

اس بارے میں مجدد اعظم سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت اپنے دور کے ”بلغاریہ“ کے ایک مخصوص علاقہ پر یوں رقم طراز ہیں:

”بلغاریہ سے ہمارے مشائخ کرام کے حضور استفتا آیا تھا کہ گرمیوں کی چھوٹی راتوں میں ان کو وقت عشاء نہیں ملتا۔ آدھی رات تک شفق ابیض رہتی ہے اور وہ ابھی نہ ڈوبی کہ مشرق سے صبح صادق طلوع کر آتی ہے۔ امام برہان کبیر نے حکم دیا کہ عشاء کی قضا پڑھیں اور امام بقالی و امام شمس الائمہ حلوانی وغیرہما نے فرمایا ان سے عشاء ساقط ہے۔“

(فتاوائے رضویہ ج ۴،۲ ر ۶۴۶)

احتیاط امام برہان کبیر کے موقف میں نظر آرہی ہے جسے فاضل بریلوی نے اولیت دی ہے اور ''حضور تاج الشریعہ'' کا یہ جواب اسی کے مطابق ہے علم ہیئت میں آپ کی ژرف نگاہی یہاں نمایاں ہے۔ اب ذرا دوسرے سوال وجواب کو بھی ملاحظہ کریں:

''دوسرا سوال ہے، یورپ کے بعض ملکوں میں موسم سرما کی مخصوص تاریخوں کے اندر نماز عصر کا وقت داخل ہی نہیں ہوتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سایۂ اصلی کے علاوہ ایک مثل نہیں پایا جاتا ہے لیکن سوال میں ان ملکوں میں سے کسی ایک کا بھی نام درج نہیں ہے جو استخراج اوقات میں کلیدی کردار کا حامل ہے اس لئے جواب میں عام حکم ہے نہ کہ استخراج وقت۔''

اور یہی عام مسلمانوں کے لئے مناسب ہے کہ ہر ایک کو ان محاسبات دقیقیہ کا مکلف نہیں بنایا جاسکتا ہے۔ سائل نے جن ملکوں کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا ہے ایسی آباد جگہ شاذونادر ہی کہیں ہو۔ یہ تو ایسی آبادی ہوگی کہ سورج نے جھانک کے دیکھا اور پردۂ افق میں چھپ گیا۔ اس وقت سائل نے اپنا سایہ دیکھ لیا ہوگا اور اسی کو سایۂ اصلی کہا جبکہ یہ آدمی اگر چھ فٹ کا تھا اور پورا سورج بالائے افق نصف النہار میں افق سے متصل تھا تو اس آدمی کا سایۂ اصلی اس وقت اس چھ فٹ سے اس کا چھہتر گنا زائد ہوگا یعنی اس وقت چھ فٹ کے آدمی کا سایہ اصلی چار سو چھپن فٹ کا ہوگا۔ اور اب بہت تیزی کے ساتھ اس سایہ میں افزودگی ہوگی جبکہ اس سورج کو زیر افق پہونچنے میں ابھی قریب ایک گھنٹہ کا وقت چاہئے جس کا استخراج یہاں بے سود ہے۔ پھر سائل کا یہ کہنا کہ ابھی ایک مثل بھی سایہ نہیں بنا اور سورج غروب ہوگیا۔ کہاں تک کی دیانت ہے؟ سایۂ اصلی (۴۵۶ فٹ) پر چھ فٹ کا اضافہ تو منٹوں میں ہوجائے گا جبکہ غروب میں ایک گھنٹہ باقی ہے لہٰذا اس میں نماز عصر کے لئے کافی وقت موجود ہے۔ اسی کے بارے میں ''حضور تاج الشریعہ'' نے فرمایا کہ ''غروب آفتاب سے پہلے پڑھیں'' اور سائل کے قول (عصر کا وقت نہیں ملتا ہے) کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ اہل ہیئت کے لئے یہ ایک اعلیٰ رہنما اصول ہے۔

حضور تاج الشریعہ اور علم طبعی: علم طبعی بھی حکمت نظریہ کی ایک قسم ہے۔ اور یہ وہ علم ہے جس میں بحث ہو ان موجودات کے بارے میں جو اپنے وجود ذہنی و وجود خارجی دونوں میں مادے کے محتاج ہوں اسی کا نام علم طبعی ہے۔ ''فتاوائے تاج الشریعہ'' میں ایسے بہت سارے مسائل موجود ہیں جن کا تعلق علم طبعی سے ہے۔ ''ٹی۔ وی۔ ویڈیو کا آپریشن اور شرعی حکم'' ابھی میرے سامنے ہے اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''پھر بتاتے چلئے کہ ٹی۔ وی سے عکس متحرک نظر آتا ہے۔ اس کی حرکت طبعی ہے یا قسری۔ طبعی تو یقینا نہیں تو لامحالہ قسری مانئے۔ اب یہ ٹی۔ وی کا عکس بھی مقتضائے طبع کے اعتبار سے ساکن وجامد ہی ہوا۔ جو قسر قاسر سے ٹی۔ وی میں متحرک نظر آتا ہے تو اس میں اور آئینہ سے نظر آنے

والے فوٹو کے عکس میں کوئی فرق نہ رہا کہ دونوں کی ناپائیداری جعل جاعل سے عارض ہوئی ورنہ مقتضائے طبع کے لحاظ سے یہ بھی ساکن وجامد اور وہ بھی اصل میں ساکن وجامد ہے توجس طرح آئینہ سے فوٹو دیکھنا دکھانا حرام اسی طرح ٹی وی سے بھی دیکھنا دکھانا حرام اور تفرقہ زائل۔(۹۷)

یہ دراصل ٹی وی اور ویڈیو کے جواز پر دی گئی ایک دلیل کی تردید میں آپ فرمارہے ہیں۔ مجوزین کی اہم ترین دلیل یہ ہے کہ ٹی وی اور ویڈیو میں نظر آنے والا منظر عکس ہے تصویر نہیں جیسا کہ آدمی چلتا ہے تو اس کا عکس چلتا ہے اور اصل جائز تو عکس بھی جائز اصل حرام تو عکس بھی حرام لہٰذا تصویر کا عکس آئینہ میں بھی حرام جبکہ انسان کا عکس جائز ہے اور ٹی وی اور ویڈیو کی اسکرین پر نظر آنے والے عکوس چونکہ متحرک ہیں لہٰذا اس پر تصویر کا اطلاق نہیں ہوگا کہ تصویر ساکن وجامد ہے جبکہ یہ متحرک ہیں۔اس بارے میں فتوائے جواز کے الفاظ یوں ہیں:

”جاندار کی ساکن وجامد باقی رہنے والی صورت بنانی خود حرام ہے۔تو اس کا بنانا، بنوانا، عظمت کے ساتھ رکھنا اور نگاہ عظمت سے دیکھنا یہ سب کچھ ٹی وی اور آئینہ کے باہر بھی حرام ہے تو پھر ٹی وی اور آئینہ کے ذریعہ بھی اس کے ساتھ مذکورہ بالا سلوک حرام ہی ہوگا۔الخ یعنی زید نہیں بلکہ اس کا فوٹو آئینہ کے سامنے رکھا جائے تو آئینہ میں نظر آنے والا عکس حرام ہے کہ اصل حرام ہے، لیکن فوٹو ہٹا کر زید کھڑا ہو جائے تو حرام نہیں کہ اصل جائز تو عکس بھی جائز ہے۔یہی صورت ٹی وی میں ہے اگر زید کو نہیں بلکہ اس کا فوٹو دکھایا جائے تو حرام کہ یہ متحرک نہیں ہوگا اور اگر زید کو رکھا جائے تو یہ جائز کہ یہ متحرک ہے۔حالانکہ عکس دونوں ہیں، لیکن ایک جائز اور دوسرا حرام ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ایک میں حرکت نہیں اور دوسرے میں حرکت ہے۔“

یہاں فاضل مجوز کے نزدیک جواز وعدم جواز کی بنیاد عکوس کی حرکت وعدم حرکت ہے اس پر حضور تاج الشریعہ نے بطور معارضہ یہ فرمایا کہ:

”پھر بتاتے چلئے کہ ٹی وی پر عکس متحرک نظر آتا ہے اس کی حرکت طبعی ہے کہ قسری۔الخ“

جب فاضل مجوز نے جواز وعدم جواز کا دارومدار حرکت وعدم حرکت کو قرار دیا تو آپ نے انہیں کی زبان میں انہیں سمجھایا۔اور یہاں حرکت کی دو تجویزیں آپ نے فاضل مقابل کے سامنے رکھی ہیں کہ ٹی وی کی اسکرین پر نظر آنے والے عکوس میں حرکت طبعی ہے یا قسری۔ پھر مقابل کی دلیل سے ہی لاجواب کردیا۔

تقریب فہم کے لئے حرکت کو پیش نظر رکھیں اس حرکت کی دو قسمیں ہیں ایک حرکت ذاتیہ دوسری حرکت عرضیہ جیسا کہ پتھر کو اوپر پھینکا جائے تو صعود وہبوط دونوں صورتوں میں اس کی ذاتی حرکت ہے، لیکن وہی پتھر جب تک کسی کے ہاتھ میں تھا تو یہاں بھی حرکت ہورہی تھی، لیکن اسے ذاتی نہیں بلکہ عرضی یا تبعی حرکت کہا جائے گا ٹی وی کی اسکرین میں عکوس کی حرکت ایسی نہیں کہ اسکرین میں کوئی حرکت نہیں ہے صرف عکس میں حرکت ہے تو یقیناً یہ ذاتی حرکت ہے اور ذاتی حرکت کی تین صورتیں ہیں۔طبعی، قسری، ارادی جیسا کہ ہدیہ سعیدیہ ص ۸۴ میں ہے:

"الحركة الذاتية على ثلثة اقسام الاولى الحركة الطبعية والثانية الحركة القسرية والثالة الحركة الارادية"

ارادہ ان عکوس میں متصور نہیں کہ ان میں شعور مفقود ہے "والارادة لاتتصور بغير شعور" دوصورتیں باقی رہیں جنہیں "حضور تاج الشریعہ" نے فاضل مقابل کے سامنے رکھا کہ ان کی حرکت ذاتی طبعی ہے یا قسری، طبعی کا قائل مقابل بھی نہیں اور نہ یہ قابل التفات لامحالہ ان میں حرکت قسریہ ہوئی۔ اور جب ان عکوس میں حرکت قسر یہ ہے تو پھر مرتبۂ طبع میں یہ ساکن وجامد ہی ہوں گے۔

یہ وہی عکوس ہیں جنہیں فاضل مقابل نے متحرک کہا اور یہ بالکل اسی طرح ہوا جیسا کہ آئینہ کے سامنے فوٹو کو حرکت دیا جائے اور دیکھنے والا اس فوٹو کو دیکھے جو اس کے سامنے آئینہ میں متحرک ہے کہ اس کی حرکت سے آئینہ میں بھی فوٹو متحرک نظر آئے گا اور ٹی وی کی اسکرین میں بھی۔ جب اس کی اس حرکت قسر یہ پر مقابل کو اتفاق ہے اور اصل کے جامد وساکن ہونے کی وجہ سے اس پر عدم جواز کا فتویٰ ہے کہ اصل ناجائز تو فرع بھی ناجائز۔ اسی طرح ٹی وی کی اسکرین پر نظر آنے والے متحرک عکوس پر یہ فتویٰ کیوں نہیں؟ حالانکہ مرتبۂ طبع میں یہ بھی ساکن وجامد ہیں اور یہی مرتبہ طبع متحرک عکوس کی یہاں بھی اصل ہے۔ حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

"اب یہ ٹی وی کا عکس بھی مقتضائے طبع کے اعتبار سے ساکن وجامد ہی ہوا جو قسر قاسر سے ٹی وی میں متحرک نظر آتا ہے۔ الخ"

لہٰذا جواز کے قائل کی یہ دلیل خود عدم جواز کی تائید وحمایت میں نظر آئی۔ یہ تو صرف ایک اقتباس ہے ویسے طبعیات سے شوق رکھنے والے حضرات پوری کتاب کا مطالعہ کریں اور طبعیات میں مظہر اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ کے گہر پاروں سے مالامال ہوں۔ اس کتاب کو بغور دیکھنے والے بخوبی احساس کریں گے کہ علم طبعی کی کیسی کیسی نادر بحثیں اس میں موجود ہیں جنہیں پڑھنے کے بعد اس علم میں بھی آپ کی کامل مہارت کا ہر ایک قائل نظر آئے گا۔

حضور تاج الشریعہ کے جدید علوم کی تعداد پر ابھی انحصار کا دعویٰ قبل از وقت ہوگا کہ یہ خزانہ پوری طرح ابھی منصۂ شہود میں جلوہ گر نہیں۔ اہل علم کو "فتاوائے تاج الشریعہ" کا شدت سے انتظار ہے۔ جب وہ زیور طباعت سے آراستہ ہو کر ضیابار ہوجائے۔ پھر کوئی عالم دین بغور اس کا مطالعہ کرے۔ وہ ان علوم جدیدہ کی تعداد کو صحیح بتا سکے گا جنہیں آپ سے تعلق کا شرف حاصل ہے۔ ورنہ اس سے پہلے کوئی قلم کار جو کچھ بھی تحریر کرے گا اور اس کی تعداد بتائے گا۔ اس میں تمام وکمال کا دعویٰ مناسب نہ ہوگا۔ دور حاضر میں مسلمانوں کے لئے آپ کا مبارک وجود اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ آپ عالم اسلام کے افقہ الفقہاء ہیں۔ اعلم العلماء ہیں۔ جلوہ گاہ رضا ہیں۔ مقتدائے اہل سنت ہیں، تاج الشریعہ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے سایۂ کرم کو تادیر اہل سنت پر قائم رکھے۔ آمین



مولانا مفتی محمد شمشاد احمد مصباحی

حضور تاج الشریعہ اپنی تحقیقات کے آئینے میں

حدیث قُلَّتَین پر حضور تاج الشریعہ کی تحقیقی بحث:

تھوڑے پانی میں نجاست پڑنے سے ناپاک ہوگا یا نہیں؟ ناپاک ہوگا تو کب ہوگا؟ یہ فقہ کے اہم ترین مسائل سے ہے، فقہا و محدثین اور علماء دین میں ہمیشہ سے معرکۃ الآرا رہا ہے، اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ پانی کی تین قسمیں ہیں، اول: جاری، جیسے دریا یا نہر کا پانی، یہ قلیل ہو یا کثیر اگر اس میں نجاست پڑ جائے تو صرف اتنا ہی حصہ ناپاک ہوگا جتنے میں نجاست کا اثر ظاہر ہو، وہ بھی صرف اس وقت تک جب تک نجاست کا اثر باقی رہے پھر سب پاک ہوجائے گا۔ دوم: کنویں کا پانی جس میں پانی جمع رہتا ہے اور جیسے جیسے خرچ ہوتا رہتا ہے نیچے سوتے سے پانی آتا رہتا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ نجاست گرنے سے کنویں کا کل پانی ناپاک ہوجائے گا، مگر کنویں میں موجود پانی نکال دینے سے کنواں پاک ہوجائے گا، اس لیے کہ ناپاک پانی کی جگہ پاک پانی آگیا۔ سوم: تالاب، حوض، وغیرہ کا پانی جو اپنی حد میں محدود رہتا ہے اس میں سے نکلنے کے بعد اس کی جگہ دوسرا پانی نہیں آتا یہی دونوں قسمیں متنازع فیہ ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ امام شافعی فرماتے ہیں اگر پانی دو قُلّے سے کم ہو تو ناپاک ہوجائے گا اگر چہ نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو۔ دو قُلّے یا اس سے زائد ہو تو ناپاک نہ ہوگا جب تک کہ نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو۔۔۔۔۔۔ احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر پانی قلیل ہے تو نجاست گرتے ہی سب کا سب ناپاک ہوجائے گا، اور اگر پانی کثیر ہے تو جب تک نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو پانی پاک رہے گا۔۔۔۔۔ حضرت امام شافعی نے حدیث قلتین کو مستدل بنایا ہے۔۔۔۔۔ جسے ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، ابن حبان حاکم وغیرہ نے روایت کیا، اور اسی حدیث کو حضرت عبد اللہ بن عباس کی حدیث مرفوع "الماءُ لا یُنَجِّسُہ شَیٌٔ" کا مُخَصِّص قرار دیا۔ امام احمد قسطلانی نے ارشاد الساری شرح بخاری میں اس پر قدرے تفصیل سے بحث کی اور فرمایا "وھو مُخَصِّص لمنطوق حدیث الماء لایُنَجِّسُہ شیٌٔ" (قسطلانی ج ۱ ص ۲۶۴)
حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی نے امام قسطلانی کے قول مذکور کو محل نظر قرار دیتے ہوئے حدیثِ قُلَّتَین پر مختلف حیثیتوں سے ایسا شاندار محققانہ کلام فرمایا ہے کہ اس کو پڑھنے کے بعد ارباب علم وفن وصاحبان وفکر ونظر کی روح جھوم اٹھے گی حضور تاج الشریعہ نے آٹھ وجہوں سے حدیثِ قُلَّتَین پر

تحقیقی بحث فرمائی ہے اور ہر وجہ کے ضمن میں کثیر علمی حقائق و کمالات وفوائد ونکات کا افادہ فرمایا ہے۔آپ فرماتے ہیں "اقول فیہ نظر من وجوہ"

الأول: ان حدیث "الماءُ لاینجسہ شیٔ" محمول علی الماء الکثیر دون القلیل لأن القلیل یتنجس وفاقاً بین الفریقین فلایشملہ الحدیث وإذاکان الحدیث محمولاً علی الماء الکثیر باتفاق من الفریقین فلاعموم ، وإذقد انتفی العموم فلاتخصیص فاندفع قولہ "وھو مخصّص" مذکورہ بالا حاشیہ سے اگر ایک طرف تخصیص مذکور کا بطلان ظاہر ہوتا ہے تو دوسری طرف حضور تاج الشریعہ کی دقتِ نظر وسعت مطالعہ اور استحضار علمی کا بھی پتہ چلتا ہے اور اسلوب نگارش کی دلکشی اور الفاظ وعبارات کی سلاست وروانی اس پر مستزاد ہے -----دوسری اور تیسری وجہ میں حضور تاج الشریعہ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ حدیث قُلَّتَین کا متن اور اس کی مقدار حدیث سے ثابت نہیں ،لہذا حدیث قُلَّتَین متن کے لحاظ سے صحیح نہیں -----علامہ قسطلانی نے حدیث قُلَّتَین کے متن کے عدم ثبوت کا خود اعتراف فرمایا ہے، لیکن پھر "لکنہ رواتہ ثقات" فرماکر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ حدیث سنداً صحیح ہے-----اس مقام پر حضور تاج الشریعہ نے ارشاد الساری ،فتح الباری ،عمدۃ القاری، فتح القدیر، طحاوی وغیرہ میں پھیلی ہوئی طویل بحثوں کا محققانہ جائزہ لیتے ہوئے علامہ عینی کی تحقیق کا لب لباب چند سطور میں نہایت اختصار وجامعیت کے ساتھ بیان فرمادیا ہے، اور دلائل قاہرہ سے یہ واضح فرمایا ہے کہ حدیث قُلَّتَین متناً سنداً کسی بھی طرح ثابت نہیں بلکہ دونوں اعتبار سے اس میں اضطراب ہے اور حدیث مضطرب قابل استدلال نہیں -----اسی وجہ سے امام بخاری نے حدیثِ قلّتین کی تخریج نہ فرمائی -----اور یہ سمجھنا کہ امام بخاری نے محض اختلافِ سند کے سبب اس کی تخریج سے صرف نظر کیا صحیح نہیں، کیوں کہ بہت سی جگہوں پر امام بخاری نے اختلاف سند کی صورت میں ایک سند کو دوسری پر ترجیح دیکر حدیث کو تعلیقا ذکر کیا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس مقام پر کسی سند کو ترجیح نہ دیکر مکمل طور پر حدیث کی تخریج سے اجتناب کیا-----وجہ یہی ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث کسی بھی طرح ثابت نہ تھی -----اس مقام پر حضور تاج الشریعہ نے دعویٰ مذکورہ کے اثبات کے لیے علمی وتحقیقی ابحاث کا نتیجہ ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔ "ولم یاتِ الإمام البخاری فی ھذا المقام بشیٔ من ذٰلک کما تری ، فلاذکر الحدیث سنداً ولاتعلیقاً ولا استشھاداً أولیس ھذا دلیلاً علی أنّ الامام البخاری لم یصحّ عندہ السند ولاالمتن ولولاذلک لمَا خالف عادتہ کما لا یخفیٰ" (حاشیہ ص ۲)

وجہ رابع:- میں حضور تاج الشریعہ نے امام قسطلانی کے اس قول "لَم یُخرج المؤلف حدیث قُلَّتَین

لاختلاف الواقع فی اسنادہ" پر زبردست گرفت فرمائی ہے اور یہ واضح فرمایا ہے کہ ان کا یہ قول خود انہی کے قول سابق کے مناقض اور معارض ہے، آپ رقم طراز ہیں۔

"یوھم أنَّ الحدیث ثابت وان کان سندہٗ مختلفاًفیہ ,وھذا کما تریٰ أمر غیر معقول لیس عند الحنیفۃ فحسب بل ھو مردود حتیٰ عند من یذھب مذھبہ فی الماء من أنه لا ینجسهٗ شئ مالم یُغَیِّرہٗ طَعْمٌ أو لَوْنٌ أو رِیْحٌ وھو مذھب البخاری فی ما یبدو"۔

ولذلک قال العلامۃ القسطلانی نفسہ فی ما یاتی: وایراد المؤلف لھذا کلہ یدل علی أنَّ عندہ انَّ الماء قلیلاًکان او کثیراً لاینجس الّا بالتغیر کماھو مذھب مالک علی أنَّ ھذا مناقضۃ من العلامۃ القسطلانی لنفسہ بنفسہ ودفع للسابق با لاحق حیث اعترف اولاًبعدم ثبوت المتن کماسبق منا التنبیہ علیہ وانطلق اخراً یصحّحہ" (حاشیہ ص ۲)

مذکورہ بالا تحقیقی بحث کے پیش نظر وثوق سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تاج الشریعہ کلام شارحین کے سیاق وسباق پر نہ صرف گہری نظر رکھتے ہیں بلکہ ان کی متنوع بحثوں کا مکمل استحضار بھی ہوتا ہے جو آپ کی غیر معمولی ذکاوت وقابلیت کی روشن دلیل ہے۔

وجہ خامس:۔ میں تاج الشریعہ نے امام شافعی کی روایتوں اور ان کی مستدل حدیثوں پر اصول روایت ودرایت کی روشنی میں تفصیل سے کلام فرمایا اور فنِ حدیث واسمائے رجال کے مقتضیات وآداب کو مد نظر رکھتے ہوئے نقد ونظر، بحث وتحقیق کا حق ادا کردیا ہے اہل علم کی ضیافت طبع کے لیے حاشیہ کا یہ حصہ پیش خدمت ہے، پہلے تاج الشریعہ نے ابن دقیق العید کی کتاب "الإمام" سے یہ اقتباس نقل فرمایا قال الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ: أخبرنی مسلم بن خالد عن ابن جریج لایحضرنی ذکرہ:أنَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:"اذا کان الماء قُلَّتَیْنِ لم یحمل خُبثاً" وقال فی الحدیث: بقلالِ ھجر"قال ابن جریج "وقد رأیت قلال ھجر فالقُلَّۃ تسع قربتین او قربتین وشیئاً" اس پر تاج الشریعہ کی علمی وفنی گرفت ملاحظہ فرمائیں ۔وھذافیہ أمران أحدھما:ان الإسناد الذی لایحضرہ مجھول الرجال فھو کالمنقطع لا تقوم بہ حجۃ عند الخصم"

والثانی : أن قولہ :"وقال فی الحدیث " 'بقلال ھجر'قد یتوھم أنہ من لفظ النبی صلی اللہ علیہ وسلم"۔۔۔۔۔

اس مقام پر تاج الشریعہ نے کتب احادیث سے کثیر روایتوں کو جمع فرما کر انتہائی اصولی انداز میں گفتگو کی ہے،اور احادیث وآثار کا سنداًومتناًعلمی جائزہ لیکر دلائل نقلیہ سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ"قلال ھجر" کا لفظ رسول اللہ سے ثابت نہیں بلکہ راویٔ حدیث یحییٰ بن

عقیل کے ہیں جیسا کہ بیہقی کی روایت میں بطریق مدینہ مروی ہے، قال محمد: قلت ليحيى بن عقيل ای: فلال؟ قال: فلال هجر۔۔۔۔ کثیر الجهات بحثوں کے بعد تاج الشریعہ نے نتیجۂ بحث کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے ۔قلت "محمد بن يحيى" هذا يحتاج الى الكشف عن حاله، فهذان الوجهان ليس فيهما رفع هذه الكلمة الى النبى صلى الله عليه وسلم ولو كان، كان مرسلاً۔ فان يحيى بن عقيل ليس بصحابي ولاتقوم حجة بقول يحيىٰ اِلّا أن يثبت رفعه وروايته مسنداً، لاسيما مع مخالفة غيره له على ماسياتي ان شاء الله تعالىٰ (حاشیہ ص ۴)

وجہ سادس: ۔میں آپ نے علامہ قسطلانی کی اس حیثیت سے گرفت فرمائی کہ کیوں انہوں نے صرف حدیث قلتین کے ذکر پر اکتفا کیا جس سے اس بات کا تأثر ملتا ہے کہ اس باب میں صرف حدیث قلتین ہی وارد ہے جب کہ متعدد طرق سے الفاظ مختلفہ کے ساتھ بہت سی روایتیں وارد ہیں جو خود آپس میں متعارض ہیں نیز "إذا ولغ الكلب فی إناء أحدكم الخ اور "ولايبولنّ أحدكم فى الماء الدائم" جیسی حدیثوں کا تعارض اس پر مستزاد ہے۔۔۔۔۔۔ پھر باعتبار نقل ان کی صحت تسلیم بھی کرلیا جائے تو ان پر عمل متعذر ہے، اس مقام پر حاشیہ کی درج ذیل عبارت علمی کمالات اور فنی محاسن پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ اس قدر رواں اور شستہ ہے کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عالم عرب کا کوئی فصیح و بلیغ اور قادر الکلام مصنف یہ عبارتیں تحریر کررہا ہے۔آپ فرماتے ہیں "ومن خلال هذا الاضطراب وتعارض بعض الأحاديث مع بعض و معارضتها لأحاديث أخر تستطيع أن تعلم أنّ الرويات المتعارضة ليس لها دلالة معتبرة يؤخذ بها، فالروايات من هذه الجهة غير صحيحة ولاثابتة لأنه تعذر العمل بها وان صحت من جهة النقل (حاشیہ ص ۷)

وجہ سابع: ۔میں محشیٔ علام تاج الشریعہ نے مقدار قُلَّتَین کے تعارض کو ذکر فرمایا ہے اور اس بات کو واضح فرمایا ہے کہ قلتین کی مقدار نہ صرف مجہول ہے بلکہ مختلف روایات اور اس کی تعیین وتحدید میں منقول کثیر اقوال نے اس کو مجہول در مجہول بنادیا ہے اس مقام پر حاشیہ کی عبارت گوکہ نہایت مختصر ہے مگر فقہا ومحدثین کی کتابوں میں مذکور طویل ومبسوط بحثوں کو جامع ومحیط ہے ۔محشی علام نے اس مقام پر بھی علامہ قسطلانی کی مضبوط گرفت فرمائی ہے اور ان کے کلام میں واقع تعارض کوئی جہتوں سے واضح فرمایا ہے۔

اور اخیر میں یہ بھی افادہ فرمایا ہے کہ اگر قُلتین کی کوئی مقدار تسلیم بھی کرلی جائے تو بھی حدیث خبر واحد ہے اجماع کے درجے تک نہیں پہونچ سکتی جب کہ عبداللہ بن عباس اور عبداللہ ابن زبیر کے اس فتویٰ پر صحابہ کا اجماع قائم ہو چکا ہے جس میں ان دونوں بزرگوں نے چاہ زمزم میں حبشی کے گرنے پر پورے پانی کے نکالنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔۔۔۔۔امام قسطلانی

نے مقدار قلتین کے سلسلے میں حدیث کو مجمل قرار دیتے ہوئے یہ فرمایا تھا ''إنَّ مقدار القُلَّتَین من الحدیث لم یثبت وحینئذٍ فیکون مجملاً لکن الظاهر أنَّ الشارع إنما ترک تحدیدهما توسّعاً وَإلّا فلیس بخاف أنه علیه السلام ماخاطب أصحابه إلّا بما یفهمون و حینئذٍ فینتفی الاجمال لکن لعدم التحدید وقع بین السلف فی مقدارهما خلف''

اس پر تاج الشریعہ کا تعاقب ملاحظہ فرمائیں

۔۔۔۔ ولوتأملتَ فی صدر العبارة وعجزها یمکنک الوقوف علی ما انطوت عبارتہ من الاعتراف الصریح بالاجمال أوّلاًوالدلالة الواضحةعلی استقراره علی مادفعه فی وسط الکلام آخراً حیث قال:لکن لعدم التحدیدوقع بین السلف فی مقدارهما خلف''وهذا کماتری اقرار بما نفاہ کما لایخفی۔ثم قصاری ما یفید کلامه أنّه لا إجمال عند من خاطبهُ النبی صلی اللہ علیه وسلم بهذا الحدیث وهم الصحابة ،وهذا لا یستلزم انتفاء الإجمال عند من جاء بعدهم من التابعین، علی أنَّ أٰخِرَ کلامه وهو قوله ''لکن لعدم التحدید وقع بین السلف فی مقدارهما خلف''إن أُخِذَ السلف علی العموم وهو الظاهر فیشمل الصحابة ویُعطی کلامه أنّه کما وقع خلف فی تحدید المقدار بین التابعین کذالک جری بین الصحابة رضوان اللہ علیهم أجمعین وهذا یُؤدِّی إلی أن الحدیث لم یشتهر بین الصحابة فلم یعرفوه فضلا أن یکونوا قد تلقَّوه بالقبول، فیعود أخر کلامه نقضا لمرامه ،فیکون الحدیث مجملا عند الفریقین من الصحابة و التابعین (حاشیہ ص ۸)

وجہ ثامن:۔ میں حضور تاج الشریعہ نے علامہ عینی کی عمدۃ القاری سے کئی اقتباسات نقل فرمائے ہیں اور قُلَّتَین کی بحث کو نقطۂ کمال تک پہونچادیا ہے پھر امام ابو جعفر طحاوی کی شرح معانی الآثار سے طویل بحثوں کو نقل فرمایا اور مخالفین کی طرف سے ان پر وارد کیے گئے کئی شبہات واشکالات کا تحقیقی جواب دیکر ایک جلیل القدر حنفی امام کے دفاع کا حق ادا کردیا آپ رقم طراز ہیں: أقول:لا یخفی مافی غضون هذا المقال من تعامل علی الإمام الطحاوی ونسبته إلی ترک الحدیث أصلاً والأمر لیس کذالک فإنَّ الإمام الطحاوی رضی اللہ عنه لم یترک ما تمسّک به الشافیعة ولا تشبّث به المالکیة أصلاً بل ذکر لما تمسّکوا به محامل صحیحة تتوافق بها الآثار وتجتمع بها الأخبار وتبعُد بها عن الاضطراب ویتحقق بها القبول لکل حدیث علی وجه معقول کما لایخفی علی من تابع النظر فی کلماته فی معانی الأثار (حاشیہ ص ۱۰)

بلاشبہ تاج الشریعہ کا یہ عربی حاشیہ علوم ومعارف کا حسین گلدستہ اور فنی محاسن وعلمی کمالات کا خوبصورت مجموعہ ہے حاشیہ کو پڑھنے کے بعد آپ کی دقت نظر، وسعت علم، کثرت مطالعہ، جودت طبع، استحضار علمی اور قوت استدلال کا بخوبی

اندازہ ہوتا ہے۔حاشیۂ مذکورہ میں جس طرح تاج الشریعہ نے تحقیق مباحث، تنقیح مسائل، فتح مغلقات، اور ازالۂ شبہات فرمایا ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ تاج الشریعہ عصر حاضر کے عظیم محقق، حاضر دماغ محدث، متون و شروح پر گہری بصیرت رکھنے والے، بالغ نظر محشی اور عربی زبان و ادب پر غیر معمولی قدرت رکھنے والے ایک بلند پایہ مصنف ہیں آپ کے علمی کمالات، تحقیقی جوابات اور وقیع مقالات کو دیکھ کر بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے علوم کے سچے وارث ہیں۔۔۔۔۔۔

راویٔ حدیث "اسماعیل بن عیاش" کی ثقاہت کی بحث:

امام ترمذی نے ایک حدیث بیان کی: حدثنا علی بن حجر والحسن بن عرفة قالا: حدثنا اسماعيل بن عياش عن موسى بن عقبة عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: لا يقرأ الحائض ولا الجنب شيأً من القرآن، قال: وفي الباب عن علی، وقال ابو عيسى حديث ابن عمر حديث لا نعرفه الا من حديث اسماعيل بن عياش عن موسى ابن عقبة عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: لا يقرأ الحائض ولا الجنب وهو قول اكثر اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم والتابعين ومن بعد هم مثل سفيان الثوری وابن المبارک والشافعی واحمد واسحاق قالوا لا تقرأ الحائض ولا الجنب من القرآن شيأً الا طرف الأية والحرف ونحو ذالک ورخصوا للجنب والحائض فی التسبيح والتهليل (ج ۱ ص ۳۴)

اس حدیث کے رواۃ میں ایک مشہور راوی اسماعیل بن عیاش بھی ہیں جن پر کلام کیا گیا ہے۔اور حدیث کو ناقابل احتجاج ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔حضور تاج الشریعہ نے کل تیرہ وجہوں سے اسماعیل بن عیاش کی ثقاہت اور حفظ واتقان کو ثابت فرما کر حدیث کو قابل حجت قرار دیا ہے، بحث کے دوران اصول روایت ودرایت اور قواعد جرح وتعدیل کا پورا پورا لحاظ فرمایا ہے اور ائمہ جرح و تعدیل کے کلام سے استناد واستدلال کرتے ہوئے نہایت حزم واحتیاط کے ساتھ اپنے موقف کو ثابت کرنے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے، بلاشبہ تاج الشریعہ کا علمی وتحقیقی حاشیہ اس دور کے تحقیق طلب علما کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔۔۔۔تاج الشریعہ نے بحث کا آغاز کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ اسماعیل بن عیاش کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس سے قطع نظر، حدیث مذکور کی اصل ہے اور صحابہ وتابعین میں اکثر اہل علم کے نزدیک حدیث، معروف ومقبول ہے اور علماے فحول کی ایک جماعت نے اس سے احتجاج فرمایا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ متنِ حدیث صحیح اور ثابت الاصل ہے۔۔۔۔

اس حیثیت سے بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ جب امام ترمذی نے اس حدیث کی تخریج فرمائی تو ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا "وهو قول اكثر اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم والتابعين ومن بعدهم

مثل سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی واحمد واسحاق " یہ امام ترمذی کی طرف سے صراحت نہیں تو مثل صراحت ضرور ہے کہ حدیث ،صحیح اور اہل علم کے نزدیک متعدد طرق سے مروی ہے اگر چہ اس مقام پر ایک ہی طریق سے مروی ہے مگر اس قسم کی مشہور روایتوں میں راوی کا تفرد حدیث کے ضُعف کو مستلزم نہیں، بالخصوص جبکہ راوی ثقہ ہو اور اسماعیل بن عیاش ثقہ ہیں کیوں کہ ائمۂ اربعہ اور طحاوی نے ان کی توثیق فرمائی۔

بعض افاضل کو امام ترمذی کے اس قول "سمعت محمد بن اسماعیل یقول: إنّ اسماعیل بن عیاش یروی عن أهل الحجاز و أهل العراق أحادیث مناکیر کأنّه ضَعّف روایته عنهم فیما ینفرد به وقال: إنّما حدیث إسماعیل بن عیاش عن أهل الشام، وقال: أحمد بن حنبل: إسماعیل بن عیاش أصلح من بقیة ولبقیة أحادیث مناکیر عن الثقات" سے اسماعیل بن عیاش کے ضعف کا شبہ ہوا لیکن تاج الشریعہ کا کمال فہم وفراست دیکھیں کہ امام ترمذی کے اسی قول سے اسماعیل بن عیاش کی توثیق پر استدلال فرمارہے ہیں ،تاج الشریعہ کی دقت نظر اور قوت استدلال کی ایک ہلکی سی جھلک دکھانے کے لیے میں حاشیہ کا یہ حصہ ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، تاج الشریعہ تحریر فرماتے ہیں :أمْعِنِ النَّظر وفکّر کیف نقل عن البخاری مانقل ،ثم عقّبه فحکی عن احمد بن حنبل ما حکی وهو قوله "إنّ إسماعیل أصلح من بقیة " وأقر الإمام احمد علی ما قال ،فتحصل من هذا أن توثیق إسماعیل بن عیاش هو المعتمد عند الترمذی وأنه لم یسلّم ما حکیٰ عن البخاری ــــــ تاج الشریعہ نے امام ترمذی کے قول سے اسماعیل بن عیاش کی توثیق پر نہ صرف استدلال فرمایا بلکہ انہیں کے قول سے پیدا ہونے والے شبہ کو خود انہیں کے قول سے دفع فرمادیا، حاشیہ کا اقتباس دیکھیں اور تاج الشریعہ کی وسعتِ علم ،قوتِ نظر، اور طریقۂ استدلال کی داد دیں ،وإذ قد استقر آخر کلام الترمذی علی توثیق إسماعیل بن عیاش کما تری فلا علیک من قول الترمذی فیه "حدیث ابن عمر حدیث لا نعرفه إلّا من حدیث إسماعیل بن عیاش عن موسی بن عقبة عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: لایقرأ الجنبُ ولا الحائضُ "کیف وقد هوّن الأمر فی ذالک الترمذی نفسه حیث جا ء بما ینفی النکارة عن حدیثه ویُعلن أنّه لم یاتِ بحدیثٍ مُنکرٍ أبداً، وإنّما جاء بما هو معروف عند أهل العلم مستفیض، فهم یعلمونه ولا ینکرونه ــــــ بهذا ظهر أنّ حدیث إسماعیل بن عیاش هذا لیس بمُنکَرٍ بل هو معروف لدی أهل الحجاز و العراق جمیعاً، فانتفت عنه التهمة فی الجملة بانه یروی عن أهل الحجاز وأهل العراق أحادیث مناکیر (حاشیه تا ج الشریعه ص ۲/۱)

تاج الشریعہ نے اس نکتہ پر بھی تفصیلی بحث فرمائی ہے کہ امام ترمذی کے اس قول "حديث ابن عمر حديث لانعرفه إلّا من حديث اسماعيل ابن عياش" سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ حدیث، مُنکَر اور اسماعیل ابن عیاش ضعیف ہیں، اگر قول مذکور نکارۃِ حدیث اور ضعف راوی کو مستلزم ہو تو لازم آئے گا کہ اُن تمام جگہوں پر حدیث، منکر اور راوی ضعیف ہو جائے جہاں جہاں امام ترمذی نے قول مذکور کا اطلاق کیا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ امام ترمذی کی عادت ہے کہ جا بہ جا اس قول کا اطلاق کرتے ہیں، ترمذی شریف میں بیشتر مقامات پر دیکھا جا سکتا ہے کہ وہ "غریبٌ" کے فوراً بعد فرماتے ہیں "صحیح"۔۔۔۔۔ تاج الشریعہ نے عمدۃ القاری سے اس کی ایک نظیر بھی نقل فرمائی ہے جو درج ذیل ہے، ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث ہے "كانت النفساء تجلس على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم أربعين يوماً" وقال الحاكم صحيح الإسناد وقال الترمذي لانعرفه إلّا من حديث سهيل عن مسّة الازدية عن أم سلمة وحَسّنَه البيهقي والخطابي وقال الأزدي حديث مسة أحسنها۔ انتہیٰ (عمدۃ القاری ۳ر ص ۲۶۴)

تاج الشریعہ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اپنے موقف پر انتہائی محققانہ انداز میں استدلال فرماتے ہوئے مخالفین پر معارضہ بھی قائم فرما دیا ہے، حاشیہ کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں "وهذا أدل دليل على أنّ مجرّد التفرد لا يستلزم ضعفاً في الراوي ولا في الحديث لا سيّما إذا جاء الراوي بما يعرفه أهل العلم كما هو الشأن فيما نحن فيه، ولو كان مُجرّد التفرد أو الإغراب يوجب الضعف فماعسىٰ أن تقول في غرائب مالك وفي أحاديث فـردة وردت في صحيح البخاري وغيره لم يتابع عليها۔۔۔۔

تاج الشریعہ نے بحث کے اخیر میں اسماعیل بن عیاش کے بارے میں میزان الاعتدال اور تذکرۃ الحفاظ کے حوالے سے ائمۂ جرح وتعدیل کے بیانات کو تفصیل سے نقل کرنے کے بعد ان کا زبردست علمی وتحقیقی جائزہ لیا ہے اور ائمۂ جرح وتعدیل کے کلام سے اسماعیل بن عیاش کی توثیق پر محققانہ انداز میں استدلال فرمایا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ائمۂ کرام کے ان کلمات کا جواب بھی تحریر فرمایا ہے جس سے راویٔ حدیث کے ضعف کا شبہ پیدا ہو رہا تھا بعض بعض جگہوں پر انداز بالکل مناظرانہ ہو گیا ہے جس سے بحث میں اور جان پیدا ہو جاتی ہے ضیافت طبع کے لیے کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں۔ قوله :وقال النسائي ضعيف ۔أقول:قد مَرّ أنّه روىٰ له الأربعةُ ،ورواية هؤلاء ومن بينهم النسائي توثيق لحديثه وتوثيق له في ضمن توثيق مروياته وعلىٰ هذا فقولُه عنه "ضعيف"يشبه الاضطراب، فالمصير الى ماجرىٰ علىٰ وفق الأصيل ووافق الظاهر وهو التوثيق ۔قوله :قال ابو حاتم لين:قلتُ :الأمر هين وانت خبيز بأن التعبير إنما ينبئ عن ضعف يسير واليسر من الضعف وقلة الضط ينبئ على كثير ضبط يضمحلّ دونه

الیسر، قوله :قال یحیی بن معین :"لیس به بأس فی أهل الشام "قُلتُ:هذا اعتراف منه رحمة الله تعالیٰ بأنه ثقة فی أهل الشام، فانه رحمة الله تعالیٰ إذا قال فی رجل لیس به بأس فانما یرید أنه ثقة کما حکی عنه ابن الصلاح فی مقدمته ۔ وقوله :قال ابن عرفة :هذا الحدیث تفرد به اسماعیل بن عیاش وروِیته عن أهل الحجاز ضعیفة لا یحتج بها، أقولُ أمّا مُجَرّدُ التفرد فلیس بقادح کما فصلنا ۔وقوله :وروایته عن اهل الحجاز ضعیفة لا یحتج بها۔أقول:لایقوم به حجة عندمن صحّح حدیثه وروی له کالأربعة والطحاوی واصحاب أبی حنیفة کما مرّ مفصلاً ۔قال ابن عدی فی "الکامل "هذا الاسناد لهذا الحدیث لا یروی عن غیر اسماعیل بن عیاش وضعّفه أحمد والبخاری وغیرهما "۔ أقول هذا تصریح بأن السند ضعیف دون المتن۔وقوله:ضعّفه أحمد والبخاری وغیرهما ::أقول:قدمَرّ عن الامام أحمد مایشعر بتوثیقه وکذا تقدم من الإمام ما یقاربه، فما ذکره عنهما ممنوع، وعلی تقدیر أنّهُمَا ضعّفاه فکلامهما مضطرب لا یقوم به حُجَّةٌ ۔ قوله: وصوّب أبو حاتم وقفه علی ابن عمر رضی الله عنهما" أقول: کلا الوجهین صواب قد مرّ الجواب (حاشیہ تاج الشریعہ ص ۸/۷/۶/۵)

وقال عبد الله بن أحمد بن حنبل :عَرَضتُ علی أبی حدیثا حدثناه الفضل بنُ زیاد الطستی، حدثنا ابن عیاش عن موسی بن عقبة عن نافع عن ابن عمر ۔ مرفوعا:لاتقرأ الحائض ولاالجنب شیأمن القرآن، فقال أبی :هذاباطلٌ، یعنی أن إسماعیل وهم۔ حضور تاج الشریعہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

أقولُ:منشؤه أنّه لَمْ یَعرفْ حدیثه فإنّماحکم علی المنکر، ونظیره ماوقع من ابن حزم حیث حکم علی حدیث "أصْحَابی کالنجوم" بأنه موضوع بناء علی أنه لم یَعْرِف۔ وقوله "وهم" نشأمن نفسِ المَنشأ وقد مرّأنّه عرف من غیره فالروایة بالاخریٰ اعتضدت والی الرفع بالاخریٰ استندت فالتهمة بالوهم هوت أووهت۔ (حاشیہ ص ۱۰)

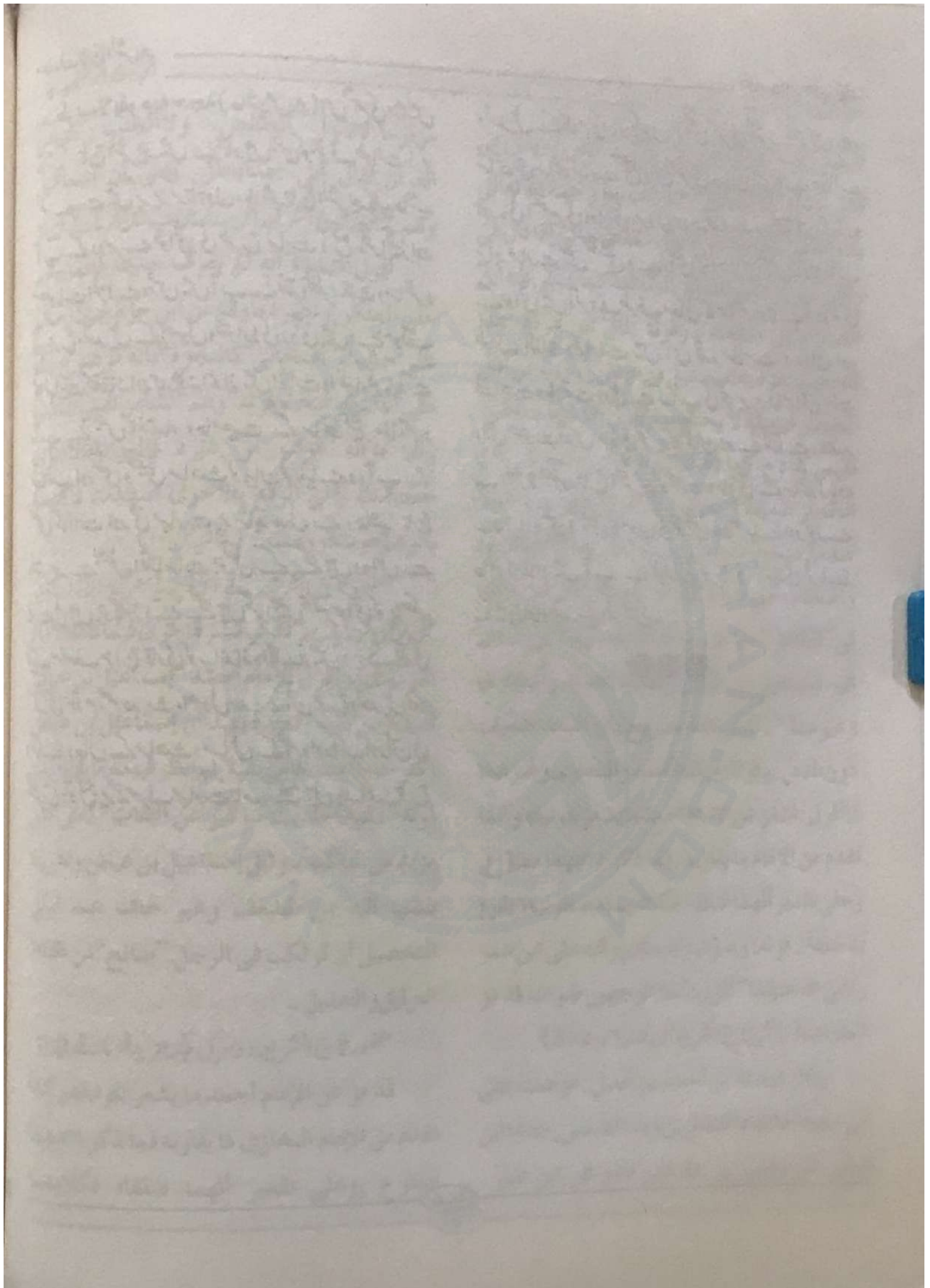
حضور تاج الشریعہ نے اس پر یہ معرکۃ الآرا حاشیہ تحریر بھی فرمایا ہے "تفکر مــرة اخریٰ فیما نقله الإمام الترمذی من قول الإمام أحمد "إسماعیل بن عیاش أصلح من بقیة "تجده یفید أن إسماعیل بن عیاش اکثر حدیثا صالحا من بقیة، ثم انظر فیه مع مایقابله من قوله "لبقیة احادیث مناکیر عن الثقات" تعثر علی مزید من التاکید بتوثیق إسماعیل بن عیاش ونفی ما نسب الیه من الضعف وغیر خاف عند اولی التحصیل أن قولک فی الرجل "صالح" من الفاظ التوثیق والتعدیل۔

حضور تاج الشریعہ دوسری جگہ مزید فرماتے ہیں:

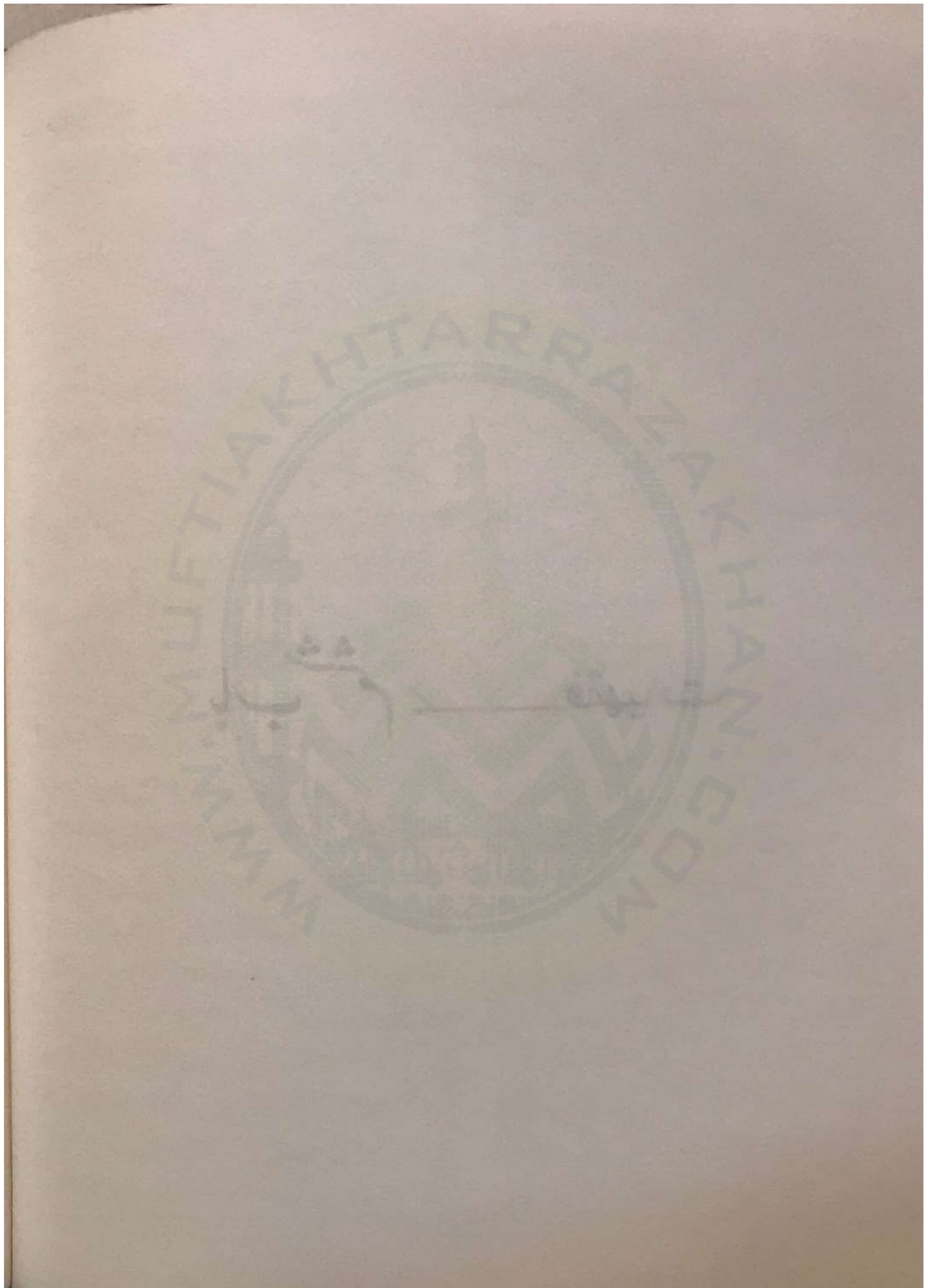
قد مرّ عن الإمام أحمد ما یشعر بتوثیقه وکذا تقدم من الإمام البخاری ما یقاربه فما ذکره عنهما ممنوع ،وعلی تقدیر أنهما ضعّفاه فکلامهما

مضطرب لایقوم بہ حجۃ (حاشیہ ص ۸) اس قسم کی مثالیں حاشیہ ' تاج الشریعہ میں بے شمار ہیں جن کو بخوف طوالت ذکر کرنے سے میں گریز کرتا ہوں، بلاشبہ تاج الشریعہ کا یہ حاشیہ آپ کے دوسرے حواشی کی طرح نہایت وقیع ،فکر انگیز اور معلومات افزا ہے، جس میں آپ نے نقد و نظر، بحث و مناظرہ اور جرح و تعدیل کے اصول و ضوابط کی روشنی میں اپنے موقف کا نہایت محققانہ اور محدثانہ انداز میں اثبات و اظہار فرمایا ہے ،آپ نے جس اختصار و جامعیت کے ساتھ کثیر مفاہم و مطالب اور علمی و تحقیقی مباحث کو بیان فرمایا ہے وہ آپ کے علمی کمالات اور فنی مہارت پر شاہد عدل ہے ، حاشیۂ تاج الشریعہ سے بعض اقتباسات جو نقل کیے گئے ہیں وہ اس سے بہت کم ہیں جو چھوڑ دیے گئے ہیں مگر انہیں مختصر حواشی کو پڑھکر ایک منصف مزاج قاری کو یہ اندازہ لگانے میں دیر نہ لگے گی کہ محشی علام، علم حدیث، اصول حدیث، فن جرح و تعدیل اور اسمائے رجال کے مباحث و مسائل کے فہم و ادراک اور ان کی تشریح و توضیح پر نہ صرف مہارت تامہ رکھتے ہیں بلکہ ائمۂ جرح و تعدیل کے کلام کی باریکیوں پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ نہایت فصیح و بلیغ عربی زبان میں اپنے مطالب اور مافی الضمیر کی ادائیگی پر اس درجہ قدرت رکھتے ہیں کہ ذرہ برابر عبارت میں شکستگی و بے ربطی کا احساس نہیں ہوتا، آپ کے حواشی میں اگر ایک طرف معانی کا تلاطم ہوتا ہے تو دوسری طرف الفاظ و عبارات میں اس قدر سلاست و روانی اور فصاحت و بلاغت ہوتی ہے کہ آپ کی تحریر پر امام اہل سنت ،اعلی حضرت قدس سرہٗ کی تحریر کا گمان ہونے لگتا ہے۔ اللہ رب العزۃ حضور تاج الشریعہ کو صحت و سلامتی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ علمی و تحقیقی کاموں کی توفیق عطا فرمائے اور پورے عالم اسلام میں آپ کے فیضان کو جاری و ساری فرمائے ۔آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔





باب ششم ـــــــ فقہیات



مولانا نفیس احمد رضوی مصباحی

حضور تاج الشریعہ کی فقہی بصیرت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (توبہ ۱۲۲)

اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ (فقہ) حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں" (کنز الایمان)

حدیث شریف میں فقہ اور فقیہ کی فضیلت کے تعلق سے ارشاد ہوا:

"من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین"

(مشکوٰۃ شریف)

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے۔ اصطلاح میں فقہ کا معنی ہے "العلم بالاحکام الشرعیہ من ادلتھا التفصیلیۃ" (توضیح تلویح) تفصیلی دلیلوں سے احکام شرعیہ کا جاننا۔ حقیقت میں علم فقہ عطائے ربانی ہے جس کے حصول کے لئے توفیق خداوندی اور ماہر علم کی صحبت نشینی از حد ضروری ہے، مجدد اعظم امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"آج کل درسی کتابیں پڑھنے پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازہ میں داخل نہیں ہوتا، علم الفتوی پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ مدتہا طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو۔"

فقہ کی باضابطہ تدوین امام اعظم ابو حنیفہ نے دوسری صدی ہجری میں فرمائی اور ہر عہد میں علما ربانیین نے اس کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ انجام دیا، ماضی قریب کے فقہا میں مجدد اعظم امام احمد رضا کی ذات بابرکت فقہ حنفی کی تحقیقات کے میدان میں بہت ممتاز و نمایاں ہے جس کا اندازہ فتاوی رضویہ میں موجود مسائل کی تحقیقات و تنقیحات سے لگایا جا سکتا ہے۔ مجدد اعظم کے بعد آپ کی بارگاہ کے فیض یافتہ علما و محققین نے بھی فقہ کے میدان میں کارہائے نمایاں انجام دیئے جن میں حضور حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا قادری، تاجدار اہل سنت مفتی اعظم ہند، علامہ مصطفیٰ رضا خاں، ملک العلما حضرت علامہ سید ظفر الدین بہاری، صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی اور دیگر اکابر اہل سنت شامل ہیں۔

تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان قادری ازہری

دام ظلہ انہیں سر برآوردہ ہستیوں میں سے ہیں، جنہیں فیضان رضا سے وافر حصہ ملا، آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے نقیب و ترجمان اور علوم رضا کے وارث و امین ہیں، آپ کو بہت سے علوم و فنون پر کامل دسترس حاصل ہے، خصوصاً علم فقہ آپ کا نشان امتیاز ہے، شریعت کا تاج بن کر آپ نے فقہ حنفی کی چمک سے دنیائے سنیت کو تابناک کیا اور فقہ حنفی کی تبلیغ و اشاعت کی عظیم خدمت انجام دی، احکام شرع کی علتوں کی معرفت، جزئیات کا مکمل استحضار، مسائل پر گہری نظر آپ کے ایسے امتیازی اوصاف ہیں جن سے آپ کی فقہی بصیرت اور تبحر علمی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ زیر نظر مقالہ میں تاج الشریعہ کی فقہی بصیرت و معرفت پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

نس بندی کا مسئلہ: ۱۹۷۶ء۔ ۱۹۷۷ء میں اندرا گاندھی کے زمانے میں نسل کشی کا قانون نافذ کیا گیا اور نس بندی کو جائز کرنے کی ناپاک سعی کی گئی، دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری طیب قاسمی اور دیگر علمائے دیوبند نے اس کے جواز پر فتویٰ بھی جاری کر دیا، ایسے پر خطر ماحول میں حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے حق گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بلا خوف لومۃ لائم نس بندی کی حرمت کا فتویٰ صادر فرمایا، حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے حکم پر تاج الشریعہ نے بھی اس سلسلے میں ایک تفصیلی فتویٰ تحریر فرمایا، جس کی تصدیق خود حضور مفتیٔ اعظم ہند، قاضی عبدالرحیم بستوی اور علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی جیسے جید علما نے کی۔ تاج الشریعہ نے اس فتویٰ میں مجوزین کے تمام امکانی دلائل کی تردید کرتے ہوئے اس کے حرام و گناہ ہونے پر ناقابل تردید دلائل پیش کیے، جن سے آپ کی فقہی بصیرت صاف طور سے عیاں ہوتی ہے۔ نس بندی کو جائز قرار دینے والوں نے ختنہ پر اسے قیاس کرنے کی کوشش کی، جب کہ دونوں میں قیاس کی کوئی علت نہیں۔ تاج الشریعہ نے ختنہ پر قیاس درست نہ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

''نس بندی کو ختنہ پر قیاس کرنا جائز نہیں، بایں وجہ کہ وہ دلیل شرعی سے جائز ہوا ایسی ہی دلیل اس کے لئے بھی مطلوب ہے جو اس کو تغییر خلق اللہ کے عموم سے خاص کر کے نکال دے اور وہ یہاں مفقود ہے۔ پھر یہ کہ ختنہ اصلاً تغییر خلق اللہ ہے ہی نہیں کہ جب وہ شرعاً مطلوب ہے تو معلوم ہوا کہ اس کھال کو رب العزت نے کٹنے ہی کے لئے پیدا فرمایا اور پھر اس کے کاٹنے میں فائدہ نظافت عضو ہے اور نظافت شرعاً و عرفاً محمود و مقصود تو معلوم ہوا کہ تغییر خلق اللہ ایسے جزو بدن کو کاٹنا ہے، جس کا شرع مطہر نے حکم نہ فرمایا۔''

فقہا نے ضرورت شرعیہ کے وقت عورت کو رحم کا منھ بند کرنے کی اجازت دی ہے، اس مسئلہ کو بھی نس بندی کے لئے دلیل جواز بنانے کی کوشش کی گئی، مگر تاج الشریعہ عبارات فقہاء اور اصول فقہ کی روشنی میں اس کی عمدہ تحقیق فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''فقہا نے عورت کو بضرورت شرعیہ اپنے رحم کا منھ بند کرنے کی اجازت دی ہے، اور وہ بھی بطور بحث فرمایا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ مذہب حنفی کی اس باب میں کوئی روایت نہیں۔ بس بعض فقہا کی ایک بحث ہے اور اگر اسے اجازت مان لیں تو وہ بر بنائے ضرورت ہے اور یہاں ضرورت

نہیں اور فقر و فاقہ کا خوف موہوم ہرگز ضرورت شرعیہ نہیں۔"

اولاً سد فم رحم بعض فقہا کی ایک بحث ہے جس سے اجازت ثابت نہیں۔ ثانیاً اسے اجازت مان لینے کی صورت میں وہ بقدر ضرورت ہے اور نس بندی میں ضرورت ثابت نہیں اس لئے اسے بھی دلیل جواز نہیں بنایا جاسکتا۔ تاج الشریعہ نے یہاں ضرورت پر عمدہ گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"الاشباہ والنظائر میں فرمایا و ما ابیح للضرور فیتقدر بقدرھا اس کا مقتضی یہ ہے کہ سد فم رحم اسی صورت میں جائز ہو کہ عزل وغیرہ ادویہ فرجہ کی تدبیر نہ بنے اور نیز یہ کہ اتنی ہی دیر تک اس کی اجازت ہو، جب تک ضرورت قائم ہو۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ سد فم رحم وغیرہ تدابیر عارضی ہیں نہ کہ دوامی اور نس بندی منع حمل کی دائمی تدبیر ہے۔"

نس بندی جائز ٹھہرانے والے عزل کو بھی بطور دلیل پیش کرتے ہیں، جبکہ تاج الشریعہ نے چار وجوہ سے عزل پر اس کا قیاس باطل و مردود قرار دیا جیسا کہ فرماتے ہیں:

اولا: عزل اپنی منکوحہ سے جائز اس میں شرعاً و عقلاً کوئی بے حیائی نہیں اور نس بندی سے بے حیائیوں کا ارتکاب و اللّٰہ لا یامر بالفحشاء۔

ثانیا: عزل بے ضرر ہے اور اس میں ضرر ہے تو اگر اجازت بھی ہو تو جائز و بے ضرر طریقہ موجود ہوتے ہوئے ایک حرام و مضر طریقے کی شرعاً اجازت نہیں ہوسکتی۔

ثالثا: عزل عارضی تدبیر ہے اور یہ تعقیم دائمی ہے اور یہ شرعاً حرام ہے۔

رابعا: عزل کو بھی حدیث میں ناپسند فرمایا گیا اور اس کے متعلق ارشاد ہوا ذلک الواد الخفی یہ خفیہ طور پر اولاد کشی ہے گو اس میں ناپسندیدگی اس طریقہ مروجہ سے کم ہے، تو جب عزل ہی کو شرع مطہر نے ناپسند فرمایا تو یہ عمل عزل کی اگر نظیر ہے تو ناپسندیدگی اور منافات مقصد شرع میں ہے بلکہ اس سے کئی گنا زائد ہے۔"

ٹائی کی تحقیق: تاج الشریعہ سے ٹائی پہننے کے تعلق سے ایک استفتا کیا گیا، جس کے جواب میں آپ نے شرح و بسط کے ساتھ ایک محقق و مدلل رسالہ تحریر فرمایا، جس میں فقہا کی عبارات اور محققین کی تحقیقات کی روشنی میں آپ نے اس کے اشد حرام ہونے اور اسے باندھنے والے پر عند الفقہا حکم کفر ہونے کی کامل وضاحت فرمائی، ٹائی کے کفری شعار ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"کراس (cross) جسے مسلم و غیر مسلم سب بالاتفاق عیسائیوں کا نشان مانتے ہیں، اس کراس کا اطلاق جس طرح اس معروف نشان پر ہوتا ہے، اسی طرح وہ تختہ جس پر بقول نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ پھانسی دی گئی، کراس اس کا مصداق ہے۔"

جب کراس بالاتفاق عیسائیوں کا مذہبی نشان ہے اور ٹائی اس کے مشابہ ہے تو ٹائی عیسائیوں کا کفری شعار ہوا۔ کراس کی تحقیق کرتے ہوئے تاج الشریعہ نے انگریزی کی ایک متداول لغت کے حوالے سے اس کا معنی سولی، صلیب، اشارہ صلیب، چلیپا بیان کیا اور ٹائی کے کراس اور

شبیہ کراس ہونے کی ایسی تحقیق انیق فرمائی، جس سے آپ کی فقہی بصیرت اور علوم وفنون پر کامل دسترس ثابت ہوتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

''من جملہ ٹائی مکمل کراس مع شئ زائد ہے کہ اس میں پھانسی کا پھندا بھی ہے اس پر بوٹائی (bowti) کو قیاس کر لیجئے اس کے گلے میں بندھنے سے بھی کراس کی شکل بنتی ہے، جیسا کہ اس شکل سے ظاہر ہے اور کراس اور شبیہ کراس عیسائیوں کا مذہبی نشان ہے تو ٹائی کو کراس خواہ شبیہ کراس مانو بہر صورت وہ عیسائیوں کا مذہبی شعار ہے اور جو چیز کافروں کا مذہبی شعار ہو وہ ہر گز روانہ ہوگی، اگر چہ معاذ اللہ کیسی ہی عام ہو جائے۔ اہل بصیرت کو تو خود ٹائی کی شکل سے اس کا حال معلوم ہو گیا، مگر اس کی عیسائیوں کے یہاں اتنی اہمیت ہے کہ مردہ کو بھی ٹائی پہناتے ہیں، تو ضرور یہ ان کا مذہبی شعار ہے جو مسلم کے لئے حرام اور باعث عار ونار ہے۔''

جدید ذرائع ابلاغ سے استفاضہ شرعیہ کا ثبوت: بعض سمیناروں میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ چند موبائل یا ٹیلیفون سے حاصل ہونے والی خبر، خبر مستفیض ہے، جس پر عمل ضروری ہے کیوں کہ یہ شہادت کے قبیل سے نہیں، بلکہ خبر ہے لہٰذا اس میں مخبر کا حاضر ہونا ضروری نہیں۔ مخبر اگر دور ہو اور اس کی خبر کسی آلہ کے ذریعہ سنی جائے تو بھی یہ خبر ہے اور مخبر اگر چند ہوں مثلاً چار، چھ، نو، بارہ تو خبر مستفیض ہے۔

''خبر مستفیض'' کے مسئلہ پر تاج الشریعہ نے ایک مدلل کتاب تصنیف فرمائی، جس میں استفاضہ شرعیہ کی تحقیق کرتے ہوئے اس کے خبر متواتر کے مترادف ہونے کو واضح کیا اور کہا کہ خبر مستفیض میں مخبرین کا قاضی کی مجلس میں حاضر ہونا ضروری ہے اور جدید ذرائع ابلاغ میں مخبرین کا حاضر ہونا مفقود ہے، اس لئے ان سے استفاضہ شرعیہ کا تحقق نہیں ہوسکتا۔ تاج الشریعہ نے شیخ مصطفیٰ رحمتی، علامہ عبدالغنی نابلسی اور امام احمد رضا قادری کے حوالے سے استفاضہ کی تعریف ذکر کرنے کے بعد تعریف میں مذکور لفظ خبر کا مفہوم واضح کرتے ہوئے فرمایا:

''صحت خبر کا مدار محض سماع پر نہیں بلکہ منجملہ شرائط معتبرہ اتصال بھی درکار ہے، اتصال بے ملاقات متصور نہیں''۔ (جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت کی شرعی حیثیت ص ۳۰)

فقہا کی عبارتوں سے ثابت ہے کہ خبر مستفیض اور خبر متواتر دونوں مترادف ہیں، لہٰذا جن امور کا اعتبار ''خبر متواتر'' میں ہے ''خبر مستفیض'' میں بھی ان کا اعتبار ہوگا۔ تاج الشریعہ نے ''تاتار خانیہ'' اور ''البحر الرائق'' کی عبارتوں سے خبر مستفیض اور خبر متواتر میں ترادف واضح کرنے کے بعد لکھا:

''خبر مستفیض، خبر متواتر کا مترادف ہے اور متواتر اعلیٰ درجہ کی خبر صحیح ہے، جس میں راوی کا مرتبہ تحمل اور مرتبہ ادائے خبر میں حاضر ہونا ضروری ہے اور اتنی بات پر جملہ محدثین کا اتفاق چلا آرہا ہے۔'' (ایضاص ۲۴)

خبر متواتر اور مستفیض میں ترادف ہونے کی وجہ سے خبر مستفیض میں بھی مرتبہ تحمل اور ادائے خبر میں مخبر کا حاضر ہونا ضروری ہے، جبکہ موبائل فون میں حاضری متصور نہیں، اس لئے موبائل فون سے حاصل ہونے والی خبر کو استفاضہ شرعیہ میں کافی جاننا فقہا کی تصریحات اور باب استفاضہ میں اصو

لین کے امر متفق علیہ (مرتبہ تحمل اور ادائے خبر میں حاضر ہونا) کے خلاف ہے۔ اور یہاں ضرورت وحاجت کا سہارا بھی نہیں لیا جاسکتا کیوں کہ رویت ثابت نہ ہونے کی صورت میں شرع نے اکمال عدت کا حکم فرمایا ہے۔ تاج الشریعہ نے اس مقام پر ضرورت وحاجت کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

"اصل حکم سے عدول کے لئے حقیقتاً تعذر اور سچی حاجت صحیحہ شرعیہ مطلوب ہے، جو یہاں مفقود ہے۔ کسی شہر سے دوسرے شہر میں شہادت شرعیہ کا حصول یا استفاضہء مقبولۂ شرع کا تحقق نہ ہو سکے تو اس کا تعذر تعمیل اصل حکم کا تعذر کیوں کر ٹھہرے گا اور کون سی حاجت اکمال عدت شہر (مہینہ) سے مانع ہوگی اور جب یہاں اصل حکم کہ تکمیل عدت شہر ہے، پر عمل ممکن بلکہ لازم تو پھر کیا ضرورت کہ ٹیلیفون وغیرہ اسباب کو امور شرع میں دخیل کیا جائے اور خواہی نہ خواہی ٹیلیفون، موبائل، فیکس، ای میل وغیرہ کو بر خلاف تصریحات فقہا معتبر مانا جائے۔" (ایضاص ۳۸)

یہ عذر بھی پیش کیا گیا کہ ممکن ہے اس روز روزہ کا دن یا عید کا دن ہو اس لئے ٹیلیفون وغیرہ کا اعتبار نہ کرنے کی صورت میں فساد صوم وعید ہوگا اور بد مذہبوں کی پیروی میں عقیدہ بھی فاسد ہوگا، لہٰذا ان فسادات سے بچنے کے لئے جدید ذرائع ابلاغ کا اعتبار ضروری ہے ۔ تاج الشریعہ ان فسادات موہومہ کا فساد ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"اس مفسدہ کا ازالہ ٹیلیفون فیکس وغیرہ اسباب غیر معتبرہ دربارۂ رویت معتبر ٹھہرا کر کیوں کر متصور بلکہ یہ مفسدۂ فساد صوم اس صورت میں بھی موجود اور امر غیر شرعی کو شرعی جاننا خود فساد عقیدہ ہے تو اس صورت میں بھی فساد عقیدہ نقد وقت ہے اور ائمہ مذہب کی تصریحات کو بالائے طاق رکھنا ایک گونہ غیر مقلدیت ہے۔" (ایضاص ۳۸)

رویت کے باب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ٹیلیفون کا اعتبار نہیں فرمایا ہے، کیوں کہ آواز آواز کے مشابہ ہوتی ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"علما تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز مسموع ہو اس پر احکام شرعیہ کی بنا نہیں ہو سکتی ہے کہ آواز آواز سے مشابہ ہوتی ہے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد ۴ ص ۵۲۷)

دوسرے مقام پر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"ٹیلیفون دینے والا اگر سننے والے کے پیش نظر نہ ہو تو امور شرعیہ میں اسکا کچھ اعتبار نہیں۔ اگر چہ آواز پہچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے۔" (ایضاج ۴ ص ۵۲۹)

فتاویٰ رضویہ شریف کی دونوں عبارتوں سے واضح طور پر ثابت ہے کہ ٹیلیفون کا رویت میں کوئی اعتبار نہیں ہے، اگر متعدد ٹیلیفون یا متعدد فیکس وغیرہ سے استفاضہ کا ثبوت ہوتا تو ضرور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اس کا ذکر فرماتے۔ تاج الشریعہ مجوزین پر ایراد قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سوال یہ ہے کہ جب استفاضہ متعدد ٹیلیفون اور متعدد فیکس وغیرہ سے موصول ہونے کی صورت میں متصور تھا تو اعلیٰ حضرت نے استفاضہ کے بیان میں یہ صورت کیوں نہ لکھی؟ اور جب ٹیلیفون کی خبر کو غیر معتبر ٹھہرایا تو متعدد فونوں کے موصول ہونے کا استثناء فرما کر اسے استفاضہ کیوں نہ قرار دیا۔" (جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت کی

شرعی حیثیت ص ۳۹)
موبائل، ٹیلیفون کو نا خدا ترسوں کے دھوکہ فریب اور جھوٹ سے محفوظ رکھنے کی شرط پر استفاضہ ثابت ہونے کی واضح تردید مختلف وجوہ سے کرنے کے بعد تاج الشریعہ نے بڑے اہم فقہی نکتہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:
"مذکورہ طریقے اور اس کے علاوہ دوسرے طریقے جن میں مدار ٹیلیفون، موبائل، ای میل، فیکس پر ہے، وہ خود مستقل طور پر قابل اعتبار نہیں، بلکہ محتاج تصدیق ہیں اوران کی تصدیق ٹیلیفون، موبائل، ای میل، فیکس سے نہیں ہوسکتی کہ اندیشے سے خالی نہیں اور مشتبہ مشتبہ کا مصدق نہیں ہوسکتا اور فیکس ای میل اگرچہ دس گیارہ ہوجائیں یوں ہی فون اگرچہ متعدد ہوں بمنزلۂ استفاضہ نہیں ہوسکتے۔" (ایضاص ۴۲)
یہ بھی کہا گیا کہ علامہ شیخ مصطفی رحمتی علیہ الرحمہ کی تعریف استفاضہ ان کے زمانے کے لحاظ سے ہے، جب حصول خبر کے لئے جدید ذرائع ابلاغ نہیں تھے اب زمانہ کے تغیر سے حصول خبر کے ذرائع بدل جائیں گے۔ تاج الشریعہ نے اس سلسلے میں اہم فقہی نکتے کی رہنمائی کی اور فرمایا کہ علامہ شیخ مصطفی رحمتی علیہ الرحمہ کی تعریف استفاضہ ہر زمانے کے لحاظ سے ہے کیوں کہ اس تعریف میں خبر شہادت کے درجہ میں ہے، جس پر عبارات فقہا اور کئی قرائن دلالت کرتے ہیں جب یہ خبر شہادت کے مرتبہ میں ہے اور طریقہ شہادت ہر زمانے میں یکساں رہا ہے تو ان کی تعریف کسی خاص زمانے کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ ہر زمانے کے لئے ہے۔ تاج الشریعہ فرماتے ہیں:
"اور جب اس خبر میں رنگ شہادت ہے اور شہادت میں ہر زمانے کا دستور جواب تک چلا آرہا ہے کہ شہادت مجلس قاضی میں ادا ہوتی ہے، تو علامہ رحمتی کی تعریف استفاضہ محض اپنے زمانے کے لحاظ سے نہیں ہر زمانے کے لحاظ سے ہے۔"
(ایضاص ۵۰)
ثبوت رویت کے لئے کتاب القاضی الی القاضی بھی حجت شرعیہ ہے جو شہادت شرعیہ سے مشروط ہے اس لئے فیکس یا ای میل کے ذریعہ اس کا بھی تحقق نہ ہوگا کیوں کہ فیکس وای میل میں شرعی شہادت مفقود ہے، اس سلسلے میں قاضی کے خط یا فرستادہ کا مسئلہ ذکر کر کے تاج الشریعہ فیکس وغیرہ کے کتاب القاضی کے درجہ میں نہ ہونے کی علت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
"کتاب القاضی الی القاضی بالاستقلال حجت شرعیہ نہیں بلکہ شہادت شرعیہ سے مشروط ہے اسی قاضی کا خط بذریعہ ڈاک یا قاضی کے فرستادہ کے ہاتھ سے دوسرے قاضی کو پہونچے تو ہرگز قبول نہیں، تو فیکس، ای میل وغیرہ بمنزلہ کتاب القاضی الی القاضی کیسے ہوجائیں گے۔" (ایضاص ۵۵)
چند سطروں کے بعد فرمایا:
"کتاب القاضی بھی نقل شہادت میں شہادت علی الشہادۃ کے مشابہ ہے اس لئے اس کا حکم بھی یہی ہوگا یعنی ضروری ہوگا کہ قاضی کا مکتوب بعد تحقق شروط مطلوبہ گواہان عدول لے کر دوسرے قاضی کے پاس جائیں ورنہ یہ نقل شہادت نہ ہوگی۔"
(ایضاص ۵۵)
کتب فقہ میں اعلان رویت میں حاکم کے حکم سے چلائی گئی توپ کی آواز کا بھی اعتبار کیا گیا ہے۔ اور اعلان

رویت کی حد شہر وحوالی شہر قرار دیا گیا ہے۔ تاج الشریعہ نے توپ پر ٹیلیفون کے قیاس، اسی طرح شہر وحوالی شہر سے آگے اعلان رویت کے اعتبار کی تردید کرتے ہوئے مجدد اعظم امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالے سے فرمایا:

"اعلی حضرت عظیم البرکت نے توپ کی آواز کو بعد تحقق رویت شہر وحوالی شہر کے لئے اعلان کافی مانا ہے یا غیر محدود علاقے کے لئے بر تقدیر اول موبائل کی خبر دوسرے شہر کے لئے کیوں کر حجت شرعیہ ہوسکتی ہے۔ بر تقدیر ثانی اعلی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلمات سے یہ دکھایا جائے کہ توپ کا اعلان حوالی شہر کے علاوہ جہاں آواز توپ نہ پہونچے بھی معتبر ہے۔" (ایضاص ۷۵)

چلتی ٹرین میں نماز اور تاج الشریعہ کی تحقیق: چلتی ٹرین میں فرض وواجب نمازوں کی ادیگی کے بارے میں مجدد اعظم امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا ہے:

"(ریل) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں، تو منع من جہت العباد ہوا اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے۔" (فتاویٰ رضویہ، ج ۳، ص ۴۴)

اس عبارت کی روشنی میں مجلس شرعی کی جانب سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ حنفیہ کے نزدیک مفہوم مخالف نصوص کتاب و سنت میں اگرچہ معتبر نہیں، مگر عبارت فقہا وکلام علما میں ضرور معتبر ہے اس لئے (ٹرین) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جہت العباد ہوا سے واضح ہے کہ اول کے لئے روکنے اور دوم کے لئے نہ روکنے کے سبب منع من جہت العباد ہونے کا حکم ہے اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اگر دونوں کے لئے روکی جائے تو سرے سے منع ہی نہیں اور اگر دونوں کے لئے نہ روکی جائے تو منع من جہت العباد نہیں خود اسی عبارت سے مستفاد ہوا کہ کہ اب ٹرین چونکہ کسی فرد یا افراد کے کام کے لئے نہیں روکی جاتی تو منع من جہت العباد نہ رہا لہٰذا چلتی ٹرین پر ادائے نماز کے بعد اعادہ کا حکم بھی نہ رہا۔ تاج الشریعہ نے مفہوم مخالف اور منع من جہت العباد کی تشریح وتوضیح کرتے ہوئے فتاویٰ رضویہ کی مذکورہ عبارت میں مفہوم مخالف کے اعتبار اور منع من جہت العباد کی نفی کی ایسی واضح تردید فرمائی جس سے عبارت اعلی حضرت پر انکی دقت نظر اور فقہی جزئیات کے کامل استحضار کا ثبوت ملتا ہے۔ تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

"تو منع من جہت العباد ہوا کا تعلق اقرب مذکور سے ہے جو بلا فصل اس سے لگا ہوا ہے یعنی نماز کے لئے نہیں (روکی جاتی) کہ جملہ اخیر یا تو منع من جہت العباد ہوا سے مرتبط اور متصل ہے یا جملہ تو منع من جہت العباد ہوا کا تعلق ابعد مذکور سے ہے جس کے درمیان نماز کے لیے نہیں (روکی جاتی) فاصل ہے بر تقدیر ثانی ابعد مذکور کو اختیار کر نے کی کیا وجہ؟ حالاں کہ جملہ نماز کے لئے نہیں (روکی جاتی) اس کو منفصل کر رہا ہے۔ کیا ان دونوں جملوں میں یعنی انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے اور منع من جہت العباد ہوا میں کوئی ربط ہے؟ اگر ہے تو بالدلیل واضح کیا جائے۔ پھر نماز کے لئے نہیں (روکی جاتی) کہہ کر متصلاً فرمایا تو منع من جہت العباد ہوا کیا اس کا حاصل یہ نہیں کہ نماز کے لیے نہ روکنا

یہی منع من جہت العباد ہے اور اختیار عبد سے ناشی ہے، جس طرح انگریزوں کے کھانے کے لئے روکنا اختیار عبد سے ناشی ہے تو یہ دونوں یعنی (۱) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکتے ہیں (۲) نماز کے لئے نہیں (روکتے) دونوں ایک علت کے معلول ہیں اور اختیار عبد ہے۔"

(چلتی ٹرین میں فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم ص ۲۲)

تاج الشریعہ نے فتاویٰ رضویہ کی عبارت سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ منع من جہت العباد کا تعلق دوسرے امر یعنی نماز کے لئے نہیں سے ہے نہ کہ پہلے امر یعنی انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے۔اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے دوسرے مقام پر آپ فرماتے ہیں:

"دونوں امر یعنی انگریزوں کے کھانے کے لئے ٹرین روکنا اور نماز کے لئے نہ روکنا کو منع من جہت العباد کہ اصل کیوں کر قرار دیا جاسکتا ہے اور منع من جہت العباد دونوں کی فرع کیسے ہوسکتی ہے، حالاں کہ انگریزوں کے کھانے کے لئے ٹرین روکی جاتی ہے مثبت ہے نماز کے لئے نہیں (روکی جاتی) منفی ہے مثبت ومنفی باہم متضاد ہیں یا ایک ہی چیز ہیں؟ انگریزوں کے کھانے کے لئے روکی جاتی ہے اس میں منع من جہت العباد کہاں ہے؟ اور جب اس میں منع من جہت العباد نہیں تو اس پر منع من جہت العباد ہوا کیسے متفرع ہوگا؟ اور جب دونوں بلحاظ اثبات ونفی ایک دوسرے کی ضد ہیں تو ایک کو دوسرے کے ساتھ ملانا کیوں کر ممکن؟" (ایضاً ص ۶۰)

جب فتاویٰ رضویہ کی عبارت سے یہ ثابت ہے کہ منع من جہت العباد کا تعلق امر اول سے ہے تو مفہوم موافق کے ہوتے ہوئے مخالف کی ضرورت نہیں۔دونوں کے لئے ٹرین نہ روکنے کی صورت میں منع من جہت العباد کی نفی ماننے پر تاج الشریعہ نے بطور معارضہ فرمایا:

"اگر دونوں کے لئے روکی جائے تو ضرور فعل عبد ہے کہ عبد کی طرف مسند ہے اسی طرح اگر دونوں کے لئے نہ روکی جائے جب بھی فعل عبد ہے کہ عبد کی طرف مسند ہے اور فعل عبد پر احکام شرع ضرور متوجہ ہوں گے ورنہ لازم آئے گا کہ بندے کا کوئی فعل حکم شرع سے خالی ہو اور جب یہ فعل عبد ہے کہ اس کے اختیار سے ناشی ہے اسی کی طرف اس کی اسناد ہوتی ہے تو یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ اگر دونوں کے لئے نہ روکی جائے تو منع من جہت العباد نہیں۔" (ایضاً ص ۳۴)

اس مقام پر تاج الشریعہ نے یہ بھی افادہ فرمایا ہے کہ منع من جہت العباد کا مدار صرف فرد خاص یا چند افراد کے حق میں ممانعت سے نہیں بلکہ عام ممانعت کی صورت میں بھی منع من جہت العباد ہوتا ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا ہے:

"ریل میں ہے اور اس درجے میں پانی نہیں اور دروازہ بند ہے تیمم کرے لأنه كالمحبوس في معنى العجز مگر جب پانی پائے طہارت کر کے نماز پھیرے لأن المانع من جهة العباد۔" (فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۶۱۴)

مذکورہ مسئلہ میں عام ممانعت کے باوجود منع من جہت العباد ہے اسی لئے پانی ملنے کی صورت میں اعادہ تیمم کا حکم ہے، جب کہ مال جانے یا ٹرین چلی جانے کی صورت میں بلا اعادہ تیمم جائز ہے کیوں کہ اس میں خوف من جانب اللہ ہے

جو عذر سماوی ہے اس مسئلہ پر چلتی ٹرین میں نماز کے مسئلہ کا قیاس، قیاس مع الفارق ثابت کرتے ہوئے تاج الشریعہ رقم طراز ہیں:

"ریل کا روکنا بندوں کے اختیار میں ہے تو رکی ہوئی ریل پر نماز پڑھنا اس اعتبار سے ممکن اس سے مانع وہ خوف نہیں جو بندے کے دل میں اللہ نے براہ راست ڈالا ہے بلکہ وہ خوف ہے جو اس کے دل میں بندے کی وعید سے پیدا ہوا دونوں خوفوں میں فرق ہے ایک عذر سماوی ہے مانع من جانب اللہ ہے دوسرا عذر مکتسب ہے بالفاظ دیگر مانع من جہت العبد ہے دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں پھر مختلف کو مختلف پر قیاس کرنا کیا معنی؟" (ایضاص ۲۸)

محدث سورتی علیہ الرحمہ نے التعلیق المجلّی میں چلتی ٹرین میں نماز کے بارے میں فرمایا ہے:

"والأحوط أن لا يصلی فيه صلاة عند مسيره ولا يتيمم فيه لها اخير میں فرما یا فالأشبه عدم جواز الصلوة فيه عند مسيره۔" (ص ۲۵۴)

تاج الشریعہ نے فتاویٰ خیریہ، ردالمحتار اور درمختار وغیرہ کے حوالے سے یہ واضح فرمایا ہے کہ احوط اور اشبہ الفاظ فتویٰ سے ہیں اس لئے یہاں احوط کو استحباب کے معنی میں لے کر چلتی ٹرین پر جواز صلاۃ کا قول دلیل کا محتاج ہے خود محدث سورتی کے الفاظ بھی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہاں استحباب کا معنی مراد نہیں تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

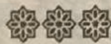
"یہ خود محتاج بیان ہے کہ احوط مرتبہ استحباب میں بولا جاتا ہے ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ احوط الفاظ فتوی سے ہے۔"

(چلتی ٹرین میں فرض وواجب ص ۳۹)

حضور محدث سورتی علیہ الرحمہ کے کلام کا مفاد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"کسی کو محدث سورتی کے ان الفاظ والأحوط ان لا يصلی فيه صلاة عند ميسره سے چلتی ریل پر جواز نماز کا شبہ نہ گزرے کیوں کہ انہوں نے اخیر میں بہت واضح لفظوں میں یوں فیصلہ فرمایا: والأشبه عدم جواز الصلاة عند ميسره وان لا يرخص عند ما يسير للتيمم فيه" (ایضا ص ۴۵)

مذکورہ مسائل کے علاوہ اور بھی بہت مسائل شرعیہ ہیں جنمیں تاج الشریعہ نے ایسی داد تحقیق دی ہے جن سے آپ کی فقہی بصیرت اور علمی کمالات کا بیّن ثبوت ملتا ہے آپ کے فتاویٰ اور تحقیقات وتنقیحات کو دیکھ کر امام احمد رضا قدس سرہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے یقیناً آپ علوم اعلیٰ حضرت کے سچے وارث وامین ہیں خداوند کریم تاج الشریعہ کے فیوض وبرکات سے ہمیں مستفید فرمائے۔



محمد حسن رضا نوری، ادارہ شرعیہ، پٹنہ

حضور تاج الشریعہ اور فتویٰ نویسی

خانوادۂ رضا کی خدمات تقریباً دو صدی پر محیط ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات اور آپ کے اسلاف کی خدمات سے کسی کو انکار کی مجال نہیں۔ تعلیمی، معاشی، تنظیمی، فقہی ہر طرح سے قوم وملت کی بے بہا خدمات آپ کے خاندان کا وطیرہ رہا ہے۔ حضور حجۃ الاسلام، سرکار مفتی اعظم ہند اور مفسر اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔ آپ حضرات نے ہر موقع سے ہندوستان کے مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی۔ اور آپ ہی کے جانشیں حضور تاج الشریعہ نے ملت کی رہنمائی اور قوم مسلم کو صراط مستقیم پر چلانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔

حضور تاج الشریعہ علم کے بحر بیکراں ہیں، جس زاویہ نگاہ سے آپ کی حیات کا مطالعہ کیا جائے اس میں آپ بے نظیر نظر آتے ہیں۔ دور حاضر میں فقہ و افتاء میں آپ کی مثال نہیں۔ مفتی کی تمام خصوصیات آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود ہیں۔ حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو افتا کی جملہ باریکیوں سے آگاہ فرمایا، حضور تاج الشریعہ نے جب سب سے پہلا فتویٰ لکھا تو سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے فتویٰ کو ملاحظہ فرمانے کے بعد مسرت کا اظہار کیا اور اپنی مخصوص دعاؤں سے نوازا، انہی دعاؤں کا اثر ہے کہ آج دنیا آپ کو "تاج الشریعہ" سے یاد کرتی ہے۔

کار افتاء آسان نہیں اور ہر کس و ناکس فتوی دینے کا اہل نہیں ہوسکتا بلکہ فتویٰ دینے کے لئے علوم وفنون درکار ہیں تبحر مفتی کے لئے ضروری ہے کہ قرآن وحدیث، اصول تفسیر کے ساتھ عرف وحالات سے بھی آگاہ ہو۔ نیز مستفتی کے مزاج کو پرکھنے والا ہو، کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اپنے فائدہ کیلئے حقیقت چھپا کر فتویٰ حاصل کر رہا ہے۔ مفتی تقویٰ شعار، خشیت الٰہی اور حق گو، بے خوف وخطر، بلا کسی اور رعایت کے صرف رضائے الٰہی کا خواستگار ہو اور ہمیشہ "الحب فی اللّٰہ والبغض فی اللّٰہ" اس کے پیش نظر ہو، قسام نعمت نے آپ کو مذکورہ تمام خوبیوں سے نوازا ہے۔ آپ جرأت وبے باکی، حق گوئی وحق جوئی اور تقویٰ وخشیت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ بلاشبہ آپ حضور مفتی اعظم کے سچے جانشیں ہیں اور آپ بھی حضور مفتی اعظم کی طرح بلاخوف لوم ولائم فتویٰ دینے میں کسی دنیاوی مصلحت کا شکار نہیں ہوتے بلکہ برملا اظہار حق فرماتے ہیں۔ آپ کے فتویٰ کے مطالعہ سے عیاں ہے کہ آپ نے فتویٰ نویسی میں ہمیشہ رضائے خدا ورسول کو سامنے رکھا ہے۔ چند فتاویٰ کا نمونہ نذر قارئین ہے تاکہ

بخوبی اندازہ ہو سکے کہ آپ کسی کی پرواہ کئے بغیر خدا اور سول کے احکام صاف صاف لفظوں میں کہنے کے عادی ہیں، جن کے پیش نظر صرف اور صرف اللہ و رسول کی خوشنودی ہوتی ہے اور کچھ نہیں۔ تو وہ کسی سے خوف زدہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

سوال: جس جلسہ میں مسلم وغیر مسلم و کافر سبھی جمع ہوں ا س کو مسلم سمّیلن کہنا درست ہے؟ اگر نہیں تو ناظم صاحب پر شرعاً حکم عائد ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں اور ایسا نام رکھنے والا سخت گنہگار مستحق نار ہے اس پر توبہ لازم ہے اور اس نام سے نہ ایہام بلکہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں شامل ہونے والے مرتد و کافر، سب مسلم اور کھلے مرتد اور کافر کو مسلم کہنا کفر ہے، جس طرح مسلم کو دانستہ کافر کہنا کفر ہے۔ لہٰذا جس نے ایسا نام رکھا تجدید ایمان بھی کرے اور بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ اور یہی حکم ان کا ہے، جو سب سمجھ بوجھ کر ایسے نام سے راضی ہوئے۔
واللہ اعلم (ماہنامہ سنی دنیا مئی، ۲۰۱۳ء)

آپ کے قلم میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سرکار مفتی اعظم رضی اللہ عنہ کی جھلک نظر آتی ہے۔ آپ نے جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کا حق ادا کر دیا۔ آپ کے فتاویٰ میں قرآن، احادیث، فقہ، تفسیر کے ساتھ تعامل ناس اور عرف وعادت کا خاص لحاظ رکھا ہیٔ آپ نے جس مسئلہ پر خامہ فرسائی کی اسے دلائل و براہین سے ایسا مزین فرمایا کہ کسی کو اس کے خلاف مجال دم زدن نہیں، آپ کی تحقیق انیق ایسی ہوتی ہے کہ موافق ہو کہ مخالف سبھی کو اعتراف کرنا پڑتا ہے کیونکہ اس تحقیق میں فیضان رضا شامل ہے۔

یہ دور سائنسی ترقی اور نئی نئی ایجادات کا دور ہے۔ فقہائے کرام کے زمانہ میں جن چیزوں کا وجود نہیں تھا وہ چیزیں معرض وجود میں آچکی ہیں۔ اس لئے دور حاضر کے کچھ مسائل میں مفتیان کرام کے آرا مختلف ہو گئے ہیں اور بعض مفتی نے اپنے اسلاف کے مصرح مسائل سے عدول کر کے اپنی رائے کو ترجیح دینے کی کوشش کی، جس سے علما اہل سنت و جماعت میں اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔ ان مسائل جدیدہ پر قاضی القضاۃ فی الہند جانشین حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلاف کے قول فیصل سے منحرف مفتی کی گرفت فرمائی۔

آپ نے اپنے قول فیصل کی تائید میں فقہ کی معتبر و مستند کتابوں سے ظاہر الروایۃ کو پیش فرمایا جس سے مسئلہ آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو گیا اور آپ کی شان فقاہت بھی ظاہر ہوگئی اور آپ سے استفتاء کرنے والوں میں صرف عوام نہیں بلکہ خواص کا طبقہ بھی شامل ہے جن میں ہندوستان کے علاوہ یورپ، افریقہ، امریکہ اور عرب ممالک کے علماء آپ سے مراجعت کرتے رہتے ہیں۔

شرق وغرب کے علما نے آپ کی فقاہت کا اعتراف کیا ہے نیدر لینڈ میں کچھ راتیں ایسی بھی ہوتی ہیں، جن میں فقہ حنفی کے مطابق عشاء کا وقت ہی نہیں ہوتا وہاں عشاء کی نماز قضا پڑھی جائے یا صاحبین کے قول پر عشا کی نماز ادا پڑھ لی جائے، ہالینڈ کے علما میں اس مسئلہ کے تعلق سے اختلاف ہو گیا۔ علما کے ایک طبقہ نے امام الائمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول پر عشا کی نماز پڑھنے کا حکم دیا اور دوسرے طبقہ نے صاحبین رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ صادر کیا کہ عشا کی

نماز ادا پڑھی جائے، امام اعظم کے قول کو اختیار کرنے والے علمائے کرام کے خلاف نہایت شنیع حکم لگایا جب اختلاف شدید ہوگیا اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکا تو وہاں کے اہل الرائے علماء نے حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں استفتا کیا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ! ہالینڈ میں چند راتوں کے اندر شفق ابیض کے غائب نہ ہونے کی وجہ سے عشاء کی فرضیت وعدم فرضیت کے متعلق علما کے درمیان اختلاف ہوا بعض علما نے عشاء تک قضا پڑھنے کا حکم دیا اور بعض علما نے قول مختار مفتی بہ سے صرف نظر کرتے ہوئے مدعی حنفیت ہونے کے باوجود شفق احمر کے بعد ہی فرضیت عشاء کا قول لیا جس کی تحریری تائید بہت ہے۔ بعضوں نے یہاں تک لکھا ہے کہ فرضیت عشاء کا قول مسلک اہل سنت کے بالکل مطابق ہے فقیر اس کی پرزور تائید کرتا ہے کہ یورپ میں ان راتوں میں سرخی کے غائب ہونے پر نماز عشاء فرض ہوجاتی ہے اور اس کی فرضیت کا منکر حد شرع کو توڑنے والا اور منکر نماز کہلائے گا جواب طلب امر یہ ہے کہ اس طرح تائید کرنے سے امام اعظم علیہ الرحمہ کی عظمت تو مجروح نہیں ہوتی ہے اس تائید کے سبب موید پر کوئی اہم حکم شرع تو نہیں ہوتا ہے اور اگر معاملہ توبہ وغیرہ تک پہونچ جائے تو عدم توبہ کی صورت میں موید کے ہاتھوں پر بیعت کرنا یا اس کو اپنا پیشوا بنانا اور عالم دین ماننا کہاں تک درست ہے؟

الجواب: اللھم ھدایہ الحق والصوابف الواقع

ہمارے امام اعظم ہمام اقدم سراج الامۃ امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ عشاء کا وقت شفق ابیض کے غروب کے بعد شروع ہوتا ہے اور یہی مذہب اجلہ صحابہ کرام مثل صدیق وابوہریرہ وعائشہ صدیقہ اور تابعی جلیل عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہم کا ہے کہ غالباً عامۃ الصحابہ کا یہی مذہب ہے اور شفق کی روایت کو ابن عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی نے روایت نہ کیا اور اس قول سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا رجوع ثابت نہیں اور قول امام رضی اللہ عنہ یہی احوط ہے تو وہی من حیث الدلیل اقویٰ ہے جس سے عدول جائز نہیں۔ رد المحتار میں فرمایا قولہ (والیہ رجع الامام) ای الی قولھما الذی ھو روایۃ عنہ ایضا صرح فی المجمع بان علیھا الفتویٰ ورده المحقق فی الفتح بانہ لا یساعده روایۃ ولا درایۃ الخ، وقال تلمیذه العلامہ قاسم فی تصحیح القدوری ان رجوعہ لم یثبت لمانقلہ الکافۃ من لدن الا ئمۃ الثلاثۃ الی الیوم من حکایۃ القولین دعویٰ عمل عامۃ الصحابۃ بخلافۃ خلاف المنقول قال فی الاختیار الشفق البیاض وھو مذھب الصدیق ومعاذ بن جبل وعائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم قلت ورواه عبد الرزاق عن ابی ھریرۃ وعن عمر بن عبد العزیز ولم یروی البیھقی الشفق الاحمر الاعن ابن عمر وتمامہ فیہ واذا تعارضت الاخبار والآثار فلایخرج وقت المغرب بالشک کما فی الھدایۃ وغیرھا قال العلامہ قاسم فثبت ان قول الامام ھو الاصح و مشی علیہ فی البحر موید الہ بماقدمناه عنہ من انہ لا یعدل عن قول الامام الا لضرورۃ من ضعف دلیل اوتعامل بخلافہ کالمزارعۃ فی السراج قولھما اوسع وقولہ احوط ـ اه ملخصا۔ (رد المحتار جلد

اول صفحہ ۲۶۵) (فتویٰ مطبوعہ، سنی دنیا، جولائی ۲۰۱۳)

حضور تاج الشریعہ کو ادلۂ اربعہ کے علاوہ اصول فقہ، اصول تفسیر، اصول حدیث، علم کلام، روایت ودرایت کے ساتھ مختلف اقوال میں تطبیق کا ملکہ حاصل ہے۔ آیات قرآنیہ ہوں یا احادیث کریمہ، تفاسیر ہوں یا اقوال فقہا آپ اس میں ایسی تطبیق فرماتے ہیں کہ قاری عش عش کرنے لگتا ہے۔ میرے اس دعویٰ کی دلیل مندرجہ ذیل استفتاء کافی ہے کہ فقہ کے علاوہ قرآنی علوم میں بھی آپ کس قدر ماہر ہیں۔

"یہاں پر ایک جماعت کہتی ہے کہ انبیا اور رسل دونوں شہید ہوئے ہیں اور دوسری جماعت کہتی ہے کہ صرف انبیا شہید ہوئے ہیں حق پر کون ہے؟"

الجواب: دوسری جماعت کا قول صحیح ہے قال تعالیٰ: (کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی) (سورہ مجادلہ، آیت ۲۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے مقدر فرما دیا کہ ضرور میں اور میرے رسول غالب رہیں گے ظاہر ہے کہ آیت کریمہ حجت اور شمشیر دونوں سے غلبہ کو شامل ہے اور رسولوں کا مقتول ہونا اس ظاہر کے منافی ہے اور جب تک ظاہر کو مراد لینا متعذر نہ ہو ظاہر کو مراد لیں گے اور بلا دلیل قوی ظاہر سے عدول جائز نہیں، اور یہاں بات یہی ہے کہ ظاہر سے کوئی دلیل صادق نہیں۔ رہی یہ بات کہ قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد ہوا 'افکلما جاء کم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبر تم ففر یقاً کذ بتم وفریقا تقتلون (سورہ بقرہ۔ آیت۔۸۷) یعنی تو کیا جب تمہارے کوئی رسول وہ لے کر آئے جو تمہارے نفس کی خواہش نہیں، تکبر کرتے ہو تو ان (انبیا) میں ایک گروہ کو تم جھٹلاتے ہو اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو۔ (ترجمہ رضویہ، کنزالایمان) تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اس آیت کریمہ میں رسول سے مراد اس کا وہ معنی ہے، جو انبیاء کو بھی شامل ہے اسی لئے سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہاں ترجمہ میں (انبیاء) کا اضافہ فرمایا اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس آیت کریمہ مؤخر الذکر کا مخاطب یہودی ہیں اور یہودی حضرت موسیٰ کے زمانے سے ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام تک جو انبیاء آئے وہ سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ وعلیہم السلام کے سوا سب کے سب صاحب شریعت جدیدہ نہ تھے، بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عامل تھے چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ (قضینا من بعدہ بالرسل) (سورہ بقرہ، آیت، ۸۷) یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد رسولوں کو اس کا تابع کیا "صاوی" میں ہے بان مرادا لتبع فی العمل بالتوراۃ فکل الانبیاء الذین بین موسیٰ وعیسیٰ یعملون بالتوراۃ بوحی من اللہ لا تقلید الموسیٰ (صاوی جلد اول صفحہ ۵۹) 'خازن' میں اس کے تحت ہے۔ 'یعنی' خلاصہ دونوں عبارتوں کا یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک انبیا کرام پے در پے آئے ایک کے بعد دوسرے تشریف لاتے رہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے تک سب کی شریعت ایک تھی، تو وہ حضرات صاحب شریعت جدیدہ نہ ہوئے۔ اور جس کی طرف وحی آئے اور وہ صاحب شرع جدیدہ نہ ہو، بلکہ اگلے نبی کی

شریعت کا تابع ہو وہ نبی ہے رسول نہیں اسی لئے صاوی میں 'فکل الانبیاء الخ' فرما کر رسل سے انبیاء مراد ہونا ظاہر فرمادیا اور اسی لئے علامہ امام خازن نے دوسری جگہ سورۂ آل عمران کی آیت قل قد جاء کم رسل من قبلی لایۃ۔ (آل عمران۔ آیت ۱۸۳) کے تحت 'فلم قتلتموھم' میں ضمیر کا مرجع انبیا بتا کر صاف صریح فرمادی کہ حقیقتاً قتل انبیاء علیہم السلام واقع ہوا۔ عنی فلم قتلتم الانبیاء الذین اوتوا ابنا طلبتم منھم مثل زکریا ویحیٰ وسائر من قتلوا من الانبیاء۔ (خازن، جلد اول صفحہ 328) نیز اسی خازن میں ہے۔ یروی ان الیھود قتلت سبعین نبیافی اول النھار ثم قامت الی سوق بقلھا فی آخرہ قتلوا زکریا ویحیٰ وشعیا وغیرھم من الانبیاء (خازن، جلد اول، صفحہ 50) یہاں سے صاف ظاہر کہ حقیقتاً قتل کا معاملہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوا اور وہی قتل سے شہید ہوئے۔ رہا اگر قتل سے مباشرت اسباب وجد و جہد و عزم قتل مراد ہو تو آیت عام ہے مگر بالفعل قتل انبیاء علیہم السلام پر واقع ہوا اور اس امر کا سب سے بڑا شاہد قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ ویقتلون النبیین بغیر حق الا یۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (سورہ آل عمران۔ آیت 21) (فتویٰ مطبوعہ سنی دنیا جون 2015)

اسی طرح یہ استفتا بھی ملاحظہ فرمائیں:

''زید کہتا ہے کہ ولی کو نبی پر فضیلت قرآن عظیم سے ثابت ہے جیسا کہ 'حضرت خضر علیہ السلام' کو 'حضرت موسیٰ علیہ السلام' پر فضیلت حاصل ہے جب کہ زید 'حضرت خضر' کو 'ولی'، 'حضرت موسیٰ' کو نبی مانتا ہے بکر کہتا ہے کہ 'ولی کو نبی پر ہرگز فضیلت حاصل نہیں'، 'فتاویٰ رضویہ' جلد ششم میں ہے غیر نبی را بر نبی تفضیل کفر است الخ اسی طرح بہار شریعت میں ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ولی کو نبی پر فضیلت دینے والا زید عند الشرع کیسا ہے؟ اور اس کے لئے کیا حکم ہے تجدید ایمان و تجدید نکاح اور توبہ اس پر واجب ہوئی یا نہیں؟ واضح ہو کہ زید کو بکر نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عبارت جلد ششم فتاویٰ رضویہ ص 121 پر بھی دکھایا، لیکن زید اس کے ماننے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ علماء کی تصریح کے بعد ہی جو حکم عائد ہوگا اس پر عمل کروں گا۔''

الجواب: حق و صحیح اور محققین کے نزدیک معتمد و مرجح یہی ہے کہ ''سیدنا خضر علیہ السلام'' نبی ہیں زید پر اسی مذہب کی پیروی اور اسی پر اعتماد لازم اور قول مرجوع کو اختیار کرنا ناجائز۔ درمختار میں ہے۔ ''الفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للا جماع'' (درمختار جلد اول صفحہ 176,177) اور اس مرجوع قول سے نبی پر ولی کی فضیلت کی بنا رکھنا بناء فساد علی الفاسد ہے اور عقیدۂ ضروریہ دینیہ کا جو تمام امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے انکار ہے جو لوگ خضر علیہ السلام کو ولی کہتے ہیں وہ بھی اس کے قائل نہیں کہ غیر نبی نبی سے افضل ہے بلکہ افضل کلی انبیا کے لئے مانتے ہیں اور فضیلت جزئیہ اس کی منافی اور مزاحم نہیں زید پر توبہ فرض ہے اور تجدید ایمان بھی ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بلا شبہ ''حضور تاج الشریعہ'' دور حاضر میں عبقری فقیہ اور عدیم المثال مفتی ہیں رب قدیر آپ کے سایہ کرم کو دراز فرمائے۔



مولانا مفتی محمد انور نظامی مصباحی

حضور تاج الشریعہ کی تنقیحی مہارت

بقیۃ السلف، عمدۃ الخلف، شیخ طریقت، ماہر علوم شریعت زبدۃ المحققین عمدۃ المتکلمین، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان ازہری زید مجدہ، قاضی القضاۃ فی الہند کی ہمہ جہت شخصیت عالم اسلام کے لئے عموماً اور اہل ہند کے لئے خصوصاً اللہ رب العزت کی عظیم نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے۔ آپ ظاہری اور باطنی ہر لحاظ سے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے وارث وجانشین ہیں۔ متعدد علوم وفنون پر دست رس آپ کا خاصہ ہے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، فلسفہ وکلام، عربی لغت وادب اور نعتیہ شاعری آپ کو ورثے میں ملی ہے۔ آپ کی تحقیقات اور فتاویٰ کو علمائے اسلام قول فیصل تسلیم کرتے ہیں۔ اس ہمہ جہت اور گونا گوں شخصیت کا تعارف اگرچہ آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ تاہم ان کی ایک اہم خوبی کی جانب اس مقالے میں روشنی ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہے اور ان کی تحقیقی وتنقیحی مہارت کے چند نمونے پیش کئے گئے ہیں۔

تنقیح نمبر ۱: صحیح البخاری (۱/۱۸۱) باب الجرید علی القبر میں ترجمۃ الباب کے تحت ہے:

"ورای ابن عمر فسطاطا علی قبر عبد الرحمن فقال انزعه یا غلام فانما یظله عمله۔" ابن عمر نے عبد الرحمن کے قبر پر خیمہ لگا دیکھا تو فرمایا اے لڑکے اسے اکھاڑ دو اس کا عمل ہی اس پر سایہ کرے گا۔

مخالفین اس پر استدلال کرتے ہیں کے مزارات وقبور پر عمارت وگنبد وغیرہ تعمیر کرنا صحیح نہیں ہے جب خیمہ لگانے کی ممانعت فرمائی کے اس سے صاحب قبر کو سایہ نصیب نہیں ہوگا اس کا عمل ہی اس کا سایہ بان بنے گا تو عمارت وگنبد بنانا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔

حضور تاج الشریعہ اس پر حاشیہ تحریر فرماتے ہوئے یوں تنقیح فرماتے ہیں کہ یہ حکم واضح طور پر بتا رہا ہے کہ یہ اس وقت ممنوع ہے جب اس نیت سے تعمیر ہو کہ اس سے میت کو سایہ نصیب ہوگا کیونکہ یہ بد اعتقادی ہے اور مال کا ضیاع ہے لیکن اگر اس نیت سے تعمیر کی جائے کہ قبر کے پاس تسبیح وتہلیل اور قرآن کی تلاوت کرنے والے کو سایہ ملے گا تو اس کی ممانعت شرعاً نہیں بلکہ یہ اچھا کام ہے اور یہ بات واضح ہے کہ شریعت میں اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے:

قولہ: فقال انزعه یا غلام فانما یظله عمله (البخاری ۱/۱۸۱)

اقول ھذا ینادی باعلی صوته ان ضرب الفسطاط اذا کان عن اعتقاد ان ذلک یظل المیت ممنوع لما تضمن ذالک من سوء اعتقاد و صرف مال فی عبث بخلاف ما اذا کان ذالک لیستظل به الجلوس عند القبر للتسبیح و التھلیل و قراۃ القران فلا مانع منه شرعا بل ھو احسن۔

قد تقرر فی الشرع ان الامور بمقاصدھا و قد وضع نبینا ﷺ امرا جامعا لشتان المھمات من الانواع العبادات و المعاملات فقال: انما الاعمال بالنیات و انما لکل امری مانوی او کما قال علیه افضل الصلوت و ازکی التحیات و فی الفسطاط خاصة

ورد قولہ ﷺ: افضل الصدقات ظل فسطاط و منحۃ خادم۔ (نموذج حاشیۃ الازہری ص ۳)

خلاصہ تنقیح یہ کہ حدیث پاک میں صاف اس کا اعلان واظہار ہے کہ قبر پر اس اعتقاد کے ساتھ خیمہ لگانا کہ صاحب قبر کو اس کا سایہ ملے گا، یہ ناجائز وممنوع ہے، کیوں کہ اس میں اعتقاد کا فساد اور مال کا ضیاع ہے۔ البتہ اس تصور سے سائبان لگانا کہ قبر کے پاس قرآن کی تلاوت اور تسبیح وتہلیل میں مشغول رہنے والوں کو سایہ و آرام ملے گا۔ یہ ایک اچھا عمل ہے اور شرعا اس کی ممانعت نہیں۔ کیوں کہ شریعت کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ تمام امور اپنے مقاصد کے اعتبار سے جزا وثواب کے لائق ہوتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عبادات ومعاملات کے لئے ایک قول جامع اور رہنما اصول وضع فرمادیا ہے اور وہ ہے آپ کا قول جامع انما الاعمال بالنیات۔ وانما لکل امری مانوی۔ (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور نیت کے مطابق ہی انسان کو پھل ملتا ہے۔) لہذا اس حدیث پاک سے تعمیر مزارات کے عدم جواز پر استدلال صحیح نہیں۔

تنقیح نمبر ۲: اس باب کے تحت بخاری شریف کے حاشیہ میں محدث شہیر احمد علی سہارنپوری نے یہ بحث کی ہے کہ قبروں پر چلنا، بیٹھنا، روندنا وغیرہ کو فقہاء کرام نے جو مکروہ فرمایا ہے وہ مکروہ تنزیہی ہے جس کا مآل خلاف اولی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"قال ابن الھمام یکرہ الجلوس علی القبر ووطیہ انتھی۔ ای الکراھۃ التنزیھۃ ومرجعہ خلاف الاولی کما صرح ابن الملک فی البارق الشارق شرح المشارق حیث قال لا تجلسوا علی القبور النھی للتنزیہ لما فیہ من الاستخفاف للمیت الخ۔"

(صحیح البخاری ۱/۱۸۲۔ حاشیہ نمبر ۱۔ مجلس برکات)

محدث سہارنپوری نے کئی وجوہات سے اسے مکروہ تنزیہی، خلاف اولی، قرار دیا ہے

(۱) ابن ملک کا قول: نہی تنزیہی ہے کیوں کہ اس میں میت کی توہین ہے۔

(۲) امام ابن ہمام نے مکروہ فرمایا ہے اس سے مکروہ تنزیہی مراد ہے۔

تاج الشریعہ نے ان کا مدلل جواب یوں رقم فرمایا:

(۱) "ابن ملک کا قول کہ اس میں میت کی توہین ہے لہذا مکروہ تنزیہی ہے۔ یہ صاف ظاہر کررہا ہے کہ جس میں میت کی توہین ہو وہ مکروہ تنزیہی ہو ہی نہیں سکتا اس میں کسی کا اختلاف نہیں یہ خود محشی کے مدعی کے خلاف ہے، کیونکہ استخفاف وتوہین حرام ہے، مکروہ تنزیہی نہیں۔

ثم مما لا یقضی منہ العجب انہ نقل بنفسہ عن ,,البارق" ان النھی تنزیھی وما دری ان التعلیل بالاستخفاف یعود علی الدعوی بالنقض فان الاستخفاف حرام ولیس مکروھا تنزیھا فما وجد فیہ الاستخفاف یحرم بلا خلاف۔ فایراد المحشی ھذ الکلام نقض لا برام ماھو بصددہ المرام کما ھو غیر خاف ھذا۔

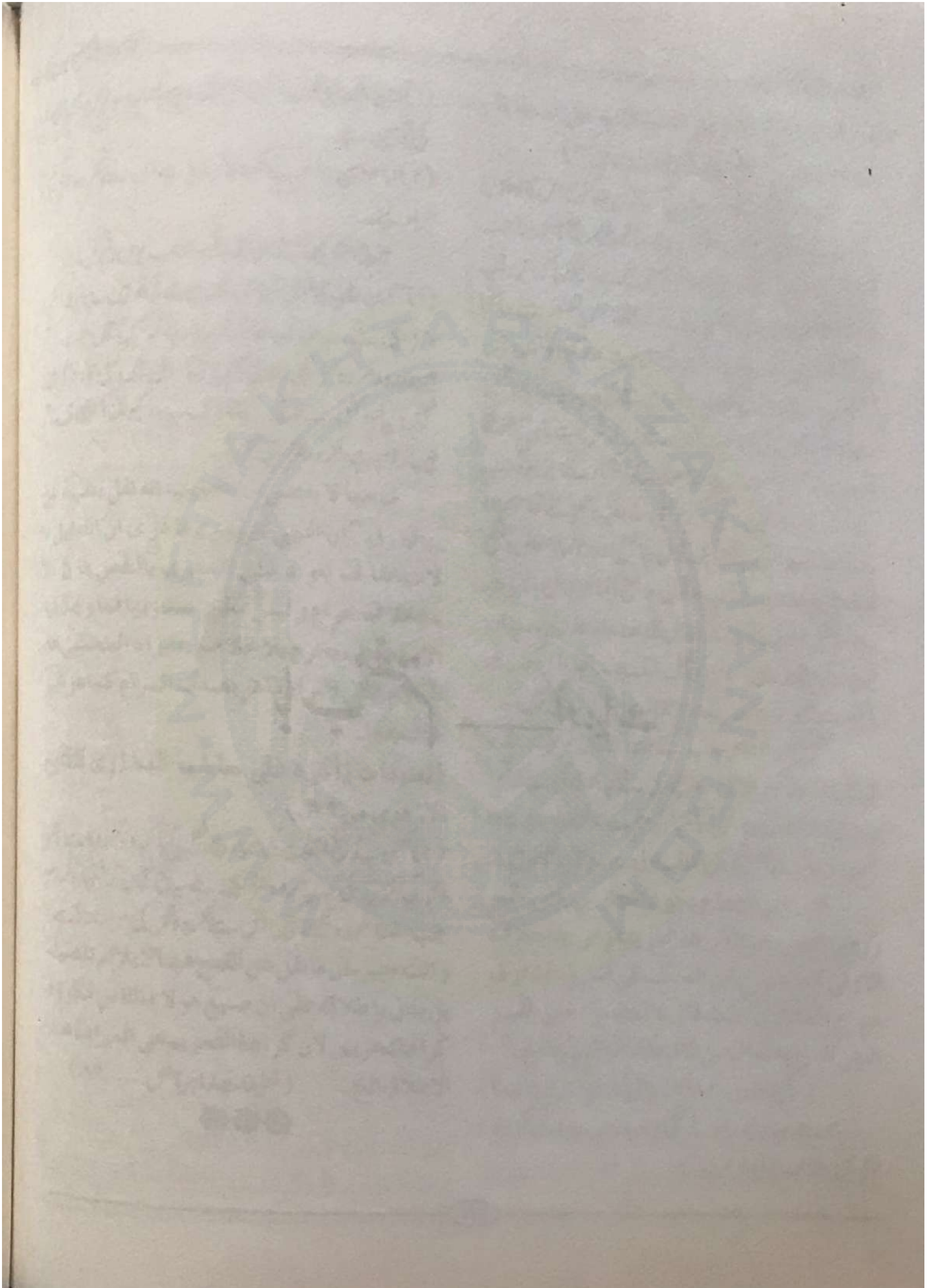
(تعلیقات زاھرہ علی حاشیۃ البخاری للشیخ الازھری ص ۸۹۔)

(۲) محشی نے فتح القدیر کی عبارت نقل کیا کہ وہ مکروہ ہے پھر اس کی تشریح کی کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے یہ صحیح نہیں کہ فقہاء کرام جب مطلقاً مکروہ لکھتے ہیں اس سے مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے

وانت خبیر بان ما نقل عن الفتح ھھنا لا یلائم تفصیلہ بل یدل باطلاقہ علی ان صنیع ھولاء الناس مکروہ کراھۃ تحریم۔ لان کراھۃ التحریم ھی المرادۃ عند الاطلاق الخ۔ (تعلیقات زاہرۃ ص......۸۹)



باب ہفتم ـــــ ادبیات



مولانا محمد ملک الظفر سہسرامی

حضور تاج الشریعہ: بحیثیت سفیر نعت

نعت، عقیدت و نیاز مندی کا اظہار یہ ہے، لیکن یہ عقیدت و نیاز مندی بے قید و آزاد نہیں ہے بلکہ پا بہ زنجیر ہے۔ اس وادی پُر خطر میں لفظوں کے انتخاب میں بھی بے حد احتیاط کی ضرورت ہے۔ نعت گوئی کی پر خطر وادیوں سے گزرتے ہوئے حزم واحتیاط کا درس دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"حقیقتاً نعت شریف لکھنا بڑا مشکل کام ہے جن کو لوگوں نے آسان سمجھ لیا ہے، اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے، جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے، غرض حمد میں اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب حد بندی ہے۔"

یقیناً نعت نگاری مشکل نہیں مشکل ترین کام ہے، وادی پرخار سے گزر کر یہ گل و لالہ کی حصول یابی کا نام ہے۔ اسلوب بیان، محاورات کا استعمال، تلمیحات، استعارات، تشبیہات، اشارات و کنایات میں یہاں عام طریقے پر شعرائے کرام کی کورانہ تقلید سے اندھیری رات کا مسافر بن جانا پڑے گا۔ فن عروض اور زبان و ادب کے حوالے سے معروف اساتذہ سخن کے کلام سامنے ضرور ہوں، لیکن یہ امر ہر ہر قدم پر پیش نظر ہو کہ نعت نگاری خالص مذہبی معاملہ ہے اور یقیناً یہ ہمارے لئے عبادت ہے، لہٰذا اس راہ میں قدم رکھنے سے پہلے زاد سفر ساتھ لے لیا جائے۔

قرآن مقدس، احادیث نبویہ اور سیرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر گہری نظر ہو، اصحاب کرام کے نقوش قدم سے روشنی کی خیرات لے کر اس راہ کی مسافت طے کی جائے، حضرت عزت بخاری فرماتے ہیں ؎

ادب گاہی ست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اگر زاد سفر کا یہ اہتمام ہے تو قدم شرعی لغزشوں سے محفوظ و مامون رہے گا۔ نعت نگاری کی راہ میں اسلوب بیان، موزونیت، لسانی نزاکتوں کا احساس اور قافیے و ردیف کا التزام اس قدر اہم نہیں، جتنا اس کے مافیہ اور متن سے مطلب ہے۔ یوں بھی عروض اور زبان و بیان کی حیثیت کسی وحی منزل کی نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی شرعی حیثیت ہے، خود علمائے ادب اور ارباب

سخن علم عروض کے تعلق سے کیا رائے فرماتے ہیں، حفیظ صدیقی کے قلم سے سنئے:

"علما نے وزن شعر کے صحت وسکون کو جانچنے کے لئے چند قواعد وضع کئے ہیں، جن کے مجموعے کو عروض کہا جاتا ہے، علم عروض کا موجد خلیل بن احمد بصری متوفی ۱۷۵ھ ہے عروضیوں نے جو مو شگافیاں روا رکھی ہیں اور عروضی اصطلاحات کا جو انبار لگایا ہے اس کا مذاق اڑانا ایک فیشن بن چکا ہے اور جدید تنقید میں عروض کو کوئی باوقار مقام بھی حاصل نہیں رہا۔"

اس روشنی میں فاعلاتن، فاعلاتن کی تکرار کی حقیقت ومعنویت بخوبی سمجھی جاسکتی ہے۔ اس راہ میں بھٹک جانے کی صورت میں دین ودنیا خطرات کی زد میں نہیں، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اچھے مظروف کے لئے اعلیٰ ظرف کا استعمال بھی تہذیبی قدروں کی پکار ہے۔ نعت شریف خالص مشرقی ادب کی نمائندہ صنف سخن ہے۔ اس لئے اس فن میں گل ولالہ کی دریافت اور نقد ونظر کے جلوے بکھیرنے کے لئے ادبیات اسلامی پر گہری نظر رکھنا ضروری ہے۔ ورنہ نعت نگاری کا حق نہیں ادا ہو سکے گا اور نہ صالح تنقید وجود میں آئے گی۔

نعتیہ شاعری کی راہ میں قرآن مقدس واحادیث کریمہ سے بہتر مستند اعتماد واعتبار راہ نما نظر نہیں آتا پھر وہ حضرات جنھیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے معیار واعتماد واعتبار عطا فرمادیا ہو اس تناظر میں اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کی مدح سرائی، نعت گوئی اور ان کا انداز ثنا خوانی، نعت گوئی کی راہ میں تاقیامت مسلمانوں کے لئے مینارۂ ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے دین وایمان کو دنیا کے مسلمانوں کے لئے معیار وکسوٹی مقرر فرمادیا

"فَإِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا۔"

ترجمہ: پھر اگر وہ ایسا ہی ایمان لائے جیسا تم لائے تو ہدایت پاگئے۔"

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جملہ اصحاب کرام کو ہدایت ورہنمائی کا سنگ میل قرار دیا:

"اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم

میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں تو ان میں سے جس کی پیروی کروگے ہدایت پاجاؤگے۔"

اس پس منظر میں اردو زبان کے امام نعت گویاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ؎

رہبر کی رہِ نعت میں گر ہو حاجت
نقشِ قدمِ حضرتِ حسان بہت ہے

نعت گوئی ونعت نگاری کی اصل اساس وبنیاد قرآن مقدس واحادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثنا ہیں، قرآن پاک سر چشمہ اخلاق مصطفوی کا ہی تو سدابہار گلدستہ ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

"کان خلقه القرآن"، قرآن اخلاق نبوی کا آئینہ ہے۔"

اسی لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

میں نے نعت گوئی سیکھی
قرآن سے
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں حزم واحتیاط کی جو چہار دیواری قرآن مقدس نے قائم فرمائی ہے اسے نعت نگاری کا مینارۂ نور تسلیم کیا گیا ہے۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْکَافِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ، اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یہ عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے سے ہی بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ قرآن مقدس ایک مقام پہ افضل الرسل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محراب عظمت میں نیاز مندیوں کا خراج پیش کرنے والوں کو ہدایت دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

"وَلَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔"

"ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں کا ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔"

یعنی اس بارگاہ ناز میں پلکوں سے لفظوں کے موتی چنے جائیں اور ان سے محراب نعت سجائی جائے تب جاکر نعت گوئی کا حق ادا ہو سکے گا۔ غالبؔ جیسا قادر الکلام شاعر جب وادیٔ نعت گوئی میں قدم رکھتا ہے تو اعتراف عجز اس کا اظہار یہ بنتا ہے اور اس اعتراف پر خود کو مجبور پاتا ہے

غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

ساتویں دہائی میں اردو شعری سرمائے میں اضافے کا ایک انقلاب آفریں دور آیا اور مختلف ارباب شعر وسخن کے نعتیہ مجموعے منظر عام پر آتے چلے گئے۔ نیا لب ولہجہ، جدت تراکیب، بندش الفاظ اور خوبصورت استعارات وتلمیحات سے سجے سجائے اشعار دل ونظر کی زینت بننے لگے، لیکن ان ادوار کی نعتیہ شاعری کے تجزیاتی مطالعہ کی راہ سے جب ایک طالب علم گزرتا ہے تو من جملہ اسے مایوسیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ہندوپاک اور اردو کی آباد بستیوں کے شعرائے کرام کے نعتیہ اشعار اسلوب ومتن کے اعتبار سے خواہ جس قدر بلند ہوں، لیکن متن ومافیہ پر نظر ٹھہرتی ہے۔

نعتیہ ادب کی راہ میں تنقیدی چراغ نہیں جلائے گئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اردو زبان وادب کی یہ زندہ وتابندہ صنف سخن اپنے قرار واقعی مقام کی یافت کے لئے آج بھی چشم براہ ہے۔ صالح تنقید کے ذریعہ ہی کسی ادب پارے کے مقام ومراتب کا صحیح تعیین وتقرر ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ ادب پارے کے محاسن ومعائب کی نشان دہی بھی ہوتی ہے۔ تنقید ہی وہ چراغ ہے جس کی روشنی میں صالح ادب کی نشوونما ہوتی ہے اور ادیب وفنکار اس راہ سے گزرتے ہوئے اسی کی روشنی میں درست، سمت سفر متعین کرنے میں کامیاب وکامران ہوتا ہے اور بے راہ روی کا شکار ہونے سے خود کو محفوظ کر لیتا ہے۔

قرآن مقدس اور احادیث مبارکہ کے مقدس وروشن صفحات میں جابجا اس حوالے سے ہدایتوں کے جو چراغ جلتے ہوئے نظر آتے ہیں یقینا وہی نعتیہ شاعری کی راہ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن یہاں پر یہ امر قابل غور ہے کہ کتنے لوگ ہیں جو قرآن واحادیث کی ان منور وتابناک

ہدایتوں سے اکتساب نور کر کے اپنے قافلہ نعت گوئی کو آگے بڑھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ نتیجہ سامنے ہے، مضمون آفرینی، جدت طرازی، لب ولہجہ اور اسلوب کے انوکھے پن کی تلاش نعت کو اس کے بلند وبالا مقام سے اتار کر کہاں لے جا رہی ہے، چند اشعار اس حوالے سے آپ کے ذوق لطیف کے لئے گراں ہوں گے ؎

میں پھیل جاؤں تیری طرح ان فضاؤں میں
یوں مجھ کو رنگ ونور کی صورت اچھال دے

مجھ سے عاصی بھی دامانِ رحمت میں ہیں
یہ بھی بندہ نوازی کی حد ہو گئی

انسانیت کو بخشی وہ توقیر آپ نے
ہر آدمی سمجھنے لگا ہے خدا ہوں میں

خدائے پاک کوئی اب نئی زمیں ڈھونڈے
کہ اس زمین پہ جنت نشاں حجاز ہوا

غلاموں کو غلامی کا شرف کافی بہت کافی
طبیعت پر گراں سا ہو کرم ایسا بھی ہوتا ہے

ہمیں کیوں یا نبی کہنے سے آخر منع کرتے ہو
نبی سے تم کہو وہ چھوڑ دیں چارہ گری اپنی

کیا اس تناظر میں نعتیہ ادب کی راہ میں نقد ونظر کے چراغ جلائے جانے کی شدید ضرورت کا احساس نہیں ہوتا۔ یقیناً اس موڑ پر پہنچ کر اس ضرورت کا احساس شدت کے ساتھ ہوتا ہے نعتیہ ادب کی راہ میں تنقید کی قندیل روشن کی جائے جس کی روشنی مغربی افکار سے مستعار نہ لی گئی ہو بلکہ مذہب یعنی قرآن واحادیث اس کی اساس وبنیاد ہو۔ اس حوالے سے نعتیہ ادب کی راہ میں تنقیدی چراغ جلانے والے شہرت یافتہ ادیب ونقاد رشید وارثی کا یہ نظریہ ملاحظہ ہو:

”اس حقیقت سے بھی انحراف نہیں کیا جا سکتا کہ عہد جدید تک فن تنقید نگاری کے جو مختلف النوع مکتب ہائے فکر اردو زبان میں متعارف ہو چکے ہیں ان کا مخرج ومنبع مغرب ہی رہا ہے اس صورت حال میں یہ جائزہ لیا جائے کہ تنقید نے اب تک جو فنی اشکال وجہات اختیار کی ہیں، کیا یہ صورتیں نعتیہ ادب وتنقید کے ارفع واعلیٰ تقاضوں کو پورا کرنے کی اہلیت وصلاحیت رکھتی ہیں تو بجا طور پر ہمارا جواب نفی میں ہوگا۔“

اس راہ میں پلکوں سے موتی چننے کا سلیقہ سیکھنے کے لئے اسلام کے بنیادی ماخذ کو نشان راہ منزل بنانا ہوگا، اس حوالے سے رشید وارثی رقم طراز ہیں:

”ان مقاصد حسنہ کے حصول کے لئے ہمیں اس آفاقی مکتبہ تنقید کی بازیافت کرنی ہوگی جس کی جانب خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے، یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا کا حکم دے کر ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

کے حضور عرض مدعا کرنے کا ادب سکھایا ہے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے بعض نعتیہ اشعار میں کسی معنوی غلطی یا سقم کی نشان دہی اور اصلاح فرما کر اہل ایمان کی راہ نمائی فرمائی ہے، اسی مکتبہ تنقید کو ہم معنوی تنقید کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ معنوی تنقید میں ہم اسلامی تعلیمات، فقہ اسلامی، سیرت طیبہ، اسلامی تاریخ، پیغمبر اسلام کا خلق عظیم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور اختیارات رسالت اور ایسے متعدد حقائق کا مطالعہ کر کے اپنے فکر ونظر کو دولت ایقان مہیا کرتے ہیں اور ایسے اشعار کی تفہیم کے ذریعہ ان کے محاسن ومعائب کا تنقیدی جائزہ پیش کرتے ہیں تا کہ ہمارے فکر ونظر کو اطمینان وآسودگی نصیب ہو۔"

(اردو نعت کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص ۱۷)

جملہ اصناف سخن میں لاریب نعتیہ شاعری کی صنف شاخ نازک ہی نہیں بلکہ نازک ترین ہے۔ غیر مناسب الفاظ کا بار بھی یہ نہیں سہار سکتی اس لئے اس راہ میں قدم رکھنے سے پہلے قرآن واحادیث کے ذریعہ قائم کردہ احتیاط کی جو چہار دیواری ہے اس پہ گہری نظر رکھنا ازبس ضروری ہے پھر لفظوں کے انتخاب میں بھی حد درجہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ مذہب آشنا حضرات جو قرآن واحادیث اور سیر پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں ان کے نعتیہ اشعار کے مطالعہ کے بعد اس حقیقت کا اقرار واعتراف نوک قلم کی آبرو بنتا ہے کہ انہوں نے اس صنف سخن کے محراب ومنبر سجانے میں جو سفر طے کیا ہے، اس میں بحمدہ تعالیٰ وہ ٹھوکر کھانے سے محفوظ رہے۔

دنیائے علم وفکر میں تاج الشریعہ حضرت مولانا مفتی شاہ اختر رضا خاں ازہری کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ اس دور میں یقینا علم وفکر کی ایک چلتی پھرتی تصویر ہیں شعور وآگہی کی خیرات تقسیم کرنے میں آپ کا خاندان بہت پیش پیش رہا۔ الحمد للہ! آپ نے اس سلسلۃ الذہب کو مزید آگے بڑھانے کی سعی مشکور فرمائی ہے۔ آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے ایک عظیم نقیب وترجمان کی حیثیت سے بین الاقوامی سطح پر اپنی انفرادی شناخت رکھتے ہیں۔ آپ ایک دیدہ ور مفکر، صاحب بصیرت قلم کار، روشن ضمیر صوفی، عبقری فقیہ، جلیل القدر محدث اور علوم مشرقیہ کے ایک نابغہ ہیں۔ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو موضوع کا مکمل اور بھرپور حق ادا فرما دیتے ہیں اور اس موضوع پر آپ کی تحریر علم وفکر کا ایک روشن اشاریہ بن کر ابھرتی ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بعض تحقیقات کے خلاف کچھ حضرات نے نئی فکر اور نئی تحقیق کی راہ روشن کرنے کی طفلانہ کوشش کی، آپ نے دلائل وبراہین کی روشنی میں ان کے افکار وخیالات کا علمی وفکری محاسبہ کر کے انہیں حقائق کا آئینہ دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ آپ کی ذات وشخصیت یقینا علم وفکر کا ایک خوبصورت اور رواں دواں آبشار ہے، جس پر سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علمی فیضان کی ہمہ دم برکھا وبرسات ہو رہی ہے۔

حضور کی طبیعت فطری طور پر موزوں ہے اور یہ نعمت بھی انہیں اسلاف سے ورثے میں ملی ہے۔ عشق رسول تو اس خاندان کا طرہ امتیاز رہا ہے، جس کے اظہار کے لئے شعر و سخن کی بیاض روشن کی گئی، حضور تاج الشریعہ نے بھی محبت رسول اور عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوب کر نعتیہ شاعری کی ہے۔ آپ کی نعتیہ شاعری میں عشق کی وارفتگی، جذبات کی جنوں خیزی اور فکر کی جولانی ہے۔

حضور تاج الشریعہ کی نعتیہ شاعری ہمارے عہد کی ایک معتبر اور باوزن آواز ہے جس میں خیالات کی پاکیزگی، عقائد و نظریات کی تجلیات اور عقیدت و محبت کی چاندنی نکھری نکھری نظر آتی ہے۔ علامہ اختؔر رضا خاں ازہری اپنی نعتیہ شاعری کے تعلق سے اپنا ذاتی تاثر پیش فرماتے ہیں ؎

میں تو ہوں بلبلِ بستانِ مدینہ اختؔر
حوصلے مجھ کو نہیں قافیہ آرائی کے

کاش! کوئی صاحب بصیرت قلم کار طرفین کی تحقیقات کا تنقیدی جائزہ اہل علم کے سامنے پیش کریں تو حضور تاج الشریعہ کے علمی تفوق اور فکری بصیرت، تنقیدی شعور کا صحیح ادراک ہو سکے۔ نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر عقیدت و نیاز مندی کی سدا بہار جنت ہے تو عقائد و نظریات کا برملا اظہار بھی، نعتیہ اشعار کے متن اور بین السطور سے اگر سرور کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے شیفتگی، تعلق خاطر اور محبت کی تجلیات بکھر رہی ہیں تو وہیں عقائد و نظریات کی پیچیدہ گتھیاں بھی سلجھ رہی ہیں، حضور تاج الشریعہ نے بھی نعتیہ اشعار میں سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے عقائد و نظریات کی ترجمانی کا خوبصورت انداز میں حق ادا فرمایا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطا اور عنایت سے مختار کائنات ہیں اس سلسلے میں قرآن و احادیث میں متعدد مقامات پر ہدایتیں روشن ہیں، اس حوالے سے کس قدر خوبصورت پیرایہ بیان اور برجستگی کے ساتھ علامہ اختر رضا خاں ازہری فرماتے ہیں ؎

جہاں بانی عطا کردیں بھری جنت ہبہ کردیں
نبی مختارِ کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کردیں
جہاں میں ان کی چلتی ہے، وہ دم میں کیا سے کیا کردیں
زمیں کو آسماں کردیں، ثریا کو ثرا کردیں
فضا میں اڑنے والے یوں نہ اترائیں ندا کردیں
وہ جب چاہیں، جسے چاہیں اسے فرماں روا کردیں

ایک دوسرے مقام پر آستانہ محبوب کردگار صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں اور آپ کے اختیار کلی پر ایک الگ انداز میں گفتگو فرماتے ہیں ؎

جہاں کی بگڑی اسی آستاں پہ بنتی ہے
میں کیوں نہ وقف درِ آں جناب ہو جاؤں

اسلامی عقائد و نظریات کے خلاف نجد سے ایک تحریک ابن تیمیہ کے افکار کے زیر اثر محمد ابن عبد الوہاب نجدی نے چلائی۔ اس تحریک نے امت مسلمہ کے سامنے اسلام کی ایک ایسی تصویر پیش کی جس میں نبی کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی محراب عظمت کو بازیچۂ اطفال بنا دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و توقیر کو اپنی تنقیدی فکر کا نشانہ بنایا تو پھر سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نبی مختار نہیں بلکہ

مجبور نظر آئے، ان کے تمام اختیارات کا انکار کیا گیا، تمام انسانوں کی صف کے ایک فرد جلیل کی حیثیت سے آپ کا تعارف کرلیا گیا، ان سے ہمسری کا دعویٰ دائر کیا گیا، یہ عقیدہ گڑھا گیا کہ نبی تو مر کے مٹی میں مل گئے، نبی کو پیٹھ پیچھے کی خبر نہیں، انہیں باطل افکار ونظریات کے شیطانی سلسلے کو آگے بڑھانے میں اسمٰعیل دہلوی نے ہندوستان میں نمایاں کردار ادا کیا، جس کے نتیجے میں امت مسلمہ شورش کی شکار نظر آئی، گھر گھر میں اختلاف، گاؤں گاؤں میں محاذ آرائی، موڑ موڑ پر مناظراتی جدال کا سماں بندھ گیا۔ علمائے اہل سنت وجماعت نے تحریر وتقریر کے ذریعہ ان باطل عقائد ونظریات کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے اور قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کے بطلان پر دلائل قاہرہ قائم فرما کر مذہب اہل سنت وجماعت کی حقانیت وصداقت پر مہر لگا دی۔ نعتیہ اشعار کے ذریعے شعرائے اہل سنت نے ان گندم نما جو فروشوں کے باطل افکار ونظریات پر حملے کئے۔ حضور تاج الشریعہ کے نعتیہ کلام میں ہمیں اس حوالے سے خوبصورت اور باوزن اشعار نظر آتے ہیں، جن میں ابلیسی ذہنیت کے حامل افراد کے باطل افکار ونظریات کا رد بہت باوزن اور مدلل انداز میں نظر آتا ہے ؎

وہی جو رحمۃ للعالمیں ہیں، جانِ عالم ہیں
بڑا بھائی کہے ان کو کوئی، اندھا بصیرت کا

حضور تاج الشریعہ مذکورہ بالا شعر کے مصرعہ اولیٰ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رحمۃ للعالمیں اور جان عالم کے اوصاف بیان فرما کر اس باطل ومردود عقیدے کا مدلل رد فرماتے ہیں جس میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا بھائی کہا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان اوصاف کی حامل شخصیت کو بڑا بھائی کہنا بے بصیرتی ہی کا آئینہ معلوم ہوتا ہے۔ ایک دوسرے مقام پر اسی عقیدہ ونظریہ کے رد میں ایک الگ انداز میں اظہار خیال کرتے ہیں ؎

بھلا دعوے ہیں ان سے ہم سری کے
سرِ عرشِ بریں جن کا قدم ہے

نعت شریف کے اس شعر میں حضور تاج الشریعہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمسری کا دعوی کرنے والے نام نہاد مسلمانوں کو آئینہ دکھاتے ہیں اور پھر ان کے دوسرے مصرع میں اس باطل نظریئے کے خلاف ایک مضبوط اور باوزن دلیل پیش فرما کر اس کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیتے ہیں۔ دوسرے مقامات پر باطل عقائد ونظریات کے رد میں کہے گئے اشعار میں منطقی استدلال کا یہی رنگ وآہنگ نمایاں نظر آتا ہے، اس حوالے سے یہ اشعار دیکھے جائیں ؎

تم کو جو بتائے اپنا جیسا انساں
کورِ چشم ہے وہ دوجہاں کے سلطاں
وہ رگِ جانِ دوعالم ہیں بڑے بھائی نہیں
ہیں یہ سب پھندے برے تیرے بڑے بھائی کے
ابتغوا فرما کے گویا رب نے یہ فرما دیا
بے وسیلہ نجدیو! ہر گز خدا ملتا نہیں
کہہ دیا قاسم انا دونوں جہاں کے شاہ نے
یعنی درِ حضور پہ بٹتی ہے نعمتِ خدا
مر کے مٹی میں ملے وہ، نجدیو! بالکل غلط

حسبِ سابق اب بھی مرقد میں ہیں سلطانِ جمال

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس مجموعہ کمالات ہے اورتمام صفات محمودہ آپ میں یکجا ہوگئی ہیں ۔

حسنِ یوسف ، دمِ عیسیٰ ، یدِ بیضا داری
آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضور تاج الشریعہ نے نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بوقلموں صفات کواس قدر اعلیٰ مضمون کے ساتھ پیکر شعر عطا کیا ہے کہ ان کے عشق کی صداقت اور علمی وجاہت کو بے اختیار خراج تحسین پیش کرنے کو جی چاہتا ہے پھر یہ بھی کہ مضمون آفرینی میں لطافت بیان اورفن کی تقدیس وعظمت پہ بھی حرف نہیں آنے دیا۔

ان کے نعتیہ اشعار کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن وسنت کے وسیع مطالعہ ،عمیق تدبر وفکر اور سب سے بڑھ کرعشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نعتیہ اشعار کو وہ تب وتاب عطا فرمایا ہے جو اہل ذوق کے لئے خاصے کی چیز ہے۔اس حوالے سے چند اشعار اہل ذوق کی نذر ہیں ۔

تبسم سے گماں گزرے شبِ تاریک پر دن کا
ضیائے رخ سے دیواروں کو روشن آئینہ کردیں
مجھے کیا فکر ہے اختر مرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو مری وہ خود گرفتارِ بلا کردیں
مری مشکل کو یوں آساں مرے مشکل کشا کردیں
ہراک موجِ بلا کو میرے مولا ناخدا کردیں
منور میری آنکھوں کو مرے شمس الضحیٰ کردیں
غموں کی دھوپ میں وہ سایۂ زلف دوتا کردیں

آپ کی خاطر بنائے دوجہاں
اپنی خاطر جو بنایا آپ ہیں
آپ جیسا کوئی ہو سکتا نہیں
اپنی ہر خوبی میں تنہا آپ ہیں
حسین اول کی نمود اولیں
بزمِ آخر کا اجالا آپ ہیں
زیب و زیں خاک و فخر خاکیاں
زینتِ عرش معلّٰی آپ ہیں
نازشِ عرش ووقار عرشیاں
صاحبِ قوسین و ادنیٰ آپ ہیں

بعض مقامات پہ توعشق کے والہانہ اظہار میں زبان وبیان اورلب ولہجہ کی ایسی طرفگی ہے کہ مدتوں ان اشعار کے لطف سے روحانی کیف وسرور حاصل ہوتا رہے گا۔آپ بھی ان اشعار کی گہرائیوں اور پنہائیوں میں اتر کرگلشن عشق نبوی علیہ التحیۃ والثنا کی سیر کیجئے ۔

غضب ہی کردیا اختر ،مدینے سے چلے آئے
یہ وہ جنت ہے جس کی عرش والوں کوبھی حیرت ہے
جہاں کی بگڑی اسی آستاں پہ بنتی ہے
میں کیوں نہ وقف درِ آں جناب ہو جاؤں
دشتِ طیبہ میں چلوں ،چل کے گروں ،گر کر چلوں
ناتوانی تو مری صدرِ شکِ توانائی ہے
گزرگاہوں میں ان کی میں بچھاتا دیدہ ودل کو
قدم سے نقش بنتے میرے دل میں ،دیدۂ تر میں

حضور تاج الشریعہ کے نعتیہ اشعار میں علم بدیع کی صنعتیں بھی قدم قدم پر جلوہ گر نظر آتی ہیں، مثلاً تجنیس تام صنعت شبہ اشتقاق اور صنعت تضاد کی تجلیات میں روشن و منور یہ اشعار ملاحظہ کریں ؎

آتشِ دوزخ بجھانے کے لئے
تیز تر نارِ محبت کیجئے
ان پہ مر جانے کی رکھیئے آرزو
یوں سدا جینے کی صورت کیجئے
مانگ لیجئے خاکِ طیبہ میں جگہ
خاک میں سامانِ عشرت کیجئے
ان پہ مرنا ہے دوامِ زندگی
موت سے پھر کیوں نہ الفت کیجئے
ہیں غنی کے در پہ ہم بستر جمائے خیر سے
خیر کے طالب کہاں جائیں گے جائے خیر سے
وہ خرامِ ناز فرمائیں جو پائے خیر سے
کیا بیاں وہ زندگی ہو دل جو پائے خیر سے
جھک کے مہر و ماہ گویا دے رہے ہیں یہ صدا
دوسرا میں ،کوئی تم سا دوسرا ملتا نہیں

محاوروں کے خوبصورت اور برجستہ استعمال سے اشعار فلک ادب کے شاہکار بن جاتے ہیں۔ اہل ہنر نے نعت نگاری کے مرحلے سے گزرتے ہوئے محاوروں کے خوبصورت استعمال کے ذریعہ اشعار نعت کو ظاہری تب وتاب اور زیب وزینت دینے کی کوشش کی ہے، حضور تاج الشریعہ کی کہی گئی نعتوں میں بھی محاوروں کا استعمال خوبصورتی اور سلیقے مندی سے ہوا ہے ؎

میں وصفِ ماہِ طیبہ کر رہا ہوں
بلا سے گر کوئی چیں بہ چیں ہے
فریبِ نفس میں ہمدم نہ آنا
بچے رہنا یہ مارِ آستیں ہے
کروں اختر شماری انتظارِ صبح میں کب تک
الٰہی ہے یہ کیسی رات کہ کاٹے نہیں کٹتی
کون ہوتا ہے مصیبت میں شریک وہمدم
ہوش میں آ، یہ نشہ تجھے ہردم کیا ہے
اس تجلی کے سامنے اختر
گل کو آنے لگے پسینے سے
کر کے دعویٰ ہم سری کا کیسے منھ کے بل گرا
مٹ گیا وہ، جس نے کی توہینِ سلطان جمال
مانگ لیجئے خاکِ طیبہ میں جگہ
خاک میں سامانِ عشرت کیجئے

نبی کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان سے تعلق خاطر ہی اساس ایمان اور دین کی بنیاد ہے، اس تعلق خاطر پہ قرآن مقدس اور احادیث نبویہ میں ہدایتوں کی قندیل روشن ہے جو ان کا نہیں وہ ہمارا نہیں۔ اس ذات اقدس سے جو منحرف ہوا اس سے رشتہ وتعلق منقطع کر لیا جائے۔ خواہ ماں باپ، بھائی بہن جیسے قریبی رشتے دار ہی کیوں نہ ہوں، یہی ایمان کا تقاضا ہے اور یہی جذبات کی پکار بھی، اس حوالے سے حضرت اختر بریلوی فرماتے ہیں ؎

نبی سے جو ہو بیگانہ اسے دل سے جدا کردیں

پدر، مادر، برادر، مال وجاں ان پر فدا کر دیں

مغربی تہذیب وتمدن کی جو یلغار ہوئی تو پھر مسلم معاشرے میں بھی تہذیبی قدروں پہ اس کی نحوست کے بادل تیزی کے ساتھ چھانے لگے۔ حیات کا وہ کون سا گوشہ ہے، جہاں مغربی تہذیب نے اپنے خونیں پنجے گاڑنے کی کاوشِ نہ کی ہوں؟ علمائے اسلام مسلمانوں کو اسلامی قدروں کی پاسداری کا سبق گاہے بگاہے پڑھاتے رہتے ہیں اور بھٹکے ہوئے آہوؤں کو سوئے حرم لے کر چلنے کی حتی المقدور کوشش بھی ہوتی ہے۔ تحریر، تقریر اور نظم ونثر کے ذریعہ فرنگی تہذیب کے چنگل سے نکلنے کی ہدایتیں کی جاتی ہیں۔ حضور تاج الشریعہ نے بھی نعتیہ اشعار تحریر کرتے ہوئے اس گو شے پر موثر انداز میں خیالات کے چراغ جلائے ہیں ؎

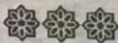
طوقِ تہذیبِ فرنگی توڑ ڈالو مومنو

تیرگی انجام ہے، یہ روشنی اچھی نہیں

میرے سامنے حضور تاج الشریعہ کی نعتوں کا منتخب مجموعہ ''سفینۂ بخشش'' ہے، جس کی نشرواشاعت کا کارنامہ ''قادری کتاب گھر'' نے انجام دیا ہے۔ نعتیہ انتخاب کے اس مجموعہ میں فاضل مرتب کا نام ظاہر نہیں کیا گیا ہے۔ گفتنی کے تحت فاضل مرتب نے جو تقدیم تحریر کی ہے اس میں اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ سابقہ ایڈیشن میں کتابت کی جو غلطیاں تھیں ان کی تصحیح کر کے درست کر لیا ہے۔ تصحیح کرنے میں حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب نظامی وحضرت مولانا یوسف صاحب رضوی نے تعاون فرمایا، لیکن مطالعہ کے دوران اس ہیچ مداں کی نظر کوتاہ بیں کچھ مقامات پر رکی، ان میں سے بعض مقامات پہ تو سہو کتابت کا عمل دخل نظر آیا۔

بلا شبہ حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی کی نعتیہ شاعری یقیناً ہمارے عہد کی ایک معتبر اور باوقار آواز ہے۔ آپ کی نعتوں میں عشق رسول کا موجیں مارتا ہوا سمندر ہے، خود سپردگی کا انداز نیاز مندانہ اور مسلک اعلیٰ حضرت کی مکمل نقابت وترجمانی ہے۔

فاضل مرتب سے میں پر امید ہوں کہ وہ اس قیمتی سرمایہ نعت کا اگلا ایڈیشن مزید اہتمام اور شایان شان بنا کر منظر عام پر لائیں گے۔



ڈاکٹر شفیق اجمل

فروغ نعت میں "سفینۂ بخشش" کا حصہ

وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین حضور مفتی اعظم، حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دام ظلہ العالی کی مقناطیسی شخصیت عالم اسلام میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ ہر جہت سے اپنے آبا و اجداد کے حقیقی وارث و امین ہیں۔ علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں اپنے اسلاف کے عکس جمیل ہیں۔ حضور تاج الشریعہ کی شخصیت کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ آپ بیک وقت مفکر و مدبر اور محدث و فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم عاشق رسول اور عمدہ نعت گو شاعر بھی ہیں۔

نعت گوئی اگرچہ اردو زبان میں ہمیشہ سے موجود رہی ہے، لیکن اردو زبان و ادب میں اسے فن کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ (۱۸۵۶ء/۱۹۲۱ء) سے پہلے کسی نے نہیں اختیار کیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ اردو کے پہلے بڑے شاعر ہیں جنھوں نے اپنی شاعری کا موضوع صرف نعت گوئی کو قرار دیا۔ ان کے بعد بھی ان کے خانوادے نے کئی اچھے شاعر اردو ادب کو دیئے، جنھوں نے اپنی فطری صلاحیتوں سے اردو شعر و ادب کے خزانے میں بیش بہا اضافے کیے۔ حضور تاج الشریعہ کا تعلق بھی اسی خانوادے سے ہے۔ آپ کو شعر و شاعری سے پوری ذہنی مناسبت ہے۔ آپ ایک قادر الکلام فطری شاعر ہیں۔ شاعری آپ کو وراثت میں ملی ہے اور نئے لب و لہجہ میں نعتیہ اشعار کہنے میں آپ کو زبردست ملکہ حاصل ہے۔ آپ کی شاعری معنویت و پیکر تراشی، سرشاری و شیفتگی کا نادر نمونہ ہے اور آپ کے قلم سے نکلنے والے اشعار فصاحت و بلاغت، حلاوت و ملاحت اور کیف و سرور میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔

حضور تاج الشریعہ کا مجموعہ کلام "سفینۂ بخشش" کے نام سے موسوم ہے، جو زیور طباعت سے مزین ہو چکا ہے۔ مگر اس میں آپ کے کئی تازہ کلام ابھی شامل نہیں ہیں۔ حضور تاج الشریعہ کی حیات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی زندگی کے خزانے میں وہ تمام جواہر پوری آن بان اور تب و تاب کے ساتھ موجود ہیں، جو ایک مکمل نعت کہنے کے لیے ضروری ہیں۔ علوم دینی و دنیوی کی گہرائی، فکری و ذہنی صلاحیت، فقیہانہ بصیرت، عالمانہ تبحر اور عشق رسول مقبول

14

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سبھی کچھ ان کے دامن میں موجود ہے۔ اصناف شعر میں نعت سے زیادہ مقدس، نازک اور دشوار گزار کوئی دوسری صنف نہیں ہے، اسی لیے فارسی شاعر عرفی کہتے ہیں ''نعت لکھنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے'' اس کی وجہ یہ ہے کہ نعت میں ذرا بھی چوک ایمان کو تباہ کر دیتی ہے۔ حضور تاج الشریعہ کے دیوان ''سفینۂ بخشش'' کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس مشکل اور نازک مرحلے سے گزرتے جاتے ہیں اور ذرا بھی کہیں لغزش نہیں ہوتی۔

حضور تاج الشریعہ کی نعتیہ شاعری عشق وارفتگی کا ایک حسین گلدستہ ہے جو قلب وشعور کے نشیمن کو باغ وبہار سے ہم کنار کرتا ہے۔ اس میں خلوص کی خوشبو بھی ہے اور عقیدت کی روشنی بھی۔ ایمان کی لذت وحلاوت بھی ہے اور بیان کی نفاست وپاکیزگی بھی۔ یعنی ایک حیات آفریں اور روح پرور فضا نے ان کی نعتوں کو دلکشی ورعنائی کا مرقع بنا دیا ہے۔ انہوں نے نعتیہ شاعری برائے شاعری نہیں کی ہے بلکہ جذبۂ بے اختیار شوق کے تحت کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا کلام عشق وعقیدت سے لبریز ہے۔

حضور تاج الشریعہ سرور کائنات، فخر موجودات، سید المرسلین، سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق ہیں۔ آپ سے انہیں والہانہ محبت ہے۔ ان کے دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو طوفان موجزن ہے، اس کی جھلک پوری آب وتاب کے ساتھ، اس کا اثر پوری آن وبان کے ساتھ اور اس کا پرتو مکمل شان کے ساتھ ان کی نعتوں کے ہر شعر اور شعر کے ہر ہر لفظ سے ظاہر ہے۔ جذبۂ عشق سرور جہاں، باعث تکوین کون ومکاں ان کے شعروں میں نہاں بھی ہے اور عیاں بھی۔ دل کشی و رعنائی سے لبریز ان کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

عطا ہو بے خودی مجھ کو خودی میری ہوا کر دیں
مجھے یوں اپنی الفت میں مرے مولیٰ فنا کر دیں

وجہِ نشاطِ زندگی راحتِ جاں تم ہی تو ہو
روحِ رواں زندگی جانِ جہاں تم ہی تو ہو

اصل شجر میں ہو تم ہی نخل وثمر میں ہو تم ہی
ان میں عیاں تم ہی تو ہو ان میں نہاں تم ہی تو ہو

رواں ہو سلسبیلِ عشقِ سرور میرے سینے میں
نہ ہو پھر نار کا کچھ غم، نہ ڈر خورشیدِ محشر کا

کچھ کریں اپنے یار کی باتیں
کچھ دلِ داغدار کی باتیں

پی کے جامِ محبتِ جاناں
اللہ اللہ خمار کی باتیں

تبسم سے گماں گزرے شبِ تاریک پر دن کا
ضیائے رخ سے دیواروں کو روشن آئینہ کر دیں

آپ کو رب نے کہا اپنا حبیب
ساری خلقت کا خلاصہ آپ ہیں

تیری جاں بخشی کے صدقے اے مسیحائے زماں
سنگریزوں نے پڑھا کلمہ ترا جانِ جمال

ساقیِ کوثر دہائی آپ کی
سوختہ جانوں پہ رحمت کیجیے

جب حضور تاج الشریعہ سرور کائنات کے حسن باطنی اور

متوجہ ہوتے ہیں تو ان کا انداز بیان جمال سیرت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان کا انداز بیان دیدنی ہوتا ہے۔ان کی نگاہوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام خصائص و کمالات گھومنے لگتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کردار، رفعت گفتار، بے پایاں رحمۃ اللعالمینی، میدان محشر میں آپ کی شفیع المذنبینی، گنا ہگار امت کے لیے حضور کی گریہ وزاری، خطا کاروں کی بخشش کے لیے رحمت شعاری، جود و کرم کی فراوانی، لطف و عنایات کی فراخ دامانی، اخلاق عالیہ کی رفعت، سیرت و کردار کی عظمت، خدا کی اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بے پایاں عنایت اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کے لیے ہر آن امنڈتا ہوا بحر شفاعت، یہ سب خصائص حضور تاج الشریعہ کے کلام میں ایک نئی آب و تاب کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔مثال کے طور پر چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں:

مصطفائے ذاتِ یکتا آپ ہیں
یک نے جس کو یک بنایا آپ ہیں
آپ جیسا کوئی ہو سکتا نہیں
اپنی ہر خوبی میں تنہا آپ ہیں
آپ کی خاطر بنائے دو جہاں
اپنی خاطر جو بنایا آپ ہیں

لب کوثر ہے میلہ تشنہ کامانِ محبت کا
وہ ابلا دستِ ساقی سے وہ ابلا چشمہ شربت کا
یہ عالم انبیا پر ان کے سرور کی عنایت کا
جسے دیکھو لیے جاتا ہے پروانہ شفاعت کا

حضور سرور کائنات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں قدرت نے تمام محامد و محاسن جمع کر دیے ہیں۔ آپ کے ظاہری و باطنی فضائل عقل و خرد سے ماورا اور آپ کے کمالات ذہن انسانی سے کہیں بلند ہیں۔ شاعر کی فکر کمالات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احاطہ کرنے کے لیے آگے بڑھتی ہے۔مگر بے بس و ناتواں ہوکر اپنی معذوری و مجبوری کا اعتراف کرنے لگتی ہے۔لیکن حضور تاج الشریعہ کے قلم حقیقت رقم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن ظاہری اور باطنی تجلیات کو جی بھر کر خراج پیش کیا ہے۔ان کا یہ خراج عقیدت اشعار کا ایک ایسا گل کدہ ہے جس کا ہر پھول سدا بہار اور ہر غنچہ محبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشک بار ہے۔آپ نے اپنے آقا و مولا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین صورت کو اس شان سے اپنی شاعری کا اعزاز بنایا ہے کہ خود ان کی شاعری حسین سے حسین تر نظر آنے لگی ہے۔ حسن و جمال مصطفیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ان کے چند اشعار دیکھیے

اس طرف بھی اک نظرِ مہرِ درخشانِ جمال
ہم بھی رکھتے ہیں بہت مدت سے ارمانِ جمال
فرش آنکھوں کا بچھاؤ رہ گزر میں عاشقو
ان کے نقشِ پا سے ہوں گے مظہرِ شانِ جمال

روئے انور کے سامنے سورج
جیسے اک شمع صبح گاہی ہے

نعتیہ شاعری کا ایک اہم موضوع حضور اکرم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال پاک کی زیارت کی آرزو اور اشتیاق ہے۔حضور تاج الشریعہ بھی اپنے کلام میں سرکار دو

عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تمنا بڑے ہی اضطراب کی حالت میں بار بار کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

رات میری دن بنے ان کے لقائے خیر سے
قبر میں جب ان کی طلعت جگمگائے خیر سے
جمالِ روئے جاناں دیکھ لوں کچھ ایسا ساماں ہو
کبھی تو بزمِ دل میں یا خدا! آرام آئے
آپ کی رویت ہے دیدارِ خدا
جلوہ گاہِ حق تعالیٰ آپ ہیں

عاشق کو صرف محبوب ہی عزیز نہیں ہوتا، بلکہ اس کی سرزمین، اس کا شہر، اس کا گھر اور اس کا در سبھی کچھ عزیز ہوتے ہیں۔ ہر وہ شئے جو محبوب سے متعلق ہو، عاشق صادق کو اس سے لگاؤ ہوتا ہے۔ وہ محبوب کے حسن صورت و سیرت سے جس قدر متاثر ہوتا ہے اور اس کی عزت و عظمت اس کے دل میں جس قدر جاگزیں ہوتی ہے۔ اسی قدر ہر وہ چیز جس سے اس کے محبوب کا کسی نہ کسی طرح کا تعلق ہوتا ہے، اس کے لیے باعث کشش اور لائق تعظیم و تکریم ہوتی ہے اور پھر جب محبوب ایسا جس کا ثانی نہ ہو اور عاشق ایسا جس کا جذبۂ صادق لافانی ہو تو پھر وہ ایسے عظیم محبوب کی عظمت کے گیتوں کے ساتھ ساتھ اس کے در و دیوار، اس کے کوچہ و بازار کے گن نہ گائے، یہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟

حضور تاج الشریعہ کو جس طرح حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات سے عشق ہے اور جس درجہ احترام و اکرام ان کے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ اسی طرح انہیں صحرائے عرب، شہر مدینہ، روضۂ اقدس اور آپ کے سنگ آستاں سے بھی پیار ہے۔ آپ نے دیار حبیب کی عظمت و رفعت کے پرشوق تذکرے کیے ہیں، اور انہیں دیکھنے کی تمنائے بے قرار کا بڑے والہانہ انداز میں اظہار بھی کیا ہے اور پھر جب دیار رسول دیکھنے کی تمنا بر آتی نظر آتی ہے تو شدت جذبات نے جو عالم وارفتگی پیدا کیا اس کا دیوانہ وار اظہار عزت و احترام کا دامن تھامے ہوئے بڑے دلکش پیرایہ میں کرتے چلے جاتے ہیں ؎

سنبھل جا اے دلِ مضطر مدینہ آنے والا ہے
لٹا اے چشمِ تر گوہر مدینہ آنے والا ہے
وہ چھائی گھٹا بادہ بار مدینہ
پیے جھوم کر جاں نثارِ مدینہ
اگر دیکھے رضواں چمن زارِ طیبہ
کہے دیکھ کر یوں وہ خارِ مدینہ
مدینے کے کانٹے بھی صد رشکِ گل ہیں
عجب رنگ پر ہے بہارِ مدینہ
فرشتے جس کے زائر ہیں مدینے میں وہ تربت ہے
یہ وہ تربت ہے جس کو عرشِ اعظم پر فضیلت ہے
مدینہ گر سلامت ہے تو پھر سب کچھ سلامت ہے
خدا رکھے مدینے کو اسی کا دم غنیمت ہے

حضور تاج الشریعہ ایک سچے عاشق رسول ہیں۔ محبوب سے دوری انہیں قطعاً برداشت نہیں ہے۔ ان کے کلام میں فرقت مدینہ کی صورت میں بے قراری کی کیفیت اور مدینہ کی حاضری کی تمنا خوب نظر آتی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں ؎

داغِ فرقتِ طیبہ قلب مضمحل جاتا

کاش گنبدِ خضرا دیکھنے کو مل جاتا
فرقتِ مدینہ نے وہ دیے مجھے صدمے
کوہ پر اگر پڑتے کوہ بھی تو ہل جاتا
دور اے دل رہیں مدینے سے
موت بہتر ہے ایسے جینے سے
فرقتِ طیبہ کی وحشت دل سے جائے خیر سے
میں مدینہ کو چلوں وہ دن پھر آئے خیر سے
شمیم زلفِ نبی لا صبا مدینے سے
مریضِ ہجر کو لا کر سونگھا مدینے سے
الٰہی! وہ مدینہ کیسی بستی ہے دکھا دینا
جہاں رحمت برستی ہے جہاں رحمت ہی رحمت ہے

ایک عاشق صادق کی یہ آرزو اور تمنا ہوتی ہے کہ اس کی روح جب نکلے تو محبوب کی جلوہ گری رہے۔ محبوب کے قدموں میں گر کر اپنی جان نچھاور کرے۔ موت برحق ہے، ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، مگر یہ موت اگر محبوب کے قدموں میں ہو تو پھر اس کا کیا کہنا۔

حضور تاج الشریعہ ایسی موت کو زندگی سے تعبیر کرتے ہیں اور عیش جاودانی بتاتے ہیں۔ حضور تاج الشریعہ کے یہاں موت کے اسی پاکیزہ تصور کی کارفرمائی جابجا دیکھنے کو ملتی ہے ؎

ترے دامنِ کرم میں جسے نیند آگئی ہے
جو فنا نہ ہوگی ایسی اسے زندگی ملی ہے
مرنے والے رخِ زیبا پہ تیرے جانِ جہاں
عیشِ جاوید کے اسرار بتا جاتے ہیں
درِ جاناں پہ فدائی کو اجل آئی ہو
زندگی آ کے جنازے پہ تماشائی ہو
موت لے کے آجاتی زندگی مدینے سے
موت سے گلے مل کر زندگی میں مل جاتا
یوں تو جیتا ہوں حکمِ خدا سے مگر
میرے دل کی ہے ان کو یقینا خبر
حاصلِ زندگی ہوگا وہ دن مرا
ان کے قدموں پہ جب دم نکل جائے گا

حضور تاج الشریعہ کے یہاں داخلی کیفیات، ذاتی احساسات، جذباتی واقعات اور قلبی واردات کا اک اچھوتا انداز پایا جاتا ہے۔ چونکہ ان تمام تجربات کا منبع وسرچشمہ اور مرکز ومحور ان کی اپنی ذات ہے، جو عشق رسول کی یکتائی میں گم ہے اور ان کی کائنات ان کے دل کی دنیا ہے، جس میں عشق رسول کا جوہر بے مثال ولازوال ضوفشاں ہے۔ انہوں نے جو کچھ کہا وہ اسی کائنات دل میں ڈوب کر کہا، لہٰذا ان کے اشعار میں ان کے دل کی آواز صاف سنائی دیتی ہے۔ ان کے جذب دروں نے ان کے کلام کو سوز وساز بخشا اور ان کے علم وفن نے ان کے پیرایۂ اظہار کو جلا بخشی۔ ان کے یہاں نازک خیالی، تخیل کی بلند پروازی، نکتہ آفرینی، ندرت خیال کی کارفرمائی جا بجا دیکھنے کو ملتی ہے۔ ان کا خلوص، ان کا جذبۂ صادق، ان کا والہانہ عشق، ان کی عقیدت، ان کا تبحر علمی، ان کی روحانی بلندی اور ان کی زبان دانی نے ان کے کلام کو پرکشش بنادیا ہے۔ انہوں نے رواں بحروں اور آسان ردیفوں میں زبان و بیان کے جو جوہر دکھائے ہیں یقیناً وہ قابل ستائش ہے۔

حضور تاج الشریعہ کے کلام میں جہاں عشق و عقیدت کی وارفتگی ہے وہیں پیکر تراشی، استعارہ سازی، تشبیہات، اقتباسات، فصاحت و بلاغت، حسن تعلیل، لف ونشر مرتب، لف ونشر غیر مرتب، تجنیس تام، تجنیس ناقص، تلمیحات، اشتقاق وغیرہ کی جلوہ گری بھی صاف نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر چند اشعار ملاحظہ فرمائیں ؎

صنعت استعارہ:

تیری جاں بخشی کے صدقے اے مسیحائے زماں
سنگریزوں نے پڑھا کلمہ ترا جانِ جمال

صنعت تشبیہ:

روئے انور کے سامنے سورج
جیسے اک شمعِ صبح گاہی ہے

صنعت حسن تعلیل:

جھک کر مہر و ماہ گویا دے رہے ہیں یہ صدا
دو سرا میں کوئی تم سا دوسرا ملتا نہیں

صنعت تضاد:

کسی کو وہ ہنساتے ہیں کسی کو وہ رلاتے ہیں
وہ یونہی آزماتے ہیں وہ اب تو فیصلہ کر دیں

صنعت تجنیس کامل:

مفتیِ اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا
محفلِ انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

صنعت تنسیق الصفات:

تاجِ وقارِ خاکیاں، نازشِ عرش و عرشیاں
فخرِ زمین و آسمان، فخرِ زماں تم ہی تو ہو

صنعت ترصیع:

صداقت ناز کرتی ہے، امانت ناز کرتی ہے
حمیت ناز کرتی ہے، مروت ناز کرتی ہے

''سفینۂ بخشش''میں حضور تاج الشریعہ نے منقبت کے اشعار بھی کہے ہیں۔ تین حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی شان میں، دو احسن العلماء، دو حضور مجاہد ملت (جن میں ایک عربی زبان میں ہے)

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ، سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ، سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ، حضور مفسر اعظم ہند کی بارگاہ میں ایک ایک منقبت پیش کیا ہے۔ نواسۂ رسول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

شہادت ناز کرتی ہے، جلالت ناز کرتی ہے
وہ سلطانِ زماں ہیں ان پہ شوکت ناز کرتی ہے
صداقت ناز کرتی ہے، امانت ناز کرتی ہے
حمیت ناز کرتی ہے، مروت ناز کرتی ہے
شہِ خوباں پہ ہر خوبی و خصلت ناز کرتی ہے
کریم ایسے ہیں وہ ان پر کرامت ناز کرتی ہے
جہانِ حسن میں بھی کچھ نرالی شان ہے ان کی
نبی کے گلِ پہ گلزاروں کی زینت ناز کرتی ہے

سرکار سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ کی عظیم بارگاہ میں حضور تاج الشریعہ اپنی عقیدت کا اظہار یوں کرتے ہیں ؎

حضرتِ مسعود غازی اخترِ برج ہدیٰ
بے کسوں کا ہمنوا وہ سالکوں کا مقتدا
آسمان نور کا ایسا درخشندہ قمر
جس کی تابش سے منور سارا عالم ہو گیا
نائبِ شاہ شہیداں وہ محافظ نور کا
جس نے سینچا ہے لہو سے گلشنِ دینِ خدا

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی عبقری شخصیت دنیائے علم وفن اور عشق وعرفان میں محتاج تعارف نہیں۔ حضور تاج الشریعہ اپنے اس عظیم محسن کی بارگاہ میں یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

مفتیِ اعظمِ دینِ خیر الوریٰ
جلوۂ شانِ عرفانِ احمد رضا
کیا کہوں حق کے ہو کیسے تم مقتدیٰ
مقتدایانِ حق کرتے ہیں اقتدا

احمدِ نوری کے ہیں یہ مظہر اتم
یہ ہیں نوری میاں نوری ہر ہر ادا

''سفینۂ بخشش'' میں جو علم وفن کی جلوہ گری کے ساتھ عشق وعرفان کی سرمستی ہے، وہ اردو شاعری میں خال خال ہی نظر آتی ہے۔ حضور تاج الشریعہ کی شعری زبان نہایت پاکیزہ اور شستہ ہے، اس میں سادگی بھی ہے اور رنگینی بھی۔ انہوں نے اپنی شاعری میں اثر انگیزی اور اثر آفرینی پیدا کرنے کے لیے تمام فنی خوبیوں کا کامیاب استعمال کیا ہے۔ ان کی شاعری نے اردو زبان و ادب میں عظیم سرمائے کا اضافہ کیا ہے۔ بلاشبہ اردو ادب کے فروغ میں ''سفینۂ بخشش'' کا حصہ ناقابل فراموش ہے۔



ڈاکٹر محمد حسین مُشاہد رضوی

حضور تاج الشریعہ بلبل بستانِ مدینہ

حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری برکاتی ازہری بریلوی عالمِ اسلام کی عظیم روحانی شخصیت ہیں۔ علم و عمل، زہد وتقویٰ، استقامت علی الدین، خشیتِ الٰہی، اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ آپ کی دینی و علمی، تبلیغی وتدریسی اور تعلیمی و اصلاحی خدمات عالم گیر شہرت ووسعت رکھتی ہیں۔

آپ کی ولادت عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں طرۂ امتیاز رکھنے والے ''خانوادۂ رضا'' میں ۲۳ر فروری ۱۹۴۳ء کو ہوئی۔ امام احمد رضا بریلوی، علامہ حسن رضا بریلوی، علامہ حامد رضا بریلوی، علامہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی کی پُر نور امانتوں کے آپ ایک سچے وارث و امین اور جانشین ہیں۔ بریلی شریف سے ابتدائی تعلیم وتربیت سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے جامعہ ازہر، مصر میں اعلیٰ تعلیم سے فراغت پائی اور گولڈ میڈلسٹ بھی رہے۔ علاوہ ازیں جامعہ ازہر کے سب سے ممتاز اعزاز ''فخرِ ازہر ایوارڈ'' سے بھی آپ کو نوازا گیا۔

علامہ اختر رضا ازہری بریلوی بیک وقت عظیم محدث وفقیہ، مفکر و مدبر، ادیب و خطیب، تصوف و ولایت کے دُرِّ نایاب، دعوت وتبلیغ کے آفتاب وماہ تاب، رشد وہدایت کے گلِ خوش رنگ، اور بافیض معلم و مصلح ہونے کے ساتھ ساتھ مقبولِ زمانہ نعتیہ کلام کے عمدہ اور مشہور ومعروف نعت گو بھی ہیں۔

آپ کا اشہبِ قلم نثر ونظم میں یکساں رواں دواں ہے۔ اردو کے علاوہ آپ کو عربی و فارسی پر بھی عالمانہ و فاضلانہ دسترس حاصل ہے۔ آپ کی عربی دانی کو دیکھ کر اہلِ زبان عش عش کر اٹھتے ہیں۔ آپ کے علمی اثاثے میں ایک معتد بہ حصہ عربی نثر ونظم پر مشتمل ہے۔ آپ کو اپنے اسلافِ کرام سے علوم وفنون اور شریعت وطریقت کے ساتھ عشقِ نبوی کی دولتِ عظمیٰ بھی ملی۔ عشقِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو گھٹی میں پلایا گیا۔ اسی عشق کے اظہار کے لیے آپ نے نعتیہ شاعری کو وسیلہ بنایا اور اپنے اجدادِ عظام کی طرح دنیائے علم وادب کو ''سفینۂ بخشش'' کے نام سے ایک گراں قدر تحفہ عنایت کیا۔

آپ کا مجموعۂ کلام ''سفینۂ بخشش''، عشقِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی نعتوں کا ایک حسین وجمیل اور روح پرور گلدستہ ہے۔ جس میں مدحتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدت مندانہ بیان ہے۔

حضرت اختر رضا بریلوی کی نعت گوئی کو دبستانِ بریلی کے دیگر شعرا کی طرح محض عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کا مرقع نہیں کہا جا سکتا بلکہ آپ کا کلام فکر و فن، جذبہ و تخیل، زبان و بیان، فنی گیرائی و گہرائی، جدتِ ادا، زورِ بیان، حُسنِ کلام، تشبیہات و استعارات اور صنائع لفظی و معنوی جیسے شعری و فنی محاسن کا آئینہ دار بھی ہے۔ ''سفینہ بخشش'' سے چیدہ چیدہ اشعار نشانِ خاطر ہوں ؎

اک اشارے سے کیا شق ماہِ تاباں آپ نے
مرحبا صد مرحبا صلِ علیٰ شانِ جمال
گرمیِ محشر گنہ گاروں ہے بس کچھ دیر کی
ابر بن کر چھائیں گے گیسوے سلطانِ جمال
جو تواے طائر جاں کام لیتا کچھ بھی ہمت سے
نظر بن کر پہنچ جاتے تجلی گاہِ سرور میں
خاکِ طیبہ کی طلب میں خاک ہو یہ زندگی
خاکِ طیبہ اچھی اپنی زندگی اچھی نہیں

زبان و بیان کی پختگی، ندرتِ خیال، جدتِ اظہار، اختصار و جامعیت، معانی آفرینی، سنجیدگی و شگفتگی، اور برجستگی وغیرہ عناصر ایک اچھے اور خوب صورت کلام کی خوبیاں ہیں جو کہ ''سفینہ بخشش'' کے اشعار میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ یہ شعری خصوصیات ''سفینہ بخشش'' کی نعتوں کو تاثیر کے جوہر سے آراستہ و مزین کرتی ہیں۔

حضرت اختر رضا بریلوی نے حمدیہ و نعتیہ شاعری کے جملہ لوازمات کی پاس داری کا مکمل اہتمام کیا ہے۔ اسی طرح پاکیزہ اوصاف کے حامل ''دبستانِ بریلی'' کے جید شعرائے کرام کے کلامِ بلاغت نظام کے گہرے مطالعہ کی وجہ سے آپ کے کلام کی زیریں رَو میں فصاحت و بلاغت، حلاوت و ملاحت، حزم و احتیاط، حُسنِ معنیٰ اور قادر الکلامی کا جولہریں لیتا دریا موجزن ہے اس میں آپ اپنے اسلاف نعت گو شعرا کے پرتو نظر آتے ہیں۔ ''سفینہ بخشش'' کے نعتیہ کلام میں جو گہرا فنی رچاو ہے وہ قاری و سامع کو دیر تک مسحور کئے رہتا ہے اور انھیں ایک کیف آگیں لطف و مسرت سے سرشار کر دیتا ہے ؎

جہاں بانی عطا کر دیں بھری جنت ہبہ کر دیں
نبی مختارِ کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کر دیں
تبسم سے گماں گزرے شبِ تاریک پر دن کا
ضیائے رُخ سے دیواروں کو روشن آئینہ کر دیں
دامنِ دل جو سوئے یار کھنچا جاتا ہے
ہو نہ ہو اس نے مجھے آج بُلایا ہوگا
سرفرازیِ اجل اُن کو مِلا کرتی ہے
نخوتِ سر جو ترے در پہ جھکا جاتے ہیں
اپنے در پر جو بُلاؤ تو بہت اچھا ہو
میری بگڑی جو بناؤ تو بہت اچھا ہو
گردشِ دَور نے پامال کیا مجھ کو حضور
اپنے قدموں میں سلاؤ تو بہت اچھا ہو
جہاں کی بگڑی اسی آستاں پہ بنتی ہے
میں کیوں نہ وقفِ درِ آں جناب ہو جاؤں

اختؔر رضا بریلوی کی شاعری متصوفانہ آہنگ کی عکاسی اور حالِ دل کی ترجمانی کرنے میں جمالیاتی طرزِ

اظہار لیے ہوئے ہے۔غزلیہ انداز میں تقدیسی شاعری کرتے ہوئے آپ نے بڑی ادیبانہ مہارت اور عالمانہ ہنر مندی کا مظاہرہ کیا ہے؛ کہیں بھی لب و لہجہ بوجھل محسوس نہیں ہوتا اور نہ ہی شریعتِ مطہرہ کے تقاضوں کے برعکس کوئی مضمون آپ کے کلام میں نظر آتا ہے۔داخلیت یعنی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں والہانہ وارفتگی کے ساتھ ساتھ بے ساختگی، جذب و کیف، نغمگی و موسیقیت، سلاست و صفائی، ترکیب سازی، پیکریت، اور سوز و گداز جیسے اعلا ترین جواہر کلامِ اختر بریلوی میں پنہاں ہیں۔ جسے پڑھ کر اہل نقد و نظر یقیناداد و تحسین کے لئے مجبور ہوجائیں گے ؎

جس کی تنہائی میں وہ شمعِ شبستانی ہے
رشکِ صد بزم ہے اُس رندِ خرابات کی رات

پینے والے دیکھ پی کر آج اُن کی آنکھ سے
پھر یہ عالم ہوگا کہ خود کا پتا ملتا نہیں

مہرِ خاور پہ جمائے نہیں جمتی نظریں
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

میری خلوت میں مزے انجمن آرائی کے
صدقے جاؤں میں انیسِ شبِ تنہائی کے

دشتِ طیبہ میں گمادے مجھے اے جوشِ جنوں
خوب لینے دے مزے بادیہ پیمائی کے

شامِ تنہائی بنے رشکِ ہزاراں انجمن
یادِ جاناں دل میں یوں دھومیں مچائے خیر سے

چھوٹی بحور میں نعت گوئی کرتے ہوئے مؤثر پیرایہ اظہار میں معانی آفرینی، تراکیب، پیکریت، روانی اور نغمگی جیسے عناصر کے جوہر دکھانا آسان نہیں، مگر علامہ اختر رضا بریلوی کو اس وصف میں بھی یدِ طولیٰ حاصل ہے۔آپ کے چھوٹی بحور پر مشتمل اشعار نہایت معنی خیز ہیں۔ان میں پوشیدہ غنائیت قاری وسامع کے قلب وذہن کو براہِ راست متاثر کرتی ہے ؎

اے مکینِ گنبدِ خضرا سلام
اے شکیبِ ہر دلِ شیدا سلام

مصطفائے ذاتِ یکتا آپ ہیں
یک نے جس کو یک بنایا آپ ہیں

جانِ گلشن سے ہم نے منھ موڑا
اب کہاں وہ بہار کا عالم

ہر گھڑی وجد میں رہے اختر
کیجیے اس دیار کی باتیں

ہر گل گلستاں معطر ہے
جانِ گل زار کے پسینے سے

روئے انور کے سامنے سورج
جیسے اک شمعِ صبح گاہی ہے

ہر عاشقِ رسول یہ چاہتا ہے کہ اُسے دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شادکامی حاصل ہوجائے اور وہ اپنی نظروں میں جمالِ جہاں آرائے گنبد خضرا بسالے، حضرت اختر رضا بریلوی نے کس درجہ حسن و خوبی اور والہانہ انداز میں اپنے سوزِ دروں کو پیش کیا ہے۔نشانِ خاطر ہو شہ پارہ ؎

داغِ فرقتِ طیبہ قلبِ مضمحل جاتا

کاش گنبد خضرا دیکھنے کو مِل جاتا

سبحان اللہ! مصرع ثانی ''کاش گنبد خضرا دیکھنے کو مل جاتا'' کی بار بار تکرار کرنے کو جی چاہتا ہے؛ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ صرف اختر رضا بریلوی کی آواز نہیں بلکہ ''میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے'' کے مصداق ہر عاشق کی آواز ہے اور جب بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کا مژدۂ جاں فزا حاصل ہوگیا تو قسمت کو گویا معراج مل گئی فرشِ گیتی سے اٹھ کر عاشق فرازِ عرش پر پہنچ گیا۔ دل کی بے قراریوں اور اضطراب کو ڈھارس بندھاتے ہوئے چشم شوق کو آنسو نہیں بلکہ موتی لٹانے کا پیغام دیتے ہوئے حضرت اختر بریلوی راقم ہیں ؎

سنبھل جا اے دلِ مضطر مدینہ آنے والا ہے
لٹا اے چشمِ تر گوہر مدینہ آنے والا ہے

اور جب جمال سبز گنبد پیش نظر ہوگیا تو عاشق کا اندازِ والہانہ یوں نکھر کر سامنے آتا ہے۔ منظر کشی اور تصویریت کا حسن متاثر کن ہے ؎

وہ چمکا گنبدِ خضرا وہ شہرِ پرضیا آیا
ڈھلے اب نور میں پیکر مدینہ آنے والا ہے
مدینہ آگیا اب دیر کیا ہے صرف اتنی سی
تو خالی کر یہ دل کا گھر مدینہ آنے والا ہے

اختر رضا بریلوی نے اپنی نعتوں کے ذریعہ عقیدہ و عقیدت، فضائل وشمائلِ نبوی اور محبت و الفت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اظہار کے ساتھ سیرت طیبہ کے اہم گوشوں کو اجاگر کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ سنت وشریعت سے دوری کی وجہ سے جو تباہی و بربادی ہمارا مقدر بنتی جارہی ہے، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے الحاد و بے دینی اور مغربی کلچر کی یلغار سے امت مسلمہ کو دور رہنے کی تلقین بھی کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی پر عمل کرنا، آپ کی تعظیم وتوقیر اور آپ کے اسوۂ حسنہ سے والہانہ وارفتگی ہی ہماری دنیوی اور اخروی نجات کا وسیلۂ عظمیٰ ہے۔

کلام اختر رضا بریلوی کے مطالعہ کے بعد ماننا پڑتا ہے کہ آپ کے یہاں عصری حسیت بھی نمایاں ہے، جو ایک سچی شاعری کا توصیفی پہلو ہے؛ اس لحاظ سے ''سفینۂ بخشش'' کے شاعرِ محترم ہر اعتبار سے لائقِ تحسین و آفرین ہیں ؎

ریت آقا کی چھوڑ دی ہم نے
اپنی مہمان اب تباہی ہے
طوقِ تہذیبِ فرنگی توڑ ڈالو مومنو!
تیرگی انجام ہے یہ روشنی اچھی نہیں
عبث جاتا ہے تو غیروں کی جانب
کہ بابِ رحمتِ رحماں یہیں ہے
فریبِ نفس میں ہمدم نہ آنا
بچے رہنا یہ مارِ آستیں ہے

الغرض علامہ اختر رضا ازہری بریلوی کے نوکِ قلم سے نکلے ہوئے نعتیہ نغمات عقیدت ومحبت کا مرقع ہونے کے ساتھ ساتھ شعریت کے بناؤ سنگھار سے سجے سنورے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج عالمِ اسلام میں آپ کے کلام کی دھوم مچی ہوئی ہے، دنیا بھر کے اہل عقیدت ومحبت آپ کے نعتیہ اشعار کو ذوق وشوق سے گنگناتے ہیں؛ عالمی شہرت یافتہ نعت خواں

حضرات بھی علامہ اختؔر رضا بریلوی کے نعتیہ کلام کی نغمگی و موسیقیت اور جذب و کیف سے عاشقانِ رسول کو لطف اندوز کررہے ہیں۔تاہم مقامِ حیرت و استعجاب ہے کہ عالمی مقبولیت کے حامل اس عظیم نعت گو شاعر کا ادبی دنیا میں کہیں تذکرہ نہیں۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ناقدینِ ادب کی تحریریں اس عظیم نعت گو شاعر کے ذکر سے عاری کیوں؟اس موقع پر پہنچ کر ڈاکٹر محمود حسن الٰہ آبادی کا یہ چشم کشا خیال پیش کرنا غیر مناسب نہ ہوگا:

> "اسلام پسند شاعروں کی یہ بدنصیبی رہی ہے کہ اپنے بھی انہیں ایک محدود فکر کا شاعر گردانتے ہیں۔ادب اور فن کا جو وسیع کینوس ہے اس کی رنگ آمیزی میں شاعر کی فکر کے عمق پر ان کی نگاہ نہیں جاتی۔غیر تو ان سے اس لیے صرفِ نظر کرتے ہیں کہ انہیں ایسی فکر کو ابھرنے سے روکنا ہوتا ہے۔اپنے بھی انہیں مذہب اور اسلام کی اعلیٰ قدروں کے ترجمان کی حیثیت سے پیش کرکے مطمئن ہوجاتے ہیں۔اردو کے دو عظیم شاعر حفیظؔ میرٹھی اور شفیقؔ جون پوری اسی تعصب کے شکار رہے۔" (اردو بک ریویو جنوری تا مارچ ۲۰۰۹ء ص ۱۴)

ڈاکٹر محمود حسن الٰہ آبادی کی یہ بات بالکل درست اور مبنی برصداقت ہے۔محض حفیظؔ میرٹھی اور شفیقؔ جون پوری ہی نہیں بلکہ حضرت رضاؔ بریلوی، حسنؔ رضا بریلوی، جمیلؔ بریلوی، نوریؔ بریلوی، اجملؔ سلطان پوری، رازؔ الٰہ آبادی، نظمیؔ مارہروی جیسے کئی اہم شعرا بھی ہمارے ناقدین کے تعصب کا شکار ہوئے ہیں۔آخر کب تک اسلام پسند شاعروں اور ادیبوں سے ہمارے ناقدین گریز کرتے رہیں گے؟جب کہ فکر و فن، زبان و بیان کی وسعت اور شعریت کے اعتبار سے ان شاعروں اور ادیبوں نے زبان و ادب کی جو گراں قدر خدمت انجام دی ہے وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ٹی۔ایس۔ایلیٹ کے نظریہ کے مطابق "شاعر کا مقام و مرتبہ فن کے وسیع تناظر میں ہونا چاہیے"۔اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ہمارے ناقدین کو اپنے تنقیدی رویوں میں وسعت لاتے ہوئے نعتیہ ادب پر بھی خامہ فرسائی کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔اگر ایسا ہوتا ہے تو یہ بھی ایک طرح سے زبان و ادب اور لسانیات کی خدمت ہی ہوگی۔ایک شعر ملاحظہ ہے

گوش بر آواز ہوں قدسی بھی اس کے گیت پر
باغِ طیبہ میں جب اخترؔ گنگنائے خیر سے



مولانا مفتی عبدالمالک مصباحی

حضور تاج الشریعہ کے کلام میں قرآنی تلمیحات

واردات قلبی کو مخصوص انداز میں سلک تحریر میں پرونے کا نام شعر گوئی ہے اور عنان شعر گوئی کے اوصاف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس دہلیز پر جبیں سائی کو ''نعت گوئی'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔نعت گوئی میں اگر صداقت ہو تو یہ ایک ایسا مقدس وظیفہ ہے جو انسان کے ظاہر کے ساتھ باطن کو بھی منور ومجلّٰی اور معطر ومعنبر کر دیتا ہے۔

برصغیر ہندو پاک میں ناعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۃ الذہب کی ایک روشن و تابندہ کڑی کا نام ''خانوادۂ رضا'' ہے، جو الحمد للہ! دارین کی سعادتوں سے مالا مال ہے۔ اس خاندان کے افراد دنیاوی مناصب عظمٰی کو قدموں تلے روندتے ہوئے جب دینی میدان میں اپنی خدمات پیش کرنے کے لئے متوجہ ہوئے تو ایک محتاط اندازہ کے مطابق ادھر کم وبیش دو سو سالوں سے علم وحکمت کی ہر شاہراہ پر اس خانوادہ کے باکمال حضرات نے عالیشان محل تعمیر کر کے ارباب فکر ودانش کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔

اس دور میں اسی خانوادے کے ایک نیر اعظم کا نام نامی اسم گرامی ''محمد اسماعیل رضا خاں'' ہے، مگر اب پوری دنیا میں وہ علامہ اختر رضا خاں ازہری کے نام اور ''حضور تاج الشریعہ'' کے لقب سے جانے جاتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ 'خانوادۂ رضا' کے وہ عطر مجموعہ ہیں جس میں مفتی رضا علی خاں (ولادت ۴۲۲۱ھ/ ۹۰۸۱ء وصال ۲/جمادی الاولیٰ ۲۸۲۱ھ) کا حسن تدبر و انتظام، مفتی نقی علی خاں (ولادت ۶۴۲۱ھ/۹۲۸۱ء وصال ۵۱۳۱ھ۷۹۸۱ھ) کا عزم وحوصلہ، جرات و بیباکی اور شجاعت و بہادری، مجدد ملت امام احمد رضا خاں (ولادت ۲۷۲۱ھ/۶۵۸۱ء وصال ۰۴۳۱ھ/۱۲۹۱ء) کی ذہانت و فطانت، علمی وفکری حذاقت ومہارت، حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں (ولادت ۲۹۲۱ھ/۲۹۸۱ء وصال ۲۶۳۱ھ ۳۴۹۱ء) کی فصاحت وبلاغت اور سیادت وقیادت اور حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خان (ولادت ۰۱۳۱ھ/۳۹۸۱ء وصال ۲۰۴۱ھ ۱۸۹۱ء) کی خشیت الٰہی، عشق رسول اور تقویٰ وطہارت بدرجہ اتم موجود ہے۔

عالم اسلام کے علاوہ یورپ و امریکہ اور افریقہ و آسٹریلیا کے مصروف ترین تبلیغی دوروں کے باوجود آپ کے

سیال قلم سے پچاس سے زیادہ مطبوعہ اور دس سے زیادہ غیر مطبوعہ کتابوں کے قیمتی جواہر پارے میرے اس دعویٰ کی دلیل میں ارباب نظر کی نگاہوں کے سامنے ہیں۔ سر دست میرا موضوع چونکہ "کلام تاج الشریعہ میں قرآنی تلمیحات" ہے اس لئے میں اپنی گفتگو کا رخ صرف اسی طرف موڑتے ہوئے بات آگے بڑھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔

سب سے پہلے "تلمیح" کی تعریف پیش نظر رکھ لی جائے تاکہ اصل مضمون سے خاطر خواہ لطف اندوز ہو اجا سکے۔ صاحب "دروس البلاغہ" تلمیح کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"التلميح هو ان يشير المتكلم فی کلامه الی آية او حديث او شعر مشهور او مثل سائر او قصة۔"

(دروس البلاغہ ص ۹۴ ناشر احمد پبلی کیشنز، دہلی)

"تلمیح یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام میں کسی قرآنی آیت، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم، مشہور شعر، عام کہاوت یا پھر کسی قصہ کی طرف اشارہ کرے۔"

اہل زبان و قلم کلام کو زود اثر اور فصیح و بلیغ بنانے کے لئے علم صنائع و بدائع کے مختلف اقسام سے خوب خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تلمیح اسی علم بدیع کی ایک قسم ہے۔

سیدی و مرشدی حضور تاج الشریعہ وارث علوم رضا اور جانشین مفتی اعظم ہند ہیں۔ آپ کا سینہ علم کا ٹھاٹھیں مارتا ہو اسمندر اور ذہن علوم و فنون کا سرچشمہ ہے اس لیے علمی گہرائی و گیرائی میں اترنے کی بجائے مبلغ علم کے ابتدائی سرا صرف زبان دانی کے حوالے سے پوری دنیا جانتی ہے کہ اردو اور فارسی تو خیر سے گھر کی کنیز و باندی ہے ہی ہے انگریزی زبان میں بھی حضرت فراٹے سے خطاب فرماتے ہیں اور جب عربی زبان میں گفتگو فرماتے ہیں تو اہل عرب اور اہل زبان بھی حیرت و استعجاب کے بحر بیکراں میں غوطہ زن ہو کر سنتے اور محظوظ ہوتے ہیں۔

آپ کے کلام کا مجموعہ جو "سفینۂ بخشش" کے نام سے سرمہ نگاہ ہے اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا کلام لفظی اور معنوی ہر دو اعتبار سے فصاحت و بلاغت کے بلند و بالا مینار پر اپنی عظمتوں کا پھریرا لہرا رہا ہے۔ پورے مجموعہ میں کہیں بھی تکلف یا آورد کا گمان نہیں ہوتا بلکہ ہر جگہ آمد ہی آمد کی قطاریں ہیں۔

بلا شک و شبہ پورا مجموعہ کلام سادگی میں پرکاری، دلکشی و رعنائی، جذب و وارفتگی، عشق و سرمستی، سلاست و روانی، سوز و گداز اور نالہ سے لبریز ہے۔ نیز اصناف سخن میں استعارہ و تشبیہ ہو یا حسن تعلیل، لف و نشر مرتب و غیر مرتب ہو یا تجنیس تام و غیر تام، اشتقاق ہو یا مقابلہ، مراعاۃ النظیر ہو یا طباق، ذو قافیتین ہو یا ترصیع، تصدیر ہو یا مسمط ہر ایک پوری طمطراق کے ساتھ ضوفشاں ہے۔ "سفینۂ بخشش" کا کوئی بھی صفحہ الٹیے "کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است" والا منظر نگاہوں کو خیرہ کرنے لگتا ہے۔

حضور تاج الشریعہ نے نعت گوئی تفریح طبع، شہرت و ناموری یا وقت گزاری کے لئے نہیں اختیار کیا ہے بلکہ اس مبارک عمل کو جہاں آپ نے درد دل کے اظہار اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خیرات بانٹنے کے لئے اپنایا ہے وہیں

اسے خدمت اسلام وسنیت اور ترویج مسلک اعلیٰ حضرت کے لئے بھی وسیلہ و ذریعہ بنایا ہے گویا منظوم الفاظ کی یہ مقدس لڑیاں ترسیل پیغام اور تبلیغ دین کے لئے پروئی گئی ہیں۔

توسل کا مسئلہ اہل سنت و جماعت اور دیگر فرقوں میں ایک معرکۃ الآراء مسئلہ ہے۔ اہل سنت و جماعت قرآن مقدس کی آیت کریمہ اور دیگر نصوص کی روشنی میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر محبوبان خدا سے وسیلہ جائز اور درست مانتے ہیں مگر دیگر فرقوں کے زعماء اپنی انانیت اور کج فہمی کی بنیاد پر اسے حرام قرار دیتے ہیں۔ حضور تاج الشریعہ اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کی توثیق و ترویج کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

ابتغوا فرما کے گویا رب نے یہ فرما دیا
بے وسیلہ نجدیو ! ہرگز خدا ملتا نہیں

اس شعر میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس میں اللہ رب العزت نے فرمایا۔

"یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیه الوسیلة۔" (سورہ ۶ آیت ۵۳) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔" (کنزالایمان)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں 'معراج شریف' ایک مہتم بالشان معجزہ ہے۔ قرآن پاک کے پندرہویں پارے کی ابتدا اسی واقعہ سے ہوئی ہے اس میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کا ذکر جمیل ہے وہاں سے لامکاں کی رفعتوں تک پہنچنا اور پھر وہاں سر کی آنکھوں سے "ذات باری" کا ملاحظہ کرنا دوسری آیات مبارکہ اور احادیث مشہورہ سے ثابت ہے۔ قرآن مقدس میں فرمایا گیا:

"سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ۔" (سورہ ۱۷ آیت ۱) پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک (کنزالایمان)

"ثم دنا فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ۔" (سورہ ۵۳ آیت ۸۔۱۰) پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔" (کنزالایمان)

حضور تاج الشریعہ مذکورہ آیات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

یہ ان کے جلوے کی تھیں گرمیاں شب اسریٰ
نہ لائے تاب نظر بہکے دیدہائے فلک

لامکاں تک جس کی پھیلی روشنی
وہ چراغِ عالم آرا آپ ہیں
نازشِ عرش و وقارِ عرشیاں
صاحبِ قوسین اوادنیٰ آپ ہیں

شبِ معراج وہ اوحیٰ کے اشارات کی رات
کون سمجھائے وہ کیسی تھی مناجات کی رات

حشر کے میدان کی ہولناکیوں میں سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ لوگ نفسا نفسی کے عالم میں رہیں گے، انبیائے کرام اذھبوا الیٰ غیری فرمائیں گے، مگر ان مایوس کن حالات اور روح فرسا لمحات میں ہمارے سرکار کی زبان فیض

ترجمان پر انالھا ہوگا۔مخلوق، لواء الحمد تلے آپ کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہوگی اور شفاعت کبریٰ کا تاج زریں آپ کے سرانور پر جگمگا رہا ہوگا۔ پروردگار عالم نے اپنے کلام بلاغت نظام میں انہیں روح پرور مناظر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا"

(سورہ ۱۷ آیت ۷۹) قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔" (کنزالایمان)

حضور تاج الشریعہ اپنے کلام میں اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

اختر کی ہے مجال کیا محشر میں سب ہیں دم بخود
سب کی نظر تمہیں پہ ہے سب کی زباں تمہیں تو ہو

مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے خبث باطن کی وجہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا بھائی لکھ دیا اور آپ کی تعظیم و توقیر کو بس بڑے بھائی کی سی قرار دے دیا۔ اندھی عقیدت کے شکار کچھ شکم پرور مولوی بھی اس کی ہمنوائی میں اتر آئے، حضور تاج الشریعہ دین سے ایسے کورے مولویوں کی خبر لیتے ہوئے قرآنی استشہاد کی روشنی میں فرماتے ہیں ؎

وہ رگِ جانِ دوعالم ہیں بڑے بھائی نہیں
ہیں یہ سب پھندے برے تیرے بڑے بھائی کے
وہی جو رحمۃ للعالمیں ہیں جانِ عالم ہیں
بڑا بھائی کہے ان کو کوئی اندھا بصیرت کا

پہلے شعر میں:

"النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم (سورہ ۳۳ آیت ۶) یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔" (کنزالایمان)

اور دوسرے شعر میں

"وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔" (سورہ ۲۱ آیت ۱۰۷) اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔ (کنزالایمان) کی طرف اشارہ ہے۔"

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اصل ایمان، روح ایمان اور جان ایمان ہے مگر کچھ لوگ اس حقیقت کو نظر انداز کرتے ہوئے سجدے پہ سجدہ اور تسبیح پہ تسبیح ہلائے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو خواب غفلت سے جھنجھوڑتے ہوئے حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں ؎

سجدہ بے الفتِ سرکار عبث اے نجدی
مہر لعنت ہے سب داغ جبیں سائی کے

آپ کا یہ شعر قرآن پاک کی اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کررہا ہے۔

"قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔" (سورہ ۳ آیت ۳۱) اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہوجاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔" (کنزالایمان)

عشق رسول بندۂ مومن کے لیے بہت قیمتی سرمایہ ہے۔ بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے آپ کو عشق رسول کی بھٹی میں تپا کر مس خاک سے کندن بنالیا کرتے ہیں۔ امام اہل سنت اس عشق کی عظمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ؎

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھادے گی وہ آگ لگائی ہے

ایسے افراد کو مژدۂ جانفزا سناتے ہوئے حضور تاج الشریعہ ارشاد فرماتے ہیں ؎

غم شاہ دنیٰ میں مرنے والے تیرا کیا کہنا
تجھے لاتحزنوا کی تیرے مولیٰ سے بشارت ہے

مذکورہ شعر کے مصرعہ اولیٰ میں دنی فتدلیٰ کی طرف اور دوسرے مصرعہ میں:

"وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آل عمران، پ:۳، آیت:۱۳۹) اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔ کی طرف اشارہ ہے۔"

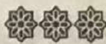
رحمت عالمیاں سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات حیات ظاہری میں بھی بے امانوں کے لیے جائے اماں، بے قراروں کے لیے وجہ سکون، یتیموں کے لیے ماویٰ اور غریبوں کے لئے ملجا تھی اور آپ کے جود وسخا اور رحمت وانوار کی یہ برسات بظاہر دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی اسی شان وشوکت سے جاری وساری ہے۔ آپ کا در اقدس عصیاں شعاروں کے لئے کھلا ہے کہ آئیں اور نبی کا صدقہ پائیں کہ یہاں سیاہ کاریوں سے پاک وصاف ہونے کے لئے دریائے رحمت موجزن ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

" وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ (سورہ ۵، آیت ۶۴) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔"

حضور تاج الشریعہ اپنے عربی اشعار میں اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

و مزاره امان ومن عصی متاب
اختر الجانی اتاک فانف عنه یعاب

حضور تاج الشریعہ کا مجموعہ کلام "سفینۂ بخشش" اس طرح کی مثالوں سے لولو ومرجان کی طرح روشن وتابندہ ہے۔ بعجلت تمام یہاں "مشتے نمونہ از خروارے" چند اشعار پیش کیے گیے ہیں ارباب ذوق مجموعہ کلام کا مطالعہ کر کے ذہن وفکر اور قلب وجگر کی تسکین وآسودگی کے سامان فراہم کر سکتے ہیں۔



مولانا سید اقبال حسنی، گیا، بہار

تاج الشریعہ کی شاعری میں حدائق بخشش کا انعکاس

علاقہ روہیل کھنڈ مغربی اتر پردیش کا وہ مردم خیز علاقہ رہا ہے، جس نے اہالیان وطن کو لشکر وسپاہ اور میدان کارزار کے جیالے بھی دئے ہیں اور علم ومعرفت اور تقویٰ وطہارت کے مستحکم وتوانا صاحب کردار افراد بھی عطا کئے ہیں۔ ان بے شمار زرنگار کرداروں میں ایک صوفی مشرب اور خداترس، اور عاشق رسول خاندان بھی بایمائے قدرت وارد وصادر ہوا، جس کے اجداد کرام نے دنیاوی مناصب جلیلہ اور مقامات رفیعہ پر اپنا پرچم عزم و ہمت اور علم عزیمت واستقامت بلند کر رکھا تھا۔

اسی عظیم المرتبت خاندان جلیل کے فرزند عظیم المرتبت تاج الشریعہ فخر ازہر، حضرت علامہ ازہری میاں صاحب قبلہ مرجع خلائق فی العالم اور مشارٌ الیہ علما ومشائخ ہیں۔ جن کی عبقریت خاندانی کا یہ عالم ہے کہ ذاتی حسب ونسب علیا کے ساتھ وہبی اور کسبی مقامات عالیہ نے گزشتہ صدیوں سے اس خاندان کی ہم رکابی سے منھ نہیں موڑا ہے۔ علم وفن، تحقیق وتدقیق، حب نبوت عشق حقیقی، خداترسی، حقیقت بیانی، تردید وتکبیر بغاوت رسالت پناہی، اعلائے کلمۃ الحق، عزیمت واستقامت، تصلب دینی اور حمیت ملی کے خوش نما گل وبوٹے جس خاندان کے قبائے رنگیں پر خوشنمائی کی داد تحسین حاصل کر رہے ہیں۔ علوم ومعارف کے خزانے علم شناس اور قدر آشنا حضرات کے دامان طلب میں جہاں انتہائی فراخ دلی سے ڈالے جا رہے ہیں۔ وہ یہی خانوادہ ہے۔ میر تقی میرؔ نے کبھی کہا تھا ؎

سارے عالم پر ہوں میں چھایا ہوا
مستند ہے میرا فرمایا ہوا

اس شعر کو شاعرانہ تعلی اور شاعر کی خود پسندی پر محمول کرنے کا ہمیں ادبی اختیار نہیں ہے۔ تاہم بوئے پندار کی آمد سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے، مگر اس شعر کو خاندان علم وفضل رضا اور ذات تاج الشریعہ پر اگر منطبق کیا جائے تو کسی غیر جانبدار اور فضل آشنا شخص کو انکار نہیں ہو سکتا ہے۔ پانچ پشتوں سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مداحی کرنے والے افراد کے اقوال بہ عنایت مصطفوی غیر مستند اور عامیانہ نہیں ہو سکتے ہیں، بلکہ یہ حقیقت بیانی ہوگی کہ ان حضرات ستودہ صفات کی نظر عنایت اور ادعیۂ صبح گاہی نے جس غنچے کا درجہ قبولیت کی شبنم سے منھ دھلایا ہوا اور جو مصر کی فضائے آزاد میں بھی خدا کے محبوب اعظم کی سیرت وصورت کا پیکر بن کر

رہا ہو، اس کا قول پرتاثیر اور قبول عام وخاص کا مظہر بھی ہے۔

میرا عنوان سخن چونکہ حضرت ازہری میاں مدظلہ العالی کی شاعری میں حدائق بخشش کا انعکاس ہے۔اس لئے دیگر شعبہ جات علم وفن پر قلم رانی سے گریز کرتے ہوئے صرف ازھری شاعری پر اپنے نارسا فکروقلم کو تحریر کی زبان دینے کی جسارت کررہاہوں۔

مفکرین لسانیات وادب کی رائے ہے کہ شاعر اپنے ماحول کا پروردہ ہوتا ہے، خاندانی پس منظر، علمی وراثت، فکری تربیت، ذہنی جودت، قلمی مزاولت، شعرائے متقدمین کے کلام سے ممارست، فضائے زندگی کی مذہبیت اور خاندانی جذبۂ حب رسالت یہ وہ عناصر ترکیبی ہیں۔جن کے ذریعہ علامہ ازہری کا نعتیہ کلام اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ فلک شاعری پر درخشاں نظر آتا ہے۔مقتضائے عنوان یہ ہے کہ ہم قدرے "حدائق بخشش" مجموعہ کلام امام نعت گویان اردوزبان امام احمد رضا خان کا جائزہ پیش کردیں:

"حدائق بخشش" عاشق رسول، محقق ومجدد عالم، شیدائے رسول کا مجموعہ کلام ہے جس نے "ازدل خیزد بردل ریزد" کا ریکارڈ گذشتہ صدی سے قائم کر رکھا ہے۔خیر خواہوں اور قدر دانوں کے علاوہ بدخواہوں اور عناد صفت حضرات نے بھی کلام اعلیٰ حضرت کو مستند، مکرم، قابل لحاظ اور فنکاری کا انمول نمونہ قرار دیا ہے۔تفصیلات کے لئے مذہبی وعصری دانش گاہوں کے کج کلاہان علم وفن کے تاثرات ملاحظہ کئے جائیں خصوصاً "امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں"

نعت گوئی ایک فن دقیق ہے، جس کا سیدھا اور براہ راست تعلق عشق رسالت سے ہے۔جو جتنا بڑا اور سچا عاشق رسول ہوگا اس کی نعت میں اسی قدر چاشنی، سوز وساز و درد وکیف جستجو وآرزوئے محبوب کا جلوہ نظر آئے گا۔شاعر جس قدر ماہر غواص بحر عشق رسالت ہوگا نعت پاک کے اتنے ہی آبدار موتی نکال کر لائے گا۔اس تناظر میں جب ہم کلام رضا کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ شعر ہمارے ذہن کے دریچے کھول دیتا ہے ؎

جان ہے عشق مصطفی روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

غالباً اسی لئے ڈاکٹر سراج احمد بستوی نے اپنے تحقیقی مقالہ "مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری ایک تحقیقی مطالعہ" میں کہا ہے کہ:

"حضرت رضا بریلوی کے سینے میں عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ان کے حرکات وسکنات اور ہر جزوکل سے عشق مصطفی ہی ٹپکتا تھا جس کا اندازہ ان کی سیرت اور نعتیہ کلام سے لگایا جاسکتا ہے۔" (ص ۸۲)

جبکہ پروفیسر فارق احمد صدیقی اپنے مضمون "حضرت اشرفی میاں کی اردو شاعری" میں نعت گوئی کی شرط کا بیان اسطرح فرماتے ہیں:

"بلاشبہ نعت گوئی کیلئے حب رسول اساسی شرط

ہے، جو تمام مداحان رسول کے یہاں قدر مشترک کے طور پر موجود رہتی ہے مگر اس کے برتنے کا انداز سب کا جداگانہ ہوتا ہے، چونکہ طبائع مختلف ہیں، صلاحیتوں میں بھی فرق مراتب ہے اس لئے پیرایہ بیان اور فنی پیش کش میں بھی انفرادیت ہونی چاہئے اور اسی انفرادیت کی بنیاد پر کسی شاعر کے مقام و مرتبہ کا تعین ہوتا ہے۔"

(فیضان حضور اشرفی۔ سمینار پٹنہ، ص ۲۱۸)

مندرجہ بالا دونوں اقتباسات سے یہ بات بہر حال واضح ہو کر سامنے آگئی کہ نعت رسول کا بنیادی جز وحب رسول ہے، اور فاضل بریلوی حب رسالت کے مقام رفیع پر فائز تھے۔ اس طرح یہ امر بھی واضح اور عیاں ہو جاتا ہے کہ کلام رضا میں جو کچھ بھی ہے وہ محبت رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی برکات بے پایاں کا نتیجہ ہے۔

یہاں پر ایک بات اور ذہن میں آتی ہے کہ شاعر و فنکار کے مراتب فن بھی ہوتے ہیں جس کی بلند و بالا چوٹی پر بھی فنکار اپنا پرچم عظمت نہیں لہرا پاتے ہیں۔ یہ اپنا اپنا حوصلہ، ذوق اکتساب اور مشق و مزاولت ہے۔ کوئی تلمیذ الرحمن ہوتا ہے تو کوئی کسبی شاعر و فنکار ہوتا ہے۔ اس مقام پر ہمیں یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہو رہی ہے کہ امام احمد رضا وہبی شاعر ہیں۔ جنہوں نے کبھی کسی سے اصلاح سخن نہیں لیا اور ایسے زور آور اور دم دار اشعار پیش کئے کہ مخالفین کا ناطقہ بند کر دیا۔

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

جب کہ حضرت اختر بریلوی نے اصلاح سخن کی طرف بھی توجہ مبذول فرمائی ہے۔ جیسا کہ "حیات تاج الشریعہ" میں آپ کے "مختصر حالات" عنوان کے تحت غالباً مرتب کتاب نے یہ بات کہی ہے، غالباً اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اس عنوان کے خامہ نگار کا نام مرقوم نہیں ہے اور نہ ہی اس کتاب میں عناوین کی فہرست Index موجود ہے۔ بہر کیف تذکرہ نگار نے جنہیں اپنی ثقاہت پر اعتماد اور قربت علامہ ازہری پر ناز ہے، فرماتے ہیں:

"آپ کو زمانہ طالب علمی میں ہی شعر و شاعری کا شغف ہو گیا تھا، مگر زیادہ رجحان اس کی طرف نہ تھا۔ ابتدا میں شاعری کی اصلاح اپنے اساتذہ اور والد ماجد سے لیتے رہے۔ زمانہ طالب علمی کی نعتیں، نظمیں ماہنامہ اعلیٰ حضرت" اور ماہنامہ "نوری کرن" بریلی میں چھپتی رہیں۔"

(حیات تاج الشریعہ ص ۵۴، ۵۳)

یہ حقیقت تو عالم آشکار ہے کہ بقول سید محمد اشرف مارہروی" منار قصر رضا تو بلند کافی ہے "جس کے زینوں کو طے کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے" اور ذرا حدائق بخشش ہی پڑھ کے دکھلا دو" کا کھلا چیلنج مبنی بر حقیقت ہے۔ شہزادہ حضور احسن العلما قدس سرہ حضرت شرف ملت قبلہ اشرف میاں مارہروی نے حدائق بخشش کی تاثراتی اور نور برساتی فضا کو بایں الفاظ رقم فرمایا ہے:

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اپنی شاداب نعتوں

عشق کے تقاضے ہی نہیں پورے کئے بلکہ احتیاط میں صرف وادب کے دامن کو بھی مضبوطی سے تھام رکھا ہے۔ حضرت "عرفی شیرازی" کا شعر ہمہ دم آپ کے پیش نظر رہا ہے۔ ایک دنیا نے آپ سے محبتوں کے آداب سیکھے ہیں، آپ کے عشق رسول کی جوت سے دلوں کے چراغ روشن ہوئے ہیں اور زبان وقلم کے لب ولہجے سنبھلے ہیں۔ آپ کا قصیدہ سلامیہ، مصطفی جان رحمت پہ لاکھوں سلام، اردو زبان کا قصیدہ بردہ ہے۔ آپ کا قصیدہ معراجیہ اردو شاعری کا جھومر ہے، آپ کی چہار لسانی نعت لم یات نظیرک فی نظر پر دنیا کا ہر کہہ مہ سر دھنتا ہے۔ آپ کا قصیدہ درودیہ "کعبہ کے بدر الدجی تم پہ کروڑوں درود" سن کر آج بھی دل تڑپتا ہے۔ آپ کے قصیدہ نوریہ "صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا" کی بہار یہ زنگ دلوں میں کیف عشق کی برسات لے آتی ہے۔" (فن شاعری اور حسان الہند صفحہ نمبر ۸۷)

محررہ بالا عناوین قصائد "حدائق بخشش" ہی کی زینت ہیں۔ اسی طرح حضور امین ملت پروفیسر سید امین میاں علی گڑھ یونیورسٹی وسجادہ نشیں خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ فرماتے ہیں:

"امام احمد رضا کے علم کی وسعت اور ہمہ گیری کے بارے میں راقم الحروف کیا کہہ سکتا ہے۔ ان کے علمی کارنامے بے مثال ہیں اور بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ وہ ہندوستان میں فن نعت گوئی کے امام ہیں۔ "حدائق بخشش" کا ایک ایک لفظ دھڑکتا ہوا دل ہے۔ بیشتر نعتیں مقبول عوام اور محبوب خواص ہیں جو ہند پاک میں پڑھی جاتی ہیں۔" (صلوا علیہ وآلہ مجموعہ کلام سید اشرف مارہروی، ص ۱۸)

پروفیسر محمد طیب ابدالی مرحوم سابق صدر شعبہ اردو مگدھ یونیورسٹی بودھ گیا (بہار) فرماتے ہیں:

"حضرت امام احمد رضا اگر ایک طرف عالم متبحر، صوفی باصفا، مجدد وقت کی حیثیت سے مشہور ہیں تو اردو شاعری کی حیثیت سے بھی آپ کا مرتبہ کم نہیں، اردو شاعری میں نعت گوئی کو جو عروج وکمال حاصل ہے وہ آپ ہی کا مرہون منت ہے۔" (اردو میں صوفیانہ شاعری صفحہ نمبر ۱۴۲)

مذکورہ بالا خوش عقیدہ اساطین زبان اردو کے نظریات وفرامین کی پیش کش کا مقصود ومدعا صرف اتنا ہے کہ "حدائق بخشش" کے کلام شعری کے مقام ومرتبے کے نقوش حاضر قرطاس رہیں اور یہ بھی کہ اپنے جد امجد کے اس عاشقانہ، فنکارانہ اور فاضلانہ وادیبانہ وشاعرانہ کلام کے گہرے مطالعہ کے شب وروز کی جملہ ساعتیں دیگر ارباب خاندان کے علاوہ علامہ حضرت اختر بریلوی کو بدرجہ اولی میسر تھیں اور ہیں۔

ایسے ماحول اور عشقیہ شاعری، خالص زبان دانی، قدرت بیانی اور سبک خرامی کی فضائے قلم رانی میں پروردہ ازہری میاں جیسا طباع، ذہین، محقق، مدبر، مخلص اور متبحر عالم دین کیسے اپنے اشعار میں انعکاس کلام رضا سے بے بہرہ رہ سکتا ہے۔ چنانچہ آمدم برسر مطلب کہ علامہ ازہری (تاج الشریعہ) کی شاعری میں "حدائق بخشش" کے جلوے ہر ہر مصرع وشعر میں

بایں طور نظر آتے ہیں کہ بعض مواقع پر ہم جیسے ناسوادوں پر اشتباہی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ ملاحظہ ہو ؂

ساقی کوثر دہائی آپ کی
سوختہ جانوں پر رحمت کیجئے

بحر، وزن اور زمین بلا فرق موجود ہے، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؂

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

فرق معنوی ہے ایک جگہ استغاثہ ہے جب کہ دوسری جگہ نکیر اعدا دین ہے۔ حضرت تاج الشریعہ کا مندرجہ بالا شعر نہ صرف یہ کہ برجستہ اور آورد سے خالی ہے، بلکہ آپکے اپنے اجداد کرام کے طریقہ ہائے گفتنی سے مستفید ہونے کی غمازی بھی کررہا ہے اور اسی قبیل کے بے شمار اشعار آپ کے مجموعہ کلام ''سفینۂ بخشش'' میں جابجا نظر آتے ہیں جس سے آپ کی ذاتی ذوقیات جمالی کا پتہ بھی چلتا ہے اور اکتسابات لاشعوری یا شعوری کا اندازہ بھی ہوتا ہے اور یہ زبان و ادب میں ناپسندیدہ و نامرغوب بھی نہیں شمار کیا جاتا ہے۔ شاعر فکری موزونیت کے سبب اکثر ہوسکتے ہیں۔ مگر سب احمد رضا نہیں ہوسکتے۔ ڈاکٹر مسعود احمد رضوی کا ایک جملہ ڈاکٹر سراج احمد بستوی نے اپنے مقالہ تحقیق میں نقل کیا ہے:

''وہ عاشق صادق تھا وہ کسی کا شاگرد نہ تھا، شاگرد تو غالب بھی کسی کا نہ تھا، مگر وہ عاشق صادق نہ تھا۔''

محررہ بالا جملہ کلام رضا کی داخلی کیفیت کا اظہار اور خارجی استفادے کا انکار کررہا ہے۔ میرے ناقص مطالعہ کی بنیاد پر اردو زبان و ادب کا کوئی شاعر نعت گوئی کے اس درجہ کمال پر فطری طور پر موجود نہیں ہے جو بلا تلمذ کے ایسے مقامات رفیعہ اور ملکہ شعر گوئی کے منارہ علیا پر متمکن ہوگیا ہو۔ حالانکہ ارباب علم و فن اور نقادان شعر و سخن نے اپنی رائے کچھ اس طرح بھی دی ہے۔

پروفیسر نجم الہدیٰ پٹنہ نے اپنے مضمون ''اعلیٰ حضرت کے شاعرانہ امتیازات'' میں شعرا ماسبق اور کلاسیکی و اساطیری ادب سے اثر پذیری کو ایک ماہر شعر و سخن کیلئے ناگزیر قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

''ہر اچھا شاعر فطری اور پیدائشی شاعر ہوتا ہے، اکتسابی نہیں، زبان و بیان کی مشاقی محض شعر گوئی سے نہیں آجاتی اس کے لئے شعرا بالخصوص کلاسیکی شعراء کے کلام کا گہرا مطالعہ ناگزیر ہے۔ علامہ اقبالؔ ہوں یا فیض احمد فیضؔ، حفیظؔ جالندھری ہوں یا علی سردار جعفری، اختر الایمان ہوں یا مجروحؔ سلطان پوری یا اسی قبیل کے بیسویں صدی کے سارے مشاہیر شعرا اردو جو فارسی کے کلاسیکی عہد کی شاعری سے باخبر ہی نہیں مستفید بھی ہیں۔ خاص طور پر مولانا روم، شیخ سعدیؔ، حافظ شیرازی اور غالبؔ سے متاثر ہونے کے شواہد ان کے کلام میں جابجا ملتے ہیں۔ یہاں غرض و غایت یہ عرض کرنا ہے کہ حضرت فاضل بریلوی کی

شاعری میں کثیر المطالعہ ہونے کے ساتھ زبان وبیان کی قدرت میں اساتذہ پیشیں کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ " (رضاشناسی مجلہ سیمینار، الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ سیٹی ،ص ۱۱۵)

راقم نے من وعن ڈاکٹر نجم الہدیٰ کے جملے نقل کر دیئے ہیں، مگراس مرحلے پرسوچ رہاہوں کہ جب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے کلام پر اساتذہ سخن کے اثرات بقول ڈاکٹر صاحب مرتب ہوسکتے ہیں، تو حضور تاج الشریعہ کے کلام پر اعلیٰ حضرت کی ہمالیائی نعتیہ شاعری کے اثرات مرتب ہونے میں کوئی استحالہ تونہیں لازم آتا ہے۔ بلاشبہ تاج الشریعہ ماحولیاتی اور خاندانی شاعر ہیں کہ یہ پشتینی اثرات (Hereditary) کا معاملہ ہے۔

حضرت تاج الشریعہ کا دل مذہبی، روح مذہبی، ذہن مذہبی، دہن مذہبی، علم مذہبی، قلم مذہبی، فکر مذہبی اور انداز وادا مذہبی، خون کی گردشوں میں مذہب پرستی، عشق رسالت پناہی اوراس کے نتیجے میں آداب خود آگاہی اور فقیرانہ شہنشاہی کے مفیدذرات (Cell) خوب خوب اور صحیح توازن اور Percentage میں پائے جاتے ہیں۔

کلام تاج الشریعہ میں بلا شبہ آداب شریعت ملحوظ ہیں اور ہونے بھی چاہئے۔ ذہنی وفکری ہم آہنگی نے کلام تاج الشریعہ کوشریعت سے صدفیصد ہم آہنگ وہم آواز رکھاہے۔ کوئی شعر شریعت کی میزان پر قلیل الوزن یا بے بحر نظرنہیں آتا ہے۔ "سفینۂ بخشش" (قادری کتاب گھر بریلی ۲۰۱۰ء) مطبوعہ کے اشعار مقدار وحجم میں مختصر اور اقدار میں معتبر ہیں۔

کسی شاعر کے فنی شہ پاروں کے تجزیہ وتحلیل کے فنی طریقے جوناقدین فن کے نزدیک عموماً مروج ہیں وہ یاتومعروضی ہیں یاناقدانہ ۔معروضی طریقہ کار میں کچھ عقیدت مندانہ بلکہ قدرے فدویانہ مزاج کی کارفرمائی ہوتی ہے اور ناقدانہ طریقہ کار بے لاگ اور بے باک ہوتا ہے اس میں جامۂ حرف تنگ نہیں ہوتا ہے۔ اس میں تقابل، توازن، احتساب، انتاج اوراثرات نیک وبد کے اظہار کی وسیع شاہراہوں سے گزرنا میری حقیررائے میں ضروری ہوتا ہے۔ اور یہاں معاملہ حدوداداب کا ہے، مبادا کوئی فکر نارسا خودراقم کے لئے تازیانہ فضیحت نہ بن جائے۔ شیخ الاساتذہ عصری دانش گاہ پروفیسر فاروق احمد صدیقی نے بھی اپنے فرمان میں یہی اشارہ کیاہے:

"اعلیٰ حضرت کی زمینوں میں اور بھی نعتیں ازہری صاحب کے یہاں ملتی ہیں لیکن ان سب کا احتساب واحاطہ یہاں مقصود نہیں اور تقابلی موازنے کاتوسوال ہی پیدانہیں ہوتا۔"
(تجلیات تاج الشریعہ ص ۴۶۱)

نعت کی کثیر الابعاد حیثیت ہے کہ وہ ہر ہیئت شاعری میں مستعمل، مروج، محموداور مرغوب اہل فکروفن ہے اور حدود زمان ومکان اور علاقہ ولسان سے سبک خرامی اور خوش انجامی کے ساتھ آج ہم مداحان حبیب تک پہنچنے میں کامران ہیں۔ چنانچہ براعظموں، ملکوں، علاقوں کے صدیوں کے سفر کے بعد قرآن مقدس کے رہنما اصولوں کواپنے دامن میں

لئے فن نعت گوئی عرب سے ایران پھر ہندوستان بڑے تزک واحتشام اورادب واحترام کی جلوہ ریزیوں کے ساتھ تشریف فرما ہوا اور بقول ادیبانِ اردو میرؔ، سوداؔ، میر درد، مرزا مظہر جانجاناںؔ، غالبؔ، ظفرؔ، اقبالؔ، حسن رضا بریلوی محسن کاکوروی، امیرؔ مینائی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، آسیؔ غازی پوری، سید علی حسن احسن جائسی، سید علی حسین اشرفی، سید نذر اشرف کچھوچھوی، محدث اعظم ہند، سید کچھوچھوی کے بوقلمونی اظہار وافکار سے گزرتا ہوا تاحال سید اشرف مارہروی اور اختر رضا بریلوی کے قلم اعجاز رقم سے صادر ہوتا ہوا ہم سے داد قلم وصول کر رہا ہے۔ (خلاصہ تحریر سید حسن مثنیٰ انور جام نور محدث اعظم سید نمبر)

نعت نثری بھی ہوتی ہے اور شعری بھی۔ یہاں مدعائے گفتگو شعری نذرانہ محبت، اظہار شیفتگی اور انداز وارفتگی بہ بارگاہ رسول رحمت ہے۔ شعری کی قید اس لئے لگا رہا ہوں کہ ہمارا سابقہ شعری طریقہ توصیف سے ہے اور اس لئے بھی کہ اشعار دل پر جس طرح اثر انداز ہوتے ہیں اس سرعت کے ساتھ نثر کی اثر اندازی قدرے مشکل ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں پروفیسر آل احمد سرور کے جملوں کا خلاصہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ ”میر میری نظر میں“ کے عنوان کے تحت پروفیسر آل احمد سرورؔ نے لکھا ہے:

”نثر میں الفاظ خراماں ہوتے ہیں، شاعری میں رقص کرتے ہیں، خرام دیکھا جاتا ہے، رقص محسوس کیا جاتا ہے موزوں ترین الفاظ کی موزوں ترتیب سننے یا پڑھنے والے کے ذہن میں چراغاں کر دیتی ہے۔“ (ماہنامہ آج کل میر تقی نمبر ۱۹۸۴ء دہلی)

کچھ اسی طرح علامہ ازہری کی شاعری قاری کے ذہن میں چراغاں کر دیتی ہے۔ جس طرح رضا بریلوی حسن رضا بریلوی اور مصطفی رضا بریلوی کے کلام ذہن کے نہاں خانوں میں نور و نکہت اور عشق رسالت کے دیپ جلا دیتے ہیں۔ چند منتخب اشعار ملاحظہ ہوں

میں فدا کیا خوب ہیں تسکین مضطر ایڑیاں
روتی صورت کو ہنسا دیتی ہیں اکثر ایڑیاں

روئے انور کے سامنے سورج
جیسے اک شمع صبح گاہی ہے

سر ہے سجدے میں خیالِ رخِ جاناں دل میں
ہم کو آتے ہیں مزے ناصیہ فرسائی کے

وہی تبسم، وہی ترنم، وہی نزاکت، وہی لطافت
وہی ہیں دزدیدہ سی نگاہیں کہ جس سے شوخی ٹپک رہی ہے

آسماں تجھ سے اٹھائے نہ اٹھیں گے سن لے
ہجر کے صدمیں جو عشاق اٹھا جاتے ہیں

رہا معاملہ کلام تاج الشریعہ پر ”حدائق بخشش“ کے رنگ کا، تو پیشگی معذرت کے ساتھ کہنے دیا جائے کہ اکثر مقامات پر تاج الشریعہ کی شعری اور صوتیاتی فضا کلام رضاؔ ہی کے جرس کی آواز بن جاتی ہے۔ کلام رضا میں طربیہ، حزنیہ، عشقیہ، بہاریہ، سائنسی، اصلاحی، معاشرتی واخلاقی کے علاوہ بیشمار ایسے مضامین وعناصر آپس میں شیر وشکر ہیں کہ فن کی بلندیاں اشعار ”حدائق بخشش“ کے برج عالی کے

نظارے میں اپنی ٹوپیاں سنبھالتی نظر آتی ہیں اور یہ نتیجہ ہے اس سوز دروں، علم عمیق، مواہب لدنیہ اور عطائے نبویہ کا جو بطور خاص ایک مجدد وقت کو مبدا فیض ورحمت سرکار عالی درجات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ لطف ومرحمت سے عطا ہوئے تھے۔ عقیدت اور حقیقت میں بہر حال فرق ہے۔ ''حدائق بخشش'' میں جو بوقلمونی اور تنوع ہے اس کی مقدار فی الوقت ''سفینہ بخشش'' میں کم ہے۔

تاج الشریعہ نے خاندانی، فطری اور علمی طور پر جن شخصیات سے استفادہ کیا ہے اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم دنیا جانتی ہے کہ کلام رضا، کلام حسن رضا اور کلام مصطفی رضا نے بہرحال شعوری یا لاشعوری طور پر تاج الشریعہ کی شاعری پر اثرات مرتب کئے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض اشعار کا مصرع ثانی کاملاً یا تو اعلیٰ حضرت کا ہے یا حضرت حسن رضا کا ہے۔ یا پھر مفتی اعظم ہند کا ہے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں ؂

عجب رنگ پر ہے بہار مدینہ
کہ سب جنتیں ہیں نثار مدینہ
(حسن رضا بریلوی)

مدینے کے کانٹے بھی صدر شک گل ہیں
عجب رنگ پر ہے بہار مدینہ
(اختر رضا بریلوی)

تیز کیجئے سینۂ نجدی کی آگ
ذکر آیات ولادت کیجئے
(اختر رضا بریلوی)

انتظار جان جاں ہے جان کو
یارسول اللہ کی کثرت کیجئے
(اختر رضا بریلوی)

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکر آیات ولادت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے
(احمد رضا بریلوی)

مفاہیم کا توارد الفاظ کا تطابق، تلمیحاتی فضاء جو اشعار رضا میں ہے کم وبیش وہی فضا کلام اختر رضا میں بھی ہے۔ اور اثرات ظاہری تو ظاہر وباہر ہی ہیں۔ حضرت اختر بریلوی میں جو انعکاس کلام رضا کے ہیں اس کو کئی حصوں میں منقسم کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً (۱) لفظی انعکاس (۲) معنوی انعکاس (۳) صنعتی انعکاس

لفظی انعکاس کے تحت وہ اشعار آتے ہیں جو یا تو من و عن مطابقت رکھتے ہیں یا جزوی!! مثلاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے اشعار ملاحظہ ہوں ؂

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی
(امام احمد رضا)

ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی
آباد رضاؔ جس پہ مدینہ ہے ہمارا
(امام احمد رضا)

عارض شمس وقمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں

عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں
(امام احمد رضا)

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہو گی جب طلعت رسول اللہ کی
(امام احمد رضا)

حسب ترتیب حضرت ازہری میاں کے وہ اشعار ملاحظہ ہوں جو لفظیات میں مطابقت اور اثر پذیری رکھتے ہیں ۔

جو مستغنی ہوا ان سے مقدر ان کا خبیث ہے
خلیل اللہ کو ہنگامِ محشر ان کی حاجت ہے

خاک طیبہ کی طلب میں خاک ہو یہ زندگی
خاک طیبہ اچھی اپنی زندگی اچھی نہیں

عرش پر ہیں ان کی ہر سو جلوہ گستر ایڑیاں
گہ بہ شکل بدر ہیں گہ مہر انور ایڑیاں

رات میری دن بنے ان کے لقائے خیر سے
قبر میں جب ان کی طلعت جگمگائے خیر سے

علاوہ ازیں حضرت اختر بریلوی کے متعدد اشعار ایسے ہیں جن سے لفظی اور صوتی اثرات کلام رضا کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔

جھکے نہ بار صد احساں سے کیوں بنائے فلک
تمہارے ذرے کے پر تو ستارہائے فلک

فضائیں مہکی مہکی ہیں ہوائیں بھینی بھینی ہیں
بسی ہے کیسی مشک تر مدینہ آنے والا ہے

مدینہ پاک کا تصوراتی خاکہ جب شعوری پیرہن میں آنا چاہتا ہے تو اس موقع پر فاضل بریلوی نے جو فرمایا ہے اس کی خوشبو سے مشام روح معطر کرنے کے لئے یہ شعر ضرور ذہن میں سرور پیدا کرتا ہے ۔

عنبر زمیں ، عبیر ہوا مشک تر غبار
ادنیٰ سی یہ شناخت تری رہ گزر کی ہے

معنوی اثرات سے مملو کلام ازہری کو کئی خانوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً عشق و وارفتگی شوق، شہر مدینہ کی تڑپ، اصلاح معاشرہ، رد بدمذہباں، استغاثہ بہ بارگاہ خیر الانام وغیرہ۔ حضرت ازہری میاں کے کلام میں وارفتگی شوق اور جوش جنون خیزی ملاحظہ ہو ۔

اس طرف بھی اک نظر مہرِ درخشانِ جمال
ہم بھی رکھتے ہیں بہت مدت سے ارمانِ جمال

جانِ گلشن نے ہم سے منھ موڑا
اب کہاں وہ بہار کا عالم

چشمِ تر وہاں بہتی ، دل کا مدعا کہتی
آہ با ادب رہتی ، مونھ میرا سل جاتا

فراق مدینہ کے جذبات بھی کس خوبصورتی سے کلام ازہری میں پائے جاتے ہیں ملاحظہ ہو ۔

مدینہ چھوڑ کر سیرِ جناں کی کیا ضرورت ہے
یہ جنت سے بھی بہتر ہے یہ جیتے جی کی جنت ہے

فرقتِ طیبہ کے ہاتھوں جیتے جی مردہ ہوئے
موت یارب ہم کو طیبہ میں جلائے خیر سے

کلام رضا کی طرح اصلاح معاشرہ پر مشتمل اشعار بھی کلام ازہری میں پائے جاتے ہیں ۔

مر نہ جانا متاعِ دنیا پر

سن کے تو مالدار کی باتیں

طوقِ تہذیب فرنگی توڑ ڈالو مومنو

تیرگی انجام ہے یہ روشنی اچھی نہیں

ردبدمذہباں اور تنکیر شاتمان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ حضرت کے کلام میں خاصے کی چیز ہے۔اس قبیل کے اشعار حضرت اختر بریلوی کے یہاں بھی وافر طور پر پائے جاتے ہیں ۔

دفع ہو طیبہ سے یہ نجدی بلا

یا رسول اللہ عجلت کیجئے

مر کے مٹی میں ملے وہ نجدیو! بالکل غلط

حسبِ سابق اب بھی ہیں مرقد میں سلطانِ جمال

کلام ازہری میں اسی طرح بارگاہ رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم میں استغاثہ کے اشعار بھی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اشعار استغاثہ کے اثرات سے مالا مال نظر آتے ہیں ۔

بردرت آمد گدا بہرِ سوال

ہو بھلا اخترؔ کا داتا آپ ہیں

ساقیِ کوثر دہائی آپ کی

سوختہ جانوں پہ رحمت کیجئے

یہ معدودے چند اشعار پیش کرنے کا مقصد ایجاز ہے ورنہ دقت نظر سے مزید اشعار دستیاب ہو جائیں گے۔اس مقام پر یہ بھی تقاضائے عنوان کے ساتھ انصاف ہوگا کہ ’’حدائق بخشش‘‘ کے ان مفاہیم ومعانی پر مشتمل کم از کم عنوان کے تحت ایک شعر ہی سہی ضرور پیش کر دیا جائے، تاکہ اثرات معنوی کا بخوبی اندازہ ہو سکے ورنہ کلام رضا ہماری تلاش وتفحص کا محتاج نہ کل تھا، نہ آج ہے۔کلام رضا کی بلند آہنگی اور سبک خرامی ہر ایسے مقام پر جہاں ان صفات کی ضرورت ہوتی ہے اپنی مثال آپ ہے۔

شدائد مخالفت اور بدعقیدگی وبدعملی کے کوہستان بلا خیز میں سیل تندرو بن کر کلام رضا آسانی اور خوش انجامی سے گزر جاتا ہے اور دیار حبیب کی یادوں کا گلستاں جب سامنے جلوہ بار ہوتا ہے تو کلام رضا، جوئے نغمہ خواں بن جاتا ہے یہ صفات کلام دیگر میں تلاش کرنی پڑتی ہے۔جب کہ بارگاہ رضا میں حالت یہ ہے کہ، قلم گوید کہ من شاہ جہانم، بہرکیف اشعار ملاحظہ ہوں ۔

وارفتگی شوق

جان ہے عشقِ مصطفی روز فزوں کرے خدا

جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

شہر مدینہ کی تڑپ

یاد وطن ستم کیا دشتِ حرم سے لائی کیوں

بیٹھے بٹھائے بدنصیب سر پہ بلا اٹھائی کیوں

اصلاح معاشرہ

چھپ کے لوگوں سے کئے جس کے گناہ

وہ خبردار ہے کیا ہونا ہے

ارے او مجرمِ بے پروا دیکھ

سر پہ تلوار ہے کیا ہونا ہے

رد بدمذہباں

مثلِ فارس زلزلے ہوں نجد میں

ذکرِ آیات ولادت کیجئے

حاکم حکیم داد دوا دیں یہ کچھ نہ دیں
مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

استغاثہ

آنکھ تو اٹھتی نہیں دیں کیا جواب
ہم پہ بے پرسش ہی رحمت کیجئے
عذرِ بد تر از گنہ کا ذکر کیا
بے سبب ہم پر عنایت کیجئے

کسی بھی فنکار کے کلام میں صنائع وبدائع کا بجا استعمال کلام کے حسن میں اضافہ کا سبب ہوتا ہے ہر زبان وادب میں صنعتوں کا استعمال پایا جاتا ہے، جس سے لفظی ومعنوی اور ذاتی واضافی حسن کلام دیدنی ہوجاتا ہے۔ شعرائے متقدمین سے لے کر تا حال ہر باشعور اور رموز شاعری سے آشنا شاعر وفنکار صنائع وبدائع کے استعمال سے قاری کے فکر وشعور کو مجلی کرتا نظر آتا ہے۔ بعض اصحاب رائے کے مطابق تاج الشریعہ کی شاعری اردو ادب وشاعری کا شاندار نمونہ ہے تو ظاہر ہے کہ فنی ابعاد اور فکری جہات اور ندرت خیالات کی مثالیں حضرت ازہری کی شاعری میں ضرور پائی جائیں گی۔ آیئے ہم مختصراً کلام ازہری میں چند صنائع کے نمونے تلاش کرتے ہیں۔ جو یقیناً کلام رضا سے مستنیر و مستفاد ہوں گے۔

• شاعر اپنے کلام میں قرآن مجید کی آیت یا حدیث کا ٹکڑا لے اور اس عبارت کو من وعن شعر کا جز بنا دے اسے Quatation بھی کہتے ہیں تاج الشریعہ کی اردو شاعری میں محض دو اشعار تلاش کرنے میں مجھے کامیابی ملی ہے

غمِ شاہِ دنیٰ میں مرنے والے تیرا کیا کہنا
تجھے لاتحزنوا کی تیرے مولیٰ سے بشارت ہے
(سفینۂ بخشش ص ۲۱)

وابتغوا فرما کے گویا رب نے یہ فرما دیا
بے وسیلہ نجدیو ہرگز خدا ملتا نہیں

صرف دو اشعار کا صنعت اقتباس میں کلام ازہری میں پایا جانا میری کم نظری پر محمول کیا جائے، اہل تحقیق کے لیے راستے کھلے ہیں۔ جب کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کے کلام میں اس صنعت میں عبدالستار ہمدانی کی تحقیق کے مطابق مجموعی طور پر ۱۴۳ اشعار ہیں اور یہ ایسا ریکارڈ ہے جو توڑا نہ جائے گا۔ (فن شاعری اور حسان الہند ص ۱۲۲) اعلیٰ حضرت کے خزینہ اشعار سے صرف دو شعر بقصد حصول برکت ملاحظہ کریں

مومن ہوں، مومنوں پر رؤف و رحیم ہو
سائل ہوں، سائلوں کو خوشی لانھر کی ہے
من رآنی قد رأی الحق جو ہے
کیا بیاں اس کی حقیقت کیجئے

کسی چیز کی مشہور علت سے گریز کرنا اور اپنے مقصد کے لحاظ سے علت بیاں کرنا یعنی کسی وصف کے لئے ایسی علت کا دعویٰ کرنا جو حقیقی نہ ہو اسے Ascribing To Different cause بھی کہتے ہیں۔ حضرت اختر بریلوی نے اس صنعت کا استعمال اپنے اشعار مین خوب خوب کیا ہے

جھکے نہ بارِ صد احساں سے کیوں بنائے فلک
تمہارے ذرے کے پرتو ستارہائے فلک

آسمان جغرافیائی اور تکوینی اسباب سے جھکا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ مگر ازہری میاں نے دوسری علت بیان کی ہے کہ نوری آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے نوری ذروں کے سبب آسمان زیر بار ہے اس لئے آسمان جھکا ہوا ہے اعلیٰحضرت کے کلام میں یہ صنعت ملاحظہ ہو ؎

ہلال کیسے نہ بنتا کہ ماہِ کامل کو
سلام ابروئے شہ میں خمیدہ ہونا تھا

کلام میں دو یا دو سے زائد الفاظ استعمال کرنا جن میں باہمی مناسبت ہو اور پھر ان الفاظ کے بالمقابل متضاد الفاظ کا ذکر کرنا اس کو CONFRONTATION OF WORDS بھی کہتے ہیں ؎

ڈوبے رہتے ہیں تری یاد میں جو شام و سحر
ڈوبتوں کو وہی ساحل سے لگا جاتے ہیں
(علامہ ازہری)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس صنعت کو مختلف مقامات پر استعمال کیا ہے جس کا اتباع حضرت ازہری میاں نے بھی کیا ہے۔ کلام رضاؔ ملاحظہ ہو ؎

خوار و بیمار و خطا کار و گنہگار ہوں میں
رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا

کلام میں ایسے الفاظ کا ذکر کرنا جن کی آپس میں مناسبات ہوں جیسے آنکھوں کے ساتھ رونا، بلبل کے ساتھ چہکنا، یا چمنستان کے ساتھ گل و بلبل کا ذکر کرنا۔ اس صنعت کو ''مراعاۃ النظیر'' کہتے ہیں حضرت ازہری میاں کے کلام میں جا بہ جا یہ خوش رنگ گل و بوٹے نظر آتے ہیں ؎

اب کہاں وہ چھلکتے پیمانے
اب کہاں وہ خمار کا عالم

پیمانہ سے خمار کی مناسبت ہے اور اسی طرح درج ذیل شعر میں گلشن کی مناسبت بہار سے ہے ؎

جانِ گلشن نے ہم سے منھ موڑا
اب کہاں وہ بہار کا عالم

اور اسی طرح یہ شعر ؎

کیا مدینے کو ضرورت چاند کی
ماہِ طیبہ کی ہے ہر سو چاندنی

چاند اور چاندنی میں مناسبت عیاں ہے۔ ملاحظہ ہو اس صنعت میں کلام رضا ؎

انہیں کی بو مایۂ سمن ہے انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

سر تا بہ قدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول

مذکورہ صنائع کے علاوہ کلام تاج الشریعہ میں، صنعت تضاد، مسمط، تلمیح، اشتقاق، حسن طلب و دیگر فنی و بدیعی گل کاریاں دیدہ و دل کو تر و تازہ کرتی نظر آتی ہیں اور یہ سب گلشن کلام رضا اور حدائق خلد آشیاں سے خوشہ چینی کا نتیجہ ہے۔

تاج الشریعہ نے ذولسانین شاعری بھی کی ہے اور ایسے اشعار میں پورا پورا انعکاس کلام رضا کا پایا جاتا ہے۔ عروضی اصطلاح میں ایسا کلام جس کا ایک مصرع ایک

کا مثلاً پہلا مصرع عربی و فارسی زبان کا اور دوسرا دوسری زبان کا ہو تو مصرع ثانی اردو کا ہو یا بالعکس، ذولسان کہلاتا ہے، "حدائق بخشش" کے اس شہرۂ آفاق کلام سے جو چار زبانوں پر مشتمل ہے، کون دانائے علم وادب غافل ہے۔

لم یات نظیرک فی نظرٍ مثلِ تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کے تاج تورے سرسوہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

علامہ ازہری نے اس کا تتبع فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

تاج خود را کاسہ کردہ گوید اینجا تاجور
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں
خلد کی خاطر مدینہ چھوڑ دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

بہر حال کلام اختر رضا اپنی تابانیوں کو ہمیں ہر جگہ بکھیرتا دکھائی دیتا ہے، مگر کلام احمد رضا، کلام احمد رضا ہے۔ اس کی چمک سے سب چمک والے چمک رہے ہیں۔

مختصر یہ کہ اس مختصر جائزے سے کلام اختر رضا ازہری کی مختلف الابعاد حیثیات کا واضح نشان ملتا ہے۔ جو مستقبل میں اردو کی نعتیہ شاعری کا اپنی جگہ خود سنگ میل ثابت ہوسکتا ہے کلام تاج الشریعہ میں امام احمد رضا ہی کی طرح عشق رسالت کی جولانیاں اور مدحت نبوت کی ضیا پاشیاں بھی ہیں اور مناقب اہل بیت کی حسیت بھی ہے، فنی وعروضی بلندیاں بھی ہیں، قلب کی گداختگی اور ناموس رسالت کی پہریداری بھی ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ سب کا سب اس آفتاب درخشاں کی جلوہ سامانیوں کے انجذاب اور انعکاس کا نتیجہ ہیں، جسے مجدد دین وملت، شاعر بارگاہ رسالت، امام نعت گویان بارگاہ نبوت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی کے نام سے اکناف عالم میں جانا اور پہچانا جاتا ہے ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث یار گویم
چوں غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم



مولانا غلام جیلانی قادری

حضور تاج الشریعہ کی شاعری میں ذکر طیبہ و مدینہ

نعت نگاری کی روایت بہت قدیم ہے، زمانہ رسول میں ہی عاشقوں نے اس کی بنیاد ڈال دی تھی اور آج اس کی وسعت، ہمہ گیری، بلندی اور عروج و فروغ کو دگر صنفیں حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہی ہیں۔ نعت گوئی کے لئے فن پر مہارت کے ساتھ عشق کا بانکپن، سچے جذبے کی آنچ اور حقیقی محبت کی لالہ فامی اولین شرط ہے۔ فن پر عبور سے عروض وقوافی کی پیمائش صحیح ہوتی ہے اور کلام فنی نقائص سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اگر فن پر گرفت کے ساتھ عشق کی بلندی، صداقت کی تپش اور محبت کی گیرائی ہو تو فکر وخیال کا پرندہ شاخ طوبیٰ کا طواف کرتا ہے اور شاعر نعت کے ذریعہ صحرائے مدینہ وکوچۂ جاناں میں صدا لگاتا پھرتا ہے اور یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ انہیں اشعار کو معراج قبولیت میسر ہیں جو عشق حقیقی کی خمیر سے تیار ہوئے ہوں اس تناظر میں حضرت اختر بریلوی دام ظلہ علینا اور ان کے خاندان والا تبار کی نعتیہ شاعری کے مطالعہ سے قارئین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کے یہاں مصنوعی محبت اور عشق بے لذت کا گزر نہیں ہے بل کہ سوز وساز، کیف ومستی اور درد و گداز جس کا تعلق خالص واردات قلب سے ہے ان حضرات کی شاعری کا اہم اور غالب عنصر یہی ہے۔ رضا اور خاندان رضا کا کہنا ہے کہ مدینہ صرف ہمارا کعبہ نہیں بل کہ کعبے کا بھی کعبہ ہے اس لئے مدینہ اور مدینے والے سے محبت ایمان ہی نہیں بل کہ ایمان کی جان ہے۔ سنئے، آستان رضا سے کیا آواز آرہی ہے ؎

اللہ کی سر تا بہ قدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

استاذ زمن حضرت علامہ حسن بریلوی کیا فرماتے ہیں ؎

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے
اٹھا لے جائے تھوڑی خاک ان کے آستانے سے

تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم نے کیا فکر بیزی کی ہے ؎

نظر میں کیسے سمائیں گے پھول جنت کے
کہ بس چکے ہیں مدینے کے خار آنکھوں میں

اور خود حضور تاج الشریعہ کیا کہتے ہیں ؎

ہر گھڑی وجد میں رہے اختر

کیجئے اس دیار کی باتیں

اس مضمون میں ہمیں حضرت اختر کی سخن سنجی کی فنی مہارت، فکری بلندی، قادر الکلامی اور صنائع وبدائع پر بحث نہیں کرنی ہے بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ لفظ "مدینہ" اور "طیبہ" کو آپ نے اپنی شاعری میں کتنی بار استعمال کیا ہے تاکہ قارئین یہ اندازہ لگا سکیں کہ جس کو، جس سے، جس قدر الفت اور پیار ومحبت ہوتی ہے وہ چیزیں اس کی زندگی کا اہم حصہ بن جاتی ہیں اور پوری متاع عشق لٹانے کے بعد بھی اسے آسودگی نہیں ملتی اور بات یہیں تک نہیں کہ آپ نے مدینہ شریف کو صرف اپنی شاعری کا مرکزی خیال بنایا بلکہ اس شہر پرنور میں آپ کی بار بار حاضری بھی ہو چکی ہے۔ اسے بھی مدینے والے کا فیضان ہی کہئے کہ جب تمنا انگڑائیاں لیتی ہیں اور آرزو بے قرار ہوتی ہے تو ان کی محبت کے بال وپر انہیں دیار عشق میں پہنچا دیتے ہیں اور کیوں نہ ہو کہ ؎

خاکِ طیبہ کی طلب میں خاک ہو یہ زندگی
خاکِ طیبہ اچھی اپنی زندگی اچھی نہیں

بلاشبہ مدینہ منورہ خدائے برتر وبالا کے انوار وتجلیات کا مرکز، اہل ایمان کی راجدھانی اور ہم گنہگاروں کے لئے خیرات وسعادت کا سرچشمہ ہے جہاں جن وانس ہی کیا نوری مخلوقات بھی دست بستہ صف لگائے رحمتوں والے آقا سے کشکول حیات کو بھرنے کی حرف تمنا لئے کھڑی ہیں، جہاں کی گدائی پر شہنشاہی اور غلامی پر دارائی ناز کرتی ہے، جس آستان معلّٰی کی شوکت جلال پر دنیا جہان کی ساری سطوتیں قربان، جہاں کے ذرے ذرے میں نور، گلی کوچوں میں نور، گل اور خاروں میں نور، دشت اور کوہساروں میں نور، درودیوار اور بازاروں میں نور، باغ اور لالہ زاروں میں نور، صحرا اور کشت زاروں میں نور، جہاں کی گلیوں میں نور کی بھیک لینے کے لئے خلد کی بہاریں ہاتھ پسارے کھڑی ہیں، جہاں کے جلوؤں سے کسب فیض کے لئے ہر لمحہ انجم وکہکشاں کی بارات اترتی ہے، جہاں کی خاک میں ہر زخم دل، درد جگر اور مرض عصیاں کی شفا موجود ہے، جہاں کی مٹی میں دفن ہونا شفاعت کی ضمانت ہے، جہاں کے خاروں پر رگِ گل کی نازکی سو سو جان سے قربان ہوا چاہتی ہے اور کیوں نہ ہو کہ جہاں اللہ تعالی کا محبوب، خدا کا آخری پیغمبر، جان عالمین، رحمت کل جہاں روحی فدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری آرامگاہ ہو، جن کی شوکت وسطوت کی گونج فرش سے عرش تک سنائی دے رہی ہو، جن کے گیسوئے مشکفام سے مشام کائنات معطر ہے، جن کے دامن رحمت کا حال یہ کہ تلاش بسیار کے بعد بھی صدر قیامت کے سپاہی سیہ کاروں کا سراغ نہ لگا سکیں اور کلک قدرت نے جن کی جبین پر یہ لکھا ہو کہ "جو ان کی رضا ہو وہی خالق کی رضا ہے۔

حضرت اختر بریلوی کی شخصیت اپنے دامن میں بہت ساری خوبیاں سمیٹے ہوئے ہے، آپ اس خاندان میں پیدا ہوئے جس خاندان کا عشق رسول، خوف خدا، توکل علی اللہ اور زہد وتقویٰ پورے زمانے میں ضرب المثل ہے۔ جس کے فقہی خدمات کا دائرہ پورے دوصدی کو محیط ہے، جس کے علمی، فکری، شعری اور تصنیفی کارناموں سے ان گنت صفحات جگمگا رہے ہیں، گویا آپ نے اس گھر آنگن میں

آنکھیں کھولیں جہاں خشیت الٰہی بھی ہے اور محبت رسول کے جلوے بھی، فقہ وافتا کی گہرائی بھی ہے اور حزم واتقا کی بہاریں بھی، زبان وبیان کی ندرت بھی ہے اور شعر وسخن کی رعنائی بھی، فکر وقلم کی گہرائی بھی ہے اور تحقیق وتنقید کی بلندیاں بھی، قرآن وحدیث کی حلاوتیں بھی ہیں اور شریعت وسنت پر استقامت کی حرارتیں بھی یعنی وہ سارے تشکیلی عناصر جو کسی بھی شخصیت کی تعمیر میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں، وہ سبھی کچھ موجود ہیں۔ دادا حجۃ الاسلام، نانا مفتی اعظم اور والد مفسر اعظم اور کیا چاہئے دلکشی کے لئے، لیکن یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ مدینۃ الرسول اور شہر طیبہ سے ان کے قلب کا رشتہ کتنا گہرا اور دل کا ڈورا اس دہلیز سے کس قدر مضبوط ہے اور ہر لمحہ فکر وخیال میں مدینہ کیسے چھایا ہوا ہے۔ قارئین بھی ملاحظہ کریں ؎

چھائی رہتی ہیں تصور میں تمہاری زلفیں
کوئی موسم ہو یہاں رہتی ہے برسات کی رات

"سفینۂ بخشش" کی ابتدا عربی کلام سے ہوتی ہے جس میں حمد خدا بھی ہے اور مدحت مصطفیٰ بھی، اس کے بعد پینتالیس کلام نعتیہ اشعار پر مشتمل ہیں پھر عربی میں ایک مناجات، ایک نعت، ایک سلام، ایک غزل پھر اس کے بعد اردو میں پانچ سلام اور پھر حضرت امام عالی مقام سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تاجدار بغداد امام الاولیا حضرت غوث اعظم، سید سالار مسعود غازی پر ایک ایک منقبت، سرکار مفتی اعظم پر چار، حضور مفسر اعظم پر دو، اپنے خالو پر ایک، حضور مجاہد ملت پر عربی زبان میں ایک اور اردو میں ایک اور حضور احسن العلما علیہم الرحمہ پر دو منقبت، کل ملا کر اڑسٹھ کلام تین سہرے اور اخیر میں خمینی کی خباثت اور اس کے ظلم وزیادتی پر ایک نظم بھی شامل ہے۔ تجزیاتی تناظر میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ پوری کتاب میں کل ملا کر صرف پچاس سلام وکلام شریک اشاعت ہیں جن میں پنچانویں مرتبہ لفظ "مدینہ" اور "طیبہ" کا استعمال ہوا ہے اس کے علاوہ تین نعتیں ایسی کہی ہیں کہ جس کی ردیف ہی "مدینہ" ہے۔ پہلی نعت میں تیرہ اشعار، دوسری نعت میں انیس اشعار اور تیسری نعت میں دس اشعار ہیں۔ پہلی نعت میں اٹھارہ بار، دوسری میں بتیس اور تیسری میں سترہ بار لفظ "مدینہ" اور "طیبہ"، کو جگہ دی گئی ہے۔ اب بلا کسی انتظار کے ان اشعار کا انتخاب آپ کی نذر ہے تا کہ لفظ "مدینہ اور طیبہ" کے پیکر سے عود وعنبر کی جو خوشبو نکل رہی ہے اس سے عشق وعقیدت کی دنیا کو آپ بھی معطر کریں ؎

سنبھل جا اے دلِ مضطر مدینہ آنے والا ہے
لٹا اے چشمِ تر گوہر مدینہ آنے والا ہے
قدم بن جائے میرا سر مدینہ آنے والا ہے
بچھوں رہ میں نظر بن کر مدینہ آنے والا ہے
وہ چمکا گنبدِ خضریٰ وہ شہرِ پر ضیا آیا
ڈھلے اب نور میں پیکر مدینہ آنے والا ہے
قمر آیا ہے شاید ان کے تلووں کی ضیا لینے
بچھا ہے چاند کا بستر مدینہ آنے والا ہے
وہ چھائی گھٹا بادہ بارِ مدینہ
پئے جھوم کر جاں نثارِ مدینہ

چلا کون خوشبو لٹاتا کہ اب تک
مہکی ہوئی رہ گزارِ مدینہ ہے
نہیں جچتی جنت بھی نظروں میں ان کو
جنہیں بھا گیا خار زارِ مدینہ

جی گئے وہ مدینے میں جو مر گئے
آؤ ہم بھی وہاں مر کے جینے چلیں
طائرِ جاں مدینے کو جب اڑ چلا
زندگی نے کہا زندگی سے چلیں

میرے دل سے ڈھل جاتا داغِ فرقتِ طیبہ
طیبہ میں فنا ہوکر طیبہ ہی میں مل جاتا
موت لے کے آجاتی زندگی مدینے میں
موت سے گلے مل کر زندگی میں مل جاتا
خلد زارِ طیبہ کا اس طرح سفر ہوتا
پیچھے پیچھے سر جاتا آگے آگے دل جاتا

خود بخود خلد وہاں کھنچ کے چلی آئی ہو
دشتِ طیبہ میں جہاں بادیہ پیمائی ہو
دشتِ طیبہ میں، چلوں چل کے گروں، گر کے چلوں
نا توانی مری صد رشکِ توانائی ہو

تجسس کروٹیں کیوں لے رہا ہے قلبِ مضطر میں
مدینہ سامنے ہے بس ابھی پہنچا میں دم بھر میں
مدینے کی وہ مرگِ جانفزا اگر ہے مقدر میں
امر ہو جائیں گے مر کے دیارِ روح پرور میں
مدینے سے رہیں خود دور اس کو روکنے والے
مدینے میں خود اختر ہے مدینہ چشمِ اختر میں

میرے دن پھر جائیں یارب شب وہ آئے خیر سے
دل میں جب ماہِ مدینہ گھر بنائے خیر سے
انتظار ان سے کہے ہے بہ زبانِ چشمِ نم
کب مدینے میں چلوں کب تو بلائے خیر سے
زندہ باد اے آرزوئے باغِ طیبہ زندہ باد
تیرے دم سے ہیں زمانے کے ستائے خیر سے
گوش بر آواز ہوں قدسی بھی ان کے گیت پر
باغِ طیبہ میں جب اختر گنگنائے خیر سے

شمیم زلفِ نبی لا صبا مدینے سے
مریض ہجر کو لا کر سنگھا مدینے سے
نسیم مست چلے دلربا مدینے سے
بہار و باغ بنے دل مرا مدینے سے
ترے کرم کے میں قرباں یہ حکم فرما دے
نہ جائے گا میرا اختر رضا مدینے سے

وہ طیبہ میں مجھ کو طلب کر رہے ہیں
طلب میری اب معتبر ہو رہی ہے
مدینے میں ہوں اور پچھلا پہر ہے
شبِ زندگی کی سحر ہو رہی ہے
بہاریں یوں تو جنت میں ہیں لاکھوں
بہارِ دشتِ طیبہ پر کہیں ہے
دلِ بیتاب سے اختر یہ کہہ دو
سنبھل جائے مدینہ اب قریں ہے



مولانا ثناء اللہ اطہر مصباحی

حضور تاج الشریعہ کی نعتیہ شاعری

تاج الشریعہ، حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری دام ظلہ العالی کی باوقار شخصیت عالم اسلام میں محتاج تعارف نہیں۔ علم وفضل، زہد وتقویٰ، تفقہ وبصیرت، تدبر ودانائی اور عشق رسول کے گنج گراں مایہ سے متصف ہونے کے علاوہ آپ کے عارض تاباں سے انوار کی کرنیں اس طرح پھوٹی پڑتی ہیں کہ جس آبادی سے آپ گزر جائیں آپ کے جلوے کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے خلق خدا کا سیلاب امنڈ پڑتا ہے۔ قدرت نے جو آپ کو مقبولیت عطا فرمائی ہے اس وصف خاص میں آپ کے ہم عصروں، ہم سفروں اور بعد والوں میں بھی دور دور تک کوئی آپ کا شریک وسہیم نظر نہیں آتا۔ بلاشبہ علامہ اقبالؔ کے اس شعر کا کامل انطباق آپ کی شخصیت پر ہوتا ہے ؎

جب مہر نمایاں ہوا گم ہو گئے سب تارے
تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

حضور تاج الشریعہ کے بے شمار اوصاف وکمالات ہیں، لیکن سر دست میں نے ان کی شاعری کو اپنا عنوان بنایا ہے۔ اردو کے نعت گو شعرا میں حسان الہند اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا جواب دیکھنے کو نہیں ملتا۔ آپ کو خانوادۂ اعلیٰ حضرت کا چشم وچراغ ہونے کا شرف حاصل ہے اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ نعتیہ شاعری آپ کو ورثے میں ملی ہے اور نعت گوئی کے لیے علوم شرعیہ کی روشنی اور حب رسول کا سرمایہ لازمی شرطیں ہیں اور یہ دونوں چیزیں آپ کی شخصیت میں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں، اس لیے جب آپ نعتیہ اشعار لکھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ ہر شعر سے فکر کی بلندی تخیل کی رعنائی اور عشق رسالت کی ضیائیں برس رہی ہیں اور زبان کوثر وتسنیم میں دھلی ہے۔ آپ کے نعتیہ اشعار کانوں میں عشق نبوت کے رس گھولتے اور اذہان وافکار کی دنیا میں کیف وسرور کا اجالا پھیلاتے ہیں ؎

وجہ نشاط زندگی راحتِ جاں تم ہی تو ہو
روحِ روانِ زندگی، جانِ جہاں تم ہی تو ہو

تیرے دامنِ کرم میں جسے نیند آ گئی ہے
جو فنا نہ ہوگی ایسی اسے زندگی ملی ہے

قیدِ غم میں خوش رہوں میں عمر بھر
یوں گرفتارِ محبت کیجیے

آب و گل میں نور کی پہلی کرن
جانِ آدم جانِ حوا آپ ہیں
حسنِ اول کی نمودِ اولیں
بزمِ آخر کا اجالا آپ ہیں

لامکاں تک جس کی پھیلی روشنی
وہ چراغِ عالم آرا آپ ہیں

داغِ فرقت طیبہ قلبِ مضمحل جاتا
کاش گنبدِ خضریٰ دیکھنے کو مل جاتا

دل پہ وہ قدم رکھتے نقشِ پا یہ دل بنتا
یا تو خاکِ پا بن کر پا سے متصل جاتا

وہ خرام فرماتے میرے دیدہ و دل پر
دیدہ میں فدا کرتا صدقے میرا دل جاتا

ان کی چوکھٹ چوم کر خود کہہ رہی ہے سروری
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

شامِ ہجراں میں ہمیں ہے جستجو اس مہر کی
چودھویں کے چاند تیری چاندنی اچھی نہیں

یہ امر اپنی جگہ مسلم ہے کہ کلام میں اگر تشبیہ واستعارہ اور صنعت کا استعمال نہ ہو تو ایسا کلام علم وادب کی دنیا میں مقبولیت کی سند حاصل نہیں کرسکتا، اس لیے اشعار میں حسن ودل کشی پیدا کرنے کے لیے جدت تراکیب، دلکش ودل نشیں تشبیہات اور خوبصورت استعاروں کا استعمال ناگزیر ہوجاتا ہے۔ اس پس منظر میں جب ہم حضور تاج الشریعہ کی نعتیہ شاعری پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ حقیقت واشگاف ہوجاتی ہے کہ آپ اپنے نعتیہ اشعار میں عمدہ تراکیب وتشبیہ اور دلکش استعاروں کو بروئے کار لاکر فن پارے کو فکری وفنی محاسن سے مزین کرنے کا ہنر خوب جانتے ہیں۔ نمونے کے طور پر چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

قمر آیا ہے شاید ان کے تلووں کی ضیا لینے
بچھا ہے چاند کا بستر مدینہ آنے والا ہے

غبارِ راہِ انور کس قدر پرنور ہے اختر
تنی ہے نور کی چادر مدینہ آنے والا ہے

پہلے شعر میں قمر کا تلووں کی ضیا لینے کے لیے آنے کا عمل، یہ کتنا خوبصورت استعارہ ہے۔ چاند کا بستر، کی ترکیب کس قدر نادر اور انوکھی ہے۔ تلووں کی ضیا کی تشبیہ چاند کے بستر سے دینا، یہ تشبیہ کتنا حسن اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ دوسرے شعر میں غبار راہ انور کو پرنور کہنا، اس غبار راہ کو تنی نور کی چادر کہنا، یہ کتنا پاکیزہ تخیل ہے پھر نور کی چادر کی ترکیب کتنی میٹھی میٹھی لگ رہی ہے۔ یہ اشعار زبان حال سے شاعر کی شاعرانہ عظمت اور فن کارانہ قدرت کا برملا اعلان کررہے ہیں۔ فکری اور فنی محاسن سے لبریز چند اشعار اور ملاحظہ فرمائیں

چھائی رہتی ہیں خیالوں میں تمھاری زلفیں
کوئی موسم ہو یہاں رہتی ہے برسات کی رات

رخ تابان نبی زلف معنبر پہ فدا
روز تابندہ یہ مستی بھری برسات کی رات

مہ وخورشید وانجم میں چمک اپنی نہیں کچھ بھی
اجالا ہے حقیقت میں انھیں کی پاک طلعت کا

نور کے ٹکڑوں پہ ان کے بدر واختر بھی فدا
مرحبا کتنی ہیں پیاری ان کی دلبر ایڑیاں

یہ کس کے دم سے ملی ہے جہاں کو تابانی
مہ و نجوم ہیں روشن منارِ طیبہ سے

حضور تاج الشریعہ کی نعتیہ شاعری میں صنعت تضاد کا استعمال کثرت سے ملتا ہے۔ مذکورہ صنعت میں دو متضاد اشیا کا بیان ہوتا ہے جس سے شعر کے فنی حسن میں نکھار پیدا ہوجاتا ہے۔ دیکھئے درج ذیل اشعار کی خوبصورتی میں صنعت تضاد

نے کس قدر نمایاں رنگ پیدا کر دیا ہے ؎

موت لے کے آجاتی زندگی مدینے میں
موت سے گلے مل کر زندگی سے مل جاتا

درِ جاناں پہ فدائی کو اجل آئی ہو
زندگی آکے جنازے پہ تماشائی ہو

دشتِ طیبہ میں چلوں چل کے گروں گر کے چلوں
ناتوانی مری صد رشکِ توانائی ہو

جی گیے وہ مدینے میں جو مر گئے
آؤ ہم بھی وہاں مر کے جینے چلیں

حضور تاج الشریعہ کی نعتیہ شاعری کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ آپ کے اشعار میں حد درجہ سلاست وروانی پائی جاتی ہے۔ ترنم وغنائیت بھی اپنے شباب پر نظر آتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ سمندر کی لہروں سے عشق کے نغمے ابل رہے ہوں ؎

ہر نظر کانپ اٹھے گی محشر کے دن خوف سے ہر کلیجہ دہل جائے گا
پر یہ ناز ان کے بندے کا دیکھیں گے سب تھام کر ان کا دامن مچل جائے گا

ربِ سلم وہ فرمانے والے ملے کیوں ستاتے ہیں اے دل تجھے وسوسے
پل سے گزریں گے ہم وجد کرتے ہوئے کون کہتا ہے پاؤں پھسل جائے گا

اخترِ خستہ کیوں اتنا بے چین ہے تیرا آقا شہنشاہِ کونین ہے
لو لگا تو سہی شاہِ لولاک سے غم مسرت کے سانچے میں ڈھل جائے گا

حضور تاج الشریعہ کی نعتیہ شاعری کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ جس طرح امام احمد رضا محدث بریلوی، استاذ زمن علامہ حسن رضا بریلوی، حضور مفتی اعظم ہند اور علامہ آسی غازی پوری کے نعتیہ اشعار شعرا اور نعت خواں حضرات میلاد کی محفلوں، کانفرنسوں اور جلسہ گاہوں میں گنگناتے ہیں، خطبا انھیں پڑھ کر اپنی خطابت کو مدلل اور مستحکم بناتے ہیں اور عوام وخواص سب کے سب محظوظ ہوتے ہیں، اسی طرح حضور تاج الشریعہ کے نعتیہ کلام بھی دینی محافل میں شعرا اور خطبا پڑھ کر ایک کیف کا سماں باندھ دیتے ہیں۔ آپ کے بہت سے اشعار ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں اور یقینا یہ آپ کی شاعرانہ عظمت ورفعت کی روشن دلیل ہے۔ علامہ ازہری کی سب سے مشہور نعت جو دینی وروحانی تقاریب میں پڑھی جاتی ہے میرے نزدیک وہ ہے جس کی ردیف "کردیں" ہے اور یہ ان کے نعتیہ مجموعہ "سفینۂ بخشش" کی پہلی نعت ہے۔ یہ چودہ اشعار پر مشتمل ہے اور اس کا ہر شعر انتخاب کا درجہ رکھتا ہے، لیکن یہاں پر صرف چار اشعار پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں ؎

جہاں بانی عطا کردیں بھری جنت ہبہ کردیں
نبی مختارِ کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کردیں

جہاں میں ان کی چلتی ہے وہ دم میں کیا سے کیا کردیں
زمیں کو آسماں کردیں ثریا کو ثرا کردیں

تبسم سے گماں گزرے شب تاریک پر دن کا
ضیائے رخ سے دیواروں کو روشن آئینہ کردیں

مجھے کیا فکر ہو اختر مرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو جو میری خود گرفتار بلا کردیں

ایک عاشق صادق کی سچی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب سے منسوب ہر شئے سے عشق ووارفتگی کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ شہر محبوب بلکہ اس کا خار بھی اس کی عقیدت کی نظروں میں اتنا محترم اور باعظمت بن جاتا ہے کہ باغ فردوس کی نظافت بھی اس کی نظروں میں پھیکی ہونے لگتی ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند الرحمہ نے بڑے خوبصورت انداز میں مذکورہ حقیقت کو اجاگر کیا ہے ؎

نظر میں کیسے سمائیں گے پھول جنت کے

کہ پھر رہے ہیں مدینے کے خار آنکھوں میں

حضور تاج الشریعہ کو بھی اپنے محبوب سے غیر معمولی الفت ومحبت ہے، اس لیے وہ مدینۂ رسول، اس کے ذروں اور کانٹوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ بھی کتنا خوبصورت ہے کہ جن کی نگاہوں میں خار زار مدینہ بس گیا جنت الفردوس کی رعنائیاں بھی اس کی آنکھوں کو خیرہ نہیں کرسکتیں۔ یہ تخیل بھی کتنا پاکیزہ ہے کہ شہر پیمبر کے کانٹوں کو ہی یہ شرف حاصل ہے کہ وہ کائنات ارضی کے پھولوں کے لیے باعث رشک بن گئے ہیں۔ ان کا یہ خیال بھی کتنا روح پرور ہے کہ مدینہ چھوڑ کر جنت نعیم تو دور اس کی خوشبو بھی میسر نہیں آسکتی کیوں کہ اسی شہر محبوب کی محبت فردوس اعلی کی بہاروں کی ضمانت ہے۔ یہ فکر بھی کتنی معطر ہے کہ ممدوح کائنات کا شہر مقدس چھوڑ کر باغ فردوس میں جانا بھی گوارا نہیں کیوں کہ فردوس کیا دو عالم کی ساری نعمتیں اسی شہر نور ورحمت کی بدولت ہیں۔ بارگاہ نبوت میں یہ استغاثہ بھی کس قدر قابل رشک ہے کہ اپنے اختر کو اپنے شہر کرم میں ہی رہنے کا اگر حکم صادر فرمادیں تو بے انتہا لطف وکرم ہوگا بلکہ کیا ہی نوازش ہوتی اگر آستانۂ کرم پر موت آجاتی اور اسی آستانے کی خاک مقدس میں مل کر حیات جاودانی کا جام پی لیتا۔ حضور تاج الشریعہ مذکورہ بالا سارے افکار ونظریات کو اشعار کے قالب میں ڈھال کر یوں دامن قرطاس پر بکھیر دیتے ہیں ؎

نہیں جچتی جنت بھی نظروں میں ان کی\
جنھیں بھا گیا خارِ زارِ مدینہ

مدینے کے کانٹے بھی صد رشکِ گل ہیں\
عجب رنگ پر ہے بہار مدینہ

مدینہ چھوڑ کر جنت کی خوشبو مل نہیں سکتی\
مدینے سے محبت ہے تو جنت کی ضمانت ہے

مدینہ چھوڑ کر اختؔر بھلا کیوں جائے جنت کو\
یہ جنت کیا ہر اک دولت مدینے کی بدولت ہے

ترے کرم کے میں قرباں یہ حکم فرمادیں\
نہ جائے گا مرا اختؔر رضا مدینے سے

میرا دم نکل جاتا ان کے آستانے پر\
ان کے آستانے کی خاک میں میں مل جاتا

بخاری ومسلم کی احادیث اس امر پر شاہد ہیں کہ قیامت کے دن دو عالم کے سرور، شفیع محشر صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے حکم سے اپنے غلاموں کی شفاعت فرمائیں گے اور آپ کی شفاعت کی برکت سے بے حساب لوگ فردوس اعلی میں داخل ہوں گے۔ علامہ ازہری کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر غیر متزلزل یقین ہے اس لیے وہ گنہ گاران امت کو یہ مژدہ سنا رہے ہیں کہ محشر کی ہولناکی سے اضطراب واضمحلال کی چنداں حاجت نہیں کیوں کہ شفیع محشر کی شفاعت کی چادر ہمارے سروں پر سایہ فگن ہوگی اور ان کے گیسوے کرم کی چھاؤں میں گرمی محشر سے اماں مل جائے گی ؎

گنہ گارو! نہ گھبراؤ کہ اپنی\
شفاعت کو شفیع المذنبیں ہے

گرمئ محشر گنہ گارو! ہے بس کچھ دیر کی\
ابر بن کر چھائیں گے گیسوئے سلطان جمال

مجھے کل اپنی بخشش کا یقیں ہے\
کہ الفت ان کی دل میں جاگزیں ہے

قرآن واحادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ رسول مکرم مصطفیٰ اللہ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی کے بغیر خداوند اکبر کی رضا کی تحصیل ناممکن اور محال ہے اور ذکر نبی کے بغیر ذکر خدا بھی قبولیت کی منزل سے ہم کنار نہیں ہوسکتا۔ خدا تک رسائی حاصل کرنے کے لیے محبوب خدا کے توسل کی ردا سے لپٹ جانا، یہی کامیابی کی ضمانت ہے۔ اردو کے بہت سارے صحیح العقیدہ شاعروں نے اپنے اپنے مخصوص انداز میں اس مفہوم مشترک کو باندھنے کی کوشش کی ہے۔ اس ضمن میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے دو اشعار نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا ؎

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

ذکرِ خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو!
واللہ ذکر حق نہیں کنجی سقر کی ہے

حضور تاج الشریعہ نے بھی اپنی نعتیہ شاعری میں مذکورہ بالا مفہوم کو بڑے دل کش پیرائے میں باندھنے کی کوشش کی ہے اور اصلاح عقائد کا روشن کردار ادا کیا ہے ؎

ابتغوا فرما کے گویا رب نے یہ فرمادیا
بے وسیلہ نجدیو! ہرگز خدا ملتا نہیں

سجدہ بے الفتِ سرکار عبث ہے نجدی
مہر لعنت ہیں یہ سب داغ جبیں سائی کے

بارگاہ خدا میں کیا پہنچے
گر گیا جو نبی کے زینے سے

آپ کے نعتیہ شاعری کی دولت چونکہ آپ کے جد امجد حضرت رضا بریلوی سے ورثے میں ملی ہے اس لیے آپ نے بہت سارے اشعار ان کی زمین پر کہے ہیں اور خوب کہے ہیں۔ یہاں صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں ؎

مثلِ فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکرِ آیاتِ ولادت کیجیے
(حضرت رضا بریلوی)

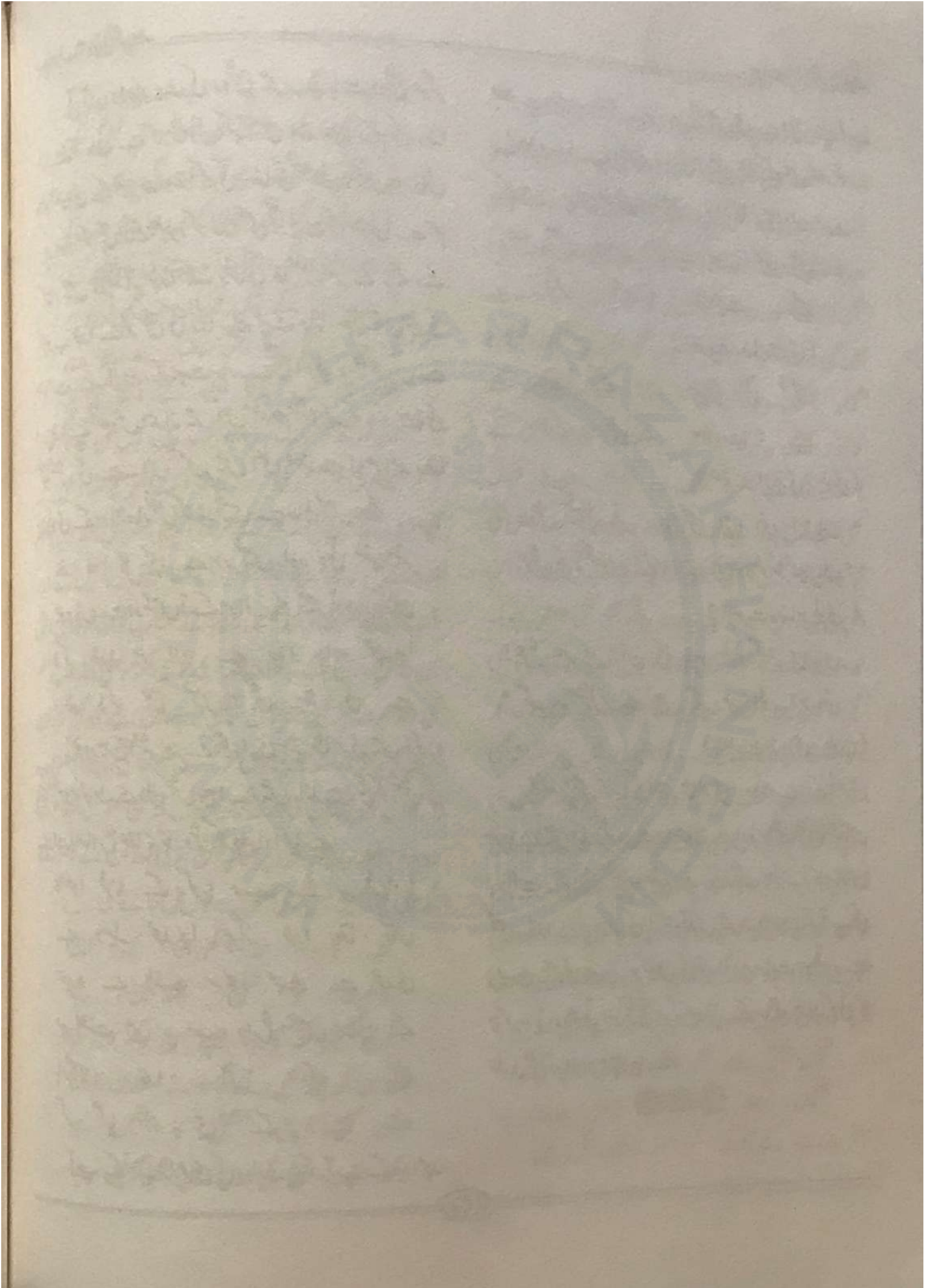
تیز کیجیے سینۂ نجدی کی آگ
ذکرِ آیات ولادت کیجیے
(حضرت ازہری بریلوی)

عارض شمس وقمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں
(حضرت رضا بریلوی)

عرش پر ہیں ان کی ہر سو جلوہ گستر ایڑیاں
گہہ بہ شکل بدر ہیں گہہ مہر انور ایڑیاں
(حضرت ازہری بریلوی)

مختصر یہ کہ آپ کی نعتیہ شاعری اردو ادب کے شعری سرمایے میں ایک گراں قدر اضافہ ہے اور ساتھ ہی عاشقان رسالت کے لئے عشق وعقیدت کے رنگ بھرنے کا سامان بھی۔ خدائے لم یزل کی بارگاہ قدس میں یہ دعا ہے کہ آپ کی زیست کے لمحات پر برکتوں کی نورانی برسات ہوتی رہے تاکہ دینی، دعوتی اور تبلیغی سرگرمیوں کے ساتھ نعت گوئی کا سلسلہ بھی دراز ہوتا چلا جائے۔





باب ہشتم ــــــ تنقیدات

مولانا مفتی رضوان احمد شریفی

الفردہ اور دیگر شروح کا تقابلی جائزہ

قصیدہ بردہ شریف بارگاہ رسالت کا وہ مقبول قصیدہ ہے جس کو ناظم قصیدہ حضرت علامہ شیخ شرف الدین محمد بن سعید بوصیری کے زمانے سے لے کر اب تک علما و مشائخ، صوفیا و اتقیا اور ادبا و شعرانے ہر دور میں حرز جان بنایا۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آج سے سیکڑوں برس پہلے صاحب کشف الظنون نے تحریر فرمایا کہ ان کی نگاہ سے قصیدہ بردہ کی چالیس شرحیں گزری ہیں اور بعد میں بھی شارحین کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ ہر شارح نے اپنے انداز میں عشق و محبت سے سرشار ہو کر اس کی شرح پیش کر کے عاشقان مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے درد کا درماں پیش کیا ہے۔ انھیں شارحین میں آبروئے اہل سنت قاضی القضاۃ تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خانصاحب قبلہ قادری ازہری مدظلہ العالی کی عظیم شخصیت بھی ہے جو محتاج تعارف نہیں۔

جب ہم "الفردہ" اور دیگر شروح کا تقابلی جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جو جامعیت "الفردہ" میں ہے وہ دوسری شرحوں میں نہیں اس لئے کہ کسی شرح میں صرف لغات کی مختصر تشریح و ترکیب کے بعد اشعار کے معانی بتائے گئے ہیں جیسے "شرح البردۃ شرح الشیخ الامام خالد الازھری" میں لغات کی تشریح و ترکیب کا التزام تو ہے مگر محاسن شعریہ کا ذکر نہیں اور نہ ہی موقع و محل کے اعتبار سے واقعات کا بیان ہے اس کے علاوہ علامہ خرپوتی اور علامہ باجوری علیہما الرحمۃ و الرضوان نے کلمات کی تشریح قدرے تفصیل سے کی ہے اور موقع و محل کے اعتبار سے واقعات بھی ذکر کئے ہیں، مگر ترکیب اور محاسن شعریہ کا التزام نہیں کہیں یونہی مذکورہ شروح میں اختلاف آرا کی صورت میں نہ تو تطبیق و تصفیہ ہے اور نہ ہی سہو و تصحیف کی نشاندہی ہے، مگر الفردہ ایسی شرح ہے جس میں کلمات کی تفصیلی تشریح و ترکیب کے ساتھ، تقدیری عبارت بھی ہے، محاسن شعریہ کا التزام، اختلاف آرا کی صورت میں تطبیق و تصفیہ، سہو اور تصحیف کی نشاندہی، مناسب مستند واقعات اور عقائد باطلہ کا رد بلیغ بھی ہے، دعویٰ کے ثبوت کے لئے ذیل میں چند نمونے پیش کئے جا رہے ہیں۔ قصیدہ مبارک کا پہلا شعر یہ ہے ۔

امن تذکر جیران بذی سلم
مزجت دمعا جری من مقلۃ بدم

(کیا تو اپنے ان ہمسایوں کو یاد کر کے جو موضع ذی سلم

میں رہنے والے ہیں خون آلود آنسو بہا رہا ہے)

اس شعر میں مزجت خطاب کا صیغہ ہے یہاں مخاطب کون ہے اس کی تعیین کے لئے حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

"جرد الناظم الفاهم ههنا من نفسه شخصا يخاطبه و كان هذا الشخص المجرد كتم ما به من الهوى و أنكر أن يكون به شئ من الهوى فخاطب الناظم الفاهم و قرره ممايُنكره ولابد أن تكون محبا و عاشقا و كيف تنكر ذلك و كيف يتأتى لك انكاره مع أن شانك و حالك ينبأ عن فوادك و يخبر أن قلبك منطو على محبة معشوق۔"

حضرت کی عبارت۔۔۔"جرد الناظم الفاهم الخ" کو سمجھنے کے لئے تجرید کو سمجھنا ضروری ہے تجرید کا استعمال یہاں اصطلاحی معنیٰ میں ہوا ہے ارباب معانی و بیان نے تجرید کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"التجريد وهو أن ينتزع من أمر ذى صفة أمر آخر مثله فيها مبالغة لكمالها فيه" (تجرید یہ ہے کہ کسی ذی صفت امر سے اس جیسا دوسرا امر یہ بتانے کے لئے نکالا جائے کہ وہ صفت امر اول میں اتنی کامل ہے کہ اس سے اس جیسا اور امر بھی نکل سکتا ہے)

جہاں مبالغہ مقصود ہوتا ہے وہاں اس صنعت کا استعمال ہوتا ہے حضرت نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "جرد الناظم الفاهم الخ" یعنی ناظم قصیدہ نے کمال عشق و محبت کو بیان کرنے کے لئے اپنے نفس سے اپنے ہی جیسے عاشق زار کو منتزع کیا جس نے عشق و محبت کو چھپاتے ہوئے محبت کا انکار کیا اسی خیالی شخص نے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تو یقیناً عاشق و محب ہے تو اس کا انکار کیسے کر رہا ہے؟ باوجودیکہ تیری حالت، تیری بیقراری، تیرے دل کی کیفیت کو بتا رہی ہے کہ تیرے سودائے قلب میں کسی معشوق کی محبت نے قبضہ جما لیا ہے۔ اس کے بعد شعر کی ترکیب اور اس میں کلمات کی تقدیم و تاخیر اس کے نکات اور حذف سے متعلق گفتگو فرماتے ہوئے کلمات کی تشریح کا حق ادا کر دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

"الهمزة للاستفهام و لها الصدارة و من متعلقة بمزجت قدمت افادة للحصر الخ"

ہمزہ یہاں استفہام کے لئے ہے جس کا استعمال جملہ اور کلام کے شروع میں ہوتا ہے اور "من تذكر جيران" کے 'من' کے بارے میں فرمایا کہ 'من' کا تعلق دوسرے مصرع میں "مزجت" فعل سے ہے پھر حضور نے 'من' سے متعلق تین باتیں بتائیں (١) من کی تقدیم حصر کے لئے ہے (٢) نظم کی رعایت کے لئے ہے (٣) علت اور سبب کے لیے بھی ہے۔ حصر کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

"اى من اجل تذكر مزجت الدمع بالدم لا لشئ غير هذا" (موضع سلم میں رہنے والے پڑوسیوں کی یاد ہی میں تو نے خون کے آنسو بہائے اس کے علاوہ کسی اور چیز کی وجہ سے نہیں)

تعلیل کی افادیت کی وضاحت کرنے کے لئے فرمایا:

"يعنى أن سبب بكائك للجيران الكائنين بذى سلم موضع بالمدينة" (تیرے رونے کا سبب تیرا موضع ذی سلم (مدینہ میں ایک موضع ہے) میں رہنے والے

ہمسایوں کو یاد کرنا ہے)

پھر لفظ "مزجت" کے مشتق منہ "المزج" کا معنی بتاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"مزج" خلط کو کہتے ہیں، مگر علمائے لغت نے ان دونوں کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ دو چیزوں کے ملانے سے ایک چیز ہو جائے جیسے پانی کو دودھ میں ملانے اور پنیر کو گھی یا شہد میں ملانے سے ایک حقیقت ہو جاتی ہے اور خلط اس سے عام ہے اس کا استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں دو چیزیں ملائی جاتی ہیں مگر دونوں کے ملانے سے ان کی حالت میں تغیر نہیں ہوتا اور دونوں کی حقیقت ایک نہیں ہوتی جیسے دراہم و دنانیر کو ملانا لفظ "دمع" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں آنکھ سے بہنے والے آنسو کو کہتے ہیں پھر جو آنسو آنکھ سے بہتے ہیں اس کی دو وجہ ہوتی ہے یا تو غم کی وجہ سے آنسو جاری ہوتے ہیں یا خوشی کی وجہ سے۔ غم کی وجہ سے بہنے والا آنسو گرم ہوتا ہے اور خوشی کی وجہ سے بہنے والا آنسو ٹھنڈا ہوتا ہے پھر "جری" کے بارے میں فرمایا کہ یہ اس جری سے فعل ماضی ہے جو سیلان (بہنے) کے معنی میں ہے اس کے بعد "تذکر" کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ "تذکر" یا توذِکر (بکسر الذال) سے ماخوذ ہے جس کے معنی زبان سے یاد کرنا ہے یا "ذُکر" (بضم الذال) سے ماخوذ ہے جس کے معنی دل سے یاد کرنا ہے، پھر شعر میں جو کلمات، منون (تنوین والے) ہیں ان کی تنوین کے بارے میں فرمایا کہ یہ تنوین مضاف الیہ جو کافِ خطاب ہے اس کے عوض میں لائی گئی ہیں پھر اس کو عبارت میں یوں سمجھایا:

"ای من تذکرک جیرانک بذی سلم مزجت دمعک الذی سال من مقلتک بدمک" (یعنی کیا تو اپنے ان ہمسایوں کو یاد کر کے جو موضع ذی سلم میں رہنے والے ہیں خون کے آنسو اپنی مقلۂ چشم سے بہا رہا ہے)

حضرت موصوف کی اس تشریح اور پیش کردہ عبارت سے شعر کا مفہوم بڑی آسانی سے سمجھ میں آ گیا، ذی سلم کا وہ معنی جس کی طرف تبادر ذہنی ہوتا ہے، پہلے بتا دیا تھا لیکن شعر کی تشریح کے بعد اس کی مزید تشریح کی اور اس کی روشنی میں جو مفہوم ہے اس کو بھی بیان فرمایا۔

سب سے پہلے کلمہ ذو اور صاحب کے بارے میں علما کے بیان کردہ فرق کو بیان کرنے کے بعد اپنی رائے گرامی کو دلیل کے ساتھ پیش کیا ہے جس سے حضرت کی نظر کی گہرائی و گیرائی کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں علمانے "ذو" او ر "صاحب" کے بارے میں فرمایا ہے کہ مرکب اضافی جب 'ذو' کے ساتھ ہوتا ہے شرف مضاف میں ہوتا ہے، مضاف الیہ میں نہیں، جیسا کہ ذی سلم شرف مضاف میں ہے اور جب 'صاحب' کے ساتھ مرکب اضافی ہوتا ہے تو شرف مضاف الیہ میں ہوتا ہے جیسا کہ "صاحب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" میں کہا جاتا ہے، یہ تحریر فرمانے کے بعد فرماتے ہیں:

"ولکن أظن ان ھذا اغلبی و ھذا منقوض بقولہ سبحانہ و تعالیٰ (وما صاحبکم بمجنون)

یہاں صاحب مضاف ہے اور شرف مضاف ہی میں ہے مضاف الیہ میں نہیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ صاحب سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ شرفا میں سب سے زیادہ شرف والے ہیں۔

اسی طرح جو یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ جب 'ذوفلاں' کہا جاتا ہے تو شرف 'ذو' میں ہوتا ہے، یہ بھی ''ذوالنحو یصرہ'' سے منقوض ہے، اس لئے کہ یہاں شرف نہ تو مضاف میں ہے اور نہ ہی مضاف الیہ میں۔

اس کے بعد ذی سلم سے متعلق فرماتے ہیں ''سلَم'' لام کے فتحہ کے ساتھ درخت کا نام ہے اور ''سلِم'' لام کے کسرہ کے ساتھ اسم جمع ہے اس کا واحد سلمہ ہے اور یہ بھی درخت کا نام ہے اور ذی سلم کا ظاہری معنی، مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان وہ موضع ہے جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے سفر میں نزول فرمایا تھا۔ اور اس کلمہ کے دوسرے معانی بھی بتائے گئے ہیں ان میں سے ایک معنی تو سلامت بتایا گیا اور ذو سلم سے مراد سلامتی والی جگہ اور وہ جنت ہے، اور اعلیٰ علیین ہے، یا اس سے مراد عالم ارواح ہے اور جیران سے مراد یا تو محبوب ہے ایسی صورت جیران جمع تعظیم کے لئے ہوگی اور یہاں محبوب سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، یا جیران سے مراد انبیا اور صلحا، اور عالی مرتبت ارواح ہیں گویا ناظم فاہم کا نفس اپنے اس وطن کا مشتاق ہوا جو ہر انسان کا وطن ہے اور وہ عالم ارواح ہے اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے: ''حب الوطن من الایمان'' (وطن سے محبت ایمان کا ایک حصہ ہے) یعنی مومن دنیا میں جہاں بھی رہتا ہے اس کا نفس پہلی منزل اور وطن اصلی کا مشتاق ہوتا ہے یہ وطن اصلی ہی اس کا آخری ٹھکانا ہے جس طرح ابتدا میں اس کا ٹھکانہ تھا اور وہ عالم ارواح ہے جس سے وہ اس دنیا میں آیا اور موت کے بعد وہاں پہنچے گا۔

اس شرح میں تشریح کلمات کے نمونے ہی نہیں ہیں بلکہ دوران تشریح مستند اور معتبر واقعہ کا ذکر اور تعریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محاسن شعریہ کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ قصیدہ بردہ کا دوسرا شعر ہے

أم هبت الريح من تلقاء كاظمة
و أو مض البرق في الظلماء من اضم

(یا موضع کاظمہ سے ہوا کے چلنے اور اضم کی جانب سے رات کی تاریکی میں بجلی کے کوندنے سے خون کے آنسو رو رہا ہے)

یہاں کلمہ ''ام'' کے بارے میں فرمایا کہ اکثر شارحین کا خیال یہ ہے کہ ''ام'' یہاں متصلہ ہے اور متصلہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں شعر ایک ہی حکم میں ہیں ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے بے نیاز علیحدہ نہیں ہے۔

اور بعض شارحین کا کہنا یہ ہے کہ ''ام'' یہاں منقطعہ ہے، یعنی وہ بل کے معنی میں ہے گویا کہا گیا کہ تمہارے خون آلودہ آنسو بہانے کا سبب کیا ہے؟ کیا ذی سلم میں رہنے والے پڑوسیوں کی یاد سے خون کے آنسو رو رہا ہے؟ پھر شاعر نے اس سے اعراض کرتے ہوئے کہا کہ نہیں بلکہ موضع کاظمہ سے ہوا کے چلنے اور اضم کی جانب سے رات کی تاریکی میں بجلی چمکنے سے تو خون کے آنسو رو رہا ہے۔

اور أم کے متصلہ ہونے کی صورت میں فرماتے ہیں کہ ''هبت الريح و أومض البرق'' مصدر کی تاویل میں ہوں گے اور معنی ہوگا کہ کیا تو موضع ذی سلم میں رہنے والے پڑوسیوں کو یاد کر کے خون کے آنسو رو رہا ہے یا موضع کاظمہ سے ہوا کے چلنے اور اضم کی جانب سے رات کی تاریکی میں

بجلی کے چمکنے سے خون کے آنسو رو رہا ہے، پھر اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سائل دعویٰ کرتا ہے کہ یقیناً محبت کر رہا ہے اور محب اپنے عشق و محبت کو چھپا رہا ہے اور سائل دعویٰ کرتا جا رہا ہے کہ تو بلا شبہ عشق و محبت میں مبتلا ہے اور اپنے دعوے کے ثبوت میں دلائل پیش کرتا جا رہا ہے کہ تیرا خون کا آنسو بہانا محبت کی علامت و نشانی اور موضع کاظمہ سے ہوا کے چلنے کی وجہ سے تیرا آہ و بکا کرنا بھی محبت کی نشانیوں میں ہے، اور اضم کی جانب سے بجلی کی چمک نے تیرے قلب میں جو چھپی ہوئی محبت اور عشق ہے اس کو ظاہر کر دیا اور یہ بھی آثار محبت میں سے ہے اس لیے تو یقیناً کسی معشوق کے عشق میں مبتلا ہے اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اس شعر میں ’’ھبت، الریح، کاظمۃ، اومض اور برق کی مکمل تشریح کرتے ہوئے ام متصلہ اور منقطعہ دونوں کی صورت میں شعر کے مفہوم کو اس طرح واضح فرمادیا کہ ہر پڑھنے والا آسانی سے اس مفہوم کو سمجھ لے پھر آخر میں شعر کا ایک معنی اور بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ بھی جائز ہے کہ ریح سے مراد خوشبو لی جائے تو یہ معنی ہوگا کہ اے رونے والے تیری ناک نے اس خوشبو کو سونگھا (محسوس کیا) جو تیرے پاس کاظمہ سے چلنے والی ہوا کے دوش پر پہنچی تو تجھے رلایا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ریح سے مراد باد صبا لیا جائے اور ایسی صورت میں یہاں استعارہ کا قول کیا جا سکتا ہے، گویا کہ ناظم فاہم نے اس بات کا دعویٰ کیا کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور آپ کے شمائل و اخلاق باد صبا کی طرح نرم ہیں، اس لیے ان شمائل و اخلاق کو باد صبا سے تشبیہ دی اور مشبہ سے کنایہ کیا اور مشبہ بہ کا ذکر کیا اور اسی کو استعارہ مصرحہ کہتے ہیں یہاں استعارہ مصرحہ کی تعریف کی طرف واضح اشارہ فرمایا اور لفظ ھبوب میں بھی مجاز و استعارہ ہے، اور ھبوب استعارہ مصرحہ کے لئے ترشیح ہے۔ یہاں ترشیح کی تعریف کی طرف اشارہ ہے یعنی ھبوب (ہوا کا چلنا) مشبہ بہ ریح کے مناسب ہے اور اس کے مناسب چیز کا ذکر ہی ترشیح کہلاتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ تمہارے پاس حضور سید الانبیا والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سیرت طیبہ پہنچی اور تو نے حضور کے اس اخلاق کریمانہ کو یاد کیا جو باد صبا کے مشابہ ہیں جن کا چرچا دنیا کے گوشے گوشے میں ہو رہا ہے، اس لیے اخلاق کریمانہ اور سیرت طیبہ نے تجھے رلایا۔ لفظ کاظمہ کے معنی کو بتانے کے بعد مستند واقعہ سے اس کی تائید فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’كاظمة مشتق من الكظم وهو تسكين الغضب و قد جاء في التنزل ”والكاظمين الغيظ و العافين عن الناس و الله يحب المحسنين“ يعني الله سبحانه و تعالىٰ يمتدح الذين يملكون أنفسهم عند الغضب و يسكن غيظهم و الذين دأبهم العفو عن الناس و بشر بعد ذلك بأن الله سبحانه و تعالىٰ يحب المحسنين و عند ذلك تحضرني حكاية أوردها الصاوي في حاشيته على تفسيجلالين عند هذه الأية وهي أن أمة سيدنا زين العابدين كانت تؤضه و صادف أن سقط الابريق من يدها و وقع على وجه سيدنا زين العابدين فأصابته شجة فنظر اليها مغضبا فتلت هذه الأية قالت

الکاظمین الغیظ، فلما بلغت "واللہ یحب المحسنین" قال أنت حرة لوجه اللہ" (کاظمہ، الکظم سے مشتق ہے اور اس کے معنی غصہ پر قابو پانا یعنی غصہ کو پی جانا ہے، اسی معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے، ارشاد ربانی ہے: "والکاظمین الغیظ و العافین عن الناس واللہ یحب المحسنین" (اور غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور اللہ نیک کاروں کو پسند فرماتا ہے) یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان لوگوں کی تعریف کرتا ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھتے ہیں اور اپنے غصہ کو پی جاتے ہیں اور ان کی تعریف کرتا ہے جن کی عادت لوگوں کو معاف کرنا ہے اور اس کے بعد اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بشارت دی کہ اللہ نیکوکاروں کو پسند فرماتا ہے، اس کے بعد مجھے وہ واقعہ یاد آرہا ہے جس کو علامہ صاوی قدس سرہٗ نے جلالین شریف کے حاشیہ میں اس آیت کریمہ کے تحت ذکر فرمایا ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت سیدنا زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باندی ان کو وضو کرا رہی تھی کہ اچانک لوٹا اس کے ہاتھ سے آپ کے چہرۂ انور پر گر پڑا اور چہرۂ انور زخمی ہوگیا تو آپ نے اس کی طرف غضب ناک ہو کر دیکھا تو باندی نے مذکورہ آیت کریمہ پڑھی اور جب "واللہ یحب المحسنین" تک پہنچی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آزاد ہے)

اس شرح میں شارحین کے اقوال میں تطبیق و تصفیہ کا نمونہ بھی ملتا ہے۔ قصیدہ شریف کا ۱۴۱واں شعر ہے ۔

وراودته الجبال الشم من ذهب
عن نفسه فأراها أيما شمم

(اور بلند پہاڑوں نے سونا بن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانی چاہی تو آپ نے ان کے سامنے سخت اعراض کا اظہار فرمایا)

یہاں "من ذهب" کو علامہ باجوری نے "تکون" فعل محذوف کی خبر قرار دیا ہے اور حال ہونے کی نفی فرمائی ہے اور یہ بتایا ہے کہ "وراودت" کے وقت پہاڑ سونے کے نہیں تھے اس لیے اس کو حال نہیں بنایا جا سکتا اور علامہ شیخ زادہ نے "من ذهب" کے بارے میں یہ فرمایا کہ یہ حال بھی ہو سکتا ہے اور صفت بھی، حال ہونے کی صورت میں تقدیری عبارت ہوگی "كائنة من ذهب" اور صفت ہونے کی صورت میں تقدیری عبارت "الكائنة من ذهب" ہوگی۔

اس کے بعد حضور تاج الشریعہ ان دونوں قولوں کے درمیان تطبیق کی صورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

علامہ باجوری نے جو اعراب بتایا ظاہر وہی ہے اور حال قرار دینا بھی صحیح ہے، اس لیے کہ پہاڑوں کو آپ کی خدمت میں سونے کی شکل میں پیش کرنا روایت سے ثابت ہے اس بنا پر اس کو حال بنانا بھی درست ہے اور ایسی صورت میں 'تکون' فعل محذوف ماننے کی ضرورت نہیں۔"

سہو و ذہول کی نشاندہی کا نمونہ قصیدے پانچویں شعر کی شرح میں ملتا ہے ۔

لو لا الهوى لم ترق دمعا على طلل
و لا أرقت لذكر البان و العلم

(اگر تجھے محبت نہ ہوتی تو کھنڈرات پر آنسو نہ بہاتا اور

نہ درخت بان اور پہاڑ کی یاد سے جاگتا)

اس شعر کے پہلے مصرع کے بارے میں صاحب الزخرو العدۃ حضرت علامہ محمد علی بن علان صدیقی مکی نے اس کا معنی بتاتے ہوئے فرمایا:

"اگر عشق و محبت موجود نہ ہوتی تو کھنڈرات پر تو آنسو نہ بہاتا اور یہ معنی اس وقت درست ہوگا جبکہ یہاں یہ مانا جائے کہ قائل نے عاشق کو ان کھنڈرات پر روتے ہوئے دیکھا اور اس میں تکلیف ہے ورنہ 'لولا' یہاں تعلیل کے لیے ہوگا۔"

اس کے بعد حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں کہ علامہ موصوف نے جو تکلیف کا دعوی کیا ہے یہ مناسب نہیں ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہاں علامہ موصوف سے ذہول ہوگیا ہے اس لیے کہ موصوف نے معنی کے صحیح ہونے کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ قائل نے اس کو ان کھنڈرات میں روتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ معلوم ہے کہ ناظم فاہم نے ان ابیات میں جس شخص سے خطاب کیا ہے وہ ایک خیالی شخص ہے خارج میں اس کا وجود نہیں ہے۔ اس شعر میں بھی مخاطب وہی خیالی شخص ہے، اس لیے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ اگر تیرے اندر عشق نہ ہوتا تو تیری یہ حالت نہ ہوتی گویا کہ تو کھنڈرات پر رو رہا ہے اور خیالی شخص سے خطاب مبالغہ کے طور پر ہوتا ہے اور یہ محسنات شعریہ میں سے ہے۔

الفردہ میں تصحیف کا ایک نمونہ دیکھئے، علامہ خرپوتی علیہ الرحمۃ والرضوان نے آٹھویں شعر

نعم سری طیف من أھوی فارقنی
و الحب یعترض اللذات بالألم

(ہاں رات کو اپنے محبوب کا خیال آیا تو اس نے میری نیند اڑا دی اور محبت، ہجر یار کے الم سے لذتوں کو ختم کر دیتی ہے)

میں لفظ "نعم" کے معنی اور اس کے طریقۂ استعمال کو بیان کرنے کے بعد وہ شعر پیش کیا جس میں "نعم" اور "بلی" کے استعمال کے طریقوں کو کسی شاعر نے نظم میں بیان کیا ہے وہ شعر یہ ہے:

بعد نفی قل نعم لا بعد ایجاب کذا
بعد ایجاب نعم لا بعد ایجاب بلی

اس شعر میں ناقل سے جو تصحیف (نقل میں غلطی) ہوئی ہے اس کو یوں بیان فرمایا ہے کہ علامہ خرپوتی علیہ الرحمۃ والرضوان کی عبارت میں تھوڑا سا ابہام ہے اور اپنے قول کی تائید میں جو شعر پیش کیا ہے اس سے ابہام میں اور اضافہ ہوگیا۔

یہاں ابہام کی نشاندہی کر دوں تاکہ قارئین آسانی سے سمجھ سکیں علامہ خرپوتی کی عبارت یہ ہے:

"والفرق بین نعم و بلیٰ ان نعم حرف تصدیق لکن یقع تصدیقا للایجاب و النفی فی الخبر و الانشاء جمیعاً وبلی تختص بالنفی خبرا و استفھا ما علی معنی أنھا تقع تصدیقا للمنفی علی سبیل الایجاب و لا تقع تصدیقاً۔"

اس عبارت کے آخری ٹکڑے "ولا تقع تصدیقاً" میں تھوڑا سا ابہام اس طور پر ہے کہ 'تصدیقاً' کے بعد 'للایجاب' نہیں فرمایا اور اس ابہام میں زیادتی پیش کردہ شعر سے اس طرح ہو رہی ہے کہ "بعد نفی قل نعم لا بعد ایجاب کذا" میں 'لا بعد ایجاب کذا' سے یہ بات سمجھ

میں آرہی ہے کہ ایجاب کے بعد نعم نہیں کہا جاتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔اس لیے حضور تاج الشریعہ نے 'نعم' اور 'بلی' کے استعمال سے متعلق "همع الهوامع" اور "مغني اللبيب" کے حوالہ سے تفصیلی گفتگو فرماتے ہوئے شعر مذکور میں جو ابہام اور پیچیدگی تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے اس کو دور فرمادیا۔چنانچہ فرماتے ہیں:

"و بملاحظة الشطرين يظهر لک التناقض حيث منع أن يجاء بنعم بعد ايجاب في الشطر الاول وفي الوقت نفسه أجاز أن يجاء بنعم بعد ايجاب في الشطر الثاني ولعل في البيت تصحيفا وقع على أيدي بعض النساخ أورث خبطا في المعنى"

شعر کے دونوں مصرعوں سے تناقض اس طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے مصرع میں ایجاب کے بعد نعم کی ممانعت ہے اور وہیں پر دوسرے مصرع میں ایجاب کے بعد نعم کا جواز ہے۔ہوسکتا ہے کہ شعر میں بعض ناقلین سے غلطی ہوگئی ہو جس سے شعر کے معنی میں خبط پیدا ہوگیا۔

پھر نعم اور بلی سے متعلق تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد شعر میں غلطی کی اصلاح فرماتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ها نحن قد اسمعناک من همع الهوامع مافيه توضيح للمرام و كشف للابهام مع زيادة معاني في أوجز المباني و يمكن ما حكاه الخربوتي من البيت و هو قوله بعد نفي قل نعم لا بعد ايجاب كذا أن يكون صوابه كما أقول"

بعد نفي قل نعم أو عند اعلام كذا
بعد ايجاب نعم لا بعد ايجاب بلى

بهذا يتزن ما قدمه الخربوتي من الوجوه التي تجي عليها نعم من كونها تصديقا للمخبر أو اعلاما لمستخبر ومن كونها ايجابا لموجب وقوله "لا بعد ايجاب بلى" معناه ظاهر كما قدمنا من الخربوتي وبما جئنابه من مزيد البيان من همع الهوامع وهو أن بلى تختص بالنفي و تقع بعد المنفي على معنى أنها تكون تصديقا المنفي على سبيل الايجاب"

(سنو! ہم نے "همع الهوامع" کی وہ عبارت تمہیں سنائی جس سے مقصود کی وضاحت ہوگئی اور ابہام دور ہوگیا اور مختصر عبارت میں زیادہ معانی بھی بیان کیے اور علامہ خربوتی سے جو شعر منقول ہے وہ:

"بعد نفي قل لا بعد ايجاب كذا" ہے، ممکن ہے کہ اس شعر کی صحیح صورت یہ ہو:

بعد نفي قل نعم أو عند اعلام كذا
بعد ايجاب نعم لا بعد ايجاب بلى

اس طرح علامہ خربوتی نے نعم کے استعمال کے جن طریقوں کو بیان فرمایا وہ صحیح اور درست ہو جائیں گے یعنی نعم مخبر (خبر دینے والے) کی تصدیق کے لیے یا مستخبر (خبر معلوم کرنے والے) کو بتانے کے لئے اور موجب کے ایجاب کے لیے آتا ہے اور شعر کے اس ٹکڑے "لا بعد ایجاب بلی" کا معنی اس عبارت سے ظاہر ہے جو ہم نے علامہ خربوتی اور مزید وضاحت کے لیے "همع الهوامع" کی عبارت پیش کی ہے اور وہ معنی یہ ہے کہ "بلی" نفی کے ساتھ

خاص ہے اور منفی کے بعد واقع ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بلی سے ایجاب کے طریقے پر منفی کی تصدیق ہوتی ہے)

تصحیف کی وجہ سے جو شعر میں تناقض پیدا ہوا اس کو تو ہر غور سے پڑھنے والا جان سکتا ہے مگر اس تصحیف کو ٹھوس دلائل سے ثابت کرنا اور شعر کی صحیح صورت پیش کرنا یہ حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی ہی کا حصہ ہے۔اب علم کلام کا ایک نمونہ دیکھئے۔قصیدہ شریف کا شعر نمبر ۹۱ ہے ؎

آیات حق من الرحمٰن محدثۃ
قدیمۃ صفۃ الموصوف بالقدم

(وہ اللہ جل جلالہ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں یا سچی آیتیں ہیں رحمٰن کی جانب نئی نازل ہوئی ہیں قدیم ہیں اس ذات پاک کی صفت ہیں جو موصوف بالقدم ہے(قدیم ہے)

علم کلام کی پیچیدہ اور مغلق بحث کلام الٰہی کا مسئلہ ہے اس لیے حضور تاج الشریعہ نے سب سے پہلے اہل سنت اور دیگر گروہوں اور جماعتوں کے نظریات کو بیان فرمایا پھر اہل سنت اور ائمہ سلف کے عقیدہ کی تائید میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے رسالہ "انوار المنان فی توحید القرآن" کی متعدد عبارتوں سے اس مغلق اور پیچیدہ مسئلہ کو اس طرح بیان فرمایا کہ مذہب اہل سنت کے عقیدہ کی حقانیت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی۔اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ کلام الٰہی صفت ازلیہ ہے جو قائم بذاتہ تعالیٰ ہے نہ وہ حرف ہے نہ آواز وہ تقدم وتاخر اور اعراب وبنا سے پاک ہے۔

حشویہ اور وہ جماعت جو اپنے آپ کو حنابلہ کہتی ہے اس کا خیال یہ ہے کہ کلام الٰہی وہ حروف اور آوازیں ہیں جو ترتیب وار اور پے در پے ہوتی ہیں اور وہ قدیم ہے اور بعض جہالت کی حد سے گزرتے ہوئے اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن مجید کا غلاف (جزدان) بھی قدیم ہے اور معتزلہ کا کہنا یہ ہے کہ وہ حروف اور آوازیں جو حادث ہیں وہی کلام الٰہی ہے اور اس کی ذات کے ساتھ قائم نہیں ہے اور ان کے نزدیک اللہ کے متکلم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض جسموں میں کلام کو پیدا فرماتا اور یہ مطلب اس لیے بتایا کہ ان کے خیال میں کلام، حروف اور اصوات ہی ہوتے ہیں حالاں کہ ان کا یہ خیال مردود ہے اس لیے کہ لغت کے اعتبار سے کلام نفسی ثابت ہے اور بعض لوگوں پر فلاسفہ اور معتزلہ کہ اصطلاحات غالب آگئیں تو وہ اس کے قائل ہوئے کہ کلام اللہ دو ہیں ایک تو وہ لفظ جو پڑھا جاتا ہے اور دوسرا جو صفت قدیم ہے اور اہل سنت میں سے بعض نے شیخ اشعری کے قول:"کلام معنی نفسی ہے" کا معنی یہ سمجھا کہ شیخ کی مراد صرف لفظ کا مدلول ہے اور یہی ان کے نزدیک قدیم ہے اور رہی عبارتیں تو وہ کلام مجازی ہے اس لیے کہ کلام حقیقی پر دلالت کرتی ہیں اور متاخرین حنابلہ نے امام جلیل احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول:

"وہ قرآن جو غیر مخلوق ہے وہی پڑھے جانے والے الفاظ ہیں۔"

کے معنی کو سمجھ نہیں سکے اس لیے انہوں نے یہ سمجھا کہ وہ حروف اسی ترتیب کے ساتھ قدیم ہیں، اہل سنت و جماعت کے علاوہ تمام جماعتوں کے نظریات باطل ہیں، اس لیے کہ کلام الٰہی کو نفسی، لفظی، حقیقت اور مجاز کے درمیان تقسیم کرنا صحیح نہیں ہے، یوں ہی حادث حروف اور آوازوں کو کلام الٰہی

کہنا اور ان کو قدیم ماننا صحیح نہیں ہے، صحیح عقیدہ صرف اہل سنت وجماعت کا ہے۔

عقیدہ اہل سنت کو صحیح ثابت کرنے کے لیے سب سے پہلے شے کے وجود کے چار مراتب کو بیان فرمایا۔

(۱) وجود اعیان (ذوات) میں جیسے زید کا وجود خارج میں موجود ہے۔

(۲) وجود اذہان میں یعنی زید کی صورت جو اس کے لیے مرأۃ ملاحظہ ہے وہ ذہن میں حاصل ہو۔

(۳) شئی کا وجود عبارت میں اس کی مثال تلفظ زید ہے اس لیے کہ اسم عین مسمی ہے۔

(۴) شئی کا وجود کتابت میں جیسے زید کا نام لکھا جائے، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

"یجدونه مکتوبا عندهم فی التوراة و الانجیل"۔(الاعراف/۱۵۷)

جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے توریت اور انجیل میں (ترجمہ کنز الایمان)

آیت میں "یجدونه" میں ضمیر منصوب کا مرجع حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

یہ چار مراتب بیان فرمانے کے بعد فرماتے ہیں ہمارے اگلے اماموں کا حق وصادق عقیدہ یہ کہ وجود کی یہ چاروں اقسام قرآن کریم کے وجود کے واقعتاً حقیقی مواضع ہیں اور شہود قرآن کریم کی سچی تجلی گاہیں ہیں تو وہ قرآن جو حضرت عزت جل جلالہ کی ایسی صفت قدیم ہے (جو کبھی معدوم نہ ہوئی نہ ہو) اور اس کی ذات قدیم دائم الوجود سے ازلاً ابداً قائم ہے اس قرآن کا اس کی ذات سے جدا ہونا محال ہے نہ وہ عین ذات نہ غیر ذات ہے اور وہ (قرآن) نہ خالق ہے نہ مخلوق وہی بعینہ ہماری زبانوں سے پڑھا جاتا ہے وہی ہمارے کانوں سے سنا جاتا ہے وہی ہماری سطروں میں لکھا ہوا ہے وہی ہمارے سینوں میں محفوظ ہے اور سب خوبیاں اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے ایسا نہیں کہ جو قرآن پر دلالت کرتی ہے وہ قرآن کے سوا دوسری چیز ہے نہیں نہیں بلکہ یہ سب اس کی تجلیاں ہیں اور حقیقتاً وہی قرآن ان میں جلوہ فرما ہے بغیر اس کے کہ وہ ذات الٰہی سے منفصل ہے یا حوادث میں سے کسی شے سے متصل ہو یا اس کے لیے کسی حادث میں حلول ہو یا اس کے قِدَم (ہمیشگی) کے دامن میں ان حادث جاموں میں سے کوئی چیز پہنچے یا تجلیوں کے تعدد کی وجہ سے اس کی طرف کوئی تعدد راہ پائے۔

چنانچہ میں نے کہا ہے: کیا نئے، نئے لباس، لباس والے کو بدل دیں گے۔ پھر مذکورہ عقیدہ کو ایک انوکھی مثال پیش فرما کر بالکل واضح فرمادیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کلام الٰہی کا الفاظ میں ظاہر ہونے کی مثال ایسی ہی ہے جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا کبھی ابوجہل پر حملہ آور ہونے کے لیے اونٹ کی صورت میں ظاہر ہونا کبھی دحیہ بنی خلیفہ کی صورت میں ظاہر ہونا اور اکثر دحیہ کلبی کی صورت میں وحی لے کر ظاہر ہونا اور کبھی اعرابی کی صورت میں ظاہر ہونا ان تمام صورتوں میں حضرت جبرئیل تھے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان تمام صورتوں میں انہیں جبریل ہی فرمایا، اس لیے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ان صورتوں کو مجازاً جبریل کہے

اور یوں ہی مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہونے سے متعدد جبرئیل نہیں ہو سکتے بلکہ جبرئیل ایک ہی ہیں اور یہ صورتیں ان کی جلوہ گاہیں تھیں اسی طرح قرآن مجید جو کلام الٰہی ہے تمام جلوہ گاہوں میں جلوہ فرما ہے، اس کلام کے قدیم ہونے پر ان جلوہ گاہوں کے حدوث کا کوئی اثر نہیں اور ان جلوہ گاہوں کی کثرت سے اس کلام کی وحدت پر کوئی ضرر نہیں اور ان جلوہ گاہوں میں غیر قرآن کا نام ونشان نہیں اور قرأت، کتابت، حفظ، سماعت، زبان، انگلیاں، دل اور کان سب کے سب حادث ہیں اور مقروء، مکتوب، محفوظ اور مسموع حقیقتاً اور واقعتاً وہی قرآن قدیم ہے، وہ قرآن قدیم ان جلوہ گاہوں میں حلول نہیں کیے ہوئے ہیں اور یہ جلوہ گاہ ہیں اس سے خالی بھی نہیں اور وہ ان جلوہ گاہوں سے متصل نہیں ہوا اور یہ جلوہ گاہ ہیں اس سے جدا نہیں۔ اس مثال کو پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں، یہ وہ راز ہے جسے عارف ہی سمجھتے ہیں:

"وتلک الأمثال نضربها للناس و ما یعقلها الا العالمون" (العنکبوت ۴۳) (اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے) (کنز الایمان) کچھ علم درمکنون (صدف میں چھپے گوہر) کی طرح ہے، اس کو عارف باللہ ہی جانتے ہیں تو جب عرفاء اس کو زبان پر لاتے ہیں تو اس کا انکار وہی کرتے ہیں جو اللہ سے غافل ہیں۔ "فی مسند الفردوس عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم"۔

باطل نظریات کے رد اور عقیدۂ اہل سنت کی تائید میں سب سے پہلے قرآنی آیتوں کو پیش فرمایا۔

چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

(۱) "اذا قرأ القرآن فاستمعوا له و انصتوا لعلکم ترحمون"۔ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

(۲) "فأجره حتی یسمع کلام الله" (سورہ توبہ، آیت ۶) تو اسے پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سنے (ترجمہ کنز الایمان)

(۳) "بل هو ایٰت بینٰت فی صدور الذین اوتو العلم" (سورہ عنکبوت آیت ۴۹) بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا۔ (ترجمہ کنز الایمان)

(۴) "بل هو قرآن مجید فی لوح محفوظ" (سورہ بروج آیت ۲۱، ۲۲) بلکہ وہ کمال شرف والا قرآن ہے لوح محفوظ میں (ترجمہ کنز الایمان)

(۵) "انه لقرآن کریم فی کتٰب مکنون لا یمسه الا المطهرون" (۱) (سورہ واقعہ ۷۷ تا ۷۹)

بے شک یہ عزت والا قرآن ہے محفوظ نوشتہ ہے اسے نہ چھوئیں مگر باوضو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

"المطهرون" سے مراد باوضو لوگ ہیں جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے اور یہی معنی تمام مفسرین اور ائمہ کرام نے بتایا ہے چنانچہ جلالین شریف میں "المطهرون" کا معنی بتاتے ہوئے فرماتے ہیں: "أی الذین طهروا انفسهم من الأحداث" یعنی وہ لوگ جنھوں نے اپنے آپ کو تمام حدث سے پاک کر رکھا ہے۔

یہی معنی تفسیر جمل میں بھی ہے۔ امام رازی قدس سرہٗ نے بھی یہی معنی بتاتے ہوئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

"لایجوز مس المصحف للمحدث" پیش کیا ہے اور وہیں پر ایک حدیث شریف کا بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی عمرو بن حزم لایمس القرآن من ھو علی غیر طھر "(قرآن کو وہ نہ چھوئے جو باوضو نہ ہو) اور یہی مسئلہ بہار شریعت حصہ دوم صفحہ ۴۳، پر لکھا ہوا ہے۔

چنانچہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: بے وضو کو قرآن مجید یا اس کی کسی آیت کو چھونا حرام ہے بے چھوئے زبانی یا دیکھ کر پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔ وہ لوگ مراد نہیں جو پاک ہوں اور باوضو نہ ہوں جیسا کہ طاہر القادری نے سمجھا یا اور ٹی وی پر اپنی تقریر میں بیان کیا اس حاشیہ کی ضرورت اس لیے پڑی کہ تقریباً ایک سال قبل چند لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ قرآن مجید بغیر وضو چھو سکتے ہیں یا نہیں تو میں نے جواب دیا کہ نہیں چھو سکتے اور یہی آیت کریمہ پڑھ کر سنائی اس پر لوگوں نے بتایا کہ طاہر القادری نے اپنی تقریر میں بتایا ہے کہ چھو سکتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ طاہر القادری کو پہلے آیت مذکورہ کی تفسیر دیکھ لینی چاہیے تھی لیکن ہمہ دانی کے زعم میں آیت کریمہ کی تفسیر نہیں دیکھی اور ایک غلط مسئلہ بیان کر دیا، اس طرح ٹی وی پر اس کی تقریر سننے والے جتنے لوگ ہیں ان کو غلط مسئلہ معلوم ہوا اگر اس کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے قرآن مجید کو بغیر وضو چھوئیں گے تو سخت گنہگار ہوں گے۔

(٦) "ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر" (سورہ قمر: آیت) (اور بے شک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان فرما دیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا) (ترجمہ کنز الایمان)

ان مذکورہ آیتوں کے علاوہ اور بھی آیتیں تحریر فرماتے ہیں کہ اب دیکھو اللہ نے اسی کو پڑھا جانے والا اقرار دیا اور اسی کو سنا جانے والا ٹھہرایا، اسی کو یاد رکھا جانے والا فرمایا، اسی کو لکھا جانے والا فرمایا اور اسی کے بارے میں فرمایا کہ بے شک یہ قرآن ہے اور بے شک کلام رحمٰن ہے۔ اس کے بعد علمائے ربانیین کے اقوال کو پیش فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"قال سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الفقه الاکبر القرآن فی المصاحف مکتوب وفی القلوب محفوظ و علی الالسن مقروء و علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منزل و لفظنا بالقرآن مخلوق و کتابتنا له و قرأتنا له مخلوق و القرآن غیر مخلوق" (فقہ اکبر میں سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا قرآن مصاحف میں لکھا ہوا ہے دلوں میں محفوظ ہے اور زبانوں سے پڑھا جاتا ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اتارا ہوا ہے اور ہمارا قرآن کا تلفظ مخلوق ہے اور ہمارا اس کو لکھنا اور پڑھنا مخلوق ہے اور قرآن مخلوق نہیں)

حضرت امام اعظم کے علاوہ عارف باللہ سیدنا عبد الغنی نابلسی، امام اجل سیدنا عبد الوہاب شعرانی شافعی، سیدنا محی الدین عربی، امام سنت سیدنا ابو منصور ماتریدی اور امام سنت سیدنا ابو الحسن اشعری علیہم الرحمۃ والرضوان کے اقوال بھی پیش فرمائے ہیں۔ ان میں سے سیدنا نابلسی قدس سرہ نے سلف صالحین کا جس بات پر اجماع پیش کیا ہے صرف اس کو قلم بند کرتا ہوں تا کہ عقیدۂ اہل سنت کا سمجھنا آسان ہو جائے۔

اجماع اس بات پر ہے کہ کلام اللہ تعالیٰ ایک ہے کی

طرح اس میں تعدد نہیں وہی (قرآن جس کی تجلی) ہمارے پاس ہے اور وہی قرآن اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور وہ جس کی تجلی ہمارے پاس ہے اس سے الگ نہیں جو اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور وہ جو اس کے ساتھ قائم ہے اس کا مغایر نہیں جو ہمارے پاس جلوہ گر ہے بلکہ وہ قرآن صفت واحد قدیمہ ہے (جس پر عدم سابق نہ ہوا) اللہ تعالیٰ کے پاس موجود ہے بے اس کے کہ اپنے وجود میں کسی آلے کا محتاج ہو اور بعینہ ہمارے پاس موجود ہے لیکن (ہمارے پاس اس کا وجود) بسبب آلات ہے اور وہ آلات ہمارا پڑھنا اور ہمارا لکھنا اور ہمارا اس کو یاد کرنا ہے تو جب ہم ان حروف قرآنیہ کو پڑھتے ہیں اور ان کو لکھتے ہیں اور ان کو یاد کرتے ہیں تو وہ صفت قدیمہ جو ذات الٰہی کے ساتھ قائم ہے جو اللہ کے پاس ہے بعینہ وہ صفت ہمارے پاس جلوہ گر ہے بغیر اس کے کہ وہ بدل کر وہ صفت نہ رہے جو باری تعالیٰ کے پاس ہے اور وہ صفت نہ اللہ سے منفصل ہوئی اور نہ ہم سے متصل ہوئی وہ تو اسی شان پر ہے جس شان پر ہمارے پڑھنے لکھنے اور یاد کر نے سے پہلے تھی۔

پھر سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بحث کی تنقیح اور کلام کا خلاصہ جو بیان کیا ہے اس کو حضور تاج الشریعہ نے تحریر فرمادیا تاکہ عقیدۂ اہل سنت کی صحت میں شک وشبہ باقی نہ رہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے اور مختصر یہ کہ حرف مبین مجھ سے سن کر یاد کرلے، یہ بات تجھے اس دن نفع دے گی جس دن مال اور بیٹے کام نہ آئیں گے ہاں وہ جو اللہ کے حضور دل سلامت لایا (وہ بات یہ ہے) بے شک تو اگر یہ کہے جبریل اونٹ کے رونما ہونے سے ابھی ابھی موجود ہوئے یا یہ کہے کہ جب سے موجود ہوئے اونٹ ہی ہیں تو تو کھلی گمراہی میں پڑا اور اگر تو یہ کہے کہ اونٹ جبریل نہیں بلکہ شئی دیگر ہے جو جبریل پر دلالت کرتی ہے تو تو نے کھلا بہتان باندھا، ہاں یوں کہہ: وہ جبریل ہیں جو اونٹ کی صورت میں جلوہ گر ہوئے، اب یوں ہی اگر تو یہ گمان کرے کہ قرآن، مکتوب یا مقروء کے حدوث کی وجہ سے حادث ہے یا یوں کہے کہ قرآن نقوش اور آوازوں کی صورت میں ازل سے ہے تو تو بے شک حق سے چوک گیا اور اگر یوں کہے کہ مکتوب مقروء اللہ کا کلام ازل سے نہیں بلکہ کہ ایسی چیز ہے جو غیر قرآن ہے وہ اس کے معنی کو ادا کرتی ہے تو بے شک تو نے بڑا جھوٹ بولا، ہاں یوں کہہ: حقیقت میں یہ وہی قرآن ہے جو ان صورتوں میں جلوہ گر ہے اور ایسے ہی جب بھی کوئی شبہ تجھے اس مقام میں لگے تو اس کو حدیث فحل (اونٹ کے قصہ) پر پیش کر، تیرے اوپر روشن حالت منکشف ہوجائے گی اور توفیق نہیں، مگر اللہ نگہبان بلند وبرتر کی طرف سے۔ الفردہ میں اہل سنت کے عقیدہ کی تائید اور فرق باطلہ لے بلیغ رد نمونہ بھی روشن ہے۔ قصیدہ شریف کا شعر (نمبر ۳۵۱) ہے ؎

فان من جودک الدنیا و ضرتها
و من علومک علم اللوح و القلم

(یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ ہی کے جود وکرم سے دنیا اور اس کی ضد آخرت کا وجود ہے اور لوح وقلم کا علم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے)

سب سے پہلے اس شعر کا ماقبل سے ربط اور تعلق بیان کرنے کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے شعر میں

ناظم فاہم نے جس بات کا دعویٰ کیا ہے موجودہ شعر میں اس کی علت بیان فرمائی ہے۔اس کے بعد الفاظ کی تشریح اور ترکیب بیان کرتے ہوئے اس کا مفہوم و مطلب پیش فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"فھو صلی اللہ تعالی علیہ و سلم علی بصیرۃ کاملۃ و معرفۃ تامۃ باللہ تعالی و مایجری بہ القضاء و یتنوع الیہ و مایتاتی فی المقادیر من الاقسام و أنہ لا یعزب عن علمہ ما کان و مایکون مما ھو مسطور فی الامام المبین کما أشار الیہ الناظم و أن اللہ تعالی أطلعہ علی کل شئی حتی الخمس التی ھی مفاتیح الغیب کما بینہ الأئمۃ الأعلام و تلاھم الامام الھمام جد نا الفذا لشیخ احمد رضا قدس سرہ فبینہ بأحسن وجہ و نقحہ فی الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ و سنو افیک بنبذۃ من کلامہ عما قلیل"۔

(حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی کامل معرفت اور بصیرت حاصل ہے قضاء وقدر، ان کی تمام قسموں اور نوعوں کی معرفت حاصل ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے جو کچھ ہو چکا اور جو ہونے والا ہے غائب نہیں ہے اور امام مبین (لوح محفوظ) میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس میں سے کچھ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ سے اوجھل نہیں ہے جیسا کہ ناظم قصیدہ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر چیز پر مطلع فرمایا یہاں تک کہ ان علوم خمسہ پر مطلع فرمایا جو غیب کی کنجیاں ہیں جیسا کہ ائمہ اعلام نے اس کی وضاحت فرمائی ہے اور ان کے بعد زبردست سردار اور منفرد امام ہمارے جد کریم شیخ احمد رضا قدس سرہ نے اس کو بہترین طریقہ سے بیان فرمایا اور "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" میں اس مسئلہ کی تنقیح فرمائی جلد ہی ان کے کلام کا ایک حصہ پیش کروں گا)

پھر اس کے بعد "المعتقد المنتقد" کے حوالے سے تقدیر کی قسموں، قضا کی نوعوں اور لوح وقلم سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے کتاب مذکور کی عبارت "و ادّعاء رد القضاء المبرم باطل" (قضاء مبرم کو ٹالنے کا دعویٰ باطل ہے) پر "المستند المعتمد" میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جو حاشیہ آرائی فرمائی ہے اس کو پیش فرمایا، وہ حاشیہ ایک انوکھا اور نرالا حاشیہ ہے اس لیے اس کو یہاں قلم بند کیا جارہا ہے تاکہ ناظرین مستفید ہوں، حاشیہ کی عبارت یہ ہے:

"أقول أخرج أبو الشیخ فی کتاب الصواب عن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ تعالیٰ علیہ و سلم أکثر من الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم، و أخرج الدیلمی فی مسند الفردوس عن أبی موسی الأشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ابن عساکر عن نمیر ابن أوس الأشعری مرسلاً کلاھما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم قال "الدعاء جند من أجناد اللہ مجند یرد القضاء بعد أن یبرم۔"

(میں کہتا ہوں کہ ابو الشیخ نے کتاب الصواب میں انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دعا زیادہ مانگو اس لیے کہ دعا قضا مبرم کو ٹال دیتی ہے اور دیلمی نے مسند الفردوس میں ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن عساکر نے نمیر ابن اوس اشعری سے مرسلاً روایت کی، ان دونوں نے

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دعاء اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے جمع شدہ لشکر ہے، جو قضاء کو مبرم ہونے کے بعد ٹال دیتا ہے) المعتقد کی عبارت اور دونوں حدیثوں کے درمیان بظاہر تعارض ہے اس لیے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اللہ کی توفیق اور اس کے الہام فرمانے سے ایسی اطمینان بخش تطبیق فرمائی ہے، جس سے تعارض ختم ہوگیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"احکام الٰہیہ تشریعیہ جس طرح دو قسم کے ہوتے ہیں، پہلی قسم مطلق ہے، یعنی کسی وقت اور میعاد کے ساتھ مقید نہیں جیسے احکام، دوسری مقید جو وقت و میعاد کے ساتھ مقید ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد "فان شھدوا فأمسکوھن فی البیوت حتی یتوفھن الموت أو یجعل لھن سبیلا"۔

توجب حد زنا نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"خذوا عنی قد جعل اللہ لھن سبیلاً الحدیث، رواہ مسلم وغیرہ عن عبادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ" (مجھ سے لو اللہ نے ان کے لیے راہ پیدا کردی، اس حدیث کی روایت مسلم وغیرہ نے عبادہ رضی اللہ عنہ سے کی ہے) اور مطلق اللہ کے علم میں ہمیشہ کے لیے ہوتا ہے اور جو مقید ہوتا ہے اسی میں نسخ ہوتا ہے تو سمجھا جاتا ہے کہ حکم بدل گیا اس لیے کہ مطلق کا ظاہر ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض کے دل میں یہ خیال گزرا کہ نسخ حکم کو اٹھا لینا ہے اور وہ میرے نزدیک اور محققین کے نزدیک مدت کا بیان ہے ٹھیک اسی طرح احکام تکوینیہ ہیں تو کوئی حکم صراحتاً مقید ہوتا ہے اس طور پر کہ ملک الموت سے کہا جاتا ہے کہ فلاں کی روح فلاں وقت قبض کر لینا مگر یہ کہ فلاں دعا کرے اور مطلق اللہ تعالیٰ کے علم میں نافذ ہوتا ہے اور وہی حقیقت میں مبرم ہے اور دعاء سے جو ٹال دیا جاتا ہے معلق شبیہ بمبرم ہوتا ہے تو وہ مخلوق کے گمان میں مبرم ہوتا ہے اس لیے کہ تقیید کی طرف اشارہ نہیں ہوتا اور حقیقت میں وہ معلق ہوتا ہے اور حدیث شریف میں یہی مراد ہے، رہا مبرم حقیقی تو اس کو ٹال نے والی کوئی چیز نہیں اور نہ اس کے حکم کو پلٹنے والی کوئی چیز ہے ورنہ جہل لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے، تو اس کو یاد کرلو شاید تم میرے علاوہ اس کو کہیں نہیں پاؤ گے اور یہ توفیق اللہ ہی کی عطا سے ہے۔

اس کے بعد حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

"و اذا قد فرغنا من بیان اللوح و القلم و تفصیل انواع اللوح و أن اللوح مسطور فیه ما کان و ما سیکون وأنه یطلع علیه کثیر من الأولیاء ربما یقف أحاد البشر کما سیذکر, اقتضی المقام مزید بیان لما اندرج فی مفهوم ما کان وما سیکون مما هو مسطور فی اللوح المحفوظ الذی سماه الله سبحانه و تعالیٰ بالامام المبین و استدعی ذلک أن یکون علوم الخمس التی هی مفاتیح الغیب مندرجة فیما أثبت فی اللوح المحفوظ والامام المبین بنص الکتاب وبما ورد مما تقدم فی هذا الباب ودل تسمیة الله له بالمبین علی أنه مبین غیر محجوب عن أو لیائه

سبحانہ و تعالیٰ فیطلع علیہ من یشاء اللہ من عبادہ و الیک البیان عما وعدناک فنسوق الیک نبذۃ من الدولۃ المکیۃ للامام احمد رضا قدس سرہ۔“

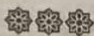
جب ہم لوح وقلم اورلوح کے انواع کی تفصیل سے فارغ ہو گئے اور اس بات کے بیان سے فارغ ہو گئے کہ لوح محفوظ میں ماکان وماسیکون لکھا ہوا ہے اور بہت سے اولیاء اس پر مطلع ہوتے ہیں اور بسا اوقات آحاد بشر بھی واقف ہوتے ہیں جیسا کہ آئندہ ذکر کیا جائے گا تو یہ مقام مزید وضاحت کا مقتضی ہوا کہ جب وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے امام مبین کے نام سے موسوم فرمایا ماکان وماسیکون کے مفہوم میں داخل ہے جو لوح محفوظ میں مکتوب ہے تو یہ بات اس کی مقتضی ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم جو غیب کی کنجیاں ہیں اس میں داخل ہے جو لوح محفوظ اور امام مبین میں ہے اور یہ کتاب وسنت سے ثابت ہو چکا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا لوح محفوظ کا امام مبین کا نام دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے اولیاء پر واضح ہے ان کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس پر مطلع فرمادیتا ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ کی تصنیف ”الدولۃ المکیۃ“ سے کچھ حصہ پیش کرنے کا ہم نے وعدہ کیا تھا اس لیے اس کو اب ہم بیان کر رہے ہیں۔ پھر اس کے بعد کتاب مذکور سے ان دلائل وبراہین کو پیش کیا جن کو پیش کرنے سے پہلے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا:

”ہم اپنی طرف سے اپنے آقا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ماکان و ما یکون کا علم ثابت نہیں کر رہے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا اور ان کے بعد ائمہ کرام نے ثابت کیا۔“

پھر اپنی عادت کریمہ کے مطابق قرآن وحدیث، صحابہ کے اقوال، واقعات اور ائمہ کے اقوال سے دلائل و براہین کا انبار لگا دیا جس سے ثابت فرمایا کہ لوح محفوظ جس میں ماکان و مایکون کا علم بھی ہے، اس پر اطلاع اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی ہے اور اس سلسلہ میں متعدد معتبر ومستند ایسے واقعات بھی تحریر فرمائے ہیں جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

طوالت کے خوف سے ان دلائل و واقعات کو ذکر نہیں کر رہا ہوں جس کو شوق ہو وہ ”الفردہ“ یا ”الدولۃ المکیۃ“ کا مطالعہ کرے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ”الفردہ“ ایک انوکھی اور نرالی شرح ہے اس سے بہت سی غلط فہمیاں دور ہو گئیں اور انتہائی نازک اور پیچیدہ مسائل روز روشن کی طرح بالکل واضح ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور پر رحمتوں کی بارش فرمائے اور حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کو سیدنا اعلیٰ حضرت اور سیدی و مرشدی حضور مفتی اعظم علیہما الرحمۃ والرضوان کے فیوض و برکات سے خوب محظوظ فرماتے ہوئے ان کا ہمایوں سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ آمین بجاہ حبیبک الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علی آلہ و أصحابہ و أهل بیتہ أجمعین۔



مولانا مفتی محمد راحت خاں قادری

حضور تاج الشریعہ کی تصنیف اَلْحَقُّ الْمُبِیْنُ، ایک مطالعہ

ماہرین اسلامیات میں حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا قادری ازہری کا نام نامی اسم گرامی بہت ممتاز ہے۔ ''الحق المبین'' شیخ الاسلام والمسلمین، قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ کی معروف عربی تصنیف ہے جو ''المجمع الرضوی'' بریلی شریف سے شائع ہوئی ہے، سن اشاعت کتاب میں کہیں بھی درج نہیں ہے۔

یہ کتاب اڑتالیس (۴۸) صفحات پر مشتمل ہے، ۴۵ر سے ۴۸ر تک آپ نے اپنے جد امجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ کا مختصر اور جامع تعارف پیش فرمایا ہے۔ جس میں آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے تعلق سے بنیادی معلومات مثلاً سن ولادت، نام ونسب، تعلیم وتربیت، سلسلۂ بیعت وطریقت اور دینی وقلمی خدمات وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کے انداز غلامی کا ذکر فرمایا ہے۔ مذکورہ تعارف کے بعد حضور تاج الشریعہ کا نام مبارک ہے اس کے بعد تاریخ ۲۵ر رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ درج ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب لگ بھگ ۱۴۲۵ھ میں شائع ہوئی ہے۔

مذکورہ کتاب حضور تاج الشریعہ نے وہابیوں کو بے نقاب کرنے کے لیے تحریر فرمائی ہے، کیونکہ وہابیوں کی عادت مذمومہ کوئی نئی نہیں، بلکہ ان کے اکابرین بھی دروغ گوئی اور تقیہ میں ماہر رہے ہیں، یہاں پر ان کی تقیہ بازی کی ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔

مجلس میلاد شریف وہابیہ کے یہاں ہر حال میں ممنوع و بدعت ہے، اس کا کرنے والا گناہ گار، حرام کار، بدعتی و بد مذہب ہے بلکہ وہابیہ کے پیشواؤں نے اسے ہندوؤں کا سا سوانگ بتایا، کنہیا کے جنم سے بھی بدتر ٹھہرایا ہے، مگر طمع ولالچ کی وجہ سے ان کے پیشوا وحکیم الامت نے تقیہ ودھوکہ کر کے شرکت کی بلکہ بارہا خود پڑھی، جب گنگوہی کو یہ خبر پہونچی کہ تھانوی نے یہ بدعت اختیار کی اور اس شرک میں مبتلا ہوا، جسے ''براہین قاطعہ'' مصنفہ گنگوہی بہ نام انبیٹھوی اور ''فتاوی رشیدیہ'' میں ہر حال میں کنہیا کے جنم سے بدتر ٹھہرایا ہے۔ گنگوہی نے تھانوی کو لکھا اور تھانوی نے جوابی خط لکھے۔ ان

میں سے ایک ملاحظہ ہو:

''میں نے دیکھا وہاں (کانپور میں) بدون شرکت ان مجالس کے کسی طرح قیام ممکن نہیں، ذرا انکار سے وہابی کہہ دیا درپے تذلیل وتوہین زبانی وجسمانی کے ہوگئے، اور حیلہ و بہانہ ہر وقت ممکن نہیں یہ تو ممکن ہے اور کرتا بھی ہوں کہ فیصدی نوے موقع پر عذر کر دیا اور دس جگہ شرکت کر لی اور شرکت بھی اس نظر سے کہ ان لوگوں کو ہدایت ہوگی۔'' (تذکرۃ الرشید جلد اول ص ۱۱۸،)

سبب تصنیف: متحدہ عرب امارات کا حکومتی ترجمان روزنامہ ''الاتحاد'' دوبئی، مشہور اخبار ہے یہ اخبار ''ابوظہبی'' سے عربی زبان میں ۱۹۶۹ء سے شائع ہوتا ہے جس کو (www. alittihad.ae) ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے اور جمعہ کے روز اس اخبار کا ''الھدٰی'' نام سے ایک خصوصی ضمیمہ شائع ہوتا ہے۔ مذکورہ مذمومہ روش کو اپناتے ہوئے دیوبندیوں نے روزنامہ ''الاتحاد'' کے خصوصی ضمیمہ ''الہدیٰ'' میں ایک مضمون رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ کو شائع کیا، جس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ اور دیگر علمائے اہل سنت کے خلاف زہر افشانی کی اس حوالے سے حضور تاج الشریعہ رقم طراز ہیں:

'' فقد مرت بنظری كلمة مؤلمة فی مجلة الهدى الصادرة من ابو ظبی ملأی بأكاذيب و افتراء ات علیٰ أهل السنة وامام أهل السنة مولانا أحمد رضا خان قدس سره ولاشک أن كل هذه الأكاذيب انما تلقه المجلة من أناس من الهند همتهم الافتراء علیٰ اهل السنة والجماعة وعلمائها لاسيما امام أهل الاسلام شيخ المسلمين العلامة أحمد رضا خان اكرم الله مثواه فی دار المقامة۔'' (اَلْحَقُّ الْمُبِیْن ص:۳)

ترجمہ: ابوظہبی سے نکلنے والے ''الہدیٰ'' نامی میگزین کا تکلیف رساں مضمون میری نظر سے گزرا، جو اہل سنت وجماعت اور امام اہل سنت مولانا احمد رضا قدس سرہ پر اکاذیب واتہامات سے بھرا ہوا ہے۔ یقیناً میگزین نے یہ سارے اکاذیب چند ایسے ہندوستانی افراد سے حاصل کیے ہیں جن کا مقصد اہل سنت وجماعت اور علمائے اہل سنت خصوصاً امام اہل اسلام، شیخ المسلمین علامہ احمد رضا خان (اکرم اللہ مثواہ فی دار المقامۃ) پر بہتان تراشی کرنا ہے۔''

اس مضمون کے اندر اہل سنت وجماعت کو بدنام کرنے کی جو گندی، گھنونی اور رذیل کوشش کی گئی ہے اس کا اندازہ اس اخبار کی عبارت سے بخوبی ہوجاتا ہے:

'' ظهرت فی البلاد بدعة جديدة من بدع الطوائف الخارجة عن الاسلام والمسلمين وهی البريلوية۔'' (ایضاً)۔

ترجمہ: ملک میں بریلویت نامی ایک نیا بدعتی فرقہ ظاہر ہوا ہے، جس کا تعلق اسلام اور مسلمانوں سے خارج بدعتی فرقوں سے ہے۔

مذکورہ تحریر کے جواب میں یہ مضمون لکھنے کے بعد اس کو

روزنامہ ''الاتحاد'' کے ایڈیٹرومالکان کو بھیجا جو آپ کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر میں فل اسکیپ ۲۸؍صفحات پر مشتمل ہے اس کے آخر میں قاضی عبدالرحیم بستوی قدس سرہٗ کے تصدیقی دستخط موجود ہیں۔الحمدللہ اس تحریر کا عکس بھی ناچیز کے پاس بھی موجود ہے۔

تاج الشریعہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت وجماعت کی نسبت ''بریلوی'' یہ ہندوستانی دیوبندیوں کے مقابلہ میں ہے، جن لوگوں نے ہم پر اسلام اور جماعت مسلمین سے خارج ہونے کا دعویٰ کیا ہے حقیقت میں وہی اسلام اور جماعت مسلمین سے خارج ہیں، ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس (اسلام و مسلمین سے خارج ہونے کی) تہمت سے بری ہیں بریلویت کوئی نیا دین یا نئی جماعت نہیں بلکہ یہ اہل سنت کی ہی جماعت ہے۔حقیقت حال یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی نے دین متین کی نشرواشاعت اور بدعات ومنکرات، گمراہوں وبدمذہبوں خصوصاً دیوبندیوں اور قادیانیوں کا رد بلیغ فرمایا۔قادیانیت کے رد پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مدلل ومبرہن مندرجہ ذیل رسائل ہیں:

(۱) السوء والعقاب علی المسیح الکذاب

(۲) قہر الدیان علی مرتد بقادیان

(۳) الجراز الدیانی

(۴) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی

(۵) جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے جن باطل وبدعتی فرقوں کا رد فرمایا انہوں نے آپ پر بہتان تراشیاں کیں خاص کر دیوبندیوں نے نئی جماعت ہونے کا الزام لگایا اور اہل سنت وجماعت کے عقائد ونظریات رکھنے والے لوگوں کو شہر بریلی کی جانب منسوب کر کے بریلوی کہنے لگے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ: ماضی قریب میں کچھ لوگوں نے یہ ناکام کوشش کی کہ اہل سنت وجماعت کو ''بریلوی'' کہنا درست نہیں ہے اور درج ذیل عبارت سے استدلال کرتے ہوئے حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کا بھی یہی موقف ہونا ظاہر کیا۔لہٰذا اس مقام پر عبارت کا خلاصہ اور ان کے شبہات کا ازالہ ضروری ہے،''الحق المبین'' کی عبارت یوں ہے:

''زعم قائل ھذہ الکلمۃ مانصہ:

ظھرت فی البلاد بدعۃ جدیدۃ من بدع الطوائف الخارجۃ عن الاسلام والمسلمین وھی البریلویۃ۔

ورد أعلیہ نقول:

نسبتنا أھل السنۃ والجماعۃ الی ''البریلویۃ'' دیدن الدیوبندیۃ من اھل الھند، والذی اتھمونا من الخروج عن الاسلام والمسلمین ھم أحق بہ وأجدر، وھذہ التھمۃ بھم ألصق، ونحن بحمد اللہ عن ھذہ التھمۃ براء، ولا ندین ''البریلویۃ'' ولا ملۃ جدیدۃ غیرھا، انما ندین الملۃ السمحاء البیضاء التی لیلھا کنھارھا، ولم نزل من اھل السنۃ، وفی اھل السنۃ، ومع اھل السنۃ عن بکرۃ ابینا، واللہ علیٰ مانقول وکیل۔''(ایضاً)۔

ترجمہ: مقالہ نگار نے لکھا ہے: ملک میں بریلویت نامی

ایک نیا فرقہ نمودار ہوا ہے، جس کا تعلق اسلام اور مسلمانوں سے خارج بدعتی فرقوں سے ہے۔

میں اس کے جواب میں کہتا ہوں: ہم اہل سنت وجماعت کو بریلویت کی جانب منسوب کرنا دیوبندیوں کا کام ہے، اسلام اور مسلمانوں سے خارج ہونے کی جو تہمت انہوں (دیوبندی وغیرہ) نے ہم (اہل سنت وجماعت) پر لگائی ہے اس (اسلام اور مسلمانوں سے خارج ہونے) کے اصل مستحق وہ (دیوبندی) خود ہیں، نیز یہ (اسلام اور مسلمانوں سے خارج ہونے) کی تہمت انھیں (دیوبندیوں) پر خوب چسپاں ہے۔ ہم بحمد اللہ! اس (اسلام اور مسلمانوں سے خارج ہونے) کی تہمت سے بری ہیں، نہ ہمارا دین (اس قسم کی اسلام اور مسلمانوں سے خارج ہونے والی) بریلویت ہے اور نہ کوئی دوسری نئی ملت، ہمارا دین وہ آسان روشن ملت ہے جس کی شب (روشنی میں) دن کی طرح ہے، ہم اپنے آبا و اجداد سے اہل سنت سے ہیں، اہل سنت میں ہیں اور اہل سنت کے ساتھ ہیں اور ہماری اس بات پر اللہ تعالیٰ کا ذمہ ہے۔ جو لوگ بریلوی کہنے سے منع کرتے ہیں ان کی مستدل عبارت کا یہ حصہ ہے:

"زعم قائل ہذہ الکلمۃ ما نصہ:

ظہرت فی البلاد بدعۃ جدیدۃ من بدع الطوائف الخارجۃ عن الاسلام والمسلمین وھی البریلویۃ۔ (مقالہ نگار نے لکھا ہے:

وہ اس عبارت کو پیش کرتے ہیں کہ حضور تاج الشریعہ نے "الحق المبین" میں لکھا کہ:

"ملک میں بریلویت نامی ایک نیا فرقہ نمودار ہوا ہے، جس کا تعلق اسلام اور مسلمانوں سے خارج بدعتی فرقوں سے ہے۔"

مذکورہ عبارت کو حضور تاج الشریعہ کی جانب منسوب کرنا تقیہ و دھوکہ اور الزامات کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے، یہ عبارت دیوبندیوں کی ہے جسے حضور تاج الشریعہ نے "الھدیٰ" میگزین سے رد کرنے کے لیے نقل فرمائی ہے اور اس کا تفصیلا رد بھی فرمایا ہے جو اسی اقتباس کے بعد یوں ہے:

"وردا علیہ نقول الخ"

لہٰذا مذکورہ اقتباس سے بریلوی نہ کہنے پر استدلال کرنا، اس کو حضور تاج الشریعہ کی جانب منسوب کرنا، سفاہت، بے وقوفی اور جہالت و نادانی ہے۔

مذکورہ عبارت سے یہ تو واضح ہوتا ہے کہ اہل سنت وجماعت کو بریلوی کہنا دیوبندیوں کا طریق کار ہے، یعنی دیوبندی سنیوں کو "بریلوی" کہتے ہیں لیکن ہندوستانی سنیوں نے اپنی نسبت کو امام عشق و محبت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے مبارک شہر کی جانب کبھی بھی معیوب اور مبغوض نہیں سمجھی بلکہ اس پر اور خوش ہوئے، فخر محسوس کیا، اپنے آپ کو بریلوی کہلانا خوب پسند کیا بلکہ دیوبندیوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو خود بھی "بریلوی" ہی کہا اور معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ اگر عوام و خواص میں سے کوئی بھی سنی اور غیر سنی کے درمیان امتیاز کے لیے سوال کرنا چاہتا ہے تو وہ پوچھتا ہے کہ بریلوی ہے یا نہیں، اگر کوئی اپنے آپ کو صرف سنی کہے تو ذہن میں یہ سوال ہوتا ہے کہ دیوبندی بھی اپنے

آپ کو سنی کہتے ہیں تو مجبوراً یہ سوال کرنا پڑتا ہے کہ دیو بندی ہو یا بریلوی جب بریلوی کہہ دے تب دل مطمئن ہو جاتا ہے کہ یہ جملہ معمولات اہل سنت کو ماننے والا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صلاۃ وسلام، قیام وفاتحہ کرتے دیکھا تو غیروں نے کہا بریلوی ہے، اختیار مصطفی، علم غیب مصطفی، نورانیت مصطفی وغیرہ کے قائل مسلمان کو جب غیروں نے دیکھا تب کہا "یہ بریلوی ہے" گویا کہ لفظ بریلوی اہل سنت وجماعت کے لیے علم ونام ہو گیا اسی کو حضور تاج الشریعہ نے یوں بیان کیا ہے:

"فصار البريلوية علماً و لقباً على اهل السنة والجماعة"۔ (الحق المبین ص: ۴)

یہاں تک کہ لفظ "بریلوی" اہل سنت وجماعت کے لئے پہچان وعلم بن گیا۔

لہٰذا اس اقتباس سے بھی مخالفین کا استدلال درست نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے "ولا ندين "البريلوية" سے بریلوی نہ کہنے پر استدلال کیا ہے، حالاں کہ حضور تاج الشریعہ نے یہاں پر اس طرح کا بریلوی ہونے سے انکار کیا ہے کہ جو وہابیوں نے مسخ کر کے پیش کی اور مسخ شدہ صورت کو بریلوی کا نام دیا تو آپ نے اسی کے رد میں فرمایا کہ:

"اگر تم اس مسخ شدہ صورت کو بریلویت کا نام دیتے ہو تو ہمارا دین ایسی بریلویت نہیں ہے جو کہ اسلام اور جماعت مسلمین سے خارج ہو"

لہٰذا اس اقتباس سے بھی استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ مذکورہ تمہیدی گفتگو فرمانے کے بعد دیوبندیوں کی جانب سے لگائے گئے الزامات کا جواب دینے سے پہلے قاسم نانوتوی کی "تحذیر الناس"، رشید احمد بنام خلیل احمد کی "براہین قاطعہ"، اشرف علی تھانوی کی "حفظ الایمان" اور "اشرف السوانح" ان چار کتابوں سے ان کی چار کفریہ اور گمراہ کن عبارتوں کا ذکر کرنے کے بعد ان عبارتوں کی قباحت و شناعت سے آگاہ فرما کر دیوبندیوں کی حقیقت کو آشکارا کیا ہے، اور یہ بھی واضح فرمایا ہے کہ دیوبندیوں کو ان کے عقائد کفریہ خبیثہ کی وجہ سے علمائے حرمین شریفین اور اعلیٰ حضرت کے ہم عصر دیگر علمائے کرام جب ان کے گمراہ کن عقائد پر مطلع ہوئے تو انہوں نے ان کے کفر بلکہ جو مطلع ہونے کے بعد ان کے کفر وعذاب میں شک کرے اس کے بھی کفر کا فتوی دیا ہے۔ ان تمام اکابر علمائے کرام کے فتاوی کے مجموعہ کو "حسام الحرمین" میں جمع کیا گیا ہے۔ جن اکابر علمائے کرام نے دیوبندیوں کے کفر کا فتوی دیا ہے، انہیں میں سے مفتی مدینہ منورہ شیخ سید احمد آفندی برزنجی قدس سرہ بھی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب "غایۃ المامول" میں لکھا ہے:

"ہندوستانی علمائے کرام میں سے ایک صاحب آئے جن کو احمد رضا خان کہا جاتا ہے جب میری ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ ہندوستان میں کچھ کافر وگمراہ فرقے ہیں مثلاً غلام احمد قادیانی یہ مماثلت مسیح، وحی ونبوت کا قائل ہے۔ انہیں فرقوں میں سے امیریہ، نذیریہ اور فرقہ قاسمیہ ہے جن کا دعوی یہ ہے کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں کوئی نبی فرض کیا جائے یا اس کے بعد کوئی نیا نبی پیدا ہو تو

اس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے میں کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ انہیں فرقوں میں سے فرقۂ وہابیہ کذابیہ اس رشید احمد گنگوہی کے متبعین ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بالفعل جھوٹا کہنے والے کی تکفیر نہیں کرتا، اسی نے شیطان کے لئے وسعت علم کو ثابت ہونے کا دعوی کیا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کی نفی کی ہے۔''

اشرف علی تھانوی بھی انہیں میں سے ہے جس نے کہا ہے:

''اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر علم غیب کا اطلاق درست ہو تو سائل سے سوال یہ ہے کہ اس سے بعض علوم غیبیہ مراد ہیں یا کل؟ اگر بعض مراد ہوں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ تمام حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔'' انہوں (اعلیٰ حضرت قدس سرہ) نے ایک رسالہ ''المعتمد المستند'' ان کے رد پر لکھا ہے اس کے خلاصہ کو مجھے دکھایا کہ جس کے اندر ان کے کفریہ اقوال کے ساتھ ان کا مختصر رد تھا، مجھ سے اس پر تقریظ و تصدیق مانگی تو میں نے ان کے لئے تقریظ و تصدیق لکھی جس کا خلاصہ یہ ہے:

اگر یہ مقالات شنیعہ ان سے ثابت ہوں تو وہ کافر و گمراہ ہیں کیونکہ یہ تمام اقوال خارق اجماع امت ہیں اور اسی کے ضمن میں ہم نے بعض دلائل کو بھی ان کے اقوال کے رد میں ذکر کیا ہے۔''

ان تمام باتوں کی وضاحت فرمانے کے بعد حضور تاج الشریعہ نے رسالہ ''الھدیٰ'' کا رد فرمایا ہے۔ ان کی تردید میں آپ نے اپنے معتقدات کی وضاحت اس انداز سے کی ہے کہ پہلے دیوبندیوں کے ہم پر لگائے گئے بہتان والزام کو بیان کیا ہے، پھر اس کے خلاف اپنے عقیدہ کو اہل سنت اور جماعت مسلمین کے موافق اپنی کتب خصوصاً اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ کی تحریرات سے ثابت فرمایا ہے جس کی تائید میں آپ نے اکابر علمائے اہل سنت کے افکار و نظریات سے استدلال کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ثابت کیا ہے کہ ہمارے معتقدات کو دیوبندیوں نے کفر و شرک ہونے کا الزام دیا ہے حالانکہ ایسے افکار و نظریات خود ان کے اکابر و بزرگ اور پیشوا بھی رکھتے ہیں جن پر یہ حکم کفر و شرک نہیں لگاتے۔ چونکہ رد عربی زبان میں ہے اور خصوصیت سے عرب والوں پر ہی دیوبندیوں کے مکر و فریب کو واضح کرنے کے لیے آپ نے اس کتاب کو تصنیف فرمایا ہے اس وجہ سے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ جہاں پر ان کے مسلم پیشواؤں کی عبارتوں کا ذکر کیا ہے تو عربی کتابوں سے ہی استدلال کیا ہے تاکہ ان کی عربی عبارات شنیعہ کے ذریعہ ان کی حقیقت اہل عرب پر خوب روشن ہو جائے۔ اب اس حوالے سے بھی کچھ مثالیں ذکر کی جاتی ہیں کہ جن میں ان کے الزام و بہتان، کذب و افتراء کی وضاحت کہ ساتھ ان کا رد کیا گیا ہے، چند مثالیں تفصیل کے ساتھ ملاحظہ ہوں:

پہلا بہتان: دیوبندیوں کی جانب سے ہم پر یہ الزام لگایا گیا کہ ہم معاذ اللہ! یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر نہیں ہیں''۔

جواب ورد: تاج الشریعہ فرماتے ہیں کہ:

"ہم یہ کہہ ہی نہیں سکتے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر نہیں ہیں۔ مَا یَکُوْنُ لَنَا أَنْ نَّتَکَلَّمَ بِھٰذَا سُبْحٰنَکَ ھٰذَا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ (النور ۲۴/۱۵) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں اور تمام علمائے اہل سنت میں سے کوئی بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بشر ہونے کا منکر نہیں ہے اور ہم ان کی اقتدا و پیروی کرتے ہیں اور ان کے عقیدے کے مطابق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر ہیں، لیکن ہماری طرح بشر نہیں ہیں بلکہ وہ خیر بشر ہیں ساری مخلوق سے افضل ہیں اور ہم اس کی تکفیر کرتے ہیں جو سرے سے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشریت کا منکر ہو۔ ہمارے امام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے فتاوی میں اسی کی تصریح فرمائی ہے ملاحظہ ہو: 'جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے نہیں وہ قطعاً کافر ہے، اور جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ ھَلْ کُنْتُ إِلاَّ بَشَراً رَّسُوْلاً (الاسراء ۱۷/ ۹۳) اور جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت ظاہری بشری ہے، حقیقت باطنی بشریت سے ارفع واعلیٰ ہے یا یہ کہ حضور اوروں کی مثل بشر نہیں وہ سچ کہتا ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد ششم ص: ۶۷) اور کنز الایمان میں "قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" الآیۃ (الکھف ۱۱۰/۱۸) کے تحت آپ نے فرمایا "تم فرمادو ظاہری صورت بشری میں تم جیسا ہوں"۔ (کنز الایمان)

دیوبندیوں نے استدلال میں اس کو پیش کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بشریت کی نفی کی ہے۔ حالاں کہ مذکورہ عبارت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بشریت کی نفی نہیں ہے بلکہ اس سے تو اس مثلیت کی نفی ہوتی ہے کہ جس سے غیر نبی کا نبی سے برابر ہونے کا وہم ہو، تو آپ کے ترجمہ سے اس بات کا افادہ ہوتا ہے کہ وہ ظاہراً ہماری طرح بشر ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ہم سے ممتاز ہیں۔"

حضور تاج الشریعہ نے دیوبندیوں پر ایرادات قائم فرمائے ہیں کہ اگر انبیائے کرام کو ہماری طرح بشر نہ کہنے کی وجہ سے معاذ اللہ! اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کو کافر کہا جائے تو دیوبندیوں کی جماعت ایسے نظریات کے حامل دیگر لوگوں کو بھی کافر کہے گی؟ آپ کی طرف سے قائم کردہ ایرادات اختصار کے ساتھ پیش ہیں:

"ولئن کان ھذا القول کفراً فھل یجتری اولئک الطائفۃ أن یکفروا القاضی العلامۃ الامام عیاض المالکی القائل فی الشفاء عن الأنبیاء علیھم الصلاۃ السلام۔ اگر اس (مذکورہ) قول کو کفر کہا جائے تو کیا یہ (دیوبندیوں کی) جماعت اس بات کی ہمت رکھتی ہے کہ حضرت علامہ قاضی عیاض مالکی (قدس سرہ) کو کافر کہے کہ جنہوں نے شفا شریف میں انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو یہ کہا ہے: 'انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے ظواہر و اجسام اور اپنی ساخت کے ساتھ ان اوصاف بشریت سے متصف ہیں اور جو انسانوں پر بیماری اور موت وغیرہ عارض ہوتی ظاہرا انبیائے کرام کو بھی عارض ہوتی ہے لیکن ان کا

باطن بشری اوصاف سے اعلیٰ اور ملاء اعلیٰ سے متعلق ہے اور تغییر وآفات سے محفوظ رہنے میں ملائکہ کی صفات کے مشابہ ہے، غالب یہی رہتا ہے کہ نہ تو ان کو عجز بشریت لاحق ہوتی ہے اور نہ ہی وصف ضعف انسانیت سے متصف ہوتے ہیں۔ تو انبیائے کرام اجسام وظاہر کے اعتبار سے بشر کے ساتھ ہیں اور باطن وارواح کے اعتبار سے ملائکہ کے ساتھ ہیں۔"

دوسرا ایراد یوں فرماتے ہیں:

"أم یتجاسرون علی أن یرموا بالکفر العلامة مولانا الشهاب أحمد الخفاجی المصری القائل فی نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض" کیا علامہ مولانا حضرت امام شہاب احمد خفاجی مصری (قدس سرہ) کو بھی یہ (دیوبندی) کافر کہہ پائیں گے کہ جنہوں نے "نسیم الریاض شرح شفا القاضی عیاض" میں فرمایا جس کا حاصل یہ ہے: 'بیشک انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے باطن اور ان کی روحانی قوت ملکوتی ہے، اسی وجہ سے وہ زمین کے مشرق و مغرب کو دیکھتے ہیں، آسمان کی باتوں کو سنتے ہیں، جب حضرت جبریل علیٰ نبینا وعلیہ افضل الصلوات والتسلیمات نزول کا ارادے کرتے ہیں تو ان کو خوشبو سے پہچان لیتے ہیں جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو کو محسوس کرلیا اور اسی وجہ سے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آسمان پر تشریف لے گئے۔"

شفا شریف سے ہی اس حدیث "تنام عینی ولا ینام قلبی" کو ذکر کر کے آپ نے یوں استدلال فرمایا ہے:

"وهذا دلیل علیٰ ان ظاهره صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بشری و باطنه ملکی الخ" اور یہ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظاہر بشری ہے اور باطن ملکوتی ہے۔"

دیوبندیوں پر ایراد قائم کرتے ہوئے تاج الشریعہ مزید فرماتے ہیں، کہ کیا دیوبندی تمام مسلمانوں کی تکفیر سے خوش ہوں گے؟ کیوں کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ انبیائے کرام اپنے ظاہر کے ساتھ بشر ہیں اور باعتبار باطن جنس بشر سے اعلیٰ ہیں جیسا کہ امام ہمام قاضی عیاض اور امام شہاب الدین قدس سرہما کے اقوال گزرے۔ آپ نے اپنے مذہب کو اجماع امت سے بھی ثابت فرمایا ہے۔

دیوبندیوں کے پیشوا اسمٰعیل دہلوی نے انبیائے کرام کی توہین کرتے ہوئے کہا ہے "انبیائے کرام بشر اور عاجز بندے ہیں"۔ اسی سے دیوبندیوں نے دل میں یہ راسخ کرلیا کہ اس آیت میں عام لوگوں سے مطلقاً مماثلت ہے صرف ظاہر کے اعتبار سے ہی نہیں۔ حالانکہ ان کے پیشوا کے اس قول سے انبیائے کرام کی شان میں توہین و تنقیص ہوتی ہے اور یہ پہلے کے کافروں کی کہی ہوئی بات ہے جس کو قرآن نے حکایت کے طور پر یوں بیان کیا ہے:

قَالُوٓاْ إِنۡ أَنتُمۡ إِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا (ابراھیم ۱۴/۱۰) اس کے بعد دہلوی کے مذکورہ قول کی قباحت و شناعت کو مدلل وجامع انداز میں بیان فرمایا ہے۔

دوسرا بہتان: دیوبندیوں کی طرف سے ہم پر حکم کفر اس وجہ سے عائد کیا گیا کیوں کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نورانیت کے قائل ہیں مذکورہ اخبار کے

اندر جس بات پر حکم کفر صادر کیا گیا وہ یہ ہے: ”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صورت ظاہری میں بشر ہیں حقیقت میں نور ہیں“۔

جواب ورد: حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں کہ:

”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ظاہراً بشر اور حقیقت میں نور ہونے کا قول کرنا کسی بھی طرح کفر نہیں ہے بلکہ قرآن کریم نے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور فرمایا ہے: قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ (المائدة ۵/۱۵) مفسرین کرام نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ اس آیت مبارکہ میں نور سے مراد حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک ذات ہے۔“ اس کے بعد آپ نے دیوبندیوں پر یہ لاجواب اور دلچسپ معارضہ قائم فرمایا ہے کہ ”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

” كنت نبيا وأن آدم لمنجدل في طينه۔(المستدرک، کتاب التاریخ، ذکر اخبار سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۲/۶۰۰، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۲۱۱۴، ۱۱/۴۴۹) بیشک بالیقین میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں تھے۔“

تو اب دیوبندیوں کی جماعت یہ بتائے کہ اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر تھے یا غیر بشر؟ اگر دیوبندی یہ کہیں کہ اس وقت بشر تھے ”فهل سمعتم بابن وجد قبل ابيه؟“ تو کیا آپ نے کسی ایسے بیٹے کے بارے میں سنا جو اپنے والد سے پہلے ہو؟ اور تمام بشر بنی آدم (حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے) ہیں۔ اگر وہ یہ کہیں کہ بشر نہیں تھے تو ان کے لیے اس شخص پر اعتراض کرنا کیسے درست ہوگا جو یہ کہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہری صورت کے اعتبار سے بشر ہیں اور حقیقت قدسیہ کے اعتبار سے اس سے الگ ہیں، یہی حقیقت محمد یہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ہے۔ اس قول میں کون سی بدعت ہے؟ جبکہ قرآن نے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور فرمایا ہے تو اس وجہ سے دیوبندیوں کا ہماری تکفیر کرنا بلاوجہ اور بعض قرآن کو ماننا اور بعض کا انکار کرنا ہے۔“

تیسرا بہتان: ہم اہل سنت و جماعت پر مذکورہ اخبار کے اندر یہ جھوٹا اور قبیح و شنیع الزام لگایا گیا کہ ہم لفظ ”رب“ کا اطلاق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درست ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس جھوٹے الزام پر کوئی دلیل نہ ملی تو ہمارے لیے یہ کہا کہ ”ہم (اہل سنت و جماعت) یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمانے میں تصرف فرماتے ہیں۔“

جواب ورد: حضور تاج الشریعہ مذکورہ قول کا رد فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

”ہمارے اس اعتقاد کی وجہ سے کہ ”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمانے میں تصرف فرماتے ہیں“ ہم پر یہ الزام لگانا کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کلمہ ”رب“ کا اطلاق درست سمجھتے ہیں یہ الزام بغیر دلیل کے ہے کیونکہ ہمارے اس اعتقاد سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمانے میں تصرف فرماتے ہیں یہ لازم تو نہیں آتا کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کلمہ ”رب“ کے اطلاق کو جائز کہتے ہیں۔ دیوبندیوں پر لازم ہے کہ وہ اس الزام پر دلیل پیش کریں اور وہ قیامت

تک اپنی پوری طاقت وقوت کو صرف کرنے کے باوجود بھی نہیں دکھا سکتے کہ ہماری کتابوں میں کہیں سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کلمہ ''رب'' کے اطلاق کو جائز قرار دیا گیا ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمانے میں تصرف فرماتے ہیں اس کو دیوبندیوں نے ہمارا عقیدہ بتایا ہے تو وہ اس بات میں سچے ہیں لیکن ہمارے عقائد میں کوئی بھی چیز ایسی نہیں کہ جس کے سبب ہماری تکفیر کی جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے لوگوں کو تصرفات عنایت فرمائے اور ملائکہ کو امور کی تدبیر کرنے والا بنایا ہے۔''

اس پر آپ نے متعدد دلائل قائم فرمائے ان میں سے چند دلائل اختصار کے ساتھ ذکر کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(۱) وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقاً، وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطاً، وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحاً، فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقاً، فَالْمُدَبِّرٰتِ أَمْراً ـ(النازعات ۱/۷۹تا۵)

امام راغب اصفہانی نے ''مفردات غرائب القرآن میں اللہ تعالیٰ کے فرمان وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقاً کے تحت فرمایا ہے:

''هی الملائکة تنزع الارواح من الأشباح'' وہ فرشتے ہیں جو اجسام سے روح نکالتے ہیں، اور ''فَالْمُدَبِّرٰتِ أَمْراً'' کے تحت فرماتے ہیں ''یعنی ملائکة مو کلة بتدبیر امور'' یعنی وہ فرشتے جو تدبیر امور کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔''

(۲) حضرت علامہ امام قاضی بیضاوی قدس سرہ مذکورہ آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''هذه صفات ملائکة الموت الیٰ أن قال أو صفات النفوس الفاضلة حال المفارقة فانها تنزع عن الأبدان غرقاً أی نزعا شا.یدأ من اغراق النازع فی القوس وتنشط الی عالم الملکوت وتسبح فیها، تسبق الیٰ حضائر القدس فتصیر لشرفها وقوتها من المدبرات'' یعنی یہ ملک الموت کی خوبیاں ھیں۔''

امام بیضاوی کے حوالے سے مذکورہ عبارت کو نقل فرمانے کے بعد حضور تاج الشریعہ یوں استدلال فرماتے ہیں:

''وعلیٰ ما قال البیضاوی تکون الآیة دلت علیٰ أن اللہ تعالیٰ جعل أولیاءہ من المدبرات امراً۔'' یعنی امام بیضاوی کے قول کے اعتبار سے آیت مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولیائے کرام کو امور کی تدبیر کرنے والا بنایا ہے۔''

(۳) اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ۔ تم فرماؤ تم کو موت دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

(۴) حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر تھے ان کی حکایت (ملکہ بلقیس کا تخت شاہی اسی گز لمبا اور چالیس گز چوڑا تھا، یہ سونے چاندی اور طرح طرح کے جواہرات اور موتیوں سے آراستہ تھا، جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے

قاصد اور اس کے ہدایا و تحائف کو ٹھکرا دیا اور اس کو یہ حکم نامہ بھیجا کہ وہ مسلمان ہو کر میرے دربار میں حاضر ہو جائے تو آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ بلقیس کے یہاں آنے سے پہلے ہی اس کا تخت میرے دربار میں آجائے تو آپ نے اپنے درباریوں سے جو فرمایا اس کی حکایت قرآن کریم نے یوں بیان کی ہے:

قَالَ يَاأَيُّهَا الْمَلَؤُا أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ۔ قَالَ عِفْرِيتٌ مِنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَقَامِكَ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ (النمل ۳۹،۳۸/۲۷) سلیمان نے فرمایا:

"اے درباریو تم میں کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں، ایک بڑا خبیث جن بولا میں وہ تخت حضور میں حاضر کردوں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں اور میں بیشک اس پر قوت والا امانت دار ہوں۔"

جن کا بیان سننے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"میں یہ چاہتا ہوں اس سے بھی جلد وہ تخت میرے دربار میں آجائے یہ سن کر آپ کے وزیر "حضرت آصف برخیار ضی اللہ تعالیٰ عنہ" جو اسم اعظم جانتے تھے اور ایک باکرامت ولی تھے، انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے جو عرض کیا اسی) کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتٰبِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ (النمل ۲۷/۴۰) اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔"

(۵) اللہ رب العزت نے اپنے اولیائے کرام کو شرف خلافت عطا فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلٰئِفَ فِي الْأَرْضِ (الفاطر ۳۵/۳۹) وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں اگلوں کا جانشین کیا۔ تو اولیائے کرام اللہ تعالیٰ کے خلفا ہیں، جو اس کے حکم سے قائم ہیں۔ خلافت کے ذریعہ اللہ رب العزت کی طرف سے ان کو بزرگی عطا کی گئی ہے۔ اس لیے کہ خلافت کہتے ہیں: غیر کو اپنا نائب بنانے کو اور کسی کو اپنے حکم سے اپنی جگہ کرنا۔ امام راغب اصفہانی نے مفردات میں کہا "**یقال خلف فلان فلانا قام عنه اما معه واما بعده**" یعنی فلاں نے فلاں کو خلیفہ بنایا جو اصل کی جانب سے مقرر کیا گیا ہو یا تو اس کے ساتھ یا اس کے بعد، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلٰئِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ (الزخرف ۴۳/۶۰) اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تمہارے بدلے فرشتے بساتے۔

خلافت نیابت کو کہتے ہیں یا تو اصل کے غائب ہونے کے وقت یا اصل کی موت کے سبب یا اس کے عاجز ہونے کی

وجہ سے یا خلیفہ کی عزت افزائی کے لیے اس کو نائب بنایا جاتا ہے، اس آخری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اولیائے کرام کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْض (الفاطر ۳۵/۳۹) وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں اگلوں کا جانشین کیا۔

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْض (الانعام ۶/۱۶۵) اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں نائب کیا۔

(۶) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم" بیشک شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔

سید المرسلین، امام الانبیا اور رحمۃ للعالمین کہ جن کی وجہ سے ساری کائنات کو وجود بخشا گیا، تو کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ وہ (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) زمانے میں تصرف نہیں کر سکتے؟ جب کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ اولیائے کرام اور فرشتوں کے زمانے میں تصرف فرمانے کے متعلق قرآن میں آیا ہے، بلکہ کسی کو اس بارے میں کوئی شک نہیں ہوگا کہ شیاطین ساری کائنات میں لوگوں کو گمراہ کر کے اور بہکا کر کے زمانے میں تصرف کرتے ہیں حالاں کہ وہ مخلوق میں سب سے برے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی مبغوض ہیں۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ رب تبارک وتعالیٰ ان ملعونوں کو تو قدرت عطا فرمائے، اور خیر البریہ اور تمام انبیا کے سردار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محروم رکھے۔

اگر غیر اللہ کے لیے تصرف کا ثابت کرنا کفر ہو اور ملت سے خارج کرنے والا ہو تو یہ ایسی چیز ہوگی کہ جس سے قرآن کریم بھی خالی نہیں ہے بلکہ اس کے اثبات سے کلام الٰہی بھرا ہوا ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔

حضور تاج الشریعہ اپنے مدعیٰ کے ثبوت میں خلف وسلف سے متعدد دلائل قائم فرمانے کے بعد مخالفین کے پیشوا مثلاً ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہ کی ان عبارات کو نقل فرماتے ہیں کہ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اولیائے کرام عالم میں تصرف فرماتے ہیں وضاحت کے لیے اس کے بھی چند اقتباسات اختصاراً پیش کیے جاتے ہیں:

(۱) ابن قیم کی مصنفہ "کتاب الروح" ص: ۲۱۴ر کی عبارت کو تفصیل سے نقل فرمایا ہے جس میں اس نے تمام انسانوں (مومن و کافر، صالح و فاجر) کی روحوں کے لئے زمانے میں تصرف کرنا ثابت کیا گیا ہے۔

اگر انبیائے کرام کے لیے تصرف کا ماننا شرک ہے تو ابن قیم نے سارے انسان کے لیے تصرف مانا تو دیوبندیوں کے نزدیک ابن قیم بھی کافر ہونا چاہیے، چوں کہ ابن قیم دیوبندیوں کا بالاجماع امام و پیشوا ہے تو دیوبندی بھی اس کو اپنا امام اور پیشوا مان کر اور اس کے نقشِ قدم پر چل کر مشرک ہوئے۔

(۲) ابن قیم کی ہی مصنفہ کتاب "زاد المعاد" جلد اول ص: ۲۷۳ر کی اس عبارت کو نقل فرمایا ہے کہ جس میں اس نے یہ کہا ہے:

"جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھنا مستحب ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر جمعہ کے دن اور

اس کی رات میں خوب درود پڑھو، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری مخلوق کے سردار ہیں اور جمعہ کا دن سارے دنوں کا سردار ہے تو اس دن سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے میں جو خصوصیت ہے وہ دوسرے دنوں میں نہیں ہے اور ایک دوسری حکمت بھی ہے اور وہ یہ کہ امت نے دنیا و آخرت کی ساری بھلائیاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست پاک سے پائی ہیں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امت کے لیے دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا جامع بنایا، انسانوں کی ضرورتوں کا پورا ہونا، بخشش ہونا اور جنت میں داخل ہونا سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجہ سے ہی ہے۔"

وہابیہ ہماری تکفیر کو حلال سمجھتے ہیں صرف اس وجہ سے کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں زمانے میں تصرف فرمانے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کے امام "ابن قیم" کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ یہ کونسا دین ہے جو ابن قیم کہے تو وہ اسلام ہو اور وہی بات ہم اہل سنت و جماعت کہیں تو کفر ہو؟

(۳) وہابیوں کے امام اکبر، ابن قیم کے شیخ ابن تیمیہ کی مصنفہ کتاب "الصارم المسلول والفرقان بین الاولیاء والشیطان" سے اس عبارت کو ذکر کیا ہے کہ جس میں اس بات کی تصریح ہے:

"یہ ایمان سے ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخلوق اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہیں مخلوق تک اللہ تعالیٰ کا حکم و نہی، وعدہ وعید، اور حلال و حرام کو پہونچانے میں، حلال وہ ہے کہ جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حلال کیا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا۔ دین وہ ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے بیان فرمایا۔"

ابن تیمیہ کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمانے میں رب تبارک و تعالیٰ کی عطا سے امر و نہی، وعدہ وعید اور تحلیل و تحریم اور شریعت کے اعتبار سے تصرف فرماتے ہیں اور مخلوق کو خالق سے ملانے کے لیے وسیلہ ہیں۔

یہ وہابیہ ہماری تکفیر کیوں کرتے ہیں اگر سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ کی عطا سے زمانے میں تصرف کرنے والا مان کر ہم اہل سنت و جماعت کافر ہوئے تو ہمارے مثل ہی ابن تیمیہ نے بھی کہا تو چاہیے کہ یہ اپنے امام و شیخ ابن تیمیہ کو بھی کافر و مشرک کہیں۔

(۴) ہم اہلسنت و جماعت کا عقیدہ یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمانے میں تصرف فرماتے ہیں ہمارے اسی اعتقاد کی وجہ سے دیوبندیوں نے ہماری تکفیر کی ہے، حالاں کہ ابن تیمیہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے مختلف تصرفات مانتا ہے جیسا کہ ماقبل میں گزرا، ابن تیمیہ نے "الفرقان" ص: ۶۴، ۶۵، پر اولیائے کرام کے متعلق یہ صراحت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پرہیز گار اور چیدہ اولیائے کرام کو کرامتوں کے ذریعہ شرف بخشا ہے۔

اولیائے کرام کی کرامتیں یا تو دین کی حجت کے لیے یا مومنین کی ضرورت کے لیے ہیں جیسے ان کے انبیائے کرام کے معجزات تھے۔ اولیائے کرام کی کرامتیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری کی برکت سے ہیں، تو یہ کرامتیں حقیقت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں داخل ہیں، مثلاً چاند کا ٹکڑے ہو جانا، آپ کی

ہتھیلی میں کنکریوں کا کلمہ پڑھنا، درخت کا آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونا، کھجور کی سوکھی شاخ کا سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدائی میں گریہ کرنا، معراج کی رات بیت المقدس کی صفات کو بیان کرنا، ماکان وما یکون کی خبریں دینا، قرآن مقدس کا لانا، متعدد مرتبہ کھانے اور پانی کا زیادہ ہو جانا جیسا کہ جنگ خندق کے موقع پر تھوڑے سے کھانے کو پورے لشکر نے کھایا اور وہ کم بھی نہ ہوا، اور جنگ خیبر کے وقت تھوڑے سے پانی میں اتنی برکت ہوئی کہ پورا لشکر سیراب ہو گیا اور پانی کم بھی نہ ہوا، جنگ تبوک کے موقع پر پورے لشکر نے اپنے برتنوں کو بھر لیا اور کھانا کم تک نہ ہوا جب کہ وہ تقریباً تین ہزار (۳۰۰۰) تھے، متعدد مرتبہ آپ کی انگشت ہائے مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہونا اور ساتھ والے تمام لوگوں کے لیے کافی ہونا جیسا کہ حدیبیہ میں ہوا اور وہ چودہ سو (۱۴۰۰) یا پندرہ سو (۱۵۰۰) لوگ تھے، حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ جب نکل کر ان کے رخسار پر آ گئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اس کی جگہ پر کر دیا اور وہ بالکل ٹھیک ہو گئی اور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لیے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا ان کے گرنے کی وجہ سے پیر ٹوٹ گیا سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چھونے کی برکت سے پیر بالکل ٹھیک ہو گیا وغیرہ۔

حضور تاج الشریعہ نے ابن تیمیہ کی تصنیف کردہ کتاب ''الفرقان'' کے حوالے سے مذکورہ معجزات کے ساتھ ایک طویل اقتباس نقل فرمایا ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات کو تفصیل کے ساتھ شمار کرایا گیا ہے۔ اس کے بعد جماعت وہابیہ کو مخاطب کر کے تحریر فرمایا کہ یہ تمہارے امام ابن تیمیہ ہیں جنھوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا متصرف ہونا ثابت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمانے میں تصرف فرماتے ہیں۔ مذکورہ معجزات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شمار کرانے کے بعد ابن تیمیہ نے اسی کتاب میں اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی بہت سی کرامتوں کو ذکر کیا ہے جو تقریباً تین صفحات پر مشتمل ہیں جو فائدہ پہونچانے، ضرر کو دور کرنے، مریض کو ٹھیک کرنے، مردے کو زندہ کرنے، دعا کے قبول ہونے اور دشمنوں پر مدد فرمانے کے بارے میں ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ کرامت معجزہ کی ہی جنس سے ہے جیسا کہ علمائے کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے، اور اسی موقف کو ''ابن تیمیہ'' نے بھی اختیار کیا ہے جیسا کہ اس کا ترجمہ ذکر کیا جا چکا اس کی اصل عبارت ملاحظہ ہو:

''وکرامات الاولیاء انما حصلت لھم ببرکۃ اتباع رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فھی فی الحقیقۃ تدخل فی معجزات الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' یعنی اولیائے کرام کی کرامتیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت و برداری کی برکت سے ہیں، تو یہ کرامتیں حقیقت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں داخل ہیں۔''

جب ابن تیمیہ نے اس بات کو مانا ہے کہ اولیائے کرام کی کرامتیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات ہی ہیں تو

"ابن تیمیہ" کی مذکورہ بات سے یہ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تصرف فرماتے رہتے ہیں کیونکہ اولیائے کرام موجود ہیں اور ان کی کرامتوں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اختتام بحث پر آپ امام وہابیہ اسمٰعیل دہلوی کی کتاب "صراط مستقیم" ص ۲۹ کی اس عبارت کو کہ جس میں اس نے اپنے شیوخ کی تعریف کرتے ہوئے ان کو ملائکہ مدبرات امور کی صف میں شامل کیا ہے کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اب میں پوری دنیائے وہابیت سے کہتا ہوں وہ کہیں کے بھی ہوں یا کہیں بھی ہوں کہ جس چیز کی وجہ سے ہم تمہارے گمان میں کافر ہیں تو تمہارے مقتدا اور ہم اس بات میں مشترک ہیں تو اب تمہارے پاس کونسی راہ ہوگی؟

چوتھا بہتان: ہم پر یہ بہتان لگایا گیا کہ ہمارا جرم یہ ہے کہ جو ائمہ مسلمین، مذہب میں ہماری مخالفت کرتے ہیں ہم ان ائمہ کی تکفیر کرتے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ ان کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

جواب ورد: یہ کھلا بہتان اور صریح جھوٹ ہے۔ ہم کسی عام مسلمان تک کی تکفیر نہیں کرتے چہ جائیکہ ائمہ دین۔ ہاں ہم نے ان کو کافر کہا ہے جن کے غلط عقائد پر مشتمل عبارتیں ہم نے ذکر کی ہیں ان کا امام ہونا تو بہت دور کی بات ہے وہ مسلمان ہی نہیں ہیں ان کی تکفیر علمائے حرمین شریفین اور مفتی شجاعت علی نے بھی کی ہے جس کی تفصیل "حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین" میں موجود ہے۔ کسی نے بھی ائمہ مسلمین کی تکفیر نہیں کی ہے جس کا ایسا دعویٰ ہے اس کو چیلینج ہے کہ وہ اس کو ثابت کرے۔

ان کا یہ کہنا کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماکان وما یکون کے عالم الغیب ہیں، ہر جگہ حاضر اور ہر چیز کو دیکھنے والے ہیں۔ تو ان کے رد پر ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتے ہیں:

"عالم الغیب کا اطلاق اللہ سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے ہمارے نزدیک اس کا اطلاق غیر اللہ پر مباح نہیں ہے جیسا کہ ہمارا قول "عزَّ وجل" یہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اللہ سبحانہ تعالیٰ کے علاوہ کے لیے "عزَّ وجل" نہیں کہا جائے گا، لیکن اس کے باوجود اللہ عزوجل کی عطا سے عزت کے ثبوت کی غیر اللہ سے نفی نہیں کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (المنافقون ۶۳/۸) اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے۔ جس طرح سے خدا تعالیٰ کے عطا کردہ وصف عزت سے غیر کو متصف کرنا جائز ہے اسی طرح سے وہ نفوس قدسیہ کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرمایا ہے ان کو علم غیب کے وصف ساتھ متصف کرنا جائز ودرست ہے اگرچہ "عالم الغیب" اللہ عزوجل کے علاوہ کسی دوسرے پر درست نہیں، البتہ 'عالم الغیب' کا اطلاق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ممنوع نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا علم نہیں ہے۔ بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں اور آپ کو ماکان وما یکون کا علم ہے ہمارے اس اعتقاد کی وجہ سے ہم پر حکم کفر کیسے ہوسکتا ہے؟"

حضور تاج الشریعہ متعدد دلائل اس پر پیش فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں اور آپ کو

ماکان ومایکون کا علم ہے جن کو اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے:

(۱) حضور سرور عالم سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ''نبی'' ہیں اور لغت میں ''نبی'' کا معنی ہے غیب کی خبر دینے والا اور وہ جس کی طرف اللہ رب العزت کی طرف سے الہام ہو جیسا کہ ''المنجد'' میں ہے۔ بعینہ اسی معنی کو اردو میں عبدالحفیظ دیوبندی نے ''مصباح اللغات'' میں المنجد سے لے کر ذکر کیا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا۔ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن ۲۶/۷۲) غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا، سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ یہ آیت مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اللہ رب العزت کی عطا سے غیب جانتے ہیں اور سارے لوگ اس معاملے میں انبیائے کرام کے تابع ہیں یعنی وہ انبیائے کرام کے بتانے سے جانتے ہیں۔

(۳) **عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا۔ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ** (الجن ۲۶/۷۲) غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا، سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

مذکورہ آیت مبارکہ کے بارے میں حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی قدس سرہ ''نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض'' میں فرماتے ہیں:

''یہ آیت کریمہ اس آیت کے منافی نہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان ''**لو کنت أعلم الغیب لاستکثرت من الخیر**'' کے بھی منافی نہیں، کیونکہ یہاں پر اس علم کی نفی ہے جو بغیر واسطہ (ذاتی) ہو، اور اللہ رب العزت کے بتانے سے مطلع ہونا تو یہ امر محقق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا۔ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ** (الجن ۲۶/۷۲) یعنی غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا، سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ ابن عطا اللہ نے ''**لطائف المنن**'' میں کہا: بندے کا اللہ تعالیٰ کے غیب پر مطلع ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے نور سے ہے اس کی دلیل ''**اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللہ تعالی**'' تم مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ (نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض ج:۳/ص:۱۵۱)

اسی طرز پر حضور تاج الشریعہ نے اس کتاب کے اندر دیوبندیوں اور وہابیوں کے بہتان اور الزام کا جواب بہت عمدہ طریقے سے مدلل مبرہن طور پر تحریر فرمایا ہے، یہاں نمونے کے طور پر چند مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ تاج الشریعہ کی یہ کتاب دیوبندیوں کے لیے صرف مسکت ہی نہیں بلکہ ان کی جان پر وبال ہے ان کے جھوٹ ودجل، دغا وفریب کو بخوبی آشکارا کیا گیا ہے۔ اہل علم حضرات اصل کتاب کی جانب مراجعت کر کے مستفید ہوں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے سایہ کو ہمارے سروں پر تادیر قائم فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔



مولانا مفتی شمشاد حسین رضوی، بدایوں

حضور تاج الشریعہ اور علمی تعاقب

آج ہر طرف حضور تاج الشریعہ کی دھوم ہے۔ انہیں کا چرچا ہے، انہیں کی شہرت ہے، علمی دانشگاہوں میں انہیں کی توقیر ہے، عزت اور احترام ہے، فکر و دانش کی بزموں میں انہیں کے جلوے دکھائی دیتے ہیں۔ ہر فن ہر علم میں انہیں مہارت حاصل ہے۔ علم کی مختلف صنفوں کو انہوں نے برتا ہے، سنوارا اور سجایا ہے اور ان کے چہروں پر حسن و زیبائی کا غازہ ملا ہے۔ فقہی بصیرت میں تو انہیں ید طولیٰ حاصل ہے۔ تحقیق و تلاش تو ان کا اپنا میدان ہے۔ تحقیق و تنقید انہیں ورثہ میں ملی ہیں جہاں تک تخلیقی عمل کی بات ہے اس کے تعلق سے صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ اسے انجام دینے کے لئے انہیں کچھ زیادہ انتظار کرنا نہیں پڑتا ہے اور برجستہ قلم اُٹھا کر لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ میں نے سنا ہے اور بعض موقعہ پر دیکھا ہے کہ عربی زبان و ادب میں فی البدیہہ شاعری کرتے ہیں۔ اس دوران خود تاج الشریعہ اور دیکھنے والے ایسا محسوس کرتے ہیں جیسے ان کے خیال میں مضامین غیب سے آتے ہیں لفظوں اور جملوں کا استعمال طبعی انداز میں کرتے ہیں اس لئے ان کی کسی عبارت اور جملہ میں کسی الجھاؤ کا احساس نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی ان کی شاعری کانوں پر گراں محسوس ہوتی ہے۔

ان تمام خوبیوں اور کمالات کے باوجود ان کی شخصیت میں عجز و انکساری، خاکساری اور فروتنی پائی جاتی ہے۔ یہی وہ وصف ہے جس میں ہر قسم کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ کہنے کے لئے تو بہت ساری باتیں ہیں مگر کوئی بھی انسان ایک ہی بار میں اپنی ساری باتوں کو نہ بیان کر سکتا ہے اور نہ ہی ضبط تحریر میں لا سکتا ہے، اس لئے ہم اپنا روئے سخن اپنے موضوع کی جانب مبذول کرتے ہیں، ایک بار پھر بتا دینا چاہتا ہوں کہ میرے مقالہ کا عنوان "تاج الشریعہ اور علمی تعاقب" ہے۔

علمی تعاقب کیا ہے؟: علمی۔ اسم منسوب ہے اور تعاقب کی صفت ہے اور "تعاقب" موصوف ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ اس سے مراد وہ "تعاقب" ہے جو علم سے منسوب ہو۔ تعاقب عربی زبان کا لفظ ہے اور "عقب" سے مشتق ہے اور "باب تفاعل" کا مصدر ہے عربی لغت میں اس کا معنیٰ "پیچھے، پیچھے آنا، ایک کے بعد ایک کا آنا" ہے، مگر عرف خاص میں تعاقب سے "عملی تنقید" مراد ہے۔ تعاقب کچھ اسی دور کی جدت نہیں ہے بلکہ جب سے انسانوں نے جنم لیا ہے اسی وقت سے "تعاقب" کا سلسلہ جاری و ساری ہے یہ الگ بات ہے کہ کسی دور میں اس کی تعبیر کسی اور انداز میں کی گئی ہو۔

تعاقب کی ضرورت کیوں؟ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر انسان اپنے اپنے راستہ پر چلتا ہے اور اسے اس بات کی آزادی حاصل ہے کہ وہ جس نظریہ کو چاہے اپنالے، تو پھر کیا ضرورت ہے کہ کوئی کسی پر تنقید کرے اور اس کا تعاقب کرے، یہ تو فطری آزادی کے خلاف ہے، مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر اس بارے میں ہر ایک شخص کو آزادی دے دی جائے اور کوئی کسی کا تعاقب نہ کرے۔ نہ علمی انداز میں اور نہ ہی کسی اور انداز میں تو اس دنیا میں ''جنگل راج'' قائم ہو جائے گا۔ سماجی اور معاشرتی نظام بکھر کر رہ جائے گا۔ جب کہ انسان ''مدنی الطبع'' پیدا کیا گیا ہے اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ جہاں آزادی ملنی چاہیے وہاں آزادی دی جائے اور جہاں آزادی نہیں ملنی چاہئے وہاں پابندی عائد کی جائے اور اگر کوئی اگر ایسا نظریہ پیش کرے جو سماج اور معاشرہ کے تقاضوں کے خلاف تو ہے اس کا علمی انداز میں تعاقب کیا جائے، اس بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں ''علمی تعاقب'' سماجی اور معاشرتی ضرورت ہے۔

اغراض ومقاصد: کام کوئی بھی کیا جائے وہ کسی نہ کسی غرض وغایت کے تابع ہوا کرتا ہے کہ اس کے بغیر کام انجام پذیر ہو ہی نہیں سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک مقصد واضح نہیں ہو جاتا ہے اس وقت تک کسی انسان کے دل میں کام کرنے کی لگن، حوصلہ، اور جذبہ بیدار نہیں ہوسکتا ہے۔ جب جذبہ بیدار نہیں ہوگا تو پھر کام کس طرح پایہ تکمیل کو پہونچ سکتا ہے وہ کام خواہ کیسا ہی کام کیوں نہ ہو، حتیٰ کہ علمی، فنی اور ادبی کاموں کے لئے بھی غرض وغایت کا ہونا ضروری ہے انہیں کاموں میں علمی تعاقب بھی ہے۔ علمی تعاقب کے اغراض ومقاصد:

(الف) کسی مقالہ وتقریر سے مرتب ہونے والے مضر اثرات کو روکنا ہے۔

(ب) عوام اہل سنت کے مابین پھیلنے والے شکوک وشبہات کا ازالہ کرنا ہے۔

(ج) اس کی اصلاح کرنا مقصد ہوتا ہے جس کا علمی تعاقب کیا جاتا ہے۔

علمی تعاقب کے یہ عمومی مقاصد ہیں جن کی قدر کی جانی چاہئے اور اگر اس کا کوئی خاص مقصد سامنے آتا ہے اور اس کا انداز بھی مخلصانہ ہے تو اسے بھی عزت اور وقار کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے کہ جو نشتر لگاتا ہے وہ کسی طرح کا دشمن نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ آپ کا بھلا چاہتا ہے اور دوست بن کر غلط سمتوں میں بڑھنے والے قدموں کو روکتا ہے۔ ان حقائق وبصائر کے باوجود ''علمی تعاقب'' کو کوئی برا کہہ سکتا ہے میرے خیال میں ایسا کوئی نہیں ہے جو علمی تعاقب کو کسی صورت میں برا کہتا ہو۔ اگر کوئی انسان اسے برا تصور کرتا ہے تو پھر ایسا انسان عقل وشعور سے پیدل ہے اور فکر وشعور سے دور ہے نیز اس کی اہمیت وافادیت سے واقف نہیں ہے۔

علمی تعاقب کون کرے؟ ہر ایک انسان کو علمی تعاقب کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے کہ اگر اس قسم کی آزادی ہر ایک کو دے دی جائے تو مسئلہ سلجھنے کے بجائے الجھ کر رہ جائے گا اور مسئلہ اس قدر پیچیدہ ہو جائے گا کہ اس سے جماعتی نظام بکھر جائے گا، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ علمی

نعاقب کون کرے اس کی قدرے وضاحت کردی جائے۔

(الف) علمی تعاقب وہ کرے جو اس کی اہلیت رکھتا ہو

(ب) علمی تعاقب وہ کرے جو اس کی شخصیت سے پورے طور پر واقف ہو جس کا علمی تعاقب کیا جارہا ہے اور اس سے مخلصانہ محبت رکھتا ہو اور اگر اس کی شخصیت سے کسی طرح کی کدورت رکھتا ہے تو بہتر یہی ہے کہ وہ علمی تعاقب نہ کرے تا کہ اس کی اہمیت وافادیت کسی اندھیر کا شکار نہ ہو

(ج) علمی تعاقب وہ کرے جو لفظوں کے استعمال میں احتیاط سے کام لیتا ہو

(د) علمی تعاقب وہ کرے جس کے لب ولہجہ میں کرختگی نہ پائی جاتی ہو

(س) علمی تعاقب وہ کرے جو ناصحانہ انداز بیاں رکھتا ہو

(ش) علمی تعاقب وہ کرے جو مخلص ہو اور جس کے مزاج میں عاجزی پائی جائے۔

(ص) علمی تعاقب کے دوران غیض وغضب کی حالت نہ ہو

علمی تعاقب کرنے والوں کے لئے یہ بھی ضروری ہے اصول وضوابط کا نہ صرف پاس ولحاظ کرے بلکہ اس کا ہر حال میں التزام رکھے اور عجلت میں قلم نہ اُٹھائے بلکہ نہایت غور و فکر کے بعد ہی اس دشت خار اشگاف میں قدم رکھے اور اس راہ کا مسافر بنے۔کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لوگ بغیر سوچے سمجھے قلم اٹھالیتے ہیں اور پھر بعد میں پریشانی لاحق ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے شرمندگی اٹھانی پڑ جاتی ہے۔میں نے اپنی معلومات کے اعتبار سے علمی تعاقب کے تعلق سے کچھ تحریر کردیا ہے اس کا پہلے مطالعہ کیا جائے۔ مجھے اس بات کا بھی احساس ہے کہ میں اس میدان میں فقط تنہا نہیں ہوں بلکہ اس میدان میں ایسے بھی شہسوار ہیں جو سب میں آگے دکھائی دیتے ہیں۔ایسوں کے مقابلہ میں میری کیا حیثیت ہے؟اور میرا علم بھی کیا ہے؟

حضور تاج الشریعہ ''علمی تعاقب'' کے میدان میں تنہا دکھائی دیتے ہیں اس دور میں کوئی بھی اس وصف میں ان کے جیسا نہیں ہے جب آپ تعاقب کے لئے پا بہ رکاب ہوتے ہیں تو پھر کس کی مجال ہے کہ ان کے سامنے ٹھہر سکے، دعوی کرنا آسان ہوتا ہے مگر عمل کے میدان میں اترنا مشکل ہوتا ہے۔

اپنے آپ کو بڑا کہنا تو بہت ہی آسان ہے کیوں کہ اپنے آپ کے بڑے ہونے کے اعلان کرنے کا حق سب کو حاصل ہے۔

جس قدر یہ آسان ہے اسی قدر اپنے آپ کو بڑا ثابت کرنا مشکل بھی ہے۔خیر یہ ایک ضمنی بات تھی جو بیان کردی گئی ہے کہ دور حاضر کا مزاج بھی یہی ہے کہ اپنے آپ کو بڑا کہو اور رواج کرو۔

تاج الشریعہ کس قدر بڑے ہیں؟ یہ ان کے علمی تعاقب سے ثابت ہوتا ہے اور کس قدر منکسر المزاج ہیں یہ ان کی شاعری سے واضح ہوتا ہے۔اب آیئے اور دیکھیں کہ ان کے علمی تعاقب کا رنگ کس قدر چوکھا اور کیسا شوخ وشنگ ہے؟

ٹیلیویژن کا مسئلہ: ٹیلیویژن کہ جسے عرف عام میں ''ٹی وی'' کہا جاتا ہے دور حاضر میں ''ٹی وی'' انسانی ضرورت بن گئی ہے اور زندگی کا ایک جز ہے کوئی گھر ایسا نہیں ہے جس میں ٹی وی نہیں ہے اور لوگ اسے دیکھتے نہ ہوں۔جب شروع شروع میں ٹی وی نے قدم رکھا تو ہندوستان میں ایک تہلکہ مچ گیا۔کوئی اسے دیکھتا تھا اور کوئی دیکھنے والوں کو منع

کرتا تھا کہ اس میں یہ خرابی ہے۔ وہ خرابی ہے اور نہ جانے کیا کیا خرابیاں ہیں؟ اور جو اسے دیکھنے کا شوق رکھتے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ اس کے دیکھنے میں فائدہ ہے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے کہ اس میں وہ خبریں اور اطلاعات فراہم ہو جاتی ہیں جہاں تک ہمارے ذہن کی رسائی نہیں ہو سکتی ہے اور دیکھنے والوں نے اس کا ایک فائدہ یہ بھی بتایا کہ اس سے دینی معلومات بھی حاصل ہوتی ہے کہ اس کی اسکرین پر کبھی نعت آتی ہے اور منقبت کے اشعار پڑھے جاتے ہیں۔ تقریریں بھی آتی ہیں اور مسئلہ و مسائل بھی بتائے جاتے ہیں۔ انہیں باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک "استفتاء" ارسال کیا گیا۔ استفتاء کرنے والے محمد اصحاب نبی بخش اشرفی ہیں جو،، جمعیۃ الاسلام ڈین ھاگ ہالینڈ کے نائب صدر ہیں۔ انہوں نے اپنے سوال میں پوچھا کہ:

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں کہ ویڈیو کیمرے کے ذریعے جو تصویریں بنائی جاتی ہیں اس پر حرمت اور شرعی ممانعت کا حکم لگے گا کہ نہیں؟ علمائے کرام کی تقاریر، اور بیاہ شادی کے موقع پر تصاویر کا نکالنا اور ویڈیو کیسیٹ پر پروگرام کو ریکارڈ کرنا یا یادگار کے طور پر یا علمائے کرام کی تقاریر سے تبلیغ وہدایات کی نیت سے ویڈیو بنانا جائز ہے کہ نہیں؟"

یہ سوال بالکل آسان ہے عام قاری بھی اسے پڑھ کر سمجھ سکتا ہے۔ ہماری جماعت کے ایک اہم، قابل قدر شخصیت، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ الشاہ سید محمد مدنی میاں صاحب قبلہ نے نہایت ہی تفصیل سے اس کا جواب عنایت فرمایا۔ یہ جواب نہایت ہی تفصیلی جواب ہے بعینہ جواب پیش کرنا دشوار ہے اس لئے اس کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے۔

(الف) سائل ویڈیو کیمرے کی حقیقت اور نوعیت سے واقف کار نہیں۔ جبھی اس نے اس کو تصویر کشی کا آلہ سمجھ لیا ہے اور اس کے خیال میں ویڈیو کیسیٹ میں تصویریں ہوتی ہیں۔

(ب) تحقیق یہ ہے کہ ویڈیو کیسیٹ میں تصویریں نہیں ہوتی ہیں بلکہ اس کے ذریعہ سامنے والی چیزوں کے ریز (rays) شعاعوں، کرنوں کو ٹیپ کر لیا جاتا ہے۔

(ج) یہ ریز آواز کی مثل ہیں یہ بھی غیر مرئی اور وہ بھی غیر مرئی۔

(د) ویڈیو کیمرہ کا کام انہیں شعاعوں اور آوازوں کو ٹیپ کرنا ہے۔

(س) اس کو فلمی فیتوں پر قیاس کرنا صحیح نہیں کہ فلمی فیتوں میں تصویریں ہوتی ہیں اور ویڈیو کیسیٹ میں تصویریں نہیں ہوتی ہیں۔

(ص) ویڈیو کیسیٹ کا تعلق جب ٹی وی سے کیا جاتا ہے تو ٹی وی ان ٹیپ شدہ کرنوں کو صورت میں بدل کر اپنے آئینہ سے ظاہر کر دیتا ہے۔

(ط) ٹی وی کے اسکرین پر جو صورتیں نظر آتی ہیں متحرک اور غیر قار ہوتی ہیں اس لئے ان صورتوں کو عام آئینوں کی صورت پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

(ع) پردۂ فلم کی تصویریں در حقیقت جامد وساکن ہوتی ہیں جس کی حرکت محض نگاہوں کا دھوکہ ہے اس لئے ویڈیو کیسیٹ کے ریز کو پردۂ فلم کی صورتوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

(ف) ٹی وی کے ذریعہ ہر ایسی چیز کو دیکھا اور سنا جا سکتا ہے جس کا دیکھنا اور سننا اس کے بغیر بھی جائز ہو۔

(ک) علمائے کرام کی تقاریر نیز دینی ومذہبی پروگرام کی نشر

اشاعت کے لئے ویڈیو کا استعمال بالکل جائز ہے بلکہ جن علاقوں میں کوئی گھر ٹی وی سے خالی نہ ہو اور لوگ غیر شرعی پروگرام دیکھ دیکھ کر اپنے اخلاق و کردار کو خراب کر رہے ہوں نیز ان کے بچے بھی دیکھا دیکھی اسی کی روش پر چل رہے ہوں۔ نہایت مناسب عمل ہوگا اگر ویڈیو کے ذریعہ خالص دینی، مذہبی علمی اخلاقی پروگراموں کو گھر گھر پہونچا کر ان کے افکار و نظریات کی اصلاح اور اعمال و افعال کی درستگی کی راہ نکالی جائے اور اس کے ذریعہ تبلیغ و ہدایت اور تعلیم و اصلاح کا کام انجام دیا جائے۔

(ل) اس سے اصلاح کا کام بھی ہوگا اور ٹی وی کا صحیح استعمال کرنا بھی آئے گا۔

یہ حضرت شیخ الاسلام کے جواب استفتاء کا خلاصہ تھا جو آپ کے فکر و شعور کے حوالہ کر دیا گیا شرعی، علمی، اور فنی طور پر اس کا جو تعاقب ہوا سو ہوا وہ ایک الگ مسئلہ ہے مگر اس مقام پر یہ بتانا بھی ایک اہم مقصد ہے کہ اس جواب سے انسانی نفسیات ضرور متاثر ہوئی اور اس کے لئے اس کی حیثیت کسی لقمہ تر سے کم نہیں ہے جو ٹی وی کے سامنے کھڑا ہونے سے اس طرح نفرت کرتا تھا جیسے کوئی انگاروں پر کھڑا ہونے سے نفرت کرتا ہے اس جواب سے اس کے دل میں بھی اب نرم گوشہ پیدا ہو گیا۔ جو ٹی وی دیکھنے سے ڈرتا تھا اب اس کے دل سے یہ ڈر بھی رخصت ہوا اور جو شرم و عار محسوس کرتا تھا اب اس کا حال یہ ہے اس کا حجاب بھی ٹوٹ گیا۔ اسی طرح جو کبھی کبھی ٹی وی دیکھتا تھا اب تو حال ان کا یہ ہے کہ وہ بڑے شوق سے دیکھ رہا ہے۔ یہ سب کیا ہے اسی جواب استفتاء کے خوشگوار اثرات ہیں اور اب صورت حال یہ ہے کہ ٹی وی کی اسکرین پر وہ افراد بھی آنے لگے جن کی پاک دامنی کی کسی دور میں قسم کھائی جاتی تھی۔ تصویر کشی اس قدر عام ہو گئی کہ اب اسے عیب کے طور پر نہیں لیا جاتا ہے بلکہ اسے فیشن کے طور پر قبول کیا جانے لگا ہے۔ جسے دیکھو اس کا دلدادہ ہے اسی پر شیفتہ ہے اور دل و جاں سے فدا ہے آں قدر اور ایں قدر اسی مرض میں گرفتار ہیں اور اب تو مسجدوں میں بھی اس کا استعمال ہو رہا ہے۔ استعمال کرنے والے ذرا سی شرم بھی محسوس نہیں کرتے بلکہ نہایت ہی فخریہ انداز میں اس کا استعمال کرتے ہیں۔ یہ نفسیاتی اثرات تھے جو پیش کر دیئے گئے اب آیئے اصل مدعا کی طرف یعنی علمی، فنی تعاقب کی طرف جو میرے مقالہ کا عنوان ہے۔

اللہ پاک کا یہ لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے اور فضل و کرم ہے کہ جب سب خاموش ہوتے ہیں اور نظریاتی میدان میں جب کوئی اترنے کی جرأت نہیں کر پاتا ہے تو بریلی کا کوئی نہ کوئی مرد مجاہد میدان میں ضرور اتر جاتا ہے پھر اپنے فن کا ایسا کرشمہ کر دکھاتا ہے کہ ہر ایک حیرت و استعجاب میں انگشت بدنداں ہو جاتا ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت نے بھی اسی قسم کا جوہر دکھایا تھا۔ سرکار مفتی اعظم ہند نے بھی اسی قسم کے کمال فن کا اظہار فرمایا تھا اور اب باری ہے حضور تاج الشریعہ کی۔ آپ چاہتے تو خاموش رہتے اور زبان سے اُف بھی نہ کہتے، مگر یہ کب ممکن تھا؟ آپ پر دوہری ذمہ داری تھی۔ ایک تو منصبی ذمہ داری اور دوسری خاندانی روایات کو برقرار رکھنا تاکہ آنے والی نسلیں ان روایتوں کی پاسبان بنی رہیں۔

حضرت شیخ الاسلام کے جواب کے شائع ہوتے ہی حضور تاج الشریعہ نے قلمدان سنبھالا اور جواب استفتاء کے چند جملوں پر تعاقب فرمایا۔ ذیل میں وہ عبارت اور تعاقب اور اس پر تبصرے پیش کئے جارہے ہیں تا کہ علمی تعاقب کے سمجھنے میں کسی قسم کی کوئی دشواری محسوس نہ ہو۔

حضور تاج الشریعہ کا علمی تعاقب: تعاقب کی ابتدا کرتے ہوئے حضرت تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ویڈیو کیسیٹ کے متعلق فتویٰ ملاحظہ ہوا اس فتوی پر چند سوالات جو خاطر فاتر میں آئے، تحریر ہوتے ہیں

(۱) ویڈیو کیسیٹ میں اس کے سامنے والے چہرے کی شعاعوں کو کس لئے ٹائپ کیا جاتا ہے

(۲) وہ مقصد کہ ان شعاعوں کو صورت میں بدلنا ہے شرعاً جائز ہے یا ناجائز ہے؟

(۳) برتقدیر اول اس کے جواز پر شرع مطہر سے کیا دلیل ہے؟ اور برتقدیر ثانی یہ مبدأ الحکم میں اپنے مقصد کا تابع ہوکر ناجائز ہوگا کہ نہیں؟...... نہیں تو کیوں نہیں؟

(۴) شعاعوں کا صورت میں بدلنا فعل انسان ہے یا وہ از خود صورت میں بدل جاتی ہے۔ برتقدیر اول یہ تصویر سازی ہے کہ نہیں اگر نہیں تو کیوں ؟ اور ہے تو ناجائز کیوں نہیں اور عمومات نصوص سے اس طرز کی جاندار صورتوں کو کون سے مخصص نے نکال کر دوسری جاندار صورتوں سے جدا کر کے بے جان صورتوں سے ملا دیا۔

(۵) اور اگر کوئی مخصص نہیں تو ظاہر ہے کہ یہ تصویریں نہ حکماً مثل تصاویر بے جان مباح ٹھہریں نہ عرفاً نہیں بے جان کی تصویر کہنا روا بلکہ عرفاً ان پر بھی جاندار کی صورت کا اطلاق ہوتا ہے تو یہ کہنا کیونکر صحیح ہوگا کہ: اس کو ان فلمی فیتوں پر قیاس کرنا صحیح نہیں،، حالانکہ ساختہ انسان ہونے اور تصویر جاندار ہونے میں دونوں برابر ہیں پھر جب عمومات نصوص دونوں کو شامل تو قیاس کی کس نے ٹھہرائی؟

تبصرہ: تعاقب صحیح معنیٰ میں وہی تعاقب ہوتا ہے جو مقابل کو چاروں طرف سے گھیر لے اور اس کے نکلنے کے لئے تمام راہوں پر اپنے فکر و استدلال کا مکمل پہرا بٹھادے جو علمی تعاقب پیش کیا گیا میں سمجھتا ہوں ایک حضور تاج الشریعہ کی شخصیت کے سوا کوئی بھی ایسا تعاقب نہیں کرسکتا ہے اس سے بہتر کے تعاقب کا تصور تو چھوڑ دیجئے۔ اس علمی تعاقب میں جو الفاظ اور جو جملے پیش کئے گئے ہیں ان میں سے ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملہ فکر و شعور کی اس ہمالیائی چوٹی پر دکھائی دیتا ہے جہاں اوروں کا پہونچ پانا مشکل ہے۔ ان لفظوں اور جملوں سے جو شعاعیں نکلتی ہیں فکر وفن کے تمام گوشوں کو منور کرتی ہیں۔ علم والوں کی کمی نہیں ہے فکر والے ہزاروں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں فقہ و افتاء والے بھی پائے جاتے ہیں، مگر اوروں کے یہاں اس طرح کے الفاظ، جملے اور عبارتیں بھی پائی جاتی ہیں لیکن فتوی کی زبان اور اس کے اسلوب میں ان لفظوں کو استعمال کر کے حضور تاج الشریعہ نے ان میں ایسی معنویت اور فکری گہرائی پیدا کردی کہ بڑے بڑے علم وفن والے ان کا منہ تکتے رہ گئے سلیس و سادہ اور روزمرہ کے لفظوں میں پرت در پرت معنویت کا

اضافہ کر دینا، حضور تاج الشریعہ کے کمال فن اور گراں قدر شخصیت کا کرشمہ ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ان کی انہیں خوبیوں کے سبب آج لوگ ان سے جلتے ہیں۔جلنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہی ہورہا ہے ایسے لوگوں سے گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے کہ اچھے لوگوں کی یہی پہچان ہوتی ہے ہر دور میں ایسا ہی ہوا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔

جہاں تک علمی تعاقب کے کرشموں کی بات ہے میں اس کے تعلق سے عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اس طرح کے کرشموں کی ان کے یہاں کمی نہیں ہے جس زاویہ سے بھی ان کی تحریروں کا مطالعہ کیجئے ان کے یہاں کرشمے ہی کرشمے ہیں ۔ذیل میں ایک اور کرشمہ دیکھئے حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

(۲)"ہاں! اس لحاظ سے یہ تصویریں فلمی فیتوں کی تصویروں سے جدا ہیں کہ فلمی فیتوں میں جو تصویریں ہوتی ہیں وہ سامنے والی اشیاء کا عکس ہوتی ہیں اور ویڈیو کیسیٹ کی تصویریں برقی لکیروں کی مدد سے ٹی وی میں بنائی جاتی ہیں جس طرح آرٹیسٹ لکیریں کھینچ کر ملا دیتا ہے تو تصویر بن جاتی ہے تو یہ تصویریں اشیاء متقابلہ کا عکس نہیں بلکہ ان کے مماثل تصویریں ان شعاعوں کی مدد سے ٹی وی میں بنائی جاتی ہیں مگر اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب 'ویڈیو کیسیٹ' میں کسی طرح کوئی تصویر نہیں چھپتی بلکہ اس کے ذریعہ اس کے سامنے والی چیزوں کے ریز (rays) شعاعوں کرنوں کو ٹیپ کر لیا جاتا ہے پھر جب انہیں ٹی وی سے متعلق کیا جاتا ہے تو ٹی وی ان ریز کو صورت میں بدل کر اپنے آئینہ سے ظاہر کر دیتا ہے، تو ٹی وی کے مقابل کوئی ذوالصورۃ نہیں جس کا عکس ٹی وی کے آئینہ نے دکھایا بلکہ یہی شعاعیں صورت میں بدل گئیں اور آئینہ سے صورت نظر آئی تو یہ کہنا کیوں کر درست ہوگا،، چونکہ یہ صورت متحرک وغیر قار ہوتی ہے اس لئے اس کو عام آئینوں کی صورتوں پر قیاس کیا جاسکتا ہے حالانکہ ٹی وی کا وہ آئینہ خاص آئینہ ہے جیسا کہ ظاہر ہے جس میں شعاعوں سے تصویر بنتی ہے اور بے شرط مقابلہ ذوالصورۃ نظر بھی آتی ہے۔" (سنی دنیا ماہ فروری ۱۹۸۵ء)

اس علمی تعاقب کو سمجھنے کے لئے اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ حضرت شیخ الاسلام کا اس بارے میں موقف کیا ہے۔تحقیق اور تعاقب والی تحریرات کے مطالعہ سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اس مقام پر تین چیزوں کا ذکر آیا۔اوّل ویڈیو کیسیٹ دوم فلمی فیتہ اور سوم عام آئینہ۔ان میں سے ویڈیو کیسیٹ متنازع فیہ ہے۔فلمی فیتہ کہ اس میں تصویریں ہوتی ہیں اس کی حرمت پر اتفاق ہے اور اب رہی بات عام آئینوں کی تو اس سلسلہ میں عرض ہے عام آئینوں میں جو تصویر نظر آتی ہے شرعی طور پر وہ تصویر نہیں ہے بلکہ وہ عکس ہے اس لئے اس کا دیکھنا جائز ہے اور اس پر دونوں فریق کا اتفاق ہے۔علامہ مدنی میاں صاحب قبلہ نے ویڈیو کیسیٹ کو عام آئینوں پر قیاس کیا اس لئے اسے جائز کہا حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے اس لئے کہ ٹی وی کی اسکرین کوئی عام آئینہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک خاص آئینہ ہے اور ایسا خاص آئینہ ہے کہ اس سے ویڈیو کیسیٹ کا رابطہ ہوتے ہی اس میں ٹیپ کردہ برقی لہریں تصاویر میں بدل جاتی ہیں۔اس کے خاص ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے اس کا

نام آئینہ نہیں ہے بلکہ اسے پکچر ٹیوب کہا جاتا ہے کسی بھی چیز کا نام پڑتے ہی عمومیت کے دائرہ سے وہ چیز نکل جاتی ہے اس بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ عام کو خاص پر یا کسی خاص کو عام قیاس نہیں کیا جاتا ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ ویڈیو کیسیٹ عام آئینوں سے جدا ہے اب ایک ہی صورت باقی ہے کہ ویڈیو کیسیٹ کو فلمی فیتوں پر قیاس کیا جائے اور یہی حضور تاج الشریعہ کا موقف ہے۔ یہ علمی تعاقب صرف علمی تعاقب نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعہ سماجی اصلاح کی کوشش کی گئی ہے اور یہی ان کا نظریہ بھی تھا۔ یوں تو سماج و معاشرہ میں بہت سے ایسے افراد ہیں جو آئے دن خلاف شرع تحریریں لکھتے رہتے ہیں، مگر ان کی تحریروں کا اثر سماج پر نہیں ہوتا ہے اس لئے اس کے تعاقب کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی ہے، لیکن ٹی وی کے جواز کا فتویٰ کوئی ایرے غیرے کا نہیں تھا وقت کے عظیم محقق کا تھا بے مثال دانشور کا تھا، شیخ الاسلام کا تھا ان کے اس جواز سے سماج بھی متاثر ہو رہا تھا اور معاشرہ بھی، طلبہ بھی متاثر ہو رہے تھے اور ان کے مریدین بھی اس لئے یہ علمی تعاقب ہمارے سامنے آیا علمی تعاقب کا ایک اور کرشمہ دیکھئے۔

حضرت علامہ مدنی میاں صاحب قبلہ نے ٹی وی کی تصویر کو متحرک اور غیر قار قرار دیا ہے جس طرح آئینہ کی تصویر متحرک اور غیر قار ہوتی ہے اس موقف پر تعاقب فرماتے ہوئے حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

(۷) کیا متحرک و غیر قار صورت بنانا مباح ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس پر شرع مطہرہ سے کیا دلیل ہے؟

(۸) ساکن و جامد صورت آئینہ سے یا ٹی وی دکھائی جائے تو کیا وہ بوجہ متحرک و غیر قار ہونے کے جائز ہو جائے گی اور اسے دیکھنا جائز ہوگا یا نہیں؟...... بر تقدیر اول اس امر کی دلیل مطلوب کہ صورت ساکنہ اگر متحرک ہو جائے تو حرمت زائل ہو جاتی ہے اور وہ مباح ہو جاتی ہے بر تقدیر ثانی یہ صورتیں متحرک، غیر قار ہو جانے کے باوجود ناجائز کیوں ٹھہرے گی؟

(۹) پھر اس مقصد سے ان تمام صورت ساکنہ کو رکھنا مباح ہوگا تو متحرک و غیر قار کی کیا تخصیص؟

(۱۰) آتش بازی کے سانپ، چھچھوندر وغیرہ کی تصویریں جو آگ لگنے سے پہلے سمٹی ہونے کی وجہ سے بہت چھوٹی اور غیر ظاہر ہوتی ہیں پھر آگ دیکھ کر پھیلتی اور ظاہر ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی بوجہ متحرک و غیر قار ہونے کے جائز ہونا چاہئے۔ آتش بازوں کو اس سے رخصت ہاتھ آئی کہ نہیں؟

ان تعاقبات سے صاف نمایاں ہوتا ہے کہ تصویر کے متحرک اور غیر قار ہونے کو وجہ جواز قرار دینا درست نہیں اسی طرح جامد اور قار ہونے کو تصویر کے حرام ہونے کا سبب قرار نہیں دے سکتے کہ تصویر کی حرمت والی نص میں عمومیت پائی جاتی ہے حضور تاج الشریعہ کا یہ موقف بھی درست ہے انہوں نے تعاقب کو اس انداز میں پیش کیا کہ مقابل اس میں بری طرح سے پھنس گئے اور ان کے لئے اس سے نکلنے کی کوئی راہ نہ بچی کہ اس تعاقب پر ہزاروں تحقیقات نثار ہیں اور علمی کاوشیں قربان ہیں۔ یہ کیا کم فخر کی بات ہے کہ ہماری جماعت میں آج بھی ایسا کوئی نیر تاباں ہے جو ہزاروں کو درخشاں کر رہا ہے اور فکر و شعور کی شبستانوں میں چراغاں کر رہا ہے اس بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ حضور تاج الشریعہ کی ذات و شخصیت سراپا

ندرت ہے اور ان کا وجود غنیمت ہے اور ایسی شخصیت سے بغاوت محرومی قسمت ہے۔بات یہیں ختم نہیں ہوتی ہے اس راہ میں جو بھی قدم اُٹھتا ہے ہر قدم کچھ الگ انداز کی شان و شوکت رکھتا ہے جس قدر آگے بڑھتے ہیں اسی قدر حیرت کے دروازے کھلتے ہیں اگر یہ بات کہی جائے تو بیجا نہ ہوگی کہ یہ تعاقب مکمل طور پر حیرت خانہ ہے۔اسی حیرت خانہ کا ایک اور حیرت زا کرشمہ دیکھیے۔حضور تاج الشریعہ اس کے بعد تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(۱۱) جب ویڈیو کیسیٹ میں کسی طرح کی تصویر نہیں چھپتی تو یقیناً اس میں کسی صورت کا عکس نہیں ہوتا کہ تصویر چھپنا اور عکس اترنا ایک ہی بات ہے اس لئے مجیب فاضل نے مکرر فرمایا: ویڈیو کیسیٹ کا معاملہ اس کے بالکل برخلاف ہے اس میں کسی طرح کی کوئی تصویر منعکس ہوتی ہی نہیں تو یہ کہنا کہ یہاں بھی انعکاس صورت کے لئے پردہ ہٹانے کا عمل ناگزیر ہے بیان کا تضاد ہے کہ نہیں؟

یہ تعاقب دوسرے انداز کا ہے کہ اس میں حضرت شیخ الاسلام کے بیان میں تضاد کو ثابت کیا ہے اور جس بیان میں تضاد ہو اس سے جو انتشار فکر نمایاں ہوتا ہے اس سے تحقیق کے معیار پر زبردست فرق آتا ہے یہ تعاقب ادبی نزاکتوں سے پُر ہے کہیں اور کسی بھی زاویہ سے اس تعاقب میں شخصیت پر حملہ نہیں پایا جاتا ہے اس لئے یہ تعاقب اپنے اسلوب میں نہایت ہی اعلیٰ بے مثال اور بے نظیر ہے اس پر کسی بھی زاویہ سے کہیں انگلی نہیں رکھی جاسکتی ہے یہ انفرادیت اور یہ انوکھا پن شخصیت کی بالادستی کو برقرار رکھتا ہے۔اس سے آگے انداز تعاقب ملاحظہ کیجئے:

(۱۲) ویڈیو کیسیٹ میں کون سی صورت تھی جو منعکس ہوئی

(۱۳) ان متحرک وغیر قار تصویروں کو پردۂ فلم کی متحرک وغیر قار تصویروں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا،، آخر کیوں؟ اور یہ سوال پھر لوٹتا ہے کہ عمومات نصوص دونوں کو شامل پھر قیاس کی کیا حاجت؟ اور متحرک وغیر قار تصویریں بنانے کی کس دلیل سے اجازت ہے؟

مکررات کا ذکر کرنا عیب ہے، مگر اس وقت عیب نہیں ہوتا جب کہ موقع ومحل کے تقاضے مختلف ہوں خواہ وہ تحقیق کا میدان ہو یا تعاقب کا، ایک ہی قسم کے مضمون سے انسانی طبیعت اوب جاتی ہے کہ بار بار سوال ہو رہا ہے اور اعتراض پر اعتراض ہو رہا ہے مگر سوالات اور اعتراضات جب نئے قسم کے ہوتے ہیں اور جب نئی قسم کی پرتیں کھلتی ہیں تو فکر وشعور اور ادراک کو ان پرتوں میں بڑا مزہ آتا ہے کہ اس سے طبع ناز واہ واہ کر اُٹھتی ہے اسی لئے میں تعاقب کو آگے بڑھاتا جارہوں تاکہ قارئین بھی اس کے باغ وبہار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچائیں۔حضرت علامہ مدنی میاں صاحب قبلہ نے اس بات کو واضح فرمایا کہ پردۂ فلم کی تصویریں حقیقت میں جامد اور ساکن ہوتی ہیں ان کی حرکت محض ایک دھوکہ ہے جس طرح ٹرین پر چلنے والا پیڑ پودوں کو چلتا ہوا دیکھتا ہے اس کا تعاقب کرتے ہوئے حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

(۱۴) پھر یہ دلیل کہ: پردۂ فلم کی تصویریں درحقیقت جامد وساکن ہوتی ہیں جن کی حرکت محض نگاہوں کا دھوکہ ہے، محتاج بیان ہے۔

(۱۵) اور یہ نظیر دینا کہ جیسے ٹرین پر چلنے والا باہر کے

درختوں، اور زمینوں کے پیچھے بھاگتا ہوا دیکھتا ہے اس پر معروض ہے کہ اس مثال کا ممثل لہ پر انطباق مبرہن اور وجہ مماثلت روشن نہ کی گئی۔ بہتر ہوتا کہ اسے مبرہن ومبین کیا جاتا۔

(۱۶) کوئی کہہ سکتا کہ چلتی ٹرین میں درخت و زمین پیچھے بھاگتے اس لئے نظر آتے ہیں کہ جسم کو ٹرین کی حرکت سے حرکت عارض ہوتی ہے اس لئے نگاہ غیر قار ہوتی ہے تو درخت وغیرہ جو متحرک نظر آتے ہیں یہ بات فلمی باتوں میں نہیں فافتر قوا۔

(۱۷) پہلے تو جامد و متحرک کا تفرقہ ثابت فرماتے بغیر اس کے تفرقہ پر بنا رکھنا غیر ثابت پر بنا رکھنا ہے کہ نہیں، نہیں تو کیوں نہیں ہے؟ تو اس پر بنائے کار کیا مفید؟

(۱۸) اور جب کہ جامد و متحرک کی تمیز غیر ثابت تو یہ کہنے سے کیا حاصل ویسے بھی پردۂ فلم پر جن جامد و غیر متحرک تصویروں کو بڑا کر کے دکھایا جاتا ہے ان کے جامد و متحرک ہونے میں کسی کو شک نہیں ہوسکتا پھر یہ کہنا کہ اس کے لئے ٹیوی کی تصویروں کے حقیقی طور پر جامد ہونے کا شبہ تک نہیں کیا جاسکتا کیا فائدہ مند ہے؟ کہ بنائے کار ہی کسے تسلیم ہے؟

تعاقب نمبر ۱۷ سے ۱۸ تک کہیں محتاج بیان ہونے کی بات کہی گئی ہے اور کہیں اس بات کا مطالبہ ہے کہ انطباق کو مبرہن کیا جائے اور ۱۶ نمبر والے تعاقب میں بڑی باریک بینی سے اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ فاضل مجیب نے اس بات کا دعوی کیا کہ پردۂ فلم میں جو تصویریں ہوتی ہیں وہ جامد اور غیر متحرک ہوتی ہیں اور پردہ پر جو متحرک نظر آتی ہیں یہ صرف نظر کا دھوکہ ہے جس طرح ٹرین پر چلنے والا انسان پیڑ پودوں اور زمین کو پیچھے بھاگتی ہوئی دیکھتا ہے کہ یہاں بھی نظر کا دھوکہ ہے۔

حضور ازہری میاں صاحب قبلہ نے اس بات کی وضاحت فرمائی کہ نظیر میں نظر کو دھوکہ نہیں ہے بلکہ ٹرین کی حرکت سے جسم بھی متحرک ہے اس لئے اسے ہر چیز متحرک نظر آتی ہے پردہ والی فلم میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مثال اور ممثل لہ کے مابین مطابقت نہیں پائی گئی بایں سبب نظیر سے استدلال غلط ہوا۔ یہ تعاقب بھی بڑا گہرا تعاقب ہے جو فکر و نظر کو دعوت دیتا ہے اور شعور وادراک سے اپیل کرتا ہے کہ مجھے دیکھو میں یہاں ہوں۔ اسی بات کو آپ نے فافتر قا سے بیان فرمایا۔ یہ چند باتیں اس لئے ذکر کردی گئیں تا کہ آپ اس طرف بھی التفات فرمائیں اور پھر اس پر غور فرمائیں۔ جن افراد نے حضور مدنی میاں صاحب قبلہ کا فتوی پڑھا ہوگا وہ اس بات سے واقف ہوں گے کہ انہوں نے ویڈیو کیسیٹ کے استعمال کو گراموفون، ٹیپ ریکارڈ اور آئینوں کے استعمال کی طرح بتایا ہے اس پر آپ نے جو تعاقب فرمایا یہ بھی مطالعہ کرنے سے تعلق رکھتا ہے اور یہ تعاقب کسی کرشمہ سے کم نہیں۔ حضور تاج الشریعہ ارشاد فرماتے ہیں:

(۱۹) اس پر یہ کہنا کہ،، اس تحقیق کے بعد،، اس پر معروض ہے کہ کون سے تحقیق کے بعد ابھی تو وہ تفرقہ ثابت ہی نہیں ہوا تو تحقیق کیا ہوئی

(۲۰) اور یہ کہنا کہ،، ویڈیو اور ٹی وی کے استعمال کرنے کا معاملہ گراموفون، ٹیپ رکارڈ اور آئینوں کے استعمال کی طرح ہے، اس پر گزارش ہے کہ گراموفون ٹیپ ریکارڈ اصلا کوئی

صورت چھپتی ہی نہیں ہے تو اس سے تمثیل دے کر تطویل کلام کی کیا حاجت رہ گئی تھی اور رہی آئینوں سے تمثیل کی بات تو عرض ہے کہ ہم پہلے گزارش کر آئے کہ یہ خاص آئینہ ہے وہیں ہم نے وجہ فرق بھی کر دی فتذ کرشمہ اس کے باوجود اسے عام آئینوں پر قیاس کرنا کیا معنی؟

(۲۱) قیاس کی مجتہد کو اس وقت اجازت ہے جب کسی واقعہ میں اسے نصوص نہ ملے نص کے مقابلے تو مجتہد کو بھی قیاس ممنوع، اور کرے تو نامقبول تو عمومات نصوص مفیدہ تحریم کے مقابل قیاس اور وہ بھی غیر مجتہد کا کیوں کر مقبول ہوگا۔

(۲۲) یہ دعوی کہ ویڈیو کیمرہ کے ذریعہ کسی رُخ کی کوئی تصویر بنائی نہیں جاتی، لہٰذا جاندار کی تصویر کشی کی حرمت و ممانعت کے جو نصوص ہیں اس کا اطلاق اس پر ہوتا ہی نہیں۔ یہ خود مجیب فاضل کے اقرار کے خلاف ہے وہ پہلے کہہ چکے ہیں کہ ٹی وی ان ریز کو صورت میں بدل کر اپنے آئینہ سے ظاہر کر دیتا ہے تو جاندار کی تصویر کشی کی حرمت اور ممانعت کا اطلاق اس پر کیوں نہیں ہوتا۔

(۲۳) اور یہ جو فرمایا کہ اگر بالفرض کوئی ایسی فلم تیار کی جائے جس میں ایک بھی جاندار کی تصویر نہ ہو اور وہ حرام و نا جائز نغمات و حرکات سے ملوث اس کو بھی دیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ مضائقہ نہیں علی الاطلاق یا مقید بقیود ہے۔ برتقدیر ثانی وہ قیود کیا ہیں برتقدیر اول اسے دیکھنے میں کوئی مصلحت دینی یا دنیوی معقول و مقبول عند الشرع نہ ہو تو بھی اسے دیکھنا جائز ہوگا۔ پھر اس تقدیر پر لہولعب کی کیا تعریف ہوگی؟ اور اس کا مصداق کیا ہوگا؟

(۲۴) جن افعال میں لہولعب غالب ہوں ان میں سبیل اطلاق منع ہے یا اطلاق جواز؟

(۲۵) محرم و مبیح قول و فعل صریح و محتمل جب متقابل ہوں تو ترجیح کسے ہے؟ فقیر محمد اختر رضا ازہری قادری غفرلہ شب ۵ ربیع الآخر ۱۴۰۵ھ

حضرت مدنی میاں قبلہ کے جواب استفتاء پر حضور تاج الشریعہ نے ایک دو نہیں بلکہ پورے ۲۵: تعاقبات اور ایرادات قائم کئے ہیں۔ یہ ایک مسلمہ ضابطہ ہے کہ کسی تحقیق پر ایرادات قائم کرنے والا محقق سے زیادہ قابل ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایرادات قائم کرنے والا ان حالات سے آگاہ ہوتا ہے جن ایرادات کی بھنک بھی محقق کو نہیں ہوتی ہے۔ تعاقب بھی زندہ تابندہ اور حرکت پذیر ہوتا ہے اور اس میں آگے بڑھنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے

ان تعاقبات سے حضور تاج الشریعہ کی علمی، فنی اور تہذیبی صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے اور ان کی انفرادی شان و شوکت سے روشناسی ہوتی ہے۔ تعاقبات کا یہ کمال بھی آپ کو اپنے اسلاف سے حاصل ہوا ہے اب ذیل میں ان تعاقبات کا تجزیہ کیا جا رہا ہے۔ اولاً ان تعاقبات میں اصول وکلیات کا جگہ بہ جگہ استعمال کیا ہے مثال کے طور پر

(الف) مبدأ حکم میں اپنے مقصد کا تابع ہوا کرتا ہے۔

(ب) تصویر کا چھپنا اور عکس کا اترنا دونوں مترادف ہیں۔

(ج) جس کام میں دینی مصلحت اور دنیوی معقول مصلحت نہ ہو وہ لہولعب ہے۔

(د) صریح نص کے ہوتے ہوئے قیاس کی حاجت نہیں۔

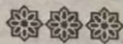
(س) قیاس بھی اس کا معتبر ہوتا ہے جو مجتہد ہو۔

(ص) مثال اور ممثل لہ کے مابین مطابقت ضروری ہے۔

(ط) جس فعل میں لہولعب غالب ہو اس پر منع کا اطلاق ہوتا ہے۔

فکر و استدلال: مذکور تمام تعاقبات میں فکر و استدلال سے کام لیا گیا ہے اس کے لئے آپ نے کہیں تو استفہام سے کام لیا ہے اور کہیں تردید سے کیوں، کیسے، مبرہن، دلیل عمومیت، نص، مخصص، شمولیت، مباح، اسی طرح کے اور بھی الفاظ ہیں جو اسلوب کے فکری اور منطقی ہونے کو ثابت کرتے ہیں اس طرح کا اسلوب جہاں بھی ہوتا ہے وہ تحریر کامیاب ہوتی ہے وہ شخصیت عظیم دکھائی دیتی ہے جس کا یہ اسلوب ہوتا ہے وہ جماعت اور وہ گروہ تفوق و برتریت کا حامل ہوتا ہے جس کے فرد عظیم کا یہ اسلوب ہوتا ہے یہ اسلوب کس قدر باکمال اسلوب ہے کہ جہاں جاتا ہے اسے بھی کامیاب بنا دیتا ہے۔ یہ اسلوب اسوقت اور مزید نکھر کر سامنے آیا تھا جب تعاقب در تعاقب کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ یہ اسلوب کوئی اتفاقی اسلوب نہیں تھا بلکہ شعوری اور مقصدی اسلوب تھا۔ یہ کسبی نہیں بلکہ عطائی اسلوب تھا کہ اس اسلوب نے جماعتی نظام کو برقرار رکھا ہے۔ چلتی ٹرین کے مسئلہ اور اور ٹیلی فون کا استفاضہ میں بھی یہی اسلوب ہے۔ اللہ پاک ہمارے اس اسلوب کو سلامت رکھے اور اسے شب و روز ترقی نصیب کرے۔

ٹی وی کے تعلق سے بحث و مباحثہ کا بازار گرم تھا ہمارے علمائے کرام اس پر شرعی اعتبار سے بحث کر رہے تھے ٹی وی چونکہ سائنسی ایجادات میں سے ہے اس لئے اس وقت اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ سائنس کی تھیوری اس بارے میں کیا کہتی ہے کہ اسکرین پر جو چیز دیکھی جاتی ہے وہ کیا ہے؟ تصویر ہے یا پھر عکس ہے؟ اور یہ بھی جاننا ضروری تھا کہ اسکرین پر تصویر کس طرح دکھائی جاتی ہے؟ اور اس کا سسٹم کیا ہے؟ اسی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے بدایوں کے انکم ٹیکس انسپکٹر جناب ظہور افسر صاحب نے اس کے تعلق سے ایک مقالہ تحریر کیا اس مقالہ کا عنوان ''ٹیلی ویژن اور تصویر'' تھا انہوں نے اس پر ایک نئے انداز سے بحث کی ہے حالانکہ ظہور افسر صاحب اب اس دنیا میں نہیں ہیں مگر ان کا یہ مقالہ آج بھی زندہ ہے پائندہ ہے جو سنی دنیا بابت فروری مارچ ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا تھا اس مقالہ کو پڑھیں اور ان کے لئے مغفرت کی دعائیں کریں۔



مولانا محمد اسلم رضا قادری اشفاقی

حضور تاج الشریعہ اور ردِ بدمذہباں

وارثِ علوم امام احمد رضا قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری مدظلہ' النورانی جس علمی خانوادہ کے فرد فرید ہیں وہ مجدد اعظم امام اہل سنت اعلیٰ حضرت سیدنا الشاہ امام احمد رضا قادری برکاتی محدّث بریلوی قدس سرہٗ کا مبارک خانوادہ ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سچے عاشق رسول اور محسن اہل سنت تھے، ان کے فتاوے وکتب ورسائل کی آفاقیت ومقبولیت نے ثابت کردیا کہ ان کا مطمح نظر صرف اور صرف حب رسول، احیائے سنت اور اماتت بدعت وضلالت تھا۔

شہزادگان اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا قادری برکاتی، مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد مصطفی رضا نوری قادری برکاتی بھی زندگی بھر اسی فکرو مسلک کے حامی وناصر رہے، انہوں نے اتحاد ملت نہیں، اتحاد اہل سنت کا نعرہ لگایا، بدمذہبوں کے ساتھ مجالست ومناکحت کو زہر قاتل گردانا۔ اب اسی فکرو مشن کے اہم ترجمان وپاسبان حضور تاج الشریعہ مدظلہ النورانی ہیں جن کی علمیت وفقاہت کا شہرہ عالم آشکار ہے۔ اللہ رب العزت نے علم فقہ وحدیث اور استخراج مسائل میں آپ کو وہ کمال عطا فرمایا ہے کہ اہل علم وتدبر کی نگاہیں ہمیشہ آپ کی جانب متوجہ رہتی ہیں۔

مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے لئے آپ کا لمحہ لمحہ وقف نظر آتا ہے۔ دنیا بھر کے تبلیغی دورے کر کے امام اہل سنت کے تجدیدی کارناموں اور علمی وفقہی خدمات کا نور بکھیر رہے ہیں، جہاں تشریف لے جاتے ہیں دیوانوں کا جم غفیر شوق زیارت کے لئے جمع ہوجاتا ہے، دنیا بھر میں اس وقت آپ کے لاکھوں مرید پائے جاتے ہیں، بریلی شریف کی علمی ومرکزی شخصیت اس وقت آپ ہی کی ذات ہے۔

وہابیوں، دیوبندیوں سے ہمارا کوئی فروعی اختلاف نہیں ہے، جس طرح گمراہ ڈاکٹر طاہر القادری کہتا اور لکھتا ہے، بلکہ ان سے ہمارا اختلاف بنیادی اور اعتقادی ہے۔ کیوں کہ ان گمراہوں نے خدا اور رسول کی شان میں سخت تنقیص وتوہین کی باتیں لکھی ہیں اور انہیں شائع کیا ہے، جو آج بھی ان کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں، اس لئے اہل سنت وجماعت ان گمراہوں کا شدت کے ساتھ ردوابطال کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے، کسی کے کہنے

اور روکنے سے یہ سلسلہ کبھی بند نہیں کیا جا سکتا ہے۔

ہمارے اکابر علما و مشائخ بدمذہبوں کا رد کرتے رہے اور ان کی گستاخیوں کو طشت از بام فرماتے رہے تاکہ عوام اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات کی حفاظت ہو سکے، کبھی کسی نے اس فکر و عمل کو نامناسب نہیں جانا، بلکہ اسے ہمیشہ احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ سمجھا۔ خود قرآن و احادیث میں اہل باطل کے رد و ابطال کا پیغام دیا گیا۔

امام احمد رضا قادری برکاتی محدِث بریلوی قدس سرہٗ نے اس تحریک و مشن کو ایسا مضبوط کیا کہ ان کے وصال فرمانے کے بعد ایک عظیم جماعت اس کے لئے تیار ہو گئی، اس جماعت نے وہابیوں، دیوبندیوں، صلح کلیوں کا اس شدت کے ساتھ رد و ابطال فرمایا کہ علاقے کے علاقے فتح کر لئے۔ اس حوالے سے حضور شیر بیشۂ اہل سنت علامہ مفتی محمد حشمت علی خان رضوی لکھنوی علیہ الرحمہ کی خدمات جلیلہ کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ حضور صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے اپنے عہد میں اہل باطل سے سخت مباحثے و مکالمے کر کے یہ ثابت کر دکھایا کہ ہم غلامان رضا دوسرے مذاہب باطلہ کے سامنے بھی سینہ سپر ہونے کی استعداد و صلاحیت رکھتے ہیں۔ آپ نے بڑے بڑے پنڈتوں کو دندان شکن جوابات دے کر خاموش کر دیا اور مذہب اسلام کی حقانیت ان پر روشن فرما دی۔

حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں، محدِث اعظم ہند، مفتی اعظم ہند، حضرت سید پیر جماعت علی شاہ صاحب وغیرہم نے شدھی تحریک کے خلاف وہ سخت اقدام فرمایا کہ لاکھوں انسانوں کا دین و ایمان بچا لیا۔ یہ سب اہل سنت و جماعت کے اکابرین کی عظیم خدمات کا صلہ ہے کہ آج ہم مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم ہیں۔ آج حضور تاج الشریعہ مدظلہٗ بھی اسی طریق و مشن پر سختی کے ساتھ عمل پیرا ہیں۔

ذیل کی سطور میں بدمذہبوں کے حوالے سے آپ کا جو موقف و عمل ہے اس کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں، کیوں کہ یہ دور بڑا پرفتن ہے لوگ اس امتیاز و شناخت کو مٹانے کے در پے ہیں۔ اللہ عزوجل انہیں عقل سلیم عطا فرمائے۔ حالات کا رخ بدل رہا ہے، نئی نئی تحقیقات و تنقیدات سے آئے دن ایک نیا فتنہ و اختلاف جنم لے رہا ہے، ایسے حالات میں عقیدہ و ایمان کا تحفظ کس قدر ضروری ہو جاتا ہے وہ کسی ذی شعور پر مخفی نہیں ہے۔ دہریت و صلح کلیت کا زہر بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے، معبودان باطل کی کھلے عام مدح ہو رہی ہے، ان کی باطل مجالس میں شرکت کو باعث فخر سمجھا جا رہا ہے، ایسے نازک حالات میں ایک سچے مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اکابر علما و مشائخ و سادات عظام کا دامن مضبوطی کے ساتھ تھامے رہے اور اسی کے مطابق اپنے شب و روز گزارے، اسی میں ایمان و عقیدے کی سلامتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بدمذہبیت و صلح کلیت کے شر و فتنہ سے محفوظ و مامون رکھے، آمین۔

حضور تاج الشریعہ مدظلہٗ النورانی سے سوال ہوا کہ وہابی، دیوبندی کے پیچھے سنی کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور جو سنی جان بوجھ کر دیوبندی، وہابی کے پیچھے نماز پڑھے

اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور جو سنی کہے کہ نماز ہو جائے گی تو اس کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے؟ اور نجدی امام کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟ اس پر آپ نے بڑا مدلل جواب تحریر فرمایا، دیوبندیت ووہابیت کے متعلق اہل سنت وجماعت کا موقف واضح انداز میں ظاہر فرماتے ہوئے عوام اہل سنت کو ان کے گمراہ نظریات سے آگاہ فرمایا۔ آپ لکھتے ہیں:

"دیوبندی منکر ضروریات دین ہیں، شاتمان خدا اور رسول ہیں، انہیں علمائے حرمین وغیر ہما نے ایسا کافر ومرتد وبے دین فرمایا کہ جو انہیں ان کے کفریہ عقائد پر مطلع ہو کر مسلمان جانے، بلکہ ان کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔ اور یہی حکم وہابیہ زمانہ کا ہے، تو ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے، بلکہ دانستہ انہیں امام بنانا کفر ہے، تو ان کی اقتدا حلال جاننا بدرجۂ اولیٰ کفر ہے۔ کفایہ میں ہے: اما الکافر فلاصلوٰۃ لہ فلااقتداء بہ باطل"۔ درمختار میں ہے: بجیل الکافر کفر" اسی میں ھے: وان انکر بعض ماعلم من الدین ضرورۃ کفرھا"۔ لہٰذا جس نے یہ کہا کہ نماز ہو جائے گی اس پر توبہ لازم ہے اور تجدید ایمان، اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔"

(ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف، ص: ۱۳، اپریل، مئی ۲۰۰۲ء)

مزید لکھتے ہیں:

"کسی بدمذہب کے پیچھے کوئی نماز پڑھنا ہرگز جائز نہیں، جو لوگ نجدی (امام) کی اقتدا کرتے ہیں وہ اپنی نمازیں برباد کرتے ہیں، اور ہرگز کوئی سنی صحیح العقیدہ اسے نجدی جان کر اقتدا نہ کرتا ہوگا، جو نادان وبے خبر ہے تو اس پر کیا الزام؟ ہاں جو دانستہ نجدی (امام) کی اقتدا کرے وہ ضرور ملزم ہے۔" (ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف، ص ۱۳، مارچ ۲۰۰۵ء)

اہل سنت وجماعت کے نزدیک تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ادب واحترام واجب ہے اور کسی بھی صحابی کی ادنیٰ توہین بھی گستاخی وبے ادبی اور طریقۂ روافض سے ہے، بلکہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو اسے اپنے مکتوبات شریفہ میں کافر تک لکھا ہے۔ جب حضور تاج الشریعہ مدظلہٗ سے صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے صاف طور پر ایسے گستاخ وبے ادب کو رافضی اور کافر بتایا اور اہل سنت سے خارج قرار دیا۔ ملاحظہ کیجئے اور قربان جایئے تاج الشریعہ کی عقیدت صحابہ پر، آپ لکھتے ہیں:

"صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطعون کرنے والا گمراہ اور اہل سنت سے خارج اور کافر ہے، روافض زمانہ کافر ہیں، اگر فی الواقع وہ شخص رافضی تبرائی کو مسلمان جانتا ہے تو اس کی طبع کافر وبے دین ہے۔" (ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف، ص ۹ جنوری، فروری ۲۰۰۰ء)

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک دن مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی عید اور خوشی کا دن ہے، عالم اسلام میں اس دن چھٹی رکھی جاتی ہے تاکہ مسلمان اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یوم میلاد شایان شان طریقہ سے منائیں اور خوب خوشی کا اظہار کریں، مبارک بادیاں پیش کریں تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ آج

مسلمانوں کی سب سے بڑی عیداور خوشی کا دن ہے، مگر افسوس ہے ایسے مسلمانوں پر جو دعوائے مسلمانی کے باوجود بھی سنی مسلمانوں کی اس خوشی کے دن کو بھی سیاست سے جوڑنا چاہتے ہیں، غیر مسلم رہنماؤں کی برسی پر ان کو چھٹی عزیز ہے، مگر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یوم میلاد پر حکومتی سطح سے چھٹی پر ان کو شدید تکلیف ہوتی ہے اور اس چھٹی کو بند کروانے کی ناکام کوشش بھی کرتے ہیں، پڑھئے اور ماتم کیجئے جمیعۃ العلمائے ہند کی اس دوغلی سیاست اور پالیسی پر۔ جب حضور تاج الشریعہ مدظلہ النورانی سے اس بارے میں سوال ہوا تو آپ نے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دیتے ہوئے جمیعۃ العلمائے ہند کی اس پالیسی وسیاست کو حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دشمنی سے تعبیر فرمایا، اور حکومت ہند سے آنکھ میں آنکھ ملا کر کہا کہ:

"ہرگز ہرگز ہمیں حکومت کا یہ فیصلہ منظور نہیں، کیوں کہ ہندوستان میں اہل سنت وجماعت کی اکثریت ہے، اور جمیعۃ العلما ہند وہابیوں کی جماعت ہے، جو ہم اہل سنت کے نزدیک گستاخ خدا اور رسول ہیں اس لئے ہمیں حکومت ہند کا یہ فیصلہ منظور نہیں۔"

آپ نے ایسے موقع پر سنی جمیعۃ العلما ممبئی کی بھرپور حمایت کی اور فرمایا کہ:

"ہائی کورٹ کے جج جسٹس محمود نے اس سے قبل چھٹی کا جو فیصلہ دیا تھا اس کے ہوتے ہوئے یہ دوسرا فیصلہ کیوں کیا گیا، یہ تو ہمارے ملک کے آئین ودستور کے ساتھ بہت برا رویہ ہے۔"

آپ بھی حضور تاج الشریعہ مدظلہ کے قلم حق رقم کا تیور دیکھئے، آپ لکھتے ہیں:

"نام نہاد جمیعۃ العلمائے ہند کی یہ حرکت تمام مسلمانان ہند کے لئے سخت دل آزار ہے، اور بلاشبہ پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دشمنی کی کھلی علامت ہے جو اسی جماعت کو شایاں ہے، اور یہ مسلم آزار حرکت ہر سمجھ دار کو اتنا سمجھ لینے کے لئے بس ہے کہ وہ جماعت جو ۹۰ فی صد یا اس سے بیشتر اہل سنت وجماعت کے مقدس دن کو اہمیت نہیں دیتی اور حکومت سے ہر سال ملتی رہی تعطیل کو منسوخ کرانے کے درپے ہوئی وہ جماعت اتنی بڑی سنی اکثریت کی ترجمان کیسے ہو جائے گی؟ اور جب وہ ترجمان نہیں، اور یقیناً نہیں، تو محض اس کے کہہ دینے سے سنی اکثریت کی یہ چھٹی کیوں کر منسوخ کی گئی، حالانکہ یہ بات بھی حکومت کو خوب معلوم ہے کہ نام نہاد جمیعۃ مذکورہ دیوبندیوں کی جماعت ہے، اور دیوبندی ہم اہل سنت کے نزدیک خدا اور رسول کی اہانت اور ضروریات دین کے انکار کے سبب ایسے بے دین ہیں کہ مسلمانوں میں جو ان کے عقائد کو جان کر مسلمان جانے وہ بھی بے دین ہے، اور ان پر یہ فتویٰ نہ صرف علمائے ہند نے دیا بلکہ حرمین شریفین کے علمانے بھی ان پر یہی حکم فرمایا، دیکھو حسام الحرمین۔ اور طرفہ یہ کہ نہ صرف علمائے حرمین نے انہیں غیر مسلم قرار دیا بلکہ ہندوستان کے ہائی کورٹ کے جج جسٹس محمود نے بھی وہابیوں کو کافر کہا، اور دیوبندی، ان وہابیوں ہی کی ایک جماعت ہے، مذکورہ جج کا فیصلہ مذکورہ "سنی جمیعۃ العلماء ممبئی" کے

دفتر میں محفوظ ہے، تو یہ سب ہوتے ہوئے جمیعۃ العلما نام نہاد کے کہنے پر اہل سنت کی وہ چھٹی منسوخ کرنا کس قدر ساختہ اصول سیکولرزم کے موافق ہے، یہ حکام فیصلہ کریں"(ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف، ص ۸، جنوری، فروری ۱۹۹۲ء)

بریلوی اور دیوبندی مسلک کوملانے والا کیسا ہے؟اور جو کہے کہ اشرف علی تھانوی نے توبہ کرلی تھی اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟حضور تاج الشریعہ مدظلہ لکھتے ہیں:

"وہ شخص جواس ناجائز وحرام، کفرانجام اتحاد ضلالت نہاد کا داعی ہے اور جو اس کا مؤید اور لوگوں کو دھوکہ دے کر زبردستی اشرف علی تھانوی (جس نے توبہ نہ کی بلکہ اسی حفظ الایمان والی کفری عبارت پر بسط البنان میں اڑا اور اس سے رجوع نہ کیا، بلکہ صاف بسط البنان کے آخر میں رجوع کے وہم کو دور کیا، دیکھو بسط البنان اور تفسیر العنوان میں اپنے محبوں کے اصرار پر عبارت بدلی بھی تو بزعم خود ترجماً علی الجاہلین، نہ کہ رجوع وتبری کے طور پر کی) توبہ کی خبر اڑا رہا ہے یہ دونوں دیوبندی اور دیوبندیوں کے ایجنٹ ہیں، ان سے شدید احتراز اور قطع تعلق لازم۔"(ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف، ص:۱۰، اکتوبر، نومبر ۲۰۰۱ء)

حضور تاج الشریعہ سے سوال ہوا کہ وہابی کے ساتھ نکاح کرنا کیسا؟تو آپ نے یہ جواب تحریر فرمایا:

"وہابی سے نکاح پڑھوانا، ناجائز وگناہ ہے، اور وہابی سے کسی سنیہ کا نکاح ہرگز درست نہیں، کہ وہابیہ زمانہ (عقائد کفریہ کے سبب مرتد ہیں، اور مرتد کا نکاح عالَم میں کسی سے درست نہیں۔تو وہابی مرد وعورت کا نکاح نہ اپنے مثل وہابی، نہ کسی کافر اصلی، نہ کسی مسلم سے صحیح ودرست۔درمختار میں ہے: لایصلح ان ینکح مرتدۃ احداً من الناس مطلقاً"۔لہٰذا وہابیہ میں شادی بیاہ سے احتراز لازم۔"(ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف، ص ۱۲، ۱۳، جولائی، اگست ۲۰۰۲ء)

گمراہ فرقہ غیر مقلدین کے بارے میں حضور تاج الشریعہ مدظلہ لکھتے ہیں:

"غیر مقلدین وہابیہ، یہ لوگ توسل واستمداد وتقلید ائمہ کو شرک بتاتے ہیں اور عقائد فاسدہ رکھتے ہیں۔جس کے سبب ان پر فقہائے کرام کے نزدیک حکم کفر ہے، ان سے پرہیز لازم ہے۔"(ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف، ص ۱۲، جنوری ۲۰۰۳ء)

قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں کو کہا جاتا ہے جو کافر ومرتد ہیں، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہٗ نے اس باطل گروہ کا زبردست رد وتعاقب کیا، پانچ رسالے اور کئی فتاوے مرزا قادیانی کے رد وابطال پر تحریر فرما کر امت مسلمہ کو اس کے فتنے سے بچایا۔حضور تاج الشریعہ مدظلہ قادیانیوں کے متعلق لکھتے ہیں:

"قادیانیوں سے میل جول حرام ہے، ان سے اجتناب وقطع تعلق فرض ہے۔"(ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف، ص:۱۵، ستمبر ۲۰۰۱ء)

وہابیہ بات بات پر شرک وبدعت کے فتوی لگاتے

ہیں اور اہل سنت و جماعت کو بدعتی گردانتے ہیں، جب بھی کہیں سنی عوام میلاد کی محفل، نیاز و فاتحہ کا اہتمام کرتے ہیں ، کہتے ہیں کہ یہ تو بدعت ہے اور حدیث میں ہر بدعت کو گمراہی فرمایا گیا، تم سنی حضرات حدیث کو چھوڑ کر دوسروں کی باتوں پر زیادہ عمل کرتے ہو، بیچارے کم پڑھے لکھے لوگ ان کے فریب میں آجاتے ہیں، یہ اس فتنہ پرور وہابی قوم کی بہت بڑی چال ہے، حالانکہ حدیث شریف میں جس بدعت کو گمراہی فرمایا گیا اس سے مراد بدعت سیۂ ہے جو قرآن و حدیث کے خلاف ہو، حضور تاج الشریعہ مدظلہ نے اپنے ایک فتویٰ میں معمولات اہل سنت کا ذکر کرتے ہوئے حدیث مذکور کا زبردست جواب دیا ہے، آپ بھی ملاحظہ کریں، آپ لکھتے ہیں:

"یہ امور معمولات اہل سنت سے ہیں اور جس بات کے استحسان پر اہل سنت کا تعامل و اتفاق بلانکیر ہو جائے وہ شرعاً جائز و مستحسن ہے۔ حدیث میں ہے: من راہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن" جو کام سب مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ اور اسے اچھا جاننا بحکم قرآن واجب، اور ناجائز و حرام کہنا خود حرام، بلکہ تکذیب قرآن و حدیث ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ جھنم وساء ت مصیراً" (سورۂ نساء: ۱۱۵) اور جو رسول کا خلاف کرے، بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا، اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے، ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔"

پھر آپ نے تفسیر مدارک التنزیل کے حوالے سے بدعت کا معنی و مفہوم اور حدیث مذکور کا جواب اس طرح تحریر فرمایا:

"ہر بدعت گمراہی نہیں بلکہ بدعت سیئۃ کا یہ حکم ہے، اور بدعت سیئۃ وہ جو کسی مستحسن یا مباح کے تحت داخل نہ ہو، بلکہ متصادم سنت و مخالف شرع ہو، وہ بلاشبہ حرام ہے اور اس کی حلت کا اعتقاد کفر، یا گمراہی ہے۔ اور وہ ناپید کام جو شرعاً ممنوع نہ ہو بلکہ کسی مستحسن شرعی کے تحت مندرج ہو وہ بدعت حسنہ ہے، اور اس کے استحسان پر خود قرآن کریم کی شہادت موجود، ایک وہی آیت جو گذری، دوسری آیت میں ارشاد ہوا: من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منھا (سورۂ نساء: ۸۵) جو اچھی سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے۔"

پھر آپ نے مفردات راغب سے اچھے، برے کاموں کی تفصیل بتائی کہ کس کام پر ثواب ہوگا اور کس کام پر عذاب ہوگا۔ اس کے بعد معمولات اہل سنت (فاتحہ، عرس،

میلاد، تیجہ، دسواں، چالیسواں) کا اس طرح حکم بیان کیا:
"اب مسئلہ مسئولہ کی طرف چلئے اور بتایئے کہ فاتحہ میں کون سی چیز شرعاً ناجائز وحرام ہے، قرآن پڑھنا، مغفرت کی دعا کرنا، یا کلمہ طیبہ کا ورد کرنا؟ اگر وہابیہ قرآن پڑھنے کو حرام کہیں تو متعدد آیات واحادیث وارده در فضل قرآن کے منکر ومکذب ہو کر کافر ہیں، اور اگر دعائے مغفرت کو حرام بتائیں تو آیت کریمہ: یقولون ربنا اغفر لنا ولا خواننا" اور آیت کریمہ: واستغفر لذنبک وللمؤمنین" وغیرہما کے منکر ہو کر وہی انجام، اور کلمۂ طیبہ کو حرام بتائیں تو افضل الذکر: لا الٰہ الا اللہ" سے ہاتھ دھوئیں اور ایمان سے جائیں۔ جب یہ سب کچھ حرام نہیں تو فاتحہ، جو تلاوت قرآن وذکر ودعا کا مجموعہ ہے کیوں کر حرام ہو گئی؟ حضرت امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں: اذا کانت الاحاد مباحة فمن این یحرم الجموع" بالجملہ فاتحہ مروجہ جائز ومستحسن ہے اور اسے حرام کہنا ایمان کھونا اور گمراہ بننا ہے جو وہابیہ کا نقیب ہے۔" (ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف، ص: ۱۳، ۱۴، ستمبر ۲۰۰۱ء)

ماں باپ اگر وہابی ہیں تو ان سے بھی دوری اور بیزاری ضروری ہے ورنہ گناہ گار ہوگا، حضور تاج الشریعہ مدظلہ لکھتے ہیں:
"زید اگر وہابیہ کے عقائد سے بری وبیزار ہے اور انہیں مسلمان نہیں جانتا بلکہ گمراہ وبے دین جانتا ہے اور تمام ضروریات دین کا مقر ومعتقد اور معمولات اہل سنت کا قائل ہے تو سنی ہے مگر اسے لازم ہے کہ اپنے وہابی والدین اور اعزہ کو چھوڑ دے ورنہ اشد مستحق نار رہے گا۔ قال اللہ تعالیٰ: یاایھا الذین امنوا لاتتخذوا آباء کم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان" (سورۂ توبہ: ۲۳) یعنی اے ایمان والو اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں۔ پھر فرماتا ہے: ومن یتولھم منکم" (سورۂ توبہ: ۲۳) اور جو انہیں دوست رکھے وہ انہیں میں سے ہے۔ زید توبہ صحیحہ کرے اور وہابی اعزہ کو یکسر چھوڑ دے، ورنہ ہر واقف حال سنی اسے چھوڑ دے۔" (ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف، ص ۹ اکتوبر، نومبر ۲۰۰۱ء)

روافض کے متعلق حضور تاج الشریعہ مدظلہ لکھتے ہیں:
"روافض زمانہ کہ سیدہ، طاہرہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ زوج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تہمت زنا (معاذ اللہ) دھرتے اور قرآن عظیم کو ناقص جانتے اور اس کی تنقیص کی تہمت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر رکھتے ہیں اور وحی میں جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوپر خطا کا الزام ٹھاتے ہیں کہ وحی تو علی کے لئے تھی جبریل نے غلطی سے حضور پر اتار دیا، العیاذ باللہ العلی العظیم۔ قرآن عظیم کے منکر ہیں۔ بالجملہ

رافضی مکذب قرآن وحدیث اور منکر ضروریات دین اور ایسا شخص مرتد ہے۔ لاجرم ہمارے علما اہل سنت نے ان پر کفر کا حکم فرمایا، معاملات تو معاملات ان سے میل جول، ساتھ اٹھنا، بیٹھنا سب بنص قطعی قرآن حرام ہے۔" (ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف، ص: ۱۱، مارچ ۲۰۱۰ء)

مزید لکھتے ہیں:

"شیعہ مرتدین ہیں، ان کی نماز جنازہ پڑھنا حرام ہے، جنھوں نے پڑھی ان پر توبہ فرض ہے۔ اور تجدید ایمان وتجدید نکاح بھی کرلیں۔" (ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف، ص:۸، اکتوبر ۲۰۱۵ء)

معلوم ہوا بدمذہبوں کا ردو ابطال بہت ضروری ہے، اس کے اندر کسی مصلحت کی گنجائش نہیں، تاکہ اہل سنت ان کے فتنہ وفریب سے بچیں۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہٗ بدمذہب کی صحبت وقربت کے متعلق لکھتے ہیں:

"بدمذہب کی محبت آگ ہے اور صحبت ناگ، اور دونوں کو دین سے پوری لاگ۔ جاہل کو ان کی صحبت سے یوں اجتناب ضرور ہے کہ اس پر اثر بد کا زیادہ اندیشہ ہے، اور عالم ومقتدا یوں بچے کہ جہال اسے دیکھ کر ان کے مذہب کی شناعت ان کی نظروں میں ہلکی ہوجائے۔" (فتاویٰ رضویہ:۹/۷، نصف اول، رضا اکیڈمی ممبئی)

متذکرہ بالا تمام فتاوے اور تحریرات سے یہ حقیقت یقین کے اُجالے میں آجاتی ہے کہ حضور تاج الشریعہ مدظلہ بدمذہبوں کا رد بڑے شدومد کے ساتھ فرماتے ہیں وہ اس میں کسی کی رو رعایت نہیں رکھتے، بلکہ بلاخوف ولومۃ لائم احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دیتے ہیں، نہ ان کو کسی قسم کی عزت دیتے ہیں نہ ان کے ساتھ اشتراک جائز سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ وہ اعلیٰ حضرت کے علوم کے حقیقی وارث وامین ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہم غربائے اہل سنت پر دراز تر فرمائے اور مسلک اعلیٰ حضرت پر آخری دم تک قائم رکھے۔



مولانا مفتی محمد شمشاد حسین رضوی، بدایوں

حضور تاج الشریعہ کی تنقیدی بصیرت

دور حاضر کی ایک عبقری شخصیت کا لقب "تاج الشریعہ"
دور حاضر کی ایک عبقری شخصیت کا لقب "تاج الشریعہ"
ہے جماعت اہل سنت کے جمیع افراد اہل علم اور ارباب فکرو دانش انہیں اسی لقب سے یاد کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ یہ بتانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ یہ لقب کس کا ہے اور اس لقب کے بولے جانے سے کون سی ذات مراد لی جاتی ہے؟ یہی سبب ہے کہ جب یہ لقب بولا جاتا ہے اور سننے والا اس لقب کو سنتا ہے تو اس کی فکر اس عبقری الشرق کے حریم ذات کی لطافت ورعنائی اور حسن وزیبائی سے لطف اندوز ہونے لگتی ہے اور دل میں شوق دید انگڑائی لینے لگتا ہے۔ ایسی ذات بابرکت اور باکمال شخصیت کا ذکر کرنے کے لئے کسی ،،ضرورت اور موقع ومحل،، کا انتظار نہیں کیا جاتا ہے بلکہ ذکر کرنے والا ہزار بہانوں سے اس کا ذکر کرتا ہے اور اس لئے کرتا ہے کہ شاید اس کے ذکر سے آنکھوں میں نور اور دل میں سرور بھر جائے۔ تحریر میں ذکر ہو تو اس میں شگفتگی آجائے بیان وخطابت میں اس کا نام آئے تو لفظ لفظ کا انگ انگ مہکنے لگے اور مایوس فضا میں مسرت وشادمانی کا سماں بندھ جائے۔

وہ ذات کسی اور کی نہیں ہے بلکہ سیدی اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، کے نبیرۂ دل پذیر کی ذات ہے، علامہ وفہامہ، جانشینِ مفتی اعظم ہند حضور اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری کی ذات ہے۔ حضور تاج الشریعہ کی شخصیت ہے۔ بریلی شریف کی، مہتم بالشان ہستی جو خود بریلی کے لئے باعث ناز ہے۔ میں نے ان کے تعلق سے وہی لکھا ہے جیسی ان کی ذات ہے اور جیسی ان کی صفت ہے۔ یہ ان کے لئے کوئی فخر کی بات نہیں ہے کہ میں لکھ رہا ہوں بلکہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں ان کے بارے میں لکھ رہا ہوں۔

میرے تاج الشریعہ ایسے روشن منار ہیں جن کے اردگرد اجالے ہی اجالے رہا کرتے ہیں اور روشنی ہی روشنی بکھرتی رہتی ہے۔ کمال میرا ہے کہ میں ان کی ذات بابرکت سے مستفید ہو رہا ہوں اور اپنے آپ کو باکمال بنا رہا ہوں۔ یہ حال صرف میرا ہی نہیں ہے بلکہ مجھ جیسے ہزاروں کا ہے۔ یہ چمنِ نو بہار سلامت رہے اور گلِ خنداں اسی انداز میں شگفتہ رہے۔ حضور تاج الشریعہ جماعت اہل سنت کی آبرو اور وقار ہیں۔ ان کے تبسم سے نہ معلوم کتنے پریشان حال افراد خوشیوں میں

مست ہو جاتے ہیں اس بارے میں کوئی کیا بتائے اور کہاں تک بتائے؟ کسی فردِ واحد کے لئے اس طرح کی صورتِ حال اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ اسے قبولیت کے درجہ پر فائز فرما دیتا ہے۔ اس بات میں کوئی شک وتردد نہیں ہے کہ حضور تاج الشریعۃ دور حاضر میں قبولیت کے درجہ پر فائز ہیں۔ میرے مقالہ کا عنوان "حضور تاج الشریعہ اور تنقیدی شعور" ہے حضرت کے اس مختصر تعارف کے بعد اصل عنوان کی طرف قلم کا سفر شروع ہو رہا ہے۔

تنقید: تنقید باب تفعیل کا مصدر ہے اور اس کا ماخذ ،،نقد،، ہے دونوں کے معانی عربی لغت میں" کریدنا، پرکھنا، چونچ مارنا، کھوٹے سکے کو الگ کرنا، اچھے اور برے کے درمیان امتیاز کرنا، اور کسی کلام کے محاسن اور معائب کو جدا کرنا ہیں۔ اسی آخری معنیٰ میں تنقید اور نقد ادبی مصطلحات میں بولے جاتے ہیں۔ جو افراد ادب وزبان سے تھوڑی سی بھی واقفیت رکھتے ہیں تنقید اور ادب کو اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ ان دونوں لفظوں کو بولتے اور سمجھتے بھی ہیں۔

تنقید انسان کی فطرت ہے اور اس کی سرشت میں داخل ہے کوئی بھی انسان خواہ وہ کسی بھی خطہ کا رہنے والا ہو، تنقید سے کام لیتا ہے۔ اچھے اور برے کو سمجھتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کیا برا ہے؟ اور کیا اچھا ہے؟ کون برا ہے اور کون اچھا ہے؟ ایک بچہ جو اپنی ماں کی آغوش میں پرورش پاتا ہے وہ بھی تنقید سے کام لیتا ہے یہ اور بات ہے کہ اس کی یہ تنقید ،،عملی تنقید،، ہوتی ہے جامد اور غیر متحرک ہوتی ہے۔ نہ اسے تنقید کا شعور ہوتا ہے اور نہ ہی اسے اس کے "الف، با اور جیم" سے واقفیت ہوتی ہے۔

تنقید انسانی فطرت کا تقاضا ضرور ہے مگر یہ تنقید ایک ہی جگہ محدود نہیں رہتی ہے بلکہ سیال اور پارہ صفت شئے کی مانند وہ ارتقاپذیر ہوتی رہتی ہے جس طرح اس کی فطرت ارتقائی مراحل سے گزرتی ہے ٹھیک اسی طرح اس کی فطری تنقید ابھرتی ہے اور ہر آن ہر ساعت آگے کو بڑھتی رہتی ہے یہاں تک کہ وہ کمال فن تک جا پہونچتی ہے، مگر یہ بات دھیان میں رکھی جائے کہ تنقید کو سمجھنے کے لئے ذہانت کو سمجھنا ہوگا اور نفسیات سے بحث کرنی ہوگی کہ تنقید بہت زیادہ آسان بھی ہوتی ہے اور بہت زیادہ مشکل بھی۔ نفسیات کے دائرہ میں "شعور" بھی آتا ہے اور "لاشعور" بھی، "قبل شعور" بھی آتا ہے اور "تحت شعور" تو پھر آیئے اور دیکھئے کہ "شعور" کیا ہوتا ہے اور "لاشعور" کیا ہوتا ہے۔

شعور کیا ہوتا ہے؟: یوں تو لغت میں اس کا معنیٰ "علم ،واقفیت اور جانکاری" لکھا ہوا ہے۔ شعور کو اس معنیٰ میں بہت سے افراد جانتے اور سمجھتے ہیں۔ اس معنیٰ میں شعور کا رشتہ ،،امور ضروریہ سے جڑا ہوا ہے اور جو امور ضروریہ سے جڑا ہوتا ہے، اسے ثابت کرنے کے لئے نہ کسی دلیل کی حاجت ہوتی ہے اور نہ ہی اس کو سمجھنے کے لئے شواہد کی ضرورت پڑتی ہے کہ اس کا تعلق کسی کے "کہنے" اور "بتانے" سے نہیں ہے بلکہ ہر ایک اسے اپنے آپ سے جان بھی جاسکتا ہے اور سمجھ بھی سکتا ہے، مگر جوں جوں شعور آگے کو بڑھتا ہے اس کا عمل پیچیدہ ہونے لگتا ہے اور اس کا دائرہ بڑھتا چلا جاتا ہے، یہاں تک اس کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے اور شعور

"نفسیات"، کے زمرہ میں شامل ہوجاتا ہے۔ پھر اس کا پیچیدہ عمل دراز سے دراز تر ہوجاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے "شعور کلی حیثیت" کا مالک نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا تعلق ذات اور شخصیت سے ہوتا ہے۔

اس جہان گیتی میں کوئی ایک شخصیت نہیں پائی جاتی ہے بلکہ ان گنت شخصیتیں پائی جاتی ہیں اور حد و شمار سے کہیں زیادہ ذوات ہوتی ہیں۔ یہ وہ حقیقت ہے جسے کوئی انسان فراموش نہیں کرسکتا ہے۔ ظاہری بات ہے جس قدر افراد ہو ں گے اسی قدر "شعور" ہوں گے۔ ایک انسان اتنے "شعور" کو کس طرح جان پائے گا؟ "شعور" کے پیچیدہ ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ "شعور" میں جو خیالات ہوتے ہیں۔ وہ کسی ایک حالت پر قائم نہیں رہتے ہیں بلکہ ان میں تغیر اور تبدل ہوتے رہتے ہیں۔ شعور میں ایک خیال آتا ہے اور پھر دوسرے ہی آن وہ خیال غائب ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اس میں انگنت خیالات آتے ہیں اور اتنے خیالات آنے کی کوشش کرتے ہیں کہ "شعور" ان تمام خیالات کا متحمل نہیں ہوسکتا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ "شعور" جن خیالات کو قبول نہیں کرتا ہے وہ کہاں جاتے ہیں اور ان کا مقام کہاں ہوتا ہے؟ بس یہیں سے شعور کا رشتہ "لاشعور" سے قائم ہوجاتا ہے۔

لاشعور کیا ہوتا ہے؟: مذہبی ادب "لاشعور" عمومی طور پر ناآشنائی سے دوچار ہے۔ ہاں! خصوصی انداز میں اس لفظ کا کہیں نہ کہیں ذکر مل جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ "لاشعور" خالص طور پر نفسیاتی مسئلہ ہے۔ ماہرین نفسیات نے اس کے تعلق سے تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ جہاں تک مذہبی ادب کی بات ہے تو میں صاف طور پر بتادینا چاہتا ہوں کہ مذہبی ادب کا موضوع محض اصلاح ہے اور اصلاح کے مزاج سے وہی افکار و خیالات، اور تحسسات و ادراکات میل کھاتے ہیں جو شعوری ہوتے ہیں اور جو افکار و خیالات لاشعوری ہوا کرتے ہیں میل نہیں کھاتے، اس لئے مذہبی ادب اس کے ذکر سے خالی ہوا کرتا ہے۔

لاشعور ایک گہرا سمندر ہے، اندھا کنواں ہے اس میں ہر قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں اچھے بھی اور برے بھی، اسلامی بھی اور غیر اسلامی بھی، متضاد بھی اور متساوی خیالات بھی۔ لاشعور میں صرف خیالات ہی نہیں ہوتے ہیں اس میں احساسات و جذبات بھی ہوتے ہیں، تحسسات، تعقلات بھی ہوتے ہیں۔ اس کا ایک سرا "شعور" سے ملتا ہے اور دوسرا خواب سے۔ یہ لاشعوری کیفیت ہر ایک انسان سے جڑی ہوئی ہوتی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ کسی انسان میں یہ کیفیت پائی جاتی ہے اور دوسرے کسی اور میں نہیں پائی جاتی ہے۔ لاشعوری خیالات و افکار کی نوعیت غالبؔ کے اس شعر سے سمجھی جاسکتی ہے کہ ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارماں، لیکن پھر بھی کم نکلے

جو ارماں نکل جاتا ہے جو خواہش پوری ہوجاتی ہے وہ لاشعور سے نکل کر شعوری ہوجاتی ہے اور خواہشیں پوری نہیں ہوتی ہیں وہ خواب و خیال میں چلی جاتی ہیں لاشعور اور شعور کے مابین ایک اور حصہ ہوا کرتا ہے جسے ماہرین نفسیات "قبل الشعور" کے نام سے تعبیر کرتے ہیں

قبل الشعور کیا ہوتا ہے؟: "قبل الشعور" ذہن کا وہ حصہ کہلاتا ہے جو "لاشعور" اور "شعور" کے درمیان واقع ہے۔ یہ کوئی بیکار شئے نہیں ہے بلکہ اس کی بھی اہمیت ہے اور زبردست اہمیت ہے "لاشعور" کی مانند وہ اسٹور کا کام نہیں کرتا ہے اور نہ ہی اس کی حیثیت "شعور" کی مانند ہوتی ہے بلکہ اس کا کام یہ ہے کہ "لاشعوری خیالات" کو "شعوری سطح" پر آنے کے قابل بناتا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ "قبل الشعور" لاشعوری غیر متوازن خیالات اور جذبات و احساسات" کو متوازن بناتا ہے اور انہیں شعوری مزاج سے پورے طور پر ہم آہنگ کرتا ہے۔ ذہن کا یہ حصہ جس قدر پختہ ہوتا ہے اور جس قدر بیدار رہتا ہے۔ اسی قدر شخصیت میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور تاب و توانائی آتی ہے۔

اس کے برعکس جب "قبل شعور" میں ناپختگی، بے ہنگم توازن، اوناہمواری جیسی کیفیت نمایاں ہوتی ہے تو شعور کے پختہ نظام میں بھی اضمحلال دکھائی دیتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ شخصیت بھی مجروح ہو جاتی ہے اور پھر اس کی باتوں میں بھی روح کا فقدان ہو جاتا ہے اور قلم کی آوارگی پھر کہاں تک پہونچتی ہے؟ اس کا کسی کو اندازہ نہیں ہو پاتا ہے۔

فن کار اپنے فن کے مظاہرہ میں جی توڑ کوشش تو کرتا ہے، مگر اس کی یہ کوشش رائیگاں چلی جاتی ہے۔ اس طرح کے مظاہرے دور حاضر میں کثرت سے دیکھنے کو مل رہے ہیں۔ آئے دن تماشہ ہو رہا ہے سطحی نظر رکھنے والے اس قسم کے مظاہر و آثار سے شادکام ہوتے ہیں اس سے کسی کو انکار نہیں۔

یہ وہ حقیقت ہے جو دو، دو چار کی طرح ٹھوس ہے، مگر جو سنجیدہ ذہن رکھتا ہے اور فکر اعتدال سے آشنا ہے وہ اس بات کو خوب اچھی طرح جان چکا ہے کہ اصل فن وہ ہوتا ہے جو سنجیدہ دماغوں کو اپیل کرتا ہے اور معتدل فکر و شعور کی دنیا میں اپنی نئی چھاپ چھوڑ جاتا ہے۔ دلوں میں خراش پیدا کرنا اور فکری مزاج میں اندھیرے لانا کون سی دانشمندی ہے؟ یہ وقت سوچنے اور سمجھنے کا ہے اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کا ہے اور مرد میداں کی مانند اپنے قلم کا جوہر دکھانے کا ہے، اس لئے ارباب فکر و دانش سے اپیل ہے آپ سامنے آئیں اور دیکھیں کہ ہمارا اور ہمارے اسلاف کا پھلتا پھولتا چمن کس طرح بکھر رہا ہے؟ ناپختہ کار کس قسم کے گل کھلا رہے ہیں؟ خدا ایسے ناپختہ کاروں سے ہم اہل سنت کو محفوظ رکھے۔ یہ ساری باتیں "قبل شعور" سے تعلق رکھتی تھیں۔

ذہن کا یہی وہ حصہ ہوتا ہے جو ابتدائی صورت میں تنقید سے کام لیتا ہے مفید اور غیر مفید کو متعین کرتا ہے۔ سماج اور معاشرہ کے لئے کون سا خیال کس قدر مفید ہو سکتا ہے؟ اس کی بھی نشاندہی کرتا ہے اور پھر اسے "شعور" کے حوالہ کر دیتا ہے قبل شعور جب لاشعور سے خیالات کو لے کر شعور کی طرف روانہ کرتا ہے تو ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالبؔ صریر خامہ نوائے سروش ہے

خیال میں غیب سے مضامین کا آنا اور قلم کا نوائے سروش ہونا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ "لاشعور" بہت زیادہ گہرا ہوتا ہے اور "قبل شعور" کی بدولت غیر متوازن خیالات میں توازن کی کیفیت نمایاں ہوتی ہے، مگر اس کیفیت کا

احساس اسی وقت ہوتا ہے جب انسان کے اندر تخلیقی صلاحیتوں میں شدت دکھائی پڑتی ہے اور یہ شدت کب اور کیوں پیدا ہوتی ہے؟ اس کے اسباب کیا ہوتے ہیں؟ اسے جاننے کے لئے ہمیں ذہن وفکر کے ایک اور حصہ کی جانب توجہ مرکوز کرنی پڑے گی اس حصہ کو ''تحت الشعور'' کا نام دیا گیا ہے۔ لگے ہاتھ اس کا بھی مطالعہ پیش کیا جارہا ہے۔

تحت الشعور کیا ہوتا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو مختلف قسم کی نعمتوں سے نوازا ہے اور ایسی عظیم نعمتوں سے نوازا ہے کہ انسان ان نعمتوں میں سے صرف ایک نعمت کا بھی شکریہ ادا نہیں کرسکتا ہے۔ دنیا کیا ہے؟ اس میں کیا رنگینی پائی جاتی ہے؟ زمیں سے آسماں تک ایسے کرشمے۔ ایسی رعنائیاں۔ بہاریں۔ نزاکتیں اور خوبصورت نمونے پائے جاتے ہیں کہ ان نمونوں کو دیکھ کر اور اس کے بارے میں سوچ سوچ کر انسانی عقل محو حیرت ہے۔ یہ تمام چیزیں انسان کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ تاکہ انسان ان تمام چیزوں سے استفادہ کرے اور اپنی زندگی میں سہولت اور آسانی لاسکے۔ یہ بھی اس کا فضل عظیم ہے کہ جہاں اس نے انسانوں کے استفادہ کے لئے بہت سی چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ اس نے استفادہ کے ذرائع بھی پیدا فرمائے وہ ذرائع درج ذیل ہیں:

(الف) اللہ پاک نے انسانوں کو سونگھنے کی قوت عطا فرمائی کہ کائنات میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو سونگھنے سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً ہر قسم کے پھول اور عطر وغیرہ۔

(ب) انسان بہت سی چیزوں کا اندازہ چکھ کر لگالیتا ہے جیسے نمک، شیرینی، تلخی، ترشی وغیرہ

(ج) کائنات میں بہت سی ایسی بھی چیزیں ہیں جو سننے سے تعلق رکھتی ہیں جیسے آواز، سرسراہٹ، وغیرہ

(د) یہ بھی اس کا کرم اور احسان عظیم ہے کہ اس نے انسانوں کو دیکھنے کی صلاحیت سے نوازا ہے۔ یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کا اندازہ ہر کوئی نہیں لگاسکتا ہے۔ ہاں! وہ لگاسکتا ہے جو اس نعمت سے محروم ہے

(س) مذکو بالا نعمتوں کے علاوہ انسانوں کے اندر ایک پانچویں نعمت بھی پائی جاتی ہے۔ یہ نعمت پورے جسم انسانی پر پھیلی ہوئی ہے جسے ہم چھونے کی نعمت سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ کیا گرم ہے؟ اور کیا ٹھنڈا ہے؟ اور کون سی چیز چکنی ہے؟ اور کون سی چیز کھردری ہے؟ ان سب کا اندازہ صرف چھونے سے ہوتا ہے۔

یہاں جن نعمتوں کا ذکر کیا گیا یہ منفرد اور عظیم نعمتیں ہیں اور اس بات میں بھی شک نہیں کہ یہی نعمتیں ''ذرائع ابلاغ'' بھی ہیں کہ کسی بھی انسان کو خارجی کائنات کا علم انہیں ذرائع سے ہوتا ہے انہیں ذرائع کو ارباب منطق وفلسفہ نے ''حواسِ خمسہ'' کا نام دیا ہے۔ حواس خمسہ سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ یہ ''تحت الشعوری'' معلومات ہوتی ہیں۔ یہی معلومات عوامل اور اسباب کی حیثیت رکھتی ہیں۔

کسی بھی فن کی تشکیل اور کسی فن پارہ کی تخلیق میں اگرچہ ''شعور'' مباشر کی حیثیت رکھتا ہے، مگر اس کا کردار کوئی انفرادی کردار نہیں ہوتا ہے بلکہ اس میں ''لاشعور'' کا بھی اپنا ایک رول ہوتا ہے کہ کچھ مواد کی فراہمی اسی ''لاشعور'' کے ذریعہ ہوا کرتی ہے۔ کوئی کتنا بھی بڑا اور ماہر کاریگر کیوں نہ ہو

مواد کے بغیر وہ کیا کرسکتا ہے؟ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی فن پارہ کی خوبصورتی، حسن وزیبائی اور قوس قزح کی رنگینیوں کو دیکھ کر اس کی رنگینیوں میں نہیں کھونا چاہئے کہ اس طرح کھو جانا کسی دانشور کا کام نہیں۔

دانشور اور مفکر وہ ہوتا ہے جو کھوتا نہیں۔ بلکہ اس کی نظر پاتال تک جا پہونچتی ہے اور سمندر کی گہرائی میں ابھرنے والی روکا اندازہ بھی لگالیتی ہے اور پھر یہ فیصلہ کرتی ہے کہ فنکار کے ذہن وفکر کا حصہ ''قبل شعور'' کس قدر حساس اور بیدار ہے کہ اس کے بیدار رہنے ہی کے نتیجہ میں کوئی ''فن پارہ'' بولتا ہے اور روشن آفتاب ومہتاب ہوتا ہے۔ اس لئے مفکرانہ نگاہ رکھنے والا'' قبل شعور'' کی حصہ داری کے ساتھ بے اعتنائی نہیں برت سکتا ہے۔

جہاں تک ''تحت الشعوری'' معلومات کی بات ہے تو اس بارے میں مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ ان کی اہمیت سب سے زیادہ ہے کہ یہی معلومات ''شعور'' کو مہمیز کرتی ہیں اور اس پر اپنا دباؤ بناتی ہیں اس کے بعد ہی ''شعور'' کے جلوے بکھرتے ہیں اور اس کے کرشمے ظاہر ہوتے ہیں اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے شعور اپنا کام شروع کر دیتا ہے اور فن پارہ وجود میں آجاتا ہے۔ نفسیات کے اس مطالعہ کو اپنے ذہن میں رکھیں۔ اس کے بعد اپنے ممدوح کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کریں۔

حضور تاج الشریعہ کی ذات وشخصیت اور فنی جمال و کمال کے تعلق سے آپ سبھی حضرات جانتے ہیں اور میں اپنے مقالہ کی ابتدا میں حضرت تاج الشریعہ کی شخصیت کے تعلق سے گفتگو کر چکا ہوں۔ اس کے مطالعہ سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت کی شخصیت کیا ہے اور ان میں کس قدر جمالیاتی زاویئے سمائے ہوئے ہیں؟ حضور تاج الشریعہ کی شخصیت میں لاشعور کی گہرائی بھی ہے مگر اس بات کا بھی خیال رہے کہ اوروں کے لاشعور سے آپ کا لاشعور منفرد ہے یہاں مہمل اور غیر متوازن خیالات کی گنجائش نہیں ہے کہ ان خیالات پر ابتدا ہی سے شریعت کا پہرہ لگا رہتا ہے کسی ایسے ویسے خیال کو اجازت نہیں کہ حضرت تاج الشریعہ کی شخصیت میں سما سکے کہ یہاں نفسیات بھی شریعت کے دائرہ میں رہا کرتی ہے۔ اب رہی بات قبل شعور کی تو اس بابت ہمیں یہ بتانا ہے کہ عام طور پر ''قبل شعور'' غیر متوازن کو متوازن کرتا ہے، مگر یہاں معاملہ میں ندرت پائی جاتی ہے اور وہ ندرت یہ ہے حضرت تاج الشریعہ کا ''قبل شعور'' متوازن کو اور بھی زیادہ متوازن کرتا ہے یعنی اس میں مزید نکھار لاتا ہے اور حسن کو دوبالا کرتا ہے اس بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہاں قبل شعور انوکھا ہے، نرالا ہے اور اوروں سے جداگانہ ہے اور جب قلم چلتا ہے تو چلتا ہی رہتا ہے کسی مقام پر رکتا ہی نہیں، دیکھنے والوں نے دیکھا اور محسوس کرنے والوں نے محسوس کیا کہ جب آپ املا کراتے ہیں تو کراتے ہی رہتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے حضرت کے خیال میں مضامین غیب سے نمودار ہوتے ہیں اور قلم نوائے سروش دکھائی دیتا ہے۔

یہ بات حقیقت ہے کہ تخلیق، تحقیق، اور تنقید ایک دوسرے کے لئے ملازم وملزوم ہیں تخلیق تنقید کے بغیر نہیں

پائی جاتی ہے اور نہ تحقیق تنقید سے جدا ہو کر کوئی راستہ اختیار کرتی ہے۔ میرا موضوع تنقید ہے حضور تاج الشریعہ کے شخصی انفرادی زاویوں میں ایک وسیع زاویہ تنقید کا پایا جاتا ہے اوروں کی تنقید اور حضور تاج الشریعہ کی تنقید میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ذیل میں اس کی وضاحت کی جارہی ہے۔

(الف) اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ''حضرت تاج الشریعہ'' کو جو تنقیدی صلاحیت ملی ہے ۔فطرت انسانی کی بدولت ملی ہے۔ یہ تنقیدی صلاحیت نہایت ہی سادہ ہوتی ہے۔ نہ اس میں رنگینی پائی جاتی ہے اور نہ ہی اس میں شوخی کا احساس ہوتا ہے۔ یہ صلاحیت کبھی انسانوں میں ابھر کر سامنے آجاتی ہے اور کبھی یہ صلاحیت دب کر رہ جاتی ہے، اسی لئے بہت سے انسان اس دولت سے محروم رہ جاتے ہیں اور جس انسان میں یہ صلاحیت ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔ وہ صلاحیت صرف ادبی ہوتی ہے۔ جن افراد نے ''حضور تاج الشریعہ'' کو قریب سے دیکھا ہے اور انہیں سمجھا ہے، وہ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ حضور کی تنقیدی صلاحیت صرف ادب کی دنیا تک محدود نہیں ہے بلکہ ہر ایک جہاں اور ہر ایک چمن میں ان کی تنقیدی صلاحیت کے جلوے بکھرے ہوئے ہیں جو سنجیدہ دماغوں کو دعوت نظارہ دے رہے ہیں اور فکری قوتوں کو اپیل کرر ہے ہیں۔

(ب) حضور تاج الشریعہ کو یہ تنقیدی صلاحیت اپنے بزرگوں سے ملی ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے'' الولد سر لابیہ'' کہ بچہ اپنے باپ کا سربستہ راز ہوتا ہے۔ اردو زبان ادب اور عربی زبان و ادب میں باپ ''اب'' کے استعمال میں کافی وسعت پائی جاتی ہے کہ اس کا استعمال باپ کے لئے بھی کیا جاتا ہے باپ کے باپ اور اس کے باپ پر بھی اس کا استعمال ہوتا ہے اور کئی پشتوں تک اس کا استعمال ہوتا رہتا ہے۔ اس تناظر میں حدیث پاک کا ترجمہ اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ بچہ اپنے آباؤ واجداد کا راز سربستہ ہوتا ہے۔ اسی بات کو ہم دوسرے لفظوں میں اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ بچوں کو وراثت میں خاندان کے بزرگوں کی انفرادی خصوصیات، کمالات، جمالیات اور علمی فنی جاہ و جلال اور شوکت و کمال ملا کرتے ہیں۔

حضور تاج الشریعہ جس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اس خاندان میں ''تنقیدی صلاحیتیں'' طرۂ امتیاز کی حیثیت رکھتی تھیں۔ کیا بعید کہ یہ تنقیدی صلاحتیں آپ کو بھی ورثہ میں ملی ہوں؟ حالانکہ میں یہ بات نہایت ہی وثوق سے کہتا ہوں کہ ورثہ میں یقینا یہ تنقیدی صلاحیتیں آپ کو ملی تھیں اور ملی ہیں، مگر اس بات کا بھی خیال رہے کہ تنقیدی صلاحیتوں کا ملنا اور بات ہے اور ان تنقیدی صلاحیتوں کا نشو ونما پانا اور درجۂ کمال تک پہونچ جانا دوسری بات ہے۔

تنقید کی نشوونما: صرف تنقیدی صلاحیتوں کے مل جانے سے کوئی بھی انسان اپنے وقت کا جید انسان نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی ماہر فن ہوتا ہے بلکہ اس منزل پر فائز ہونے کے لئے شعوری اور غیر شعوری کوششوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے ''حضور تاج الشریعہ'' نے دونوں قسم کی کوششوں سے کام لیا ۔ جہاں جس کوشش کی ضرورت محسوس ہوئی۔ انہوں نے وہی کوشش کی۔ بریلی شریف کی سرزمین اور سوداگران کی گلی میں

کیسے کیسے ماہر فن ہوا کرتے تھے اس بات کو وہی جانتا ہے جس کی نگاہ میں وہ ادوار ہیں۔

میں نے جہاں تک پڑھا اور سنا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ سرکار مفتی اعظم ہند کی صحبت با برکت سے فیض یاب ہیں، حضرت مفسر اعظم ہند کی معیت بھی آپ کو حاصل تھی ان کے علاوہ بہت سے ارباب فکر و دانش اور ماہر زبان و بیان سے بھی آپ کا سابقہ رہا ہے۔ ایسے ہی لائق اور قابل ترین افراد کی صحبتوں کے نتیجہ میں تنقید کی نشوونما ہوا کرتی ہے۔ اس میں حساسیت اور بیداری کی لہر پیدا ہوتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ آپ کی تنقیدی صلاحیت علمی، فنی اور سماجی معاشرتی مسائل سے متعلق ہے، خالص ادبی، شعری نہیں ہے۔

تنقید صحیح معنیٰ میں وہی تنقید ہوتی ہے جو زندگی اور زندگی کے مسائل سے متعلق ہو، خواہ زندگی کے وہ مسائل مذہبی ہوں یا معاشرتی، سماجی ہوں یا فقہی اسی تنقید کو "تنقید برائے زندگی" کا نام دیا جاتا ہے حضور تاج الشریعہ کے یہاں جو تنقید پائی جاتی ہے وہ برائے زندگی ہے۔ برائے اصلاح ہے۔ مثبت اور مفید ہے۔ تنقید برائے ادب اور برائے تفنن طبع میں نہ حضرت کو کبھی دلچسپی تھی اور نہ آج ہے۔

یہ وہ حقیقت ہے جو آفتاب کی مانند روشن ہے اور دن کے اجالوں کی مانند چمک رہی ہے، مگر افسوس اس بات پر ہے کہ یہ روشن حقیقت بعض افراد پر واضح نہیں، اسی لئے دور حاضر میں بعض حضرات اناپ شناپ باتیں کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور اس قسم کی بعض تحریریں بھی پڑھنے کو مل جاتی ہیں۔ ہوسکتا ہے بعض افراد یہ کہیں کہ حضور تاج الشریعہ محض شہرت حاصل کرنے کے لئے اس طرح کی تنقید کر رہے ہیں۔ مجھے اس کے جواب میں یہ کہنا ہے کہ شہرت کا متمنی وہ ہوتا ہے جو شہرت سے بہت دور ہوتا ہے اور جس کے شہرت قدموں میں اپنا خراج عقیدت پیش کرتی ہوا سے اس بات کی کیا حاجت؟ کہ سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے اور اس کے لئے تنقید کا سہارا لے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کسی کی شخصیت پیازی اور بالکل سادہ ہوتی ہے اور کوئی ماننے کو تیار نہیں ہوتا ہے تو وہ بڑوں پر یا بڑوں کے نظریوں پر تنقید کرنا شروع کر دیتا ہے، حالانکہ وہ اس کا اہل نہیں ہوتا ہے۔ پھر بھی تنقید پر تنقید کئے جاتا ہے۔ شاید کسی مقام پر اس کے دل کی ہوس پوری ہو جائے۔

حضور تاج الشریعہ کے تعلق سے اس طرح کی گفتگو تو بہت بڑی بات ہے اس کا گماں بھی نہیں گزر سکتا ہے کیوں کہ ان کی شخصیت اس قدر معتبر ہے کہ اعتباریت کی اس دوڑ میں کوئی ان کے برابر نہیں۔ یہی وجہ کہ دور حاضر میں کچھ افراد ان کی شخصیت اور ان کے نظریات پر تنقید کر کے اپنی شخصیت کو چمکانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہ افراد اپنی کوشش میں ابھی تک کامیاب نہیں ہوئے ہیں اور آئندہ بھی ایسا کوئی امکان نظر نہیں آتا بلکہ ہوا یہ کہ جیسے ہی انہوں نے تنقید کی۔ ملت نے ان کی تنقید کو نظر انداز کر دیا اور انہیں اس طرح اپنی نگاہ سے گرا دیا کہ اب ان کا کوئی پرسان حال نہیں اور اب وہ دفاعی منزل میں آچکے ہیں یہ حضور تاج الشریعہ کی شخصی قبولیت کی واضح علامت ہے۔

ارباب فکر و دانش اس بات سے واقف ہیں کہ تنقیدی

صلاحیت جمودی کیفیت سے دوچار نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ پارہ صفت اور متحرک ہوتی ہے اور ہر آن نشوونما پاتی رہتی ہے۔ اس سلسلہ میں ہر آنے والی آن پہلی والی آن سے کئی گنا بہتر ہوتی ہے اور اس کے حسن و زیبائی میں بڑھوتری ہی ہوتی رہتی ہے۔ ہمارے ممدوح حضور تاج الشریعہ اس منزل پر براجمان ہیں کہ ان کے تنقیدی شعور کو ہم کمال سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ آپ کا یہ تنقیدی شعور بڑا مہذب ہے۔ افراط و تفریط سے پاک ہے۔ نہ تو اس میں حد سے زیادہ تجاوز ہے اور نہ ہی راہ سے منحرف ہے بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ حضور تاج الشریعہ کی تنقید حد اعتدال پر گامزن ہے۔ اسی لئے آپ کی فکر "معتدل فکر" ہے۔ آپ کی سوچ "معتدل سوچ" ہے۔ کوئی اس بات کو مانے یا نہ مانے مگر حقیقت تو بے نقاب ہے آفتاب تو روشن تر ہے اس کے باوجود اگر کسی کی آنکھوں میں نہ سمائے تو اس میں آفتاب کا کیا قصور ہے؟ قصور تو اپنی آنکھوں کا ہے۔، اپنی نگاہ کا ہے۔ اس لئے علاج بھی آنکھوں کا ہی ہونا چاہیے۔

جب کسی کی شخصیت میں تنقیدی شعور درجۂ کمال تک پایا جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی نمود بھی ہر مقام پر ہوگی کہ یہ فطرت کا تقاضا ہے۔ تقریر میں بھی اس کے جلوے پائے جائیں گے اور تحریر میں بھی اور یہ بھی سچ ہے کہ تنقیدی شعور کسی ایک مقام تک محدود نہیں رہتا ہے بلکہ اس کے جلوے ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ دیکھنے والی نگاہ اسے دیکھ پائے اور سمجھنے والے اسے سمجھ سکیں اور محسوس کرنے والے اسے محسوس کر سکیں۔ اس کے لئے اعلیٰ قسم کا احساس ہونا چاہئے۔

جب ہم حضور تاج الشریعہ کی تحریر اور فتاوی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ان کے یہاں قدم قدم پر ان کے تنقیدی شعور کا احساس ہوتا ہے اور یہ احساس اس قدر شدید ہوتا ہے کہ ہم ان کے تنقیدی شعور کو سلام کئے بغیر نہیں رہ پاتے ہیں۔ ان کے یہاں تنقیدی شعور کیوں نہ ہو کہ آپ اپنے دور میں قائد و رہنما کی حیثیت رکھتے ہیں شیخ اور مصلح کے رتبہ پر فائز دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے اس وصف میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے حالانکہ دور حاضر میں دعویٰ کرنے والے بڑے بڑے دعویٰ کر رہے ہیں مگر سچائی، حقیقت اور صداقت کس کے ساتھ ہے اسے محسوس کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کس قدر انوکھا پن ہے کہ جو قائد ہے وہ دعوی نہیں کرتا ہے۔ عطر یہ نہیں کہتا ہے کہ میں عطر ہوں، میں خوشبو ہوں، لیکن دنیا محسوس کر لیتی ہے کہ یہ عطر ہے اور یہ خوشبو ہے۔ حضور تاج الشریعہ یہ کب کہتے ہیں کہ میں وہ ہوں یا یہ ہوں مگر ملت کا ہر فرد جان لیتا ہے کہ آپ کیا ہیں آپ کی عالمانہ حیثیت کیا ہے اور آپ کے یہاں فضل و کمال کی کیا نوعیت ہے۔

حضور تاج الشریعہ کا عالم یہ ہے کہ اور لوگ تو اجالوں میں بھی نظر نہیں آتے ہیں مگر آپ کی شخصیت اس قدر با کمال اور پُروقار ہے کہ اندھیروں میں بھی اجالوں کی مانند چمکتی ہے یہ صرف حسن ظن نہیں ہے بلکہ زمینی حقیقت ہے اور ہم سب کا مشاہدہ بھی۔ آپ جہاں بھی جاتے ہیں اور جس مقام پر جلوہ نما ہوتے ہیں آپ کی جلوہ نمائی بند کمرہ میں ہو یا کھلے میدان میں ہو، عالم یہ ہوتا ہے کہ آپ کی شخصیت کا بلند مینار کوسوں دور سے دکھائی دیتا ہے اور جو اپنے آپ کو کیا کچھ نہیں کہلوانا

چاہتے۔ان کے یہاں تاریخ کی ڈائری ہمیشہ کھلی رہتی ہے کہ کہیں سے کوئی فون آئے اور بک کرلیں مگر، تاج الشریعہ کی تاریخ حاصل کرنا کسی جوئے شیر جاری کرنے سے کم نہیں ہے ۔برسوں کوششیں کی جاتی ہیں تب کہیں جا کر دیدار تاج الشریعہ کی بزم سجائی جاتی ہے۔یہ سب کیا ہے؟ ان کی شخصیت کا جمال نہیں تو پھر کیا ہے یہ ان کا کمال نہیں تو پھر کیا ہے؟ ایسی بابرکت شخصیت دور دور تک دیکھنے کو نہیں ملتی ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی شخصیت اور آپ کا بلند تنقیدی شعور حقانیت کی واضح علامت ہے آپ جہاں ہوتے ہیں اسی کے ساتھ حق ہوتا ہے جس محفل میں جلوہ نما ہوتے ہیں وہ محفل روشن آفتاب و ماہتاب ہو جاتی ہے اور سب کی توجہات کا مرکز بن جاتی ہے۔دور حاضر میں یہ خوبی اور یہ کمال حضور تاج الشریعہ کی ذات میں پائی جاتی ہے اور ماضی میں میرے مرشدِ گرامی سرکار مفتی اعظم ہند کی ذات میں پائی جاتی تھی۔ میں نے خود اس بات کا مشاہدہ کیا ہے۔ غالباً ۱۹۷۳ء میں رات کے کسی حصہ میں سرکار مفتی اعظم ہند جبل پور سے واپسی میں بنارس تشریف لائے کسی کو کانوں کان خبر نہ تھی کہ آپ تشریف لانے والے ہیں یا تشریف لا چکے ہیں اور صبح ہوتے ہی پورے مدنپورہ اور قریب کے محلوں میں آپ کی تشریف آوری کی شہرت ہوگئی۔اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کسی نے ہر ایک سے کانا پھوسی کردی ہو شخصیت کا یہ کس قدر بھلا، اجلا، صاف ستھرا اور خوشگوار تصور ہے؟ یہ تصور اسی وقت ابھرتا ہے جب شخصیت میں پایا جانے والا تنقیدی شعور بے لوث ہوتا ہے۔اور افراط وتفریط سے پاک ہوتا ہے۔جذبات نیک اور صالح ہوتے ہیں اور جہاں ایسی شخصیت نہیں ہوتی ہے وہ شکوک وشبہات کے گھیرے میں آجاتی ہے۔بہر حال یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضور تاج الشریعہ کا تنقیدی شعور بلند ہے اور دن بدن بلند ہی ہوتا جارہا ہے۔ان کے اس تنقیدی شعور کو جاننے کے لئے ان کی تحریرات اور تصنیفات کا مطالعہ ضروری ہے۔تنقیدی شعور کی یہ جھلک ان کی شاعری میں بھی پائی جاتی ہے اور نعت ومنقبت میں بھی۔ان کی کوئی بھی تحریر یا تصنیف جزدان میں بند نہیں ہے بلکہ ارباب علم ودانش کے مطالعہ میں ہے۔

تنقید نیک فال ہوا کرتی ہے: اسی جہاں میں بہت سے ایسے افراد دیکھے گئے ہیں جو تنقید سے گھبراتے ہیں، شاید اس لئے کہ وہ تنقید کی اہمیت سے واقف نہیں ہیں۔لیکن وہ افراد جو تنقید کی اہمیت کو جانتے ہیں، سمجھتے ہیں۔وہ کسی کی تنقید سے گھبراتے نہیں ہیں بلکہ وہ تنقید سے خوش ہوتے ہیں۔ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ تنقید سے شخصیت میں نکھار آتا ہے اور کردار میں سدھار پیدا ہوتا ہے اور پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ آج چاروں طرف سے بیجا تنقیدات کا سلسلہ جاری ہے غیروں نے تو اپنا ہتھیار پھینک دیا ہے۔اسی ہتھیار کو اب اپنوں نے اپنے ہاتھوں میں اٹھالیا ہے حالانکہ انہیں ہتھیار چلانا نہیں آتا ہے مگر پھر بھی چلا رہے ہیں کبھی کسی بہانے کبھی کسی بہانے، اسی طرح وہ اپنی نازیبا حرکتوں کا ارتکاب کررہے ہیں، مگر واہ رے چشم و چراغ خاندان اعلیٰ حضرت! کہ آج حضور تاج الشریعہ ہر تیر کو برداشت کررہے ہیں۔ پھر بھی خنداں ہیں اور لبوں پر مسکان ہے صرف اس لئے کہ آپ سچے ہیں اور سچوں کے

دست پاک آپ کے سر پر ہیں تو پھر کون ہے جو آپ کا بال بیکا کر سکے۔ یہ بھی آپ کے خاندان کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہی صورت اعلی حضرت کے دور میں پیدا ہوئی تھی۔ اس دور میں ہر ایک خانقاہ نے اپنے دل کی بھڑاس نکالی تھی اور آج بھی نکال رہی ہے، کل بھی مخالفت کرتے تھے اور آج بھی کر رہے ہیں، کل بھی گھورتے تھے اور آج بھی گھور رہے ہیں، اس لئے میں کہتا ہوں آج بھی میرے تاج الشریعہ اسی منزل پر دکھائی دیتے ہیں جہاں کل ان کے جد مکرم اعلی حضرت فاضل بریلوی دکھائی دیتے تھے۔ یہ ان کے کرم کی بات ہے کہ انہوں نے اپنے پوتے کو اپنا جیسا بنا دیا اور اپنے قلم کا تیور ان کے قلم کو عطا کر دیا اور اپنی شخصیت کا پرتو ان کی شخصیت پر ڈال دیا داد اور پوتے کے درمیان لینے کا سلسلہ جاری ہے، وہی تیور ہے۔ وہی انداز بیاں ہے اور وہی اسلوب ہے لکھنے کا لب ولہجہ بھی وہی ہے اور لفظوں کے استعمال میں بھی وہی ندرت وہی بانکپن ہے جو امام احمد رضا کی تحریروں میں پایا جاتا ہے، اسی لئے دنیا انہیں اعلی حضرت کا سچا جانشیں مانتی ہے خدا کرے ان کا سایہ دراز رہے آمین ثم آمین۔

تنقید کی دنیا بہت زیادہ وسیع ہے اس میں ایک نہیں ہزاروں پہلو پائے جاتے ہیں اگر ہر ایک پہلو پر تھوڑی تھوڑی گفتگو کی جائے اور مختصر انداز میں اس کا تعارف پیش کیا جائے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک دفتر تیار ہو جائے گا، لیکن اس مقام پر اس کے تمام زاویوں پر بحث کرنا میرا مقصد نہیں بلکہ مجھے ان کے تنقیدی شعور کے بارے میں ہی لکھنا ہے۔

تنقید کے کچھ اہم نمونے: تنقید اپنی اصل کے اعتبار سے نہایت ہی وسیع معنیٰ پر دلالت کرتا ہے۔ خاص طبقہ کی خاص اصطلاح ہونے کے باوجود "تنقید" کی وسعت معنیٰ پر کوئی فرق نہیں آیا یہ اس کے اصل معنی کا کرشمہ ہے جو ہر حال میں اپنے کرشمہ کا اظہار کرتا رہا، مگر افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ بعض افراد نے مسائل شرعیہ کے ساتھ بے اعتنائی کا رویہ اپنا تا رہا۔ اسی بے اعتنائی کا نتیجہ ہے کہ تحقیقات شرعیہ کے دوسرے معنوی پہلوؤں پر آج تک غور نہیں کیا اور نہ ہی ان پہلوؤں کی اب تک کسی نے نشاندہی کی تیجہ، چالیسواں اور عرس جیسے مراسم اہل سنت ہماری تہذیب اور ہمارے تمدن کا ایک حصہ ہیں مسلمانوں کے ہر ایک علاقہ میں اس کا رواج ہے اس کا چلن ہے امیروں کے یہاں بھی اس کا رواج ہے اور غریبوں کے یہاں بھی اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اس کے توسط سے قلب میں رقت پیدا ہوتی ہے اور ذہن وفکر میں شفافیت آتی ہے اور کردار وعمل میں پاکیزگی کے آثار پیدا ہوتے ہیں اس لئے مسلمانوں نے ہر دور میں اسے برقرار رکھا ہے اور اسے اپنی پسندیدگی سے نوازا ہے۔ اس کے برخلاف بعض افراد اس کوشش میں لگے ہیں کہ مسلمانوں کے درمیان سے ان کہنہ تہذیبی امور کو ختم کر دیئے جائیں تا کہ مسلمان اپنے اسلاف اور خاندان کے بزرگوں کے تصور سے ناآشنا ہو جائیں اور ان کی یادیں ان کے دل ودماغ سے محو ہو جائیں تہذیب کے دشمنوں کا یہ عمل کسی بھی طرح درست نہیں۔ ان مراسم پر جب کوئی حملہ ہوتا ہے شریعت کے حوالہ سے ہوتا ہے اسی اس حملہ کا جواب اسی کے انداز میں دیا جاتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں نکالنا چاہیئے کہ ان مراسم کی

معنوی حیثیت ختم نہیں ہوئی ہے اس لئے اہل قلم کو چاہیئے کہ ان کی معنوی حیثیت بھی اجاگر کی جائے اس تمہید کے بعد ہم ایک استفتاء اور اس کے جواب کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

ضلع کھیری یوپی کے گاؤں ''کھمبول'' پوسٹ بھلیا بزرگ کے رہنے والے محمد منہاج اللہ خاں نے ۷/اکتوبر ۱۹۸۵ء کو حضرت تاج الشریعہ کی خدمت میں ایک استفتاء بھیجا جو اس طرح ہے:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ذیل کے مسائل کے بارے میں

(۱) اگر کوئی شخص بغرض ایصال ثواب اپنے باپ، بھائی، ماں، بہن یا کسی دوسرے عزیز رشتہ دار کی فاتحہ، تیجہ، چہلم، برسی وغیرہ کرے اور اس میں کھانے کا اہتمام بھی کرے اور وہ اپنے امیر و غریب رشتہ داروں، دوستوں نیز محلہ کے لوگوں کو مدعو کرے۔ انہیں کھانا کھلائے جب کہ یہ سبھی کام صاحب خانہ اپنی مرضی سے کرے۔ اس پر کوئی دباؤ بھی نہ ہو تب ایسی صورت میں وہ کھانا ہر امیر و غریب کھا سکتا ہے؟ جسے وہ کھلائے جب کہ نہ کھانے کی صورت میں صاحب خانہ کو ملال ہوتا ہے یا نہیں کھا سکتا؟ یہاں کچھ مولوی حضرات کا کہنا ہے کہ یہ کھانا ہر کسی کے لئے حلال نہیں بلکہ صاحب خانہ کی مرضی اور خوشی کے باوجود بتاتے ہیں کہ یہ کھانا حرام ہے اور صرف محتاج ہی کھا سکتے ہیں بلکہ خود ان مولویوں نے کہہ کر کھانے سے انکار کر دیا کہ یہ کھانا میرے لئے حرام ہے۔ اس کے علاوہ کچھ مولویوں کا کہنا یہ ہے یہ کھانا واجبی صدقہ نہیں صدقہ نفلی ہے اور صدقہ نفلی کسی کے لئے حرام نہیں اور نہ کوئی گناہ ہی ہے جب کہ کھانے والا ذاتی طور پر اس بات کا خواہش مند نہ ہو کہ یہ کھانا مجھے کھلائے۔ یہ مولوی دلیل بھی دیتے ہیں کہ اپنے گھر آئے مہمان کو جو کچھ میزبان کھلاتا، پلاتا، خاطر مدارات کرتا ہے سبھی کچھ نفلی صدقہ میں شمار ہوتا ہے۔ وہ ضیافت امیر مہمان کو بھی جائز ہے اور غریب کو بھی۔ اور اگر صاحب خانہ چاہے تو اس کا ثواب کسی کو بخش سکتا ہے لہذا تیجہ، چہلم، برسی کی فاتحہ کرنا اور اس کھانے کو کھانا جب کہ اپنی جانب سے اس کے کھانے کی تمنا نہ ہو جائز ہے اور اس کا ثواب میت کی روح کو ضرور پہنچتا ہے اور کوئی کھانا حرام نہیں ہوا کرتا جب تک کہ وہ حرام طریقہ سے حاصل نہ کیا جائے۔ صحیح حکم سے مطلع فرمائیں۔

(۲) گھر میں اگر کوئی مرجاتا ہے تو لوگ گھڑے وغیرہ دیگر برتنوں میں رکھا پانی پھینک دیتے ہیں اسے پینے کے لائق نہیں سمجھتے ہیں اگر کھانا پک رہا ہے یا پکا رکھا ہے تو اسے جانوروں کو کھلا دیتے ہیں اور اسے کھانے کے لائق نہیں سمجھتے ہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟

(۳) بیوہ عورت کو ایام عدت میں سر میں تیل ڈال کر کنگھی وغیرہ کرنا چاہیئے یا نہیں؟ نیز کپڑے وغیرہ دھو کر اور نہا کر پہننا چاہیئے یا نہیں؟ اگر سر میں کنگھی نہ کرے گی تو بڑے بال ہونے کے سبب سر اور بالوں کی حالت تو بڑی تکلیف دہ ہو جائے گی۔ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

سائل: محمد منہاج اللہ خاں

ساکن: کھمبول پوسٹ بھلیا بزرگ ضلع کھیری یوپی

تاریخ: ۷/اکتوبر ۱۹۸۵ء

استفتا میں جو سوالات کئے گئے ہیں ان سوالات کا مطالعہ کیجئے اور غور کیجئے ان سوالات کا تعلق، تہذیب وتمدن اور سماج ومعاشرہ سے ہے یا نہیں ہے اگر ان کا تعلق سماج ومعاشرہ سے نہیں ہے تو پھر بتایئے کہ سماجی اور معاشرتی تقاضے کیا ہو سکتے ہیں؟ اور یہ بھی غور کرنے کی بات ہے کہ ان سوالوں کے جوابات کوئی بھی مفتی تنقیدی شعور کے بغیر دے سکتا ہے یا نہیں ؟ اگر تنقیدی شعور کے بغیر کوئی جواب دے سکتا ہے تو پھر یہ بتایئے کہ تنقیدی شعور کی ضرورت کہاں کہاں پڑتی ہے؟ اور اس پہلو پر بھی غور کر لیا جائے کہ سوال اس قدر اہم ہے کہ اس کا جواب تحقیق کے بغیر نہیں دیا جا سکتا ہے۔ ان تمام پہلوؤں سے گزرنے کے بعد یہ بھی ضروری ہے کہ جواب ایسا ہونا چاہیئے جو سوال کے عین مطابق ہو۔ ان تمام باتوں پر غور کر لینے کے بعد یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس کا جواب تنقیدی شعور کے بغیر دیا ہی نہیں جا سکتا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے مذکورہ تمام پہلوؤں کو ذہن میں رکھتے ہوئے حضور تاج الشریعہ کا جواب دیکھیں اور غور سے پڑھیں۔

الجواب: رف عام پر نظر شاہد کہ چہلم وغیرہ کے کھانا پکانے سے لوگوں کا مقصد میت کو ثواب پہونچانا ہوتا ہے اسی لئے یہ فعل کرتے ہیں چنانچہ اسے فاتحہ کا کھانا اور چہلم کی فاتحہ کہتے ہیں اور بلا شبہ اس نیت سے کھانا پکانا کار خیر ہے اور تحقیق یہ ہے کہ صرف فقرا ہی پر ایسے کھانوں کے تصدق میں کوئی ثواب نہیں بلکہ اغنیا کو کھلانا بھی ثواب کا کام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فی ذات کبد حری اجر ہر گرم جگر میں ثواب ہے یعنی جس زندہ کو کھانا کھلائے گا پانی پلائے گا ثواب پائے گا۔ اخرجه البخاری ومسلم عن ابی هريرة واحمد عن عبد الله بن عمرو وابن ماجه بن سراقه بن مالک رضی اللہ عنهم۔ حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فیما یاکل آدم واجر وفیما یاکل السبع اجر والطیر اجر جو کچھ آدمی کھا جائے اس میں ثواب ہے اور جو کچھ درندہ کھا جائے اس میں ثواب ہے جو پرندہ کو پہونچے اس میں ثواب ہے۔ رواہ الحاکم عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنهما وصح سنده بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ھیں ما اطعمت زوجک فھو لک صدقة وما اطعمت ولدک فھو لک صدقة وما اطعمت خادمک فھو لک صدقة وما اطعمت نفسک فھو لک صدقة جو کچھ تو اپنی عورت کو کھلائے وہ تیرے لئے صدقہ ہے اور جو کچھ اپنے بچوں کو کھلائے وہ تیرے لئے صدقہ ہے اور جو کچھ اپنے خادم کو کھلائے وہ تیرے لئے صدقہ ہے اور جو کچھ تو خود کھائے وہ تیرے لئے صدقہ ہے اخرجه الامام احمد والطبرانی فی الکبیر بسند صحیح عن المقدار بن معدیکرب رضی اللہ تعالی عنه رد المحتار میں بحر الرائق سے ھے صرح فی الذخیرة بان التصدق علی الغنی نوع قربة دون قربة الفقیر در مختار میں ھے الصدقة لا رجوع فیها ولو علیٰ غنی لان المقصود الثواب مجمع بھار الانوار میں توسط شرح سنن ابی داؤد سے ھے ما تصدقت به علی الفقیر ای غالب انواعها کذالک فانها علی الغنی جائزة عندنا یثاب

بہ بلا خلاف اور مدار کار نیت پر ھے انما الاعمال با لنیات تو کچھ کھانا فاتحہ کے لئے پکایا گیا بلاتے وقت اسے بلفظ دعوت تعبیر کرنا اس نیت کو باطل نہ کرے گا۔ جیسے کسی نے اپنے بھائی بھتیجوں کو عید کے دن کچھ روپیہ دل میں زکوٰۃ کی نیت اور زبان سے عیدی کا نام لے کر دیا۔ تو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ عیدی کہنے سے وہ نیت باطل نہ ہو گی کما نصوا علیہ فی عامۃ الکتب معہذا اپنے قریبوں، عزیزں کی مواسات بھی صلہ رحم موجب ثواب ہے اگرچہ وہ اغنیا ہوں اور آدمی جس امر پر خود ثواب پائے وہ کوئی فعل ہو اس کا ثواب میت کو پہونچا سکتا ہے الاصل ان کل عبادۃ مالہ جعل ثوابہا لغیرہ ان نوا ھا لنفسہ الظاہر الا لہ یہاں سے ظاہر ہوا کہ اس فاتحہ کا کھانا غنی کے لئے حرام نہیں اسے بھی کھلا سکتے ہیں اور دعوت بھی دے سکتے ہیں اگرچہ افضل یہی ہے کہ صرف فقرا پر تصدق کرے کہ مقصود صرف ثواب ہے وہ صرف فقیروں کو کھلانا مناسب تر ہے کہ اس میں ثواب اکثر ہے پھر بھی اصل مقصود دل میں جب کہ نیت دل میں ثواب پہونچانا ہے۔ ہاں جسے یہ مقصود ہی نہ ہو اور محض فخر و مباہات و نام و نمود کا قصد ہو تو اس کی حرمت میں اصلاً کلام نہیں۔ حدیث صحیح میں ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن طعام المتبائنین قال المناوی با الضیافۃ فخرا وریاء لانہ للرباء لا للہ یعنی جو کھانے تفاخر وریا کے لئے پکائے جاتے ہیں ان کے کھانے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اخرجہ ابو داؤد والحاکم باسناد صحیح اور جو کھانے بے نیت ایصال ثواب محض دعوت و مہمانداری کے طور پر شادیوں کے کھانے کی طرح پکاتے ہیں انہیں ثواب سے کچھ علاقہ نہیں ایکی دعوت کو قبول نہیں کرنا چاہیئے کہ ایسی دعوتوں کا محل شادیاں ہیں نہ غمی، لہٰذا علما فرماتے ہیں کہ یہ بدعت سیئہ ہے، مگر بے دلیل واضح کسی مسلمان کے لئے یہ سمجھ لینا کہ یہ کام اس نے تفاخر و ناموری کے لئے کیا ہے جائز نہیں کہ قلب کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام۔ مراقی الفلاح وغیرہ کتب مستندہ میں ہے وھذا لفظ المراقی تکرہ الضیافۃ من اھل المیت لانہا شرعت فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ وقال علیہ السلام لاعقر فی الاسلام وھو الذی کان بعض عند القبر بقرۃ وشاۃ بالجملہ ثواب پہونچانے کی نیت سے کھانا پکانا، کھلانا اس کی دعوت دینا جائز و مستحسن ہے بلکہ خود حدیث سے ثابت ہے تو مسنون ہے۔ طحطاوی علی المراقی میں ہے علی انہ عارضہ مارواہ الامام احمد ایضاً بسند صحیح وابو داؤد وعن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ فلما رجع استقبلہ داعی امرأۃ فجاء جئی بطعام فوضع یدہ ووضع القوم فأکلوا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلوک اللقمۃ فی فیہ الحدیث فھذا یدل علی اباحتہ صنع اھل المیت الطعام والدعوۃ الیہ الخ یعنی اہل میت کی طرف سے مہمانداری کی کراہت کا حکم جو متن میں گزرا اس کے معارض میں وہ حدیث ہے جسے امام احمد اور ابوداؤد نے عاصم بن کلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا

ہے اور وہ ایک صحابی انصاری سے راوی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ کے پیچھے نکلے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پلٹے میت کی عورت کا قاصد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو حاضر ہوا اور دعوت دی تو سرکار اس کے یہاں تشریف لائے اور کھانا حاضر کیا گیا تو سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے اس میں دست اقدس رکھا اور لوگوں نے اپنے ہاتھ اس میں رکھے تو لوگوں نے وہ کھانا کھایا اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام نوالہ کو چبارہے تھے۔ تو یہ حدیث کھانا پکا کر اہل میت کی طرف سے دعوت کی اباحت پر دلالت فرماتی ہے نیز اسی طحطاوی میں ہے وفی شرعة الاسلام والسنة ان یتصدق ولی المیت قبل مضی اللیلة الاولیٰ بشئی مما تیسر له ویستحب ان یتصدق علی المیت بعد الدفن الی سبعة ایام کل یوم بشئی مما تیسر ھذا کلہ ملخص مافی الفتاوی الرضویہ بتصرف وزیادۃ منا واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) پانی پھینکنا ناجائز و گناہ اور وہ خیال محض بیہودہ خیال ہے جسے دور کرنا لازم واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) موٹے دندانوں کے کنگھے سے بال کاڑھ سکتی ہے جب کہ زینت کا قصد نہ کرے اور بے خوشبو کا تیل بھی بہ ضرورت بے قصد زینت ڈال سکتی ہے اور بے خوشبو کا تیل نہ ہو تو بہ ضرورت خوشبو دار بھی ڈال سکتی ہے اور نہانا اور کپڑے دھونا دھلے ہوئے کپڑے پہننا جو عام طور سے گھروں میں عورتیں پہنتی ہیں اور ان سے زینت نہیں ہوتی جائز ہے ہندیہ میں ہے قال شمس الائمة المراد من الثیاب المذکورہ ماکان جدیدا منھا تقع به الزینة فلا بأس به کذا فی المحیط اسی میں ھے ان متشطت من الطرف الذی انسانه منفرجة لابأس به وانما یکرہ الامتشاط بالطرف الأخر لان ذالک یکون الزینة کذافی فتاوی قاضی خاں اسی میں ھے انما یلزم الاجتناب فی حالة الاختیار امافی حالة الاضطرار فلابأس بھاان شتکته رأسھا او عینھا فصبت الدھن او اکتحلت لاجل المعالجة فلا بأس به ولکن لا تقصد به الزینة کذافی المحیط واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ ۸ر صفر ۱۴۰۶ھ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی عبد الرحیم بستوی غفر والقوی

۸ر صفر ۱۴۰۶ھ

حضرات قارئین کرام!

جناب منہاج اللہ خاں کا ''استفتاء'' اور حضور تاج الشریعہ کا جواب آپ کے مطالعہ سے گزرا۔ اس جواب سے آپ نے اس بات کا اندازہ لگایا ہوگا کہ حضور تاج الشریعہ کے جواب میں کس قدر بلند تنقیدی شعور پایا جاتا ہے اور انفرادی، سماجی، معاشرتی زندگی میں نکھار اور پاکیزگی لانے میں کتنا اہم رول ادا کررہا ہے؟ حضور تاج الشریعہ کی ذات و شخصیت تو بہت بلند ہے ان کے تعلق سے کسی طرح کی کوئی گفتگو کرنا یا تبصرہ سے کام لینا سورج کو چاند دکھانے کے مترادف ہے مگر ایک جوزمینی حقیقت ہے اسے بیان کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے اور وہ حقیقت یہ ہے کہ مفتی کوئی بھی

ہو کسی چھوٹے ادارہ کا ہو یا کسی بڑے ادارہ کا ہو یوپی کا ہو یا بہار و بنگال کے کسی علاقہ کا تنقیدی شعور کے بغیر کسی استفتاء کا جواب نہیں دے سکتا ہے اس لئے کہ مفتی کے لئے کچھ چیزیں ضروری ہوا کرتی ہیں مثلاً:

(الف) مفتی کے لئے فکر و تامل، غور خوض ضروری ہے کہ انہیں سوالات کے ہر ایک پہلو پر غور کرنا پڑتا ہے اس کے بعد جواب کا خاکہ ذہن میں تیار کرنا پڑتا ہے

(ب) مفتی کے لئے یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ وہ تساہلی سے کام نہ لے بلکہ تحقیق سے کام لے قرآن پاک کی آیات، احادیث پاک، فقہی جزئیات کی تلاش کرے یہ ظاہری صورت میں تو تحقیق ہے مگر حقیقت میں تنقید ہے اس لئے کہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ تحقیق کے دوران جو مفتی جتنی گہرائی میں جاتا ہے اسی قدر اس کی تنقید بلند ہوتی ہے جو دبائے نہیں دبتی ہے۔

(ج) مواد کی فراہمی کے بعد مفتی جواب لکھنا شروع نہیں کرتا ہے بلکہ اپنے تنقیدی شعور کو بروئے کار لاتے ہوئے سوال و جواب کے مابین مطابقت کی صورت نمایاں کرتا ہے اور مطابقت کی یہ صورت خالص تنقیدی شعور پر موقوف ہوتی ہے۔ مطابقت نمایاں کرنے کے لئے کبھی لفظوں کے نوک و پلک پر مفتی کی نظر رہتی ہے اور کبھی جملہ و تراکیب کی تراش و خراش پر، کبھی اسلوبیات پر مفتی کی نظر رہتی ہے اور کبھی اس کے معنیاتی نظام پر معاملہ اسی پر سمٹ نہیں جاتا ہے بلکہ اس کی نظر مثال، مشاہدہ اور استدلال پر بھی ہوتی ہے۔

(د) کسی بھی استفتا کا جواب مفتی اس وقت لکھتا ہے جب اس کی فکر اعتدال پر رہتی ہے اور اس کی سوچ میں اثبات کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔

(س) مفتی اس قدر ارزاں نہیں ہوتا ہے جس قدر ارزاں ہماری جماعت کے بعض افراد تصور کرتے ہیں۔ تقریر کرنا آسان ہے۔ نعت خوانی اس سے بھی زیادہ اور چلتے اداروں کا ناظم اعلیٰ اور نگراں بننا اور بھی زیادہ، مگر مدرس اور مفتی بننا ہتھیلی پر سرسوں جمانے کے مترادف ہے۔

(ص) مفتی استدلال کے تمام طریقوں سے واقف ہوتا ہے۔ استدلال کے دوران کبھی اس کی نظر لفظوں پر ہوتی ہے اور کبھی عبارت کے مختلف پہلوؤں پر۔ مفتی کبھی سیاقت کلام کو دیکھتا ہے اور کبھی اشارت اس کا مطمع نظر ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے مفتی نص کی اقتضا پر اپنی توجہ مبذول کرتا ہے۔ اس کے علاوہ مفتی کنائی اسلوب کو بھی اپنی نظر میں رکھتا ہے یہ سب کیا ہے؟ تنقیدی شعور ہی تو ہے جس کے احساس و بیداری سے اس کی شخصیت میں نکھار اور ندرت آتی ہے۔ کوئی مفتی کی شخصیت کو نظر انداز کر دے ایسا ممکن ہی کب ہے؟ کسی دانشور کی نگاہ میں اس نظر اندازی کی کوئی وجہ نہیں۔

یہ جو باتیں اوپر ذکر کی گئیں ہیں عمومی طور پر ہر ایک مفتی کی شخصیت میں پائی جاتی ہیں۔ اب رہی بات اس مفتی کی جو سب مفتیوں میں اعلیٰ ہوتا ہے ماشاء اللہ ان کے تنقیدی شعور کا کیا کہنا اس کا معیار تحقیق تو خیر بہت زیادہ اعلیٰ و ارفع ہوتا ہے۔

حضور تاج الشریعہ کا تنقیدی شعور جواب استفتا کے تناظر میں:

(الف) آپ نے اپنے جواب میں سب سے پہلے فاتحہ

تیجہ، اور چہلم کی عرفی حیثیت کا تعین فرمایا کہ ”لوگوں کا مقصد میت کو ثواب پہونچانا ہوتا ہے“

(ب) ثواب پہونچانے کی نیت سے جسے بھی کھانا کھلایا جائے اس کا ثواب میت کو پہونچتا ہے غنی کو کھلایا جائے یا کسی فقیر کو۔ کسی پرندہ کو کھلایا جائے یا درندے کو۔ اپنی بیوی کو کھلائے یا اپنے بچوں کو۔ یا خود کھالے کہ مدار کار نیت پر ہے انما الاعمال بالنیات

(ج) جب کسی امر پر خود کو ثواب ملتا ہے تو اس امر کے انجام دیتے وقت کسی غیر کو ثواب پہونچانے کی نیت کرسکتا ہے۔ اس میں شرعی طور پر کوئی قباحت نہیں۔

حضور تاج الشریعہ نے ان باتوں کو صرف سادگی سے نہیں پیش کیا کہ ایسا کرنا مزاج افتا کے مناسب نہیں بلکہ آپ نے اسے دلیل شرعی سے ثابت کیا۔ کہیں احادیث تو کہیں فقہی جزئیات سے اپنے جواب کو مزین کیا اور استدلال کے طریقوں میں سے آپ نے اس طریقہ کو پسند فرمایا جو اصول افتا کے عین مطابق ہے۔ ایسے موقع پر محض نام ونمود اور ریا کے لئے کھانا تیار کرنا اور ایصال ثواب کی نیت نہ کرنا اور مواقع شادی کی مانند لوگوں دعوت دینا غلط ہے اور ایسی دعوت کو قبول کرنا بھی جائز نہیں، مگر بغیر کسی دلیل واضح کے کسی مسلمان کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ اس کی نیت ایصال ثواب کی نہیں محض نام ونمود کی ہے کہ نیت کا علم اللہ پاک کو ہے۔ میں نے جواب کی مشمولات کو نہایت ہی آسان اور سلیس زبان میں بتادیا، مگر حضور تاج الشریعہ نے اسی بات کو فتوی کی زبان میں واضح فرمایا ہے اور اس طرح کہ جہاں جس لفظ کی ضرورت تھی اسے استعمال کیا اور جہاں ضرورت نہ تھی اسے استعمال نہیں فرمایا یہ بھی ان کے تنقیدی شعور کا ثمرہ ہے اور ان کے گہرے فکر ونظر کا نتیجہ ہے۔ یہ دولت سب کو نصیب نہیں ہوتی ہے اللہ پاک اسے عطا فرما دیتا ہے جو اس کا اہل ہوتا ہے یہ اس کا فضل ہے جو برستا بادل کی مانند برس رہا ہے یہ کس قدر انفرادیت کی بات ہے؟ کہ ہزار مفتیوں کی تحریروں میں حضور تاج الشریعہ کی تحریر پہچان لی جاتی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو تنقیدی شعور آپ کو ملا وہ کسی اور کو نہیں ملا۔ جسے نہیں ملا اسے اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ اس سے آنکھ ملائے۔ اللہ پاک تاج الشریعہ کو سلامت رکھے اور ان کے دم قدم سے برکتوں کا نزول فرمائے آمین ثم اٰمین



مولانا مفتی شمشاد احمد مصباحی، گھوسی

حضور تاج الشریعہ ''الفردہ'' کے آئینے میں

حضور تاج الشریعہ کی متعدد فکر انگیز تحریروں اور علمی بحثوں کو پڑھنے وسننے کا شرف حاصل ہوا، ہر تحریر علمی مواد سے لبریز اور ہر بحث تحقیقات کا اعلیٰ نمونہ ثابت ہوئی، حضور تاج الشریعہ کو تصنیف وتالیف اور بحث و تحقیق کا ذوق ورثے میں ملا ہے اس لیے ہمیشہ نئی نئی جہتوں سے نئے نئے موضوعات پر کام کرنے کی کامیاب کوشش فرماتے رہتے ہیں: حالیہ مہینوں میں آپ کی تازہ ترین تصنیف ''الفردہ فی شرح البردہ'' منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی ہے۔ یوں تو قصیدۂ بردہ کی بہت سے علماومشائخ نے مختلف زبانوں میں شرحیں لکھیں مگر تاج الشریعہ نے عربی زبان میں جس تحقیق و تفصیل کے ساتھ شرح فرمائی ویسی شرح ابتک میری نظر سے نہیں گزری، یہ شرح صرف لغوی، نحوی، صرفی، اور اعرابی تحقیقات پر مشتمل نہیں ہے بلکہ درحقیقت یہ شرح مختلف علوم وفنون کا بیش بہا خزانہ ہے، احادیث وآثار کا حسین گلدستہ ہے، سیرت نبوی کے مختلف گوشوں کا احاطہ کرنے والا خوبصورت مجموعہ ہے، میں چاہتاہوں کہ ''الفردہ'' کے کچھ اقتباسات قارئین کی خدمت میں پیش کردوں تاکہ میری باتوں کی تصدیق بھی ہوجائے اور قارئین کے ذوق کو تسکین بھی مل جائے۔۔۔۔۔۔ حضور تاج الشریعہ نے کتاب کے شروع میں جہاں امام شرف الدین بوصیری کی جلالت شان کو بیان فرمایا ہے وہیں قصیدہ کے فوائد وبرکات اور اس کے پڑھنے کے آداب بھی تحریر فرمائے ہیں، اور پوری کتاب میں ہر ہر شعر کی شرح سے پہلے بَسْمَلَه اور ایک مختصر خطبہ کا بھی التزام فرمایا ہے جو آپ کے حسنِ ادب پر روشن دلیل ہے ۔۔۔۔قصیدہ بردہ کا پہلا شعر ہے۔

أمن تَذَكُّرِ جيران بذى سلم مزجت دمعاجرى من مقلة بدم

تاج الشریعہ اس شعر کی شرح سے پہلے شاعر کی حالت اور شعر کے پس منظر کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

جرّد الناظم الفاهم ههنا من نفسه شخصاً يخاطبه و كأنّ هذاا لشخص المجرّد كتم ما به من الهوى وأنكر ان يكون به شيئ من الهوى فخاطبه الناظم الفاهم وقرره بما ينكره لا بد أن تكون محبا وعاشقا و كيف تنكر ذالک و كيف يتأتى لک

إنکاره مع أن شأنک وحالک ینبئ عن فؤادک ویخبر أن قلبک منطوٍ علی محبة معشوق فقال: أمِن تذکّر الخ ۔۔۔۔ تاج الشریعہ نے اس مقام پر شعر کے ہر ہر لفظ کی شاندار نحوی، صرفی، لغوی، تحقیق فرماتے ہوئے تین اہم نکتوں کا افادہ فرمایا ہے جو درج ذیل ہے۔ قوله، مزجت من المزج والمزج هو الخلط ولکنّ بینهما فرقاًابدأه أهل المعرفة باللغة، فالمزج خلط الشیئینِ بحیث یتکوّن منهما حقیقة واحدة کما إنک تمزج الماء باللّبن والأقط بالسمن أوِ العسل ویتکوّن بهذا کله حقیقة واحدة والخلط أعم من هذا، تقول خلطت الدراهم بالدنانیر فالدراهم والدنانیر مخلوطة ولکن بخلطهما لاتتأتی حقیقة واحدة، فالدراهم بحالها والدنانیر بحالها والأمر فی الأول علی العکس إذا مزجت هذا بهذا اضمحل ما مزجته وصار شیأً واحداً، وهذا هو الفرق ۔۔۔۔ چونکہ مزجؔ اور خلطؔ کو عام عام طور پر ہم معنیٰ تصور کیا جاتا ہے اس لحاظ سے یہ فرق اہل علم کے لیے ایک نادر نکتہ ہے۔ دوسرا نکتہ "تذکّر" کی شرح کے ضمن میں بیان فرمایا۔ "والتذکّر" من الذِکرِ أو مِنَ الذُکرِ۔ والذِکرُ مایکون با للسان والذُکرُ ما یکون بالقلب۔ تیسرا نکتہ "بذی سلم" میں لفظ 'ذو' سے متعلق ہے۔ تاج الشریعہ کے الفاظ میں ان کی علمی بصیرت کی ایک جھلک دیکھیں، و أبدی العلماء فرقاً بین ذی وبین صاحب، بأنک إذا قلت، ذی سلم۔ ، فهذا الأسلوب ینبئی عن الشرف فی المضاف ولو قلت صاحب فالشرف فی المضاف إلیه کما یقال صاحب النبی صلی اللہ علیه وسلم۔

تاج الشریعہ نے اسے قاعدۂ کلیہ نہ مان کر قاعدۂ اکثری مانا ہے تاکہ قول باری سے نقض نہ وارد ہو۔ آپ فرماتے ہیں۔ ولکن أظن أنّ هذا أغلبیّ وهذا منقوض بقوله سبحانه وتعالیٰ (وما صاحبکم بمجنون) فی هذه ، الکلمة صاحب مضاف والشرف فی المضاف لا فی المضاف إلیه کما هو معلوم وصاحب، المراد به النبی صلی اللہ علیه وسلم وهو أشرف الأشرفین ۔۔۔۔ وکذالک ماادُعِیَ من أنه إذا قیل ذوفلان فالشرف فی "ذو" هذا منقوض أیضا بذی الخویصرة فلا شرف هنا فی المضاف ولافی المضاف إلیه (ماخوذ از الفردۃ ص ۷) قصیدہ بردہ کا شعر نمبر ۲۹/ رہے۔

"ظلمتُ سنّة من أحیی الظّلام إلی أن اشتکت قدماه الضر من ورم" شعر مذکور کی شرح میں تاج الشریعہ کا قلم اس طرح رواں دواں نظر آتا ہے جیسے عربی زبان وادب کے کسی بہت بڑے محقق کا قلم ہو جسکو برسہا برس کا تجربہ حاصل ہو، تاج الشریعہ کے الفاظ وعبارات کی فصاحت وبلاغت اور ان کی شگفتگی کی ایک جھلک دیکھیں۔ والظلم وضع الشيء فی غیر محله وله معنی آخر وهو النقص کمافی قوله تعالیٰ (ولاتظلمون فتیلا) ای ولا تنقصون فتیلا۔

والسُّنَّةُ ، الطريقة المسلوكة في الدين مطلقا، وله معنى آخر وهو ما ورد عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من قول أو فعل من غير أفتراض أو وجوب والمعنى ظلمت سنة من أحيي الظلام أي وضعت سنة النبي صلى الله عليه وسلم في غير محلها ـ وقد كان اللائق بي أن أتأسّى بسنّةِ النبيّ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأن أتوخاها وأن أعمل بها لكنيَ لم أعمل بها فكأني لعدم العمل بالسنة وضعتها في غير محلها وعلى المعنى الثاني وهو النقص المراد نقصت من أعمال السنة اى لم أصل سوىٰ فرض ولم أصم كما تقدم فتاكيداً للمعنى المتقدم قال: ظلمت سنة من أحيي الظلام إلى أن اشتكت قدماه الضر من ورم ومن أحيي الظلام إلى أن تورّمت قدماه هو سيدنا محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الذى خُوطِبَ من الله سبحانه وتعالىٰ على وجه التلطُّف والمحبة فقيل له (يا أيُّها المزمل قُمِ اللّيل إلاّ قليلا) فأحيي الظلام أى أحيي الليل بالقيام إلىٰ أن تورمت قدماه الشريفتان وهو صلى الله عليه وسلم وان لم يزد على اثنتى عشرة ركعة كما ورد في صحيح البخاري وغيره ولكنه صلى الله عليه وسلم أطال القيام حتى اشتكت قدماه الضر من ورم وقوله أحيي ، المراد به ترکُ النومِ والسحرُ والقيامُ وإضـاءة الليل المظلم بالعبادة لأنّ العبادة كماتؤثر النور في وجه العابد كما ورد (من كثرت صلاته باللّيل حسن وجهه بالنهار) كذالک العبادة تؤثر النور في الزمن الذى يؤتى بالعبادة فيه

اس مقام پر حضور تاج الشریعہ نے علم معانی وبیان کی بحث بھی بڑی مہارت کے ساتھ تحریر فرمائی ہے اور شعر مذکور میں کئی جہتوں سے محسّنات لفظیہ ومعنویہ کو بڑی سلاست وروانی کے ساتھ انتہائی دلنشیں انداز میں بیان فرمایا ہے۔

امام شرف الدین بوصیری نے اس شعر میں صرف پائے مبارک کے ورم کا ذکر کیا تھا، مگر حضور تاج الشریعہ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اسکی پوری کیفیت بیان فرمادی جس سے آپ کے تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے۔(ماخوذ از ص ۵۸/۵۹)

قصیدہ بردہ کا ۳۴واں شعر ہے

محمد سيد الكونين والثقلين والفريقين من عرب ومن عجم

اس مقام پر بھی شعر کے ہر ہر لفظ کی ایسی تحقیقی شرح حضور تاج الشریعہ نے رقم فرمائی ہے کہ اہل علم اور ارباب بصیرت داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے، شرح کا وہ حصہ جو لفظ ''محمد'' کی تحقیق پر مشتمل ہے اس کا صرف ایک اقتباس ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں "محمد" إسم مفعول من حمّد إذا حَمِدَ مــرة بعد أخرى، فهو مبالغة، ثم نقل إلى الاسمية فسُمِّيَ به النبيُّ صلى الله عليه وسلم لأنه محمود في خَلقه وفي خُلقه قال القاضي عياض في الشفا: حُمِيَ إسمُ محمد ولم يسمَّ به أحد من العرب ولا غيرهم إلى أن شاع قبيل وجوده وميلاده صلى الله عليه وسلم أنّ نبيّا يبعث إسمه محمد فسمىٰ قوم أبناء هم بذالک رجاء أن يكون أحدهم هو، والله يعلم حيث يجعل رسالته، ومصدر محمد التحميد من

"باب التفعیل" وخاصیتہ التکثیر وھو یقضی کونہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محمودا علی کل لسان من الانس والملک والجانّ بل یقضی أن یحمدہ کلُّ من یسبح ویحمد الرحمن من جماد ونبات وحیوان، قال جلّ من قائل: وإن مِنْ شئٍ إلّا یُسَبّحُ بحمدہ ولکن لاتفقھون تسبیحھم لأن التکثیر جریر یقود الاطلاق وحبل یجرّ التکثیر وھذا بعموم رسالتہ جدیر فجاء ت التسمیۃ علی وفاق مقتضی الرسالۃ التی أحاطت بالآفاق فملأ ذکرہ الطباق، ولذالک قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مامن شئ الّا ویعلم أنّی رسول اللہ الا مردۃ الجنّ والإنس وھو محمود الکل علی الدوام بمقتضی تسمیتہ وعموم رسالتہ الی الأنام وھذا یقتضی ان لایکتنہ کنھہ ولا یعرفہ حق المعرفۃ إلّا مَن خلَقَہ (ماخوذ از الفردۃ ص ۶۷/۶۸)

شعرِ مذکور کی شرح میں "سید الکونین" پر بھی ایک ذمہ دار شارح کی حیثیت سے نہایت فاضلانہ بحث کی ہے اور علامہ خرفوتی اور امام قرطبی کے حوالے سے حضور علیہ السلام کی سیادت وقیادت اور دارین میں سرکار کی شان وشوکت کو متعدد وجوہ اور مختلف حیثیتوں سے جس والہانہ عقیدت ومحبت اور دلائل وبراہین کی کثرت کے ساتھ بیان فرمایا ہے وہ نہ صرف آپ کے علمی کمالات، کثرت مطالعہ، جودۃ طبع پر روشن دلیل ہے بلکہ آپ کے عشق رسول کا واضح بیان بھی ہے، اس ضمن میں حضور علیہ السلام کے نور اور نورانیت کی بحث نے شرح میں چار چاند لگا دیا ہے، اس موقع کی ایک چھوٹی سی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

وکذا سیادتہ علیہ الصلاۃ و السلام بحسب نورہ الروحی فھو مفضّل علی الجمیع ثابت بالآثار وتکاثر الأخبار بل نورہ اللّطیف أصل أنوار جمیع الأنبیاء - وفی المواھب أیضاً عن عبد الرزاق عن جابر ماإجمالہ: إعلم أنّ اللہ تعالیٰ خلق نور نبیّنا علیہ الصّلاۃ والسلام قبل کلّ شیئ فخلق منہ القلم واللّوح والعرش وحَمَلَتہ والکرسی وسائر الملائکۃ والسماوات والأرض والجنۃ والنار وأیضاً نورأبصار المومنین ونور قلوبھم ونورأنفسھم (ماخوذ از الفردہ ص ۶۸/۶۹) قصیدہ بردہ کا ۳۵واں شعر ہے، نبیُّنا الآمرُ النّاھی فلا أحد أبرّ فی قولِ لا منہ ولا نعم۔

اس شعر کی شرح میں بھی حضور تاج الشریعہ نے زبردست علمی وتحقیقی کلام فرمایا ہے اور جابہ جا اپنی ذاتی تحقیقات پیش فرما کر امام احمد رضا کی جانشینی اور وراثت علمی کے حامل ہونے کا ثبوت پیش فرمایا ہے، اس مقام پر تاج الشریعہ نے نبی اور رسول کی تعریف اور ان کے درمیان نسبت پر محققانہ کلام فرمایا ہے اور پھر مواہب، مسامرہ شرح مسایرہ، الامن والعلیٰ اور المنجد کے حوالوں کی روشنی میں اپنی بحث کو نقطۂ عروج پر پہونچا دیا ہے، ایک مختصر عبارت ہدیۂ قارئین ہے۔

قال الأزھری: والنبیی والرسول وإن کان بینھما نوع مغایرۃ بالعموم والخصوص بحسب

المفهوم ولكنه شيئ واحد بحسب المصداق بالنسبة الى نبينا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولذالك وصفه الله سبحانه وتعالىٰ فی سورة الأعراف فقال:(الذين يَتَّبِعُونَ الرَّسولَ النَّبِيَّ الأُمِّي) الآية وبهذا ظهر الجواب بوجه اخر عن السؤال الذی تقدم ذكره۔(ماخوذ از الفردة ص ۷۰/۷۱)

بلاشبہ حضور تاج الشریعہ کی شرحِ قصیدہ بردہ علوم ومعارف کا ایک سمندر ہے اور میرا تبصرہ اس سمندر کا ایک قطرہ ۔پوری شرح آیات کریمہ، احادیث مبارکہ تفسیر قرآن، آثار صحابہ اور ارشادات ائمہ سے لبریز ہے، جگہ جگہ عقائد اہلسنت کا دلائل کی روشنی میں اثبات واظہار ہے اور شرح کے ضمن میں جو صرفی ،نحوی ،لغوی، تحقیقات ہیں وہ اس پر مستزاد۔میرے خیال میں پورے غیر منقسم ہندوستان میں قصیدہ بردہ کی عربی زبان میں ایسی تحقیقی ،تفصیلی اور معلوماتی شرح اب تک لکھی نہیں گئی، صرف شرح میں منقولہ احادیث کو اگر جمع کردیا جائے تو احادیث کا ایک ضخیم اور مستند ذخیرہ تیار ہوجائے ، اللہ رب العزۃ حضورتاج الشریعہ کا علمی فیضان جاری رکھے آمین۔

تاج الشریعہ اور رویتِ ہلال کے جدید مسائل:

نوٹ:۔۱۰ ستمبر ۲۰۰۲ء سے ۱۰/ اپریل ۲۰۰۵ء تک فقیر راقم السطور دار العلوم قادریہ غریب نواز ،لیڈی اسمتھ، ساؤتھ افریقہ میں تدریس وافتاء کی خدمت پر مامور تھا، ساؤتھ افریقہ میں قیام کے دوران اس امر کا مشاہدہ ہوا کہ ریڈیو،ٹی وی، انٹر نیٹ ، ودیگر آلات جدیدہ سے پورے ملک کے لیے رویت ہلال کے اعلان کے بعد آغازِ رمضان وعید کو لیکر زبردست انتشار واختلاف برپا ہوجاتا ہے،وہابی ، دیوبندی عید کرنے میں سب سے آگے نظر آتے ، بلکہ ان کی اکثریت عام طور پر سعودیہ کے اعلان پر عید کرلیتی اور جو بچ جاتے وہ ساؤتھ افریقہ کی دیوبندی جمیعۃ العلما کے اعلان پر ایک دن بعد عید کرتے، اس صورت حال کے سبب کئی مسلمانوں میں بھی اضطراب و بے چینی کی کیفیت پیدا ہوجاتی اور وہ خود کئی حصوں میں بٹ جاتے اور کچھ کو چھوڑ کر عوام اہلسنت کا ایک بڑا حصہ انہیں دیوبندیوں، وہابیوں کے اعلان پر عید کرلیتا اور ذرائع ابلاغ وجدید آلات کو دربارۂ رویت ہلال معتبر نہ ماننے کی وجہ سے علمائے اہل سنت کو تنقید کا نشانہ بناتا، اس طرح خود سنیوں میں بھی دو دن عید ہوجاتی، اسی انتشار وتقسیم کو ختم کرنے کے لیے دار العلوم قادریہ غریب نواز ،لیڈی اسمتھ، ساؤتھ افریقہ کے سالانہ جلسۂ دستار بندی کے موقع پر علمائے اہل سنت ساؤتھ افریقہ کی ایک اہم میٹنگ دار العلوم ہذا میں رکھی گئی، جس میں پیش آمدہ صورت حال کے تمام گوشوں پر کھل کر مباحثہ ہوا اور باتفاق رائے یہ طے پایا کہ اس سلسلے میں ایک تفصیلی سوالنامہ مرتب کیا جائے جس میں مفتیان کرام سے یہ پوچھا جائے کہ ”اگر پورے ملک کے لیے ایک قاضی کا تقرر ہوجائے اور وہ قاضی وحاکم، ثبوت شرعی وتحقیق رویت کے بعد کسی معتبر ذریعہ مثلاً ریڈیو، ٹی وی، ٹیلیفون وغیرہ سے اعلان کردے تو اس کا اعلان پورے ملک میں معتبر ہوگا یا نہیں۔ (کیوں کہ اس وقت اس کے حدود قضا میں پورا ملک داخل ہے)

فقیر راقم الحروف نے انہیں حالات کے پیش نظر ایک تفصیلی استفتا متعدد ممالک میں مختلف مفتیان کرام کی خدمتِ جلیلہ میں ارسال کیا مگر چار پانچ کے سوا سب نے جواب نہ

دینے میں عافیت سمجھی، اس موقع پر دو شخصیتوں نے انتہائی تحقیقی جواب سے شاد کام کیا، ایک تاج الشریعہ، دوسرے محدث کبیر، چونکہ اس وقت حضور تاج الشریعہ کا علمی تعارف مقصود ہے اس لیے صرف حضور تاج الشریعہ کا جواب من وعن ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں، آنے والے اوراق میں، پہلے میرا سوالنامہ پڑھیں، پھر حضور تاج الشریعہ کا جواب پڑھیں اور ان کے تبحر علمی کا جلوہ دیکھیں۔ (شمشاد احمد مصباحی)

بخدمت اقدس، حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری صاحب قبلہ جانشین حضور مفتی اعظم ہند۔۔۔۔۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ، ساؤتھ افریقہ آٹھ صوبوں پر مشتمل خط استواء کے جنوب میں واقع ہے، اس کا طول البلد ۱۸/درجہ شرقی سے ۳۳/درجہ شرقی تک اور عرض البلد ۲۲ درجہ جنوب سے ۳۶/درجہ جنوبی تک وسیع وعریض ہے۔

اکثر سعودی عرب میں چاند کا اعلان ایک دن پہلے کبھی دو دن پہلے ہو جاتا ہے، مشرق وسطی کے ممالک بھی اسے قبول کر لیتے ہیں امریکہ، افریقہ ویورپ میں ان کے عقیدت مند بھی اسے فوراً مان لیتے ہیں۔ پھر ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ پر زوردار اعلان کر کے مسلمانوں کے نمائندہ بن جاتے ہیں، ملکی اخبارات ومیڈیا بھی ان کے اعلان کے مطابق عید وغیرہ کا اعلان کر دیتے ہیں جس کے سبب خوش عقیدہ سنی مسلمانوں کے لیے کئی دشواریاں پیش آتی ہیں اور یہ خود کئی حصوں میں بٹ جاتے ہیں۔

کچھ تو وہ ہیں جو وہابیوں کے اعلان پر دانستہ یا نادانستہ رمضان وعید کر لیتے ہیں دوسرے وہ لوگ ہیں جو ان کے اعلان پر عید نہیں کرتے، مگر دیوبندی جمیعۃ العلماء کے اعلان پر عید کر لیتے ہیں۔ تیسرے وہ سنی افراد ہیں جو صرف اپنے شہر کے علما کے اعلان پر عید کرتے ہیں ان کی عید کبھی کبھی سعودیوں کی عید سے دو دن بعد اور ملک میں عام لوگوں کی عید سے ایک دن بعد ہوتی ہے۔ اہل سنت کے اس انتشار و تقسیم سے جماعتی سطح پر ہمارا بڑا نقصان ہوتا ہے۔

دوسری دشواری، سنی ملازمین وطلبہ کو چھٹی لینے میں ہوتی ہے، کیوں کہ ملک کا میڈیا ایک دن پہلے عید کا اعلان کر چکا ہوتا ہے اس لیے وہ ان کی باتوں پر یقین نہیں کرتے یا یہ لوگ ان کو قاعدے سے سمجھا نہیں پاتے کہ ہماری عید ایک دن بعد کیوں ہے۔

تیسری دشواری ائمہ وعلما کو ہوتی ہے کہ ان کی عوام ان کی بات نہیں مانتی، بلکہ کبھی کبھی خود مساجد کی کمیٹیاں بھی ائمہ کی اطاعت نہیں کرتیں اور وہ از خود اپنی مسجد میں اعلان کر دیتی ہیں۔

چونکہ ہر سال یا اکثر رمضان، عید الفطر، عید الاضحیٰ کے موقع پر پورے ملک میں انتہائی سورش اور جھگڑا لڑائی ہو جایا کرتی ہے حتیٰ کہ عوام، علما کے قابو میں نہیں رہتی، روزہ الگ چھوڑتی اور توڑتی ہیں، عید کی نماز تک قبل از وقت پڑھ لیتی ہیں۔ عوام کے ایمان کی سلامتی کے لیے کیوں نہ پورے ملک کی رویت ہلال کمیٹی تشکیل دی جائے اور کم از کم اپنے اہل سنت متحد رہیں، وہابی اور دیوبندی کی اقتدا نہ کریں۔

اس صورت حال کے پیش نظر حسب ذیل سوالات دریافت طلب ہیں؟

سوال نمبر (۱) پورے ملک کے اہل سنت کے علما کے اتفاق سے کسی ایک سنّی عالم کو پورے ملک کا چیئر مین (حاکم) بنایا جائے اور اس سنی صحیح العقیدہ عالم دین کی تحقیق رویت ہلال کے بعد اس کے شرعی اعلان پر پورے ملک کے اہل سنت رمضان وعید وغیرہ کریں۔ تو سنی علما کے وفاق سے ایک سنی صحیح العقیدہ عالم دین کو پورے ملک کا چیئر مین بنانا اور اس کے اعلان شرعی پر پورے ملک کے مسلمانوں کا عمل کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ زید کا کہنا ہے کہ پورے ملک کا ایک حاکم مقرر کرنا درست اور صحیح ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ فتاویٰ رضویہ میں حدیقہ ندیہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: إذا خلا الزمان من سلطانٍ ذی كفاية فالأمور مؤكلة الى العلماء ويلزم الامة الرجوإليهم ويصيرون ولة فإذا عسر جمعهم على واحدٍ استقلّ كل قطر باتباع علمائه فإن كثر وا فالمتّبع أعلمهم فإن استو وا أقرع بينهم (ج ۴/ص ۵۴۹/مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

ترجمہ:۔ جب زمانہ ایسے سلطان سے خالی ہو جو معاملات شرعیہ میں کفایت کر سکے تو شرعی سب کام علما کے سپرد ہوں گے اور مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اپنے ہر معاملۂ شرعی میں ان کی طرف رجوع کریں وہ علما ہی قاضی وحاکم سمجھے جائیں گے۔ پھر اگر سب مسلمانوں کا ایک عالم پر اتفاق مشکل ہو تو ہر ضلع کے لوگ اپنے علما کا اتباع کریں اگر ضلع میں زیادہ عالم ہوں تو جو سب میں زیادہ احکام شریعت کا علم رکھتا ہو اس کی پیروی ہوگی اور اگر علم میں برابر ہوں تو ان میں قرعہ ڈالیں“

امام اہل سنت سے منقول اس جزئیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر ملک کے تمام ضلع کے لوگ کسی ایک عالم پر متفق ہو جائیں تو مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اپنے ہر معاملۂ شرعیہ میں ان کی طرف رجوع کریں۔ وہی عالم، قاضی وحاکم اور سلطان اسلام سمجھا جائے گا اور شرعی سب کام اسی کے سپرد ہوں گے۔ اس سے پورے ملک کا ایک قاضی وحاکم بنانے کا جواز نکلتا ہے۔

اسی طرح پورے ملک کی مرکزی رویت ہلال کمیٹی بنانے کے جواز کے قائل حضرت مولانا مفتی وقار الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے بلکہ وہ ایک زمانہ میں پاکستان کی مرکزی رویت ہلال کمیٹی میں شامل بھی رہ چکے ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ: ”مرکزی رویت ہلال کمیٹی شرعی طور پر شہادت لیکر جب اعلان کر دے گی تو وہ اعلان پورے ملک کے لیے ہوگا“ (وقار الفتاویٰ جلد دوم کتاب الصوم ص ۴۲۰)

سوال نمبر (۲) مرکزی رویت ہلال کمیٹی یا اس کا چیئر مین، ثبوت شرعی فراہم ہونے کے بعد پورے ملک میں ٹیلیفون، فیکس، انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ اعلان کرے تو اس کا یہ اعلان معتبر ہوگا یا نہیں؟ زید کا کہنا ہے کہ فقہا نے جو تصریح فرمائی کہ ٹیلیفون، خطوط، اخبار اور ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ رویت ہلال کی خبریں غیر معتبر ہیں، بلاشبہ یہ حق ہے کیوں کہ وہ اپنے طور پر اس طرح کی خبریں شائع کرتے رہتے ہیں نہ وہ اعلان، شرعی تحقیق کے بعد ہوتا ہے نہ حاکم شرع کے حکم سے، اس لیے ایسا اعلان معتبر نہیں، لیکن اگر وہ اعلان حاکم شرع کے حکم سے ہو تو اس کے احکام اس سے مختلف ہوں گے۔

کیا یہ بات مسلّم نہیں کہ قاضیٔ شرع کے حکم سے اعلان

رویت کے لیے جو توپ داغی جاتی ہے، وہ معتبر ہے، لیکن سلطان اسلام یا قاضی شرع کے حکم کے بغیر کوئی شخص از خود انتیس ۲۹/ رمضان کو ہلال عید کے اعلان کے لیے توپ چھوڑدے تو کیا اس کا اعتبار ہوگا؟ ہرگز نہیں، یا کوئی ایک شخص چاند دیکھ کر حاکم شرع کے فیصلے سے پہلے ہی یا اس کے حکم کے بغیر پورے شہر میں اعلان کرتا پھرے کہ کل عید ہے۔ ہرگز معتبر نہیں ہوگا۔ لیکن سلطان اسلام یا قاضی کے فیصلہ کے بعد اعلان کرے تو معتبر ہوگا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص از خود پرچہ لکھ کر پورے شہر میں تقسیم کرے کہ کل عید ہے۔ معتبر نہیں، کیوں کہ خطوط سے رویت کا ثبوت نہیں ہوگا، لیکن اگر یہی خط یا پرچہ ثبوت شرعی کے بعد سلطان یا قاضی کے حکم سے لکھ کر شہر میں تقسیم کیا جائے تو معتبر ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں جب رویت ثابت ہوجاتی تو خود پرچہ لکھ کر شہر میں تقسیم کراتے۔ (فتاویٰ رضویہ چہارم ص ۵۳۲)

اگر باب رویت میں خطوط کا مطلقاً اعتبار نہ ہوتا تو کیوں پرچے لکھ کر تقسیم کیے جاتے؟ کیوں کہ یہ شبہ وہاں بھی پایا جاتا ہے کہ وہ پرچہ سیدی اعلیٰ حضرت کی طرف سے نہ ہو، کسی اور نے ان کے نام سے لکھ کر تقسیم کیا ہو جیسا کہ فقہا نے تصریح فرمائی۔ الخط یشبہ الخط فلم یحصل العلم (الاشباہ والنظائر) خط خط کے مشابہ ہوتا ہے، لہذا اس سے علم حاصل نہ ہوگا، ظاہر ہے یہ خطوط قاضی کی قضا سے پہلے حکم قضا صادر کرنے کے سلسلے میں معتبر نہیں نہ کہ فیصلہ صادر ہونے کے بعد اعلان کے لیے، ورنہ کیسے سیدی اعلیٰ حضرت اعلان رویت کے خطوط تقسیم کراتے اور اس کا اعتبار کرتے۔

فتاویٰ رضویہ شریف جلد چہارم میں ہے: لا یقضی القاضی بذلک عند المنازعۃ لأن الخط مما یُزَوَّرُ و یُفْتَعَلُ (رد المحتار)

قاضی جھگڑے کے وقت اس پر فیصلہ نہ کرے کیوں کہ خط میں کسی کی طرف جھوٹ منسوب کیا جاسکتا ہے اور بنالیا جاتا ہے۔

لہذا اب اگر رویت ہلال کمیٹی کا چیئر مین (حاکم) ثبوت رویت کے بعد اپنی تحریر، ثبوت رویت کے اعلان کے لیے پورے ملک میں جو اس کے دائرۂ عمل اور حدودِ قضا میں ہے تقسیم وارسال کرے یا فون وفیکس وای ۔ میل ۔ کرے تو اس کا اعتبار کیوں نہ ہوگا؟ سوال نمبر (۳) اگر کسی عالم کا ایک شہر میں ٹیلیفون اور پرچہ وغیرہ تقسیم کرکے اعلان کرنا ثبوت رویت کے بعد معتبر ہے تو دیگر بلاد میں کیوں نہ معتبر ہوگا جبکہ وہ دیگر بلاد بھی اس حاکم شرع کے دائرۂ عمل اور حدود قضا کے اندر ہوں اور اتنی دوری پر ہوں کہ شک وشبہ کی صورت میں کار، یا ہیلی کاپٹر وغیرہ کے ذریعہ جاکر تصدیق کرسکتے ہوں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی

شمشاد احمد مصباحی

خادم تدریس وافتا، دار العلوم قادریہ غریب نواز، لیڈی اسمتھ، ساؤتھ افریقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب:۔ زید کا قول صحیح ہے۔ پورے ملک کا ایک حاکم ہوسکتا ہے۔ یونہی قاضی القضاۃ بھی مقرر کیا جاسکتا ہے لیکن اس کا

مطلب یہ نہیں کہ ملک کے سب سے بڑے حاکم یا قاضی القضاۃ کے دیگر بلاد اور مقامات میں اس کے نُوّاب، امرا اور نائب قاضی نہ ہوں اور حاکم یا قاضی کا حکم یونہی تمام بلاد کے عوام کو پہنچ جائے بلکہ ہر زمانہ کا یہ دستور رہا اور ابتک یہ دستور چلا آرہا ہے کہ حاکم اسلام کے ہر ہر جگہ نُوّاب اور اس کے مقرر کردہ قاضی ہوتے ہیں جن کو اس کا حکم پہنچتا ہے اور ہر جگہ کا والی اور قاضی اس کے حکم کو عوام پر نافذ کرتا ہے، جس طرح تمام ملک کا ایک حاکم یا قاضی مقرر کرنا ممکن اسی طرح "مرکزی رویت ہلال کمیٹی" بھی قائم کی جاسکتی ہے، مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ملک کے اور شہروں میں اصلاً رویت ہلال کمیٹیاں نہ ہوں اور عوام از خود ایک ہی اعلان پر ہر شہر میں عمل کرلیں اور جب یہ امر اپنی جگہ مسلَّم ہے کہ سب سے بڑے حاکم کے ماتحت اور بلاد میں حُکّام اور سب سے بڑے قاضی کے تحت اور بلاد میں قُضاۃ ہوتے ہیں تو امور قضاء ہر ہر شہر میں ان قضاۃ کو مُفوّض ہوں گے اور وہی سب سے بڑے حاکم یا قاضی، شروط قضا کے متحقق ہونے کے بعد عوام پر نافذ کریں گے اور شروط قضا متحقق نہ ہوں تو ان نائبین کے نزدیک اس کا حکم متحقق اور قابل عمل ہی نہ ہوگا چہ جائیکہ اس کو وہ عوام پر نافذ کریں۔

عالم گیری میں ہے: ذكر في كتاب الأقضية إن كتب الخليفة الى قضاته اذا كان الكتاب فى الحكم بشهادة شاهدين شهدا عنده بمنزلة كتاب القاضى الى القاضى لا يقبل إلّا بالشرائط التى ذكرنا ها وأمّا كتابه أنّه وَلّى فلانا أو عزل فلانا فيقبل عنه بدون تلك الشرائط ويعمل به المكتوب اليه اذا وقع فى قلبه أنّه حق ويمضى عليه۔ (جلد ۳/صفحہ ۳۹۶)

ہمارے جزئیہ سے دستور مذکور کا ثبوت بہم پہنچا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سلطان اسلام کا حکم نامہ دوسرے شہر میں کسی قاضی کے لیے کچھ شرائط پر قابل عمل ہوتا ہے اور وہ کس صورت میں کتاب القاضی الی القاضی کے درجہ میں ہوگا یہ بھی ظاہر ہوا پھر مخفی نہ رہے کہ کتاب القاضی الی القاضی کے بارے میں یہ تصریح ہے کہ اس کا ثبوت اجماع سے برخلاف قیاس ہے۔

اسی ہندیہ میں ہے: يجب أن يعلم أنّ كتاب القاضى إلى القاضى صار حجة شرعا فى المعاملات بخلاف القياس لأنّ الكتاب قد يُفتعل ويُزَوَّرو الخط يشبه الخط والخاتم يشبه الخاتم ولكن جَعَلْنَاهُ حجة بالاجماع ولكن انما يقبله القاضى المكتوب إليه عند وجود شرائطه ومن جملة الشرائط البينة حتى أن القاضى المكتوب إليه لا يقبل كتاب القاضى مالم يثبت بالبينة انه كتاب القاضى۔ (ہندیہ، جلد ۳/صفحہ ۳۸۱)

یہی وجہ ہے کہ کتاب القاضی الی القاضی بشرط شہادت شرعیہ وتحقق دیگر شرائط مقبول ہے مگر رسول قاضی مقبول نہیں۔ اس جگہ اس امر کا خاص جزئیہ نقل کرنے کے بجائے مناسب سمجھتا ہوں کہ اعلی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ سے ایک تنبیہ ضروری نقل کردوں جو فوائد مہمہ پر مشتمل ہے جس سے فیکس وغیرہ کو کتاب القاضی پر قیاس کرنے کا حال بھی کھلے۔

چنانچہ اعلی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: تنبیہ چہارم۔ علما تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر میں بذریعہ خط خبر شہادت دینا صرف قاضی شرع سے خاص جسے سلطان نے فصل مقدمات پر والی فرمایا ہو یہاں تک کہ حکم کا خط مقبول نہیں

درمختار میں ہے: القاضی یکتب إلی القاضی وھو نقل الشھادۃ حقیقۃ ولایقبل من حَکَم بل من قاضٍ مُوَلّٰی قِبَلَ الامام الخ۔ ملتقط۔ فتح میں ہے: ھذا النقل بمنزلۃ القضاء ولھذا لایصح إلّا من القاضی۔ غیر قضاۃ تو یہیں سے الگ ہوئے، رہے قاضی تو ان کی نسبت صریح ارشاد کہ اس بارے میں نامۂ قاضی کا قبول بھی اس وجہ سے ہے کہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے برخلاف قیاس اس کی اجازت پر اجماع فرمالیا ورنہ قاعدہ یہی چاہتا تھا کی اس کا خط بھی انہیں وجوہ سے جو اوپر گزریں مقبول نہ ہو، اور پر ظاہر کہ جو حکم خلاف قیاس مانا جاتا ہے مورد سے آگے تجاوز نہیں کرسکتا، اور دوسری جگہ اس کا اجرا محض باطل وفاحش خطا، پھر حکم قبول حد سے گزر کر تار تک پہنچنا کیوں کر روا؟ ائمۂ دین تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ: اگر قاضی اپنا آدمی بھیجے بلکہ بذات خود ہی آکر بیان کرے کہ میرے سامنے گواہیاں گزریں ہرگز نہ سنیں گے کہ اجماع تو صرف دربارۂ خط منعقد ہوا ہے پیام ایلچی وخود بیان قاضی اس سے جدا ہے، امام علامہ محقق علی الاطلاق "شرح ہدایہ" میں فرماتے ہیں:-

الفرق بین رسول القاضی وکتابہ حیث یقبل کتابہ ولا یقبل رسولہ فلأنّ غایۃ رسولہ أن یکون کنفسہ وقدمنا أنّہ لو ذکر مافی کتابہ لذلک القاضی بنفسہ لا یقبلہ وکان القیاس فی کتابہ کذلک إلّاأنّہ أُجِیْزَ بإجماع التابعین علی خلاف القیاس فاقتصر علیہ۔ (فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۵۲۵/۵۲۶)

یہاں سے ظاہر ہوا کہ کتاب القاضی کا ثبوت بالاجماع برخلاف قیاس ہے اور جو چیز خلاف قیاس ثابت ہو وہ اپنے مورد پر مقتصر رہے گی، اس پر قیاس جائز نہیں جیسا کہ سطور بالا میں مفصلاً گزرا اور فتح القدیر سے اس کا جزئیہ بھی منقول ہوا "فتح القدیر" کے مندرجہ بالا جزئیہ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اسی فتح القدیر کا وہ جزئیہ جو کثیف پردے کے پیچھے چھپے ہوئے کسی شخص کی آواز سن کر گواہی دینے سے متعلق ہے جس کی عبارت یوں ہے: ولو سمع من وراء حجاب کثیف لایشِفُّ مِن وَرَائِہٖ ولایجوز لہ أن یشھد ولو شَھِدَ و فَسرہ للقاضی بأن قال سمعتہ باع ولم أَرَ شخصہ حین تَکلَّمَ لایقبلہ لِأَنَّ النغمۃ تشبہُ النغمۃ إلّا إذا أحاط بعلم ذلک لأنَّ المسوغ ھو العلم غیر أن رویتہ متکلماً بالعقد طریق العلم بہ فاذا فرض تحقق طریق آخر جاز۔ (فتح القدیر جلد۶ صفحہ ۴۶۳)

وہ اس صورت سے متعلق نہیں، تو جزئیہ اس پر منطبق ہی نہیں، اس سے قطع نظر کہ کتاب القاضی کا ثبوت برخلاف قیاس ہے، اس فتاوی رضویہ سے فتح القدیر کے اس جزئیہ کے مضمون سے متعلق ائمہ کا یہ فیصلہ بھی سن لیجیے جو یوں اسی فتاوی رضویہ میں منقول ہوا: "تبیین الحقائق پھر فتاوی عالم گیری میں ہے: ولو سمع من وراء الحجاب لایسعہ أن یشھد لاحتمال أن یکون غیرہ إذالنغمۃ تشبہ النغمۃ إلّا إذا کان فی الداخل وحدہ ودخل وعلم الشاھد أنہ لیس فیہ غیرہ ثم جلس علی المسلک ولیس لہ مسلک غیرہ فسمع إقرار الداخل ولایراہ لانہ یحصل بہ العلم وینبغی للقاضی ان فسر لہ ان لایقبلہ۔

(فتاوٰی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۵۲۹)

اور اگر فتح القدیر کا جزئیہ مذکورہ سے بوجہ استثناء مذکور بعلت احاطۂ علم ٹیلیفون کی خبر کو معتبر ہونا مقصود ہے تو بھی یہ جزئیہ اس صورت پر منطبق نہیں کما ھو ظاہر اور اس کا مختلف فیہ ہونا تبیین الحقائق اور عالم گیری کے جزئیہ منقولہ سے آشکار ہے اسی فتاوٰی رضویہ میں دربارۂ ٹیلیفون فرمایا:

"ٹیلیفون دینے والا اگر سننے والے کے پیش نظر نہ ہو تو امور شرعیہ میں اس کا کچھ اعتبار نہیں، اگرچہ آواز پہچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے۔ اگر وہ کوئی شہادت دے معتبر نہ ہوگی اور اگر کسی بات کا اقرار کرے تو سننے والے کو اس پر گواہی دینے کی اجازت نہیں، ہاں اگر وہ اس کے پیش نظر ہے جسے دوبدو آمنے سامنے سے تعبیر کرتے ہیں یعنی اس کی دونوں آنکھیں اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے ہوں، ایک دوسرے کو دیکھ رہا ہو اور ٹیلیفون کا واسطہ صرف بوجہ آسانی آواز رسانی کے لیے ہو کہ اتنی دور سے آواز پہنچنا دشوار تھا تو اس صورت میں اس کی بات جس حد تک شرعاً معتبر ہوتی اب بھی معتبر ہوگی مثلاً خود اپنی رویت کی شہادت ادا کرے تو مانی جائے گی اگر وہ مقبول الشہادۃ ہے"۔

(فتاوٰی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۵۲۹/۵۲۸)

جہاں تک سائل فاضل نے فیکس، ٹیلیفون وغیرہ کے متعلق ذکر کیا ان میں سے اکثر باتوں کا جواب روشن اور بعض باقی کا جواب اسی سے ظاہر، رہا سائل فاضل نے پرچے کو جو ذکر کیا اس کے متعلق خود فتاوٰی رضویہ کے یہ کلمات دیکھیں، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب مع سوال اس جگہ مرقوم ہوتا ہے:

"سوال حضرت مولانا ـــــ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! معروض خدمت شریف ہے کہ جناب والا کا ایک مختصر سا پرچہ جس پر جناب کی مہر لگی ہوئی ہے اور ایک سطر میں یہ عبارت مرقوم ہے (میرے سامنے شہادتیں گذر گئیں کل جمعہ کو عید ہے) خاکسار کو موصول ہوا اس کے متعلق فتوٰی شرعی دریافت طلب ہے کہ جس جگہ یہ پرچہ پہونچے تو وہاں کے لوگوں کو جمعہ کو عید کرنا لازم تھی یا نہیں؟ اور روزے توڑ دینا ضرور تھے یا نہیں؟ اور اس کی عام تشہیر اور دیگر بلاد میں اشاعت سے کیا مفاد تھا؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب:۔ وہ پرچے دیگر بلاد میں نہ بھیجے گئے، تقسیم کرنے والوں نے اسٹیشن پر بھی دیئے، ان میں سے کوئی لے گیا ہوگا، بعض لوگوں نے پیلی بھیت کے واسطے چاہا اور ان کو جواب دے دیا گیا کہ: جب تک دو شاہد عادل لے کر نہ جائیں پرچہ کافی نہ ہوگا اور بلاد بعیدہ کو کیوں کر بھیجے جاتے (جلد چہارم ص ۵۳۲) واللہ تعالیٰ اعلم"

یہیں سے یہ ظاہر ہوا کہ وہ پرچے شہر اور قرب وجوار شہر ہی کے لیے تھے، شہر سے قریب دوسرے شہر کے لیے بھی معتبر نہیں ہیں، یہی جواب توپ پر قیاس کا ہے کہ توپ کا اعتبار بعد تحقق رویت والی شہر کے حکم سے محض شہر اور حوالی شہر تک محدود رہے گا واللہ تعالیٰ اعلم ۔ قالہ بفمہ وأمر برقمہ

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ



مولانا عبدالرزاق پیکر رضوی، پٹنہ

شرح حدیث نیت: ایک تجزیاتی مطالعہ

حضور تاج الشریعہ خانوادۂ رضویہ کے جلیل القدر فرزند، عظیم المرتبت محدث، وسیع النظر فقیہ، بلند پایہ محقق، باکمال مصنف اور متبحر عالم دین ہیں، پھر ان فضائل وکمالات کے ساتھ تقویٰ وپرہیز گاری، رشد وہدایت، حق گوئی وبے باکی، حزم واتقا، تعلیم وتربیت، دعوت وتبلیغ دین، درس وتدریس اور اعلائے کلمۂ حق یہ وہ اوصاف جمیلہ ہیں جو آپ کی شخصیت میں نورعلیٰ نور کی طرح جگمگا رہے ہیں۔ خداوند قدوس نے آپ کو بے شمار محاسن اور خوبیوں سے نوازا ہے۔ آپ لوح وقلم اور تصنیف وتالیف کی اہمیت وافادیت سے کما حقہ واقف ہیں علم فقہ کی دولت ورثے میں پائی اس لئے دور طالب علمی ہی سے تحقیق وتلاش کی صلاحیت طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ آپ کی علمی جلالت اور ژرف نگاہی کا ایک زمانہ معترف ہے۔ اب تک پچاس سے زائد کتب ورسائل آپ کے زرنگار قلم کی زینت بن چکے ہیں۔ ہر تصنیف علم وتحقیق کا بہترین مرقع اور افادیت عامہ کا شاہکار ہے۔ انہیں تصانیف عالیہ میں ''شرح حدیث نیت'' بھی شامل ہے جو ایک بلند پایہ، جامع اور عمدہ تصنیف ہے۔ اور ہر خاص وعام کی نظر میں مقبولیت کی سند حاصل کر چکی ہے۔

''شرح حدیث نیت'' اپنے موضوع پر حضور تاج الشریعہ کی مختصر ومعرکۃ الآرا لیکن ایک لاجواب تصنیف ہے اور اصحاب علم ودانش کے درمیان ایک علمی چیلنج کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔

حدیث نیت کتب احادیث کی ایک مشہور ترین حدیث پاک ہے، اس لئے بیشتر علمائے حدیث نے اس کی قیمتی شرحیں لکھی ہیں۔ ظاہری بات ہے کہ جو حدیث پاک صحیح بخاری شریف کا سرنامہ ہو، اس کی اہمیت وافادیت اور قدر ومنزلت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں، یہی وجہ ہے کہ شارحین کرام نے اس کے معانی ومطالب میں تفصیل ووضاحت سے کام لیا اور گراں قدر علمی نکات سے اپنے دامن تحریر کو مالا مال کیا ہے، لیکن پیش نظر کتاب جس قدر علمی جواہر پاروں سے مرصع اور جتنے علوم متداولہ کا مخزن ہے اس کی نظیر بہت مشکل ہے۔ اسی جامعیت وہمہ گیری نے اس مختصر کتاب کو لاجواب بنا دیا ہے۔ ''گاگر میں ساگر بند کرنا'' ایک محاورہ ہے لیکن سرسری مطالعہ کے بعد یہ محاورہ اس کتاب پر پورے طور پر صادق آتا ہے۔ اس سے جہاں محترم مصنف کی علمی وجاہت، جودت طبع، قوت حافظہ، فقہی

تبحر، وسعت مطالعہ، فہم وذکا، بصیرت وزور بیانی اور تحقیقی مزاج ومنہاج کا پتہ چلتا ہے وہیں اس بات کا بھی بخوبی علم ہوتا ہے کہ حضور تاج الشریعہ کو تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد و کلام، معانی وبیان، تصوف وسلوک، منطق وفلسفہ، نقد ونظر، قواعد وانشاء، صرف ونحو، عرف ولغت اور زبان وادب جیسے علوم پر کامل تصرف ودسترس حاصل ہے، کیوں کہ اس تصنیف میں ان علوم متداولہ سے خوشہ چینی کی گئی ہے جس کی بیشتر مثالیں کتاب کے اوراق پر موجود ہیں۔

پیش نظر کتاب ''شرح حدیث نیت'' کا جو نسخہ میرے مطالعہ کی میز پر ہے وہ ڈبل ڈیمائی سائز میں محض 32 صفحات پر مشتمل ہے یہ عبدالنعیم عزیزی مرحوم سابق مدیر ماہنامہ سنی دنیا کے زیر اہتمام 1987ء میں اشاعت پذیر ہوا، اب تک ہندو پاک سے اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں جو کتاب کی ہمہ گیر مقبولیت کی روشن دلیل ہے۔ مطالعہ کی پہلی نظر سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کتاب موقع بہ موقع املا کرائی گئی تحریروں پر مشتمل ہے، مگر کسی مقام پر کسی طرح کی بے ربطی یا ناہمواری کا ذرہ برابر احساس نہیں ہوتا، یہ اس کتاب کے اسلوب بیان کی ایک خاص امتیازی خوبی ہے۔ تحریر ونگارش میں بالکل نیچرل اور قدرتی اسلوب اختیار کیا گیا ہے جو اس بات کا بخوبی احساس دلانے کے لئے کافی ہے کہ مصنف کو زبان وبیان پر بھرپور قدرت ومہارت حاصل ہے، اس سلسلے میں خود ان کا بیان ''پیش لفظ'' میں موجود ہے کہ:

''یہ فقیر ''انما الاعمال بالنیات'' کی شرح عزیزی عبدالنعیم عزیزی کو وقتاً فوقتاً لکھواتا رہا جسے وہ ماہنامہ ''سنی دنیا'' میں قسط وار شائع کرتے رہے اور مضمون مکمل ہو جانے پر انہوں نے یکجا کر کے ایک رسالہ کی شکل دے دی، جس کی فقیر کی اجازت سے کتابت کرالی گئی اور اب اسے بعنوان ''شرح حدیث نیت'' کتابی شکل میں منظر عام پر لایا جا رہا ہے تاکہ طلبہ اور عوام اس سے استفادہ کر سکیں''۔ (ص3)

اصل میں ''شرح حدیث نیت'' کا موضوعی تعلق فقہ الحدیث سے ہے اور یہ ایک اسم بامسمّیٰ کاوش ہے۔ علم فقہ کو تمام علوم دینیہ میں جو امتیازی مقام ومرتبہ حاصل ہے وہ کسی کی نظروں سے پوشیدہ نہیں۔ قرآن وسنت میں مختلف جہتوں سے اس کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا اس آیت میں بہت سے مفسرین کرام نے ''حکمت'' سے مراد فقہ لیا ہے یعنی جس کو علم فقہ دیا گیا اس کو خیر کثیر دی گئی، نیز حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''من یرد اللّٰہ بہ خیر أیفقہ فی الدین (متفق علیہ) کہ حق تعالیٰ جس خوش نصیب بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی فقاہت اور صحیح فہم وفراست عطا فرماتا ہے۔''

نیز دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

''فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد (ترمذی عن ابن عباس) کہ ایک فقیہ'' شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے'' کیوں کہ عابد کے زہد وورع سے خود اس کی ذات کو نفع پہنچتا ہے جب کہ فقیہ، خیر وشر، حلال وحرام اور دیگر مسائل شرعیہ کی تعلیم دے کر ہزاروں کو نفع

پہونچاتا ہے نیز عابد کی عبادت و ریاضت بلا بصیرت ہوتی ہے اس لئے شیطان پر بہت آسان ہے کہ وہ اس کو ضلالت و گمراہی کے گڈھے میں ڈھکیل دے اور شکوک وشبہات کے جال میں پھنسادے، مگر فقیہ، دینی مسائل کی معرفت کی وجہ سے بسا اوقات گمراہی سے محفوظ ہوجاتا ہے۔"

فقہ کی عظمت واہمیت کے باب میں حضرت امام شافعی کا مشہور قول کتابوں میں مذکور ہے، آپ فرماتے ہیں:

"العلم علمان الفقه للادیان وعلم الطب للابدان وماوراء ذلک بلغة مجلس کہ علم تو بس دو ہی ہیں ایک علم فقہ، جس کے بغیر احکام دین سے ناواقفیت رہ جاتی ہے اور دوسرا علم طب ہے جس سے صحت انسانی کی حفاظت وتعمیر ہوتی ہے اور بقیہ علوم تو صرف حظ نفس کا ذریعہ ہیں۔"

قول شافعی کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں علم بے حد ضروری ہیں کہ ان کی تحصیل ہر شخص کے لئے درجہ وجوب میں ہے اس کے علاوہ دیگر علوم درجہ کفایت میں ہیں، یہ مطلب نہیں کہ بقیہ علوم بے سود ولاطائل ہیں۔ ہر علم کی اپنی جگہ افادیت مسلم ہے، لیکن علم فقہ، علوم دینیہ میں اپنی غایت ومقصود کے اعتبار سے افضل ترین علم ہے۔

حضور تاج الشریعہ کی زندگی کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان پر زمانہ تحصیل علم سے ہی فقہی ذوق غالب رہا ہے۔ اس لئے زندگی کا بیشتر حصہ اس وادی پر خار میں گزارا یہاں تک کہ انہیں اسی ذوق طبیعت نے بریلی شریف سے "جامعہ ازہر" کی دہلیز تک پہنچایا اور وہاں مختلف فقہی اسکولوں کے مطالعہ وتحقیق میں سرگرداں رہے۔ دراصل یہ ذوق ان کے اندر حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے آغوش تربیت میں پروان چڑھا اور اسی دبستان فقہ میں اس نے بلوغت کی منزل بھی بحسن وخوبی طے کیا، یہی وجہ ہے کہ تاج الشریعہ کی فقہی جلالت وتبحر کا زمانہ آج بھی اعتراف کرتا ہے۔ اس سلسلے میں خود تاج الشریعہ کا اعتراف بھی شاہد عدل ہے، فرماتے ہیں:

"میں بچپن ہی سے حضرت (مفتی اعظم) سے داخل سلسلہ ہوگیا ہوں، جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد میں نے اپنی دلچسپی کی بنا پر فتویٰ نویسی کا کام شروع کیا۔ شروع شروع میں مفتی سید افضل حسین صاحب علیہ الرحمہ اور دوسرے مفتیان کرام کی نگرانی میں یہ کام کرتا رہا اور کبھی کبھی حضرت (مفتی اعظم) کی خدمت میں حاضر ہوکر فتویٰ دکھایا کرتا تھا کچھ دنوں کے بعد اس کام میں میری دلچسپی زیادہ بڑھ گئی اور پھر میں مستقل حضرت (مفتی اعظم) کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ حضرت کی توجہ سے مختصر مدت میں اس کام میں مجھے وہ فیض حاصل ہوا کہ جو کسی کے پاس مدتوں بیٹھنے سے بھی نہ ہوتا۔" (ماہنامہ "استقامت" کانپور مفتی اعظم نمبر ص ۱۵۱)

کتاب "شرح حدیث نیت" کا آغاز حضور تاج الشریعہ کے "پیش لفظ" سے ہوتا ہے جو محض چھ سطروں پر مشتمل ہے اس میں انہوں نے کتاب کے نفس مضمون اور

اس کے جمع وترتیب کے بارے میں اپنا عندیہ پیش فرمایا ہے، پھر مرکزی دارالافتا بریلی شریف سے وابستہ علمی شخصیت حضرت مفتی قاضی عبدالرحیم صاحب بستوی نے ''پیش گفتار'' کے عنوان سے کتاب کی اہمیت وافادیت اور صاحب کتاب کی خاندانی اور ذاتی علمی وجاہت وبزرگی پر نہایت مختصر مگر جامع روشنی ڈالی ہے جو ڈھائی صفحہ پر محتوی ہے۔

کتاب کی اصل ابتدا صفحہ سات سے ہوتی ہے سب سے پہلے ''حدیث انما الاعمال'' نقل ہوئی ہے جس میں نیت اور ہجرت کا واضح بیان موجود ہے پھر حدیث پاک کا سلیس، عام فہم اور رواں ترجمہ کرنے کے بعد مذکورہ حدیث کی کتابوں اور اسناد کی طرف خوبصورت علمی اشارے کئے گئے ہیں یعنی اس حصے میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ حدیث پاک کن کن کتابوں میں موجود ہے اور اس کے کون کون سے راوی ہیں، اس کے مطالعہ سے نہ صرف مصنف کا علمی وقار کھل کر سامنے آتا ہے بلکہ علم حدیث پر ان کے تبحر ووسعت مطالعہ کا نقش بھی ذہنوں پر قائم ہوتا ہے۔

نیت یعنی ارادۂ قلبی ہر عمل کی بنیاد ہے۔ اصطلاح شرع میں عبادت وبندگی کے ارادے کو نیت کہتے ہیں۔ لغت میں نیت کے معنی قصد، ارادہ اور عزم کے ہیں جو باہم مترادف الفاظ ہیں، لیکن محققین کے نزدیک اس کے معانی میں تھوڑا فرق ہے۔ ''عزم'' وہ ارادہ ہے جو فعل پر مقدم ہو۔ ''قصد'' وہ ارادہ ہے جو فعل سے متصل اور فعل کے ساتھ پایا جاتا ہو اور ''نیت'' وہ ارادہ ہے جو عمل سے متصل ومقترن ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں عمل کی غایت بھی ملحوظ ہو، مثال کے طور پر کسی مسلمان نے حج کا ارادہ کیا تو سفر شروع کرنے سے پہلے تک ''عزم'' ہے۔ سفر شروع ہونے کے بعد ''قصد'' ہے اور اگر اس میں یہ بات شامل ہے کہ یہ حج کا سفر ہے تو ''نیت'' ہے، اس لئے حضرت امام نووی نے ارادۂ قلبی کو نیت قرار دیا ہے۔

کوئی عمل اپنے انجام ونتیجہ کے اعتبار سے اتنا اچھا یا برا نہیں ہوتا جتنا حسن نیت کے اعتبار سے ہوتا ہے، جو عمل بغیر نیت کے ہو وہ محض مشقت سے زیادہ کچھ نہیں۔ صوفیا کے نزدیک اخلاص کے بغیر نیت بھی ریا وسمعہ اور نفاق ومعصیت کی مانند ہے اور صدق وتحقیق کے بغیر اخلاص بھی مکروفریب ہے، اس لئے جو شخص عبادت میں مشغول ہونا چاہتا ہے اس پہ لازم ہے کہ وہ پہلے حقیقت نیت سے شناسائی حاصل کرے، بعدازاں صدق واخلاص کی حقیقت جانے، کیوں کہ اس کے بغیر نجات وسعادت کا حصول ممکن نہیں، پھر اخلاص نیت صرف اعمال سے مختص نہیں ہے بلکہ افکار ومعتقدات اور جذبات وخیالات کے مقبول ومفید ہونے کے لئے بھی حسن نیت کی ضرورت ہے۔ اسی سبب سے امام بخاری علیہ الرحمہ نے حدیث نیت کو صحیح بخاری شریف کا زیب عنوان بنایا اور دین کے اس بنیادی مسئلہ کا ذکر فرمایا کہ تمام اعمال وعقائد کے مفید ومقبول ہونے کا مدار اخلاص نیت پر ہے۔ اگر نیت، خلوص وللٰہیت کے حسن سے مزین ہے تو وہ عنداللہ مقبول اور باعث اجر وثواب ہے، ورنہ وہ راکھ کا ڈھیر ہے۔

حضور تاج الشریعہ صرف ایک متبحر عالم دین ہی نہیں ہیں

بلکہ ایک عظیم محدث، نکتہ سنج فقیہ، بلند پایہ متکلم، عربی زبان وادب کے مزاج داں، جلیل القدر مدرس ومربی اور خدا ترس صوفی ومرشد کامل بھی ہیں، اس لئے ان کی شخصیت ''شرح حدیث نیت'' میں ہر رنگ میں جداگانہ شان کے ساتھ نظر آتی ہے۔ سب سے پہلے انہوں نے اپنی شرح میں حدیث نیت کی عمومی اہمیت بتاتے ہوئے طالبان حدیث کے لئے خصوصی اہمیت وافادیت اور علما کی عادت شریفہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے، اس ضمن میں بکثرت اقوال ائمہ کا ذکر بھی کیا ہے گویا پوری کتاب نقلی دلائل سے آراستہ ہے۔ اقوال ائمہ میں اگر کہیں کسی خاص وضاحت کی ضرورت در آتی ہے تو وہ موقع بہ موقع ان اقوال کی عالمانہ توضیح وتنقیح بھی فرماتے چلے جاتے ہیں، انہیں معلوم ہے کہ یہ کتاب صرف علما کے لئے نہیں ہے بلکہ طلبہ اور عوام کے لئے بھی لکھی جارہی ہے اس لئے ہر جگہ وہ ان کا خیال ضروری سمجھتے ہیں۔ انہوں نے نیت کے اثرات کو سمجھانے کے لئے ''روح البیان'' کے حوالے سے نوشیرواں کا واقعہ بھی درج کیا ہے جو اردو محاورہ ''جیسی نیت ویسا پھل'' کا عملی مصداق ہے، اس طرح انہوں نے عمل اور نیت کے باہمی ربط کو واقعہ کے حوالے سے مزین کرکے دکھایا ہے۔ حکایت نوشیرواں سے اثرات نیت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضور تاج الشریعہ نے اس حکایت سے ایک بڑا ہی دلچسپ اور ایمان افروز نتیجہ اخذ کیا ہے جو ان کے خداداد فہم وذکا اور بلند نظری پر دال ہے، فرماتے ہیں:

''اس حکایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طاعت، صلاح عالم کا سبب ہے اور کافر اگرچہ طاعت کا اہل نہیں اور نہ اس کا کوئی عمل صحیح ہے لیکن جب اس کے حسن نیت کا دنیا میں یہ اثر ظاہر ہوا جو اس حکایت سے صاف معلوم ہوا تو اولیائے کرام جو مجسم اللہ ورسول کی طاعت کی عملی تصویر ہیں، ان کے افعال حسنہ صلاح عالم میں کیسا دخل رکھتے ہوں گے، وہ اس حکایت سے ظاہر ہے۔'' (ص 10)

مزے کی بات یہ ہے کہ حضور تاج الشریعہ نے اپنے اس اہم نتیجہ کی پیش کش میں صرف عقلی دلیل سے کام نہیں لیا ہے بلکہ اسے آیت قرآنیہ، حدیث رسول اور ''روح البیان'' کے بیانوں سے بھی مدلل ومبرہن کیا ہے اور بجائے خود یہ علمی امانت ودیانت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

ایک دوسرے مقام پر حدیث نیت کی ہمہ گیر اہمیت وافادیت بیان کرتے ہوئے عمل کے اقسام دوگانہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

''سب اعمال دو قسم پر ہیں۔ قلبی اور قالبی یعنی جسمانی، اور نیت اعمال قلب کی اصل ہے اور اگر اس بات پر نظر کریں کہ تمام اعمال خواہ وہ عبادات ہوں یا عادات، ان کا ثواب اور ان کی قبولیت حسن نیت پر موقوف ہے تو اس بات کی گنجائش ہے کہ اس حدیث کو تمام علم اور دین کا مجموعہ قرار دیجئے۔'' (ص۔۸)

اس کتاب کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ حضور تاج الشریعہ نے بڑی دیانتداری کے ساتھ اس حدیث مشہورہ کے متون کو یکجا کردیا ہے اور تمام عبارتیں حوالوں کے ساتھ درج ہیں۔ ان کے پاس کتب احادیث اور اسناد کا وسیع مطالعہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ نقد ونظر اور بحث وتحقیق کے وقت حوالے کے

بغیر وہ ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھاتے۔حدیث کی کتابوں میں روایت کے متعدد طریقے ملتے ہیں، کبھی کوئی حدیث ایک ہی طریقے سے مروی ہوتی ہے اور بعض احادیث الفاظ کے تغیر وتبدل کے ساتھ چند طریقوں سے روایت کی جاتی ہیں ،پھر محدثین کرام کا طریقہ بھی مختلف ہے۔بعض محدثین کرام ایک ہی طریقے کی روایت پر اکتفا کر لیتے ہیں، چوں کہ اسی سے ان کا مقصد پورا ہو جاتا ہے لیکن بعض محدثین کرام مختلف طریقوں کو نہایت حزم واحتیاط اور علمی دیانت داری کے ساتھ اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں ۔یہ حقیقتاً حدیث میں اختلاف کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ راویان حدیث کے طریقۂ روایت میں فرق کا نتیجہ ہوتا ہے۔

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی قدس سرہٗ جو اپنے وقت میں ''امیر المومنین فی الحدیث'' کے مرتبے پر فائز تھے،ان کا خاص رنگ یہ ہے کہ کسی مسلۂ شرعیہ کے ضمن میں احادیث سے استدلال کرتے ہیں تو اگر کوئی حدیث کئی طریقوں سے مروی ہو تو اس کے تمام طریقوں اور راویوں کے ساتھ کتب واسناد کی بھی نشاندہی بھی فراہم کر دیتے ہیں ،ان کی عام کتب وفتاوی کا یہی اسلوب ہے جو علوم حدیث پر ان کے تبحر اور نہایت وسعت علمی کی روشن دلیل ہے۔چونکہ حضور تاج الشریعہ اسی حدیثی اسکول کے تربیت یافتہ ہیں، جس کی نشوونما میں حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی صحبت وفیض نظر نے تاریخی کردار ادا کیا، یہی سبب ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا یہ خاص فن،حضور تاج الشریعہ کی ہر تصنیف میں اپنا خاص رنگ جماتا ہوا نظر آتا ہے۔اس پہلو سے ان کی مشہور تصنیف ''حاشیہ بخاری'' کا مطالعہ آنکھوں کو خیرہ کر دیتا ہے، بلاشبہ علم وفن کی اس بلندی کو وہی شخص سر کر سکتا ہے جس کی نظر علوم حدیث پر مضبوط و مستحکم اور جسے وسعت مطالعہ پر عبور حاصل ہو،حضور تاج الشریعہ نے شرح حدیث نیت میں اس خاص رنگ کا خوب جوہر دکھایا ہے انہوں نے یہاں اختلاف روایت یعنی متون والفاظ میں تغیر وتبدل کی چار جہتوں کو ظاہر فرمایا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) انما الاعمال بالنیات

(۲) الاعمال بالنیات

(۳) الاعمال بالنیة

(۴) العمل بالنیة ،پھر ان ختلافات کی نشاندہی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''ان تمام عبارات کی مراد ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ دل یا بدن کا کوئی عمل اخذ وترک، قول وفعل، عبادات وعادات بغیر نیت کے نامقبول ونامعتبر ہیں اور ان پر ثواب حاصل نہیں ہوتا۔'' (ص۱۱)

مزید انہوں نے سلسلہ گفتگو آگے بڑھاتے ہوئے عمل کے اقسام دوگانہ کی روشنی میں انحصار ثواب کے متعلق نوعی بحث کی ہے اور اعتبار نیت کی خوبصورت علمی وضاحت کرتے ہوئے اصولیات سے برجستہ استفادے کی کوشش فرمائی ہے ۔خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے فقہ الحدیث کے تعلق سے علمی ترتیب کا خیال خاص رکھا ہے تاکہ تمام علمی گوشے قارئین کے ذہن نشیں ہو جائیں ،اس ضمن میں انہوں نے ''وضو بلا نیت'' کے جواز پر شاندار استدلال اور فقہ حنفی کی وکالت کا حق

ادا کر دیا ہے، پھر "فتاویٰ رضویہ" اور "در مختار" کے حوالے سے وضو میں نیت کی فقہی حیثیت اور اس کے ترک وعادت کو واضح کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"اعمال دو قسم کے ہیں، مقصود لذاتہ جیسے نماز وغیرہ عبادات بدنی ومالی، اس قسم میں بغیر نیت صیحہ کے جب ثواب نہ ملے گا یہ عمل بھی صحیح ہوں گے۔ اب دوسری قسم وہ عمل ہے جو دوسرے عمل کا وسیلہ ہو جیسے وضو بلا نیت جائز ہے اور اس وضو سے نماز درست ہوگی اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔" (ص ۱۲، ۱۱)

حضور تاج الشریعہ نے نیت کو لغت واصطلاح اور فقہی میزان پر تولتے ہوئے اقوال ائمہ کی وضاحت اور اس سے متعلق طویل بحث کی ہے جو گراں قدر علمی نکات سے مزین ہے اور ہر نکتہ خوب سے خوب تر ہے۔ مسائل وضو کو بطور مثال سامنے رکھ کر حدیث کی تنقیح کا بالکل سہل اور آسان طریقہ اختیار کیا ہے، ان کا مقصد یہ ہے کہ ساری باتیں ناظرین کے دلوں میں بخوبی اتر جائیں، ان کے سروں سے نہ گزریں اس لئے علمی رعب باندھنے کے بجائے اسلوب بیان کو سادہ اور سلیس ورواں رکھا گیا ہے، گویا یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ حدیث اخلاص ہے اور اس کی شرح وبیان بھی اخلاص کے نور سے مزین ہے۔

وضو میں نیت شرط ہے یا نہیں؟ حضرت امام شافعی وغیرہ کے نزدیک وضو میں نیت شرط ہے، اس لئے اگر کسی شخص نے بغیر نیت کے وضو کیا تو اس کا وضو درست نہیں اور جب وضو درست نہیں تو اس وضو سے نماز بھی درست نہیں ہوگی، گویا شافعیوں کے نزدیک اس حدیث کے مفہوم کا خلاصہ یہ ہے کہ جتنے بھی اعمال ہیں خواہ مقصودہ ہوں یا غیر مقصودہ سب کی صحت، نیت پر موقوف ہے اگر نیت ہے تو صحیح ورنہ فاسد، اس لئے وضو بھی بلا نیت صحیح نہیں ہے اس کے بر عکس فقہ حنفی میں وضو بلا نیت جائز ہے اور اس وضو سے نماز درست ہو جاتی ہے۔ اس اختلاف کی بنیاد پر حضرت امام ابو حنیفہ اور ائمہ ثلاثہ کے مابین متعدد مسائل میں بڑے بڑے اختلافات وقوع پذیر ہو جاتے ہیں، طرفین کے اپنے اپنے استدلال ہیں اور یہ بحث دونوں کے درمیان ایک طویل ومعرکۃ الآرا بحث ہے، لیکن حق بات یہ ہے کہ ان دلائل کی روشنی میں سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کا مسلک سب سے زیادہ قوی اور مضبوط ومستحکم ہے۔

حضور تاج الشریعہ نے فقہ شافعی کے سارے استدلات کو سامنے رکھتے ہوئے عقلی ونقلی دلائل کی روشنی میں فقہ حنفی کی قوت اور ترجیحی رجحان کو جس شاندار طریقے سے نمایاں کر کے دکھایا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔ مطالعہ سے احساس ہوتا ہے کہ حضور تاج الشریعہ نہیں بول رہے ہیں بلکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بول رہے ہیں وہی قطعیت علم، وہی لاجواب علمی گرفت، وہی مسکت ودنداں شکن جواب، استدلال میں وہی سرعت اور برجستگی کا انداز جو خاص اعلیٰ حضرت کا انداز ہے، گویا پوری تحریر اعلیٰ حضرت کی اسلوبیاتی فضا میں سانس لے رہی ہے، جس کو اعلیٰ حضرت کے روحانی اور حضور مفتی اعظم کا تربیتی فیضان سے تعبیر کرنا چاہیے۔

"شرح حدیث نیت" کے سرسری مطالعہ کے بعد یہ کہا

جائے کہ اس کی سطر سطر میں اعلیٰ حضرت کی روح مسکرا رہی ہے تو بجا ہوگا۔

مذکورہ طویل بحث سے فارغ ہونے کے بعد "فائدہ" کے عنوان سے حضور تاج الشریعہ نے متعدد ذیلی باتیں بتائی ہیں جن کا تعلق عملی طور پر کسی نہ کسی طرح نیت کرنے سے ہے یہ ساری باتیں ۱۳ فوائد پر مشتمل ہیں۔ یہ ۱۳ فوائد گویا انمول اور قیمتی نکات ہیں اور ہر نکتہ بالکل منطقی انداز میں علمی حوالوں کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ ردوہابیہ وغیرہ کے بھی بعض نکات بہت خوبی اور خوبصورتی کے ساتھ بیان ہوئے ہیں، فائدہ نمبر ۲ کے تحت فرماتے ہیں:

"زبان سے نیت کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابہ کرام سے منقول نہیں، مگر بکثرت علما نے اسے جمع عزیمت کے لئے مستحب فرمایا ہے جیسا کہ گزرا تو زبان سے نیت کرنا بدعت حسنہ ہے، یہاں سے معلوم ہوا کہ بدعت سیۂ ہی نہیں ہوتی بلکہ حسنہ بھی ہوتی ہے تو وہابیہ کا ہر بدعت کو سیۂ بتانا بے دلیل اور مسلمانوں پر ظلم عظیم ہے۔" (ص ۱۴)

حضور تاج الشریعہ نے نیت کے حوالے سے مسائل دینیہ کی وضاحت میں صرف بنیادی اصولوں سے کام نہیں لیا ہے بلکہ جزئیات پر بھی گہری نظر ڈالی ہے اور مثالوں سے مفاہیم کو تدریسی انداز میں روشن کر دیا ہے۔ لطف یہ ہے کہ ہر بات محض عقل ودرایت پر مبنی نہیں اور نہ قیاس کا ایجاد ہے بلکہ جو بات کہی گئی ہے، تفسیر وحدیث اور اقوال ائمہ وصوفیا کے حوالوں کی روشنی میں کہی گئی ہے۔ اس سے کتاب کی علمی، انتقادی اور تاریخی اہمیت فزوں تر ہوگئی ہے نثر تو بلند پایہ ہے ہی، ان کا خلوص بھی زبردست ہے جس سے اسلوب میں لطافت، جاذبیت اور تقویت کا رنگ نمایاں ہوگیا ہے۔ ایک مقام پر عمل اور نیت کی باہمی ربط پر صوفیانہ بیان کی یوں وضاحت فرماتے ہیں:

"بعض اہل حقیقت کا قول ہے کہ عمل آدمی کے جسم کا اللہ کی طرف چلنا ہے اور نیت دل کا اللہ کی طرف رواں ہونا ہے۔ دل بادشاہ ہے اور اعضائے جسم اس کی فوج ہیں اور بادشاہ بے فوج کے جنگ نہیں کرتا نہ فوج بے بادشاہ کے جنگ کرتی ہے۔" اس مثال سے ان کا مقصود عمل اور نیت میں ربط بتانا اور یہ سمجھانا ہے کہ عمل بغیر نیت کے بے سود ہے اور اسی طرح محض نیت بغیر عمل کے کارآمد نہیں یہ اس صورت میں جب کہ کسی عذر معقول ومقبول کی وجہ سے عمل نہ کر سکے جیسا کہ انما لکل امرئٍ مانویٰ (ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی) سے ظاہر ہے۔" (ص ۱۸،۱۷)

عبارت بالا میں صوفیانہ قول کی وضاحت جس بلیغ انداز میں کی گئی ہے اس سے قلب سلیم نہ صرف مطمئن ہوجاتا ہے بلکہ اس کی روحانی فرحت وتسکین میں یک گونہ اضافہ بھی ہوتا ہے۔ نیت کی تعریفات میں اقوال ائمہ کا تذکرہ بکثرت آیا ہے اور ان کی تشریحات میں اخلاقی نکات کے استنباط کی طرف زیادہ توجہ دی گئی ہے جو کتاب کا مقصود ہے۔ کوئی شخص نیت کے عنوان پر متعدد اقوال زریں یکجا کرنا چاہے تو یہ

کتابچہ اس کے لئے حد درجہ مفید ومعاون ثابت ہوگا۔ متن حدیث میں کنایات واشارات کی منطقی تعبیر اور تشریح جو اقوال ائمہ کے حوالے سے آئی ہے وہ بھی گراں قدر اور بے حد سریع الاثر ہے۔ مثال کے طور پر حدیث کے دوسرے جملہ انما لکل امرئ مانوی کے ضمن میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"حدیث کے اس جملے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعمال میں نیابت جاری نہیں ہوسکتی یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی کسی کے بدلے فرض نماز یا روزہ ادا کرے اور وہ اس دوسرے کا قرار پائے جس نے اسے نائب بنایا، حج وغیرہ بعض اعمال میں جو نیابت جاری ہوتی ہے وہ دوسری دلیل خاص کی بنا پر ہے۔" (ص ۱۸)

اس مقام پر حدیث پاک سے ماخوذ دو بنیادی قواعد کی وضاحت بھی بہت خوب ہے جس سے علم واعتقاد کے کئی مشکل عقدے بآسانی حل ہوجاتے ہیں۔ خاص طور سے حدیث پاک کی شان ارشاد یعنی موقتی بیان بھی بے حد دلچسپ ومرغوب ہے، طبرانی کے حوالے سے حدیث کے سبب ارشاد پر روشنی ڈالتے ہوئے دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"ایک شخص نے مدینہ کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا تھا تو اس عورت نے نہ مانا اور کہلوا بھیجا کہ وہ شخص جب تک ہجرت کرکے مدینہ نہ آجائے گا وہ اس سے نکاح نہ کرے گی، تو ان صاحب نے ان کے لئے ہجرت کی۔ سرکار نے ایسے قصد سے نفرت دلانے کے لئے ان سے تعریض کی اور ان کا نام ان کی پردہ پوشی کو نہ لیا اس لئے کہ ان کا یہ قصد ظاہر نہ تھا بلکہ وہ یہ بات دل میں رکھے ہوئے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ چھپی ہوئی برائی کو نہ ظاہر کرنا اور پردہ پوشی سرکار ابدقرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت جمیلہ ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام دلوں میں چھپی ہوئی باتوں پر مطلع ہیں اور یہ غیب دانی کا ایک شعبہ ہے جو سرکار کو بارگاہِ خداوندی سے بکثرت علوم کے ساتھ مرحمت ہوا ہے۔" (۱۹،۱۸)

غور کیجئے تو حدیث نیت چند الفاظ کا مجموعہ ہے مگر اس میں معارف ومعانی کا سمندر موجزن ہے۔ کسی کو یقین نہ آئے تو وہ "شرح حدیث نیت" کا مطالعہ کرے اور دیکھے کہ اس کے بے پایاں فوائد کی چمک دمک کس طرح دلوں کو حیران اور آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے، اس لئے تمام ائمہ کے نزدیک اس کے بے نظیر فضل وشرف اور عظیم قدر ومنفعت پر اتفاق رائے ہے، کسی نے اس حدیث پاک کو دین کی اصل عظیم قرار دیا تو کسی نے نصف دین، تو کسی نے ثلث دین سمجھا ہے۔ ابن مہدی کا قول ہے کہ اس حدیث کو علم کے تیس بابوں میں دخل ہے جب کہ امام شافعی کے نزدیک ستر ابواب میں، الغرض منافع کثیرہ کے باعث محدثین کرام اس کو "ام الاحادیث" میں محسوب فرماتے ہیں۔ حضور تاج الشریعہ نے جب حدیث نیت کے تینوں جملوں کے باہمی معنوی ربط پر غور کرنے کے بعد آخر میں اپنا یہ خیال ظاہر فرمایا ہے:

"غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں جملے آپس میں کیسے مرتبط ہیں اور ہر پچھلا جملہ اگلے جملے کی تائید کر رہا ہے اور ایسا لگتا ہے جیسے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اگلے جملے کی شرح کی طور پر پچھلا جملہ ارشاد فرمایا اور اس غور کے نتیجہ میں تم اس کلام کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فصاحت و بلاغت کا بے نظیر نمونہ پاؤ گے اور جوامع الکلم کے ساتھ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت کا سبب معلوم ہوگا۔" (۱۹)

حدیث نیت میں ہجرت الی اللہ کا ذکر آیا ہے جس کو نیت سے بہر تقدیر راست تعلق ہے اسے شارع نے نیت کی غایت سمجھانے کے لئے بطور مثال پیش فرمایا ہے۔ حضور تاج الشریعہ نے اس ضمن میں ہجرت کی توضیحی بحث فرمائی ہے اور حق بات یہ ہے کہ بے مثال بحث فرمائی ہے اس کے دائرے میں ہجرت کی لفظی ومعنوی اور اصطلاحی تعریف واقسام، تاریخی وشرعی تناظر، عرفی مفاہیم، فقہی احکام، اصلاحی ہدایات اور ہجرت سہ گانہ کی وضاحت وتشریح غرض کہ ان تمام چیزوں کا بیان نہایت خوبصورتی اور دلپذیری کے ساتھ آیا ہے اور کوئی بھی بیان حوالہ سے خالی نہیں ہے، اس ضمن میں ہجرت سے تعلق رکھنے والی بعض وہ احادیث جو کتابوں میں مذکور ہیں مثال کے طور پر

(۱) لاهجرة بعد الفتح

(۲) المهاجر من هجر مانهى الله عنه

(۳) لاتنقطع الهجرة حتى تنقطع التوبة

(۴) انقضت الهجرة لاهلها وغیرہ احادیث کریمہ کی علمی توضیح وتنقیح بھی نہایت مفید طریقے سے کردی گئی ہے جس کے مطالعہ سے فکروشعور کے متعدد خوشنما دریچے کھلتے ہیں اور اعتقاد وعمل کو قوت وتوانائی حاصل ہوتی ہے۔

توضیح اقوال کے تعلق سے خود مصنف نے اپنا نظریہ یعنی عطر مطالعہ بھی پیش فرمادیا ہے جو تشریح بالرائے ہرگز نہیں بلکہ تشریح بالاسناد ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ ہر مفہوم ومراد کو مثالوں کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے۔ حدیث پاک کی لسانی توضیح بھی بیحد مفید ومفیض ہے۔ قواعد سیبویہ کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی نحوی وصرفی افادیت، علم لسان وصوت کے اہم نکتے، اصول وقواعد کی منطقی تعبیرات پر جو گفتگو کی گئی ہے وہ خاص علمی اور لسانی بحث ہے اس کے تمام تر گوشے مدارس کے طلبہ کے لئے نہایت مفید وکارآمد ہیں، حد یہ ہے کہ حضور تاج الشریعہ نے حدیث نیت پر عروضی نظر بھی ڈالی ہے اور فن شعروعروض کے اعتبار سے مفاہیم کے بعض اہم گوشے متجلی ہوکر سامنے آئے ہیں جو منافع کثیرہ سے گراں بار ہیں۔

حدیث "نیت المومن خیر من عملہ" بہت مشہور عام حدیث ہے، حضور تاج الشریعہ نے "فائدہ" کے عنوان سے اس کی عمدہ اور نفیس بحث، "عمل سے بہتر کیوں"؟ پر نہایت فاضلانہ طریقے سے روشنی ڈالی ہے۔ گفتگو فقیہانہ بھی ہے اور عارفانہ بھی، گفتگو کا ہر پہلو بیش قیمت علمی نکات سے مرصع ہے۔ سب سے پہلے اصطلاح محدثین کی روشنی میں حدیث کی صحت کا جائزہ پیش کیا ہے پھر اقوال صوفیا وعرفا سے استفادہ کرتے ہوئے باحوالہ جات پانچ وجوہ سے مومن کی نیت کو

اس کے عمل سے بہتر قرار دیا ہے، کتاب کا یہ حصہ بھی مطالعہ سے تعلق رکھتا ہے، فرماتے ہیں:

”بعض عرفا کا قول ہے عام لوگوں کی نیت فضل وثواب کو بھول کر اغراض کو طلب کرنا ہے اور جاہلوں کی نیت یہ ہے کہ وہ بُری تقدید اور نزول آفت سے بچیں اور اہل نفاق کی نیت اللہ کے نزدیک اور لوگوں کے سامنے سنورنا ہے اور علماء کی نیت یہ ہے کہ وہ طاعات کو قائم کریں طاعت کا حکم دینے والے کی حرمت کی وجہ سے اور اہل تصوف کی نیت یہ ہے کہ وہ اپنی ان طاعتوں پر اعتماد نہ کریں جو ان سے صادر ہوتے ہیں۔“ (ص ۳۰)

حضرت مخدوم جہاں نے ”مکتوبات دوصدی“ میں نیت کی انہیں نزاکتوں کو یوں بیان کیا ہے:

”نیت کا علم نہایت باریک ولطیف ہے۔ ہر آدمی کی پہنچ وہاں تک نہیں ہوسکتی، صاحبان دل جو کچھ کرتے ہیں اپنی نیت کے اندازے سے کرتے ہیں اس لئے کہ ہر آدمی کی نیت اس کے ایمان کے اندازے سے ہوتی ہے۔ مقلد کی نیت اس کے تقلیدی ایمان کے اندازے سے اور دلیل والوں کی نیت اس کے استدلالی ایمان کے اندازہ سے، عارفوں کی نیت ان کے اپنے مشاہداتی ایمان کے اندازے سے ہوتی ہے۔“

(مکتوبات دوصدی ص ۴۸)

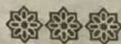
بلاشبہ دونوں اقتباسات کا مفہوم ومراد ایک ہی ہے، لیکن طرزِ اسلوب وبیان جداگانہ ہے۔ حضرت مخدوم جہاں کا بیان خاص عارفانہ رنگ لئے ہوئے ہے جب کہ حضور تاج الشریعہ کا طرزِ بیان ذرا مزید وضاحت کے ساتھ رونق دکھا رہا ہے، اس میں عالمانہ رنگ وروغن بھی ہے اور عارفانہ لطف وحلاوت بھی۔ یہیں سے پتہ چلتا ہے کہ حضور تاج الشریعہ کے علم ومطالعہ کی گہرائی وگیرائی اور علوئے فکر ونظر کی جامعیت وہمہ گیری کا عالم کیا ہے۔

کتاب ”حدیث شرح نیت“ کا اختتام ”تتمہ“ اور ”تنبیہ“ کے اضافی عنوان پر ہوتا ہے۔ ”تتمہ“ کے تحت نیت کے حوالے سے اخلاقی، نفسیاتی اور علمی مطالب بیان ہوئے ہیں جو سب کے سب صفائی قلب اور تزکیہ نفس کے طالبوں کے لئے نسخہ کیمیا ہیں۔ ”تنبیہ“ میں آنے والی بحث کا تعلق علم الاسناد کی اصولیات ومبادیات کے اشاروں سے ہے، یہ بحث سراسر علمی وفنی بحث ہے جو حضرت امام بخاری کے طریقہ روایت اور اس حدیث کے متن وسند کے بعض اہم علمی گوشوں پر محتوی ہے۔

الغرض کتاب کی پوری گفتگو اردو زبان میں سلاست وروانی کے ساتھ معقول و برجستہ اصطلاحات علمیہ سے آراستہ ہے۔ حوالہ جات کی فراہمی سے مطالعہ اور طریق تجزیہ کا خوش گوار اندازہ ہوتا ہے، یہاں حوالوں میں 21 کتب ورسائل اور شخصیات کے تحت 23 سے زائد اعلام مختلف مقامات پر تکرار کے ساتھ آئے ہیں۔ بعض اہم علمی نکات ایسے ہیں جو فقہ الحدیث میں عربی صوتیات وصرفیات

اور نحویات پر گہری و منفرد نظر رکھنے والے قلم سے ہی سامنے آسکتے ہیں۔ اس مختصر کتاب میں مصنف، محض محدث، فقیہ، متکلم، داعی اور مدرس ہی نہیں، علم تفسیر ولسانیات کا بڑا متبحر اور فاضل اجل نظر آتا ہے۔ کتابچہ پر "حل لغات" کا اہتمام بھی ہوجائے تو مزید مفید ہوگا۔

حضور تاج الشریعہ کی مفسرانہ، محدثانہ، فقیہانہ اور دانشورانہ فہم وبصیرت "شرح حدیث نیت" میں بخوبی ظاہر ہوتی ہے اور ان کے بہت سے علوم وفنون کے گوشے سامنے آتے ہیں۔ بات فقہ حنفی کی برتری کی ہو یا کتب واسناد کے حوالے کی، ردوہابیہ کی ہو یا اقوال ائمہ ومحققین کی توضیح وتنقیح کی، ہر جگہ ان کے تجزیہ وتفہیم کی نئی نئی جہت آشکار ہوتی ہے۔ اس کتاب میں وضو بلانیت کے تناظر میں ابھرنے والی علمی بحث پوری کتاب کا مرکزی حصہ ہے۔ آج کل بہت سی موضوعاتی کتابیں منظر عام پر آتی رہتی ہیں، جن کے مصنفین کے آئینہ ذہن وفکر میں موضوع کے تعلق سے کوئی صاف وشفاف تصور نہیں ہوتا اور نہ انہیں یہ معلوم ہے کہ ان کے تجزیوں کا سفینہ کس موج تلاطم میں ہچکولے کھاتا رہے گا۔ انہیں خود بھی اپنی کامیابی کا اتا پتا نہیں ہوتا، وہ صرف اپنی شخصیت کے رعب وجاہ کے حصار میں بند رہتے ہیں، لیکن حضور تاج الشریعہ کا شمار عہد حاضر کے ان معتبر مصنفین کی صف میں ہوتا ہے جن کی ہر تحریر سند کا درجہ رکھتی ہے اور دیگر اہل قلم ان کی تحریروں کو بطور سند پیش کرکے اپنے فکر ونظر کے وقار کو بلند کرتے ہیں، لہٰذا ان کی نگارشات علمیہ میں سطحی خیالوں کا گزر نہیں ہوتا۔ شرح حدیث نیت میں آنے والے علمی پہلوؤں کو دیکھنے کے بعد اول نظر میں اس بات کا عرفان حاصل ہوتا ہے کہ حضور تاج الشریعہ کی تجزیاتی گفتگو میں بیحد گہرائی وگیرائی ہے اور اسلوب تحریر وبیان اس حد تک معروضی ہے کہ علمی اعتبار سے حقائق کا ایسا بے لاگ تجزیہ بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ کہنے کو یہ کتاب مختصر اور 32 صفحات پر مشتمل ہے لیکن ایک مکمل دفتر سے جتنی معلومات یا بھرپور مطالعہ کی توقع کی جاسکتی ہے وہ اس مختصر کتابچہ میں موجود ہے، خاص طور سے یہ کتاب مدارس کے طلبہ کے لئے ایک رہنما ہے کیوں کہ وہ اس کے مطالعہ سے یہ جان سکتے ہیں کہ خاص علمی موضوع پر سلجھی ہوئی زبان میں کس انداز سے اہل علم گفتگو کرتے ہیں اور پختہ وصالح فکروں کو پیش کرنے کا حقیقی پیمانہ کیا ہوتا ہے۔ بلا شبہہ یہ کتاب بکھری ہوئی معلومات کا خزانہ ہے بل کہ میں یہ کہوں کہ ایک بڑے دفتر کو اختصار کے ساتھ 32 صفحات میں سمیٹ لیا گیا ہے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا، کیوں کہ یہ اپنے موضوع پر ایک بیش قیمت دستاویز ہے جس سے جماعت کا علمی وقار بلند ہو رہا ہے۔



ڈاکٹر مفتی محمد امجد رضا امجدؔ

حضور تاج الشریعہ: صلح کلیت کے خلاف حق کی آہنی دیوار

خانوادہ بریلی اپنی علمی وجاہت، فقیہانہ کروفر، اور عارفانہ جلال وجمال کے سبب ہر دور میں ممتاز اور یکتائے روزگار رہا ہے، فقہ تصوف اور ادب، تینوں جہت سے اس خانوادہ کی خدمات کا کوئی بدل شاید ہی کہیں ملے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے بعد حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان، مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان، مفسر اعظم ہند مولانا شاہ ابراہیم رضا خان اور تاج الشریعہ مولانا شاہ اختر رضا خان ازہری میاں قبلہ نے جس طرح گلستان علم وفن کی آبیاری، چمنستان شعر وسخن کی شادابی اور میکدہ عرفان کی آبادکاری میں خون جگر صرف کیا ہے اسے تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی۔

ہمارے عہد کے مرد یگانہ جانشین حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد اختر رضا قادری کو پروردگار عالم نے جن خوبیوں کا حامل بنایا ہے اس کی نظیر کہیں اور نظر نہیں آتی، آپ علم وفن میں یگانہ تصوف ومعرفت میں یکتا، خلق وکرم میں ممتاز اور پیروی سنت میں امام اعظم ہیں، عالم شباب سے عمر کی اس منزل تک اپنے ہر عمل میں رضائے الٰہی کی طلب نے اس مرتبہ کمال تک پہنچا دیا ہے کہ آج ہر آنکھ آپ کے دید کی طالب، ہر دل محبت کیش آپ کا تمنائی اور ہر صالح ذہن فرد آپ کا شیدائی ہے۔ عالمی سطح پر ابھی جو مقبولیت آپ کی ہے اس سے یہ حقیقت عیاں ہے کہ خلق خدا کے دل میں آپ کی محبت ڈال دی گئی ہے اور یہ یقیناً اللہ کے ولی کی پہچان ہے۔

تاج الشریعہ کی حیات وخدمات کی متنوع جہتیں ہیں اور ہر جہت ایک مستقل کتاب کی متقاضی ہے، چند سطروں میں اسے بیان کرنا ساحل دریا کی سیر کے سوا کچھ نہیں۔ مگر عشق وعرفان کے دریا میں جسے ڈوبنے کا حوصلہ نہ ہو اس کے لئے ساحل کی سیر بھی ''توفیق ایزدی'' ہے اس تناظر میں چند ضروری گزارشات حاضر خدمت ہیں۔

آج بڑے نخلخہ سے تکفیری مہم، تکفیری ٹولہ، شدت پسند، متشدد جماعت'' کے الفاظ رسائل وجرائد اور سوشل میڈیا پہ اچھالے جارہے ہیں۔ مقصود انتشار کے آزار سے امت مسلمہ کو بچانا نہیں بلکہ اپنے اندر کے بخار اور دوسرے کی مقبولیت سے اپنی بیزاری کا اظہار ہے۔ اس طرح کی مہم ان افراد کے ذریعہ سامنے آئی ہے جسے دین میں تصلب اور مسلکی ومذہبی حدود کی پابندی ناگوار گزرتی ہے، جو شریعت

کواپنی پسند کا پابند بنانا چاہتے ہیں اور طبیعت کو شریعت پر غلبہ دینا جن کا مقصود ہے۔ یہ ہنگامہ مختلف حلقوں سے اسی طرح کیا جارہا ہے جس طرح انگریزوں نے افواہ پھیلا کر ملک میں بدامنی کی فضا پیدا کردی تھی۔ انہیں اگر اپنی تاریخ معلوم ہوتی، اپنے گھر کے بزرگوں کے احوال معلوم ہوتے اور عالمی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف رچی گئی سازش کا علم ہوتا تو وہ اپنے محسن کے خلاف زبان کھولنے کے بجائے ان کا درد سمجھتے، ان کے مشن کا حصہ بنتے، اور اسلام وسنیت کو بدعقیدگی، مداہنت اور صلح کلیت سے محفوظ رکھنے میں ان کی معاونت کرتے۔ مگر جماعتی بغاوت کا جنون، خانقاہی چشمک، خاندانی تعصب اور معاصرانہ منفی رویہ نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے، یہ نہ حق سن سکتے ہیں اور نہ اسے قبول کرسکتے ہیں۔ ایسے میں تاج الشریعہ کی حقیقت اور ان کے محاسبانہ روش کو سمجھنا کیسے ممکن ہے

لطف مئے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کم بخت تونے پی ہی نہیں

ہمارے بعض کرم فرماؤں نے حقائق سے آنکھیں موند کر جس طرح اکابر کی کردار کشی کو بطور مہم اپنا رکھا ہے اس کے نتائج کتنے بھیانک ہوں گے اس کا اندازہ انہیں اس وقت ہوگا جب حضور تاج الشریعہ کے سایہ کرم سے محروم ہوجائیں گے۔

انہوں نے یہ دیکھا کہ تاج الشریعہ نے کسی معروف خطیب کے خلاف شرعی محاسبہ کیا ہے مگر یہ نہیں دیکھا کہ اس شرعی محاسبہ کے اسباب کیا ہیں؟ بعض سنی تنظیموں کے خلاف تاج الشریعہ کی برہمی دیکھی مگر ان تنظیموں کی قابل گرفت حرکتیں نہیں دیکھیں، بعض اہل خانقاہ سے ان کا اعراض دیکھا مگر ان صاحبان جبہ ودستار کی غیر صوفیانہ روش نہیں دیکھی، ڈاکٹر طاہر القادری کے خلاف ان کا سخت احتجاج اور مجاہدانہ کردار دیکھا، مگر طاہر القادری کے پردے میں چھپے دین کے غاصب کو نہیں دیکھا۔ ان تمام سانحات کی تفصیل مختلف کتابوں میں بھری پڑی ہے انہیں دیکھے بغیر علمی وشرعی گرفت کرنے والے کے خلاف واویلا مچانا کہاں کی دانشمندی ہے،؟ چور کا ہاتھ کاٹنے والا مجرم مگر چوری کرنے والا متقی؟ سنگساری کا حکم دینے والا مجرم مگر مرتکب زنا مظلوم؟ دین کے باغیوں کی گرفت کرنے والا مجرم مگر دین سے کھلواڑ کرنے والا محبوب؟ کیا اس کا نام دینی شعور اور پختہ ایمانی ہے؟

واویلا مچانے والے اپنی جان بچانے کی خاطر یہ کہہ کر جان چھڑانا چاہتے ہیں کہ کیا یہ سب کے سب مجرم ہیں اور تنہا تاج الشریعہ صحیح ہیں؟ ملک میں کسی اور نے ان کے خلاف آواز کیوں نہیں اٹھائی؟ ہر معاملہ میں صرف تاج الشریعہ ہی پیش پیش کیوں ہیں؟ ان کرم فرماؤں کو اب کون سمجھائے کہ جو دین کا پیشوا ہوتا ہے اہل علم اور ذمہ داران مشکل معاملات میں انہیں سے رجوع کرتے ہیں اور اس یقین سے رجوع کرتے ہیں کہ یہاں شخص اور شخصیت کی پروا کئے بغیر شرعی حکم سنایا جاتا ہے، ان کا یہ اعتماد اتنا پختہ اور یقینی ہے کہ ان اختلافی مسائل میں بھی سب سے پہلے وہ یہی دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں تاج الشریعہ کا موقف کیا ہے، جو ان کا موقف ہوتا ہے وہی حجت اور قول فیصل قرار پاتا ہے۔ ان مذکورہ مسائل میں بھی تاج الشریعہ نے افراد وشخصیت کو دیکھنے کے بجائے تقاضائے

شرع پیش نظر رکھا ہے اور دلائل کی روشنی میں حکم شرع سنایا ہے اس ''آئین جواں مرداں'' اور ''حق گوئی و بے باکی'' پہ انہیں کوئی نفس پرست کوستا ہے تو وہ اپنی عاقبت خراب کرتا ہے کرے، مگر یہ یقین رکھے کہ تاج الشریعہ نے اس ''ایضاح حق اور حق گوئی و بے باکی'' سے جہاں کروڑوں افراد کے ایمان وعمل کو بچایا ہے وہیں اپنے ہمعصروں اور اپنے بعد والوں کو حق کے اظہار اور شریعت کی پاسداری کا حوصلہ بھی دیا ہے۔

تاج الشریعہ کے عہد کے فتنے:

یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ ہندوستان میں مغلوں کے دور سے اسلام کے خلاف فتنوں کے اٹھنے کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ آج تک قائم ہے، اکبر کے دور میں دین الٰہی کا فتنہ اٹھا حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور بالخصوص حضرت مجدد الف ثانی نے اس کی سرکوبی کی، اس دور میں بھی دینی بے راہ روی کے ذمہ دار اکبر کے درباری ملا ابو الفضل اور فیضی ہی تھے مگر حضرت مجدد نے اپنے مکتوبات وتصانیف اور عملی جد وجہد سے اس فتنہ کا کامیاب مقابلہ کیا۔ وہ فتنہ اس وقت ختم تو ہو گیا مگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے دور میں نئے چہرے کے ساتھ مختلف انداز میں پھر نمایاں ہوا، یہ دور تو گویا فتنوں کے سر ابھارنے کا دور تھا، وہابیت، دیوبندیت، نیچریت، قادیانیت، غیر مقلدیت، ندویت اور دیگر فتنوں نے اس عہد میں جس طرح دین وسنت پہ حملے کئے، اس کی نظیر ماضی قریب میں نہیں ملتی، مگر پروردگار عالم جل مجدہ نے ان فتنوں کی سرکوبی کے لئے اس عہد کے علما ومشائخ بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کو پیدا فرمایا اور دنیا نے دیکھا کہ کس طرح انہوں نے اپنے کردار وعمل، تصنیفات وفتاوی اور مکتوبات وملفوظات کے ذریعہ ان تمام فتنوں کا مقابلہ کیا، انہیں فتنوں میں ''تحریک ترک موالات اور تحریک خلافت'' جیسا فتنہ بھی تھا، جس سے وابستہ ہندوستانی مسلمانوں کا سیاسی اعتبار سے نمائندہ طبقہ بے راہ رو ہو رہا تھا، اس طبقہ کی ذہنیت بھی اکبر کے ''دین الٰہی'' سے مستعار تھی، اعلیٰ حضرت نے اپنے خلفا وتلامذہ اور احباب کے ساتھ ان فتنوں کے خلاف علمی وعملی محاذ آرائی کی اور تاریخی ثبوت کے مطابق اسے وہیں دفن کر دیا۔ ان کی اس پیش قدمی سے کتنے افراد کو توبۂ صحیحہ اور رجوع الی الحق کی توفیق مرحمت ہوئی۔ ان تاریخی حقائق کو دیکھنے کے لئے تصانیف رضا کے علاوہ حیات اعلیٰ حضرت / ملک العلما مولانا سید ظفر الدین بہاری اور تنقیدات وتعاقبات / پروفیسر مسعود احمد مظہری'' کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

فتنوں کے ظہور کا یہ سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ اعلیٰ حضرت کے بعد ان کے شہزادگان حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان اور سرکار مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان علیہما الرحمہ کے عہد میں کئی فتنوں نے سر ابھارا جس میں ''تحریک شدھی'' بہت نمایاں فتنہ تھا اس کے ذریعہ دین سے نا آشنا مسلمانوں کو تبدیلی مذہب پہ مجبور کیا جا رہا تھا۔ کہیں لالچ اور کہیں خوف کے ذریعہ ہندو بنانے کی مہم چل رہی تھی، اس نازک مرحلہ میں اعلیٰ حضرت کے ان شہزادوں کے علاوہ ان کے خلفا وتلامذہ مثلا صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، ملک العلما مولانا ظفر الدین بہاری، امام المتکلمین مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، صدر الشریعہ مولانا

امجد علی اعظمی، محدث اعظم حضرت مولانا سید محمد اشرفی، مخدوم العلما حضرت پیر سید جماعت علی شاہ، شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خان پیلی بھیتی، برہان ملت مولانا برہان الحق جبل پوری، محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی وغیرہ نے اس فتنہ کے استیصال کے لئے جو قربانیاں دیں اسے تاریخ نے اپنے صفحات میں محفوظ کرلیا ہے، حالات پڑھ کر جہاں ان کے ایثار وقربانی پہ آنکھیں چھلک پڑتی ہیں وہیں یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ اگر ان فتنوں کو اس عہد میں دبایا نہیں گیا ہوتا تو ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کا کیا حشر ہوتا۔ یہ اعلیٰ حضرت ہی کے فیض یافتگان کی قربانیاں ہیں کہ یہاں اسلام زندہ وتابندہ ہے۔

تاریخ پہ جن کی نگاہ ہے وہ خانوادہ رضا کی علمی ومذہبی خدمات کے ساتھ ان کی مجاہدانہ کارکردگی کے بھی معترف ہیں، سیف وقلم دونوں سے جہاد واحقاق حق، اس خانوادہ کا طرہ امتیاز ہے، اس خانوادہ نے ہر دور میں مسلمانوں کے مذہبی وملی حالات پہ نگاہ رکھی ہے اور ان کے دین وایمان کے تحفظ اور اسلام وسنت کی تبلیغ واشاعت کے لئے کوششیں کی ہیں۔

عہد حاضر کا مذہبی ماحول بھی فتنوں سے خالی نہیں اگر بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اکبر کا ''دین الٰہی'' ٹکڑوں میں بٹ کر آج بھی زندہ ہے اور جب تک ہوا وہوس کا بازار گرم رہے گا یہ فتنے بھی موجود رہیں گے۔

تاج الشریعہ کے دور کے فتنوں میں (۱) سب سے بڑا فتنہ منہاجیت ہے یعنی دین الٰہی کی تجدید، فیورک کی بدلی ہوئی شکل اور عمانزم کا ترجمان اور (۲) دوسرا بڑا فتنہ صلح کلیت ہے جس کا سب سے بڑا مرکز'' خانقاہ سراواں الہ آباد'' اور سب سے بڑا آرگن ''ماہنامہ جام نور'' ہے۔ دنیا آج دونوں ''سنیت نما'' فتنوں سے اس طرح دوچار ہے کہ درمیان میں کھڑے افراد کے لئے حق کی شناخت بظاہر مشکل ہوگئی ہے۔ یہ دونوں فتنے بنام اسلام اور بنام اہل سنت ہیں، جس کی وجہ سے کل جس طرح تقلید کی بنیاد پر وہابیہ اور دیابنہ کی شناخت مشکل ہوگئی تھی، اسی طرح آج معمولات ومراسم کی بنیاد پر اہل سنت وجماعت اور منہاجیت وصلح کلیت کی شناخت مشکل ہوگئی ہے، مگر جس طرح رات کی تاریکی میں صحیح راستہ نظر نہیں آئے تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ غلط راستہ بھی صحیح ہے اسی طرح مراسم ومعمولات کی بنیاد پر اگر گمراہوں سے حق کی تمیز مشکل ہوجائے تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ جماعت کا ہر ٹکڑا صراط مستقیم پہ گامزن ہے۔

برسوں قبل جب تاج الشریعہ نے ڈاکٹر طاہر القادری کے اسلام مخالف نظریات وعمل پہ ان کی گرفت کی اور اتمام حجت ویقین کامل کے بعد حکم شرع سنایا تو دنیا حیرت زدہ تھی کہ اتنا قابل عالم اور مشہور خطیب بھلا گمراہ کیسے ہوسکتا ہے مگر ''قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید'' آج دنیا تحقیق مزید کے بعد وہی کہہ رہی ہے جو تاج الشریعہ نے برسوں پہلے کہا تھا۔ ڈاکٹر طاہر القادری کے رد میں تقریباً ۲۰ رکتابیں منظر عام پہ آچکی ہیں جو یہی ثابت کررہی ہیں کہ حضور تاج الشریعہ کا فیصلہ اسلامی اور امت کا اجماعی فیصلہ ہے۔

واضح رہے کہ کسی شخص کے ایمان کی پرکھ کے لئے اس کی خدمات نہیں دیکھی جائیں گی عقائد ونظریات دیکھے جائیں گے اگر خدمات دیکھ کر فیصلہ کیا جائے تو منکرین زکوٰۃ

کی بھی خدمات نکل آئیں گی۔ خارجی، رافضی، شیعہ اور قادیانی بھی خدمات کی لسٹ لے کر سامنے آجائیں گے۔ وہابیہ دیابنہ کو بھی خدمات کی بنیاد پہ حق پہ ہونے کا دعویٰ ہوگا، پھر حق و باطل کے درمیان تمیز کی صورت کیا رہ جائے گی؟ چور ڈاکو شرابی برے ہونے کے باوجود کچھ اچھے کام کرتے ہی ہوں گے، تو انہیں اس اچھے کام کی وجہ سے اچھا اور شریف کہہ دیا جائے؟ ڈاکٹر طاہر القادری کی جو بھی خدمات ہوں ان سے انکار نہیں مگر اب ان کی فکر ''فکر اسلامی'' نہیں رہی تو ان پر حکم شرع نافذ تو ہوگا۔ ہند و پاک کے وہ علما و مشائخ جنہوں نے اپنی مذہبی ذمہ داری سمجھ کر ان پر حکم لگایا ہے، اسے اسی تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

ایک صدی قبل، دین اور بے دینی کے درمیان مصالحت کے لئے بعض اہل ہوا و ہوس نے ''صلح کلیت ندویت'' کی بنیاد رکھی تھی، اس فتنہ کے خلاف پورے ملک کے علما و مشائخ نے صدائے احتجاج بلند کیا، اس کے خلاف تحریکیں چلائیں، کتابیں لکھیں، اس کے دام فریب سے بچنے کے لئے مختلف شہروں میں بڑے بڑے اجلاس کئے، جس کی پیشوائی تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر بدایونی اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہما الرحمہ نے کی، اس وقت کی تقریباً تمام بڑی خانقاہوں کے مشائخ نے بھی اسے وقت کی آواز سمجھتے ہوئے اس کی پشت پناہی کی، اسے اپنے تعاون سے مستحکم کیا اور اپنی دعائے نیم شبی سے اسے اتنا پر اثر کیا کہ وہ فتنہ جو تحریک کی شکل میں اٹھا تھا ایک ''مدرسہ'' میں سمٹ گیا اور مسلمانوں کو اس سے نجات مل گئی، مگر اسے وقت کا المیہ ہی کہا جائے گا کہ ایک صدی گزرتے گزرتے پندار نفس کے شکار بعض افراد نے سو سال قبل کی جدوجہد پر پانی پھیرنا شروع کر دیا، انہوں نے اپنے طبعی تقاضے کے تحت ''صلح کلیت'' کا معنیٰ و مفہوم بدل دیا بلکہ اس لفظ سے ہی ان کو انقباض ہونے لگا، اب کوئی ایمان و کفر کو یکجا کر دے، اچھے اور برے کو ایک سمجھے، بدعقیدوں اور خوش عقیدوں کو ایک ہی خانہ میں رکھے، جن سے دور رہنے کا حکم ہے اس سے دوستی کرے اور جس سے سلام و کلام منع ہے اس سے رشتہ داری کرے، معاذ اللہ! ان کے نزدیک وہ سچا مسلمان ہے اور اسی کو مقاصد شریعت کا ادراک نصیب ہوا ہے۔ جدیدیت کے دلدادہ افراد نے، بہ یک جنبش قلم کس طرح اپنے گھر کے بزرگ اور جماعت اہل سنت کے اکابر علما کی قربانیوں کا مذاق اڑایا ہے، دیدہ حیرت سے دیکھنے کے لائق ہے۔

کل کی بہ نسبت آج دین سے بے رغبتی، دین میں مداہنت اور دین کے خلاف بولنے والے افراد زیادہ ہیں اور حق کی آواز بلند کرنے والے کم۔ دین میں آسانی اور سہل پسندی کے دلدادہ زیادہ ہیں اور تقویٰ و طریقت بلکہ شریعت کے آگے سرخم کرنے والے کم۔ شخصیت سے متاثر ہو کر حکم شرع سنانے والے زیادہ ہیں اور حاکم وقت کے آگے بھی حکم شرع سنانے والے کم۔ ایسے میں اگر کہیں سے حق کی آواز بلند ہوتی ہے تو ''کشتۂ تیغ نفس'' بہ یک زبان ''تکفیری ٹولہ، شدت پسند، متشدد جماعت'' کہہ کر اس حق کی آواز کو دبانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، بتایا جائے یہ عمل دین کی حمایت میں ہے یا اس کی مخالفت میں؟ اور کیا ایسا کرنے

والے کو دین کا مخلص کہا جاسکتا ہے؟ وہ لوگ جو چلمن کی اوٹ سے ایسے لوگوں کی خاموش حمایت کررہے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ نفس پرستوں کا کوئی دھرم نہیں ہوتا وہ اپنے مطلب کے لئے روز اپنا قبلہ بدلتے ہیں اور بدلتے رہیں گے، آج جو افراد سرکار تاج الشریعہ کی مخالفت اور ان کی کردار کشی پہ کمر بستہ ہیں کل ان کے دامن تقدس تک بھی یہ پنجۂ خونیں پہنچے گا اور اس وقت سوائے آہ وفغاں کے وہ کچھ نہیں کرسکیں گے۔

واضح رہے کہ باطل کے مقابلہ میں حق ہمیشہ سرخ رو رہا ہے اور رہے گا، آج حق کی علامت اور صلح کلیت کی یلغار کے مقابلہ میں حق کی آہنی دیوار کا نام ہے تاج الشریعہ، یہ دیوار سلامت ہے تو دین کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنے ان شاء اللہ ناکام رہیں گے اور آج تک ناکام ہیں۔

جانشین مفتی اعظم اور مریدان مفتی اعظم:

جانشین مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ ادام اللہ فیوضہ علینا کی زندگی کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ علم وعمل ،تقویٰ وفتویٰ، احتیاط و احتساب،عبادت وریاضت اور کشف وکرامت ہر اعتبار سے تاج الشریعہ جانشین مفتی اعظم ہیں۔ میں ان تمام پہلوؤں پہ حوالہ فراہم کرکے مضمون کو طول نہ دے کر صرف احتیاط کے حوالہ سے چند باتیں عرض کروں۔

آج جماعت اہل سنت میں چند موضوعات پہ علمی اختلافات ہیں اگر بنظر انصاف دیکھیں تو ہر اختلافی مسئلہ میں حضور تاج الشریعہ کا موقف دلائل وشواہد کے علاوہ احتیاط کے اعتبار سے بھی برحق معلوم ہوگا چند شواہد دیکھئے:

(۱) ٹی وی اور ویڈیو کے مسئلہ میں علمی اختلاف ہوا، جواز وعدم جواز کو لے کر جماعت دو خیمے میں بٹ گئی، آپ کا موقف عدم جواز کا تھا جس پر آپ شدت سے آج تک قائم ہیں۔ قائلین جواز ''ٹی وی اور ویڈیو کے شرعی استعمال'' کا موقف رکھتے تے جس میں کہیں سے بھی تصویر کشی کی اجازت نہیں تھی، مگر آج ٹی وی اور ویڈیو کے شرعی استعمال'' کی آڑ میں جس طرح کھلے عام تصویریں لی جارہی ہیں ، چھاپی جارہی ہیں اس کا کوئی جواز کہیں سے بنتا ہے؟ اب تو حال یہ ہے کہ تصویر کشی کی حرمت کا تصور بھی ذہنوں سے محو ہوتا جارہا ہے، چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھے ،شادی، میت ،محفل، ٹرین، بس، ہوائی جہاز جہاں دیکھئے تصویریں لی جارہی ہیں، کون اسے حرام سمجھتا ہے؟ ذرا سوچئے! ٹی وی اور ویڈیو کے شرعی استعمال'' میں کہیں بھی اس کی اجازت تھی؟ مگر جواز کے پہلو کی آڑ لے کر اس طرح تصویر کی حرمت کو حلت سے بدل دیا گیا ہے کہ تصویر کی مخالفت کرنے والا ہی مجرم سمجھا جاتا ہے۔

ایک دور وہ تھا کہ حضور مفتی اعظم ہند نے حج کے لئے بھی اس کار حرام کو جائز قرار نہیں دیا پھر باضابطہ بحث ومباحثہ کے بعد اسے ضرورت تک محدود کیا گیا مگر آج کس طرح یہ وبا عوام وخواص میں عام ہے بتانے کی ضرورت نہیں۔ اب یہاں حضور تاج الشریعہ کے عدم جواز کا موقف دیکھیں، تو معلوم ہوگا کہ امت مسلمہ کو گناہوں سے بچانے کے لئے آپ کا موقفِ عدم جواز، علمی استدلال کے ساتھ احتیاط کے اعتبار سے بھی انتہائی اہم اور مفید ہے ،ایمان داری سے دیکھیں تو پوری دنیا میں صرف تاج الشریعہ اور ان کے موقف

کی عملی حمایت کرنے والے ہی ایسے ہیں جن سے تصویر کی حرمت والی حدیث معنوی اعتبار سے محفوظ ہے اور یہ کتنی اہم بات ہے اہل علم اہل نظر اور اہل خشیت ہی سمجھ سکتے ہیں۔

(۲) اسی طرح لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے جواز وعدم جواز، (۳) آلات جدیدہ کے ذریعہ چاند کے ثبوت اور (۴) چلتی ٹرین میں پڑھی گئی نماز کے اعادہ کے مسئلہ میں آپ کا موقف جہاں دلائل وشواہد کی روشنی میں صحیح ہے وہیں تقاضائے احتیاط بھی تاج الشریعہ کے موقف کی تائید میں ہے، غور کریں تو یہ حقیقت سامنے آجائے گی۔ لاؤڈ اسپیکر کے استعمال سے نماز کے صحیح ہونے نہیں ہونے میں اختلاف ہے لیکن اگر اس کا استعمال ہی نہ کیا جائے تو نماز کے ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ آلات جدیدہ کے ذریعہ چاند کے اثبات میں اختلاف ہے لیکن آلات جدیدہ کے بجائے قدیم شرعی طریقے پر چاند کے اثبات میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ چلتی ٹرین میں پڑھی گئی فرض وواجب نماز کے اعادہ کے حکم وجوبی میں اختلاف ہے، اگر پرانے موقف پہ قائم رہتے ہوئے اعادہ کرلیا جائے تو کسی کے یہاں کوئی اختلاف نہیں۔ اس پہلو کو سامنے رکھ کر سوچیں تو تمام جدید مسائل میں تاج الشریعہ کا موقف صاف شفاف محتاط اور برحق نظر آئے گا اور اسی سے یہ بھی آئینہ ہوجائے گا کہ علم وعمل اور عبادت وریاضت کے علاوہ حزم واحتیاط کے اعتبار سے بھی آپ واقعی جانشین مفتی اعظم ہیں۔ قائلین جواز تھوڑی دیر کے لئے اس پہلو پر غور فرمالیں کہ اگر ان کا پہلوئے جواز، عند اللہ صحیح نہ ہوا تو ان کے فتاویٰ وفیصلے پر عمل کرنے کا وبال کن کے سر ہوگا۔

حضور تاج الشریعہ ”جانشین مفتی اعظم“ ہیں اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ مریدان مفتی اعظم کے لئے بھی آپ کی شخصیت قابل احترام اور اکتساب فیض کا محور ہے۔ پیری مریدی کے آداب سے جو حضرات واقف ہیں انہیں یہ خوب معلوم ہے کہ پیر کا ادب ان کی شخصیت تک ہی محدود نہیں بلکہ ان کے شہر ان کی اولاد، ان کے خلفاء وجانشین اور ان سے نسبت رکھنے والی چیزوں کا ادب بھی پیر ہی کا ادب ہے اور ان کے شہر، اولاد، خلفا وجانشین کی ایذا وبے حرمتی پیر کی ایذا اور ان کی بے حرمتی ہے۔ اللہ والوں کی سیرت سے اس کی حقیقت اور اس کا عرفان حاصل کیا جاسکتا ہے، سبع سنابل شریف میں ہے:

> ”ایک مرتبہ حضرت سلطان المشائخ (محبوب الٰہی نظام الدین اولیا قدس سرہ) اپنے احباب کے ساتھ تشریف فرما تھے، کہ ناگاہ کھڑے ہوگئے پھر بیٹھ گئے حاضرین مجلس نے آپ سے دریافت کیا کہ حضور! کس بنا پر کھڑے ہوئے؟ فرمایا کہ ہمارے پیر دستگیر کی خانقاہ میں ایک کتا رہتا تھا آج اسی صورت کا ایک کتا مجھے نظر آیا کہ اس گلی میں گزر رہا ہے۔ میں اس کتے کی تعظیم کی خاطر اٹھا تھا“

سچے اور اہل دل مرید کا تعلق اپنے مرشد سے کیسا ہوتا ہے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

بہار کے مشہور علاقہ ”پورنیہ“ کے بزرگ شیخ الاسلام مولانا غلام یٰسین رشیدی علیہ الرحمہ کے تعلق سے بھی ایک واقعہ مشہور ہے چنانچہ ”شیخ الاسلام حیات ومکتوبات“ میں

منقول ہے کہ ''ان کا لڑکا ''جمیل الرشید'' ایک بار لالٹین کی روشنی میں اپنا سبق یاد کر رہا تھا اس نے لالٹین کی روشنی سے اپنی آنکھوں کو بچانے کے لئے چمنی پر ایک پوسٹ کارڈ رکھ لیا تھا، آپ ٹہلتے ٹہلتے وہاں تک پہنچے تو یہ منظر دیکھ کر بیتاب ہو گئے پوسٹ کارڈ کو اٹھایا بوسہ دیا اور خط کو لالٹین پر رکھنے کے سبب بیٹے کی زبردست پٹائی کردی، وجہ پوچھنے پر بتایا کہ یہ خط میرے پیر و مرشد منبع البرکات حضرت سید شاہ شاہد علی سبز پوش کا ہے جسے اس نے لالٹین کی چمنی پر چسپاں کیا تھا'' ذرا سوچئے! خط ہی تو تھا اس کے لالٹین پر رکھنے سے ایسا کیا ہو گیا کہ اس کی وجہ سے بچہ کی پٹائی کر دی گئی، ظاہر بیں آنکھوں کے لئے ایسا کچھ نہیں، مگر مرید صادق کے لئے بہت بڑی بات تھی کہ اس خط سے ان کے پیر کی نسبت جڑی ہوئی تھی، جس کی بے وقعتی ہو رہی تھی۔

جماعت اہل سنت کے نامور بزرگ حضور مجاہد ملت کے بارے میں منقول ہے کہ:

''ایک مرتبہ آپ بریلی شریف تشریف لے گئے۔ رکشا پر سوار ہوئے کچھ دیر رکشا چلا کہ آپ نے رکشا والے سے اس کا نام پوچھا، اس نے اپنا نام ''حامد رضا'' بتایا، اتنا سنتے ہی آپ نے رکشار کوا دیا اور اس کو مطلوبہ رقم سے زائد رقم دے کر جانے لگے، رکشا والا بھی یہ منظر دیکھ کر حیرت میں تھا، اس نے پوچھا ''حضور بات سمجھ میں نہیں آئی، آپ رکشا سے اتر بھی گئے اور مطلوبہ رقم سے زائد رقم بھی دی'' فرمایا ''میرے مرشد کا نام بھی حامد رضا ہے، (مجھے یہ کیسے گوارہ ہو کہ اس نام کے آدمی سے ایسا کام لوں) نام کی مناسبت کی بنا پر احتراماً میں رکشا سے اتر گیا'' (مجاہد ملت نمبر ص ۳۹۷)

پیر کا فیضان یوں نہیں ملتا بلکہ ''تو من شدی من تو شدم'' کی منزل سے گزرنا پڑتا ہے، جب یہ منزل مل جاتی ہے تو فیضان کا دریا بہنے لگتا ہے، حضور مجاہد ملت کیا تھے یہ زمانہ پہ روشن ہے مگر اس مقام تک کیسے پہنچے یہ اس طرح کے واقعات سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ یہ پیر کی محبت وعظمت اور ان سے نیازمندانہ تعلق ہی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے عمر کے واضح فرق کے باوجود حضور تاج الشریعہ کا وہ ادب واحترام کیا جس کا تصور کاملوں ہی سے کیا جا سکتا ہے، چنانچہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری اپنی کتاب ''حضور مجاہد ملت اور مسلک اعلیٰ حضرت'' میں لکھتے ہیں:

تاج الشریعہ ایک بار بھدرک تشریف لائے مجاہد ملت اپنے متعلقین کے ساتھ موجود ہیں، پل پل خدمت و مدارات پر نظر رکھے ہوئے ہیں، اسی دوران ایک صاحب حضور مجاہد ملت کی بارگاہ میں مرید ہونے کے لئے حاضر ہوئے اور کہا حضور مجھے آپ مرید فرما لیں، یہ سن کر حضور مجاہد ملت جلال میں آ گئے اور فرمایا'' میرے مخدوم اور مخدوم زادے، بریلی شریف کے شہزادے تشریف لائے ہوئے ہیں ان کی موجودگی میں میں بیعت کروں؟ حبیب الرحمٰن کی یہ مجال کہ اتنی بڑی جرأت کرے، یہ تمہارا نصیب ہے کہ حضور تشریف فرما ہیں، تمہیں شہزادے صاحب ہی سے بیعت ہونا ہے، خود لے

جاکران صاحب کو تاج الشریعہ سے بیعت کروایا"
ان واقعات کی روشنی میں اہل دل اور اہل نظر حضرات اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب پیر سے منسوب اشیا کا یہ مقام ومرتبہ ہے تو جن کی رگوں میں پیر کا خون گردش کررہا ہے، ان کا مقام ومرتبہ کیا ہوگا؟ حضور تاج الشریعہ "جانشین مفتی اعظم" بھی ہیں اور نواسہ مفتی اعظم بھی اور دونوں اعتبار سے مریدان مفتی اعظم کے لئے ان کی ذات، منبع فیوض اور جامع البرکات ہے، کہ یہاں نسبت ارادت بھی ہے اور نسبت نسب بھی، اگر پیر کی سچی محبت دل میں موجود ہے تو انہیں اسی ذات میں مفتی اعظم کا عکس نظر آئے گا ان کا تقویٰ، علم، اتباع سنت، معاندین ومخالفین کے جواب میں صبر اور سفر وحضر میں بھی لحہ لحہ کا علمی وروحانی استعمال یقیناً مفتی اعظم کے جانشین ہی کے حصے کی چیز ہے، مگر یہ حیرت کا مقام ہے کہ پیر سے دعویٰ محبت کے باوجود ان کے نسبی جانشین سے وہ مطلوبہ محبت وتعلق دیکھنے میں کم آتا ہے جو پیر کی نگاہ میں "وفاشعار" رہنے کے لئے ضروری ہے۔ ایک طرف حضرت محبوب الٰہی کا، پیر کے شہر کے "مشابہ کتے" کا احترام، دوسری طرف پیر کے جانشین سے دوری اور ان سے اختلاف۔ ایک طرف پیر کے خط کی بے وقعتی سے مرید کی برہمی، دوسری طرف پیر کے جانشین کے مخالفین سے دوستی وہمنوائی۔ ایک طرف مجاہد ملت کا پیر کے پوتے کا ادب واحترام، دوسری طرف اپنے پیر کے جانشین سے بے رغبتی۔ اندازہ لگائیں کیا اسی کا نام بیعت وارادت اور اسی کا نام شیخ کا ادب واحترام ہے؟ کیا شیخ کے جانشین کو ایذا دینا شیخ کو ایذا دینا نہیں؟ اور کیا ایسے میں پیر کا فیضان جاری رہ سکتا ہے؟

واضح رہے کہ کسی مسئلہ میں علمی اختلاف (اختلاف کی اہلیت ہوتو) الگ چیز ہے مگر دیگر معاملات میں اختلاف اور معاندین مذہب ومسلک سے تعلق ودوستی یقیناً محل نظر ہے، ایسے لوگوں کو اپنے مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اپنی محبت کا جائزہ لینا چاہئے۔ تاج الشریعہ ابھی حق کی علامت، حق کی پہنچان، کاروان حق کے سپہ سالار ہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کے امین وپاسبان ہیں، ان سے وابستگی ہی پیر کی بارگاہ میں خراج اور دین کی بڑی خدمت ہے۔ سرکار مفتی اعظم کے دست گرفتہ اور فیض یافتگان سے یہی عرض ہے کہ وہ حالات کے تقاضے کو سمجھیں، معاندینِ مسلک اور مخالفین تاج الشریعہ کے خفیہ عزائم کو سمجھیں وہ اگر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو حالات کا منظر بدل سکتا ہے اور انہیں بدلنا ہوگا کہ روح مفتی اعظم کی پکار یہی ہے، اب تاج الشریعہ کی مخالفت کرتے کرتے معاندین حسام الحرمین کی حقانیت سے لوگوں کو مشکوک بنارہے ہیں۔ قدیم اختلافی مسائل کو سامنے لاکر انتشار کی خلیج بڑھارہے ہیں۔ اب ایسے میں بھی خاموش تماشائی بنے رہنا مسلک اہل سنت کو مشکوک اور مفتی اعظم کے مشن کو کمزور کرنے کے مترادف ہے جس کی توقع ان کے مریدوں سے نہیں کی جاسکتی۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیاراست



ڈاکٹر مفتی محمد امجد رضا امجدؔ، پٹنہ

حضور تاج الشریعہ کے حوالہ سے لفظ ''خطا'' پہ شورش کا منصفانہ جائزہ

امت مسلمہ ابھی کئی فتنوں سے دوچار ہے اور المیہ یہ ہے کہ کہیں بھی ان کا کوئی قائد وکمانڈر نہیں، جن کے اندر صلاحیت ہے وہ مجبور ومحسود ہیں اور جو صلاحیتوں سے عاری ہیں وہ قائدانہ نمائش کے لئے آمادۂ آزار وپیکار۔ عالمی سطح پر مسلمانوں کی جو صورت حال ہے اس سے صاف واضح ہے کہ وہ یہود ونصاریٰ کی زد میں ہیں اور صیہونیت کا منحوس سایہ نہیں روز بروز اپنے شکنجہ میں کستا جارہا ہے۔ خطہ عرب میں صدام حسین کی حیات تک امن وامان اور اسلامی شوکت وسطوت کا جو قابل فخر منظر تھا وہ ان کی شہادت کے بعد اوراق پارینہ بن چکا ہے۔ اب وہاں موت آسان ہے اور زندگی مشکل۔ سسکیاں سستی ہیں اور مسکراہٹ مہنگی۔ ہر طرف تحیر زدہ آنکھیں ہیں اور احساس سے محروم متنفس لاشوں کا پر ہیبت منظر۔ مسجدوں میں بلاسٹ، مزارات ومقابر پہ بمباری، شادی ہالوں میں خود کش حملے، قافلے پہ یلغار، گھروں میں دہشت کا ماحول اور باہر خوف وہراس کا پہرا۔ کیا اسی کا نام زندگی ہے؟ یہ زندگی تو اس موت سے زیادہ گراں بار ہے جو گھر کے پر سکون ماحول میں صرف ایک بار آتی ہے، مگر یہ زندگی بڑی بوجھل ہے جو ماں باپ بیٹے بھائی بہن کی بے گوروکفن لاشیں، بکھرے ہوئے اعضا اور ملبہ کے نیچے دبے ہوئے شہیدوں کو بار بار دیکھ کر جینا نہیں مرمر کر جھیلنا پڑ رہا ہے۔

اپنے ملک کے حالات بھی عالمی صورت حال سے الگ نہیں، وہاں صیہونیت کا شکنجہ ہے تو یہاں شیطانیت کا پھندہ، جس کی گرہ مسلمانوں پہ روز بروز تنگ ہوتی جارہی ہے جان مال عزت وآبرو اور اسلام وشعائر اسلام یعنی ہر چیز فسطائی قوتوں کے نشانہ پر ہے اور مسلمانوں کا مستقبل تاریکیوں میں کہیں گم۔ جا بجا اذانوں پر پابندی، قبرستان پر قبضہ، مسجدوں پر بھگوا جھنڈا لہرانے کوشش، ہانڈیوں کی تلاشی، اقتصادی طور پر مسلمانوں کو کمزور کردینے کا منظم پلان، چمڑے کی قیمتوں کو بے معنیٰ بنا کر مدارس اسلامیہ کو بند کرادینے کی سازش، طلاق ثلاثہ کو مسلم عورتوں کا حق بتا کر مسلم پرسنل لا میں مداخلت کا ناپاک منصوبہ اور ڈرامائی انداز میں فتح ثابت کر کے اپنے ناپاک عزائم کو روبہ عمل لانے کا اعلان ۔ یہ ہندوستانی مسلمانوں کو درپیش مسائل کی ایک جھلک ہے

مگر اس ہنگامہ محشر کے باوجود، نہ ملکی سطح پر ہم منظم ہو سکے اور نہ صوبائی سطح پر۔ نہ ہماری انفرادی سوچ میں تبدیلی آئی اور نہ اجتماعی فکر میں۔ نہ ملکی سطح پر ہم کسی کو اپنا قائد مان سکے اور نہ صوبائی طور پر۔ فسطائی طاقت سینکڑوں اختلافات رکھنے کے باوجود تمام برادرانہ عصبیت اور اونچ نیچ کی تفریق بھول کر "ہندتو" کے نام پر ایک ہوگئی، مگر ہم اللہ والے واعتصموا بحبل اللہ کی تعویذ لٹکا کر بھی ایک نہیں ہوسکے۔ آج تک ہمارا نعرہ دلخراش یہی ہے کہ ہمارا پیر بڑا ہے اور ہماری خانقاہ بڑی، ہماری نسل محترم ہے اور ہمارا ادارہ ممتاز۔ اب ہم مریدان نفس ستم زاد کو کون سمجھائے کہ پیر وہی اچھا ہے جو متبع سنت ہو اور حق کا نقیب، خانقاہ وہی بڑی ہے جس کی سوچ آفاقی ہو اور کارنامہ شریعت کے ساتھ طریقت کا بھی علم بردار۔ نسل وہی محترم ہے جسے شرافت نسل کا احساس اور دل رضائے الٰہی کا طالب۔ ادارہ وہی ممتاز ہے جو اپنے منشور کا پاسدار ہو اور نسل نو کا مستقبل ساز۔ اگر یہ چیزیں نہیں ہیں تو امتیازیت وانفرادیت کا دعویٰ پندار نفس کے ڈھنڈورچی کے سوا کچھ نہیں۔

یہ دور وہ ہے کہ ہمیں احتساب نفس کے ساتھ امت کی پیشوائی کا فریضہ انجام دینا ہے، اپنے مذہب اور مذہبی شعائر کے تحفظ کے لئے بکھری ہوئی قوتوں کا مجتمع کرنا ہے اور موجودہ نسل کے اندر دینی حمیت اور غیرت اسلامی کا جذبہ بیدار کرنا ہے تاکہ ان کے اندر حالات کی سنگینی کا مقابلہ کرنے کی سکت پیدا ہو، مگر افسوس! اس فریضہ کی ادائے گی کے بجائے ہم علمی افلاس، نفس آخرت کش اور جوش تعصب میں وہ کام کرتے جارہے ہیں، جس سے درسگاہ وخانقاہ کی عظمت پامال اور ہماری حیثیت عرفی مجروح ہورہی ہے۔ نوجوان نسل ان حالات میں ہم سے امیدیں باندھے بیٹھی ہے مگر ہم ہیں کہ اپنی برتری کی جنگ میں ان کا مستقبل تاریک کرتے جارہے ہیں۔

یہ جائے ماتم نہیں تو اور کیا ہے کہ جہاں دعویداران اسلام کا ہر فرقہ داخلی اختلافات کا شکار ہے، اہل سنت وجماعت کے افراد بھی جو علم سے علاقہ، تصوف پہ یقین، خانقاہوں سے ربط، اور اسلاف سے محبت کی شناخت رکھتے ہیں ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھالنے میں مصروف ہیں۔ خانقاہ سے لے کر درسگاہ تک یہ زہر اس طرح سرایت کرچکا ہے کہ اب اندرون خانہ سے تلامذہ ومریدین تک اس کے اثرات پہنچ گئے ہیں اور سوشل میڈیا ان کی آپسی چپقلش کی گرم بازاری کا شکار ہورہا ہے۔ خانقاہوں میں جنگ، علما میں حسد، طلبہ میں تنافر، فارغین میں تنازع اور مریدین میں نعرہ مبارزت، یہ ہے ہماری دینداری کا منظر نامہ اور یہ ہے كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ کے حاملین کی سوچ کا محور۔

آج آمرانہ ذہنیت کی وبا عام ہے، ہر شخص دوسرے کو زیر کرنے کے درپے ہے اور اپنی طبیعت کے مطابق فیصلہ لینے پر آمادہ ومصر۔ فیصلہ اگر حسب خواہ ہوا تو سر آنکھوں پہ ورنہ سات پشتوں کا کھنگال دینا بھی دینی خدمت۔ اس معاملہ میں دو نظیریں بہت تازہ ہیں جس سے ابھی ہندوستان کا جنوبی وشمالی علاقہ جھلس رہا ہے، جن میں سے ایک کا تعلق جناب سید سبطین حیدر صاحب سے ہے تو دوسرے کا جناب مولانا سنابل رضا صاحب سے۔ ان دونوں صاحبان نے

اپنی طبیعت وعصبیت کو جس طرح شریعت کا لبادہ اوڑھایا ہے وہ مقام تحیر نہیں قابل افسوس ہے۔

جناب سبطین حیدر صاحب نے خانقاہ برکاتیہ کے صاحب سجادہ حضرت امین ملت سید شاہ امین میاں صاحب قبلہ دام ظلہ کے خلاف تاج الشریعہ سے فتویٰ لینا چاہا مگر تاج الشریعہ نے شرعی تقاضے کے تحت ان کے خلاف اور سبطین میاں کی طبیعت کے مطابق فتویٰ نہیں دیا اس لئے سبطین میاں کی نگاہ میں تاج الشریعہ مجرم ہو گئے اور آج تک اسی ناکردہ جرم کی پاداش میں جناب سبطین میاں ان کی مخالفت پر آمادہ ہیں، ان کی مخالفت میں، اسلامی غیرت وحمیت اور رضائے الٰہی کی طلب کے ساتھ اخلاص کا کتنا جذبہ کارفرما ہے، دینی جذبہ رکھنے والے حضرات سے مخفی نہیں۔

اس جوش تعصب میں وہ یہاں تک پہنچ گئے کہ اپنے طاہر ومطہر خانوادہ کے بزرگوں کے بھی احوال واقوال کے مخالف ہو گئے، حتیٰ کہ حدیث افتراق امت کا بھی انہوں نے انکار کر دیا جسے علما وفقہا ہی نہیں مشائخ عظام بھی اپنی کتابوں میں لکھتے اور اسے صحیح بتاتے آئے۔ اب انکار حدیث کے بعد بھی دعویداران تصوف ان کا احتساب کرنے کے بجائے انہیں صرف اس لئے اپنی پلکوں پر بٹھائیں کہ یہ ''تاج الشریعہ'' کے مخالف ہیں تو خدا کے یہاں ان کا یہ عمل انہیں کتنا مکرم بنانے والا ہے وہ خود ہی غور فرمالیں۔

جناب مولانا سنابل رضا صاحب جس خانقاہ کے فرد ہیں وہ خانقاہ رضویہ بریلی شریف ہی کی شاخ ہے، اور مرکز سے شاخ کا تعلق جیسا ہونا چاہئے ویسا یہاں کا معاملہ رہا بھی ہے ''فتاویٰ رضویہ عام کریں گے دین کا ہم کام کریں گے'' ان کا نعرہ ہی تھا، مگر ادھر جناب مولانا سنابل رضا صاحب نے حضرت محدث کبیر اور اپنے مابین جاری تنازع میں جب تاج الشریعہ کے یہاں دائر مقدمہ کا فیصلہ اپنے حق میں نہیں پایا تو وہ حضور تاج الشریعہ کے مخالف ہو گئے اور ایسی حرکتوں پر اتر آئے جسے نہ شرافت کہا جاسکتا ہے اور نہ دینی حمیت۔ نفرتوں کی اسی صحرانوردی میں وہ فتاویٰ تاج الشریعہ کی ایک ایسی عبارت تک پہنچ گئے جس میں سجدہ تعظیمی کے جواز سے متعلق حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر فقہا کے حوالہ سے صرف اتنا ہے کہ:

''اور حضرت محبوب الٰہی اور ان بعض فقہا پر طعن جائز نہیں بلکہ ان کے ساتھ حسن ظن اور ان کا احترام لازم ہے اور حسن ظن یہ ہے کہ ان حضرات سے اس مسئلہ میں خطا ایسا ہو گیا''

اس تین جملے میں تین تاکید استعمال کی گئی ہے (۱) طعن جائز نہیں (۲) حسن ظن اور احترام لازم (۳) خطا ایسا ہو گیا۔ مگر اس کے باوجود جناب سنابل رضا صاحب نے ''حضرت محبوب الٰہی اور خطا'' کو جوڑ کر وہ معنی پیدا کر دیا کہ شیطان بھی سو بار سر کھجائے اور ''کوا کان لے گیا'' کا محاورہ ثابت کرتے ہوئے ہفت روزہ ''خطیب دکن'' نے بھی وہ کارنامہ انجام دیا کہ اسلام مخالف میڈیا بھی شرمسار ہو جائے۔ کل جب جماعت میں توڑ پھوڑ مچانے والے جناب خوشتر نورانی صاحب نے اپنے رسالہ جام نور میں لکھا تھا کہ:

انیسویں صدی کے نصف اخیر کے بعد علم وفن اور شریعت وطریقت کے ان روحانی مراکز (خانقاہوں) کو

گرہن لگ گیا اور جانشینان مسند روحانیت میں علم وفن اور تزکیہ نفوس کی جگہ طریقت کی راہ میں مطلوبہ اخلاق بحران، خدمت خلق خدا ودین کے جذبہ سے محرومی، زر طلبی، جاہ وحشم، خود پسندی وخودنمائی اور ظاہری رعونت نے لی۔عیش پسندی نے ان کے دلوں سے اپنی دیرینہ روایات کو اس طرح مٹادیا ہے کہ یہ غیر ضروری رسم ورواج آج ان کی اعلیٰ ترجیحات میں شامل ہوگئے ہیں۔مگر عقیدت مندوں کی اس دنیا میں ان کی ''جرأت عصیاں'' پر کوئی قدغن لگانے والا نہیں اور وہ علمائے ربانیین جو اہل سنت کو خرابات دوراں سے گریز کی تعلیم دیتے ہیں اور گم رہی سے انہیں روکتے ہیں وہ اس مسند نشینوں کی توہین وتنقیص کا نشانہ بنتے ہیں''(قلم کی جسارت، ص ۱۵۲)

تو بہت سارے افراد نے اسے غلو وگستاخی سے تعبیر کیا تھا مگر آج ایک سیدھی سچی بات کو غلط معنیٰ ومفہوم پہنا کر جس طرح بے علمی وحقائق ناشناسی کا مظاہرہ کیا جارہا ہے اس سے کون کہہ سکتا ہے مدیر جام نو نے ریہ بات غلط کہی تھی۔اس سے قبل کہ خطیب دکن میں شائع عہد جدید کے صوفیہ کے اظہار خیالات پہ نظر ڈالی جائے پہلے لفظ ''خطا'' پر بھی ایک نظر ڈالیں تاکہ تاج الشریعہ کے حوالہ سے اقتباسات میں مستعمل ''محترم القابات'' کی حقیقی روح سے قارئین آشنا ہوسکیں۔

لغت میں ''خطا'' بھول چوک اور صواب کی ضد کے معنی میں ہے اور قریب قریب اسی معنی میں ''لغزش نسیان زلت'' بھی ہے اور ان تمام الفاظ کا استعمال بزرگوں نے دوسرے بزرگوں کے لئے کیا ہے بلکہ انبیائے کرام کے بارے میں بھی لفظ ''زلت'' کا استعمال ہے چنانچہ حضرت سید اکبر حسینی علیہ الرحمہ والرضوان نے ''نبی سے گناہ سرزد ہوسکتا ہے کہ نہیں'' کے جواب میں اپنی کتاب ''کتاب العقائد'' میں لکھا ہے

وحی کے بعد نبی سے قصداً معصیت سرزد نہیں ہوسکتی، اگر وحی کے بعد ایسا ہوتو وہ بطریق زلت ہوتا ہے۔ان کا قصد وارادہ تو مشروع ہوتا ہے لیکن غیر ارادی لغزش معصیت بن جاتی ہے''ص ۹۷

ملفوظات خواجہ بندہ نواز گیسودراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ''جوامع الکلم'' کے نام سے ہے اس کے صفحہ ۱۸۴ر پر ایک سرخی لگائی گئی ہے جس کا عنوان ہے

''امام حسن علیہ السلام سے ایک لغزش''

حضرت امام ربانی کے ''مکتوبات امام ربانی'' دفتر اول حصہ پنجم: ص ۷۰ر میں ہے۔

سالک کا کشف الہام ووحی سے ثابت شدہ احکام سے مخالفت کی صورت میں خطا اور غلط ہے تو اپنے قول کو علما کے قول پر مقدم رکھنا حقیقت میں نازل شدہ احکام قطعیہ پر مقدم رکھنے کے مترادف ہے اور یہ عین ضلالت اور محض خسارہ ہے''

اب خاص اس عمل میں مولانا سنابل رضا صاحب حضرت شیر بیشہ اہل سنت کا طریقہ وعمل دیکھیں وہ ایک مسئلہ میں حضرت ملا علی قاری کے بارے میں لکھتے ہیں

ہاں ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری کی شرح میں اگر وہ عبارت نہیں ہوتو بے شک اس مسئلہ میں ان سے غلطی ہوئی اور انہوں نے تشدد سے کام لیا جو یقیناً غلط ہے مگر کوئی معصوم نہیں''

غور فرمائیں انبیا کے لئے لغزش، امام حسن مجتبیٰ کے لئے لغزش، سالکوں کے لئے ''خطا اور غلط'' حضرت ملا علی قاری کے لئے یقیناً ''غلط ہے'' لکھا گیا یا نہیں؟ کیا اب کوئی کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ معاذ اللہ! حضرت سید اکبر حسینی ،حضرت خواجہ بندہ نواز، حضرت مجدد الف ثانی علیہم الرحمہ والرضوان اور حضرت شیر بیشہ اہل سنت علیہ الرحمہ نے بھی گستاخیاں کی ہیں؟ جب یہاں یہ الفاظ برسوں سے لکھے اور پڑھے جا رہے ہیں اور کوئی انہیں ''گستاخی'' نہیں سمجھتا تو حضرت محبوب الٰہی کے لئے ''خطا'' کہہ دینا کیسے گستاخی ہوگئی؟ کیا اس سے صاف واضح نہیں ہوتا کہ یہاں وہی طبیعت کے مطابق فتویٰ نہیں ملنے کا بخار ہے جو حضرت محبوب الٰہی سے محبت کے پردہ میں باہر آگیا ہے۔ یا پھر ایسا ہے کہ انبیا کرام علیہم السلام اور حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ''لغزش'' کا قبول ہے مگر حضرت محبوب الٰہی کے لئے اجتہادی خطا بھی نا قابل قبول؟ حضور تاج الشریعہ نے تو حد ادب میں فرمایا ''حضرت محبوب الٰہی اور ان بعض فقہا پر طعن جائز نہیں بلکہ ان کے ساتھ حسن ظن اور ان کا احترام لازم'' مگر حضرت مجدد مکتوبات حصہ چہارم دفتر اول میں تو یہاں تک فرماتے ہیں:

''صوفیہ کا عمل حل وحرمت میں سند نہیں ہے، صرف یہی کافی نہیں ہے کہ ہم انہیں معذور سمجھیں اور ان کو ملامت نہ کریں اور ان کا امر اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں یہاں امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول معتبر ہے نہ ابوبکر شبلی اور ابی حسن نوری کا عمل''

مزید فرماتے ہیں

''صوفیہ کا جو کلام علمائے اہل سنت کے اقوال کے موافق ہوگا وہ مقبول ہوگا اور غیر موافق غیر مقبول ہوگا'' اسی صفحہ میں یہ بھی ہے ''صوفی سے اگر ایسا کلام صادر ہو جو شریعت کے مخالف ہو جو غلبہ حال اور سکر کے وقت میں کشف کے باعث ہو تو اس کو معذور قرار دیا جائے گا اور اس کا یہ کشف غیر صحیح ہوگا''

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ پنجم: ص ۹۰۸)

اب ان تفصیلات کی روشنی میں غور فرمایا جائے کہ حدیث مبارکہ میں مجتہد کی جس خطا پر ایک اجر کی بشارت دی گئی، اور جس خطا کو علما عرفا فقہا نے اپنے ہم عصر وماسبق علما عرفا فقہا کے لئے استعمال کیا اور کسی نے اسے گستاخی نہیں سمجھا، آج اسی لفظ کو تاج الشریعہ کے ذریعہ استعمال کر دینے سے گستاخی کیسے ہو جائے گی؟ اہل انصاف بتائیں کہ نا کردہ جرم کے خلاف واویلا مچانا قرین انصاف ہے؟ اور کیا اسی کا نام تصوف، اخلاص اور خانقاہیت ہے؟

اگر ہمارے ان خانقاہی حضرات کو ''گدی نشینی'' کی دعویداری کے ساتھ بزرگوں کی کتابیں مطالعہ کرنے کی توفیق مرحمت ہوتی، تو اپنے عہد کے صاحب شریعت وحامل طریقت بزرگ تاج الشریعہ کی حرمت وتوقیر سے کھیلنے کے بجائے کھلواڑ کرنے والے کی سرزنش کرتے، مگر محبت اولیا کے ان نام نہاد دعویداروں نے تاج الشریعہ کے خلاف کیسے کیسے مہذب جملے استعمال کئے ہیں، قارئین اسے بغیر تبصرہ کے ملاحظہ کریں کہ یہ طبقہ شرفا کے الفاظ ہیں جس پر

تبصرہ کرنا جرم ہے:

"تحقیق کے نام پر جہالت دکھاتے ہوئے"

(سید فرید الحسن چشتی)

"اجارہ داری کرتے ہوئے، فتویٰ بازی کرتے آئے،

اپنی باطنی خباثت کا اظہار کیا ہے،

احمقانہ حرکت، صوفیہ کرام سے بغض وعناد،

(مولانا سید شاہ اسرار حسین: آستانہ عالیہ)

"اکابر کی راہ سے ہٹ کر گمرہی میں مبتلا،

علی شیر خدا کی شان میں گستاخی کے مرتکب

(پیر سید شبیر نقشبندی درگاہ کمیٹی اجمیر شریف)

ہمہ دانی کا مزاج لئے، ان کی بدبختی"

(مولانا صوفی شاہ مظفر علی ابو العلائی)

تاج الشریعہ کی پوری زندگی میں کوئی جملہ ایسا کوئی دکھاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے سخت سے سخت معاند کے لئے اتنی سطحی ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہو، قارئین تاج الشریعہ کے فتویٰ کی عبارت پر ایک بار پھر غور فرمائیں کیا پڑھے لکھے لوگ کبھی بھی اس سے حضرت محبوب الٰہی کی توہین واہانت سمجھ سکتے ہیں؟ اور جو توہین سمجھیں گے کیا وہ پڑھے لکھے کہلانے کے مستحق ہیں؟

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جس شخصیت کے بارے میں اتنا کچھ لکھا جارہا ہے وہ بھی کوئی ایسے ویسے نہیں بلکہ مقبول بارگاہ اللہ اور کروڑوں مریدین کے مرشد ہیں، جو متبع سنت اور تقویٰ وخشیت کا مظہر ہیں، جنہیں آج تک کسی نے کسی سنت کا تارک نہیں دیکھا، جن کے مریدین کا سلسلہ عجم ہی نہیں عرب ممالک تک پھیلا ہوا ہے، جنہوں نے آج تک ذاتی طور پر کسی کی دل آزاری نہیں کی، فتویٰ میں جن کی زبان سنجیدہ وشستہ رہی اور ہے۔ یہ زمانہ کے لئے مثال ہے کہ حضور تاج الشریعہ نے اتنا ہنگامہ حشر ہونے کے باوجود کسی سے باز پرس نہیں کی، اور نہ کسی کے خلاف کوئی احتسابی بیان دیا۔ ان کی شخصیت

ایں تقوی ام بس است کہ چوں زاہدانِ شہر
ناز وکرشمہ برسر منبر نمی کنم

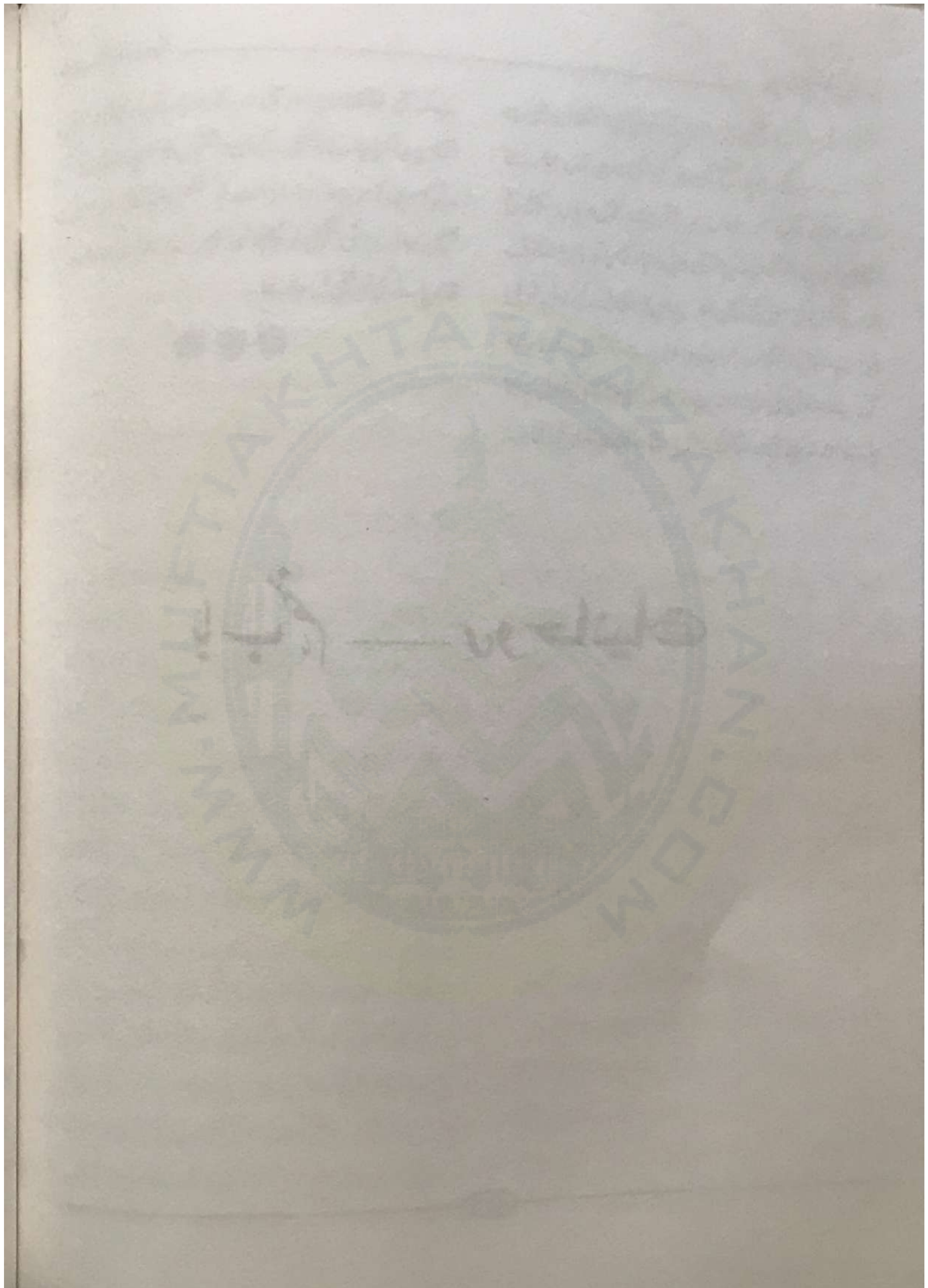
کی زندہ مثال ہے۔ جس سے نفس ستم کوش زدہ حضرات کو سبق لینا چاہئے۔ ہاں تاج الشریعہ پر اس ناروا جسارت کو دیکھ کر ہر دل دکھی ہوا، اور محبوب الٰہی کی آڑ میں تاج الشریعہ سے حسد رکھنے والے افراد کی علمی بے بضاعتی وغیر تصوفانہ عمل پہ حیرت زدہ بھی۔ اس صورت حال کے سبب تاج الشریعہ کے فیض یافتہ علما فضلا اور مشائخ نے حقیقت کے اظہار میں کوتاہی نہیں برتی اور مضامین ورسائل کے انبار لگادئے۔ اور اگر یہ روش قائم رہی تو تاج الشریعہ کے دامن کرم سے وابستہ افراد اپنی بیزاری کے اظہار کے لئے یقینا مجبور ہوں گے اور یہ عمل دونوں طرف سے اپنی قوتوں کو ضائع کرنے کے مترادف ہوگا۔ جو کسی طرح بھی ہندوستانی مسلمانوں کے مفاد میں نہیں ہے۔

خانقاہ ودرسگاہ میں آج جو برتری کی جنگ اور "ہم چنیں دیگرے نیست" کا نعرہ دلخراش ہے، وہ امت مسلمہ کی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ وہ خانقاہیں جو ما انا علیہ واصحابی کے حقیقی امین اور اہل سنت وجماعت کے

معتقدات پہ یقین رکھتی ہیں ان کے درمیان اختلاف حیرت انگیز ہے۔ یہ صحیح ہے کہ صلح کلیت کسی بھی درجہ میں ہمارے قابل قبول نہیں مگر جہاں یہ عفریت نہیں وہاں تنازع کیوں؟ جب اختلاف کی شرعی کوئی بنیاد نہیں تو پھر اختلاف ہوائے نفس کی سوا کچھ نہیں اور جہاں اختلاف کی کوئی شرعی بنیاد ہے وہاں اختلاف کرنے والوں سے اختلاف کرنا جادہ حق سے عدول کی علامت ہے، جو نہ کسی خانقاہ کو قبول ہونا چاہئے اور نہ کسی سنی درسگاہ کو۔ اس لئے حالات کا جبری تقاضہ ہے کہ سنی خانقاہوں اور سنی درسگاہوں کے درمیان مطلوبہ اتحاد پیدا کیا جائے ماضی کے ان رشتوں کا احیا کیا جائے جس نے امت کو مربوط اور جماعت کو مستحکم رکھا تھا۔ خدا کرے ہمیں حالات کی سنگینی کو سمجھنے اور بپھرے ہوئے حالات پہ قابو پانے کی توفیق مل جائے۔



باب نہم ــــــ روحانیات



مولانا مفتی محمد عیسیٰ رضوی، قنوج

حضور تاج الشریعہ اور سلوک وتصوف

خاندان اعلیٰ حضرت میں ایک سے بڑھ کر ایک صاحبان فضل وکمال پیدا ہوئے، خواہ وہ اعلیٰ حضرت سے قبل ہوں یا ان کے بعد، ہر دور اور ہر عہد میں اس خاندان میں ایسی نامور علمی شخصیات کا وجود ہوا جو یکتائے زمانہ اور نابغۂ روزگار ہوئیں۔ انہیں عوام وخواص کی علمی قیادت ورہنمائی حاصل رہی اور وہ ہستیاں مرجع خلائق ومرجع عقیدت بھی رہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری سے پہلے ان کے والد گرامی خاتم المحققین رئیس الاتقیاء حضرت مولانا نقی علی خاں اور ان کے جد امجد امام العلما خاتم الاکابر حضرت مولانا رضا علی خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہم علم وفضل میں یگانۂ روزگار رہے، ان کی تحقیقات وتصنیفات سے اہل علم خوب خوب واقف ہیں، ان کی جو علمی ودینی خدمات ہیں ان پر جماعت اہل سنت کو فخر ہے۔ ان کی برکتوں سے اس خاندان کی عظمتوں کی بہاریں آئیں، سعادتوں کی بارش ہوئی اور علم ودین کے فروغ وارتقا کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس کے لئے انہوں نے مفید ومستند کتابیں تصنیف کیں اور مسند ارشاد پر بیٹھ کر بندگان خدا کی اصلاح وتربیت کا نہایت خوشگوار فریضہ انجام دیا۔

اعلیٰ حضرت کے بعد ان کے بھائیوں، بیٹوں، پوتوں، نواسوں وغیرہم کا دور بھی انتہائی تابناک ودرخشاں رہا، ان میں سے ہر ایک کو عہد آفریں اور علوم اعلیٰ حضرت کا وارث وامین کہا جا سکتا ہے۔ خاص طور سے ان کے شہزادگان باوقار میں حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کو مختلف علوم فنون خصوصاً عربی ادب ولغت میں کامل عبور ومہارت تامہ حاصل تھی۔ وہ بے پناہ ذہین وفطین اور مردم شناس تھے۔ اعلیٰ حضرت کو ان پر کافی وثوق واعتماد تھا، سفر وحضر میں اعلیٰ حضرت انہیں اپنے ساتھ رکھتے، سفر حرمین میں اعلیٰ حضرت نے جو شہرہ آفاق کتاب ''الدولۃ المکیہ'' قلم برداشتہ لکھا تھا اس کی تبییض وتاریب حضرت حجۃ الاسلام ہی نے کی آپ ہمیشہ اعلیٰ حضرت کے دست راست بنے رہے اور ان کے علمی خزانے سے بھرپور استفادہ واکتساب کرتے رہے اور پھر ایک وقت آیا کہ مسند اعلیٰ حضرت کی زینت بن کر ان کی علمی وروحانی مشن کو فروغ دینے میں تاریخی کردار ادا کیا۔

ابوالبرکات آل رحمان حضور مفتی اعظم حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں نوری علیہ الرحمہ کو پوری دنیا جانتی ہے کہ علم وفضل، فقہ وافتا، طہارت وتقویٰ، سلوک ومعرفت، تصوف وعرفان اور متبع سنت اور مرجع علماء ہونے میں اپنے والد گرامی

اعلیٰ حضرت کے عکس جمیل تھے۔ان کی تصنیف وتالیف میں امام احمد رضا کا رنگ تحقیق اور انداز بحث وتمحیص نظر آتا ہے اور فکروعقیدہ کے تصلب اور استقامت دین میں وہ مظہر اعلیٰ حضرت معلوم ہوتے ہیں۔اعلیٰ حضرت کے دنیا سے جانے کے بعد جماعت اہل سنت میں جو خلا ہوا حضور مفتی اعظم نے اپنے حسن تدبر کامل حکمت ودانائی سے اسے پُر کردیا اور علما وعوام میں انہیں جو مرکزیت ومرجعیت حاصل رہی اور ہے وہ تاریخ کا سنہرا باب ہے۔

حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا علیہ الرحمہ کے شہزادۂ گرامی سرکار مفسر اعظم ہند مولانا شاہ ابراہیم رضا علیہ الرحمہ علوم عرفان کی ہمہ گیری اور فنون مروجہ میں کمال وعبور کے ساتھ ایسے وجیہ وباوقار تھے کہ ان کے چہرہ زیبا کو ہی دیکھ کر کتنے غیر مسلم ایمان واسلام کی دولت لازوال سے مالا مال ہو گئے۔کتنے لوگوں نے ان کی طلعت اقدس کو دیکھ کر یہ کہا کہ یہ شخص جس مذہب وملت کا پابند وپیرو کار ہیں وہ دنیا کا سب سے سچا اور اچھا مذہب ہے۔اس کی صداقت وحقانیت میں شک وریب نہیں ہوسکتا۔حضور مفسر اعظم میں ظاہری حسن وجمال کے ساتھ باطنی جوہر وکمال بھی تھا وہ تمام تر دینی وعلمی وروحانی محاسن وکمالات سے آراستہ تھے۔پیکر انسانی میں وہ عظیم وجلیل رتبہ کے مالک تھے۔ان کے وجود میں مقناطیسیت تھی اور ان کے قرب میں عجیب روحانی لذتیں کہ جو ان کے قریب ہوتا وہ ان کا مداح وگرویدہ ہوجاتا۔ان کے اندر ایسی کشش ورعنائی تھی کہ حق کا متلاشی اگر انہیں دیکھ لیتا تو انہیں کا ہوکر رہ جاتا۔الغرض ان کے اندر جو علمی جاہ وجلال ،فکروتدبر اور لطافت باطنی تھی وہ ان کے خاندانی طمطراق کا حصہ اور موروثی فیوض علمیہ کا اثر تھا۔وہ اگر چہ علما وعوام کے مابین مفسر اعظم ہند کے لقب سے مشہور تھے مگر سچ یہ ہے کہ وہ درسیات کے جملہ علوم وفنون پر درک ومہارت رکھتے تھے۔

میرے ممدوح مکرم جانشین مفتی اعظم تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا ازہری مدظلہ العالی سرکار مفسر اعظم ہند کے نور نظر اور لائق وفائق فرزند ارجمند ہیں۔وہ بیک وقت حضور اعلیٰ حضرت کے علوم وفنون کے وارث وامین، حضور حجۃ الاسلام کی روحانی قوتوں کے مظہر اور مفتی اعظم کے زہد وتقویٰ ،خلوص وللّٰہیت اور استقامت فی الدین کے پرتو ہیں۔آپ نے سرکار مفتی اعظم سے براہ راست جو خزانۂ علمیہ اور سلوک وتصوف کا عرفان حاصل کیا وہ عالم آشکار اور اہل علم پر ظاہر ہے۔

حضور مفتی اعظم کے نقوش قدم کو آپ نے نشان منزل بنایا اور فقہ وافتا اور شریعت وطریقت میں ان سے مکمل رہنمائی حاصل کی۔غرض کہ خاندانی وجاہت ووقار کے ساتھ علمی جاہ وجلال میں تاج الشریعہ کو جو تفرد وامتیاز حاصل ہے وہ سب حضور مفتی اعظم کے فیضان کرم اور نگاہ عنایت کا صدقہ ہے۔ حضور مفتی اعظم کی ذات عالیہ علم وفن کا بحر بیکراں اور زہد وتقویٰ میں اپنی مثال آپ تھی،ان کے علمی انوار ولطائف سے برصغیر کے جن علما وفضلا نے استفادہ واکتساب فیض کیا وہ اپنے عہد اور اپنے زمانے کے آفتاب وماہتاب بن کر چمکے اور ان کے خورشید علم کی ضیا باریوں سے شہر اور علاقے روشن وتابناک ہوئے۔جب حضور مفتی اعظم ہند کے فیوض وانوار سے دور

والے بے حد وحساب بہرہ اندوز ہوئے تو پھر تاج الشریعہ تو ان کے اپنے اور خاص نسبت وتعلق والے ہیں، ان پر جو نگاہ لطف اور بارش کرم ہوگی اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔اسی نگاہ کرم کا اثر ہے کہ آج تاج الشریعہ کو پورے عالم اسلام میں جو شہرت ومقبولیت حاصل ہے وہ کم لوگوں کو میسر ہے۔

کہنے کو تو کوئی سیاح افریقہ ہے کوئی سیاح لندن اور برطانیہ، اور کچھ لوگ تو ایک دو بار کسی بیرون ملک کا سفر کر کے آجائیں تو فخر سے ان کا سر اونچا ہو جاتا ہے اور سیاح یورپ وایشیا کا لاحقہ ان کی زندگی کا حصہ بن جاتا ہے، مگر تاج الشریعہ کے بارے میں کیا کہا جائے گا کہ افریقہ وامریکہ اور لندن وبرطانیہ جن کے لئے گھر آنگن ہیں کہ جب چاہیں جائیں اور جب چاہیں آئیں ،ایسی صورت میں اگر تاج الشریعہ کو سیاح عالم کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ بیرون ملک کے اسفار کے ساتھ ملک ہندوستان کا وہ کون سا صوبہ اور ضلع ہے جس نے تاج الشریعہ کی قدم بوسی نہ کیا ہو اور جہاں ان کے فیضان کا ابر کرم جھوم جھوم کر نہ برستا ہو اور جہاں ان کی آمدورفت زیادہ ہے وہ جگہ توسنیوں کے لئے فردوس نظر ہے، وہاں پر علم واعتقاد کے گلاب ونسترن کھلے ہوئے ہیں، وہاں کی فضا سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبوؤں سے معطر ہے۔وہ اپنے رسول کے سچے عاشق وشیدا اور وفادار امتی ہیں جہاں جہاں ان کا قدم پہنچ جاتا ہے وہاں سے بدعت وخرافات اور بدعقیدگی وبدمذہبی کی ظلمتیں دور ہو جاتی ہیں بے عملی وفکری آوارگی کا تابوت اٹھنے لگتا ہے ،دینی واعتقادی تصلب کا چمن لہلہانے لگتا ہے، وہاں لے لوگ صحابہ اور تابعین کے گرویدہ اور اصفیا واولیا کے دیوانے ہو جاتے ہیں ،وہاں پہ کسی وہابی ،دیوبندی ،مودودی اور بد عقیدہ وبے دین فرقہ کا گزر نہیں ہوتا۔

حضرت تاج الشریعہ جماعت اہل سنت کے ایسے عظیم وجلیل فرد ہیں جنہیں خاندانی شرافت وسعادت کا تمغۂ افتخار اور ایسی باوقار نسبتوں کی عظمت وبہار حاصل ہے جن کو دیکھ کر زمانہ رشک کرتا ہے۔ یہ ان کی خوش بختی ہے کہ حضور اعلیٰ حضرت کے بڑے صاحبزادے حضور حجۃ الاسلام کے پوتے اور چھوٹے صاحبزادے سرکار مفتی اعظم کے نواسے ہیں، مگر شرف نسبت کے ساتھ جو محاسن وکمالات ،علمی تفوق ،عربی زبان وبیان پر مہارت، تفسیر وحدیث میں بصیرت ،فقہی جزئیات پر دسترس ،تصنیف وتالیف کی رغبت، ترجمہ وحاشیہ نگاری کی صلاحیت اور عصری علوم پر گرفت میں جو امتیاز حاصل ہے ان میں وہ اپنے معاصرین میں ممتاز ومنفرد ہیں۔ شعروشاعری اور فنون لطیفہ سے بھی خوب دلچسپی رکھتے ہیں۔

سچ یہ ہے کہ تاج الشریعہ نمونۂ اسلاف اور اپنے بزرگوں کی یادگار ہیں۔عوام وخواص ہر ایک میں ایک باکرامت ولی کی حیثیت سے متعارف ہیں۔ ولی وہ جسے دیکھنے سے خدا یاد آئے ،ولایت کی یہ پہچان آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود ہے ۔میں یہ کہتا ہوں کہ ان کے پاس کرامتوں کا پشتارہ ہو یا نہ ہو مگر شریعت وسنت پر استقامت سے کسے انکار ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اولیائے کرام نے فرمایا کہ کشف وکرامت نہ دیکھ، استقامت دیکھ کہ شریعت کے ساتھ کیسا ہے،حضرت خواجہ شیخ بہاء الحق والدین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے امام ہیں ، آپ
سے کسی نے عرض کی حضرت تمام اولیا سے کرامتیں ظاہر ہوتی
ہیں ، حضور سے بھی کوئی کرامت دیکھیں ، فرمایا اس سے بڑی
اور کیا کرامت ہے کہ اتنا بڑا بھاری بوجھ گناہوں کا سر پر ہے
اور زمین میں دھنس نہیں جاتا۔

(الملفوظ ج چہارم تخریج شدہ ص ۵۸۷ مطبوعہ دہلی)

حضور تاج الشریعہ راہ سلوک کے قافلہ سالار ہیں ان کی تصانیف وتالیفات کے اقتباسات ان کی مجلسی گفتگو، تربیت مریداں اور ان کے مذاکرہ علمیہ سے میری اس رائے کی تائید ہوتی ہے۔تصوف کا تعلق اگر چہ عبادت وریاضت ، اشغال واعمال اور ذکر وفکر سے ہے ، لیکن درحقیقت یہ بھی باضابطہ ایک فن ہے۔اس پر مستقلاً کتابیں بھی لکھی گئیں اور لوگ اس کی طرف مائل بھی ہوتے رہے۔وہ دور جس میں تصوف وسلوک کو عروج حاصل ہوا وہ خالص اسلامی ، مذہبی اور دینی اقدار وروایات پر عمل کرنے کا دور تھا، عملی اصلاح وتربیت کے لئے کسی تنظیم وانجمن کی ضرورت نہیں تھی بلکہ اس وقت کا معاشرہ ہی ایسا صالح ونیک اور پاکیزہ اسلامی معاشرہ تھا جس میں لوگ ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر عمل کرتے بلکہ عمل وعبادت ، صوم وصلوٰۃ اور دیگر نیک کاموں میں ایک دوسرے پر سبقت وبرتری لے جانے کی سعی وکوشش کرتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ اس دور میں جنید وشبلی اور بایزید جیسے آسمان ولایت کے آفتاب وماہتاب پیدا ہوئے اور ایسے جلیل القدر وذیشان اولیا واصفیا، عباد وزہاد کا وجود ہوا جن پر زمانے کو آج تک فخر وناز ہے۔ان کا عہد زریں ایسا مبارک ومسعود اور روشن ودرخشاں ہوا کہ اس عہد کی اسلامی ترقیوں اور انسانی فوز وفلاح کو دیکھ کر خیر القرون اور عہد صحابہ کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔انہیں کے وجود کی برکتوں سے اسلامی تاریخ کو رشک بھری نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔

مجھے اس وقت تصوف وطریقت کی تاریخ پر خامہ فرسائی نہیں کرنی ہے اور نہ ہی اس کی ابتدا وآغاز پر بحث مقصود ہے بلکہ حضور تاج الشریعہ کی حیات میں تصوف وسلوک کی جو رعنائیاں اور اعمال واشغال میں جو خلوص وللّٰہیت کی جلوہ سامانیاں ہیں، ان کا جائزہ لینا ہے۔یہ حق ہے کہ حضرت تاج الشریعہ ایسے خاندان کے فرد فرید ہیں جو علم وفضل ، زہد وتقویٰ، صداقت ودیانت، متانت وسنجیدگی، عبادت وریاضت، طاعت وبندگی، خوف خدا، عشقِ مصطفیٰ، عقیدت اولیا اور حق گوئی وبے باکی جیسے اوصاف حمیدہ میں ممتاز ومنفرد ہے۔

آپ کو جہاں اپنے اباواجداد سے علوم وفنون کی دولتیں وراثت میں حاصل ہوئیں وہیں عمل وتقویٰ اور عرفان وتصوف کا سرمایہ بھی موروثی طور پر ملا، گویا خاندانی اعتبار سے بھی قابل تعریف ہیں اور ذاتی طور پر بھی لائق صد تحسین ہیں۔ وہ اوروں کی طرح ”پدرم سلطان بود“ کے کھوکھلے نعروں کے قائل نہیں بلکہ پروردگار نے انہیں خاندانی اور ذاتی دونوں طور پر جو کمال وخوبی عطا کی ہے اس سے وہ مسند علم وافتا کے صدر نشیں اور بزمِ سنیت کے تاجدار ہیں۔

حضرت تاج الشریعہ کے معمولات زندگی اور عبادت وبندگی دیکھنے کا مجھے جہاں تک موقع ملا اس کے تناظر میں پورے وثوق کے ساتھ میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ اپنے وقت کے

بہت بڑے صوفی اور شریعت پر استقامت کے کوہ گراں ہیں۔ فرائض وواجبات اور سنن ومستحبات کے پابند ہیں۔ سفر ہو یا حضر ہر جگہ نمازوں کا اہتمام فرماتے ہیں۔ فرائض وواجبات کے ساتھ نوافل کی کثرت اور نماز تہجد بھی ادا فرماتے ہیں، یہی چیزیں سلوک وتصوف کی روح اور عرفان طریقت کی جان ہیں، جنہیں دیکھ کر مشائخ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ صوفیا کا بھی طریقہ یہی رہا کہ قدم قدم پر احکام شرع کی پابندی کرتے اور طریقت کی پر پیچ گتھیاں سلجھانے میں مصروف رہتے۔ طریقت کو شریعت سے الگ نہیں سمجھتے، بلکہ شریعت کو اصل اور طریقت کو اس کی فرع مانتے ہیں۔ شریعت کو دریا اور طریقت کو اس سے نکلی ہوئی نہر جانتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ طریقت، شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں بلکہ شریعت کا ایک شعبہ ہے اور جو طریقت کو شریعت سے الگ مانتے ہیں وہ اپنی طبیعت پر عمل کرتے ہیں۔

صوفی ہونے کے لئے علم ومعرفت کے ساتھ احام شرع پر عمل ضروری ہے اس کے بغیر اس کی حلاوت ولذت تو دور کی بات رہی، تصوف کے پہلے زینے پر بھی قدم نہیں رکھا جاسکتا۔ صوفیا کی جماعت میں جس قدر علم وعرفان والے ہوئے اور جن سے سلوک وتصوف کو فروغ ملا وہ سب کے سب احکام شرع کے پابند اور سنتوں کے زبردست عامل تھے۔ سر خیل اولیا سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صاحب حدیث صوفی بنو، صوفی صاحب حدیث نہ بنو۔ (احیاء العلوم) یعنی پہلے علم حدیث حاصل کرو پھر صوفی بنو، نہ کہ پہلے صوفی بنو پھر علم حدیث حاصل کرو، کیوں کہ جو بغیر علم ومعلومات کے صوفی بنے گا وہ شیطان کا مسخرہ ہوگا اور شیطان اسے دام تزویر میں پھنسا کر راستے سے الگ کرنے کی کوشش کرے گا، مگر علم دین کی برکت سے شیطانی حملوں سے وہ محفوظ رہے گا۔ حدیث پاک میں بھی اس کی صراحت موجود ہے کہ بغیر فقہ کے عابد بننے والا ایسا ہی ہے جیسے چکی کا گدھا کہ محنت ومشقت تو خوب اٹھاتا ہے، مگر اسے فائدہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اپنی تصانیف وفتاویٰ کے متعدد مقامات پر یہی لکھا ہے کہ:

(۱) بے علم صوفی شیطان کا مسخرہ ہے۔

(۲) بے علم عابد کو شیطان اپنی انگلیوں پر نچاتا ہے اور بعض صوفیا کے اقوال واحوال سے یہ بھی لکھا ہے کہ

(۳) علم تصوف چشمہ شریعت سے نکلی ہوئی جھیل ہے۔

(۴) تصوف کیا ہے، بس احکام شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ہے۔

حضرت تاج الشریعہ تصوف اور طریقت کے معاملے میں اعلیٰ حضرت کے اقوال وارشاد کے پابند ومتبع ہیں۔ ان کی روشنی میں وہ راہ عمل طے کرتے ہیں اور وہی ان کی عملی زندگی کا خلاصہ بھی ہے۔ ان کی تصانیف وتقاریر کے بعض گوشوں میں یہی اشارے ملتے ہیں، اس میں شک نہیں کہ تاج الشریعہ اپنی خاندانی روایات اور اپنے طبعی رجحانات کی رو سے ایک بے ریا پاکباز صوفی کی حیثیت سے بے تکلفانہ زندگی بسر کررہے ہیں۔ ان کی زندگی میں کہیں بھی ریا وتصنع کا شائبہ نظر نہیں آتا، وہ زاہد خشک نہیں، صوفی خوش اخلاق ہیں۔

گروہ صوفیہ کا رجحان الگ الگ اور نظریہ مختلف ہے۔

بعض صوفیہ ذکر و فکر، ریاضت و مجاہدہ اور مراقبہ و مشاغلہ کے لئے تجرد و تنہائی اختیار کرتے اور اس کے لئے وہ خلوت و گوشہ نشینی کو ترجیح دیتے ہیں، گوشہ تنہائی میں وہ ریاضت و مجاہدہ اور نفس کشی کا سامان کرتے ہیں۔ بعض وہ ہیں جو اپنے معمولات وعبادات اور ذکر و فکر کو باقی وساری رکھتے ہوئے دینی و علمی خدمت اور عوام کی اصلاح تربیت کو ترجیح دیتے اور اسی کو اپنا فریضہ نصب العین جانتے ہیں۔

اہل علم کو بخوبی معلوم ہے کہ ان دونوں گروہوں میں وہ افضل ہے جو اذکار وعبادات اور شرعی تقاضوں پر عملی جد و جہد کے ساتھ خدمات دینیہ اور مشاغل علمیہ کی بقا کو اپنا فریضہ قرار دیتا ہے اور روز و شب دین و سنت کی حمایت اور اس کی ترویج واشاعت میں لگا رہتا ہے ایسے صوفیا کو اس کے علاوہ اور کسی ریاضت و مجاہدہ کی ضرورت نہیں، ان کے لئے یہی خدمات دینیہ مجاہدات ہیں بلکہ عالم باعمل کی دینی خدمات عابد کے مجاہدوں سے بڑھ کر ہیں۔

اعلیٰ حضرت سیدی سرکار امام احمد رضا قادری نور اللہ مرقدہ سے استفسار ہوا کہ اگر کوئی مجاہدہ کرنا چاہے تو اس کی تکمیل کرنے کے لئے دنیوی ذریعہ معاش اور دینی خدمات دونوں کو چھوڑنا پڑے گا، آپ نے فرمایا، اس کے لئے یہی (دینی و علمی) خدمات مجاہدات ہیں بلکہ اگر نیت صالحہ ہے تو ان مجاہدوں سے اعلیٰ۔ امام ابو سفرائنی جب انہیں مبتدعین کی بدعات کی اطلاع ہوئی، پہاڑوں پر اکابر علما کے پاس تشریف لے گئے جو ترک دنیا و مافیہا کر کے مجاہدات میں مصروف تھے، ان سے فرمایا:

”یا أکلة الحشیلش انتم ھھنا و امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی الفتن۔“ (اے سوکھی گھاس کھانے والو! تم یہاں ہو اور امت محمدیہ فتنوں میں ہے۔)

انہوں نے جواب دیا کہ امام یہ آپ ہی کا کام ہے ہم سے ہو نہیں سکتا، وہاں سے واپس آئے اور مبتدعین کے رد میں نہریں بہائیں۔

(الملفوظ اول تخریج شدہ ص ۸۸ مطبوعہ دہلی)

اس نقطۂ نظر سے اگر تاج الشریعہ کی شخصیت کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوگا کہ انہوں نے اگرچہ گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر ریاضت و مجاہدہ نہیں کیا اور نہ تجرد کی زندگی گزاری، مگر ان کی دینی و علمی خدمات اسلام و سنت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت، حلقۂ ارادت کی تعلیم و تربیت، ملک و بیرون ملک کے تبلیغی دورے، تصنیف و تالیف، تعریب و تخریج، شروح و حواشی، فتاویٰ نویسی، مسائل شرعیہ کی تحقیق و تدقیق، احکام شرعیہ کا بیان، علمی و فقہی سوالوں کا جواب اور مفتیان کرام کی رہبری و رہنمائی وغیرہ مصروفیات خلوت و گوشہ نشینی اور ریاضت و مجاہدہ سے بڑھ کر ہے۔ ان چیزوں کو ان کے سلوک و تصوف کے دائرہ سے خارج نہیں سمجھا جا سکتا اور نہ ہی ان کی صوفیانہ زندگی سے الگ کیا جا سکتا ہے بلکہ یہ تمام خدمات دینیہ ان کے صوفیانہ کردار و عمل میں شامل ہیں اور ان کی تمام دینی مساعی کو تحریک تصوف کا نام دیا جا سکتا ہے۔

شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے بھی خدمات دینیہ وعلمیہ ہی کو ریاضت و مجاہدہ اور

ذریعہ سلوک سمجھا اور اسی کو وہ اصل تصوف اور روح طریقت جانتے تھے۔ وہ اپنے معمولات ومشاغل کے ساتھ کبھی کبھی ایسی نفس کشی کرتے کہ دیکھنے والوں کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا، کیونکہ اس کے لئے گوشۂ خلوت میں نہیں بیٹھتے بلکہ رونق بزم ہوتے اور زندگی کی تمام تر مصروفیات ومشغولیات جاری رہتیں، مگر در حقیقت نفس کشی میں مصروف رہ کر روحانی قوتوں کو فروغ دیتے۔

امام احمد رضا کی ذات میں نفس کشی کی ایک مثال یہ ملتی ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے مسلسل باسٹھ گھنٹے تک کھانا پینا ترک فرمادیا جب کھانے کے لئے اصرار کیا گیا تو فرمایا کہ جب روح کو غذا ملتی رہے تو جسم کو غذا فراہم کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی، پھر والدین کریمین کی رضا وخوشنودی کا خیال کرتے ہوئے کھانا شروع کیا۔(امام احمد رضا اور معارف تصوف)

نفس کشی کا ایسا ہی نمونہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت امام المتقین حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی زندگی میں بھی ملتا ہے کہ انہوں نے بھی آخر عمر میں کھانا پینا کم کردیا تھا، مگر اس کی وجہ سے نہ عبادات ومعمولات میں کوئی فرق آیا اور نہ ہی اذکار واوراد میں کوئی کمی آئی۔ ان کی روحانی قوت اس قدر غالب تھی کہ ظاہر غذا کی انہیں حاجت نہیں ہوئی کیوں کہ غذا کی ضرورت جسم کو ہوتی ہے نہ کہ روح کو اور جس کی روحانیت، جسمانی قوت پر غالب آجائے وہ کھانے پینے سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔ بالکل یہی حال حضرت تاج الشریعہ کا ہے کہ آپ کی غذا بھی بہت قلیل ہے، یہ اور بات ہے کہ نفس کشی صرف غذا کی قلت پر موقوف نہیں، اس کے اسباب وعوامل اور بھی ہیں جنہیں ہم حضور تاج الشریعہ کی زندگی میں مشاہدہ کرتے ہیں اور انہیں چیزوں کو دیکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور تاج الشریعہ ایک باکمال سالک وصوفی اور میدان طریقت وتصوف کے عظیم شہسوار ہیں۔ صوفی کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ کسی گمنام جگہ بیٹھ کر حق ہو کی صدائیں بلند کرے اور **الااللّٰہ** کی ضرب سے صرف قلب ونظر کو مجلیٰ کرے بلکہ جو شریعت محمدیہ اور سنت مصطفیٰ پر عمل کرے، فرائض وواجبات کو ان کے وقتوں پر ادا کرے، اس کا دل خلق خدا کے لئے ہمدردی سے لبریز ہو، مسلمانوں سے خیر خواہی کرتا ہو وہ بھی منزل ولایت وتصوف سے ہم آغوش ہوسکتا ہے۔

حضور تاج الشریعہ کی خلوت وجلوت کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کسی کنج تنہائی میں بیٹھ کر ضرب حق ہو کو اگرچہ اپنا مشغلہ نہیں بنایا، مگر جو کیا رضائے الٰہی کے لئے کیا، اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع میں کیا۔ ان کے اندر کوئی تصنع، فخر وغرور، بغض و حسد، عداوت وکینہ، نفرت وبیزاری جیسے اوصاف ذمیمہ اور خصائل مذمومہ نہیں ہیں بلکہ وہ اوصاف حمیدہ سے آراستہ ہیں اور ایک صوفی کی سیرت وکردار کا سب سے بڑا حصہ یہی ہے کہ وہ عادات قبیحہ سے اپنے آپ کو بچائے رکھے اور اخلاق رسول کی ضیائیں اس کی حیات کا ہالہ بنا ہو۔

حضرت تاج الشریعہ کے ذکر وفکر اور سلوک وتصوف کا دائرہ خدمت تبلیغ دین وسنت اور ترویج مذہب ومسلک ہے اس لئے انہوں نے ریاضت ومجاہدہ اور ذکر واذکار کے لئے

گوشۂ تنہائی اختیار نہیں کیا اور نہ ہی اس کو تصوف وسلوک کا معیار سمجھا بلکہ مبلغ دین اور ناشر سنیت ہونے کی حیثیت سے احقاق حق وابطال باطل اور اشاعت اسلام کو انہوں نے سرمایہ سلوک سمجھا کیوں کہ جسے دعوت وارشاد، تعلیم وتعلم، کار افتا اور خدمات دینیہ سے فرصت میسر نہ ہو اس کے لئے خلوت نشینی ضروری نہیں بلکہ اشاعت اسلامیہ اور فروغ دین وسنت ہی مجاہدہ ونفس کشی کے مترادف ہے۔ خلوت نشینی وہ کرے جس کے اندر اشاعت علم کی قوت واستعداد نہیں ہوتی، مگر ایک عالم وفقیہ کے لئے سب سے بڑی ریاضت قرآن وحدیث کی تعلیمات کو عام کرنا ہے۔

ایک استفتا کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ لکھتے ہیں: "امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی ان کو کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا، فرمایا جنت عطا کی گئی، نہ علم کے سبب بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس نسبت کے سبب جو کتے کو راعی کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر وقت بھونک بھونک کر بھیڑوں کو بھیڑیئے سے ہوشیار کرتا رہتا ہے۔ مانیں نہ مانیں یہ ان کا کام، سرکار نے فرمایا کہ بھونکے جاؤ بس اس قدر نسبت کافی ہے۔ لاکھ ریاضتیں، لاکھ مجاہدے اس نسبت پر قربان جس کو یہ نسبت حاصل ہو اس کو کسی مجاہدے، کسی ریاضت کی ضرورت نہیں اور اس میں کیا ریاضت تھوڑی ہے جو عجلت نشیں ہو گیا۔ نہ اس قلب کے کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے، نہ اس کی آنکھوں کو، نہ اس کے کانوں کو، اس سے کہئے جس نے اوکھلی میں سر دیا ہے اور چاروں طرف سے موسل کی مار پڑ رہی ہے۔" (الملفوظ تخریج شدہ ح سوم ص ۴۹۹ مطبوعہ دہلی)

حضرت تاج الشریعہ کو جنہوں نے قریب سے دیکھا ہے وہ پورے اعتماد سے کہہ سکتے ہیں کہ ان کی حیات کا لمحہ لمحہ قرآن وسنت، تفسیر وفقہ اور علم حدیث کی اشاعت میں مصروف ہے وہ شریعت مطہرہ کے استحکام کے لئے ہر لمحہ کوشاں رہتے ہیں وہ صرف عابد خشک نہیں بلکہ عالم وفاکیش ہیں۔ انہیں یہ فکر ہر گھڑی دامن گیر رہتی ہے کہ آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی امت کو ان بھیڑیوں سے کیسے بچایا جائے ان کے ایمان وعقیدے کا تحفظ کس طرح کیا جائے۔ انہیں نبی کا سچا غلام کیسے بنایا جائے، ان کے اندر کردار وعمل کی حرارت کیسے پیدا کی جائے اور وہ ان ہی چیزوں کو اپنی ریاضت ومجاہدہ پر مقدم رکھتے ہیں۔

فن تصوف میں خدمت خلق کی جو اہمیت ہے اس سے وہ لوگ بخوبی واقف ہیں جن کا تاریخ تصوف سے لگاؤ ہے، ایک صوفی اور خدا رسیدہ بزرگ کے لئے مخلوق خدا کی خدمت اہم شئے ہے جس کے گرد اس کی زندگی محصور نظر آتی ہے۔ صوفیا خدمت خلق کو اس لئے ترجیح دیتے ہیں کہ یہ خدا تک رسائی کا اہم ذریعہ ہے اور ہر وہ بات جو وصول الی اللہ کے لئے معاون ہو، اسے ضرور اپناتے ہیں کیوں کہ ان کا مقصد حیات اللہ ورسول کی رضا اور نفس وشیطان کے خلاف جہاد کرنا ہے اور یہ سچائی ہے کہ جس نے اپنے نفس امارہ کو شکست دے دیا، وہ عرفان وسلوک کی راہ کو کامیاب وکامرانی کے ساتھ طے کرتا ہے اور طریقت کی اصطلاح میں اسی کو صوفی

کہتے ہیں۔ خیر القرون سے اہل اسلام میں جو صوفیا اور اولیا ہوئے وہ کردار و عمل کی حرارت، قلوب ونفوس کی طہارت اپنے نبی سے عشق و وفا، اپنی عبادت میں اخلاص وللّٰہیت، خلق خدا کے ساتھ جذبہ ترحم، احکام شرعیہ کے احکام کی پابندی، اوامر ونواہی پر استقامت کے ساتھ عمل اور دیگر اوصاف حمیدہ سے آراستہ تھے، یہ وہ چیزیں ہیں جو تصوف وسلوک کی جان ہیں ان کے بغیر کوئی مرد مومن طریقت کا عرفان حاصل نہیں کرسکتا۔ منزل سلوک تو ایک بحر نا پیدا کنار ہے اس کے بھنور میں بڑے بڑے گم ہو گئے، مگر ساحل مراد تک نہیں پہنچ سکے۔ حضرت سعدی نے سچ فرمایا ؎

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختۂ بر کنار

"اس بھنور میں ہزاروں کشتیاں ڈوب گئیں کہ ان کا ایک تختہ بھی کنارے پر ظاہر نہ ہوا۔"

حضرت تاج الشریعہ نے عالمانہ وقار، صوفیانہ فکر ونظر اور مذہبی رکھ رکھاؤ کے ساتھ اپنے خاندانی روایات کو زندہ رکھا، اپنے بزرگوں کے نقش قدم کو مشعل راہ بنایا اور یہ ان کے ہی فیوض وحسنات کا نتیجہ ہے کہ آج عالم اسلام میں اپنی بین الاقوامی شہرت ومقبولیت میں آپ ایک انفرادی شان رکھتے ہیں۔ آپ کا نام صداقت وراست بازی کی علامت اور حق گوئی وبے باکی کی ضمانت ہے، اسی خوبی کردار کی وجہ سے لوگ کشاں کشاں آپ کی طرف چلے آرہے ہیں اور آج آپ کے مریدین ومتوسلین اور معتقدین کی تعداد حد شمار سے باہر ہے۔ عہد حاضر میں شاید ہی کوئی ایسا پیر ہو جس کی بیعت وارشاد کا حلقہ اس قدر وسیع ہو۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ پیر ایسا ہونا چاہئے جو اپنے مریدوں کی تربیت اس طرح کرے جیسے مرغی اپنے چوزوں کی، بعض پیر ایسا کرتے ہیں اور اپنے مریدوں کے ہر پروگرام میں شریک ہوتے ہیں، مگر بریلی کے پیروں میں یہ بات نہیں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات بے بنیاد اور مخالفین بریلی کی من گھڑت ہے جس کا حقیقت سے کچھ تعلق نہیں، پھر بھی ایسے لوگوں سے ہم کہنا چاہیں گے کہ اعلیٰ حضرت کا گھرانہ ایک علمی گھرانہ ہے وہاں سے علما وفضلا پیدا ہوئے اور دین وشریعت کی خوب خوب اشاعت کی۔ وہاں کا نشریہ عالم اسلام کے ہر گوشے میں پہنچتا ہے اور لوگ اس سے بہرہور ہوتے ہیں اس کے باوجود مشائخ بریلی اپنے مریدین ومعتقدین کی اصلاح وتربیت اور علمی قیادت کا فریضہ اس انداز میں انجام دیتے ہیں کہ انہیں علم دین کی دولت وسعادت سے بھی مالامال کرتے ہیں، عشق مصطفیٰ کی سوغات سے بھی نوازتے ہیں اور عبادت وریاضت کی لذت وحلاوت سے بھی آشنا کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ سلسلہ رضویہ کے مریدوں کو جو شجرہ مبارکہ دیا جاتا ہے اس میں جو پند ونصائح، ذکر واذکار، وعظ وتذکیر اور اوراد ووظائف مرقوم ہیں وہ دنیا اور آخرت دونوں کے لئے نہایت مفید اور ایک استاذ ومربی کے مثل ہیں، اگر کوئی مرید باصفا صرف شجرہ رضویہ کو ہی عمل میں شامل کرلے تو نجات اخروی اور سعادت دارین کے لئے کافی ہے۔ پیران بریلی میں خصوصاً حضور تاج الشریعہ کو جن لوگوں نے

اس نقطہ نظر سے دیکھا ہے انہیں اس بات کا اعتراف واقرار ہوگا کہ تاج الشریعہ نے اپنے مریدین ومتوسلین کی اصلاح وتربیت کے لئے اوقات متعین کر رکھے ہیں، جن میں تشنگان علم ومعرفت اور طالبان تصوف وسلوک بھی حاضر ہوتے ہیں اور اصحاب علوم نبویہ اور وارثین علوم مصطفیٰ بھی، عوام وخواص کی بھیڑ بھی ہوتی ہے اور دانشوروں کا اژدھام بھی، آپ کی ان مجلسوں کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ جس طرح سرکار مفتی اعظم ہند نے سیدی حضور اعلیٰ حضرت کی مجلس میں علم ومعرفت اور سلوک وتصوف سے آراستہ گفتگو کو ''الملفوظ'' کے نام سے جمع کیا جسے علمی ذخائر میں ایک نئے باب کا اضافہ کہنا چاہئے، یوں ہی حضور تاج الشریعہ کی مجلسی گفتگو کو ''انوار تاج الشریعہ'' کے نام سے ترتیب دے کر کسی اہل قلم نے بڑا تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے جو پوری جماعت اہل سنت کی جانب سے شکریئے کے مستحق ہیں۔ الغرض حضور تاج الشریعہ کو دور حاضر میں تصوف وسلوک کا جو عرفان حاصل ہے وہ ان کے احوال واقعی کی تعبیر اور ان کے اخلاص عمل کی تشریح ہے۔ کسی کوتاہ بیں کو ان کی شخصیت میں کوئی جاذبیت نظر آئے یا نہ آئے مگر سچ یہی ہے کہ اکابر صوفیے کے معمولات کو پڑھ کر یہ یقین جاگ اٹھتا ہے کہ حضور تاج الشریعہ تصوف وسلوک کی بلند منزل پر فائز ہیں۔



ڈاکٹر ساحل شہسرامی علیگ

حضور تاج الشریعہ: ایک مرشد کامل

مرشد برحق، عارف کامل، عالم صالح، پاسدار شریعت، رازدار طریقت، صوفی باصفا، پیکر زہد و اتقا، مرشد انام، عاشق خیر الانام، مظہر غوثیت مآب حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کی ذات قدسی صفات وہبی اور اضافی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ذاتی محاسن و کمالات کا ایک بحر بے کراں ہے۔ آپ کے قدزیبا پر شریعت و طریقت کے سارے محاسن پھبتے ہیں لیکن آپ کا موروثی امتیاز تفقہ اور تقویٰ ہے جو آپ کے گلستان وجود میں پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ آپ کے کمالات کی جہتیں بہت متنوع اور وسیع ہیں۔ اس مختصر سی تحریر میں صرف آپ کے وصف بیعت و ارشاد کے کمالات کی ایک جھلک دکھانی مقصود ہے اور بس۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو بے شمار علمی، دینی اور فنی کمالات سے سرفراز فرمایا ہے، وہیں آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کو عالمی سطح پر فروغ دینے کا شرف عالی بھی عطا فرمایا ہے اور ایک مرشد کامل کی حیثیت سے آپ کی مقبولیت ایسی ہے کہ ایک جہان گرویدہ نظر آتا ہے۔ آپ کے شیفتہ گان کی صف میں صرف عوام اہل سنت ہی نہیں بلکہ خواص میں علماء، صلحا، سادات، صوفیا، زاہدین، عاملین، مفکرین، دانشوران اور دنیوی سطح کے اعلیٰ تعلیم یافتہ گان کی ایک لمبی تعداد ہے۔ یہ آپ کے اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہونے کی روشن نشانی ہے۔

حضرات صوفیائے کرام نے ایک مرشد کامل کی جو شرائط و خصوصیات اپنی کتابوں میں بیان فرمائی ہیں، ان کی روشنی میں مرشد کامل، ہادی برحق تاج الشریعہ سراج الطریقہ عارف باللہ حضرت علامہ قاضی مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ کے وجود بامسعود میں موجود مرشدانہ اوصاف کا تعارف عامہ اہل سنت کی درمیان پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں تاکہ دنیا ادراک کرے کہ ہمارے شیخ، شریعت وطریقت کے جامع اور بہر طور مرشد کامل ہیں۔ ہاں مشائخ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کا شیوہ یہی رہا ہے کہ اپنے کمالات باطنی پر اخفائے احوال کا پردہ ڈالے رہتے ہیں۔ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ عموماً فتویٰ نویسی اور نقوش میں اپنی کرامات پوشیدہ رکھتے۔ یہی حال سرکار مفتی اعظم قطب عالم اور حجۃ الاسلام مرشد انام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تھا۔ گرچہ ان بزرگ ہستیوں سے کثیر حسی کرامات کا صدور بھی ہوا۔ یہی حال تاج الشریعہ سراج الطریقہ دامت برکاتہم

القدسیہ کا بھی ہے کہ آپ اپنے مدارج روحانیہ پر اخفا کا پردہ ڈالے رہتے ہیں لیکن آپ کے روحانی مدارج بہت عالی ہیں اور آپ کا کشف بہت بڑھا ہوا ہے لیکن اس کا اظہار نہیں ہونے دیتے۔ آپ کے بعض روحانی تصرفات اور کشف کا میں خود شاہد ہوں لیکن اس کا تذکرہ پھر کبھی۔

عارف باللہ صوفی کامل حضرت علامہ میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہٗ ''سبع سنابل شریف'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''پیر کی بنیادی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ پیر صحیح مسلک رکھتا ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ پیر شریعت کے حقوق کی ادائیگی میں پیچھے رہ جانے والا اور سستی برتنے والا نہ ہو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ پیر کے عقیدے اہل سنت وجماعت کے موافق درست ہوں۔

لہٰذا پیری اور مریدی کی جو رسم باقی ہے، ان تین شرطوں کے بغیر درست نہیں ہوگی۔ ان تین شرطوں کی مختصر وضاحت کرتا ہوں۔

پہلی شرط کہ پیر کا مسلک صحیح ہو، اس کی توضیح یہ ہے کہ سچے مرید کو صحیح سلسلہ تلاش کرنا چاہیے کہ اکثر جگہ خلط اور خبط ہو گیا [یعنی سلسلہ متصل ہونا چاہئے]

پیری کی دوسری شرط یہ ہے کہ پیر جملہ عبادات کا، فرائض اور واجبات اور سنتوں، نوافل اور مستحبات کا عامل وعالم ہو اور ان احکام کی پابندی میں کوتاہ اور سست نہ ہو۔

پیری کی تیسری شرط یہ ہے کہ پیر کے عقیدے درست ہوں مذہب اہل سنت وجماعت کے مطابق اور متعصب پکا سنی ہو۔

یہی تین شرطیں اصل شریعت ہیں۔ اگر ان سے قدم باہر رکھے گا تو راہ دین سے گرے گا۔

[سبع سنابل اردو ص ۱۱۰-۱۱۶ ملخصا]

قطب الارشاد مجدد اسلام امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ نے فتاویٰ افریقہ میں اس کی مفصل بحث پیش فرمائی ہے۔ میں یہاں اس کی متعلقہ بحث کی تلخیص پیش کرتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقم طراز ہیں:

''مرشد بھی دو قسم کے ہیں:

اول عام کہ کلام اللہ وکلام الرسول وکلام ائمہ شریعت وطریقت وکلام علماء دین اہل رشد وہدایت ہے۔ اسی سلسلہ صحیحہ پر کہ عوام کا ہادی کلام علماء، علماء کا رہنما کلام ائمہ، ائمہ کا مرشد کلام رسول، رسول کا پیشوا کلام اللہ جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم۔

دوم خاص کہ بندہ کسی عالم سنی صحیح العقیدہ صحیح الاعمال جامع شرائط بیعت کے ہاتھ میں ہاتھ دے۔

یہ مرشد خاص جسے پیر وشیخ کہتے ہیں، پھر قسم دوم ہے:

اول شیخ اتصال یعنی جس ہاتھ پر بیعت کرنے سے انسان کا سلسلہ حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو جائے۔ اس کے لیے چار شرطیں ہیں:

۱- شیخ کا سلسلہ باتصال صحیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا، بیچ میں منقطع نہ ہو کہ منقطع کے ذریعے سے اتصال ناممکن۔ بعض لوگ بلا بیعت محض بزعم وراثت اپنے باپ دادا کے سجادے پر بیٹھ جاتے ہیں یا بیعت تو کی تھی مگر خلافت نہ ملی تھی، بلا اذن مرید کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یا سلسلہ ہی وہ ہو کہ قطع کر دیا گیا، اس میں فیض نہ رکھا گیا، لوگ براہ ہوس

اس میں اذن وخلافت دیتے چلے آتے ہیں یا سلسلہ فی نفسہ اچھا تھا مگر بیچ میں کوئی ایسا شخص واقع ہوا جو بوجہ انتفائے بعض شرائط قابل بیعت نہ تھا۔ اس سے جو شاخ چلی، وہ بیچ میں سے منقطع ہے۔ ان صورتوں میں اس بیعت سے ہرگز اتصال نہ ہوگا۔ بیل سے دودھ یا بانجھ سے بچہ مانگنے کی مت جدا ہے۔

۲۔ شیخ سنی صحیح العقیدہ ہو۔ بدمذہب گمراہ کا سلسلہ شیطان تک پہنچے گا، نہ کہ رسول اللہ ﷺ تک۔ آج کل کھلے ہوئے بددینوں بلکہ بے دینوں حتیٰ کہ وہابیہ نے کہ سرے سے منکر ودشمن اولیاء ہیں، مکاری کے لئے پیری مریدی کا جال پھیلا رکھا ہے۔ ہوشیار خبردار احتیاط احتیاط۔

۳۔ عالم ہو۔ **اقول:** علم فقہ اس کی اپنی ضرورت کے قابل کافی اور لازم کہ عقائد اہل سنت سے پورا واقف، کفر واسلام وضلالت وہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو ورنہ آج بدمذہب نہیں، کل ہوجائے گا۔ صدہا کلمات وحرکات ہیں جس سے کفر لازم آتا ہے اور جاہل براہ جہالت ان میں پڑجاتے ہیں .... لہٰذا عالم عقائد ہونا لازم۔

۴۔ فاسق معلن نہ ہو۔ **اقول:** اس شرط پر حصول اتصال کا توقف نہیں کہ مجرد فسق باعث فسخ نہیں، مگر پیر کی تعظیم لازم ہے اور فاسق کی توہین واجب، دونوں کا اجتماع محال۔

دوم شیخ ایصال: کہ شرائط مذکورہ کے ساتھ مفاسد نفس [نفس کے فسادات] ومکائد شیطان [شیطان کی مکاریوں] ومصائد ہوا [خواہش نفسانی کی شکارگاہوں] سے آگاہ ہو۔ دوسرے کی تربیت جانتا اور اپنے متوسل پر شفقت تامہ رکھتا ہو کہ اس کے عیوب پر اسے مطلع کرے، ان کا علاج بتائے۔ جو مشکلات اس راہ میں پیش آئیں، حل فرمائے۔ نہ محض سالک، نہ نرا مجذوب۔ عوارف شریف میں فرمایا: یہ دونوں [سالک اور مجذوب] قابل پیری نہیں۔

اقول: اس لیے کہ اول [سالک محض] خود ہنوز راہ میں ہے اور دوسرا طریق تربیت سے غافل، بلکہ مجذوب سالک ہو یا سالک مجذوب اور اول اولیٰ ہے۔ اقول: اس لیے کہ وہ مراد ہے اور یہ مرید ہے۔"

[فتاویٰ رضویہ جدید، ۲۱/۵۰۵-۵۰۷ ملخصا]

عارف باللہ سراج طریقت تاج شریعت جانشین اعلیٰ حضرت فقیہ اسلام علامہ مفتی قاضی شاہ اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ کی ذات والاصفات ان تمام شرائط واوصاف کی جامع ہے جو ایک شیخ کامل میں ہونے چاہییں۔ آئیے ان پیرانہ اوصاف اور محاسن مشیخت کی جھلکیاں حضرت کی حیات مبارکہ کے روشن روشن صفحات میں ملاحظہ کرتے ہیں۔

حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کی ولادت مبارکہ ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ/ ۲۳ نومبر ۱۹۴۳ء میں ہوئی اور سن فراغ ۱۹۶۳ء ہے۔ جامعہ ازہر سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد بریلی شریف ۱۹۶۶ء میں تشریف لائے اور ایک مرشد کامل، ہم شبیہ غوث اعظم سرکار مفتی اعظم قطب عالم شاہ مصطفی رضا قادری نوری قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں رہ کر آپ نے آداب شریعت وطریقت سیکھے اور ظاہری وباطنی تربیت حاصل کی۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ میری زندگی کے سب سے قیمتی لمحات وہی ہیں جو حضور مفتی اعظم رضی اللہ

تبارک وتعالیٰ عنہ کی خدمت بابرکت میں گذرے، اور نظم میں فیضان مرشد کی تاثراتی ہمہ گیری کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

نگاہِ مفتی اعظم کی ہے یہ جلوہ گری
چمک رہا ہے جو اختر ہزار آنکھوں میں

آپ نے عرفان وآگہی کی جو منزلیں سرکار مفتی اعظم قطب عالم قدس سرہٗ کی رہنمائی میں طے کی ہیں، اس کا علم تو اصحاب نظر رکھتے ہیں لیکن ہم جیسے تہی دامنوں کو بھی آئے دن آپ کے جلوۂ عرفان کے مظاہر دیکھنے کو ملتے رہتے ہیں۔

شیخ کامل کی دونوں جہتوں کی جامع ہے آپ کی ذات گرامی۔ شیخ اتصال اور شیخ ایصال دونوں کے اوصاف آپ کی ذات اقدس میں بدرجۂ اتم جلوہ گر ہیں۔ شیخ اتصال کی شرائط حضرت میر عبدالواحد بالگرامی کے مطابق تین اور اعلیٰ حضرت کے بیان کے مطابق چار ہیں۔ وہ چاروں شرطیں بہت خوبی کے ساتھ آپ کے اندر موجود ہیں۔

شرط اول: شیخ کا سلسلہ باتصال صحیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا ہو۔ اسی کی تعبیر حضرت میر نے یہ فرمائی کہ پیر صحیح مسلک رکھتا ہو۔ حضرت تاج الشریعہ سراج الطریقہ دامت برکاتہم القدسیہ کا سلسلہ سرکار مفتی اعظم قطب عالم اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہوتا ہوا سرکار غوث اعظم قطب اکرم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک بسند صحیح ومتصل جا پہنچتا ہے۔ یہ ایسا مستحکم اور زریں سلسلہ عالیہٴ قادریہ ہے کہ عارفین اسے سلسلۃ الذہب کہتے ہیں۔

حضرت تاج الشریعہ کے اس سلسلے میں کہیں انقطاع نہیں اور آپ کے شیخ ومرشد سرکار مفتی اعظم قطب عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ صرف یہ کہ آپ کو اجازت وخلافت اور خرقہ مرحمت فرمایا بلکہ آپ کو اپنا جانشین بھی قرار دیا جس کی سند سرکار مفتی اعظم کی یہ تحریر ہے:

''میں اختر میاں کو اپنا قائم مقام اور جانشین مقرر کرتا ہوں'' [او کما قال]

[اصل تحریر کا عکس حیات تاج الشریعہ اور تجلیات تاج الشریعہ میں ملاحظہ کریں]

شرط دوم: شیخ سنی صحیح العقیدہ ہو۔ میر صاحب نے اسے تیسری شرط کے طور سے بیان فرمایا۔ حضرت تاج شریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کی سنیت اور خوش عقیدگی ایسی تام، کامل اور اکمل ہے کہ آپ سے وابستگی خوش عقیدگی اور سنیت خالص کی ضمانت سمجھی جاتی ہے۔ آپ کی پوری زندگی مذہب مہذب اہل سنت وجماعت کی اشاعت، حمایت اور صیانت میں گذری ہے۔ آپ کی کثیر تحریریں حمایت حق اور رد بدمذہباں میں ہیں جن میں الحق المبین خاص طور سے قابل ذکر ہے اور عقیدے کی یہ پختگی اور دین وسنیت کا یہ دفاع واستحکام کئی سو سال سے آپ کی خاندانی وراثت ہے۔

شرط سوم: پیر عالم ہو۔ حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ عالم ہی نہیں علم وفن کی آبرو ہیں۔ دینی ومتعلقہ عصری فنون کا کون سا ایسا گوشہ ہے جسے آپ کے دامان فکر وفن کی وسعت میں جگہ نصیب نہیں۔ قرآنیات، تفسیر، حدیث، اصول حدیث، علم کلام، فقہ، اصول فقہ، تصوف، منطق، فلسفہ، ریاضی، فلکیات، توقیت، جفر، تکسیر، علم الاعداد،

ردومناظرہ، فن شعر، فن تنقید، عربی ادب، اردو ادب، فارسی ادب، انگریزی ادب، غرض بیسیوں علوم وفنون میں آپ کو مہارت حاصل ہے۔ اور فقہ وفتویٰ اور سیر وکلام تو آپ کی خاص پہچان ہیں۔ فقہی اور کلامی امور میں آپ کا قول، قول فیصل ہوتا ہے۔ یہ ایسی عالمگیر روشن حقیقت ہے جسے آئینہ دکھانے کی ضرورت نہیں کہ ع:

"آفتاب آمد دلیل آفتاب"

شرط چہارم: فاسق معلن نہ ہو۔ میر صاحب نے تیسری اور چوتھی شرط کو ایک ہی شق میں بیان فرمادیا کہ عالم باعمل ہو، فرائض وواجبات اور سنن ومستحبات کا پابند ہو۔ حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کی شفاف آئینہ مسعود زندگی کے لمحات کس قدر شریعت وطریقت کے سانچے میں ڈھلے اور الٰہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، کوئی چند لمحات آپ کی خدمت اقدس میں گذار کر دیکھے۔ ایک معروف فیض یافتہ عالم دین کا بیان ہے جنھوں نے جلوت وخلوت میں ایک عرصے تک حضرت کو برتا ہے کہ

"میں نے سالہاسال حضرت کی خدمت میں گذارے، میں نے حضرت کا کوئی عمل شریعت سے ہٹ کر نہیں دیکھا۔"

بظاہر یہ ایک مختصر جملہ معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا مصداق بننا کس قدر مشکل ہے، اس کا اندازہ کرنا بھی ہر کس وناکس کے بس کا نہیں۔ مزید گفتگو آگے آتی ہے۔

شیخ اتصال ہونے کے لیے ان چار شرائط کا جامع ہونا کافی ہے لیکن حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ شیخ اتصال ہی نہیں بلکہ شیخ ایصال ہیں۔ البتہ آپ نے اپنے کمالات باطنی پر شریعت طاہرہ کی رداڈال رکھی ہے۔ اس لیے بہت سی نگاہوں سے آپ کے کمال باطنی کا یہ گوشہ مخفی ہے۔

حضرت میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ "سبع سنابل شریف" میں تحریر فرماتے ہیں:

"اور طریقت کی طرف آئیں تو طریقت میں پیری کی شرطیں بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے بعض ہم لکھتے ہیں:

۱- پہلی شرط اکل حلال ہے۔ پیر کو اکل حلال میں احتیاط کلی برتنا چاہیے۔ ہرگز ہرگز کوئی ایسا لقمہ جو غیر حلال طریقے سے حاصل کیا گیا ہو یا مشتبہ ہو، اس کے پاس نہ پھٹکے۔

۲- دوسری شرط صدق مقال، سچا بول ہے۔ پیر کو چاہیے کہ ہرگز جھوٹ، غیبت اور فحش زبان پر نہ لائے کہ سچائی نجات دلاتی ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔

۳- تیسری شرط دنیا کی حرص، اس کی لذتیں، اس کی خواہش ترک کردینا اور مخلوق کے اس کی جانب رجوع اور قبولیت پر کوئی توجہ نہ دینا ہے۔ اگر مالدار اور تمام دنیادار اس کی طرف رجوع کریں تو پیر پر واجب ہے کہ کسی رغبت اور دل کا میلان اس سے ظاہر نہ ہو اور ان کے درمیان قبولیت کی وجہ سے پیر میں کوئی غرور اور گھمنڈ نہ اس کے ظاہر میں آنے پائے اور نہ باطن میں۔

۴- چوتھی شرط مال کا جمع نہ کرنا ہے۔ اگر اسے کثرت سے فتوحات اور نذرانے میسر ہوں تو چاہیے کہ ان سے حاصل شدہ سب مال راہ خدا میں خرچ کردے۔ انہیں

سمیٹ کر نہ رکھے۔ ہاں اگر متواتر مال نہ آتا ہو اور دوسری جگہ سے کبھی کبھی مال کثیر مل جاتا ہو۔ اس حالت میں اگر اہل وعیال کے نفقہ کی طرف سے دلجمعی اور عبادت کے لئے فراغت قلبی کی نیت سے مال کو حفاظت سے رکھے تو جائز ہے۔

۵-پانچویں شرط اچھی خصلتیں اور مخلوق کی خیر خواہی ہے۔ پیر کو چاہیے کہ مخلوق کو ایذا رسانی اور رنج دینے سے دور رہے اور ترش رو اور بد اخلاق نہ بنے۔ اس لیے کہ جو شخص لوگوں کو آزار پہنچاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بے زار رہتا ہے۔

۶-چھٹی شرط یہ ہے کہ اپنے آپ کو عزت کی نظر سے کبھی نہ دیکھے اور خود بینی اور خود نمائی کی صفت کو صدق اور اخلاص کے مقام پر اتار دے یعنی ان کے بجائے صدق واخلاص حاصل کرے۔

۷-ساتویں شرط یہ ہے کہ مرید بنانے پر حریص نہ ہو۔ اگر کوئی شخص سچے دل سے اس کی طرف رجوع لائے، اسے بیعت کرے ورنہ فراغ خاطری سے خدائے برتر کی عبادت میں مشغول رہے اور اپنے وقت عزیز کی پونجی کو برباد نہ کرے۔

۸-آٹھویں شرط مخلوق کی زیادتیوں کو برداشت کرنا اور لوگوں سے جو تکلیف پہنچے، اس پر صابر رہنا ہے۔ اس لیے کہ درویشوں کا خرقہ، رضائے الٰہی کا جامہ ہے تو جو شخص اس خرقہ کو پاکر اپنی نامرادیوں کو برداشت نہ کرے وہ محض فقر کا مدعی ہے اور خرقہ اس پر حرام۔

۹-نویں شرط گناہوں اور نافرمانیوں کو یکسر چھوڑ دینا ہے۔ پیر کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو بجالانا اور اس کی نافرمانیوں سے پرہیز کرنا اپنے اوپر نہایت اہتمام سے لازم کرلے۔

۱۰-دسویں شرط یہ ہے کہ کشف اور کرامتوں کا متوالا نہ ہو بلکہ استقامت کا شیدائی ہو۔ اس لیے کہ خلاف عادت امور اور کشف تو بے دینوں سے بھی ظاہر ہوجاتا ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے: ''اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ''۔ حق پر ثابت قدم رہنا کرامت سے بڑھ کر ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ پہلی تین شرطیں ان دس شرطوں کے ساتھ شامل ہیں۔''
[سبع سنابل، ص ۱۱۸-۱۱۶ ملخصا]

آیئے ان شرائط کی روشنی میں حضرت تاج الشریعہ کے کمالات باطنی کا عکس ملاحظہ کریں:

۱-حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ وہ محتاط بزرگ ہیں کہ رزق حلال سے پرے کسی لقمہ کو حلق کے نیچے اتارنا تو دور کی بات ہے، مشتبہ لقمے کو بھی پاس آنے نہیں دیتے بلکہ اسے اپنے نور باطن سے دریافت کر کے دسترخوان پر بیٹھ کر بھی دست کش ہوجاتے ہیں۔

کشن گنج، بہار کے پاس موضع بہادر گنج میں ایک صاحب کے توسط سے ایک صاحب ثروت کے یہاں حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ مدعو تھے۔ دسترخوان لگ چکا تھا۔ لوگ دسترخوان پر بیٹھ چکے تھے۔ حضرت کو بھی لوگ لے کر آئے۔ حضرت بھی دسترخوان پر نشست فرما ہو چکے تھے کہ اچانک آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔ پھر فرمایا: میں نہیں کھا سکوں گا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ صاحب خانہ سود خور تھا۔

خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے فرد فرید حضرت تاج الشریعہ

ے گھرانے میں نذور میں بھی خلط ملط ہونے سے احتیاط
برتی جاتی ہے۔ اگر کسی نے توشہ غوثیہ نذر کرنے کے لیے رقم
پیش کی تو اسی میں صرف ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم
کی نذر الگ خانے میں رکھی جاتی ہے۔ غرض ہر طور سے رزق
مشتبہ یا غیر محتاط سے بھی بچا جاتا ہے۔ اور یہ سلسلہ پشتہا
پشت سے چلا آرہا ہے۔

۲-صدق مقال کا اہتمام اس قدر ملحوظ ہے کہ جلوت
وخلوت میں ہر جگہ زبان کی حفاظت ملحوظ رہتی ہے۔ کسی کی
غیبت کرتے آج تک نہ سنا گیا۔ مبتذل الفاظ ناراضگی کے
عالم میں بھی زبان مبارک پر جاری نہیں ہوتے۔ فحش کلامی تو
دور کی بات ہے۔ کسی کو زبان دے دی تو ہر ممکن حد تک اس
کی پاسداری کی جاتی ہے۔ اس کی ایک مثال پیش
کرتا ہوں۔ بریلی شریف میں ایک قطعہ اراضی کا معاملہ کئی د
ہائی پہلے ایک صاحب سے طے ہوا جس کی قیمت اس زمانے
میں پچاس ہزار روپے تھی صرف پانچ ہزار باقی رہ گئے تھے۔
ابھی حال میں اسی کی بولی پچیس لاکھ تک بعض صاحبان نے
لگائی اور گذارش کی وہ قطعۂ زمان مجھے دے دیا جائے لیکن
حضرت تاج الشریعہ نے اس گذارش پر قطعا توجہ نہ فرمائی اور
اپنے صاحب زادے سے فرمایا کہ پانچ ہزار لے کر صاحب
معاملہ سے بیع مکمل کر دو۔ یہ صرف وہی کر سکتا ہے جو حد درجہ
خداترس ہو اور جسے دنیا چھو کر نہ گذری ہو۔

۳-حرص وہوس دنیا سے کنارہ کشی اور لذات دنیوی
سے دوری کا یہ عالم ہے کہ بڑے بڑے روٴسا اور اصحاب
ثروت حضرت کی ایک نگاہ توجہ کے منتظر رہتے ہیں لیکن حضرت
اپنے معاملے میں ان سے کبھی کچھ نہیں فرماتے۔ حضرت مفتی
عابد علی رضوی صاحب کی روایت کے مطابق حضرت نے اس
معاملے میں استفسار پر فرمایا: ”اللہ تعالیٰ جب مجھے بے مانگے
عطا فرتا ہے تو میں کسی سے کچھ کیوں کہوں؟“

آپ کا سادہ لباس، سادہ مزاج، بے تکلف طرز
گفتگو، سادہ سی مختصر غذا رنگا رنگ پر تعیش دنیا سے بے نیازی
کے آثار نہیں تو اور کیا ہیں۔ میں نے بڑے بڑوں کو بنتے
سنورتے دیکھا ہے لیکن حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم
القدسیہ اپنے کرامت آثار سادہ سے وجود کے ساتھ رونق ممبر
ہوتے ہیں۔ سنت کے مطابق عمامہ مبارکہ زیب سر فرماتے
ہیں اور وہ بھی اس درجہ بے تکلف انداز میں کہ اسے باندھنے
سے زیادہ لپیٹنا کہنا زیادہ مناسب ہوگا لیکن عمامہ مبارکہ آپ
کے سعادت آثار وجود اقدس پر اس قدر جنچتا ہے کہ اس کی
پھبن دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

آپ نے صاحبان ثروت نیاز مندوں پر اہل علم وعمل
کو ہمیشہ ترجیح دی ہے۔ ممبئی عظمیٰ میں بعض ارد گرد رہنے والے
افراد، حضرت کی زیارت وملاقات کی غرض سے آنے والے
علمائے کرام کے ساتھ سرد مہری کا برتاؤ کرتے اور ٹال مٹول
سے کام لیتے تھے۔ حضرت کو علم ہوا تو ان صاحبان سے سخت
مواخذہ فرمایا اور کڑی تنبیہ فرمائی کہ علمائے کرام جس وقت بھی
تشریف لائیں، انہیں بلا تاخیر ملاقات کا موقع فراہم کیا
جائے، چاہے وہ رات کا آخری پہر ہی کیوں نہ ہو۔

ہاں دلداری اور شفقت آپ کی سب پر عام ہے
چاہے وہ امیر ہو یا غریب، عالم ہو یا بے

علم، چھوٹا ہو یا بڑا۔ جو دین اور لوازمات دین سے جس قدر زیادہ قریب ہے، آپ کی شفقت اس پر اتنی ہی زائد ہے۔ اکابر علما و سادات تشریف لاتے ہیں تو آپ اس کبرسنی کے عالم میں بھی اٹھ کر استقبال فرماتے ہیں اور حسب مراتب نذر پیش فرماتے ہیں۔ یہ آنکھوں دیکھی عرض کر رہا ہوں۔ گزشتہ رمضان میں ممبئی میں یہ فقیر رضوی حاضر خدمت ہوا تو حضرت نے مجھے بھی نذرانہ کا تحفہ عطا فرمایا۔ آپ کی جانب خلقت کا جیسا رجوع اور گرویدگی ہے، اگر کوئی دنیا دار ہوتا تو اس کی باچھیں کھل اٹھتیں لیکن حضرت پر وہی بے نیازی کا عالم رہتا ہے۔

میں نے بہت قریب سے دیکھا اور محسوس کیا ہے کہ حضرت کو مرید بنانے یا ان کی تعداد کثیر کرنے کا کوئی اشتیاق نہیں ہوتا۔ شوق ہے تو علم اور دین کی خدمت کرنے کا۔ ایک مرتبہ میں بریلی شریف میں حاضر خدمت تھا۔ جمعرات کا دن تھا۔ اس دن آستانہ عالیہ قدسیہ رضویہ پر بھی زائرین کا ہجوم رہتا ہے اور حضرت بریلی شریف میں تشریف رکھتے ہوں تو حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے والوں کا بھی تانتا لگا رہتا ہے۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے والوں کی کئی صفیں مرید ہو چکی تھیں۔ چار پانچ مرتبہ تو میرے سامنے لوگ آدھے گھنٹے کے اندر مرید ہوئے۔ ایک ہجوم آیا، دوسرا گیا۔ تیسرا گروہ آیا، چوتھا تیار ہے۔ حضرت سب کو داخل سلسلہ فرما رہے ہیں۔ اسی دوران علمی کام بھی چل رہا ہے۔ پھر ایک نئی صف داخل سلسلہ ہونے کو حاضر ہوئی۔ خادم نے داخل سلسلہ کرنے کے لیے عرض کیا گیا تو حضرت پر جھنجھلاہٹ طاری ہوگئی، ناراض ہوکر فرمایا: جمعرات کو عجب مصیبت رہتی ہے۔ ابھی تو دسیوں بار داخل سلسلہ کر چکا ہوں۔ کیا میں صرف مرید ہی کرتا رہوں، کوئی اور علمی اور دینی کام نہ کروں۔ ہٹاؤ ان لوگوں کو، کہو بعد میں آئیں۔ یہ دنیا اور کثرت اعوان و انصار اور افرادی قوت سے بے نیازی نہیں تو اور کیا ہے۔ میں نے بڑے بڑے پیروں کو دیکھا ہے کہ عوام کو اپنی مریدی کے حلقے میں لانے کے لیے کیا کیا جتن نہیں کرتے، کون سے حربے ہتھکنڈے نہیں اپناتے، ایجنٹ چھوڑے جاتے ہیں، مختلف انداز سے لبھاتے اور گرویدہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن خداداد مقبولیت کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ بقول شخصے:

"حضرت تاج الشریعہ کے ایک دن اور ایک محفل میں جتنے مرید ہوتے ہیں، بہت سے پیروں کے پوری زندگی میں اتنے مرید نہیں ہوتے"۔

یہ آپ کی دنیا اور جاہ و حشمت سے بے نیازی کا ہی فیضان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں کو آپ کا شیفتہ بنا رکھا ہے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

۴- حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ نے اوائل عمر میں دین و علم اور اشاعت سنیت کی خاطر کافی مشقت خیزیاں گوارا فرمائیں۔ ۱۹۶۶ء سے ۱۹۸۱ء سرکار مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال تک آپ مرکزی دارالافتاء بریلی شریف دارالعلوم منظر اسلام سے وابستہ رہے اور درس و افتاء کی خدمات انجام دیتے رہے اور ساتھ ہی

سرکار مفتی اعظم کی معیت میں تبلیغی دورے پر بھی تشریف لے جاتے۔ سرکار مفتی اعظم قدس سرہٗ کے وصال کے بعد خود بنفس نفیس بے شمار دورے فرمائے۔ گاؤں کھیڑے میں مشقت خیز سفر کئے۔ کہیں بیل گاڑی پر، کہیں کہیں پیدل بھی چلنا پڑا۔ آپ کا عمومی سفر ٹرین کے ذریعہ ہوتا۔ بریلی شریف میں کہیں آنا جانا ہوتا تو رکشہ ذریعۂ سفر ہوتا۔ پشتینی زمینداری آپ کا ورثہ تھا۔ واسع حقیقی رب تبارک وتعالیٰ نے آپ کی خدمات جلیلہ مقبولہ کے اعزاز میں مزید اسباب کی راہیں کشادہ کیں۔ فتوحات کی کثرت اور وسائل کی وسعت کے ساتھ ساتھ دست کرم بھی مزید کشادہ ہوتا گیا۔ کئی سو سال سے ایک خلقت آپ کے در سے فیض اٹھاتی رہی ہے۔ اب ان فیض یاب ہونے والوں کے دائرے میں اور وسعت ہوتی گئی۔ آپ نے کبھی مادیت کی جانب توجہ نہیں فرمائی اور نہ خداداد دولت کو سمیٹ کر رکھنے کا داعیہ بیدار ہوا بلکہ اس کو خلق خدا کے مفادات علمیہ، دینیہ اور دنیویہ کے لیے خاص فرما دیا۔ جامعۃ الرضا، مہمان خانہ، قادری لنگر، مرکزی دار الافتاء اور اس کے لوازمات سب آپ کے ذمۂ کرم پر ہیں۔

۵-خصائل کریمانہ، اوصاف حسنہ، شمائل نبیلہ اور عادات طیبہ کا سدا بہار گلشن ہے آپ کی ذات گرامی۔ بڑوں کی تکریم، نسبت بزرگاں کا پاس ولحاظ، چھوٹوں پر شفقت، علماء ومشائخ کا اکرام، نیازمندوں کی دلداری، ضرورت مندوں کی حاجت روائی، مشکلات میں دستگیری، مصائب میں صبر جمیل، نعمتوں اور نوازشات الٰہیہ میں بے غبار شکر، دوسروں کی جانب سے کی گئی دل آزاریوں سے عفوو درگذر، پے در پے سفر کے باوجود اس کبرسنی میں بھی کلفت کا اظہار نہ کرنا بلکہ خندہ پیشانی سے ملنا، لوگوں کے بے ہنگم ہجوم کو برداشت کرنا، حاسدین اور معاندین کی ریشہ دوانیوں کی جانب توجہ نہ کرنا اور خود کو اللہ ورسول کی رضا کے کاموں میں مصروف رکھنا آپ کے اوصاف حسنہ کے ایسے پاکیزہ دلکش اور بابرکت گوشے ہیں جن سے آپ کا مقدس وجود سجا سجا نظر آتا ہے۔ اگر میں آپ کے ان دل آویز وصفی گوشوں کی تفصیل پیش کروں تو ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے۔ یہاں صرف چند اشارے پیش کرتا ہوں۔

جولائی ۱۹۸۶ء میں جامعہ اشرفیہ مبارکپور حصول تعلیم کی غرض سے حاضر ہوا۔ اس وقت سے لے کر تا ہنوز حضرت کی زیارت وخدمت اقدس میں حاضری، جلوت وخلوت میں حضرت کی گفتگو سننے اور علما ومشائخ سے ملاقات کے مناظر دیکھنے کا شرف بارہا حاصل رہا ہے۔ حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کو ہر صاحب عظمت ونسبت کا احترام کرتے ہوئے پایا۔ حضرت محدث کبیر، حضرت مفتی اشفاق حسین راجستھان، اور کثیر اکابر علمائے کرام کو کبرسنی کے باوجود آپ اٹھ کر تعظیم پیش فرماتے ہیں، انہیں نذر پیش کرتے ہیں۔ خانقاہی سادات کرام کے سجادہ نشینان کی دست بوسی بھی فرماتے ہیں، اٹھ کر تعظیم دیتے اور انہیں خصوصی نذر پیش کرتے ہیں۔ مخدوم گرامی حضرت مولانا حافظ سید اویس مصطفیٰ قادری واسطی دامت برکاتہم القدسیہ کے ساتھ متعدد بار حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے

یہی منظر اکرام و تعظیم اپنی نگاہوں سے دیکھا۔ اصاغر اور نیاز مندوں پر شفقت کا یہ عالم ہے کہ ہر ایک یہی سوچتا ہے کہ حضرت مجھے سب سے زیادہ مانتے اور چاہتے ہیں بلکہ بہت سے افراد کو حضرت کی شفقتوں کا تذکرہ کر کے روتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایسی مجسم شفقت ہستی صرف خاصان خدا کی صف میں ہی مل سکتی ہے۔ حاجت روائی مخلوق کے لئے تو آپ کی زندگی کا ہر لمحہ خاص ہے۔ اس کی گواہی آپ کے ارد گرد رہنے والے اور حاضر باش، ستم رسیدہ افراد بخوبی دے سکتے ہیں۔ خدام تو خیر خدام رہے، عام انسان بھی اگر کوئی مشکل لے کر حاضر ہوتا ہے تو آپ اس کی مشکل کشائی کی جانب توجہ فرماتے ہیں۔ مصیبت زدوں کے لئے دعائیں کرنا، پانی پر دم کر کے انہیں عطا کرنا، حاجت مندوں کی حسب ضرورت مالی امداد کرنا آپ کے معمولات سے ہے۔ اس کی اتنی کثیر نظیریں ہیں کہ بیان کرنا مشکل ہے۔ میں سحر و ساحری کے اثرات بد کا شکار رہتا ہوں۔ حاضر خدمت ہو کر عرض کی تو حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ نے دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مفتی ناظم علی رضوی صاحب سے اس سلسلے میں ذکر کرتا ہوں۔ اصاغر نوازی ایسی ہے کہ مجھ جیسا معمولی فرد امت حاضر خدمت ہوتا ہے تو ضیافت کے لئے خصوصی اہتمام کا حکم فرماتے اور ظہرانے یا عشائیہ کے وقت یاد فرماتے اور حکم فرماتے ہیں کہ مولانا کے لئے قیام کا انتظام کرو۔ صدر العلما حضرت علامہ تحسین رضا قادری رضوی علیہ الرحمہ کے اچانک سانحۂ ارتحال اور امین شریعت حضرت علامہ سبطین رضا قادری رضوی علیہ الرحمہ کی رحلت کے وقت آپ کو حد درجہ غمزدہ لیکن صبر جمیل کا پیکر پایا۔ جزع فزع یا بے صبری کہیں نہ دیکھی گئی۔ آپ کو فخر ازہر ایوارڈ سے نوازا گیا جس کے اعزاز میں متعدد جلسے ہوئے لیکن آپ پر اس کا کوئی فخریہ اثر نہ دیکھا گیا بلکہ بریلی شریف کی ایک اعزازی نشست میں، میں خود حاضر تھا۔ حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ نے اپنے تاثراتی کلمات کے دوران ارشاد فرمایا:

"پتہ نہیں لوگ کیوں اس ایوارڈ کو اتنی اہمیت دے رہے ہیں۔ میں تو سب سے قیمتی لمحات ان یادگار ساعتوں کو سمجھتا ہوں جو میں نے حضرت مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں گذارے اور میں جو نعمتیں بھی دیکھتا ہوں، انہیں لمحات سعید کی برکتیں سمجھتا ہوں۔"

یاران بے صفا کی حاسدانہ ریشہ دوانیوں پر آپ کے صبر اور عفو و درگذر کا معاملہ آنکھوں دیکھی چیز ہے۔ پہلے کچھوچھوی پھر مارہروی فتنوں نے آپ کی دل آزاری اور اہمیت کم کرنے کی کوششوں میں کوئی کسر باقی نہ رکھی لیکن آپ نے اف تک نہ کہا بلکہ عزیزوں کو بھی ان کی جانب توجہ نہ کرنے اور رضائے الٰہی اور رسالت پناہی کے کاموں میں مصروف رہنے کی تلقین فرمائی۔ جب کہ بفضلہٖ تعالیٰ آپ کے پاس خداداد افرادی قوت ایسی اور اتنی ہے کہ آپ صرف اشارہ فرما دیتے تو ان فتنہ گروں کا ناطقہ بند ہو جاتا۔ آج کے پیران بے صفا اور پیر زادے تو اپنے مخالفین کو دھمکیاں دلواتے ہیں، غنڈہ گردی پر آمادہ رہتے ہیں بلکہ معاذ اللہ جان

لینے سے بھی گریز نہیں کرتے، لیکن ہمارا پیر، پیر کامل ہے اور اسلاف کی یادگار ہے۔ یہ آپ کی بے نفسی اور استقامت کی ایسی مثال ہے جس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ یہ صرف وہی کر سکتا ہے جو نفسانیت سے بالکل دست بردار ہو کر خود کو رضائے الٰہی میں گم کر چکا ہو۔

جناب اقبال فقیر رضوی نے خود مجھ سے بیان کیا کہ ساؤتھ افریقہ کے ایک سفر میں حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کے ساتھ تھا۔ طویل سفر کے بعد میں جوان ہونے کے باوجود تکان سے چور تھا لیکن حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ نے آرام کے معمولی وقفے کے بعد خود کو تبلیغی دورے کے لئے تیار کر لیا اور چہرۂ اقدس پر طویل سفر یا تکان کا کوئی شائبہ بھی نہ تھا۔ یہ حضرت کی روحانی قوت تھی۔

حضرت کو جو بھی اعزاز و توقیر اور مقبولیت حاصل ہے، وہ خداداد ہے۔ آپ نے خود کو مکرم بنا کر پیش کرنے، عزت اور مقبولیت حاصل کرنے کی قطعاً کبھی کوئی کوشش نہ فرمائی۔ آپ کی مقبولیت کا تو عالم ہے کہ لوگ غبار راہ کو آنکھوں سے لگاتے ہیں، جس گاڑی پر تشریف رکھتے ہیں، لوگ اسے کاندھوں پر اٹھا لیتے ہیں۔ لعاب دہن کو ہاتھوں اور رومال میں بطور تبرک لے لیتے ہیں، زیارت کے بعد ''اِنْ ھٰذَا اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْم'' کا نعرہ بلند کرتے ہیں لیکن آپ کے چہرۂ اقدس پر ان باتوں سے بہجت و انبساط کا شائبہ بھی نہیں گذرتا، فخر ومباہات کا اثر ہونا تو دور کی بات ہے، بلکہ آپ ناراضگی کا اظہار فرماتے ہیں۔ معظمان دینی کی قدم بوسی شرعاً جائز ہے لیکن اس میں نفس کے مغرور ہونے کا اندیشہ رہتا ہے، اس لئے آپ قدم بوسی کرنے پر سخت ناراضگی کا اظہار فرماتے ہیں، جبکہ میں نے معاذاللہ پیروں کو سجدہ کراتے اور اس پر حد درجہ مسرور ہوتے دیکھا ہے۔ بعض نیازمندوں نے آپ کو سونے اور چاندی میں تول کر عقیدت کا خراج پیش کرنا چاہا، آپ نے کسی طور سے اس کی اجازت نہ دی۔ جوہرات سے مرصع چاندی کا تاج بنا کر آپ کی تاج پوشی کرنا چاہی جس پر کروڑوں کی لاگت آتی۔ اچھا خاصا کام ہو بھی چکا تھا لیکن آپ نے سختی سے منع فرما دیا۔ یہ وہی تاج ہے جس کا نقشہ حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کے اسم گرامی کے ساتھ عام طور سے رائج ہے۔ اسے ممبئی میں ڈیزائن کیا گیا تھا۔ اس سے بڑھ کر بے نفسی اور جاہ پسندی سے بے نیازی کی دلیل اور کیا ہوگی؟

اس سے پہلے بیان ہو چکا کہ پیر کامل ہونے کے باوجود آپ کو مرید بنانے اور ان کی تعداد میں اضافہ دیکھنے کا قطعاً کوئی اشتیاق نہیں۔ آپ کا مزاج خالص عالمانہ اور عارفانہ ہے۔ آپ علم اور دین کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں اور علم دین کے خدمت گذاروں سے بہت خوش رہتے ہیں۔ مفتی یونس رضا اویسی رضوی صاحب نے مجھ سے بتایا کہ آپ کی ''فتاویٰ ملک العلما'' شائع ہونے کے بعد حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کی نگاہ میں آپ کی قدر بڑھ گئی اور شفقت میں اضافہ ہو گیا۔ ایک مرتبہ میں نے حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ سے دعا کی تو آپ نے دعا فرمائی: ''اللہ تعالیٰ آپ سے زیادہ سے زیادہ اپنی رضا کے کام لے''۔ میں اپنی توفیقات وخدمات کو اس

دعائے اقدس کی برکت سمجھتا ہوں۔حضرت کے ایک ارادت مند جناب اقبال فقیر صاحب رضوی نے مجھ سے بیان کیا حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ نے ایک مرتبہ فرمایا:"لوگ صرف دنیاوی کاموں کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔کوئی دین اور آخرت کے لئے دعا کا طالب بن کر نہیں آتا۔کیا دعا کی جائے۔"اس سے حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کا دین پسند اور عارفانہ مزاج معلوم ہوتا ہے اور دنیا سے بے نیازی اور حب جاہ و شوکت سے بے تعلقی نمایاں ہوتی ہے۔

حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کی ذات گرامی صبر و رضا کا پیکر ہے۔دنیا آپ سے صبر و استقامت کا سبق سیکھتی ہے۔آپ کی خداداد عظمت،عبقریت اور مقبولیت ابتدا سے ہی لوگوں کے لئے وجہ حسد رہی ہے۔آپ نے حاسدین کی ریشہ دوانیاں ،سازشیں،ایذا رسانیاں،سحر طرازیاں جس قدر جھیلی ہیں،شاید ہی کسی نے جھیلی ہوں جبکہ آپ بالکل بے ضرر اور مرنجاں مرنج شخصیت کے مالک ہیں۔یاروں کے ان تمام مراحل ستم میں آپ سراپا صبر و استقامت رہے ہیں۔شکوہ زبان پر نہیں آیا۔ہاں کہیں کہیں دل کا یہ درد بارگاہ خدا اور رسول اور دربار غوثیت میں استغاثہ بن کر زبان پر آگیا ہے۔بارگاہ غوثیت میں عرض پرداز ہیں ۔

رنج و الم کثیر ہیں یا غوث المدد
ہم عاجز و اسیر ہیں یا غوث المدد
کس دل سے ہو بیان یہ بیداد ظالماں
ظالم بڑے شریر ہیں یا غوث المدد
دل کی سنائے اخترؔ دل کی زبان میں
دل کی سنائے اخترؔ دل کی زبان میں

اور کبھی یاروں کی جفا کاریوں پر خود کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

وہ جو ہیں ہم سے گریزاں تو بلا سے اپنی
جب یہی طور جہاں ہے تو بھلا غم کیا ہے

حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کے صبر و استقامت کی داستان اتنی طویل،صبر آزما اور تکلیف دہ ہے کہ اسے سوچ کر طبیعت دل گیر ہوجاتی ہے لیکن اللہ کا یہ مقدس بندہ،حسینی صبر کا پیکر ساری دنیا کی ایذا رسانیوں کا سادگی اور متانت کے ساتھ سامنا کرتے ہوئے اللہ و رسول کے ذکر،اس کے مقدس دین اور محبوبین کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہتا ہے۔زبان پر کسی قسم کا نہ شکوہ،نہ غیبت،نہ پیش بندی،نہ انتقام کا جذبہ،سارے معاملات سپرد بہ خدا کر کے راہ خدا میں قدم آگے بڑھاتا چلا جاتا ہے۔اس کا اجر بارگاہ رب صبور و شکور سے یہ ملتا ہے کہ آپ کے سارے مخالفین،معاندین اور جملہ حاسدین خائب و خاسر رہتے ہیں۔ان کے سینے حسد کی آگ سے دہکتے رہتے ہیں اور آپ کی مقبولیت اور فیوض کی وسعت میں دن رات اضافہ ہوتا رہتا ہے۔یہ تو دنیا کا اجر ہے۔آخرت میں تو آپ جیسے صابرین امت کے لئے رب تبارک وتعالیٰ کا وعدہ ہے:

"اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ"[زمر:۱۰]صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔

ابھی ماضی قریب میں خانقاہ برکاتیہ مارہرہ پر قابض اور متصرف غیر برکاتی النسل پیروں اور پیرزادوں نے حضرت کے خلاف قسم قسم کے فتنے برپا کئے۔ غیر اہم بنانے، دائرۂ مقبولیت کو مختصر کرنے، مرجعیت کو ختم کرنے، سید العلما کی از خود دی گئی خلافت کو رد کرنے اور لوگوں کو حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ اور بریلی شریف سے دور کرنے کی بھر پور کوشش کر ڈالی لیکن حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ نے صرف صبر کی ڈھال سے ان فتنوں کا سامنا کیا اور ایک لفظ بھی ان کے تعلق سے نہ کہا۔ خلافت والے معاملے میں میرے سامنے ایک صاحب کا فون آیا۔ حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ اس وقت ممبئی سانتا کروز میں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت نے برملا ارشاد فرمایا:

"اس معاملے میں ہم سے کچھ نہ پوچھیں۔ جنہوں نے کہا ہے، ان سے دریافت کریں کہ انہوں نے ایسا کیوں کہا۔ ہم اس معاملے میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔ وہ سید ہیں، ہم ان کا احترام کرتے ہیں۔ میں نے عسجد میاں سے بھی کہہ دیا ہے کہ وہ کسی کی باتوں کا جواب نہ دیں۔"

دنیا اس صبر واستقامت کی مثال تو لائے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے آپ کو اجر یہ ملا کہ آپ کو اور بریلی شریف کو سمیٹنے کا خواب دیکھنے والے ظالمین خود ہی سمٹ گئے۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ۔

حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے کیا واسطہ؟ آپ کا ہر لمحہ خشیت الٰہی اور اللہ ورسول کی یاد میں بسر ہوتا ہے۔ آپ بارگاہ الٰہی میں حضوری کی کیفیت رکھتے ہیں۔ ہاتھوں میں تسبیح کی گردش نہیں ہوتی لیکن دل ہمیشہ رب تبارک وتعالیٰ کی جانب متوجہ اور عشق رسالت مآب ﷺ سے معمور رہتا ہے۔ آپ ان بزرگوں میں ہیں جنہیں دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے ۔

فرشتوں سے بڑھ کر وہی آدمی ہے
جسے دیکھ کر کے خدا یاد آئے

حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کے مقدس اور تقویٰ شعار وجود کی زیارت سے دلوں کے زنگار دور ہوتے ہیں۔ معصیت شعار آپ کی نگاہ کیمیا اثر سے تقویٰ شعار بن جاتے ہیں۔ کئی ایک خوش نصیب دولت ایمان سے بھی مشرف ہو جاتے ہیں۔ اس کی متعدد مثالیں تو خود میری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ آپ ہادی برحق اور مرشد کامل ہیں۔ آپ کی دستگیری اور رہنمائی غائبانہ طور پر ہر مسترشد کے ساتھ رہتی ہے۔ اس کے بھی کئی واقعات لوگوں نے بیان کئے ہیں۔ بقول شخصے: "آپ ان بزرگوں میں ہیں جن کا ہر لمحہ، جلوت وخلوت، شب وروز اللہ ورسول کے دین کے لئے وقف رہتے ہیں"۔

فرائض وواجبات، سنن ومستحبات، اوراد ووظائف کی پابندی، منہیات، مکروہات، مشتبہات سے مکمل گریز واحتراز اور ہمہ دم دین وعلم مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی خدمت میں مصروف رہنا آپ کی عارفانہ زندگی کے اعلامیہ کے لئے بس ہے۔ اللہ تعالیٰ علم ومعرفت کے اس شجر طوبیٰ کو سلامت رکھے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کی ذات

والاصفات اسلاف کا آئینہ اور الاستقامۃ فوق الکرامۃ کی چلتی پھرتی تصویر ہے۔آپ کی ذات گرامی سے متعدد کرامات کا صدور ہو چکا ہے لیکن اس کے عمومی اظہار سے حد درجہ احتراز رہتا ہے۔خود میں کئی کرامات کا شاہد ہوں لیکن ابھی اس کے بیان سے دست کش ہوتا ہوں۔آپ کی عرفانی تہہ داریوں اور بحر توحید میں شناوری کا شاید ہی کسی عامی کو اندازہ ہو لیکن اہل نظر آپ کے مقام عشق وعرفان سے خوب آشنا ہیں۔عرب وعجم، بلاد افریقہ ویورپ کے لاکھوں سادات، مشائخ، علما، فضلا، ماہرین کی آپ کے دامان کرم سے وابستگی یونہی نہیں ہے۔آپ کے حلقہ بگوشوں میں صرف انسان ہی نہیں بلکہ اللہ کی بہت ساری غیر مرئی مخلوقات بھی ہیں۔ایک اہل نظر نے صادق لب ولہجے میں مجھ سے بیان کیا کہ حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کے دولاکھ سے زیادہ جنات مرید ہیں۔واقعہ یہ ہے کہ اس زمانے میں ہندوستان کے اندر آپ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیابت کے منصب پر فائز ہیں۔اللہ تعالیٰ حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کے فیوض دینیہ، علمیہ اور روحانیہ سے ہم نیازمندوں کو خصوصا اور جملہ اہل سنت کو عموما سرفراز فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔



ڈاکٹر ممتاز عالم دہلی

حضور تاج الشریعہ کا تقویٰ

اس نگار خانہ آرزو میں ہر انسان اپنی منزل اور اپنے مقصد کی طرف رواں دواں ہے ۔قابل مبارک باد ہیں وہ نفوس جن کی منزل دینی علم و آگہی ہے اور جتنے لوگ اس دولت سے سرفراز ہوئے ،ہوتے ہیں یا ہوں گے ان میں کامیاب وہی ہیں جو حاصل کردہ علوم کے مطابق عمل کریں۔ ایسے ہی لوگ کو عرفاً متقی اور پرہیز گار کہا جاتا ہے یہ کہنا بالکل صحیح نہیں ہے کہ اب ایسی شخصیتوں کے وجود سے دنیا خالی ہے،مگر علم وعمل کی سنگم شخصیت اور خانقاہ خال خال ضرور ہے ۔خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف ہر عہد میں ایسے صاحب دل کی پرورش کرتی رہی ہے جو علم کے ساتھ عمل میں بھی یکتائے روزگار رہا ہے ۔عصر حاضر میں اس علمی وعملی روایتوں کے امین وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری اطال اللہ عمرہ ہیں۔ میں اس مضمون میں ان کی تقویٰ شعاری پر روشنی ڈال کر اپنے لئے روشنی دل کا سامان فراہم کرر ہا ہوں۔

تقویٰ کا لفظ قرآن وحدیث میں متعدد جگہوں پر آیا ہے۔جہاں یہ حقیقت نا قابل انکار ہے کہ انسانی زندگی کا مقصد عبادت ہے وہیں قرآن وحدیث کے مطالعے سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ عبادت کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے۔

تقویٰ کے معنی خدا کا خوف ،پرہیز گاری، پارسائی ، اپنے آپ کو گناہ سے بچانا ہے۔(فیروز اللغات)

مفسرین نے عموماً تقویٰ کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

(۱) کفر سے بچنا، یہ عوام کا تقویٰ ہے۔(۲)اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے اجتناب، یہ خواص کا تقویٰ ہے۔ (۳) ہر اس چیز سے بچنا جو یاد الٰہی سے غافل کردے ،یہ اخص الخواص کا تقویٰ ہے۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے حوالے سے صاحب ''خزائن العرفان'' نے لکھا ہے تقویٰ کی سات قسمیں ہیں:

(۱) **کفر سے بچنا:** یہ ہر مسلمان کو حاصل ہے،ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، متقی وہ ہے جو شرک و کبائر اور فواحش سے بچے ،تقویٰ کا یہ درجہ عموماً ہر مسلمان کو حاصل ہے،تو جسے خوش عقیدہ سنی مسلمانوں نے اپنا پیشوا تسلیم کیا ہو ان کا اس تقویٰ سے کیا بحث کرنا؟

(۲) **بدمذہبی سے بچنا:** یہ ہر سنی خوش عقیدہ کو حاصل ہے۔ موجودہ حالات میں بدمذہبوں سے اختلاف نہ صرف اختلاط بلکہ تجاہل عارفانہ کے حیلے تراش کر اقتدائے نماز کی اباحت

کی جو وبا پھیلی ہے وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں، اور یہ بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ بدمذہبوں سے میل جول کے کاروان تردید کی سربراہی حضرت تاج الریعہ ہی کو حاصل ہے۔ نہ خود ملتے ہیں اور نہ ملنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔ اسی بات سے اباحیت پسند طبقہ ان سے نالاں نظر آتا ہے، مگر وہ مخلوق کی رضا جوئی سے کوسوں دور اور رضائے رب کی خاطر اس پر قائم ودائم ہیں اور کسی کے لوم ولائم کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتے۔

(۳) ہر کبیرہ سے احتراز کرنا

(۴) ہر صغیرہ سے بچنا: تاج الشریعہ کی زندگی روز روشن کی طرح عیاں ہے، دیکھنے والے دیکھ سکتے ہیں اور جنہوں نے دیکھا ہے انہوں نے اس بات کی شہادت دی ہے کہ: وہ علم وتفقہ، تقویٰ وطہارت اور ولایت وبزرگی میں اس وقت بے مثل وبے نظیر اور یکتائے روزگار ہیں ان کا کوئی ثانی نہیں ، کسی جہت سے ان کا دامن داغ دار نہیں۔" ۱۴۰۷ھ کی بات ہے کہ زنان خانے میں عورتیں زیارت وبیعت کے لئے حاضر ہیں، جب آپ زنان خانے میں تشریف لے گئے تو چند عورتوں کے نقاب اُلٹے اور منہ کھلے ہوئے تھے آپ نے فوراً اپنی آنکھیں دوسری جانب پھیر لیں اور فرمایا پردہ کرو بے حجابانہ گھومنا پھرنا سخت منع ہے، نقاب ڈالو، سب عورتون نے نقاب ڈال لیں پھر بیعت فرمایا۔

(۵) مشتبہات سے محترز رہنا

(۶) شہوات سے اجتناب کرنا: تاج الشریعہ کی زندگی کا ورق ورق اس بات پر شاہد ہے کہ وہ ان دونوں پر سختی سے قائم ہیں ۔ نہ مشتبہات میں مبتلا ہیں اور نہ شہوات سے دامن نظر کو میلا ہونے دیتے ہیں۔

اوپر مذکور واقعے سے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چین کی گھڑی کے اتفاقی مسئلے کو بھی لوگوں نے فکر وعمل سے اختلافی بنا دیا ہے اور ٹائی پہننے کے سلسلے میں نئی نسل کے دیناوی علوم یافتہ بلکہ دینی علوم سے آراستہ افراد بھی لچک کے شکار ہیں، مگر تاج الشریعہ اس پر سختی سے قائم ہیں، اباحت تو کجا؟ اگر دنیا کا بااثر آدمی بھی ٹائی پہنے ہو تو اس سے ملاقات تک نہیں کرتے، جیسا کہ عراق کے دورے میں وہاں کے دانشوروں سے صرف اس بات پر ملنے سے انکار کردیا کہ وہ ٹائی پہنے ہوں گے، وہ لوگ بھی ملاقات کے مشتاق تھے۔ معلوم ہونے پر ٹائی اتار کر حاضر بارگاہ ہوئے۔

(۷) تقویٰ کا ساتواں درجہ: غیر اللہ کی طرف التفات سے بچنا یہ اخص الخواص کا تقویٰ ہے روئے زمین پر چشم بینا نے ہر دور میں یہ نظارہ دیکھا ہے بالخصوص ماضی میں شریعت و طریقت کے حامل افراد مخلوق خدا پر مہربان تو ہوتے تھے مگر دل وجان نہیں ہوتے تھے یہی وجہ تھی کہ شاہان زمانہ بھی فیصلہ کرتے وقت علما کی مخالفت سے خوف زدہ نظر آتے۔ عالم آخرت دولت مندوں کی ڈیوڑھی کا طواف نہیں کرتے تھے بلکہ دولت مند فقیرانہ حاضر ہوتے تھے مگر اہل دل ان کی ملاقات سے احتراز ہی کرتے تھے جیسا کہ قاضی فضیل اور رومی کی صوفیانہ زندگی میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے خانوادے کے افراد میں تاج الشریعہ خصوصاً اس کا اہتمام کرتے ہیں کہ کسی سیاسی یا دنیا دار کو بڑھاوا نہ دیا جائے یہی وجہ تھی کہ جب نرسمہا راؤ بریلی آیا تو لاحول کی

کثرت سے گلیاں گونج اٹھیں۔ اب تو بڑا ظلم یہ ہو رہا ہے کہ مرید کے احوال و کوائف کا فیصلہ مرشد نہیں کرتا بلکہ مرشد کے اوقات و ایام اور اعمال و اشغال کا فیصلہ مرید کرنے لگے ہیں اور کبھی کبھی تو فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ مرشد کون ہے اور مرید کون ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے امراض دل کا مسیحا خود مریض دل بن گیا اور ساری توانائی اس بات پر صرف ہونے لگی کسی محلہ شہر یا صوبے کا رئیس ہمارے دامن طریقت سے وابستہ ہو جائے تا کہ عیش دنیا کی فراہمی میں آسانی ہو سکے۔ بدمذہبوں نے اپنی بدمذہبی پھیلانے کے لئے جس دام کا استعمال کیا آج وہی جال بااثر دولت مند لوگوں کو پھانسنے کے لئے ارباب طریقت استعمال کرتے ہیں۔

تاج الشریعہ کے مریدین میں کیسے کیسے لوگ ہیں، خدا ئے تعالیٰ ہی جانے مگر اتنی بات ضرور ہے کہ وہ مرید کو مرید ہی کے درجہ میں رکھتے ہیں اور ان سے ربط وضبط صرف اس کے عقیدے کی اصلاح اور مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کے لئے ہی رکھی ہے، ذاتی اغراض کے لئے منھ کھولنا یا اشارئے کنائے میں کوئی فرمائش رکھنا تو بہت دور کی بات ہے عزیز از جان ادارہ ''جامعۃ الرضا'' کے لئے بھی کسی سے کچھ نہیں کہتے۔

میں خود ہی سوچا کرتا تھا کہ شاید ''جامعۃ الرضا'' کی تعمیری ترقی کی تیز رفتاری حلقہ ارادت کے چندہ پر موقوف ہے حضرت مریدوں سے کہتے ہوں گے، مگر جب ان کی زندگی کا مطالعہ کیا تو توکل کی یہ تاریخ پڑھ کر حیرت و استعجاب میں ڈوب گیا کہ ایک مالدار مرید نے دوسرے مرید سے کہا اگر حضرت ہمیں حکم دیں تو اکیلے ''جامعۃ الرضا'' کے لئے کافی چندہ دے دوں۔ جب یہ بات تاج الشریعہ تک پہونچی تو آپ نے فرمایا میں کسی کے سامنے دست سوال کیوں پھیلاؤں جب کہ میرا رب خود مجھے اتنا زیادہ عطا کر رہا ہے۔

بھلا سوچئے دینی ادارہ کے لئے چندہ مانگنے میں کون سی قباحت ہے؟ مگر واہ رے تقویٰ، تاج الشریعہ اس سے بھی احتراز کرتے اور ساری امیدیں پروردگار عالم سے رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے کسی بھی رتبے کے مرید کو بلاخوف احکام شرع سے واقف کراتے ہیں مولانا انیس عالم سیوانی لکھتے ہیں: ''بغداد میں تاج الشریعہ کی بے نیازی دیکھی فاروق جیسے ارب پتی اور یوسف بھائی نور والے کو بھی احکام شرع بتانے میں گریز نہیں کیا بلکہ پوری سختی کے ساتھ اظہار حق فرمایا۔ یقیناً دنیا میں وہ خوش نصیب تحفہ دہندہ ہے جس کا تحفہ اہل دل قبول کرلیں۔ حضور مفتی اعظم کے تعلق سے مفتی مطیع الرحمن مضطر فرماتے ہیں پورنیہ کے علاقہ کا ایک قافلہ اجمیر مقدس کی زیارت سے واپسی پر مفتی اعظم کی بارگاہ میں بریلی حاضر ہوا۔ لوگ مرید ہوئے، مگر ایک شخص یہ سوچ کر مرید نہ ہوا کہ قوالی سننے سے منع کر دیں گے یہ اس کے دل کی بات تھی جس کا اظہار اس نے نہیں کیا تھا وقت رخصت سبھوں نے نذرانے پیش کئے۔ حضور مفتی اعظم قبول کرتے جا رہے تھے اس شخص نے بھی نذرانہ پیش کیا مفتی ہند نے لینے سے انکار کر دیا۔ ایک طویل مدت کے بعد پورنیہ کے علاقہ میں تاج الشریعہ کی آمد ہوئی مضطر صاحب بھی ساتھ تھے۔ لوگ قافلہ در قافلہ آتے رہے، داخل سلسلہ ہوتے

رہے، نظر و نیاز پیش کرتے رہے" تاج الشریعہ قبول کرتے رہے" اتنے میں مفتی صاحب نے دیکھا وہ آدمی بھی نذرانہ لے کر حاضر ہوا جس کا نذرانہ قبول کرنے سے کئی برس پہلے مفتی اعظم نے انکار کر دیا تھا۔ جب وہ نذرانہ دینے کے لئے آگے بڑھا تو مفتی صاحب کے حیرت کی انتہا نہ رہی کہ تاج الشریعہ نے اس کا نذرانہ لینے سے انکار کر دیا۔ مفتی صاحب نے حضرت تاج الشریعہ سے احوال بتاتے ہوئے کہا آج تو کرامت ہوگئی جو برتاؤ مفتی اعظم ہند نے اس آدمی کے ساتھ کیا تھا، وہی برتاؤ آپ نے بھی کیا۔ تاج الشریعہ نے کہا یہ میری نہیں یہ مفتی اعظم کی کرامت ہے تقریباً دس سال پہلے میں نے یہ واقعہ سنا تھا آج سپرد قرطاس کرنے سے پہلے ان سے دوبارہ تصدیق بھی کر لی ہے جب میں ان سے گفتگو کر رہا تھا تو ایسا لگ رہا تھا کہ وہ آج بھی تاج الشریعہ کی عظمتوں کے قائل ہیں۔

تقویٰ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مفسرین نے لکھا ہے کہ بعض کا قول ہے کہ متقی اسے کہتے ہیں جو اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر نہ سمجھے۔ آج کا بہت بڑا المیہ ہے کہ ہمارے بڑوں کے درمیان ایک دوسرے پر برتری ثابت کرنے کے جذبے نے پوری ملت میں انتشار برپا کر دیا ہے۔ کوئی بھی فرد دوسرے کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ خدائے تعالیٰ نے کسی ایک فن میں کمال کیا دیا کہ اپنے بڑوں کی پگڑی اچھال کر زوال کا سامان فراہم کر لیا۔ لوگوں نے بریلی سے ٹکرانے والوں کے زوال کو بھی دیکھا ہے اور اپنے بڑوں اور مرکز کی تعظیم کرنے والوں کے مآل بھی دیکھا ہے۔

شیر بہار مفتی اسلم رضوی اور قاری رضی اللہ علیہما الرحمہ کے دم واپسیں نے زبان حال سے سب کچھ بتا دیا۔

تاج الشریعہ ایک بڑے علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور علوم و فنون اور اعمال و اشغال میں اقران پر فائق، مگر یہ مخلوق خدا کی آواز ہے ان کا خود حال یہ ہے نہ پدرم سلطان کا راگ الاپتے ہیں اور نہ ہی اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں۔ آج سے کچھ سے سال پہلے کی بات ہے کہ مدھیہ پردیش ضلع شہڈول کے خیرہاں گاؤں میں ایک مشہور خطیب نے بریلی کے خلاف کچھ فقرے کسے۔ محب گرامی حضرت صوفی اعجاز احمد رضوی نے جو کہ تاج الشریعہ کے مرید اور توصیف ملت کے خلیفہ ہیں اور عمل و دعا میں کمال رکھتے ہیں، برسر اسٹیج ان سے مائک چھین لیا اور الجھ پڑے۔ بعد میں اس جلسے کے رد میں ایک جلسہ کا انعقاد کیا اور تاج الشریعہ کو دعوت دی جب حضرت تاج الشریعہ شہڈول پہونچے تو سارے احوال سے واقف کرایا۔ قربان جایئے تاج الشریعہ کی بردباری پر سننے کے بعد فرمایا:

"بیٹے وہ بڑے لوگ ہیں ان کے بارے میں کچھ نہ کہو تمہیں ان سے الجھنے کی ضرورت نہیں تھی۔"

جب یہ بات سپرد قلم کر رہا ہوں تو امام اعظم کا کردار ذہن کو جھنجھوڑ رہا ہے عبد اللہ ابن مبارک کہتے ہیں میں نے سفیان ثوری سے پوچھا کہ امام ابوحنیفہ غیبت سے کیوں احتراز کرتے ہیں میں ان سے ان کے دشمن کی بھی غیبت نہیں سنی۔ بولے وہ عقل مند آدمی ہیں وہ یہ نہیں چاہتے کہ اپنی نیکیوں پر ایسی چیز غالب کر دیں جو ان کا خاتمہ کر دے ("تاریخ فقہ

اسلامی''خضری بک اردو ترجمہ ص ۳۲۰) آج نہ معلوم تاج الشریعہ کا تصلب اور ان کے احتیاط سے دل برداشتہ لوگ برسر اسٹیج اپنی نیکیوں کو کیوں ضائع کر رہے ہیں۔ ان کی خلوتوں کا حال تو خدا ہی جانتا ہے۔ آج معلوم نہیں ہندوستان میں کتنے جلسے ہوتے ہیں اور نہ معلوم اعراس کی کتنی بزمیں منعقد ہوتی ہیں، مگر میں نے دیکھا ہے کہ بریلی وہ واحد اسٹیج ہے جہاں سے یہ پیغام نشر ہوتا ہے کہ کسی سنی شخصیت، خانقاہ یا مدرسے کو نشانہ نہ بنایا جائے کہ اس معاملے میں اکابر بھی رطب اللسان ہیں۔ عموی طور پر جامعہ ازہر کی فضا ہندستانی مدارس کی طرح اسلامی نہیں اباحیت پسندی نے اسے مسموم کر دیا ہے۔ پینٹ شرٹ اور ٹائی کا بے محابہ استعمال اور داڑھی کی یتراش خراش تہذیب میں شامل ہے اور طلبا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے، مگر جب تاج الشریعہ مصر سے واپس آئے تو آدیکھ کر مفتی اعظم نے فرمایا تھا: ''میرا بچہ بالکل نہیں بدلا ہے۔''

مصر میں ان کے ساتھ رہ چکے ہم سبق ساتھی مولینا عبد اللہ قریشی حیدرآبادی نے ایک تقریر میں فرمایا:

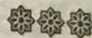
''میں نے جامعۃ الازہر میں ان کا دور طالب علمی دیکھا ہے وہ اسی وقت سے شریعت کے بڑے پابند تھے اخلاص وتقویٰ، طہارت اور اخلاق و کردار کے پیکر۔'' (تجلیات تاج الشریعہ)

جامعہ صدام علوم اسلامیہ کے چانسلر ڈاکٹر محمد مجید السعید نے کہا ہے کہ:

''آپ قرون اولیٰ کی مسلمانوں کی یادگار ہیں آپ کی زندگی ابتدائے اسلام کے لوگوں کے طریقے پر ہے ہر چھوٹی بڑی سنت اور طریقے کی پیروی آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔''

(تجلیات تاج الشریعہ ۲۷۰)

حضرت ابن مسعود کی روایت ہے کہ آپ سے کسی نے پوچھا تقویٰ کسے کہتے ہیں آپ نے فرمایا تو کبھی خاردار وادی سے گزرا ہے عرض کیا ہاں آپ نے پوچھا تو وہاں کس طرح گزرا؟ عرض کیا اپنے دامن کو کانٹوں سے بچاتا ہوا آپ نے فرمایا: ذالک التقویٰ یہی تقویٰ ہے یقیناً آج دنیا میں قدم قدم پر حسد، رقابت، کبر ونخوت، فخر وغرور۔ انتقام وعجب اور گمرہی وجہالت کے کانٹے بچھے ہوئے ہیں اور ہر دور میں ایسا رہا ہے جن مبارک ہستیوں نے اپنے دامن کو ان آلائش میں الجھنے نہیں دیا انہیں اسلاف کی عمدہ یادگار عصر حاضر میں تاج الشریعہ ہیں۔



مولانا مفتی محمد شمشاد حسین رضوی، بدایوں

حضور تاج الشریعہ اور رشد وہدایت کا تاریخی ارتقا

دور حاضر میں ''حضور تاج الشریعہ'' کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، ان کا چرچا کہاں نہیں ہے، جس طرف جائیے اور جہاں بھی جائیے انہیں کا چرچا ہے، انہیں کی شہرت ہے اور انہیں کا بول بالا ہے، ان کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں بلکہ کروڑوں میں پائی جاتی ہے، مثل مشہور ہے۔ شمع جہاں جلتی ہے وہیں پروانے ٹوٹ پڑتے ہیں انہیں بلانے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے بلکہ یہ پروانے خود بخود آجاتے ہیں، یہی کچھ حال حضور تاج الشریعہ کا ہے جہاں بھی جاتے ہیں وہیں ان کے چاہنے والے پہونچ جایا کرتے ہیں، میں نے خود اپنے ماتھے کی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا ہے، انہیں اس زمیں پر کس قدر قبولیت حاصل ہے؟ اس بات کا اندازہ لگایئے اور پھر غور کیجئے ،الدنیا مزرعة للآخرة، یہ دنیا آخرت کے لئے کھیتی ہے جو جس قدر محنت کرتا ہے اسی قدر پاتا ہے جو کم محنت کرتا ہے اسے کم ملا کرتا ہے اور جو زیادہ محنت کرتا ہے اسے زیادہ ملا کرتا ہے، یہ دنیا مثل آئینہ ہے جس طرح آئینہ میں صورت نظر آتی ہے اسی طرح دنیا میں رہتے ہوئے اس بات کا احساس ہوجاتا ہے کہ آخرت میں ان کی کیا منزلت ہوگی اور کیا بلند رتبہ ملے گا؟

کہا جاتا ہے بہتا ہوا سمندر پاک ہوتا ہے، اس کا پانی صاف اور شفاف ہوا کرتا ہے، بہتے ہوئے سمندر کے پاس جو جاتا ہے اس کی پاکیزہ لہروں کو دیکھ کر دل میں تازگی پیدا ہوجاتی ہے اور روح میں لطافت، ٹھیک اسی طرح جو تاج الشریعہ کو دیکھ لیتا ہے اس کا ایمان تازہ ہوجاتا ہے، ان کو یہ رتبہ یونہی نہیں ملا ہے بلکہ برسہابرس کے بعد ملا ہے، یہ سمند کیسا سمندر ہے؟ رشد وہدایت کا سمندر ہے، کرم ونوازش کا سمندر ہے، علم وادراک کا بحر زخار ہے ،اور فکر وشعور کا آئینہ ہے، تہذیب وتمدن کا سرچشمہ ہے، عشق ووفا اور خلوص ومحبت کا پیکر جمیل ہے، جب ہمارا اختر طلوع ہوتا ہے تو ظلمتیں کافور ہوجاتی ہیں اور دن کا سویرا ہوجاتا ہے، سویرا دیکھنا ہے تو تاج الشریعہ کو دیکھو کہ دل میں نوری تجلیات اور عشق کے شرارے ہیں اور ذہن وفکر قوم وملت، افراد سماج کے لئے مضطرب ،دہشت گردوں کی مخالفت اور امن پسندوں سے دوری اور پھر دہشت گردوں کے لئے اپنی مسجدیں کھولے رکھنا، ان کی اقتدا میں نمازیں ادا کرنا کیا یہی امن پسندی ہے؟۔ یہ کیسا نظام حیات ہے؟ اس پر نظر ثانی کی ضرورت ہے، حضور تاج الشریعہ کو ''رشد وہدایت'' سے کیا تعلق ہے اور کتنا تعلق ہے؟ ان پہلوؤں کو جاننے کے لئے ''رشد وہدایت'' کا تاریخی ارتقا پیش کیا جارہا ہے۔

رشد وہدیت کا تاریخی ارتقا:

رشد وہدایت: یہ دو ایسے الفاظ ہیں جو باعتبار طبیعت و مزاج ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور مصداق کے اعتبار سے اس قدر مساوی اور قریب ہیں کہ ''رشد'' کی جگہ لفظ ''ہدایت'' اور ''ہدایت'' کی جگہ لفظ، ''رُشد'' کا استعمال زبان وادب میں ہوتا رہا ہے، عربی زبان وادب میں بھی اور فارسی زبان وادب میں بھی، جہاں تک اردو زبان وادب کی بات ہے تو اس کا مزاج بھی عربی اور فارسی زبانوں سے ہم آہنگ ہے بایں سبب یہ دونوں الفاظ ترادف کی ترکیبات میں دکھائی دیتے ہیں، اسی امتزاجی کیفیت کا نتیجہ ہے کہ ایک دوسرے سے بہت کم جدا ہوتے ہیں، اسی کا پاس ولحاظ کرتے ہوئے دونوں کو ایک ساتھ لے کر گفتگو کے سلسلہ کو آگے بڑھایا جارہا ہے۔

رشد وہدایت لغت کے تناظر میں:

لغت میں رشد وہدایت کا معنی راہ دکھانا، راہ بتانا، راہ چلانا، منزل تک پہونچا دینا، مقصد کا حاصل کر دینا اور راستوں کو اس طرح واضح کر دینا کہ راہ سے بے راہ ہونے کا اندیشہ باقی نہ رہے، اسی طرح اگر راہ میں کانٹے بچھے ہوں اور نشیب وفراز اس طرح کے پائے جاتے ہوں کہ اس پر چلنا مشکل ہو رہا ہو، تو راہ سے کانٹوں کو ہٹا دینا اور راستوں کو ہموار کر دینا ''رشد وہدایت'' کے زمرہ میں آتا ہے۔ مصالح کی رہنمائی اسباب خیر کی فراہمی، نفع ونقصان سے آگاہی کسی شئ کے تعلق سے اس کے اچھے یا برے ہونے کی نشاندہی، کسی کو نیک مشورہ دینا اور گناہوں کی جانب بڑھتے ہوئے قدموں کو روک دینا بھی رشد وہدایت ہے۔

''الرُّشد الرَّشد الرَّشاد نقیض الغی رشد الانسان بالفتح یرشد رُشداً ورشِد بالکسر یرشد رَشداً ورشاداًفھو راشد رشیدوھو نقیض الضال اذااصاب وجہ الامر والطریق... فی اسماء اللہ تعالی الرشید ھو الذی ارشد الخلق الی مصالحھم ای ھداھم ودلھم علیھا فعیل بمعنی مفعل ھوالذی تنساق تدبیراتہ الی غایاتھا علی سبیل السداد من غیر اشارۃ مشیر ولا تسدید مسدد۔''

(لسان العرب لابن منظور ص ۱۶۴۹)

(ترجمہ) ''رُشد، رَشد، رَشاد سے وہ معنی مراد لیا جائے جو گمراہیت کی نقیض ہو جیسا کہ بولا جاتا ہے 'رُشد الانسان' یعنی انسان راہ یافتہ ہوا جب کہ 'رُشد' کے شین کو زبر کے ساتھ پڑھا جائے اور جب اسے کسرہ کے ساتھ 'رشِد' پڑھا جائے تو اس سے وہ معنی مراد لیا جائے جو گمراہ کا نقیض ہو یعنی وہ راہ پالے اسی سے 'راشد اور رشید' آتا ھے رشید اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اس صورت میں رشید سے وہ ذات مراد ہے، جس نے اپنے بندوں کو ان کے مصالح تک رہنمائی کی یعنی انہیں ہدایت دی اور ان کی رہنمائی فرمائی اور راشد مرشد کے معنی میں بولا جاتا ہے اس سے مراد وہ ذات گرامی ہے جو اپنی انتہائے تدبیرات کو درستگی کے طور پر کسی مشیر کا اشارہ کے بغیر استعمال کرے۔'' الخ

اسی ''لسان العرب'' میں رشد کی وضاحت ''ہدایت'' سے کی گئی ہے اور ہدایت کی توضیح ''رشد'' سے کی گئی جو اس بات کو واضح کرتی ہے کہ دونوں الفاظ معنی کے اعتبار سے ایک ہیں۔

رشد وہدایت کا معنی اصطلاح کے اعتبار سے:

زبان وادب اور شرع میں بھی رشد اور ہدایت کو ایک معنی میں استعمال کیا گیا ہے جو اہل علم سے مخفی نہیں۔ رشد وہدایت کا دائرہ کوئی محدود دائرہ نہیں ہے بلکہ اس کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ انسانی زندگی کی تمام پنہائیوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اس کے تمام شعبوں میں سے کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جو اس کے ''احاطہ'' سے باہر ہو، ہو سکتا ہے میری یہ بات کسی کے گلے نہ اترے اور اگر اترے بھی تو وہ ہضم نہ کرپائے، جہاں ایسی صورت پیدا ہو تو میں یہی عرض کروں گا تھوڑا ذہن پر زور دیجئے اور خدائے پاک کی دی ہوئی قوت کو اپنے مصرف میں خرچ کیجئے جب ہی بات بنے گی۔

رشد وہدایت اور اس کے درجات:

رشد وہدایت کو کسی ایک درجہ سے محدود کردینا اور پھر اسی درجہ کے تقاضوں کے پیش نظر اس سے کوئی مخصوص معنی مراد لینا اور پھر اسی معنی مخصوص کو وجہ فضیلت قرار دینا کسی کے لئے نیک شگون ہو تو ہو مگر میری نگاہ میں اس طرح کی کاروائی کی چاہے نظریاتی ہو یا عملیاتی ''فکری ابتذال'' سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں ہے، موجودہ دور کے نام نہاد صوفیوں کے ہاتھوں کچھ اسی قسم کے حادثات رونما ہو چکے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ''رشد وہدایت'' تو ہماری جاگیر ہیں۔ یہ افراد خوش فہمی کے گھروندے میں ایسے گھرے ہوئے ہیں کہ انہیں علم وفن اور شعور وادراک کے اجالے قطعی نظر نہیں آرہے ہیں۔ فکری دہشت گردی سے ان کے جسم وجاں پگھل رہے ہیں اس کے باوجود انہیں اپنے پگھلنے کا احساس تک نہیں ہو رہا ہے، کیا یہ کوئی اچھی سرشت ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

میرے خیال میں معنوی اعتبار سے ''رشد وہدایت'' میں کافی حد تک لوچ پایا جاتا ہے اور جس مقام سے یہ گزرتے ہیں اپنے معانی کو خود متعین کردیتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت سے قبل اپنی چالیس سالہ زندگی کہاں بسر فرمائی؟ عرب کے اسی معاشرہ میں جہاں اندھیروں کا بسیرا تھا اور اجالے دم توڑ رہے تھے اس دوران آپ نے سماج ومعاشرہ کی اصلاح کے لئے جو کوششیں کیں، ان کوششوں کو بھی ''رشد وہدایت'' کا نام دیا جاسکتا ہے، یہ بھی تو اس کا ایک درجہ ہے۔ قبل بعثت کے احوال وآثار بیان کرتے ہوئے حضرت جعفر بن ابی طالب فرماتے ہیں، انہوں نے یہ بیان نجاشی کے دربار میں دیا تھا، آپ فرماتے ہیں:

وما هو الصحابی الجلیل جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یصور لنا احوال الناس الینا فی مکۃ قبل بعثۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ کنا قوماً اہل جاھلیۃ نعبد الاصنام۔ ونأکل المیتۃ۔ ونأتی الفواحش۔ ونقطع الارحام۔ ونسیئ الجوار۔ ویأکل القوی منا الضعیف فکنا علی ذالک حتی بعث اللہ الینا رسولا منا۔ نعرف نسبہ، وصدقہ، وامانتہ، عفافہ، فدعانا الی اللہ لنوحدہ، ونعبدہ، ونخلع ماکنا نعبد ونحن وآبائنا من دونہ من الحجارۃ والاوثان وامرنا بصدق الحدیث واداء الامانۃ وصلۃ الرحم وحسن الجوار۔

(سبل السلام من صحیح سیرۃ خیر الانام ص ۲۸)

یعنی یہ وہ عظیم وجلیل صحابی جعفر بن ابی طالب

ہیں جنہوں نے بعثت سے پہلے کے حالات کو بیان فرمایا جو سرزمین مکہ میں پائے جاتے تھے ”اے بادشاہ نجاشی ہم جاہل قوم تھے جو بتوں کو پوجتے تھے، مرے ہوئے جانوروں کو کھایا کرتے تھے، گناہوں کا ارتکاب کیا کرتے تھے، صلہ رحمی سے بہت دور تھے، پڑوسیوں کے ساتھ برا سلوک کیا کرتے تھے، اور ہم میں جو طاقت ور ہوا کرتا تھا کمزوروں کو ستایا کرتا تھا، ہم انہیں حالات سے دوچار تھے کہ اللہ تعالی نے ہم میں سے ایک رسول کو ہمارے لئے مبعوث فرمایا، جن کے اعلی نسب، صدق مقالی و حالی، امانت ودیانت داری اور پاک دامنی سے ہم واقف ہیں، انہوں نے ہمیں اللہ تعالی کی جانب دعوت دی کہ ہم اسے ایک جانیں، اس کی عبادت کریں اور ہم اس کی عبادت کو ترک کردیں جس کی عبادت ہم اور ہمارے ابا و اجداد کرتے تھے یعنی اللہ کے سوا پتھروں اور بتوں کی کیا کرتے تھے، انہوں نے ہمیں سچ بولنے اور امانت کے ادا کرنے نیز پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا درس دیا۔“

رشد و ہدایت کے یہ وہ پاکیزہ نمونے ہیں جو انسانی فطرت میں موجود تاریکیوں کو دور کرتے ہیں اور سماج و معاشرہ کی تشکیل کے اساسی عناصر ہیں، انسان جب انسانیت کے تقاضوں اور فطرت کے اصولوں کو فراموش کردیتا ہے، تو سماج اور معاشرہ میں برائیاں جنم لیتی ہیں، جس کے نتیجہ میں انسان کے دلوں میں نرمی کے بجائے قساوت پیدا ہو جاتی ہے، آنکھوں میں بے مروتی کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں، کوئی ظالم بن جاتا ہے اور کوئی مظلوم، انصاف اس جہاں سے رخصت ہوجاتا ہے، طاقت ور انسان کمزور انسانوں کو کھانے کو دوڑتا ہے، بچیاں زندہ در گور کردی جاتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سماج و معاشرہ میں ان تمام رسم و رواج کو بند کرنے کا حکم دیا، یہی تو رشد ہدایت کا اعلی درجہ ہے، دور حاضر کا انسان جب ان نمونوں پر غور کرے اور ان میں مضمر سربستہ رازوں کو سمجھ لے اور انہیں پر عمل کرتا رہے تو میں سمجھتا ہوں کہ کامیابی قدموں پر سرنگوں ہوگی اور سماج و معاشرہ میں بھی حیرت انگیز انقلابات رونما ہوجائیں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے معاشرہ میں اپنی زندگی کے چالیس سال گزارنے کے بعد حق وصداقت کی آواز بلند فرمائی کہ ”انی رسول اللہ الیکم جمیعاً“ کہ میں تم سب کے لئے اللہ تعالی کا رسول بن کر آیا ہوں، اللہ ایک ہے اس کا کوئی دوسرا شریک نہیں نہ ذات میں اور نہ صفات میں، صحیح معنی میں عبادت کا مستحق صرف اللہ پاک کی ذات ہے، جن بتوں اور پتھروں کی تم عبادت کرتے ہو یہ ساری چیزیں تمہارے ہاتھوں سے بنی ہوئی ہیں، جو کسی بھی صورت میں عبادت کا استحقاق نہیں رکھتیں، آپ نے مختلف انداز میں اہل مکہ کو اللہ کی جانب آنے کی دعوت دی ہے، کبھی پوشیدہ انداز میں اور کبھی کھلے عام، اس دعوت کو لے کر مختلف لوگوں کے پاس گئے اور مختلف قبیلوں کے پاس بھی تشریف

لے گئے، کسی نے دعوت قبول کی اور کسی نے دعوت کے قبول کرنے سے انکار کر دیا، بہر حال یہ دعوت الی اللہ کسی بھی صورت میں ہو، رشد و ہدایت کے پاکیزہ نمونے ہیں جو کسی بھی زندگی میں چار چاند لگا سکتے ہیں۔

یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ حالات بدل رہے ہیں تقاضے مختلف ہو رہے ہیں انہیں تقاضوں کے سبب "رشد و ہدایت" کا مصداق بھی بدل رہا ہے، غرض یہ کہ ہر وہ رہنمائی جو انسان اور سماج و معاشرہ کے لئے مفید ہو، اس کا نام رشد و ہدایت ہے، اس کا کوئی ایک معنی مراد لینا اور دوسرے معانی سے اپنے آپ کو بچا لینا انصاف نہیں بلکہ انصاف کے نام پر ایک سیاہ داغ ہے۔

تشریع اسلامی کا دور بڑا زرین اور مبارک دور تھا، اس دور سے مراد بعثت سے وصال محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تک کے دور سے ہے، احادیث کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہونے کے سبب اعتقاد کا کوئی مسئلہ نہیں تھا، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جو سنا کرتے تھے اسی کو حتمی فیصلہ تصور کیا کرتے تھے اور اسی پر یقین رکھتے تھے مثلاً اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہی معبود برحق ہے اللہ علیم ہے، بصیر و رشید ہے، خالق و رازق ہے وہ قادر بھی ہے اور قدیر بھی ہے۔ فرشتوں کا وجود ہے ان میں چار فرشتے خاص ہیں، حضرت جبرئیل، حضرت اسرافیل۔ حضرت مکائیل اور حضرت اسرافیل اللہ تعالی کے برگزیدہ فرشتے ہیں جنت مخلوق ہے اور دوزخ بھی پایا جاتا ہے

دنیوی زندگی کے بعد ایک اور زندگی پائی جاتی ہے جسے اُخروی زندگی کا نام دیا گیا ہے اسی کو عالم برزخ بھی کہا جاتا ہے، سرکار نے فرمایا اور صحابہ نے تسلیم کر لیا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ صحابہ کو جس بات میں الجھن ہوا کرتی تھی، فوری طور پر بارگاہ رسالت مآب سے رجوع ہوتے، عرض کرتے، یا رسول اللہ، کون سا اسلام بہتر ہے؟ کسی نے سوال کیا، یا رسول اللہ، کوئی ایسا عمل بتایئے جس کے انجام دینے کے بعد فوری طور پر جنت نصیب ہو جائے۔ آقا و مولی نے اس کا جواب دے دیا، کیا یہ رشد و ہدایت نہیں؛ تو پھر بتایا جائے یہ کیا ہے؟ ہاں ہاں! رشد و ہدایت کا یہ بھی ایک درجہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عہد کے بعد جو دور سامنے آتا ہے اسے صحابہ کا دور کہا جاتا ہے یہ دور بھی مبارک اور زرین دور تھا اس دور میں بھی افتراق جیسی کوئی بات نہیں تھی، ان کی سیرت ان کے طور طریقہ ستاروں کی مانند چمکتے اور دمکتے تھے اسی لئے سرکار نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کسی کی اقتدا کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے، ان کی یہی صورت "سنت و جماعت" ہے اور یہی سواد اعظم ہے، ان کی اتباع کرنا ہی طاعت ہے اور راہ حق و صداقت پر چلنے کے مترادف ہے۔

تابعین کا دور بھی غنیمت کا دور تھا، اس دور کو بھی خیر القرون کے ادوار میں شامل کیا گیا ہے، اس دور میں بھی رشد و ہدایت کا کام ہوا، جو نہیں جانتا تھا اسے بتایا گیا، جس کے پاس علم نہیں تھا اس نے کسی دوسرے سے پوچھا اور اللہ پاک کی بھی یہی مرضی ہے کہ اگر تم نہیں جانتے ہو تو کسی جاننے والوں سے پوچھو، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون، اگر تم نہیں یہ جانتے ہو تو جاننے والوں سے پوچھو یہ اس دور

کا مزاج تھا، رشد وہدایت کا سلسلہ اس دور میں بھی جاری رہا، اس دور سے بھی "رشد وہدایت" کا معنی اخذ کیا جاسکتا ہے۔

اس دور کے بعد جو دور آیا وہ افتراق کا دور تھا، اختلاف مذموم کا دور تھا، اعتقاد میں فساد آنا شروع ہوگیا اور لوگوں نے بیجا تاویلیں کرنی شروع کردیں، اسی دور میں فرقوں نے وجود پایا اور ہر ایک فرقہ نے اپنے اپنے فاسد نظریات کی اشاعت شروع کردی، کس فرقہ کا عقیدہ کیا تھا اور کس نے کیا کہا، یہ الگ مسئلہ ہے میں اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا، تاریخ گواہ ہے کہ اس افتراق کے سبب عوامی سطح کا یہ مزاج بنتا چلا گیا کہ وہ عمومی طور پر ارباب بدعت سے بچنے لگے اور کوئی ان کی باتوں کو سننا گوارا نہیں کرتا تھا، اس مزاج کے باوجود فرقوں کا زور بڑھتا چلا گیا، بالآخر دو عظیم الشان افراد سامنے آئے اور انہوں نے باطل فرقوں کے خلاف مورچہ کھولا، یہ دو افراد کون تھے؟ جنہوں نے سینہ سپر ہوکر ان کا مقابلہ کیا

ان میں پہلا نام "محمد بن محمد بن محمد ابو منصور الماتریدی السمرقندی" کا ہے اس دور کے اہل علم نے انہیں، امام الہدی، امام المتکلمین، رئیس اہل السنۃ اور امام زاہد کے القاب سے نوازا، غالباً ۲۳۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۳۳ھ میں آپ کا وصال ہوگیا، آپ نے ارباب بدعت و اھواء کے خلاف اپنے نظریات کا اظہار کیا اور پھر انہیں کتاب وسنت سے ثابت کیا، باطل فرقوں سے مناظرے بھی کئے، زیادہ تر فقہ حنفی کے ماننے والے اعتقاد میں انہیں کی اتباع کرتے ہیں۔

ایک اور بزرگ شیخ ابو الحسن اشعری ہیں جن کا سلسلہ نسب صحابی رسول حضرت ابو موسی اشعری سے ملتا ہے، ان کا سن پیدائش ۲۶۰ھ ہے، انہوں نے بھی باطل فرقوں کے خلاف اپنا مورچہ کھولا، مقالے لکھے اور کتابیں بھی تصنیف فرمائی، آپ بھی اہل سنت کے رئیس ہیں اور متکلمین کے امام ہیں۔

عقائد میں جن لوگوں نے ان دونوں اماموں کی اتباع کی انہیں کو "اہل سنت وجماعت" کہا جاتا ہے اور ان کے نظریات کو "مذہب اہل سنت" کا نام دیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ ان افراد نے اہل بدعت کا مقابلہ کیا اور انہیں دندان شکن جواب دیا اور قرآن وحدیث کا جو موقف ہے اس کی اشاعت فرمائی، اسی لئے ان کے متبعین کو "اہل سنت وجماعت" سے تعبیر کیا جاتا ہے، اہل سنت وجماعت بھی "فرقہ ناجیہ" کا ایک لقب ہے، ان دونوں اماموں کی کوششوں کو "رشد وہدایت" کا ہی نام دیا جاسکتا ہے کیا اس جہاں میں کوئی ایسا بھی انسان ہے جو ان کوششوں کو "رشد وہدایت" کا نام دینے سے انکار کرے، اس سے معلوم ہوا کہ باطل فرقوں کا رد بھی "رشد وہدایت" ہی ہے۔

"مذہب اہل سنت وجماعت" بھی ایک اصطلاح ہے اور یہ اصطلاح نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھی اور نہ صحابہ کے دور میں تھی، تابعین کا دور بھی اس سے خالی تھا، اس کی وضع تبع تابعین کے دور میں ہوئی اور تمام باطل فرقوں کے مقابلہ میں ہوئی، اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ ہم اہل سنت وجماعت سے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ شیعہ نہیں، رافضی نہیں، معتزلی نہیں، خارجی نہیں وغیر ذالک، یہاں سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب فتنے پیدا ہوں اور گھپ اندھیرے ہوجائیں، تو اس وقت ضروری ہوجاتا ہے کہ فرقہ

ناجیہ کو غیروں سے ممتاز کر دیا جائے اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب اسے کسی لقب خاص سے ممتاز کر دیا جائے یا اس کے لئے کوئی علامتی نشان وضع کیا جائے تاکہ لوگ جان سکیں کہ یہ اہل سنت وجماعت سے ہے، کوئی بدعتی نہیں ہے۔

عقیدوں کا اختلاف بھی رنگ لاتا ہے:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب کسی کے دل میں فساد پیدا ہوتا ہے تو اس کے اعمال میں بھی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ،اسی طرح عقیدوں کے تزلزل سے اعمال میں بھی بگاڑ کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں ،اسی لئے کہا گیا ہے اپنے دلوں کو صاف ستھرا رکھو ان میں کسی طرح کی کھوٹ اور کجی نہ آنے دو، کہ یہی کجی انسان کو راہِ راست سے منحرف کر دیتی ہے، بہتر باطل فرقوں نے جب اپنے دلوں میں فساد وقساوت اور بدعقیدگی کو جگہ دی تو ظاہر ہے انہوں نے اپنے اعمال کو بے لگام کر دیا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ افراد بھی بے لگام ہو گئے جو اپنا رشتہ ان فرقوں میں سے کسی ایک فرقہ سے ہموار کئے ہوئے تھے، ان حضرات کے بگڑے اعمال کے سبب ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ایک طرح کی انارکی پھیلی ہوئی ہے جس کی مرضی میں جو آتا تھا وہی کرتا تھا ،جو سمجھ میں آتا تھا وہی انجام دیا کرتا تھا، ان کے سامنے نہ شریعت کے مقاصد کا کوئی احترام تھا اور نہ ہی کتاب وسنت میں بتائے گئے ''اصول دین'' کی رعایت تھی، اگر اس طرح کی بے راہ روی پر لگام نہ کسا جاتا تو معاملہ کہاں سے کہاں پہنچ جاتا اس بات کا احساس کسی کو نہ تھا، ایسے پُرآشوب ماحول سے کب کسی کو سکون ملتا ہے؟ سکون ملنا تو بہت دور کی بات ہے یہاں تو دن بہ دن اضطراب بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

دوسری جانب وہ افراد بھی تھے جنہیں عہد رسول سے دور ہونے کے سبب دین کے معاملہ میں وہ فہم حاصل نہ تھا جو عہد رسول کے دور میں صحابہ کو حاصل تھا، زمانہ کے بدلے ہوئے مزاج اور چرخ نیلگوں کی شوخ ورنگینی نے یہ کرشمہ دکھایا تھا، اس لئے یہ افراد کتاب وسنت سے واقعات، حادثات اور نوازل کے حل وتشریح میں ناکام ہو رہے تھے، اسی مجبوری کے سبب ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ فقہ کی تدوین عمل میں لائی جائے تاکہ مسلمانوں کے لئے زندگی میں آسانیاں پیدا ہو جائیں ،یوں تو فقہ میں بہت سے مذاہب ہیں مگر چار مذاہب کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی یعنی فقہ حنفی، حنبلی، مالکی اور شافعی۔ یہ چاروں مذاہب حق پر ہیں اور ان سب کا تعلق ''اہل سنت وجماعت'' سے ہے ان میں سے کسی ایک کی تقلید واجب ہے اور تقلید کرنے والے مقلدین کہلاتے ہیں اور جو تقلید نہیں کرتے ہیں وہ غیر مقلدین کہلاتے ہیں ،اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان ائمہ کی کوششوں کو کیا کہا جائے؟ میرے خیال میں یہ بھی رشد وہدایت ہے، بات اسی پر ختم نہیں ہوتی ہے اس کا سلسلہ اور بھی زیادہ دراز ہوتا ہے۔

ہندوستان بہت سے نئے فرقوں سے بچا ہوا تھا، یہاں نہ کوئی بدعتی تھا اور نہ کوئی دیوبندی تھا، یہاں کے سارے مسلمان انہیں عقائد اور اصول ونظریات کے ماننے والے تھے جو ''مذہب اہل سنت وجماعت'' کے تھے اور انہیں رسم ورواج ،طور طریقے کے پابند تھے جو بزرگوں سے منقول ہوتے ہوئے یہاں پہونچے تھے، مگر انگریزوں کے آتے ہی ہندوستان کے مسلمانوں میں افتراق کی کیفیت پیدا ہونے

گی، اسماعیل دہلوی نے انگریزوں کی ایماء پر مسلمانوں کے مابین فاسد نظریات کی اشاعت کی اور محمد بن عبدالوہاب کے باطل عقیدوں کو فروغ دینے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جس کے نتیجہ میں وہابیت نے نمود پائی۔ اس دور میں علامہ فضل حق خیر آبادی، مفتی صدر الدین آزردہ اور علامہ فضل رسول بدایونی نے وہابیت کے خلاف مورچہ سنبھالا یہاں تک کہ مناظرہ کی نوبت آگئی اور جامع مسجد دہلی میں مناظرہ بھی ہوا، اس کے بعد اس دور کے علماء نے اسماعیل دہلوی کو کافر قرار دیا جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا دور آیا تو وہابیت دو خانوں میں بٹی ہوئی تھی، ان میں سے ایک نے تقلید کو اپنا لیا جس کو اس دور میں ''دیوبندی'' کا نام دیا جاتا ہے اور دوسرا گروپ اپنے اصل مذہب پر قائم رہا یعنی غیر مقلد ہی رہا، دیوبندی علما میں سے قاسم نانوتوی، خلیل احمد انبیٹھوی، رشید احمد گنگوہی اور اشرف علی تھانوی نے کفریات کی بھر مار کردی، اسی دور میں قادیانی فرقہ نے جنم لیا اور فرقہ چکڑالوی نے بھی نمود پائی، حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے ان تمام باطل فرقوں کے قلع قمع کے لئے قلم دوات سنبھال لی، اور جہاں جہاں سے بھی اسلام وسنیت پر حملہ ہوا اس کا کرارا جواب دیا، اس کے علاوہ جس کسی نے بھی مسئلہ شرعی کے تعلق سے امام احمد رضا سے استفسار کیا، اسے قرآن وسنت کی روشنی میں تشفی بخش جواب عنایت فرمایا، آپ کی تحریر کا منہج قرآن مقدس کی آیات احادیث پاک اقوال علماء، فقہاء، ائمہ وبزرگان دین اور دلائل مستنیرہ علی قلب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہے۔

یہ وہی منہج ہے جو علمائے متقدمین اور علمائے متاخرین کا رہا ہے، یہ منہج ہر دور میں کامیاب رہا ہے یہ منہج کسی ایک کتاب یا ایک مقالہ میں نہیں پایا جاتا ہے بلکہ جس قدر آپ کی تصنیفات ہیں، سب میں پایا جاتا ہے، جہاں تک اسلوب بیان کی بات ہے تو اس میں بے پناہ خوبیاں پائی جاتی ہیں، ان میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ آپ کا رنگ استدلال عالمانہ، فہیمانہ، متکلمانہ اور منطقیانہ ہے، اسی لئے آپ کا اسلوب حد اعجاز کو چھوتا ہوا نظر آتا ہے، دیوبندی حضرات اپنے آپ کو ''سنی'' کہا کرتے ہیں اور ''حنفی'' بھی کہا کرتے ہیں، صرف ''سنی'' یا ''اہل سنت وجماعت'' کہنے سے ''فرقہ ناجیہ'' ممتاز نہیں ہوتا ہے اسی لئے ''فرقہ ناجیہ'' کے لئے علامت کے طور پر ''مسلک اعلیٰ حضرت'' یا ''بریلویت'' کی اصطلاح وضع کی گئی ہے۔

اگر انصاف و دیانت اور سنجیدگی کے ماحول میں ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا مطالعہ کیا جائے تو اس کا ایک ایک حرف، ایک ایک جملہ اور ایک ایک سطر ''دعوت وارشاد اور رشد وہدایت کا منہ بولتا ہوا ثبوت ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی کوئی ایسی تحریر نہیں ملتی جس پر نفسانیت کا کالا سایہ پڑتا ہو اور نہ اس میں بیجا علمیت اور فنی قابلیت کی نمود نظر آتی ہے، ہاں اس بات کے شواہد ضرور ملتے ہیں کہ امام احمد رضا کی ہر تحریر عشق و وفا، صدق وصفا، خلوص و محبت اور بے لوث جذبوں سے سرشار ہے اس کے ساتھ ساتھ اس میں فکر وفن، شعور وادراک اور تحقیق وتلاش کی آئینہ داری بڑی سلیقہ مندی سے کی گئی ہے، کیا تحریر کا یہ رنگ ''رشد وہدایت'' سے میل نہیں کھاتا ہاں میل کھاتا ہے اور ضرور کھاتا ہے امام احمد رضا فاضل بریلوی کی اسی خوبی وجمال اور وصف و

کمال کے سبب انہیں "امام رشد وہدایت" کہا جا سکتا ہے۔

رشد وہدایت کی منظم مہم جو امام احمد رضا کے یہاں ملتی ہے وہ کسی اور کے یہاں قطعی طور پر نہیں ملتی ہے، اس نظام کے چلتے ہوئے تقریباً سو سال ہونے والے ہیں، اس نظام کے فروغ دینے میں ہماری جماعت کے علما، فقہا اور ارباب علم وفن کا زبردست رول رہا ہے، رشد وہدایت کا سلسلہ جس طرح پہلے جاری تھا وہ اب جاری ہے، کسی بھی دور میں یہ سلسلہ بند نہیں ہوا ہے، نہ ماضی میں، نہ حال میں اور نہ ہی مستقبل میں بند ہو سکتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے یہ دین کامل ہے اور ہر دور کے لئے کامل ہے، ہمارے علمائے کرام کی کوششوں کا ہی نتیجہ ہے کہ ہندوستان میں اسلام کا بول بالا ہے اور ملکوں سے زیادہ یہاں اسلام کی شان وشوکت پائی جاتی ہے۔

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ اہل حق کسی اور فکر میں رہتے ہیں اور انسانوں کا دشمن کسی اور چال میں رہا کرتا ہے۔ پوری تاریخ میں جہاں کہیں بھی انحراف کی صورت پیدا ہوتی ہے، وہ یوں ہی پیدا نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کے پیچھے کچھ محرکات ہوتے ہیں جو حیات انسانی کو بری طرح مجروح کر دیتے ہیں کہ جسم تو انسان کا ہوتا ہے اور بولی کسی اور کی ہوتی ہے، زبان انسان کی ہوتی ہے اور باتیں کسی اور کی ہوتی ہیں اور پھر باتیں بھی ایسی کرتے ہیں جیسے کوئی جنون کی حالت میں بڑبڑا رہا ہو۔

دور حاضر میں بھی سازشوں کا جال ہر طرف پھیلا ہوا ہے، کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ اور کسی کے کہنے کا انداز بھی ایسا ہے جیسے کوئی مسخرہ کسی کو ہنسانے کی بات کر رہا ہو۔

جہاں تک فتنوں کی بات ہے وہ بھی کم نہیں، اس دور کا مزاج یہ ہے کہ ہر چھوٹا اپنے آپ کو بڑا تصور کرتا ہے اور جو بڑا ہے اس کا کیا کہنا ماشاء اللہ، پہلے کا دور ایسا دور تھا کہ لوگ بروں سے بچا کرتے تھے اور آج کا دور یہ ہے کہ بروں سے ٹچ ہوتے ہیں اور اسی ٹچ ہونے کو اپنے لئے معراج تصور کرتے ہیں، چند فتنوں کا ذکر ذیل میں کیا جا رہا ہے

پہلا فتنہ، صلح کلیت ہے، کسی سے صلح کرنا برا نہیں مگر سب سے صلح کرنا ضرور برا ہے، اسلام میں ایسی کوئی روایت نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ سب سے صلح کی جائے اور کسی سے اختلاف نہ کیا جائے، اگر صلح کلیت ہی اسلام کا عندیہ ہوتا تو پھر ہم درج ذیل آیتوں سے ماخوذ معانی ومطالب کہاں لے جائیں گے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قل یآیھا الکفرون۔ لا اعبد ماتعبدون۔ ولا انتم عٰبدون ما اعبد۔ ولا انا عابد ما عبدتم۔ ولا انتم عٰبدون ما اعبد۔ لکم دینکم ولی دین۔

(س الکٰفرون پ ۳۰)

تم فرماؤ اے کافرو۔ نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو۔ اور نہ تم پوجتے ہو جو میں پوجتا ہوں۔ اور نہ میں پوجوں گا جو تم نے پوجا۔ اور نہ تم پوجو گے جو میں نے پوجا۔ تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین۔ (ترجمہ کنز الایمان)

دیکھئے اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ کافروں کا راستہ الگ ہے اور ہمارا راستہ الگ ہے، ان کا دین ان کے لئے ہے اور ہمارا دین ہمارے لئے ہے، یہ تو کافروں کی بات ہے، حالانکہ کچھ معاملات میں ان سے مصالحت کی جا سکتی ہے، یہود ونصاریٰ سے بھی دین اور عبادت کے معاملہ میں

کسی طرح کی کوئی مصالحت نہیں کی جاسکتی ہے، اہل کتاب سے اگرچہ کچھ معاملات میں رواداری اختیار کی جاسکتی ہے مگر اس دور میں یہ لوگ اہل کتاب نہیں کہ انہوں نے بہت سی تحریفات کر لی ہیں، اب رہی بات ان افراد کی جو ایمان لانے کے بعد کفر و بدعت کی جانب لوٹ گئے، ان کا حکم تو بہت زیادہ سخت ہے کہ ان کے ساتھ تو کسی صورت میں مصالحت جائز ہی نہیں، نہ دین میں اور نہ ہی دنیا میں، دین میں اس لئے نہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا: کلهم فی النار، اور دنیوی معاملات میں اس لئے جائز نہیں کہ رب تعالی کا ارشاد ہوتا ہے **فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین** کہ نصیحت کرنے کے بعد ان کے ساتھ نہ بیٹھو، اس آیت میں ان کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت ہے اور بیٹھنا مطلق ہے جس کا مفاد یہ کہ بیٹھنے کی جو بھی صورتیں ہو سکتی ہیں، یہ سب کی سب ممانعت کے دائرہ میں ہیں، اسی سے ثابت ہوا کہ صلح کلیت جائز نہیں۔

سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی کے دور میں بھی ''صلح کلیت'' کا فتنہ اٹھا تھا اور وہ بھی ''مجلس ندوۃ العلما'' کے پلیٹ فارم سے، اس وقت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اس کی دفاع فرمائی تھی اور اب یہی فتنہ ''جام نور'' کے حوالہ سے ہمارے سامنے آیا ہے، صلح کلیت کا فتنہ یوں ہی اتفاقی طور پر بیدار نہیں ہوا ہے بلکہ اس کے لئے برسوں محنت کی گئی ہے اور آج بھی کی جارہی ہے جن نظریات نے اسے ہوا دی، ہم انہیں نظریات کو تارو پود کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اس گزارش کے ساتھ کہ اس کا مطالعہ فرمائیں۔

صلح کلیت اور اس کے تارو پود:

تارو پود: فارسی زبان کے الفاظ ہیں۔ ان سے مراد وہ دھاگے ہوا کرتے ہیں جن سے کپڑے تیار ہوا کرتے ہیں، ان میں سے ''تار'' سے مراد ''تانا'' ہے اور ''پود'' کا معنی ''بانا'' ہے، تانا، وہ دھاگا ہوا کرتا ہے جو لمبائی میں چلتا ہے اور یہ دھاگا کسی دھاگہ کو مس نہیں کرتا ہے سوائے اس کے کہ تانا کی صورت میں کوئی ایک دھاگا نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے دائیں بائیں بہت سے دھاگے ہوا کرتے ہیں اور سارے دھاگے ایک ہی سمت میں جاتے ہیں، اس کے برخلاف ''بانا'' ہوتا ہے جو ''تانے'' کی مخالف سمت میں جاتا ہے اور دونوں دھاگوں کے مخصوص تقاطع کے بعد کپڑا تیار ہونے لگتا ہے، کپڑا اچانک تیار نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس کے لئے تدریجی عمل کی ضرورت پڑتی ہے، ٹھیک اسی طرح صلح کلیت کے لئے بھی تدریجی عمل کیا گیا، کسی نے کوئی نظریہ پیش کیا اور کسی اور نے دوسرا نظریہ دیا، اس طرح منحرف نظریوں کی بھر مار ہے جس کے نتیجہ میں صلح کلیت کی عفریت سامنے آگئی ہے، یہاں میں انہیں منحرف نظریوں کو پیش کررہا ہوں:

☆ حدیث افتراق امت کی ایسی تشریح جس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو کرب و اضطراب میں ڈال دیا۔

☆ حدیث افتراق امت کی ایسی توضیح جو مفہوم حدیث سے میل نہیں کھاتی۔

☆ رجال کے ذریعہ حق کی شناخت کے نظریہ کا انکار

☆ تفقہ فی الدین کی غلط تاویل

☆ اسلاف کی شخصیات پر بیجا تنقید

اختیار کرنا
☆ اکابر کے موقف کے خلاف موقف اختیار کرنا
☆ عوام وخواص کی اصطلاح ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا شدت سے انکار کرنا
☆ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی روایت
☆ مدارس اور علما کے خلاف ماحول سازی
☆ اسلام اور اس کی مقتضیات کے خلاف نظریات کی تشکیل
☆ ارباب اہوا و بدعت کے لئے دل میں نرم گوشہ اختیار کرنے کی سرشت
☆ فرقہ پرستی کے خاتمہ کی آڑ میں خود کو ایک فرقہ کی صورت میں پیش کرنے کے اقدام
☆ فرقہ ناجیہ کی علامتی شناخت کے خلاف مورچہ بندی

یہی وہ نظریات ہیں جو صلح کلیت کے تار و پود کہلاتے ہیں جن کے سہارے ''صلح کلیت'' کو ہوا دی گئی، یہی وہ فتنہ ہے جس کے ذریعہ انصاف پسند اور خوش عقیدہ مسلمانوں کے دل و دماغ کو اذیتوں سے دوچار کیا گیا۔

جس وقت یہ نظریات مسلمانوں کے مابین پھیلائے گئے اس وقت ہندوستان کی خانقاہیں کہاں تھیں خانقاہوں میں بیٹھے ارباب اقتدار خواب غفلت میں سو رہے تھے، سنی صحیح العقیدہ ہونے کی حیثیت سے کیا ان کی یہ ذمہ داری نہیں تھی؟ کہ آگے بڑھتے اور ان منفی نظریات کے خلاف آواز بلند کرتے، اگر رشد و ہدایت انہیں کا منصب تھا تو انہوں نے یہ ذمہ داری کیوں نہیں نبھائی، زبانی دعویٰ کرنا بہت ہی آسان ہے مگر عمل کے میدان میں اترنا اور پھر کام کرنا سب کے بس کا روگ نہیں۔

اس طوفان ہوش ربا کو روکنے کے لئے اگر کوئی ذات سامنے آئی تو وہ ذات کسی اور کی نہیں ہے بلکہ وہ ذات حضور تاج الشریعہ کی ہے کہ انہوں نے اس ذمہ داری کو سمجھا اور میدان عمل میں آکر اسے روکنے کی کوشش کی، بروقت جو کھڑے ہو کر سینہ سپر ہو جائے وہی وقت کا امام ہوتا ہے اور وہی مقتدا کی حیثیت رکھتا ہے، اس سے بہتر رشد و ہدایت اور کیا ہو سکتی ہے؟

حضور تاج الشریعہ کی ذات بابرکت سے ''رشد و ہدایت'' کا سلسلہ جاری ہے، اور آئندہ بھی جاری رہے گا پھر یہ کہ یہ سلسلہ کسی ایک جہت میں محدود نہیں ہے بلکہ کثیر الجہات ہے، کوئی آتا ہے نہ تو وہ کچھ پوچھتا ہے اور نہ کچھ بولتا ہے بس انہیں ایک نظر دیکھ لیتا ہے اسی سے ان کے دل کو سکون حاصل ہو جاتا ہے اور اس کے عقیدوں میں ثبات قدمی پیدا ہو جاتی ہے، یہ بھی رشد و ہدایت کی ایک صورت ہے۔

کوئی دوسرا شخص آتا ہے اپنا سوال رکھتا ہے یا پھر زبانی طور پر اپنی الجھنوں کو بیان کرتا ہے حضور تاج الشریعہ اطمینان بخش جواب مرحمت فرماتے ہیں اور وہ وہاں سے مطمئن ہو کر چلا جاتا ہے اور آگے کوئی سوال نہیں کرتا ہے جو اس بات کو واضح کرتا ہے کہ سوال کرنے والا مطمئن ہے، کسی کو مطمئن کر دینا یہ بھی رشد و ہدایت ہے، ان کی ذات سے عوام بھی ہدایت پا رہے ہیں اور خواص بھی اور جہاں تک اہل علم کی بات ہے وہ بھی ان کے علم و فقہ سے استفادہ کر رہے ہیں، اس طرح کسی کی ذات کا مرکز توجہ ہونا ہی اس کے عبقری ہونے کی بات ہے، لہٰذا ثابت ہوا حضور تاج الشریعہ کی ذات رشد و ہدایت کے معاملہ میں عبقری ہے اور اس کے تاریخی ارتقا میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔



مولانا شاہد القادری، کولکاتہ

حضور تاج الشریعہ اور بیعت وخلافت

مسلک تصوف کی شقوں میں سے ایک شق ارادت وبیعت اور دوسری شق خلافت ہے۔ارادت یعنی صحیح سلسلے کے مرشد کامل سے بیعت ہونا تا کہ اس کا سلسلہ طریقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے منسلک ہوجائے ،اسی لئے صوفیا فرماتے ہیں کہ مرشد برحق سے اپنا رشتہ ارادت مربوط کرنے کے جہاں دیگر شرائط ہیں، وہیں ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کا سلسلہ طریقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل اور مسلسل ہو، ورنہ فیض نہیں پہنچے گا اور جس کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل نہ ہو وہ پیر بننے کے لائق نہیں اور نہ ہی ان سے سلسلہ بیعت جاری رکھا جائے۔

مرید ہونے کی ضرورت اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ راہ طریقت پر چلنے کے لئے مرشد کامل کی ضرورت ہے، اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا لکھتے ہیں:

”جب احکام شریعت (بغیر تقلید ائمہ کے کوئی چارہ نہیں) میں یہ حال ہے تو صاف روشن دقائق سلوک اور حقائق معرفت بے مرشد خود قرآن وحدیث سے نکال لینا کس قدر محال ہے، یہ راہ سخت باریک اور بے شمع مرشد نہایت تاریک ہے ،بڑے بڑوں کو شیطان لعین نے اس راہ میں ایسا مارا کہ تحت الثریٰ تک پہنچادیا تیری کیا حقیقت کہ بے رہبر کامل اس پر چلے اور سلامتی سے نکل جانے کا ادعا کرے۔“ (بیعت وخلافت)

سیدنا امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز کی بارگاہ عالی میں سائل نے عرض کیا ”اگر زید کا کوئی پیر ومرشد نہ ہو تو فلاح پائے گا یا نہیں؟ اور جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہوگا؟“ ارشاد ہوا: ”ہاں! اولیاء کرام رضی اللہ عنہم کے ارشاد سے دونوں باتیں ثابت ہیں، ایک یہ کہ بے پیر فلاح نہ پائے گا ،حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

”میں نے بہت سے اولیا کرام کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی فلاح پائے ہوئے کی زیارت نہ کی وہ فلاح نہیں پائے گا۔ دوسرے یہ کہ بے پیر کا پیر شیطان ہے، سیدنا بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا کہ: جس کا کوئی پیر نہیں اس کا امام شیطان ہے۔“ (عوارف المعارف ص ۷۸)

حضرت سیدنا میر سید عبد الواحد بلگرامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"جب تیرا پیر نہیں تو تیرا پیر ابلیس ہے کہ اس نے مکروفریب سے دین کی راہ ماری۔"

(سبع سنابل شریف)

معلوم ہوا کہ بغیر مرشد حق کے کوئی چارہ نہیں اس لئے لازم ہے کہ کسی پیر کامل کی تلاش مع شرائط جاری رکھیں۔

شرائط بیعت:

(۱) شیخ کا سلسلہ باتصال صحیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا ہو کیوں کہ منقطع کے بعد اتصال ناممکن ہے۔

(۲) سنی صحیح العقیدہ ہو، بدمذہب گمراہ کا سلسلہ شیخ تک پہنچے گا، نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک۔

(۳) عالم ہو، علم فقہ اس کی اپنی ضرورت کے قابل کافی ہو اور لازم ہے کہ عقائد اہل سنت سے پورا واقف ہو، کفر و اسلام اور ضلالت وہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو۔

(۴) فاسق معلن نہ ہو، اس شرط پر حصول اتصال کا توقف نہیں کہ صرف فسق باعث فسق نہیں، مگر پیر کی تعظیم لازم ہے اور فاسق کی توہین واجب اور دونوں کا اجتماع باطل۔"

(امام احمد رضا اور تصوف ص ۳۹۵)

خانوادہ رضویہ اور بیعت وخلافت:

سند المحققین امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی نقی علی خاں قادری برکاتی، آپ امام الواصلین خاتم الاکابر حضرت سیدنا شاہ آل رسول قادری مارہروی علیہ الرحمہ کے مرید وخلیفہ تھے، آپ کے تین شہزادے

(۱) امام احمد رضا محدث بریلوی

(۲) استاذ زمن علامہ حسن رضا بریلوی

(۳) مفتی محمد رضا بریلوی

(۱) مجدد اعظم امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمہ، امام الواصلین سید السالکین حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی کے مرید وخلیفہ تھے۔ آپ کے دو شہزادے (۱) حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا قادری برکاتی (۲) مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری۔

(۲) استاذ زمن حضرت حسن رضا قادری سید العارفین حضرت سرکار نور سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قادری علیہ الرحمہ کے مرید تھے، سلطان الفقہا مولانا محمد رضا خاں سید العارفین سرکار نور حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری کے مرید تھے۔

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا قادری سید العارفین سرکار ابوالحسین احمد نوری کے مرید وخلیفہ تھے اور اپنے والد گرامی امام احمد رضا سے بھی خلافت حاصل تھی۔

مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا نوری سید العارفین سرکار نور حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ کے مرید وخلیفہ تھے اور والد محترم نے بھی اجازت وخلافت سے نوازا تھا۔ استاذ العلما حضرت مولانا حسنین رضا قادری سرکار نور سید شاہ ابوالحسین احمد نوری کے مرید وخلیفہ تھے اور امام احمد رضا محدث بریلوی نے بھی خلافت سے نوازا تھا۔

مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا قادری اپنے جد کریم امام احمد رضا قادری کے مرید وخلیفہ تھے اور والد گرامی حضور حجۃ الاسلام وعم محترم مفتی اعظم سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ ریحان ملت مولانا ریحان رضا قادری اپنے جد محترم حضور حجۃ الاسلام کے مرید تھے اور انہیں اپنے نانا حضور مفتی

اعظم، والد گرامی حضور مفسر اعظم اور قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔

تاج الشریعہ حضرت مفتی اختر رضا قادری اپنے نانا جان سرکار مفتی اعظم کے مرید وخلیفہ ہیں اور انہیں والد گرامی حضور مفسر اعظم، برہان ملت علامہ برہان الحق صاحب جبل پوری، سید العلما سید آل مصطفیٰ مارہروی اور احسن العلما سید حیدر حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات کا کیا کہنا، علم وفضل، زہد و تقویٰ، فکروفن، تصوف وسلوک، علوم اسلامیہ اور علوم عصریہ میں یکتائے روزگار ہیں۔ پروردگار عالم نے عالمی شہرت عطا فرمائی ہے اس وقت پورے علما، فقہا، محدثین، مفسرین، متکلمین اور مشائخ کے مرجع ہیں آپ کی عبقری شخصیت کا اندازہ یوں لگایئے کہ ۲۰۰۹ء میں دنیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی جامع مصر نے انہیں فخر از ہر ایوارڈ سے نوازا۔ ایسی علمی اور روحانی شخصیت کو نسبت قادریت کے لئے ایسے باکمال مرشد کی ضرورت تھی جو انہیں روحانیت کی معراج عطا کردے اور راہ سلوک کا فرد فرید بنادے وہ ذات بابرکات سرکار مفتی اعظم کی صورت میں سامنے آئی اور ظاہر وباطن کو اتنا چمکایا کہ آج پوری دنیا میں چمک رہے ہیں۔

حضرت مفتی اعظم ایسے مرشد کامل کا نام ہے کہ ولادت کے وقت مرشد برحق سرکار نور سید شاہ ابوالحسین احمد نوری نے ان کے والد گرامی کو ولادت کی خوشخبری سناتے ہوئے دعاؤں سے نوازا اور ابوالبرکات محی الدین جیلانی نام تجویز فرمایا۔ جب چھ ماہ کے بعد بریلی شریف تشریف آوری ہوئی تو اپنی انگشت شہادت حضور مفتی اعظم کے دہن مبارک میں ڈالی اور داخل سلسلہ فرمایا اور جملہ سلاسل کی اجازت وخلافت سے سرفراز کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ:

"یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا، مخلوق خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض ملے گا، یہ بچہ ولی ہے اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر قائم ہوں گے۔" حضرت مرشد برحق سرکار نور نے اپنی نگہ ولایت سے وہ سب خوبیاں دیکھ لیں اور جن جن باتوں کی نشاندہی فرمائیں وہ سارے اوصاف آپ کی ذات میں پورے طور پر مجتمع تھے اور زمانے کی نگاہوں نے مشاہدہ کیا کہ مخلوق خدا کی ایک کثیر تعداد نے آپ سے فیض حاصل کیا اور بے شمار افراد کو قرب خدا کی منزل عطا فرمائی۔ حضور تاج الشریعہ اسی مردحق آگاہ اور نازش عصر کی بیعت وخلافت سے مشرف ہیں اور نسبت قادریت کی دولت سے مالامال ہیں۔ حضور تاج الشریعہ نے سلوک وتصوف کی منزلوں کو اپنے نانا جان کے سایہ روحانیت میں بیٹھ کر طے کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے معرفت کی اس بلندی پر پہنچ گئے جہاں عام عقلیں حیران وششدر نظر آتی ہیں۔"

حضور تاج الشریعہ کی اجازت وخلافت:

۱۵ر جنوری ۱۹۶۲ء مطابق ۱۳۸۱ھ میں سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دار العلوم مظہر اسلام کے

سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع سے اپنے در دولت پر ایک خاص محفل منعقد فرمائی جس میں شہر کے نعت خواں حضرات کے علاوہ دار العلوم سے فارغ ہونے والے طلبہ اور باہر سے تشریف لائے ہوئے مقتدر علما و مشائخ مثلاً خلیفہ اعلیٰ حضرت حضور برہان ملت علامہ برہان الحق رضوی جبل پوری، مرید اعلیٰ حضرت شمس العلما علامہ قاضی شمس الدین جون پوری، پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی اور حضرت علامہ نذیر الاکرم مراد آبادی علیہم الرحمۃ والرضوان کی موجودگی میں اپنے نواسے حضور تاج الشریعہ کو طلب فرمایا اور یہ کہتے ہوئے اجازت وخلافت سے سرفراز کیا "اس بچے سے بہت سی امیدیں وابستہ ہیں"۔

شہزادہ حضور حجۃ الاسلام حضرت مفسر اعظم مفتی محمد ابراہیم رضا علیہ الرحمہ نے آپ کو اس وقت خلافت سے نوازا جب آپ جامعہ رضویہ منظر اسلام میں زیر تعلیم تھے، حضور برہان ملت علامہ برہان الحق صاحب علیہ الرحمہ، حضور سید العلما سید آل مصطفےٰ مارہروی اور احسن العلما سید مصطفیٰ حیدر حسن قادری علیہما الرحمہ نے بھی آپ کو اپنی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔



مولانا وسیم احمد رضوی

حضور تاج الشریعہ بحیثیت شیخ طریقت

جانشینِ مفتی اعظم تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری مد ظلہ العالی، قاضی القضاۃ فی الہند کی شخصیت کثیر الجہات اور ہمہ گیر ہے۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ کا دینی وعصری، فقہی وعلمی، مسلکی ونظریاتی، ادبی وتعلیمی، تدریسی وتربیتی، تصنیفی وتالیفی اور ظاہری وروحانی غرض کی ہر گوشہ اپنے اندر جاذبیت، معنویت اور اثر آفرینی رکھتا ہے۔ آپ علومِ عقلیہ ونقلیہ کے جامع اور شریعت وطریقت کے مجمع البحرین کی حیثیت رکھتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ اس خاندانِ عالی وقار سے تعلق رکھتے ہیں جس نے ہر دور میں شریعت وطریقت کی پاسبانی کا فریضہ انجام دیا۔ آپ کے جد کریم امام اہل سنت امام احمد رضا محدثِ بریلوی جہاں اپنے وقت کے ابوحنیفہ تسلیم کیے گئے وہیں نائب غوثِ اعظم بھی مانے گئے۔ امام احمد رضا کی تربیت ہی کا اثر ہے کہ خانقاہوں سے دارالافتاء کا فریضہ انجام دیا جانے لگا اور دارالافتاء سے تصفیہ نفس وباطن کی باتیں کی جانے لگیں۔

حضور تاج الشریعہ خانوادۂ رضویہ کی علمی وروحانی امانتوں کے وارث اور امین ہیں۔ سلسلۂ بیعت وارشاد کا جو فریضہ آپ انجام دے رہے ہیں وہ یقیناً دورِ حاضر کی اہم ضرورت ہے۔ جس کے ذریعے باطن کی تطہیر اور صالح اسلامی معاشرے کی تشکیل میں مدد ملتی ہے۔ اس سلسلہ کو آگے بڑھانے کے لیے متقی وپرہیز گار عالم باعمل اور صوفی باصفا کی ضرورت ہوتی ہے، جس کی رہ نمائی میں منازلِ طریقت طے کیے جاتے ہیں اور بلاشبہ حضور تاج الشریعہ کی ذات وہ ذات ہے کہ جن کے تقویٰ وطہارت اور علمی جلالت وروحانی شوکت پر عرب وعجم کے علماومشائخ گواہ ہیں۔

سلسلۂ طریقت کو آگے بڑھانے کے لیے حضور تاج الشریعہ کا انتخاب کسی عام آدمی نے نہیں کیا تھا بلکہ وہ ذات قطب زمانہ، ہم شبیہ غوث اعظم حضور مفتی اعظم کی تھی جنھوں نے اپنی ظاہری حیات ہی میں حضور تاج الشریعہ کو اپنا نائب اور جانشین قرار دیا تھا اور اپنی موجودگی میں لوگوں کو حکم دیا کہ وہ حضور تاج الشریعہ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔

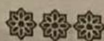
حضور تاج الشریعہ کو مفتی اعظم کے علاوہ برہان الملت مفتی برہان الحق جبل پوری، قطب مدینہ حضرت علامہ شاہ ضیاء الدین مدنی، سید العلما علامہ آلِ مصطفی برکاتی مارہروی، احسن العلما علامہ سید مصطفی حیدر حسن برکاتی مارہروی علیہم الرحمۃ نے بھی اجازت وخلافت عطا فرمائی، مگر آپ حضور مفتی

اعظم کے توسل ہی سے بیعت فرماتے ہیں۔ حضور مفتی اعظم کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور حضرت سید ابوالحسین احمد نوری میاں مارہروی سے معرفت و طریقت کے تیرہ سلاسل میں اجازت وخلافت حاصل تھی، جس کے حامل وجامع حضور تاج الشریعہ ہیں۔ ان ۱۳ ر سلاسلِ طریقت میں سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت وخلافت پانچ طریقوں سے ہے:

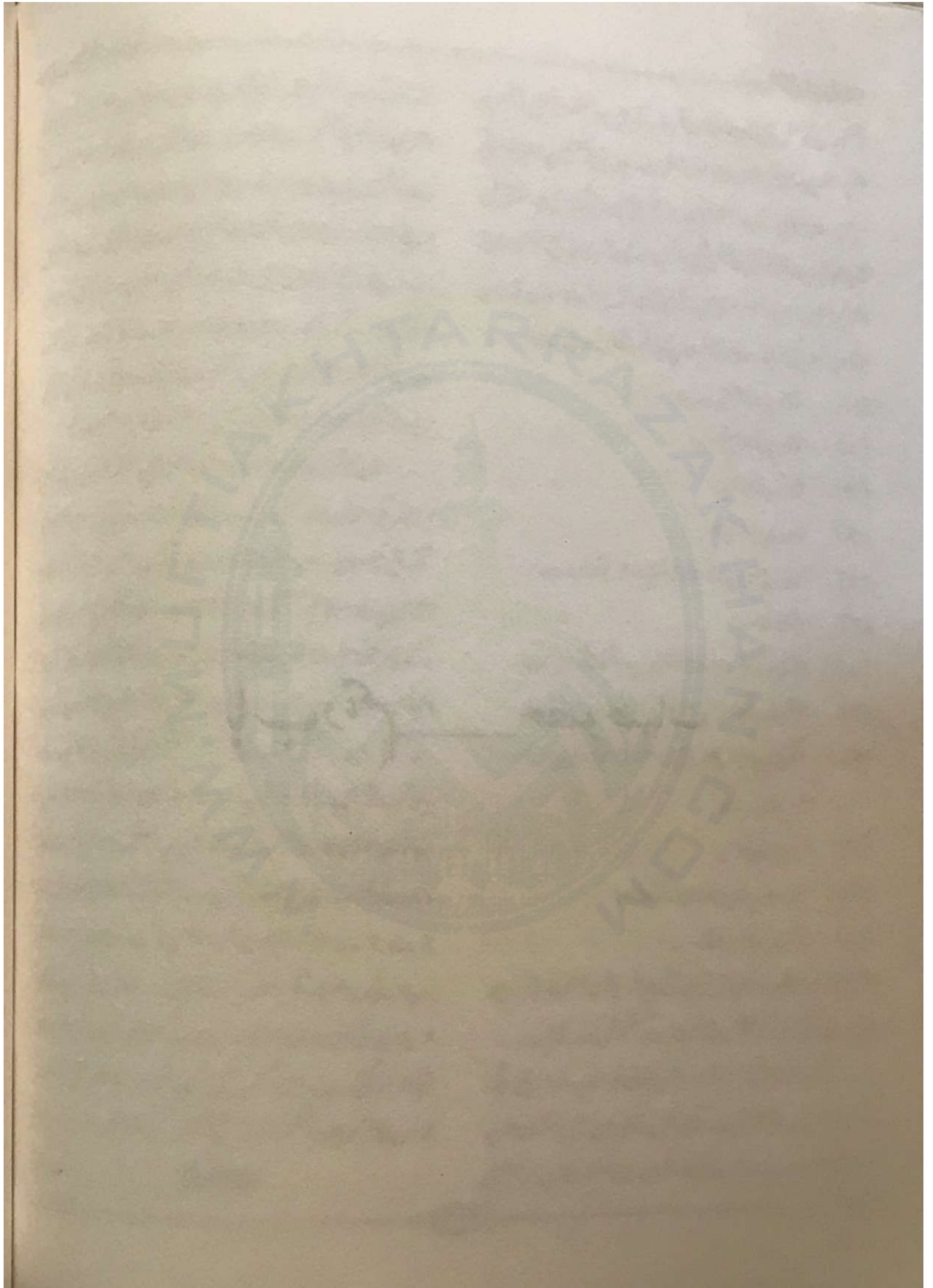
(۱) قادریہ برکاتیہ جدیدہ
(۲) قادریہ آبائیہ قدیمہ
(۳) قادریہ اہدائیہ
(۴) قادریہ رزاقیہ اور
(۵) قادریہ منوریہ، سلسلۂ چشتیہ دو طریقوں سے
(۶) چشتیہ نظامیہ
(۷) چشتیہ صابریہ، سلسلۂ نقشبندیہ دو طریقوں سے
(۸) نقشبندیہ علائیہ
(۹) نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ، سلسلۂ سہروردیہ بھی دو طریقوں سے
(۱۰) سہروردیہ قدیمہ
(۱۱) سہروردیہ جدیدہ، ان کے علاوہ
(۱۲) سلسلۂ بدیعیہ، اور
(۱۳) سلسلۂ علویہ منامیہ ہیں جن کے پیر طریقت حضور تاج الشریعہ ہیں اور ان سلاسل کے فیوض و برکات سے مستفیض کرتے ہیں۔

مذکورہ سلاسلِ معرفت وطریقت تو سب ہی اپنی جگہ سلسلۃ الذہب کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن ان میں سلسلۂ علویہ منامیہ وہ سلسلہ ہے جو بہت کم واسطوں سے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ اس مبارک سلسلہ میں تاج الشریعہ کو مفتی اعظم سے خلافت ہے، انہیں اپنے والد امام احمد رضا سے، انہیں اپنے پیرو مرشد سیدنا آلِ رسول مارہروی سے، انہیں اپنے استاد سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے، انہوں نے اپنے سچے خوابوں میں امیر المومنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کے ہاتھ پر بیعت کی اور مولائے کائنات نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں میں ہاتھ دیا۔ (تجلیاتِ تاج الشریعہ، ص ۱۴۲ تا ۱۴۸ ملخصا)

تاج الشریعہ کی ذات دورِ حاضر میں مسلمانوں کے قائد وامیر کی حیثیت رکھتی ہے۔ شرعی معاملات میں ان کا قول تقویٰ کا معیار اور احتیاط کا مینار ہوتا ہے جس کی روشنی میں اعمال پابند احکامِ مصطفی ہو سکتے ہیں۔ اپنی متنوع مصروفیات کے باوجود سلسلۂ طریقت کو فروغ دینے کا جو عظیم فریضہ آپ انجام دے رہے ہیں اس سے متاثر ہو کر علمائے عرب آپ کو "شیخِ کبیر"، "شیخ ازہری" اور "شیخ ہندی" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ تبرکاً آپ سے اجازت وخلافت واسانید اجازتِ حدیث حاصل کرتے ہیں۔ برصغیر ہند و پاک کے علاوہ بلادِ عرب و یورپ میں آپ کے سیکڑوں خلفاو تلامذہ ہیں۔ بڑے بڑے علما و مفتیانِ کرام آپ سے بیعت ہونے کو اپنے لیے باعثِ فخر تصور کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ کے مریدین کی تعداد محتاط اندازے کے مطابق ایک کروڑ سے تجاوز کر گئی ہے۔ اس ضمن میں آپ کو دورِ حاضر میں سلسلۂ قادریہ کا "مرشدِ اعظم" اور "شیخ کبیر" کہا جاتا ہے۔



باب دہم ـــــــ خصوصیات



مولانا عبدالمصطفیٰ صدیقی حشمتی

حضور تاج الشریعہ اور استقامت علی الحق

استقامت علی الحق کا معنی دین پر ثابت قدم رہنا اور عمل میں اخلاص پیدا کرنا ہے اسی لئے مشائخ نے فرمایا ہے الاستقامۃ خیر من الکرامۃ استقامت کرامت سے بہتر ہے کیوں کہ تخلیق انسانی کا اصل مقصود یہ ہے کہ ابتدائے حال سے دم آخر تک استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے اور راہ مستقیم پر گامزن رہے۔ دین مستقیم پر استقامت و عزیمت مومن کا بیش بہا سرمایہ ہے۔ استقامت اختیار کرنے والوں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ (سورہ حٰم سجدہ آیت ۳۰) بے شک وہ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ (کنزالایمان)

نمونۂ سلف، حجت خلف، جامع معقول ومنقول، حاوی اصول وفروع، تاج الشریعہ، قاضی القضاۃ فی الہند، نبیرۂ اعلیٰ حضرت، سیدی الکریم مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان صاحب قبلہ قادری رضوی برکاتی ازہری مد ظلہ العالی کی عظیم المرتبت شخصیت دنیائے اسلام میں محتاج تعارف نہیں، حضور تاج الشریعہ وارث علوم اعلیٰ حضرت اور حضور مفتی اعظم کے سچے جا نشین ہیں، عشق وعرفان اور زہدوورع کے سانچے میں مکمل ڈھلے ہوئے ہیں، بچپن سے اب تک تقویٰ وطہارت اور پابندئ شریعت کے مظہر ہیں جو صرف فضل الٰہی اور توفیق ربانی کا ہی ثمرہ ہو سکتا ہے، زہدو پارسائی، رشدو ہدایت، پندونصائح، حق گوئی وبیباکی حضرت تاج الشریعہ کا طرۂ امتیاز ہے، فتوی نویسی، مختلف زبانوں میں تصنیف وتالیف، ترجمہ نگاری، اوقات فرصت میں فقہ وحدیث کا درس دینا اور پوری دنیا میں مسلک اعلیٰ حضرت اور تعلیمات اعلیٰ حضرت کی نشرواشاعت کرنا ان کی زندگی کے اہم مشاغل ہیں۔

آج کے اس دور پرفتن میں استقامت علی الحق اور تصلب فی الدین کے حوالے سے جب ہم حضور تاج الشریعہ کی صبح وشام اور لیل ونہار کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ہمیں استقامت علی الحق اور تصلب فی الدین کا وصف آپ میں بدرجہ اتم نظر آتا ہے۔ زیر نظر مقالہ میں اس کے چند گوشے

پیش کئے جارہے ہیں! چند سالوں سے کچھ لوگ تحقیق جدید کے نام پر علمائے اہلسنت خصوصاً اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ سے منحرف ہورہے ہیں اور ضرورت و مصلحت کا بہانہ بنا کر بد مذہبوں سے اختلاط کی راہیں ہموار کی جارہی ہیں۔ٹی وی مووی کے جواز کی غلط تحقیق ،لاوڈ اسپیکر سے جواز صلوٰۃ کا مسئلہ،نماز وغیر نماز میں چین دار گھڑی کے استعمال کے جواز کا حکم،چلتی ٹرینوں پر فرض وواجب کی صحت ادا کا مسئلہ، ٹیلی فون سے استفاضہ شرعیہ کے ثبوت کی ناکام کوشش،اور بدمذہبوں اور کفارو مرتدین کے ساتھ مجالس و محافل میں شرکت وغیرہ جیسے مسائل سے عوام اہل سنت میں انتشار و افترق کا بیج بوئی جارہی ہے،مگر اس سراسیمہ ماحول میں بھی اگر کوئی شخصیت خلوص وللّٰہیت اور اپنے علمی و تحقیقی کارناموں کی بنا پر مرجع خاص وعام اور اسلاف کا نمونہ بن کر سینہ سپر ہے تو وہ ذات تاج الشریعہ علامہ اختر رضا قادری کی ہے جنہوں نے کبھی بھی اسلاف عظام کے مذہب و مسلک اور ان کی تحقیقات سے سرمو انحراف نہیں کیا بلکہ اپنی حیات کے ہر موڑ پر اکابر علماء و محققین کے مسلک و موقف کی اشاعت کا فریضہ انجام دیا۔مجوزین نے اپنے دلائل سے اگر چہ مذکورہ مسائل کے جواز کا حکم صادر کیا مگر،تاج الشریعہ نے جب ان کے دلائل پر نظر ڈالی اور اسلاف کے موقف کی روشنی میں ان کا جائزہ لیا تو اسے زیادہ ان کی حیثیت نہ تھی۔ان مسائل میں خاص طور سے تاج الشریعہ نے علمائے حق کے قول وعمل کو بنیاد بنانے پر زور دیا۔جب ممبئی میں سنی،شیعہ،بوہرہ،خوجہ، غیر مقلد، ندوی، دیوبندی اور نام نہاد جماعت اسلامی وغیرہ

باطل فرقوں سے اتحاد کیا گیا تو آپ نے اس کی شدت سے مخالفت کی۔ایسے ہی اتر پردیش میں جب سیاسی طور پر مشرکین سے اتحاد و محبت کی فضا ہموار کی جارہی تھی اور اس روش خام کو عین اسلام بتایا جارہا تھا تو آپ نے سخت مخالفت کر کے اس اتحاد کے شیرازہ کو منتشر کیا۔آپ نے ہزاروں کے مجمع عام میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

”آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں اور وصیت بھی کرتا ہوں کہ اعلی حضرت قدس سرہ کے مسلک پر قائم رہنا۔وہابیوں ، دیوبندیوں اور دوسرے باطل فرقوں سے میل جول کھانا پینا یا کسی بھی طرح کا اتحاد جائز نہیں ہے ان فرقہائے باطلہ سے تا قیامت اتحاد نہیں ہوسکتا۔میرے خاندان کے لوگ ہوں یا میرا بیٹا ہی کیوں نہ ہو اگر آپ دیکھیں کہ مسلک اعلی حضرت سے ہٹ گیا ہے تو اسے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر باہر کردیں۔“

آج مادیت انسانی زندگی پر حاوی ہوتی جارہی ہے اور معاشرہ پر پرنٹ میڈیا و الیکٹرانک میڈیا کا تسلط بڑھتا جارہا ہے، کم پڑھے لکھے لوگ ہی نہیں اپنے آپ کو عالم ومفتی کہلانے والے بھی دھڑلے سے تصویر کشی کرواتے نظر آرہے ہیں، مگر ان سب کی پرواہ کئے بغیر حضور تاج الشریعہ اسلاف کے موقف پر جبل شامخ کی طرح قائم ہیں اور دنیا کے کسی بھی گوشے میں رہیں بلاضرورت شرعیہ جاندار اشیاء کی تصویر کشی کے حرام ہونے کا ہی فتوی دیتے نظر آتے ہیں۔ مصر کے عظیم محقق اور معروف قلم کار شیخ محمد خالد ثابت اپنی کتا

ب ''انصاف الامام''، میں تحریر فرماتے ہیں:

''امام احمد رضا محدث بریلوی حرمت تصویر کے قائل تھے آج ان کے ظاہری دنیا سے رخصت ہوئے تقریباً سو سال کا عرصہ ہو رہا ہے اور تصویر کشی پوری دنیا میں ہوا اور پانی کی طرح عام ہو چکی ہے، مگر یہ تاج الشریعہ ہیں جو آج بھی اپنے جد کریم کے فتوی پر مضبوطی سے قائم ہیں اور تصویر کشی کے حرام ہونے کا فتوی دے کر اعلیٰ حضرت ہی کے موقف کی نشر و اشاعت کرتے ہیں اور دنیا کے کسی بھی گوشے اور محفل میں ہوں اسے ناجائز ہی بتاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی کوئی مروجہ تصویر نہیں پائی جاتی ہے۔ اگر پوری دنیا کے علما و فقہا اسی موقف کو اپنا لیں تو تصویر کی وجہ سے جو برائیاں معاشرہ میں در آئی ہیں ان کا سد باب ہو جائے''

چند سطروں کے بعد تاج الشریعہ کے موقف اور ان کے اخلاص فی العمل کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے وہ مزید لکھتے ہیں:

''ایسے فتوے اللہ کے نیک اور مخلص بندے ہی دیا کرتے ہیں جو ہمیشہ حق کے ساتھ رہتے ہیں۔ وہ چاہے جہاں ہوں حق کے معاملہ میں اپنے بیگانے کسی کی پرواہ نہیں کرتے ان کا یہ سبق ہوتا ہے کہ باطل چاہے جتنا بڑھ جائے اہل حق اسے قبول نہیں کریں گے''

بلا خوف لومۃ لائم حق کی نشر و اشاعت ہر مقام پر تاج الشریعہ کی طبیعت میں داخل ہے۔ حق بولنے میں کبھی کسی منفعت دنیوی کو خاطر میں نہیں رکھا بلکہ حق کے مقابل میں اگر منفعت دنیوی حائل ہوئی تو آپ نے ہمیشہ اسے پس پشت ڈالا ہے۔ ہالینڈ کی سرزمین پر ایک جلسے میں آپ شریک ہوئے تو وہاں بہت سے ڈاکٹرز اور پروفیسرز ٹائی لگا کر شریک ہوئے۔ آپ نے برجستہ ٹائی کی حقیقت اور اس کے بارے میں عیسائیوں کے عقیدے پر بھرپور تقریر فرمائی۔ جلسہ کے بعد اس سلسلے میں آپ سے استفتا ہوا جس کا مدلل اور تسلی بخش جواب آپ نے ''ٹائی کا مسئلہ'' کے عنوان سے تحریر فرمایا۔ بہت سے لوگ ایسے مقام پر حق واضح کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں اور طرح طرح کی مصلحتوں کا سہارا لینے لگتے ہیں، مگر حضور تاج الشریعہ نے حق کی ترجمانی کر کے امام احمد رضا کے سچے وارث و امین ہونے کا مکمل حق ادا کیا ہے۔

چند سالوں پہلے راقم الحروف نے جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر حیرت بھی ہوئی اور شریعت کے ساتھ وفاداری کا مزید جذبہ بھی پیدا ہوا۔ دبئی میں ایک شخص جو سونے کا بہت بڑا تاجر ہے، سیکڑوں لوگ اس کے یہاں کام کرتے ہیں، بلا شبہ وہ تاجر کھرب پتی ہے، اسے حضور تاج الشریعہ سے مرید ہونے کا شرف بھی حاصل ہے دبئی کے قیام کے دوران وہ تاج الشریعہ سے ملاقات کے لئے آیا کسی شخص نے حضرت کو بتا دیا تھا کہ اس تاجر کے یہاں تراویح کی امامت کوئی وہابی یا دیوبندی کرتا ہے اتنا سننا تھا کہ تاج الشریعہ کا جلال نہ پوچھئے اس شخص سے مصافحہ نہیں کیا، اور بہت سخت سست کہا،

آخر کار اس نے معذرت کی اور توبہ کیا اور عذر پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں اس بابت علم نہیں کیوں کہ ہماری کمپنی میں سیکڑوں لوگ کام کرتے ہیں اور یہ بھی علم نہ ہوسکا کہ کون امامت کرتا ہے بہر حال آئندہ ایسا نہیں ہوگا، پھر اس نے سب کے سامنے توبہ واستغفار کیا، پھر تاج الشریعہ نے اسے نرمی سے سمجھاتے ہوئے عقائد وہابیہ ودیابنہ بتائے اور مسائل شرعیہ سے آگاہ فرمایا۔ وہ شخص سرتاپا عجز وانکساری کا مجسمہ بنا رہا، پھر موقع پا کر اس نے عرض کیا کہ حضور غریب خانہ پر تشریف لے چلیں تو حضرت نے جانے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ اس بار تو میں نہیں جا سکتا البتہ اگر تم اپنے توبہ پر قائم رہو گے تو آئندہ سفر میں چلوں گا۔

یہ ہے تاج الشریعہ کی استقامت علی الحق اور تصلب فی الدین کی مثال کہ تاجر مذکور کے یہاں بدمذہبوں کے کام کرنے اور امام ہونے کی خبر سنتے ہی برہم ہوئے اور اس کی دعوت قبول نہ کی۔ اگر کوئی دنیا دار پیر ہوتا تو شاید مال ودولت کی حرص میں ضرور اسے قریب رکھتا، مگر تاج الشریعہ نے مذہب اہلسنت کا دوٹوک فیصلہ سنا کر شریعت پر استقامت کی اعلیٰ مثال بھی قائم فرمائی۔ اسی طرح دبئی میں گولڈ مارکٹ کے قریب ایک مسجد میں جہاں قاری غلام رسول صاحب امام تھے ایک بار وہاں کے لوگوں کی دعوت پر جمعہ کی امامت کے لئے حضور تاج الشریعہ تشریف لے گئے۔ اس مسجد میں ہمیشہ جمعہ کی نماز مصلیوں کی کثرت کی وجہ سے مائک پر ادا کی جاتی تھی۔ حضور تاج الشریعہ نے بغیر مائک کے مکبرین کے ذریعہ امامت فرمائی اور لوگوں کے چوں چرا اور ہنگامہ آرائی کی بالکل پرواہ نہ کی۔ یہ بھی حضور تاج الشریعہ کے زہد وورع اور استقامت وعزیمت کا بہترین نمونہ ہے۔

علمائے حق کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ سخت سے سخت تر حالات وکوائف میں بھی اسلامی قوانین کے اظہارسے پہلو تہی نہیں کرتے ہیں۔ اس کی بہترین مثال مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے تجدیدی کارنامے ہیں کہ آپ نے ایسے حالات میں امت مسلمہ کی رہنمائی فرمائی جب باطل ہر چہار جانب سے اسلام پر حملہ آور تھا۔ آپ نے تمام ادیان باطلہ کا تنہا مقابلہ کر کے وہ مجاہدانہ کردار ادا کیا جس کی مثال دور دور تک نظر نہیں آتی۔ امام احمد رضا کے وارث وامین ہونے کی وجہ سے یہ مبارک وصف حضور تاج الشریعہ میں بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ حضر میں تو شریعت کی پاسداری پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں مگر جب سفر میں ہوتے ہیں تو بہت سی بے احتیاطیاں ان سے سرزد ہو جاتی ہیں، مگر تاج الشریعہ کے کمالات میں سے ایک کمال یہ بھی ہے کہ آپ چاہے حضر میں ہوں یا سفر میں، شریعت کی پاسداری اور اس کی تلقین وتبلیغ میں کوتاہی نہیں ہونے دیتے۔ آپ ردولی شریف کئی بار تشریف لائے، ۱۲ر اکتوبر ۲۰۰۱ء کو دارالعلوم مخدومیہ رضا نگر کی حشمتی مسجد کے افتتاح کی غرض سے تشریف لائے تھے رات میں جلسہ تھا دور دراز سے آئے عقیدت مند ایک جھلک پانے کو بے قرار تھے۔ سیکڑوں مقتدر علما سے ملاقاتیں ہوئیں، لیکن جو مقبولیت تاج الشریعہ کو حاصل ہے وہ کسی اور کے لئے دور دور تک نظر نہیں آئی۔

حضرت تاج الشریعہ جہاں پہونچ جائیں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں عشاقان دید زیارت کے لئے حاضر رہتے ہیں۔ حشمتی مسجد کا افتتاح حضرت نے فرمایا صبح ہوئی ۱۳/اکتوبر ۲۰۰۱ کو حضرت ردولی اسٹیشن کے لئے روانہ ہوئے ہزاروں عقیدت مند ساتھ ہو لئے حضرت کا ٹکٹ لکھنؤ سے جونتوی ایکسپریس کا تھا جیسے ہی اسٹیشن ماسٹر کی نظر حضرت پر پڑی وہ سراپا ادب و تعظیم کے ساتھ حاضر ہوا اور جب اسے معلوم ہوا کہ حضرت کو ردولی سے لکھنؤ تک ٹکٹ چاہئے تو کہنے لگا:

"آپ جیسے مہان ویکتی سے کون ٹکٹ مانگے گا لکھنؤ آپ بلا ٹکٹ چلے جائیں پھر وہاں سے تو آپ کا ٹکٹ ہے ہی"

مگر تاج الشریعہ نے فرمایا:

"نہیں میں بغیر ٹکٹ سفر نہیں کر سکتا، بغیر ٹکٹ سفر کرنا درست نہیں ہے"

آپ نے بہ اصرار ٹکٹ خریدا اور سفر فرمایا۔ آپ کا یہ معمول ہے کہ کھلی جگہ استنجا و غسل سے مکمل اجتناب فرماتے ہیں، ایک مرتبہ مغربی بنگال کے ضلع مالدہ میں ایک جلسہ میں تشریف لے گئے آپ کو استنجا کا احساس ہوا جب استنجا خانہ کے پاس پہونچے تو اوپری حصہ کھلا تھا آپ نے پہلے چھتری منگوائی پھر مکمل پردہ میں استنجا سے فارغ ہوئے۔ فراغت کے بعد لوگوں نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا تاکہ مکمل سترعورت ہو سکے اور حیا کا بھی پاس ولحاظ برقرار رہے۔

اس طرح کے ہزاروں واقعات ہیں جو تاج الشریعہ کی استقامت علی الحق پر واضح دلیل ہیں، آپ کی استقامت، مقبولیت اور عزت وشرافت ہی کا نتیجہ ہے کہ خلق خدا کا ہجوم ہمیشہ آپ کے گرد و پیش ہوتا ہے، دنیا داری اور دنیا داروں سے بالکل بے نیاز ہو کر آپ ہمیشہ اعلائے کلمۃ الحق کی جد وجہد میں مصروف رہتے ہیں، اپنے جد کریم امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک حق کی ترویج واشاعت آپ کا اولین مقصد ہے خداوند عالم آپ کا سایہ تا دیر قائم رکھے اور آپ کے فیوض وبرکات سے جملہ مسلمانان اہل سنت کو مستفید فرمائے۔ اور آپ کے اس پیغام پر عمل کرنے کی توفیق بخشے کہ ؎

نبی سے جو ہو بیگانہ اسے دل سے جدا کر دیں
پدر، مادر، برادر، مال وجاں ان پر فدا کریں



مولانا سید اولادِ رسول قدسی، نیویارک، امریکہ

حضور تاج الشریعہ اور استحضار علم

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمہ کی ذاتِ بابرکات بلاشبہ ربّ کائنات کی ایک عظیم نعمت تھی۔ آپ کے اندر قادر مطلق نے اس قدر خوبیاں ودیعت فرمائی تھیں کہ انہیں اس مختصر مقالہ کے چند صفحات پر سمیٹا نہیں جاسکتا۔ عزیز القدر صحافی عصر، محافظ مسلک اعلیٰ حضرت حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی صاحب کا پیہم اصرار کہ حضور تاج الشریعہ کی پاکیزہ حیات و خدمات پر معارف تاج الشریعہ کی تیاری مکمل ہوچکی ہے اور یہ پریس کے حوالے ہوا چاہتا ہے۔ لہذ آپ اپنا مقالہ فوراً ارسال کریں۔

احباب کو معلوم ہے کہ ابھی دو ڈھائی ماہ پہلے نیویارک میں میری چودہ ۱۴ رگھنٹے کی میجر سرجری ہوئی ہے۔ اب بھی علاج جاری ہے اس پر مستزاد حضور تاج الشریعہ کے سانحۂ ارتحال نے نڈھال کر رکھا ہے۔ اس کے باوجود قلم کاپی لیکر بیٹھا تو میرے ذہن میں محفوظ حضور تاج الشریعہ سے متعلق بہت ساری اہم علمی باتیں اس طرح یاد آنے لگیں کہ اب قلم ہے کہ رکنے کا نام نہیں لیتا۔ اب میرے سامنے یہ انتہائی مشکل مرحلہ حائل ہوگیا ہے کہ باتوں کو سمیٹوں تو کیسے سمیٹوں اور اس مقالہ کا عنوان رکھوں تو کیا رکھوں۔ فوراً ذہن نے یہ فیصلہ کیا کہ کیوں نہ اس مقالہ کا نام حضور تاج الشریعہ اور استحضار علم رکھا جائے اور ۱۹۹۸ء سنہ میں ہرارے، زمبابوے کے اندر حضرت سے تفصیلی ملاقات پر جو علمی گفتگو ہوئی تھی اسے صفحہ قرطاس کی زیب وزینت بنا دیا جائے یہ چنداں بتانے کی ضرورت نہیں کہ رب قدیر نے حضور تاج الشریعہ کو کس قدر غیر معمولی مقبولیت عطا کی تھی۔ میرے اس دعویٰ کی پشت پناہی آپ کے جنازہ میں متوسلین، معتقدین اور مریدین کا امنڈتا ہوا سیلاب ہے۔ آپ کی حیات ظاہری میں یہ منظر بارہا دیکھا گیا ہے کہ آپ جہاں جلوہ بار ہوتے لوگوں کی بہت بڑی بھیڑ اس طرح جمع ہوجاتی جیسے شمع کے ارد گرد پروانے، ظاہر ہے کہ ایسی صورت ہیں ہندوستان میں جب بھی حضرت سے ملاقات کی سعادت ہوتی تو تفصیلی گفتگو کا بہت ہی کم موقع فراہم ہوپاتا تھی کہ ۱۹۹۰ء سنہ میں جب حضور تاج الشریعہ میرے والد گرامی حضور مفتی اعظم اڑیسہ حضرت علامہ مفتی سید شاہ عبدالقدوس علیہ الرحمہ کے عرس چہلم کے موقع پر تشریف لائے تھے اور اپنے مقدس ہاتھوں سے ہزاروں کے مجمع میں بندۂ

اختر کے سر پر دستار خلافت باندھی تھی اور دو دن قیام بھی فرمایا تھا مگر بھیڑ بھاڑ کے سبب ہم چاہ کر بھی حضرت سے علمی استفادہ نہ کر سکے یہی حال ممبئی کے قیام کے دوران بھی رہا، میری انتہائی فیروز بختی رہی کہ ملازمت کے زمانے میں ہرارے ،زمبابوے (جس کی لوساکہ سے کم وبیش ۵ر گھنٹے کی بائی روڈ مسافت ہے) میں حضور تاج الشریعہ تقریباً ہر سال تشریف لاتے تھے۔ دراصل ہرارے میں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے نامور خلیفہ حضرت مفتی محمد جان، جودھ پوری، علیہ الرحمہ کے داماد قاری احمد رضا صاحب کی فیملی رہتی ہے۔ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے نواسے الحاج منصور رضوی صاحب اور ان کے برادران ہر سال عرس اعلیٰ حضرت بڑے ہی تزک واحتشام کے مناتے ہیں۔ ۱۹۹۸ء کی بات ہے کہ الحاج منصور رضا صاحب نے عرس اعلیٰ حضرت کے زریں موقع پر ناچیز کو مقرر خصوصی کے طور پر دعوت دی اور بتایا کہ اس بار حضور تاج الشریعہ کی تشریف آوری ہو رہی ہے، حضرت کی آمد کی نوید جانفزا سن کر مجھے بے حد مسرت ہوئی اور میں نے بخوشی دعوت قبول کرلی۔ میں نے سوچا کہ اس سے بڑھ کر پھر شاید کوئی اور سنہری موقع میرے لئے میسر آئے حضرت سے علمی استفادہ کا کیوں کہ یہ افریقہ ہے نہ کہ ہندوستان کہ جہاں لوگوں کا انبوہِ کثیر ہو میں نے کیا کیا قلم اور کاغذ لیکر بیٹھ گیا ان سوالوں کو ترتیب دینے لگا جو میرے لئے تردد کے باعث تھے اور کتابوں کی قلت کی بنیاد پر جوابات کی تشفی بخش تحصیل ہو نہیں پائی تھی۔ میں قلبی طور پر بہت خوش تھا چلو اس بہانے حضرت کی زیارت سے بہرور ہو جاؤں گا اور ساتھ جوابات حاصل کر کے اپنے ذوق نموں کو تسکین کی دولت فراہم کرلوں گا۔ علاوہ ازیں میں نے سوچا کہ کیوں نہ اپنے وقت میں انگریزی میں کوئی ایسی کتاب لکھی جائے اور اس کی رسم اجرا حضور تاج الشریعہ کے مقدس ہاتھوں سے کرائی جائے۔ معاً خیال آیا کہ گذشتہ سال الحاج منصور رضا صاحب نے اپنے نانا حضرت مفتی جان علیہ الرحمہ کی تصنیف ''ذکرِ رضا'' دی تھی (جو سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی اردو منظوم سوانح ہے) کا انگریزی میں ترجمہ کر دیا جائے میں نے ابھی اس کا ترجمہ شروع ہی کیا تھا کہ اچانک میرے کرم فرما جناب عبدالمجید عثمان (جو انگریزی زبان وادب میں بہت مہارت رکھتے ہیں) سے لوساکہ کی غوثیہ مسجد کے آفس میں ملاقات کی۔ انہیں میں نے ترجمہ شدہ چند صفحات دکھائے تو موصوف نے مشورتاً کہا کہ حضرت بہتر یہ ہوگا کہ آپ اس کا انگریزی میں منظوم ترجمہ کریں تاکہ اردو منظوم کتاب سے اس کی مطابقت رہے۔ جناب کا مشورہ مجھے پسند آیا اور میں نے انگریزی میں اس کا بھر یفیکیشن کرنا شروع کیا۔ گو کہ یہ کام بہت مشکل تھا مگر حضور سیدی اعلیٰ حضرت کے فیضان کرم سے یہ کام تکمیل تک پہونچا۔ جناب منصور رضا نے ہرارے میں اسے شائع بھی کرا دیا۔

جوں توں کر کے وقت گزرتا گیا اور وہ مسعود ومبارک عرس اعلیٰ حضرت آپہنچا۔ الحمد للہ حضور تاج الشریعہ کے متبرک ہاتھوں سے میری ترجمہ شدہ کتاب ''دی ریمبر ینس آف رضا'' کی رسم اجرا عمل میں آئی۔

پہلی بار ہرارے میں حضور تاج الشریعہ کی انگریزی زبان میں جب تقریر سنی تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جلسہ کے اختتام پر جب حضرت جناب منصور رضا صاحب کے دولت کدہ پر تشریف لائے تو مجھ سے فرمایا کہ چھوٹے سید صاحب! (حضرت مجھے چھوٹے سید صاحب کہہ کر مخاطب ہوتے تھے) آپ نے میری انگریزی تقریر سنی؟ کوئی غلطی تو نہیں ہوئی؟ کیوں کہ میں نے صرف ۸/جماعت تک انگریزی پڑھی ہے اور جب کہ آپ نے انگریزی میں ایم اے ،کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! آج آپ کا انگریزی خطاب سن کر ایسا محسوس ہوا گویا آپ نے انگریزی میں ایم اے کیا ہے اور میں نے آٹھ جماعت انگریزی پڑھی ہے۔ یہ جواب سن کر حضرت مسکرا پڑے۔

ابھی باتیں چل ہی رہی تھیں کہ ایک شخص آیا اور آپ سے کہنے لگا کہ آپ بتائیں کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے وصیت نامہ میں جو یہ لکھا ہے کہ وہ تمہارا کیسا ہی عزیز و معظم ہو اگر اسے گستاخ رسول پاؤ تو اسے اس طرح نکال دو جیسے دودھ سے مکھی نکالی جاتی ہے کیا اس میں تشدد نہیں ہے؟، کیا یہ انسانیت، رواداری، اور بھائی چارگی کے منافی نہیں ہے؟۔ حضرت تاج الشریعہ نے انتہائی متانت و سنجیدگی کے ساتھ فرمایا کہ جناب آپ حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کو جانتے ہیں؟ اس نے کہا نہیں، پھر آپ نے فرمایا کہ حضرت ابو یوسف رضی اللہ عنہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر شاگرد گزرے ہیں۔ ان کا واقعہ سننے سے پہلے ”بخاری شریف“ جسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ تعالیٰ کہا جاتا ہے کی جلد ثانی ”کتاب الاطعمہ باب المرق“ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سنئے۔ حضور تاج الشریعہ نے پہلے باضابطہ عربی زبان میں پوری حدیث پڑھی پھر اس کا اردو زبان میں سلیس ترجمہ پیش فرمایا۔ جب حضرت حدیث پیش فرما رہے تھے تو میں حیرت زدہ آپ کے رخ زیبا کو دیکھ رہا تھا اور سوچ یہ رہا تھا کہ آپ کی زندگی ایک مشینی زندگی سے کم نہیں۔ اکثر ایام سفر میں گزرتے ہیں دنیا بھر کا آپ تبلیغی دورہ کرتے ہیں، گونا گوں مصروفیات کے باوجود آپ کے استحضار علم کا یہ عالم کہ مع اسماء الرجال پوری حدیث اس انداز سے پڑھ رہے تھے گویا آپ کے سامنے صحیح البخاری کی جلد ثانی موجود ہے۔ اور ”کتاب الاطعمہ“ کا باب المرق کھلا ہوا ہے۔

قارئین بھی ذیل میں پوری حدیث مع ترجمہ ملاحظہ کریں اور اپنے ایمان کو جلا بخشیں۔

عن عبداللہ بن ابی طلحۃ انہ سمع انس بن مالک ان خیاطا دعا النبی ﷺ لطعام صنعہ فذھبت مع النبی ﷺ فقرب خبز ثعر ومرقا فیہ دباء وقدید فرأیت رسول اللہ ﷺ یتبع الدباء من حوالی القصعۃ فلم ازل احب الدباء بیومئذ۔

یعنی حضرت عبداللہ ابن طلحہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت انس کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں ایک درزی کی دعوت پر حضور سیدی عالم ﷺ کے ہمراہ اس کے گھر پہونچا تو جو کی روٹی اور شوربہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا جس میں خشک

گوشت کی بوٹیاں اور کدو کے ٹکڑے تھے۔میں نے دیکھا کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیالے کے اطراف سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے تناول فرماتے تھے اس لئے میں اس دن سے کدو سے بڑی محبت کرتا ہوں۔

مذکورہ حدیث مع ترجمہ پیش کرنے کے بعد حضور تاج الشریعہ نے فرمایا کہ جب امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے سامنے اس حدیث کا ذکر آیا تو مجلس کے شرکاء میں سے ایک شخص نے کہا "انا ما احبہ" یعنی میں اسے (کدو) پسند نہیں کرتا۔اتنا سنتے ہی حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ غضب وجلال کے پیکر بن گئے اور میان سے تلوار نکال کر فرمانے لگے "جدد الایمان والا لاقتلنک" یعنی دوبارہ ایمان لا ورنہ میں ضرور بالضرور تجھے قتل کر دوں گا۔

حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کرنے کے بعد حضور تاج الشریعہ نے انتہائی محبت آمیز اور شفقت خیز لب ولہجہ میں فرمایا کہ انسان کی طبیعت کی بات ہے۔کسی کو کچھ پسند ہے کسی کو کچھ اور یہاں معاملہ بھی کچھ اور ہے۔چونکہ سرکار ابد کرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کدو کو محبوب رکھا ہے تو ہمیں بھی محبوب رکھنا ہے۔یہ محبت عقلی اور محبت ایمانی کا تقاضہ ہے۔پھر آپ نے صحیحین شریفین کی ایک اور حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے پیش فرمائی۔

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین" تک یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے والدین اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔اس حدیث کے بعد آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ والی حدیث اشک بار آنکھوں کے ساتھ سنائی کہ ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے استفسار فرمایا کہ اے عمر! یہ بتاؤ! کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟ حضرت عمر فاروق نے عرض کیا "بلا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم" یعنی کیوں نہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں آپ سے بے حد محبت کرتا ہوں یہاں تک کہ دنیا کے تمام لوگوں سے بھی زیادہ محبت کرتا ہوں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر! تمہارا ایمان اب بھی نامکمل ہے۔اتنا سننے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ آب دیدہ ہوئے اور عرض کرنے لگے آقا! آپ پر میرے والدین قربان ہوں آپ بتائیں کہ میرا ایمان کیسے مکمل ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب تک میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اس وقت تک تمہارا ایمان تام نہیں ہوگا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب میں اپنی جان سے بھی زیادہ آپ سے محبت کرتا ہوں۔یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اب تمہارا ایمان مکمل ہو گیا۔

حضور تاج الشریعہ کی زبان فیض ترجمان سے یہ ساری باتیں سن کر وہ شخص جس نے سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی وصیت پر سوال اٹھایا تھا آپ کے قدموں میں گر گیا اور بہانگ دہل کہنے لگا حضور اب میں نے ایمان کی اہمیت وافادیت سمجھ لی، میرے سارے شبہات دور ہو گئے اس سے پہلے میں مذبذب اور متزلزل تھا۔اب میرا ایمان

مستحکم اور راسخ ہو گیا۔ حضور دعا فرمائیں کہ میں تاحیات مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے قائم رہوں۔ حضرت نے اسے دعاؤں سے نوازا پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

میں نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے چند مرتب سوالوں سے پہلا سوال یوں پیش کیا کہ حضرت میرے ذہن میں بہت دنوں سے ایک خلجان ہے کہ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی کیا مشیت ہے کہ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کا نام موسیٰ اور سامری کا نام بھی موسیٰ تھا۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی پرورش اور موسیٰ سامری کی پرورش حضرت سیدنا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنی نورانی انگلی سے دودھ پلا کر کی مگر اس کے باوجود موسیٰ سامری ایسا کافر بنا کہ اس نے بنی اسرائیل سے بچھڑے کی پرستش کروائی اور برخلاف اس کے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام منصب نبوت پر فائز کئے گئے۔ حضرت تاج الشریعہ نے اس کے جواب میں برجستہ مع حوالہ صاوی شریف کی جلد اول صفحہ ۲۱ر میں مرقوم ایک عارف باللہ کے دو شعر عربی میں پڑھے ع ؎

اذا المرأ لہ یخلق	سیدا من الازل
فقد خاب من ربی	وخاب المؤمل
فموسی الذین رباہ	جبریل کافر
وموسی الذی	رباہ فرعون مرسل

انتہائی سلیس اردو میں اس کا ترجمہ بیان فرمایا کہ جب کوئی شخص ازلی شقی ہوتا ہے تو نہ صرف یہ کہ وہ نامراد ہوتا ہے بلکہ اس کی پرورش کرنے والا بھی۔ جیسے موسیٰ سامری جس کی پرورش حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کی وہ کافر ٹھہرا اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام جو فرعون کی پرورش میں رہے وہ خداوند قدوس کے برگزیدہ رسول ہوئے۔ میں نے عرض کیا حضور اگر اس کی مزید تشریح ہو جائے تو یہاں موجود دیگر اشخاص کے اذہان بھی صیقل ہو جائیں کیوں کہ اس قسم کا سوال لوگ آئے دن ہم سے بھی کرتے رہتے ہیں۔ حضرت نے اس کی مختصر اور جامع یوں تشریح فرمائی کہ عارف کے ان اشعار کا لب لباب اور ماحصل یہ ہے کہ موسیٰ سامری چونکہ ازلی طور پر بدبخت تھا اس لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی پرورش نے اسے کوئی فائدہ نہ دیا اور وہ کافر کا کافر ہی رہا۔ اس کے برعکس حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام چونکہ ازلی سعید الحظ یعنی نیک بخت تھے اس لئے فرعون جیسے سڑے ہوئے کافر کی پرورش سے انہیں کسی قسم کا ضرر نہیں پہونچا۔

میں نے حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں دوسرا سوال کیا کہ سورہ مائدہ میں جس دسترخوان کا ذکر ہے اس سلسلہ میں تفسیر جلالین کے اندر یہ لکھا ہے کہ اس میں سات مچھلیاں اور سات روٹیاں تھیں کیا وہ مچھلیاں اور روٹیاں دنیا کے کھانوں میں سے تھیں یا یہ آخرت کے کھانوں کی قبیل سے؟ آپ نے اس سوال کے جواب سے پہلے تفسیر جلالین کے حوالے سے فرمایا کہ تفسیر جلالین کی روایت کے علاوہ دیگر روایتیں بھی آئی ہیں۔ مثلاً رئیس المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس دسترخوان پر سات نہیں بلکہ پانچ روٹیاں تھیں اور مچھلیوں کے بجائے گوشت تھا اور بعض روایتوں میں سات مچھلیاں نہیں بلکہ ایک ہی ایکا

مچھلی تھی جس میں کانٹے کا وجود نہیں تھا۔اس میں گوشت ہی گوشت تھے اور اس میں سے تیل ٹپک رہا تھا اور اس کے سرہانے نمک اور دم کے پاس سرکہ اور اس کے اطراف میں مختلف انواع کی سبزیاں تھیں۔اسی طرح روٹیاں سات نہیں بلکہ پانچ تھیں۔مزید برآں ان روٹیوں میں کوئی بھی روٹی فقط روٹی نہیں تھی بلکہ ہر روٹی کے اوپر رب قدیر کی کوئی نہ کوئی نعمت ضرور تھی۔مثلاً ایک روٹی پر زیتون کا تیل، دوسری پر شہد، تیسری پر گھی، چوتھی پر پنیر اور پانچوی پر گوشت کی بوٹیاں تھیں۔

یقین جانئے حضرت بولے جارہے تھے اور میں حیرت واستعجاب کی انوکھی تصویر بنا پیہم یہ سوچے جارہا تھا کہ یا اللہ! جب حضور تاج الشریعہ کے استحضار علم کا یہ عالم ہے تو پھر سیدنا حضور اعلیٰ حضرت کے وفور علم کی کیا کیفیت رہی ہوگی۔

حضور تاج الشریعہ نے اسی تفسیر کی پہلی جلد کا صفحہ نمبر بتاتے ہوئے فرمایا کہ وہ کھانا نہ دنیاوی تھا اور نہ اخروی بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی وقت اس کھانے کو ایجاد فرما کر بھیجا تھا جیسا کہ تفسیر جمل میں یہ بھی قلمبند ہے کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ نے ان کے ایک حواری (جس کا نام شمعون تھا) کے مذکورہ سوال پر یہ جواب مرحمت فرمایا تھا۔

میرے والد گرامی حضور مفتی اعظم اڑیسہ علیہ الرحمہ کی عادت کریمہ تھی کہ آپ نماز فرض کے بعد استغفار پڑھتے تھے پھر کلمۂ طیبہ۔میں نے بھی یہ عادت بنالی۔لوساکہ غوثیہ مسجد میں امامت کے زمانہ میں بعد فرض نماز حسب عادت میں استغفار پڑھتا پھر کلمۂ طیبہ کا ورد۔ایک بار ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ مولانا صاحب ہم نے علماء سے سنا ہے کہ سرور عالم ﷺ بعدِ فرض **لاالٰہ الااللہ** پڑھتے تھے مگر آپ استغفار پڑھتے ہیں۔اس سلسلے میں کوئی حدیث ہو تو بتائیں۔غوثیہ مسجد لوساکہ کی چھوٹی سی لائبریری میں کچھ کتابیں ہیں مگر تلاش بسیار کے باوجود مجھے ایسی کوئی حدیث نہیں مل پائی جو میرے عمل کی پشت پناہی کر سکے۔میں نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حضور تاج الشریعہ سے اس سلسلے میں پوچھا تو آپ نے فوراً فرمایا کہ حضور مفتی اعظم اڑیسہ کا یہ عمل بلا شبہ حدیث کی روشنی میں صحیح تھا بلکہ آپ کا یہ عمل لائق تقلید بھی ہے۔کیوں کہ احادیث میں دونوں روایتیں یعنی استغفار اور کلمہ کی موجود ہیں۔ پھر اس کے بعد آپ نے استغفار والی حدیث مع حوالہ پیش فرمایا کہ مشکوۃ المصابیح صفحہ ۸۸ رمیں باب الذکر بعد الصلوۃ میں موجود ہے۔

"کان رسول اللہ ﷺ اذاانصرف صلوته استغفر ثلثا وقال اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام" یعنی جب رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرمالیتے تو تین بار استغفار پڑھتے اور یوں کہتے **اللھم انت السلام الخ**

حضور تاج الشریعہ نے اس حدیث کے پہلو بہ پہلو دو حدیثیں اور بیان فرمائیں۔حوالہ جات مجھے یاد نہیں رہے مگر عربی عبارتیں اب بھی میری ڈائری میں محفوظ ہیں وہ عبارتیں من وعن قارئین کی نذر ہیں۔

کان رسول اللہ ﷺ اذسلمو من صلوته یقول بصوته الاعلیٰ لاالٰہ الااللہ وحدہ لاشریک

لہ لہ الملک ولہ الحمد وھوعلیٰ کل شیٔ قدیر۔لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔اللھم لامانع لمااعطیت ولامعطی لما منعت ولاینفع ذاالجدمنک الجد۔

اس حدیث کے بعد دوسری حدیث پیش فرمائی۔ان النبی کان یقول فی دبرکل صلوۃ مکتوبۃ لاالہ الااللہ وحدہ۔

جونہی آپ نے مذکورہ حدیث بیان فرمائیں میں نے عرض کیا حضور یہ بھی فرمائیں کہ کون سی اوقات میں ہماری دعائیں زیادہ سنی جاتی ہیں۔آپ نے برجستہ فرمایا کہ ترمذی کی دوسری جلد صفحہ ۶۳ /۳ رمیں آپ دیکھ لیجئے گا کہ یہ حدیث سوال وجواب کے ساتھ اس طرح موجود ہے "قلنایارسول اللہ ﷺ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل ودبرالصلوۃ المکتوبۃ "یعنی ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے فرمایارات کے نصف آخر میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

مسجد غوثیہ لوساکہ کی بات ہے ایک بار ایک دیوبندی آپہنچا۔اس نے میری اقتدا میں نماز عصر پڑھی وہاں میراطریقہ یہ تھا کہ بعد عصر میں ایک مختصر حدیث مع تشریح وترجمہ،انگلش اوراردو میں پیش کرتا تھا۔درس حدیث میں وہ بھی بیٹھتا۔درس حدیث کے بعد میں نے دعا مانگی جیسا کہ ہمارا طریقہ ہے کہ ہم بزرگوں کے وسیلہ سے دعائیں مانگتے ہیں۔دعاختم ہوتے ہی اس نے کہا کہ وسیلہ سے دعامانگنا شرک ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے"ادعونی استجب لکم"

یعنی تم مجھ سے دعامانگو میں اسے پورا کروں گا۔میں نے بہت سی دلیلیں قرآن مقدس اور حدیث نبویہ ﷺ سے دیں لیکن اس نے کہا کوئی ایک ایسی حدیث آپ پیش کریں کہ خود نبی کریم ﷺ نے وسیلہ سے دعا کی ہو یا کسی کو تلقین کی ہو۔معاً میرے ذہن میں حضور پرنور ﷺ کی چچی مولائے کائنات کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنھا کا بعد وصال والا واقعہ یاد آ گیا اور میں نے کہا کہ بالکل ایسی روایت موجود ہے سرور کائنات ﷺ نے اپنی مشفقہ چچی حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنھا کے وصال کے بعد جب ان کی قبر تیار ہوگئی تو اپنے دست مبارک سے ان کی قبر کی لحد کھودی پھر قبر میں لیٹ کر یہ دعا کی کہ اے اللہ اپنے نبی اور گذشتہ انبیاء کے وسیلہ سے میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے۔علاوہ ازیں ترمذی شریف کی نابینا صحابی رسول والی حدیث پیش کی کہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ایک بار ایک نابینا صحابی حاضر ہوئے اور عرض گذا ہوئے یارسول اللہ آپ دعا فرمادیں کہ میری بینائی واپس آجائے آپ نے فرمایا کہ صبر کر صبر تیرے حق میں اچھا ہے مگر بے حد اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم اچھی طرح وضو کر کے اس طرح دعا کرو"اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمدنبی الرحمۃ یامحمدانی اتوجھت بک الیٰ ربی فی حاجتی ھذہ لتقضیٰ لی اللھم فاشفعنی فاشفعہ لی "یعنی اے اللہ میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں اور تیرے رحمت والے نبی حضرت محمد ﷺ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں اے محمد ﷺ میں نے

کے دربار میں آپ کو وسیلہ پیش کیا ہے اپنی اس اپنے رب کے لئے تاکہ اس کی تکمیل ہو جائے یا اللہ تو میرے ضرورت کے حق میں ان کی یعنی رسول اللہ ﷺ کی سفارش قبول فرمایا۔

میرے مذکورہ دلائل سننے کے بعد اس دیوبندی مولوی نے کہا کہ آپ نے نبی کریم ﷺ کی چچی سے متعلق جو حدیث بیان کی ہے وہ کہاں ہے مع عربی عبارت بتایئے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے تلاش کر کے بتلاؤں گا۔ ہندوستان ہوتا تو بہ آسانی میں حوالہ کو ڈھونڈ لیتا لیکن باہر کے ملکوں میں کتابوں کی بڑی قلت ہوتی ہے ہر چند کہ میں نے جستجو کی مگر ناکام رہا۔

میں نے مرتب سوالوں میں یہ بھی لکھ رکھا تھا کہ حضرت تاج الشریعہ سے ملاقات پر اس کا حوالہ پوچھوں گا۔ میں نے جونہی آپ سے اس کا حوالہ جاننا چاہا تو آپ نے فوراً وفاء الوفا کی جلد اور اس کا صفحہ بتاتے ہوئے عربی عبارت پڑھی۔ ''اللهم بحق نبيك والانبياء من قبله ان تغفرلی لامی فاطمة ''یعنی اے اللہ اپنے نبی اور گذشتہ نبی کے وسیلہ سے میری ماں فاطمہ کو بخش دے۔

اس طرح غوثیہ مسجد لوساکہ میں محفل نعت منعقد ہوئی تو کچھ مذبذب لوگ نعت خوانی پر اعتراض کرتے تو میں جواباً کہتا کہ نعت کہنا صحابۂ کرام کی سنت ہے اور نعت سننا خود سرور عالم ﷺ کی سنت ہے اس پر کچھ لوگ دلیل طلب کرتے تو میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ والا واقعہ پیش کرتا۔ آقائے نامدار ﷺ ان کے لئے مسجد نبوی میں منبر بچھائے اس پر کھڑے ہو کر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح نعت پاک سناتے اور کافروں کی ہجو کرتے اور سرکار ابد قرار ﷺ ان کے لئے دعائے خیر فرماتے کہ اے اللہ حسان کی جبرئیل امین کے ذریعہ مدد فرما۔

کسی نے حوالہ طلب کیا تو میں نے موجودہ کتب احادیث دیکھیں تو مجھے حوالہ مل نہ پایا۔ میں نے جونہی حضرت سے اس سلسلے میں پوچھا تو آپ نے برجستہ فرمایا کہ مشکوۃ صفحہ ۴۱۶ میں یہ حدیث اس طرح موجود ہے۔ ''كان رسول الله ﷺ يزع لحسان منبراً في المسجد يقوم عليه ويفاخر عن رسول الله ويقوم رسول الله ﷺ ان الله يؤيد حسان بروح القدس ماتفاخر عن رسول الله''

یعنی رسول اللہ ﷺ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مسجد میں منبر رکھواتے جس پر کھڑے ہو کر حضرت حسان نبی کریم ﷺ کی مدح فرماتے اور کافروں کی ہجو کا جواب دیتے تو آقا کریم ﷺ فرماتے کہ اللہ اس کار خیر میں حسان کی جبرئیل امین کے ذریعہ مدد فرما۔

مشکوۃ شریف میں باب الاستغفار کے مطالعہ کے وقت جب یہ مندرجہ ذیل حدیث آئی

''قال رسول الله ﷺ انه ليغان علىٰ قلبى وانى لاستغفر الله فى اليوم مأة مرة ''یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک جب میرے دل پر پردہ چھا جاتا ہے بے شک میں اللہ سے ایک دن میں ایک سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

تو میرے ذہن میں یہ سوال ابھرا کہ نبی کریم ﷺ

سید المعصومین ہونے کے باوجود سو مرتبہ روزانہ استغفار کرتے تھے۔ اس کی وجہ عام طور پر علماء بیان کرتے آئے ہیں کہ یہ استغفار امت کی تعلیم کے لئے تھا لیکن اس عبارت میں لفظ "لیغان فی قلبی" آیا ہے یعنی میرے دل پر پردہ چھا جاتا ہے۔ آخر اس سے کیا مراد ہے۔ میں نے کافی غور و خوض کیا لیکن اس کی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آئی تو میں نے یہ سوال حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں پیش کیا تو آپ نے اس کی ایسی وجوہات بیان فرمائیں کہ میں عش عش کرتا رہ گیا اور مجھے یہ ماننے میں ذرہ برابر بھی تامل نہ ہوا کہ آپ صحیح معنوں میں صرف جانشین مفتی اعظم ہند ہی نہیں بلکہ وارث علوم رضا بھی ہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ حدیث میں علیٰ قلبی سے مراد عند ارانة ربی ہے یعنی سرکار دو عالم ﷺ یہ فرما رہے ہیں کہ میں اس وقت استغفار کرتا ہوں جب کوئی چیز توجہ الی اللہ کے وقت میرے سامنے حائل ہو جاتی ہے۔ میں نے عرض کیا حضور! کون سی چیزیں ہوسکتی تھیں جو حضور اکرم ﷺ کی توجہ اللہ کی راہ میں حائل ہوتی تھیں۔ آپ نے فرمایا ان چیزوں کا تعلق بشری تقاضے اور انسانی ضروریات سے تھا جیسے کھانا پینا وغیرہ۔

آپ نے مزید اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ سرور عالم ﷺ چاہتے تھے کہ ہر لمحہ ذکر الٰہی میں مستغرق و منہمک رہیں۔

پھر حضور تاج الشریعہ نے ایک اور بڑی اہم وجہ بیان فرمائی کہ جب آپ گناہگار امتوں کے حالات پر نگاہ ڈالتے تو آپ پر درد و غم کے اثرات مرتب ہونے لگتے تو اس کو زائل کرنے کے لئے بھی آپ استغفار کرتے تھے۔

یوں تو اگر حضور تاج الشریعہ کی عظمت، شان، تبحر علمی اور تخصص فنی کو تحریر کروں تو کئی ہزار صفحات لکھے جاسکتے ہیں مگر یہاں خوفِ طوالت دامن گیر ہے۔ یقیناً حضرت والا تبار کی رحلت عالم اسلام کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔

میں اپنا یہ مختصر سا مقالہ اس شعر پر ختم کرتا ہوں

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

☆☆☆

مولانا محمد انیس عالم سیوانی

حضور تاج الشریعہ اور ان کی مقبولیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہِ الکریم امابعد

فاعوذباللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وتنزع الملك ممن تشآء وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَن تشآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر

ترجمہ: اے محبوب آپ کہیئے کہ اے اللہ ملک کا مالک! توجسے چاہے ملک عطا فرمائے اور جس سے چاہے ملک چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے تیرے ہی دست قدرت میں بھلائی ہے بیشک تو ہر شئی پر قدرت رکھتا ہے۔

(قرآن کریم سورہ آل عمران، آیت نمبر ۲۶)

حدیث شریف میں سرکار مدینہ سرور قلب وسینہ جناب آقا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انّ اللّٰہ اذااحب عبدا دعاجبرئیل فقال انی احب فلانا فاحبہ قال فیحبہ جبرئیل ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض واذاابغض عبدادعاجبرئیل فیقول انی ابغض فلانافابغضہ قال فیبغضہ جبرئیل ثم ینادی فی اھل السماء ان اللہ یبغض فلانا فابغضوہ قال فیبغضولہ ثم یوضع لہ البغضاء فی الارض۔

(رواہ مسلم، کتاب البر والصلہ والادب)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو بلاکر فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں لہذا تم بھی اس سے محبت کرو پس جبرئیل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر آسمان میں منادی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے لہذا تم بھی اس سے محبت کرو پس آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے ناراض ہوتا ہے تو

جبرئیل کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں سے ناراض ہوں لہذا تم بھی اس سے ناراض ہوجا، پس جبرئیل اس سے ناراض ہوجاتے ہیں پھر آسمان والوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے ناراض ہے تم بھی اس سے ناراض ہوجاؤ پس وہ اس سے ناراض ہوجاتے ہیں اور زمین میں اس کے لیے بغض رکھ دی جاتی ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ اَلْیَوْمَ اُظِلُّھُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّاظِلِّیْ (رواہ مسلم)

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز فرمائے گا کہ میرے جلال کے باعث محبت والے کہاں ہیں کہ میں انھیں اپنے کرم کا سایہ دوں جبکہ آج میرے سایہ کرم کے سوا کوئی سایہ نہیں ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح باب الحب فی اللہ و من اللہ
(حدیث نمبر ۴۷۸۴/۴۷۸۵)

قرآن کریم کی پیش کردہ آیت مبارکہ اور مذکورہ حدیثوں پر غور کرنے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ دولت وثروت، غربت وافلاس، عزت وعظمت اور ذلت ورسوائی سب میں خدا کی قدرت جاری ہے، دنیا میں شاید ہی کوئی کوتاہ عقل ہو جو دولت وثروت نہ چاہے یا عزت وشہرت کا خواہشمند نہ ہو بلکہ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ لوگوں کے مابین اس کی اپنی ایک شناخت ہو، لوگ اسکی قدر کریں، عزت کی نظر سے دیکھیں، لیکن تھوڑے سے افراد ملیں گے جو اپنی خواہشوں کے مطابق زندگی کے ایام کاٹ پاتے ہیں۔ ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ لوگ اسے محبت کی نظر سے دیکھیں، عوام وخواص میں اس کی پذیرائی ہو، احترام اور قدر حاصل ہو، لیکن ایسا سب کے ساتھ نہیں ہوتا، ہاں اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے مخلوق خدا میں عزت حاصل ہوتی ہے، لوگ اس کی طرف مائل ہوتے ہیں، عزت وذلت دو طریقوں سے حاصل ہوتی ہے، ایک تو یہ کہ اللہ جسے عزت دے اور ایک یہ کہ دنیاوی اسباب کی بنیاد پر کسی سبب ظاہری کی وجہ سے مقبولیت حاصل ہوجائے، جیسے اہل حکومت واقتدار کہ جب تک وہ حکومت واقتدار میں ہوتے ہیں ان کی بڑائی اور عزت ہوتی ہے، لیکن جیسے ہی حکومت اور منصب سے علیٰحدہ ہوتے ہیں وہ عزت بھی ختم ہوجاتی ہے اس کے برخلاف اللہ رب العزت جن بندوں کو محبوب رکھتا ہے ان کی عزت ان کے رب کے کرم سے دائمی ہوتی ہے، جب تک وہ زمین کے اوپر رہتے ہیں تو عزت وعظمت ہوتی ہے اور اس دنیا سے جانے کے بعد بھی لوگوں کی زبانوں پہ ان کا نام زندہ رہتا ہے، دنیا کے لوگ ان کی عظمت ومقبولیت کے مخالف ہوکر بھی ان کی اہمیت اور قدر وقیمت نہیں گھٹا پاتے، اللہ کی جانب سے ملنے والی عزت ہی درحقیقت عزت ہے اور اہل دنیا کسی اور ذریعہ سے مثلاً اہل سیاست سیاست کے ذریعے، اہل دولت دولت کے ذریعہ، اہل فن اپنے فنکارانہ کاموں کے ذریعہ دنیاداروں کی نظروں میں جو مقبولیت حاصل کرتے ہیں اسمیں پائیداری نہیں ہوتی، اسکی زندہ مثالیں انبیا، صحابہ، اہل بیت، اولیا، علما، صلحا کی زندگی میں ہم تلاش کر سکتے ہیں، دنیا میں جتنے کلمہ پڑھنے والے ہیں الا روافض کے سب اصحابِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی محبت کا دم

بھرتے ہیں۔ دنیا کا ہر مسلمان اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم جمعین سے عقیدت رکھتا ہے، سوائے وہابیہ دیابنہ کے، غیر مقلد وہابیوں کے علاوہ عالم اسلام کا ہر فرد ائمہ مجتہدین بالخصوص سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور سردار اولیا سرکار غوث اعظم پیران پیر دستگیر شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی بغدادی کی بارگاہوں میں جبین عقیدت خم کرتا ہے، برصغیر کا ہر صاحب ایمان اپنے ایمان کا محافظ سلطان الہند سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کو سمجھتا ہے، حالانکہ جن بزرگوں سے لوگ محبت کرتے ہیں، صدیاں گذر گئیں لیکن ان کی محبت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، جبکہ نہ کوئی خاندانی رشتہ ہے، نہ خون کا تعلق، پھر بھی محبت وجذبات کا عالم یہ ہے کہ آدمی سال میں اپنے باپ دادا کو یاد کرتا ہے یا نہیں لیکن اللہ ورسول کے محبوبوں اور نیک بندوں کو ضرور یاد کرتا ہے ،اس لیے کہ اللہ نے خلق کے دلوں میں ان کی محبت رکھ دی ہے، مخلوق کے قلوب کو ان کے لیے مسخر کردیا ہے، دنیا میں اللہ کے ایسے بہت سے محبوب بندے ہیں جن کو گذرے ہوئے ہزار، بارہ سو سال، اور بعض کو کئی کئی سو سال گذر گئے، لیکن ان کی یاد باقی ہے، ان کے لیے لوگوں کے دلوں میں محبت ہے، عامۃ الناس کا قلبی رجحان ان سے وابستہ ہے، اور عالم اسلام کا بڑا طبقہ ان کو اپنے حق میں حاجت روا اور مددگار تصور کرتا ہے، اور اللہ کی بارگاہ میں انھیں بھلائی کا مقبول ترین وسیلہ مانتا ہے، ایسے مقبول انام بندوں کی فہرست بہت طویل ہے، اگر اجمالی طور پر خاکہ تیار کریں تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ نے جن کے لیے مخلوق کے دلوں کو مسخر فرمایا ہے

ان گروہوں کے سردار انبیا کی ذوات ہیں، اصحاب انبیا، ائمہ ، علما، شہدا، فقہا و محدثین کا گروہ ہے، انبیا میں ہر اعتبار سے سب سے بڑا مرتبۂ قدر واکرام پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر اصحاب پیمبر میں سب سے زیادہ قدر ومنزلت خلفائے راشدین کو ان میں افضل الخلق بعد الانبیا سیدنا صدیق اکبر کو، تابعین میں سیدنا اویس قرنی، سیدنا حسن بصری اور امام اعظم ابوحنیفہ کو، اولیاء اللہ میں سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادی، سیدنا غوث اعظم ، سیدنا خواجہ معین الدین چشتی، محدثین میں امام بخاری، ائمۂ مذاہب میں امام اعظم اور آپ کے تلامذہ، فقہائے احناف میں دور اخیر کے علامہ شامی اور برصغیر میں حنفیت کے علمبردار سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کو جو مقبولیت حاصل ہے، یہ فضل خداوندی ہے، اس طویل تمہید کے بعد میں اصل موضوع کی طرف رخ کرتا ہوں، اس دور کے رازی وغزالی، جن کی ادنی محبت علوم فنون کے حصول کا اقرب وانسب وسیلہ ہے، جن سے محبت اور احترام ایمان وعقیدے کی پختگی کا ضامن، جن سے نفرت وعداوت نقص ایمان، اور صلح کل کے مرض کا سبب ، جو اپنے عہد میں نیابت انبیا کا حقدار ہے، امت پیمبر کا مشکل کشا ہے، تفقہ میں امام اعظم کا سچا غلام ہے، حدیث دانی میں ائمہ محدثین کا پرتو ہے، زہد وورع میں غوث الثقلین کے نقش کف پا کا حقیقی محافظ ہے، قاضیخاں اور صاحبان فتح ودرر وغرر کے زلف برہم کو سنوارنے والا ہے ، امام احمد رضا کا علمی جانشین ہے ، حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں کا عکس جمیل اور مفتی اعظم کے تقوی وتدین کا امین ہے، یعنی

جانشین سرکار مفتی اعظم، آبروئے اسلام وسنیت، وارث علوم امام اہل سنت، تاج الاسلام والمسلمین، قاضی القضاۃ فی الہند، مرشد عرب وعجم، عالم اسلام میں بسنے والے کروڑوں سنیوں کے دلوں کی دھڑکن، حضرت علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری مدظلہ العالی (اللہ تعالیٰ آپ کا سایۂ کرم اہل سنت پر تادیر قائم رکھے آمین) کی ذات گرامی ہے۔

حضور تاج الشریعہ کو حیات ظاہری میں جو مقبولیت حاصل ہے وہ شاید باید ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے، دور حاضر میں آپ کا مقام ومنصب وہی ہے جو کسی امام برحق اور امیر المؤمنین کا ہوتا ہے، پچھلے ڈھیر سو سالوں سے بریلی کے محلہ سوداگران کو بالخصوص برصغیر اور بالعموم عالم اسلام میں جو اعتبار اور مرکزیت حاصل ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، شہر بریلی کی مقبولیت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا کے کسی بھی حصے میں بسنے والے مسلمان کی سنیت کی پہچان بریلی سے کرائی جاتی ہے، یہ شناخت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کے حمایت حق اور اماطت باطل کے سبب قائم ہوئی، آج بھی وہ شناخت باقی ہے، جو کوئی بریلی کا مخالف ہوتا ہے، عام تاثر یہی ہے کہ بریلی کی مخالفت کا اصل سبب یا تو حسد وجلن ہے یا پھر بدمذہبیت وصلحکلیت، اس لیے کہ بریلی نے کبھی بھی مداہنت فی الدین کو برداشت نہیں کیا، بریلی کی آواز کبھی دبی نہیں، احقاق حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا جاتا رہا، یہ فرض علامہ شاہ رضا علی بریلوی پھر ان کے فرزند وجانشین امام المتکلمین علامہ نقی علی خاں پھر ان کے جانشین ووارث امام اہل سنن فخر زمین وزمن اعلیٰ حضرت اور ان کے جانشینان حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں اور خلف اصغر علامہ مصطفی رضا خاں مفتی اعظم اور دور حاضر میں اس وطیرہ کو حقیقی صورت میں ان بزرگوں کے ظاہر وباطن کے وارث علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی نبھا رہے ہیں، آسمان وزمین اپنی جگہ سے ٹل سکتے ہیں مگر بریلی کی بولی اور فتوی نہیں بدلتا، بعض بزرگوں سے منقول ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت کی زبان وقلم کو اپنی حفاظت میں لے لیا تھا، ایسا لگ رہا ہے کہ بطفیل سیدنا امام ابوحنیفہ وسرکار غوث اعظم وہ سلسلۂ حفاظت زبان وقلم اب بھی جاری ہے، انسان کی مقبولیت کے کئی اسباب ہوتے ہیں، آدمی کوئی بڑا منصب حاصل کرلے یا دولت مند ہو اور اپنی دولت لوگوں پر صرف کرے، کوئی رفاہی کام کرے، یا پھر اتنا خوبصورت ہو کہ لوگ اس کے حسن وجمال سے متاثر ہوں، یا کسی ایسے خاندان میں پیدا ہو جو خاندان لوگوں میں مشہور ومقبول ہو، علم وفضل میں یکتا ہو وغیرہ وغیرہ، ان عوامل واسباب پہ نظر رکھیں پھر تجزیہ کریں حضور تاج الشریعہ کی مقبولیت کا تو ضرور اندازہ ہوجائے گا کہ حضور تاج الشریعہ اپنے ظاہری حسن وجمال کیساتھ ساتھ باطنی فضل وکمال، خاندانی عزت وشرافت کیساتھ ذاتی فضائل وکمالات میں بھی بے مثال وباکمال ہیں، علم وفضل اور تقوی وطہارت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، بڑے بڑے علم وفن کے دعویدار آپ کی بارگاہ میں طفل مکتب نظر آتے ہیں، علوم اسلامی میں جو درک وکمال آپ کو حاصل ہے وہ بہت کم لوگوں کو میسر آتا ہے، تفقہ فی الدین تو آپ کی میراث ہے، اپنے آبا واجداد کی طرح

جو بولتے ہیں اور جو تحریر کراتے ہیں وہ اٹل اور پتھر کی لکیر کی مانند ہوتا ہے، علمائے اہل سنت آپ کی تقریروں اور تحریروں سے سندیں لاتے ہیں، آپ کے افعال واعمال کو لوگ بطور دلیل پیش کرتے ہیں، علمائے دہر اور فقہائے عصر آپ کو اپنا فیصل اور حکم تسلیم کرتے ہیں سوائے بد مذہبوں اور صلح کلیوں کے، حالات اتنے بدتر ہو چکے ہیں، علما کی زبانیں بدل رہی ہیں، فقہا کے فتوے منڈیوں میں بک رہے ہیں، کفر واسلام کے فرق کو مٹانے کے لیے کتنے نام کے مفتی تگ و دو کر رہے ہیں، دین کا لبادہ اوڑھنے والے دین کی تحقیر کر رہے ہیں ایسے پرفتن دور میں حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی ایک عالم ربانی کا فرض ادا کر رہے ہیں، حق گوئی اور بیباکی میں اپنی مثال آپ ہیں، بلا خوف لومۃ لائم حق کا پیغام نشر کرنے اور باطل کی سرکوبی میں بڑھ چڑھکر حصہ لینے بلکہ قائدانہ رول ادا کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، خانقاہیں، مدارس، علما، مراکز دینیہ بہت ہیں لیکن لوگ دین کے معاملے میں اس قدر گروہی عصبیت کے شکار ہیں کہ ایک ہی مسئلہ میں دورائے دیتے ہیں اگر اپنا ہے تو جدا اور غیر ہے تو جدا، الحمد للہ تاج الشریعہ اور علمائے حق کا ہمیشہ سے یہ شیوہ رہا کہ بات حق کہی جائے اس کی زد میں چاہے اپنا آئے یا بیگانہ اور احتیاط کا دامن کبھی ہاتھ سے چھٹنے نہ پائے، کبھی آپ نے خاندان کے لیے یا اپنے سلسلے کے لیے، مریدوں اور خلفا کے لیے یا عقیدت مندوں کے لیے کوئی رعایت نہیں برتی، جو بات اپنوں میں کہی وہی غیروں میں کہی، کسی فرد کے لیے دین وشریعت کو نیلام نہیں کیا، ایسے ایسے لوگ جن کے سامنے چرب زبان علما اور فقہا کی زبانیں نہیں کھلتیں وہاں حق کا پیغام پہنچانا اور شریعت کے احکام کو بیان کرنے میں کبھی جھجک نہ محسوس کی، جماعت علما میں درجۂ ریاست، گروہ فقہا میں مرتبۂ حجیت، عامۃ المسلمین میں رتبۂ امامت وقیادت کے آپ حق دار ہیں، لوگ ایک نظر دیکھنے کو بے قرار رہتے ہیں، علما ادنیٰ توجہ کے متمنی ہوتے ہیں، عالم اسلام میں آپ کے چاہنے والوں کی تعداد کروڑوں میں ہوگی، شاید ہی کسی دینی شخصیت کو یہ مقام حاصل ہو، حالت یہ ہے کہ

تم جدھر ہو جاؤ زمانہ ادھر ہو جائے

دنیائے اسلام کے ہر خطے میں آپ کے عقیدت مند پائے جاتے ہیں، ایک طرف جہاں آپ سے والہانہ لگاؤ رکھنے والوں کی کمی نہیں، وہیں دوسری طرف آپ کے مخالفین اور حاسدین بھی کم نہیں ہیں، آپ کی مخالفت کے اصل اسباب آپ کی قبولیت اور عزت ووجاہت ہے، آپ کے مخالفین بھی اتنی بات تسلیم کرتے ہیں کہ جس بات کی تائید وتوثیق حضور تاج الشریعہ فرمادیں گے وہ بات اکثر لوگوں کے نزدیک مقبول ہوگی، یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کے خلاف اگر کوئی بات آتی ہے تو وہ رجوع کرتے ہیں یا پھر سرکشی پر آمادہ ہوتے ہیں اور حق سے معارض ہوتے ہیں۔

علما اور مشائخ زمانہ میں جتنی پذیرائی حضور تاج الشریعہ کو حاصل ہے اس طرح کی مقبولیت آدمی کوشش کر کے نہیں حاصل کرسکتا، جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو لوگوں کو اپنے کسی بندے کی طرف مائل فرمادیتا ہے، جیسا کہ سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے سیرت نگار لکھتے

ہیں کہ آپ کے دست حق پرست پر لگ بھگ نوے لاکھ غیر مسلم ایمان لائے، یہ بات عقل بظاہر نہیں تسلیم کرتی، لیکن حقیقت ہے، اپنوں کے ساتھ ساتھ غیروں نے بھی اس حقیقت کو مانا ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں غیر مسلم سرکار خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے ذریعہ دولت اسلام سے مشرف ہوئے، آخر یہ طاقت وقوت ایک بندے کے اندر کہاں سے آئی، اتنی تاثیر کیسے پیدا ہوئی کہ چند سال میں لاکھوں لوگوں نے ایک شخص کے کہنے پر اپنا دین ومذہب بدل دیا، اس کا جواب اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ یہ آسمانی طاقت کی کرشمہ سازی ہے، اللہ نے غیر مسلموں کو ان کی جانب پھیر دیا، ان کی تقریر، عمل، زندگی کے طور طریقے ہر بات سے لوگوں کو ہدایت مل رہی تھی، الغرض یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو شرف ومنزلت بخشتا ہے تو وہ چیز احاطۂ عقل وادراک سے باہر ہوتی ہے، بلاشبہ آج کے دور میں تاج الشریعہ کی مقبولیت وشہرت کا اصل سبب یہی ہے کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کی ذات سے دین کو فائدہ پہنچے، دوسرے یہ کہ اللہ جل شانہ نے ذاتی طور پر علمی عملی اعتبار سے انھیں خوب سے خوب تر فرمایا ہے، سیکڑوں افراد میں جتنی خوبیاں ہوتی ہیں وہ تن تنہا آپ کی ذات میں موجزن ہیں، آپ کا ظاہر اتنا پرکشش کہ جہاں پہنچ جائیں سب کی نظریں آپ ہی کی طرف ہوجائیں، آپ کو دیکھنے والا شاید ہی کسی کی طرف رخ کرے علمی جلالت کا یہ عالم ہے کہ لکھ دیں تو دلیل اور ثبوت کا درجہ اختیار کرلے، بولیں تو سامعین اور اہل علم ہر ہر لفظ کو اپنے ذہن وفکر میں بسائیں، آپ کے شب وروز کے معمولات کو

لوگ نمونۂ عمل بنائیں، آپ کا نام گویا کہ اس عہد میں حق کی علامت اور آپ کی ذات معیار انصاف قرار پاچکی ہے، حق یہ ہے کہ پچھلے دور میں حقانیت کی دلیل امام احمد رضا اور مفتی اعظم تھے آج کے پریڈ میں سچائی کی دلیل وارث علوم امام احمد رضا حضور تاج الشریعہ ہیں، گویا کہ جو اختر رضا کا ہوگا وہی احمد رضا کا ہوگا اور جو اختر رضا کا نہیں وہ احمد رضا کا نہیں، یہ بات دل کو لگتی ہے، آج بہت سے علما نام تو اعلیٰ حضرت کا لیتے ہیں، مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ بھی لگاتے ہیں، اپنے کو رضوی نوری بھی کہتے ہیں، لیکن امام احمد رضا کی تصریحات کی کھلم کھلا دھجیاں اڑاتے نظر آرہے ہیں، مختلف بہانوں سے فتاویٰ رضویہ اور حسام الحرمین کے ٹمپریچر کو کم کرنے کی سدا بہار کوششیں کررہے ہیں، اس کی تازہ مثالیں مائک پر اقتدا کے جواز، چلتی ٹرین پر فرض وواجب اور ملحق بواجب نمازوں کی ادائیگی کا جواز، موبائل اور فون کے ذریعہ مسئلۂ رویت ہلال میں استفاضہ کا ثبوت وغیرہ ان تمام مسائل میں امام احمد رضا کا موقف یہ ہے کہ چلتی ٹرین میں فرض وواجب نماز جائز نہیں اگر وقت جاتا دیکھے تو جس طرح ہوسکے پڑھ لے بعد زوال مانع اعادہ کرے، مفتی اعظم کا فتوی ہے کہ مائک پر اقتدا درست نہیں، پڑھی گئی نماز واجب الاعادہ ہے، ٹیلی فونک ذرائع سے استفاضہ متحقق نہیں، اسی طرح تبلیغ دین کے نام پر ٹی، وی کا استعمال ناجائز وحرام ہے اس لیے کہ پردے پر جو صورتیں نظر آتی ہیں وہ سب تصویر ہی ہیں اور اسلام میں تصویر کشی حرام ہے، نیز تبلیغ دین کے لیے تصاویر دکھانا ضروری نہیں، بات پہنچنی چاہیے جبکہ بہت سے رضوی

نوری کہلانے والے مفتیوں نے اپنے مرشدان برحق کے صریح احکام کے خلاف کھلم کھلا فتوی دیا اور عوام کو دھوکہ دیا کہ ہمارا فتوی بھی فتاوی رضویہ ہی سے ماخوذ ہے جو کہ سراسر ظلم اور انصاف کے خلاف بات ہے، ''چوری اور سینہ زوری'' اسی کو کہتے ہیں، ان حالات میں باوجود علالت اور کبر سنی وکثرت اسفار ومشاغل کے حضور تاج الشریعہ نے پیغام حق پہنچایا اور قطعا قطعا اس بات کی پرواہ نہ کی کہ حق کا پیغام سن کر کون کون بد کے گا، کتنے اور کیسے کیسے لوگ مخالفت پہ آمادہ ہوں گے بلکہ اللہ ورسول کی رضا وخوشنودی کے لیے نیابت انبیا کا فرض ادا کیا، زبان کھلی تو حق کی آواز سنائی دی، قلم چلا تو اہل محبت نے غیبی تائید سمجھا، حضور تاج الشریعہ کا ظاہر اتنا پرکشش ہے کہ دیکھنے والوں کو خدا یاد آتا ہے، قول وفعل کی یکسانیت سے ایک مخلص داعی کی تصویر ابھر کر آتی ہے، دنیا میں جانشین اور سجادہ نشین بہت ملیں گے مگر بیشتروں کا حال یہ ہے کہ جانشین کا مطلب باپ دادا کے مریدوں کو بیوقوف بنانا، خود علم وعمل سے کورے، نہ دین کا علم نہ خدا کا خوف، جہاں عیش دنیا مل جائے ادھر ہی رخ کرلیں۔ اس کے برخلاف تاج الشریعہ صحیح معنوں میں مفتی اعظم کے تفقہ اور تدین کے جانشین ہیں، حجۃ الاسلام کی قطعیت اور حجیت کے وارث ہیں، اور امام اہل سنت فاضل بریلوی کے فضل وکمال اور مہارت علمیہ کے مُظہر ومُثبت ہیں، اب تک پچیسوں کتابوں کے مصنف، محشی، شارح اور معرّب ہیں، مختلف زبانوں پر قدرت کاملہ رکھتے ہیں، انگریزی، عربی، فارسی، اردو وغیرہ میں بولنے، لکھنے اور خطاب کرنے کی صلاحیت سے معمور ہیں، جب کسی بات کا ادعا فرماتے ہیں تو جدیدیوں کو لگتا ہے کہ بات بے دلیل ہے لیکن علم وتحقیق کے شناور جو علوم وفنون کے صحرا کی خاک چھانتے ہیں انھیں پتہ چلتا ہے کہ تاج الشریعہ کے دعووں کو غیب سے تائید حاصل ہوتی ہے، بڑے بڑے علم والے ان کے مقالات اور مباحث کو پڑھکر ان کی باتوں کو سن کر یہ کہنے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ یہ علم وفضل وکمال یہ فتوے یہ باتیں یہ تحقیق کسی مدرسے کی تعلیم کی دین نہیں بلکہ فیض رضا کی کرشمہ سازیاں ہیں، علم رضا کی جلوہ باریاں ہیں، مفتی اعظم کی دعائے سحرگاہی کے نتائج ہیں، حجۃ الاسلام کی تمناؤں کے ثمرات ہیں۔



ڈاکٹر مولانا غلام مصطفیٰ نجم القادری

حضور تاج الشریعہ اور مسلک اعلیٰ حضرت

ہزاروں آندھیوں میں بھی جو مثلِ شمع روشن ہے
ہے مسلکِ اعلیٰ حضرت کا تو محنت تاج الشریعہ کی

اسلام وہ مبارک دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی پسندیدگی کی سند عطا کر دی ہے۔ چونکہ یہ خدا کی پسند ہے، اس لئے خزاں میں بھی ہرا، بھرا، اور ہجوم آلام میں بھی مسکراتا ہی رہتا ہے۔ البتہ جہاں تک اس کی آزمائش اور امتحان کی بات ہے تو کبھی اس پر یزیدی بادل آئے اور کبھی حجازی طوفان، کبھی مامونی طاقت نے آنکھ دکھانے کی جرات کی اور کبھی تاتاری طاقت اس سے ٹکرائی، کبھی خارجی شورش نے اس سے پنجہ آزمایا اور کبھی رفض کے غرور نے اس کو زیر کرنے کی کوشش کی، مگر وہ سب کی سب جرأتیں اس پہاڑ سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں۔ یہ وہ یادیں ہیں کہ ماضی کے جھروکوں سے جب بھی جھانکتی ہیں تو کلیجہ منھ کو آتا ہے۔ تاہم چودھویں صدی ہجری میں وہابیت کے نام سے جس فتنے نے جنم لیا وہ مذکورہ تمام فتنوں میں سب سے خطرناک فتنہ تھا۔ اتنا خطرناک کہ صرف ایک فتنہ نہیں تھا۔ بلکہ ام الفتن، اس کے بطن سے چولے بدل بدل کر نئے رنگ وروپ میں متعدد ناموں سے مختلف فتنے جنم لیتے رہے اور آج بھی لے رہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے دور میں وہابیت کا تلاطم تھا، تو آج کے دور میں صلح کلیت کا طوفان بلاخیز، جب وہابیت نے پر پھڑ پھڑائے تو اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا کو تمام فکری وعلمی اور عملی اسلحہ سے لیس کر کے مجدد اعظم بنا کر بھیجا اور آج جب صلح کلیت قیامت ڈھانے پر تلی ہے تو خدا نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے مفتی اختر رضا کو تاج الشریعہ بنا کر دین کا سپر بنایا ہے۔

قدرت کا یہ نظام بھی بڑا انرالا اور البیلا ہے کہ اپنے دین حنیف کی حفاظت کے لئے مخصوص بندوں میں سے کسی کو چن لیتا ہے۔ ہاں کسی شخصیت کا دائرہ کار واختیار ایک گاؤں ایک محلہ تک محدود ہوتا ہے، تو کسی کسی کا پوری ریاست بلکہ کئی کئی ریاستوں کے لئے، کسی کسی کا ایک ملک کے لئے تو کسی کسی کا کئی ملکوں کے لئے، ان میں کچھ شخصیتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جس کے علم وفضل، فیض وفیضان، احسان وعرفان، اثر ونفوذ اور قبولیت ومحبوبیت کا دائرہ پوری دنیا کو محیط ہوتا ہے۔ حضور امام اعظم، حضور غوث اعظم، حضور غریب نواز، حضور مخدوم بہار، حضور مخدوم سمناں، حضور اعلیٰ حضرت، حضور مفتی اعظم وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین وہ شخصیات ہیں جنہوں نے بیک

وقت پوری دنیا کو متاثر کیا اور متحیر کئے رکھا۔ آج بھی ان کے نام اور کام کا دیپک اسی شان استغنا سے جل رہا ہے جیسے کل جلتا تھا، بلکہ دن بہ دن ان کی عظمت کی چاندنی پھیلتی ہی جارہی ہے۔ انہیں عالمگیر شخصیتوں میں حضور تاج الشریعہ کی ذات والاصفات بھی ہے جو اپنے فکر وفضل کی بلندی، حق گوئی وبے باکی، حق پسندی وحق نوائی، جرأت مندی ونکتہ آفرینی، شریعت کی پابندی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں اس وقت دنیا کے تمام اکابر مشائخ پر فوقیت رکھتی ہے۔

ظاہر ہے کہ جن افراد واشخاص سے خدا کو جیسا کام لینا منظور ہوتا ہے۔ ان کی سیرت وحیات کے دامن کو ویسے ہی لولو ولالہ سے سجاتا بھی ہے۔ اس کو علم ایسا دیتا ہے کہ ارباب علم کی انجمن میں جب وہ جلوہ گر ہوتا ہے تو پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی، کا منظر سامنے آجاتا ہے۔ اس کو ظاہری اوصاف سے اس طرح متصف کرتا ہے کہ جس زاویئے سے دیکھئے "کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است" کا سماں نظر آتا ہے اور باطنی کمال میں اسے ایسا ممتاز فرما دیتا ہے کہ غوث اعظم کا تصرف، غریب نواز کی کرامت اور امام اعظم کی ژرف نگاہی کا جلوہ بکھیرتا دکھائی دیتا ہے۔ اگر اس وقت عالمی نگار خانے کے ان نگینوں کو جمع کیا جائے تو جو تصویر ابھرے گی وہ تصویر حضور تاج الشریعہ کی ہے۔ بلبل شیراز کا یہ شعر ؎

بالائے سرش زہوش مندی
می تافت ستارہ بلندی

کبھی پڑھا تھا اور آج اس کا مرقع حضور تاج الشریعہ کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ آیئے تھوڑی دیر ہم حضور تاج الشریعہ کے گلشن حیات کی سیر کرتے ہیں اور دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے علم کے سدرۃ المنتہٰی پر عمل کے کیسے عندلیب چہکتے ہیں۔

تاریخ وسیر کی کتابوں میں کچھ بچوں کی اعلیٰ ذہنیت کا حیرت بدوش واقعہ ملتا ہے کہ انہوں نے اپنی پرواز سے استاذ کو حیران کردیا، آج یہ ہم سب خواجہ تاشان رضویت کے لئے فخر کی بات ہے کہ ہمارے دور میں وہ شخصیت حضور تاج الشریعہ کی ہے جنہوں نے جامعہ ازہر مصر میں اپنی اعلیٰ ذہنیت اور ہمہ جہت صلاحیت کا پرچم گاڑ دیا۔ جامع ازہر میں جب حضور تاج الشریعہ کا سالانہ امتحان ہوا تو ممتحن نے آپ کی جماعت کے طلبا سے علم کلام کے چند سوالات کئے۔ پوری جماعت میں سے کوئی ایک بھی طالب علم ممتحن کے سوالات کے صحیح جواب نہ دے سکا۔ ممتحن نے روئے سخن آپ کی طرف کرتے ہوئے سوالات کو دہرایا۔ آپ نے ان سوالات کا ایسا شافی وکافی جواب دیا کہ ممتحن تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہنے لگے کہ "آپ تو حدیث واصول حدیث پڑھتے ہیں علم کلام میں کیسے جواب دیا۔ آپ نے علم کلام کہاں پڑھا؟" آپ نے جواب میں کہا کہ "میں نے دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں چند ابتدائی کتابیں علم کلام میں پڑھی تھیں۔ مجھے مطالعہ کا بہت شوق تھا جس کی وجہ سے میں نے آپ کے سوالات کے جواب دے دیئے۔ اگر اس سے بھی مشکل سوال ہوتا تو بھی میں جواب دیتا اور بالکل صحیح جواب دیتا۔" آپ کے جواب سے مسرور ہو کر ممتحن نے

آپ کو پہلا مقام دیا اور آپ اول نمبر سے پاس ہوئے۔ یہ کمال درک کی برکت تھی کہ فائنل امتحان میں آپ نے ممتاز حیثیت حاصل کر کے سند فراغت حاصل کیا۔ کمال بالائے کمال یہ کہ اس سال پورے ملک مصر میں اتنے اعلیٰ نمبروں سے کہیں بھی کوئی پاس نہیں ہوا۔

(ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' بریلی شریف ۱۹۶۵ء)

پورے جامعہ ازہر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، جامعہ کی مقتدر شخصیات نے جامعہ ازہر ایوارڈ عطا کیا۔ یہ وہی جامعہ ازہر ہے کہ مدت مدید کے بعد جب آپ دوبارہ تشریف لے گئے تو آپ کے وفور علم ،کمال مہارت اور شریعت پر استقامت وتصلب فی الدین کو دیکھ کر فخر ازہر ایوارڈ سے نوازا گیا۔ طالب علمی کے دوران آپ کا معمول تھا کہ علی الصباح عربی اخبارات استاذ کو سناتے اور اردو، ہندی اخبارات کی خبروں کو عربی زبان میں ترجمہ کر کے استاذ کو بتاتے۔ جب جامعہ ازہر کے اساتذہ وطلباء سے آپ کی گفتگو ہوتی تو آپ کی بے تکلف فصیح وبلیغ عربی گفتگو سن کر لوگ محو حیرت ہو جاتے۔ حضور محدث کبیر ارشاد فرماتے ہیں کہ جامعہ ازہر کے دور تحصیل میں جب آپ کا عربی کلام ازہر کے شیوخ سنتے تو کلام کی سلاست ونزاکت اور حسن ترتیب پر جھوم اٹھتے اور کہتے تھے کہ یہ کلام کسی غیر عربی کا محسوس نہیں ہوتا حضور محدث کبیر مزید فرماتے ہیں کہ:

> ''علامہ ازہری کو میں نے انگلینڈ، امریکہ، افریقہ، زمباوے وغیرہ میں برجستہ انگریزی زبان میں تقریر و واعظ کرتے دیکھا ہے اور وہاں کے تعلیم یافتہ لوگوں سے آپ کی تعریفیں سنی ہیں اور یہ بھی ان سے سنا کہ حضرت کو انگریزی زبان کے کلاسیکی اسلوب پر عبور حاصل ہے۔ حضرت تاج الشریعہ کو چالیس علوم وفنون پر ملکہ تامہ حاصل ہے۔''
>
> (حیات تاج الشریعہ ص ۱۵ اوص ۱۶)

کوئی شخص یونہی بلندیوں کو نہیں پالیتا، کتنے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اور کتنی حسرتیں اس کی بلائیں لیتی ہیں یہ وہی جانتا ہے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ جس طرح سورج کی روشنی، چاندکی چاندنی، شبنمی قطروں کا چھڑکاؤ، بھنوروں کی گدگداہٹ، نسیم صبا کی تھپکی، مالی کی نگہداشت جب یکجا ہوتی ہیں اور بروقت توجہ دیتی ہیں تب کوئی کلی پھول بن کر مسکراتی اور بشکل ہار محبوب کے گلے کی زینت بنتی ہے۔ اسی طرح شخصیت کے ارتقا میں بھی متنوع عوامل کا حصہ ہوتا ہے۔ حضور تاج الشریعہ کی زندگی کے تربیتی مراحل اور ارتقائی منازل بھی کچھ اسی انداز کے ہیں۔ نانا جان قطب عالم، حضور مفتی اعظم کی تقدیر افروز نظر، والد گرامی حضور مفسر اعظم کی تعبیر بداماں تربیت، والدہ محترمہ کی نورانی گود اور گھر کے روحانی کہکشانی ماحول نے مل کر اسے بہت کچھ بننے کی فکر میں سہارا دیا ہے۔ والد گرامی کی ان پر توجہ خصوصی کا یہ حال تھا کہ دوران طالب علمی میں آپ کو قریب بلایا اور فرمایا کہ کل سے ''دار العلوم منظر اسلام'' کے طلبا کو ''سیف الجبار'' مصنفہ علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ پڑھ کر سنایا کرو گے۔ آپ نے عرض کیا ''ابھی میری اردو اچھی نہیں ہے۔'' فرمایا

"زبان ٹھیک ہو جائے گی، یہ کام تمہارے ذمہ کیا جاتا ہے۔" آپ نے دوسرے دن اپنے ہم درس طلبا کو جمع کیا اور خانقاہ عالیہ رضویہ کی چھت پر بیٹھ کر "سیف الجبار" کا درس شروع کر دیا اس طرح کئی بار "سیف الجبار" کا مطالعہ کیا اور درس دیا۔ والد ماجد کے اس میں کئی مقاصد پوشیدہ تھے، ایک تو یہ کہ اردو عبارت خوانی بہتر ہو جائے، دوسری چیز یہ کہ عقائد اہل سنت و جماعت کی خوب جانکاری حاصل ہو اور تیسری وجہ یہ کہ تقریر و خطابت میں تکلف اور جھجک ختم ہو جائے۔ حضور مفسر اعظم کے اس انداز کی شخصیت سازی میں باپ کی شفقت بھی ہے، مربی کی بصیرت بھی، عالمی مرکزی درسگاہ و خانقاہ کے ذمہ دار کی حیثیت سے عالمی ذمہ داری کا احساس بھی، مذہب اہل سنت و جماعت، مسلک اعلیٰ حضرت پر مستقبل میں ہونے والی تنقید کے لئے پیش بینی اور فکر مندی بھی، زبان دانوں کی مجلس میں بلا تکلف بول کر احقاق حق کے لئے جھجک توڑنے کی تمنا بھی، حضور مفسر اعظم اپنی اس کوشش میں کتنے کامیاب رہے، اسے حضور تاج الشریعہ کے کارناموں کی شکل میں دنیا آنکھوں سے دیکھ رہی ہے، کانوں سے سن رہی ہے اور دل سے محسوس کر رہی ہے۔

مفتی اعظم کی روحانیت حضور مفسر اعظم کی شفقت اور والدہ ماجدہ کی پاکیزہ تربیت نے آپ کو اس بلندی تک پہنچا دیا ہے کہ بلندیاں خود رشک کرنے لگی ہیں، کہتے ہیں کہ جب کوئی بڑی بے ریا شخصیت بڑی نظر سے دیکھنے اور بڑے جملوں سے یاد کرنے لگے تو سمجھ جایئے کہ یہ شخصیت بھی بڑی ہوگی یا بڑائی اس کے انتظار و استقبال میں ہے۔ اس تناظر میں تاج الشریعہ کو اب دیکھنے کی سعی کرتے ہیں اور بڑائی کے کوہ طور کو جھانک کر کسب نور و ضیا کرتے ہیں۔

مشہور خطیب مولانا عبد المصطفیٰ ردولوی بیان فرماتے ہیں کہ:

"ردولی شریف میں ۱۴۰۰ھ میں سنی کانفرنس کے نام سے ایک جلسہ ہوا اس میں رئیس اعظم اڑیسہ، سلطان التارکین حضرت علامہ مفتی حبیب الرحمن حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ اور جانشین مفتی اعظم علامہ ازہری میاں کی آمد ہوئی۔ جناب محمد عمر قریشی کے مکان میں دونوں بزرگوں کے قیام کا انتظام تھا۔ صاحب خانہ کا کلکتہ میں کاروبار چلتا تھا۔ وہ وہیں حضور مجاہد ملت کے دامن سے وابستہ ہو گئے تھے، صاحب خانہ کے صاحبزادے جاوید عمر صاحب نے کہا کہ میری والدہ بھی حضور مجاہد ملت سے مرید ہونا چاہتی ہیں۔ آپ حضرت سے گزارش کر دیں کہ قبول فرما لیں۔ میں نے مجاہد ملت سے عرض کیا۔ سرکار مجاہد ملت نے فرمایا میاں حضور اعلیٰ حضرت کے شہزادے حضرت ازہری میاں صاحب کی موجودگی میں ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ میں مرید کروں، انہیں سے مرید کروائیں، مگر وہ اپنے شوہر کے حضور مجاہد ملت کی نسبت کی وجہ سے مصر رہیں کہ مجھے بھی حضور مجاہد ملت ہی کے کنیزوں میں داخل کروائیں۔ بہ اصرار میں نے حضرت کو راضی تو کر لیا مگر گھر

کے اندر جانے کا جو راستہ تھا وہ حضور تاج الشریعہ کی قیام گاہ سے ہو کر گزرتا تھا۔ حضرت نے فرمایا میں ازہری میاں کے سامنے سے ہو کر کیسے گزر سکتا ہوں۔ آخر کار عقبی دروازے سے حضرت اندر تشریف لے گئے اور فرماتے تھے کہ کوئی تیز آواز میں نہ بولے کہ حضرت ازہری میاں تشریف فرما ہیں آہستہ بولو شہزادے آرام فرمارہے ہیں۔"

(کرامات تاج الشریعہ ص ۱۴۹)

حضرت پیر سید علاء الدین صاحب پاکستان جن کی شخصی عظمت کا پورا پاکستان معترف و مداح تھا۔ ملک کے وزیر اعظم کو بھی ان کی چوکھٹ پر انتظار کرنا پڑتا۔ حضور تاج الشریعہ پاکستان کے دورے پر تھے، ان سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے، تو حضرت نے بڑھ کر اکرام فرمایا اور فی البدیہ عربی میں ایک قطعہ پڑھا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"اختر رضا ستارے کی طرح تابندگی بکھیرے گا"

بیشک ہمارے اسلاف نے حضور تاج الشریعہ کی حیات میں مستقبل کے افق پر چمکنے والے فقہی، تحقیقی، فکری، علمی ستاروں کی چمک دیکھ لی تھی۔ حضور مجاہد ملت کے ادب آموز رس گھولتے جملے، پیر سید علاء الدین کی مشک بار "پروقار باتیں مستقبل کے حجاب ہائے سربستہ کی نقاب کشائی کرتی ہیں۔ آخر وہ وقت بھی آہی گیا" بزرگوں کی دعائیں اور مشائخ کی تمنائیں جس کے انتظار میں تھیں۔ یہ دیکھئے حضور مفتی اعظم کیا ارشاد فرماتے ہیں:

"اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں، اب اس کام (فتاویٰ نویسی) کو انجام دو۔ میں دارالافتا تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ اور موجودہ لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا آپ لوگ اختر میاں سے رجوع کریں۔ ان کو میرا قائم مقام جانیں۔" (حیات تاج الشریعہ صفحہ ۱۳)

پھر جلسے جلوس میں اپنا قائم مقام بنا کر حضور مفتی اعظم نے آپ کو بھیجنا شروع کر دیا اور سونے پر سہاگہ یہ کہ اپنی موجودگی میں حضور مفتی اعظم نے لوگوں کو آپ سے بیعت کرایا اور فرمایا کہ ان کی بیعت میری بیعت ہے۔ یادرکھئے حضور مفتی اعظم وہ ہیں جن کی عبقریت اور تقویٰ وطہارت کا ذکر سن کر، پڑھ کر لوگ حیران ہیں بلکہ ان پر وجدانی کیفیت طاری ہے۔ جن کی نظر حق دیکھتی، زبان حق ہی بولتی، جن کے کان حق ہی سنتے، جن کا دماغ حق ہی سوچتا اور جن کے دل کی دھڑکن سے حق حق کی آواز آتی تھی۔ تقویٰ ایسا کہ اپنے مابعد زمانہ کے لئے بھی تقویٰ کی لاج رکھ لی۔ حضور تاج الشریعہ کہتے ہیں ؎

متقی بن کر دکھائے اس زمانے میں کوئی
ایک میرے مفتی اعظم کا تقویٰ چھوڑ کر

جانشینی تو خیر بہت بڑی بات ہے، حضور مفتی اعظم جلد کسی کو خلافت بھی نہیں دیتے اور جن جن کو دیا وہ ممتاز اوصاف کے حامل ہیں۔ وہ خلافت دینے سے پہلے نگاہ قلب آشنا سے پرکھتے، جانچتے، میزان استقامت پر تولتے پھر خلافت دیتے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ کئی جید علما اور نامور خطبا نے حضرت سے اجازت کی گزارش کی، بات نہ بنی تو بھاری

بھرکم سفارش کروائی، مگر پھر بھی حضور مفتی اعظم کی پیشانی پر خوشگواری کے اثرات ظاہر نہ ہوئے تو وہ خاموش ہو گئے۔ کچھ مہینوں بعد معلوم ہوا کہ وہ مسلک اعلیٰ حضرت سے منحرف ہو گئے۔ یہ مفتی اعظم کے نگاہ حق پناہ کا معیار، ان کی دور اندیشی، دور بینی تھی وہ کسی بھی حال میں اعلیٰ حضرت کی خلافت کی سفید چادر پر معمولی سا دھبہ پڑ جائے، اس کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ وہ اس معاملے میں بہت محتاط اور کڑی نگاہ کے مالک تھے۔ اس چھان پھٹک اور تلاش و تفحص کے بعد اگر حضور تاج الشریعہ کو اپنی جانشینی کا تاج بخشا ہوگا تو یوں ہی نہیں حضور مفتی اعظم کی عقابی نگاہ نے پرت در پرت تہوں کا محاسبہ کر کے اعتماد و یقین سے مکمل طور پر اپنے کو دل کو مطمئن پایا ہوگا تب جا کر اپنی جانشینی کی مسند تفویض کی ہوگی، پھر اس کے بعد حضور تاج الشریعہ کی زندگی میں جو انقلابات آئے وہ حیرت انگیز بھی ہیں اور اہل وفا کے لئے مسرت بیز بھی۔ اس کے بعد جو آپ اُڑے ہیں تو اڑتے چلے گئے، آگے بڑھے ہیں تو بڑھتے چلے گئے، آفاق میں چھائے تو چھاتے چلے گئے، دنیا میں چمکے تو چمکتے چلے گئے، حضور تاج الشریعہ کو ان کیفیات کا بھرپور احساس ہے، اس لئے اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ؎

نگاہ مفتی اعظم کی ہے یہ جلوہ گری
چمک رہا ہے جو اختر ہزار آنکھوں میں

حضور مفتی اعظم نے آپ کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ ذیل کا اقتباس پڑھئے اور غور کیجئے کہ ہماری محفل میں رہنے والا، ہمارے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والا، ہمارے جلسے جلوس میں شرکت کرنے والا وہ شخص کس قدر بلند مقام پر فائز ہے اور اندازہ کیجئے کہ اس دور وفا نا آشنا میں کیسی عظیم المرتبت ہستی کے زیر سایہ کرم ہم جی رہے ہیں۔ خدا کی کتنی بڑی نشانی ہم میں موجود ہے، حضور مفتی اعظم کی رفاقت و مصاحبت اور دعا و تمنا نے اس بلندی پر ان کو پہنچا دیا ہے کہ بلندی خود رقص کرنے لگی ہے۔ کوئی حد ہے ان کی عروج کی، ذرا دیکھئے ان کی حیات اور ارتقا کے اس انداز کو، کیسے فلک رس شجر کی شاخ طوبیٰ پر آپ مکیں ہیں۔

ایک بار حضور احسن العلما علیہ الرحمہ سے کسی نے دریافت کیا کہ حضور آپ کی خانقاہ کے بزرگوں کی کون کون سی کرامات مشہور ہیں۔ جواب دیا کہ ہمارے خاندان میں بزرگوں کی کرامتوں کا زیادہ بیان نہیں کیا جاتا، ہمارے بزرگ یہ سبق دے گئے ہیں کہ دین پر استقامت کئی کرامت سے زیادہ بلند ہوتی ہے۔ وہ صاحب پھر بھی بضد رہے، تو حضور احسن العلما نے ارشاد فرمایا کہ سنیئے ماضی قریب میں ہماری خانقاہ کی دو کرامتیں ہیں۔ ''ایک احمد رضا'' اور دوسری ''مصطفیٰ رضا'' سبحان اللہ! ؏

قدر والے جانتے ہیں قدر و شان اہل بیت

شرف ملت حضرت سید محمد اشرف میاں برکاتی نے اپنے والد گرامی قدر کے اس جامع متن پر حضور تاج الشریعہ کو ذہن میں رکھ کر جو حاشیہ آرائی کی ہے۔ ان کا ایک آخری جملہ حضور تاج الشریعہ پر لکھی جانے والی کتاب کے ہزاروں صفحات پر تنہا بھاری ہے۔ فرماتے ہیں:

''زندگی ایک بیحد پیچیدہ نظام کا نام ہے، دینی

افکار، دنیا کی رفتار، روایت کی پاس داری، علم کے حاصل شدہ تصلب اور روحانیت سے کشید کردہ روا داری، اپنی جڑوں سے وابستگی اور اپنے شجر کی استادگی، یک در گیر و محکم گیر پر عمل درآمد اور خود اپنے دریچے کو وا رکھ کر تازہ ہوا کی آمد، اسلاف کی دانش سے فیض اٹھانا اور اخلاف کی تربیت کرنا، احباب کی ہمہ جہت ترقی کے لئے ان میں جوش بھرنا، اور خود ہر موقع پر باہوش رہنا، جو بظاہر دور رہتے ہیں ان میں خلوص وللّٰہیت تلاش کرنا اور ہمہ وقت قریب رہنے میں ان کے افعال کی نگرانی کرنا، جمعیت کو مربوط رکھنے کیلئے تصلب کو کام میں لانا اور فتنوں سے دور رہنے اور فتنوں کو دور کرنے کے لئے ضروری لچک پیدا کرنا، یہ ان گونا گوں امیدوں میں سے چند ہیں جنہیں میں حضرت کی ذات سے وابستہ رکھتا ہوں اور دعا کرتا رہتا ہوں کہ کاش ایسا ہو کہ ہماری خانقاہ برکاتیہ کی اگلی پیڑھیاں اپنے زمانے والوں سے یہ کہہ سکیں کہ سنو ماضی قریب میں ہماری خانقاہ کی تین کرامات ہیں۔ احمد رضا، مصطفی رضا اور اختر رضا۔" (تجلیات تاج الشریعہ ص)

درگاہ معلی مارہرہ شریف کے سائبان کے نیچے آرام فرما شخصیات میں غوث بھی ہیں، قطب بھی، ابدال بھی ہیں، اوتاد بھی، عظمت جن کے پاؤں کی دھون اور وقار وافتخار جن کے تن نازنین کا اترن ہے۔ ایسی شخصیتیں آسودہ خواب ہیں، ایسے تمام بزرگوں کی بے شمار کرامتیں جو تب سے اب تک ظاہر ہوئیں ہیں ان تمام کرامتوں کا عطر مجموعہ جن ہستیوں کو قرار دیا گیا ہے، بار بار سوچئے وہ کیسی ہستیاں ہیں۔ یہ ہم سنیوں رضویوں کا فخر ہے کہ وہ احمد رضا ہیں، مصطفی رضا ہیں اور اختر رضا ہیں۔ ان میں اول دو شخصیتیں تو ہم سے اوجھل ہے تاہم ہم بڑے خوش نصیب ہیں کہ ان میں کی تیسری اور آخری شخصیت حضور تاج الشریعہ کی شکل میں ہم میں نور افشاں اور جلوہ کناں ہے۔

صد افسوس ان لوگوں پر ہے جو حب علی اور بغض معاویہ میں حضور تاج الشریعہ جیسی مارہروی کرامت پر تنقید کرتے، بلا جھجک نازیبا لفظوں کے پتھر چلاتے اور ان کی شرعی وفقہی تحقیق کے مقابلے میں اپنی خود ساختہ، من مانی تحقیق پیش کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے جری اور بے باک انداز نے صلح کلیت کو جنم دیا ہے۔ ایسے اشخاص مسلک اعلیٰ حضرت سے خود منحرف ہو رہے ہیں اور دوسروں کو منحرف کر کے ان کی آخرت تباہ کر رہے ہیں۔ اتنی لمبی تعارفی تمہید میں نے صرف دو وجہ سے تحریر کی ہے کہ پہلی بات تو یہ کہ لوگ ان کی علمی گیرائی و گہرائی، تفوق و برتری کو جانیں، ان کی حیثیت عمومی و خصوصی کو ملحوظ رکھ کر بلا اختلاف انہیں دنیائے سنیت کا قائد اور امیر تسلیم کریں، بریلی کی مرکزیت پر ماضی کی طرح سب جمع ہو جائیں، کسی انتشار کو ہوا نہ دیں، بلکہ ہر انتشار کو "فتاویٰ رضویہ" کے صور سے فنا کر دیں۔ دوسری بات یہ کہ جن موضوعات کو بلا وجہ کچھ نادان دوستوں نے معرض

بحث میں ڈال دیا ہے، وہ انہیں اپنے اسلاف کا ورثہ سمجھ کر بلا تردد، قبول کریں۔ حق یہ ہے کہ اس میں اپنی عافیت اور ملت کی خیریت ہے۔

مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نیا اور کسی کا ذاتی مسلک نہیں، بلکہ بقول حضور شیخ الاسلام علامہ مدنی میاں صاحب:

''پورے دین اسلام کا نام مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔''(مقدمہ تفسیر اشرفی)

اور جب یہ پورے دین اسلام کا نام ہے تو اس کے کسی جز پر اعتراض کرنا اسلام کے جز پر اعتراض کرنا ہے۔ اس کے کسی ضابطے کو شک کی نگاہ سے دیکھنا اسلام کے ضابطے کو شک کی نگاہ سے دیکھنا ہے اور اس سے آنا کانی کرنا اور گریز وفرار کی صورت اپنانا اسلام ہی سے پھرنا ہے۔

آخر پورا دین اسلام مسلک اعلیٰ حضرت کیسے ہو گیا؟ مذہب اہلسنت وجماعت مسلک اعلیٰ حضرت کیوں بن گیا، تو اس کا نہایت مختصر جواب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے دور میں جب انگریزوں نے اپنے وہابی ایجنٹوں کے ذریعہ اسلام کی جڑ کھودنے کی کوشش کی اور ہر اس چیز پر جس سے عظمت ومحبت رسول کی شعاع پھوٹتی ہو شرک وبدعت کے گولے برسا کر ایک نیا اسلام دنیا کے سامنے پیش کیا، تو یہ چیلنج کسی ایک جگہ کے لئے نہیں بلکہ تمام دینی اسلامی مراکز کے لئے تھا۔ اسلام خطرے میں تھا، ایسے میں ضروری تھا کہ لوگ آگے بڑھتے۔ وہابیت کے منھ زور طوفان کے سامنے سینہ سپر ہو جاتے، مگر نہیں ایسے بھیانک اور ہولناک ماحول میں اس شخص کو آگے بڑھنا تھا جسے خدا نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے چن لیا تھا۔ وہ آگے بڑھے حق وصداقت کا پیغام لے کر، وہ آگے بڑھے ایک ہاتھ میں علم اور دوسرے ہاتھ میں عمل کا علم لیکر، وہ آگے بڑھے دل میں خوف خدا اور روح میں عشق مصطفیٰ کا ولولہ لے کر، وہ آگے بڑھے دماغ میں نظام شریعت کے تحفظ کا جذبہ لے کر، اسلام کے جن متوارث ومتواتر ضابطوں، اصولوں کو نشانہ بنایا جا رہا تھا، آپ اس کے دفاع میں قرآن، حدیث، اجماع امت اور قیاس کا فولادی ساز وسامان لے کر محاذ آرا ہو گئے۔ دلائل وحقائق سے مزین ایسی وزنی کتابیں تحریر فرمائی کہ وہابیت کے محلات میں بھونچال آ گیا۔ یہ امام احمد رضا کی حقانیت وصداقت کی کیسی منھ بولتی دلیل ہے کہ جب سے اب تک ان کی ایک چھوٹی سے چھوٹی تصنیف کا بھی کسی سے جواب نہ بن سکا۔ اعلیٰ حضرت نے اس ایک تیر سے دو شکار کیا۔ ایک تو یہ کہ انگریزوں کی بیساکھی، حکومتی طمطراق اور منصبی کروفر کے بل بوتے پر وہابیت جو ہل من مبارز پکار رہی تھی۔ امام احمد رضا نے اس کے کس بل نکال دیے اور واضح کر دیا ؎

سنبھل کر پاؤں رکھنا ملک ترہت میں ذرا واعظ
محبی اس میں رہتا ہے جسے استاذ کہتے ہیں

اور وہ نعرہ مومنانہ لگایا کہ وہابیت کے بڑھتے ہوئے قدم بہت حد تک تھم گئے اور دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ مذہب اہلسنت وجماعت وہابیت کے نرغے سے آزاد ہو کر کھلی فضا میں مسکرانے لگا۔ وہابیت کے ذریعہ پڑے ہوئے گرد وغبار کو عشق مصطفیٰ کے نور سے اس طرح صاف کیا کہ سنیت پکار اٹھی ؎

بجتا ہے آج دین کا جو ساز دوستو

یہ بھی اسی جرس کی ہے آواز دوستو
امام احمد رضا کے اس مجاہدانہ کردار کو دیکھ اور سمجھ کر ملک کے تمام اکابر و مشائخ، خانقاہ کے سجادہ نشینوں، درس گاہ کے خوشہ چینوں، حساس دانشوروں، معاملہ فہم سنی بھائیوں نے نہ صرف یہ کہ متحدہ پلیٹ فارم سے آپ کا ساتھ دیا بلکہ آپ کو اہل سنت کا امام اور آپ کے مجموعہ افکار و نظریات کو مسلک اعلیٰ حضرت کے نام سے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

ان سب کی سوچ یہ تھی کہ حالات اچھے نہیں ہیں، نہ جانے کب، کس چور دروازے سے کوئی شب خون مار دے۔ اس لئے مذہب اہلسنت و جماعت کو غیر مسخر فولادی قلعہ میں محفوظ کر دینا ضروری ہے۔ ان کے نزدیک مسلک اعلیٰ حضرت کے سوا دوسرا کوئی اس سے مضبوط اور محفوظ قلعہ، نہیں تھا، لہٰذا سب نے مل کر مذہب اہل سنت و جماعت کو مسلک اعلیٰ حضرت کے نام سے دنیا کے اسٹیج پر پیش کر دیا۔

اغیار کی نظر میں اسلام وسنت کے تحفظ کا یہ کارنامہ امام احمد رضا کا اتنا بڑا جرم ثابت ہوا کہ ایں قدر آں قدر سب نے مل کر آپ کی کردار کشی شروع کر دی۔ ”کھسیانی بلی کھمبا نوچے“ کے مصداق تمام باطل افکار و نظریات کے لوگ صرف اور صرف اعلیٰ حضرت پر حملہ آور ہو گئے۔ وہ جانتے تھے کہ ان کو مجروح کر دو، سب مجروح ہو جائیں گے، بالکل اسی طرح آج کے دور میں تمام آزاد خیال، آوارہ فکر، صلح کلی صرف اور صرف حضور تاج الشریعہ پر حملہ کر رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اس دیوار میں شگاف ڈال دو مسلک اعلیٰ حضرت کا محل ناکارہ ہو جائے گا، مگر وہ شاید ماضی کی تاریخ بھول رہے ہیں کہ کل اعلیٰ حضرت سے منھ لگا کر بدعقیدہ و بددین اپنے انجام کو پہنچے۔ یہ بھی اپنے وقت کا انتظار کریں۔

یہ وقت اور زمانہ کی نیرنگی ہے کہ پہلے کے لوگ اپنے پیش رووں کی گرد راہ کو سرمۂ نگاہ بنانے کی تمنا کرتے تھے۔ آج کے یہ کچھ نئی روشنی کے مارے ان کے نقوش فکر سے دور بھاگنے کے جتن کر رہے ہیں۔ مقلد ہونے کا دعویٰ رکھتے ہوئے تقلید کی زنجیر توڑ دینے کے درپے ہیں۔ خدانخواستہ اگر یہ مسلک اعلیٰ حضرت سے الگ ہو گئے تو پھر در در بھٹکنے، مارے مارے پھرنے کے سوا ان کے لئے کوئی چارہ نہ ہوگا۔ یہ مسلک اعلیٰ حضرت کی زنجیر ہے، جو اپنے ماننے والوں کو ہمیشہ باندھ کر رکھتی ہے۔ ایسے میں جو لوگ آزادی چاہتے ہیں وہ کیا کر رہے ہیں۔ سنئے! معروف محقق ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم کی زبان میں: لفظ بریلویت اور مسلک اعلیٰ حضرت کو لے کر بریلویوں کے درمیان کافی معرکہ آرائیاں ہوئیں ایک عہد نو کے پروردہ نے ماضی کے ان تمام اکابر علما کے خیالات کو جنہوں نے مسلک اعلیٰ حضرت کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ ان پر طعن اور تشنیع کے خنجر چلائے اور موجودہ دور میں مسلک اعلیٰ حضرت کے نعرے کو غیر ضروری قرار دے کر یہ ذہن دینے کی کوشش کی گئی کہ مسلک اعلیٰ حضرت کوئی جداگانہ مسلک ہے۔“ (حیات تاج الشریعہ ص ۱۷۳)

چونکہ مسلک اعلیٰ حضرت قرآن وحدیث کا حقیقی ترجمان، صحابہ وائمہ وفقہا کے اقوال و آثار کا سچا پاسبان اور مذہب اہل سنت و جماعت کا واقعی نگہبان ہے۔ اس لئے اس میں قدم قدم پر تنبیہ ہے، ہدایات کے سنگ میل ہیں، تو بھلا

مودودیت سے متاثر، ندویات سے مرعوب، پادریات کی چکا چوند کے دریوزہ گر وحید الدین خانیات کے الفاظی چٹخاروں کے دست نگر لوگ اسے کیسے گوارہ کریں؟ اور کچھ تو وہ کر نہیں سکتے بس یہ سوچ کر دل کو تسلی دے رہے ہیں اس میں عیب نکالو اور عیب کی اتنی تشہیر کرو کہ لوگ ہمارے جھوٹ کو سچ سمجھنے لگیں۔ اس مذموم کوشش کو کار خیر سمجھ کر ایسے ایسے لوگ، ایسے ایسے ادارے اور ایسی ایسی تنظیمیں جھوٹ کو سچ بنانے کی مہم انجام دے رہی ہیں کہ ان کی اس منحرفانہ روش پر بہت دیر تک یقین نہیں ہوتا اور جب یقین ہو جاتا ہے تو الٹے قدم فوراً لوگ پرانے آشیانے میں پناہ لے کر دارین کی عافیت محسوس کرتے ہیں اور اب تو جرات یہاں تک جا پہنچی ہے کہ یہ عاقبت نا اندیش لوگ حضور تاج الشریعہ پر ڈائریکٹ وار کر رہے ہیں۔

یہ لوگ خوب سمجھ رہے ہیں کہ اس وقت قافلہ سنیت کے سالار آپ ہی ہیں اور وہ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ ان لوگوں کی سالوں کی محنت پر جس شخصیت کی کسی جلسے میں ایک آدھ گھنٹہ کی آمد سے پانی پھر جا رہا ہے وہ صرف تاج الشریعہ کی ذات ہے۔ ایسے لوگوں کو ایک بار یاد دلا دوں کے حضور تاج الشریعہ اکابروں کی امانت اور مارہروی کرامت ہیں۔ ان کو زد میں لانے کی سعی نامحمود کرنے والے اپنی فکر کریں۔

ایسا نہیں ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت سے سچی ہمدردی رکھنے والے احباب دیکھ رہے ہوں اور چپ ہوں، نہیں ماشاءاللہ جب سے یہ خاموش کارزار شروع ہوا ہے تب سے دفاعی اقدام جاری ہے۔ ترکی بہ ترکی ان کا جواب دینے میں اپنے اپنے طور پر جو جہاں ہیں فکر مند ہیں اور کام میں لگے ہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت، صلح کلیت اور بریلویت جیسے عنوان پر درجنوں کتاب کی موجودگی اس کا بین ثبوت ہے۔

اس نکتے پر جب دوسرے اتنے حساس ہیں تو پھر تاج الشریعہ جن کے گھر کی یہ امانت ہے انہیں کتنا درد ہوگا، مگر حضرت کے مزاج میں تحمل کا جوہر ہے، قوت برداشت کی ایسی فراوانی ہے کہ بار بار طوفان آتا ہے، گزر جاتا ہے، آپ کی پیشانی پر وہی بشاشت کا نور رہتا ہے اور چہرے پر اطمینان کی جھلک۔ ''اپنی کلاہ کج ہے اسی بانکپن کے ساتھ'' کا مرقع کسی کو دیکھنا ہو تو وہ تاج الشریعہ کو دیکھ لے۔

باوجود یکہ آپ بالکل دینی، روحانی، خانقاہی، زندگی گزار رہے ہیں۔ مرنجان مرنج کی صفت سے آراستہ صرف مذہب اہلسنت و جماعت کی ترویج، اشاعت کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ ہاں صرف ایک بات ہے آپ کے اندر جس کا کوئی جواب کہیں نہیں ہے اور وہ ہے استقامت علی الشریعت، حق کو حق ہی کہنے کی عادت۔ حالات چاہے جتنے پیچیدہ ہو جائیں مگر اپنے موقف سے سر مو انحراف نہ کرنا، کسی بھی جدید مسئلے میں غور و خوض کے بعد فیصلہ صادر فرمانا اور فیصلہ فرما دینے کے بعد اس پر سختی سے عمل کرنا اور عمل کرانے کی فکر کرنا، اس چیز نے مفتی اعظم کی فقیرانہ دہلیز پر شاہوں کو جھکنے پر مجبور کیا۔ وہی چیز آج حضور تاج الشریعہ کے لئے لوگوں کے دلوں کے بند دروازے ان سے محبت کے لئے کھول رہی ہے۔ جوں جوں حالات ابتری کی طرف جا رہے ہیں آپ نے دفاعی سعی تیز کر دی ہے۔ اپنے بیان میں، نجی محفلوں

میں، اربابان دانش کے جھرمٹ میں، سوشل میڈیا میں، برملا اپنے احساس کا اظہار فرماتے ہیں ۔ سنیوں کو مسلک اعلیٰ حضرت سے دلی محبت کرنے اور اپنے مریدوں کو مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق زندگی گزارنے کی تلقین کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت کی نشرواشاعت کرتے رہنا ہی قرآن وسنت کا راستہ ہے۔ یہی صراط مستقیم ہے، حضور تاج الشریعہ کے اس بیانگ دہل احقاق حق اور ابطال باطل سے لوگ اب ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہورہے ہیں۔ اب تو اسلاف شناسی کے نام پر رضا ورضویات فراموشی، مسلک اعلیٰ حضرت، ذکر بریلی اور تذکرہ رضا سے کھلم کھلا لوگوں کو روکنے کی منظم تحریک چل رہی ہے۔ اگر یقین نہ ہوتو زمینی حقائق پر مبنی ذیل کا واقعہ پڑھئے اور پڑھ کر دوسروں کو سنایئے کہ لوگوں کی نظروں سے پردے اٹھ جائیں گے اور اسلاف شناسی کا حقیقی چہرہ سامنے آجائے گا۔ پڑھئے اور غور کیجئے کہ کتنی بڑی سازش مسلک اعلیٰ حضرت اور خانوادہ بریلی کے تعلق سے چل رہی ہے اور ہم ہیں کہ گلستاں کی ہوا دیکھ رہے ہیں۔ عتیق الرحمن مالیگاؤں لکھتے ہیں کہ:

"ہمارے قریب کے رشتے کی خالہ جو عالمہ ہیں اور مہاراشٹر کی مشہور مقررہ بھی، انہوں نے ہمیں طلب کیا۔ ہم ان کے مکان پر پہنچے۔ علیک سلیک خبر خیریت کے بعد انہوں نے بتایا کہ مدرسے میں یوپی بہار وغیرہ سے کچھ لوگ آئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ وہ لوگ اہل سنت میں بیداری پیدا کرنا چاہتے ہیں، اسلاف کرام کی خدمات کو جو دانستہ یا غیر دانستہ فراموش کیا جارہا ہے، اب اس پر روک لگانی ہے اور عوام اہل سنت کو اپنے ان اسلاف سے روشناس کرانا ہے، جنھوں نے اہل سنت کے لئے زریں خدمات انجام دیں۔ اسلاف شناسی کے عنوان سے کام کرنا ہے، میں نے کہا کہ اچھی سوچ ہے کہ عوام پر اسلاف کے کارنامے اجاگر ہونے چاہئیں۔ میں اس میں آپ کی کیا مدد کرسکتی ہوں۔ وفد کے ایک جوان نے کہا کہ آپ اچھی مقررہ ہیں، آپ کو اپنی تقریر میں ہمارے اسلاف کرام کی حیات وخدمات کو بیان کرنا ہے۔ میں نے کہا یہ تو ہمارا طریقہ ہے، ہم اسلاف کی تعلیمات ہی عام کر رہے ہیں۔ ہاں اس سے مزید اعلیٰ پیمانے پر کرنے کی ہم کوشش کریں گے۔ اس پر اس نے کہا، مگر پانچ سال تک آپ دیگر کسی موضوع پر تقریر نہیں کریں گی۔ بالخصوص مسلک اعلیٰ حضرت اور اہل بریلی کو موضوع سخن نہیں بنائیں گی۔ اس بات پر مجھے تشویش ہوئی میں نے کہا، ایسا ممکن نہیں ہے؛ مسلک اعلیٰ حضرت ہماری پہچان ہے اور میں اس پر نہ بولوں یہ ہو نہیں سکتا، تو آنجناب نے فوراً کسی صاحب کو فون کیا انہوں نے اپنا تعارف اس طرح دیا کہ یوپی کے فلاں شہر سے بات کر رہا ہوں، ہماری خانقاہ اہل سنت کے قدیم ترین

خانقاہوں میں سے ہے۔ اتنی اتنی سو سالہ ہماری تاریخ رہی ہے، آپ ہمارے مشن سے جڑ جایئے، ہماری تحریک کا کام کیجئے تو میں نے کہا کہ مجھے اسلاف کی خدمات پر کام کرنے میں کوئی اعتراض نہیں اور ہم الحمد للہ یہ کام کر رہے ہیں، مگر جو پابندی آپ لگا رہے ہیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت اور اہل بریلی پر آپ کو پانچ سال تک کچھ نہیں بولنا ہے، یہ تو سراسر زیادتی ہے اور یہ مجھے منظور نہیں۔ وہ سجادہ موصوف جو فون پر گفتگو فرما رہے تھے کہتے ہیں کہ جیسا وہ کہتے ہیں کیجئے، پانچ سال کی بات ہے اس کام کے عوض آپ کو ہر سال پانچ لاکھ روپے پہنچا دیئے جائیں گے۔ بہر کیف میں نے اس وفد کے ساتھ تعاون سے انکار کر دیا۔"

(الرضا پٹنہ جنوری فروری ص ۱۶)

اس متن پر جو تبصرہ عتیق الرحمن مالیگاؤں نے کیا ہے وہ بڑا ہی مبنی بر حقائق ہے، لکھتے ہیں:

"اللہ اکبر یہ ہیں نقلی اسلاف شناسوں کے اصلی چہرے، ہم بھی کہتے ہیں اسلاف شناسی ضرور عام ہو، مگر اس کی آڑ میں دیگر خانقاہوں یا بریلی شریف کی مخالفت کیوں کی جارہی ہے۔ کیا یہ اسلاف شناسی کے نام پر دھوکہ نہیں، کیا یہ اسلاف شناسی کے نام پر بریلی مخالفت کی پالیسی نہیں، کیا نام دیا جائے اس کا۔ بریلی کی شہرت کھٹکتی ہے۔ الحمد للہ بریلی اور اہل بریلی نے ایسی تحریکیں نہیں چلائیں کہ لوگوں کے پاس جا جا کر انہیں پیسوں کی لالچ دے کر رضویات اور بریلی یا اہل بریلی کی خدمات پر کام کرایا جائے۔ نہ بریلی اور اہل بریلی نے لوگوں کے ہاتھ پیر باندھ رکھے ہیں کہ ہمارے علاوہ کسی پر کام نہ کیا جائے۔ بریلی کی یہ شہرت جو آج اہل سنت کا شیرازہ بکھیرنے والوں کو کھٹک رہی ہے، یہ خداداد ہے، منجانب اللہ ہے، ہاں یہ کسی کے دبانے سے دبنے یا مٹنے کی چیز نہیں۔ اگر لوگ اسلاف شناسی میں اتنے ہی مخلص ہوتے تو انہیں اسلاف شناسی کے معاوضے نہیں دینے پڑتے اور نہ ہی بریلی کی مدح سرائی میں لوگوں کی زبانیں بند کروانا پڑتی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نام اسلاف شناسی کا دیا جارہا ہے مگر در پردہ بریلی اور اہل بریلی سے بیزاری کو فروغ دینا مقصد ہے۔"

("الرضا" پٹنہ جنوری، فروری ص ــ)

بالکل وہابیوں دیوبندیوں کی طرح یہ لوگ الگ الگ عنوان سے سامنے آتے اور بہت پر فریب انداز میں مدعا رکھتے ہیں اور بات نہ بنے تو یہودیوں عیسائیوں کی طرح روپے کی لالچ دیتے ہیں۔ دوسروں کی بات تو جانے دیجئے سوچئے خود اپنا ایمان بچانا کتنا مشکل ہو رہا ہے۔ ہزاروں رحمتوں کے پھول برسیں خاندان بریلی کی تربت پر جنہوں نے سر ہاتھ میں لے

کر ایمان بچانے کا حوصلہ بخشا اور عمر میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اللہ تعالیٰ حضور تاج الشریعہ کی کہ ایسے پر الم پر ستم دور میں آپ عالمی سنی مسلمانوں کی قیادت کا سچا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور مسلک یا لوازمات مسلک پر جب بھی کوئی انگلی اٹھاتا ہے تو بلا خوف لومۃ لائم وہی کہتے ہیں جو دین اور شریعت کا تقاضہ ہوتا ہے۔ بروقت ٹوکتے ہیں، تنبیہ فرماتے ہیں اور حق وصحیح کی منزل کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ابھی دو سال ہوئے ۱۶۔۱۷ اپریل ۲۰۱۴ء کو مسجد اعظم اللہ آباد میں حضرت علامہ مفتی محمد عاشق الرحمن صاحب حبیبی کے اہتمام میں بڑا تاریخی فقہی سیمنار ہوا، اپنے زعم پندار میں گرفتار کچھ مفتیوں نے یہ شوشہ چھوڑا تھا کہ مسلک اعلیٰ حضرت صرف عقائد کو محیط ہے۔ عمل اس میں داخل نہیں ہے، جب یہ سوال سیمنار میں پیش ہوا جس میں ایک سو پچاس سے زیادہ علما اور ستر سے زیادہ مفتیان کرام موجود تھے تو حضور تاج الشریعہ کی طرف سے یہ اعلانیہ جاری ہوا کہ:

"مسلک اعلیٰ حضرت سے مراد وہ اعتقادات اور اعمال ہیں جن کی آئینہ دار تصانیف اعلیٰ حضرت ہیں، ان سے انحراف کی اجازت نہیں دی جائے گی، سوائے اس صورت کے جبکہ فروع فقہیہ میں سے کسی مسئلے پر حکم کی تبدیلی کے لئے معتمد عصر اساطین مسلک اعلیٰ حضرت کے روبرو تحقق ضروریات یا حاجت کے ثبوت کے بعد طریقہ تغیر کے جواز پر کئے ہوئے استدلال کو ثابت کر دیا جائے۔"

یہ ایسا فقہی تازیانہ تھا کہ پھر اس کے بعد "کوئی جانے منھ میں زباں نہیں" کی کیفیت طاری ہوگئی۔ شاید ایسی ہی ضروری تنبیہات وہدایات کی وجہ سے لوگوں کی پیشانیاں شکن آلود ہیں اور وہ اس جھنجھلاہٹ میں گرفتار ہیں کہ ان کے منصوبے خاک بسر کیوں ہو جاتے ہیں اور ان کے منظم اقدامات پر قدغن کیوں لگائی جاتی ہے

اس تناظر میں آج ملک کا جو مذہبی منظر نامہ ابھر کر سامنے آرہا ہے وہ اندیشہ ہائے دور از کار کا حامل نظر آتا ہے۔ خانقاہوں میں تفقہ اور شخصیات میں تدبر کے فقدان کی وجہ سے اس وقت بہت سی خانقاہیں اور شخصیات بریلی کے مد مقابل متحد ہو رہی ہیں، انہیں اپنے تشخص اور شناخت کی کوئی فکر نہیں ہے اور نہ اس کا غم ہے کہ اس کا نتیجہ ملت کے لئے کتنا بھیانک نکلے گا۔ اس سے اور جو کچھ ہوگا وہ تو آنے والا وقت بتائے گا تاہم مسلک اعلیٰ حضرت سے صرف نظر کرنے کا جو عمومی نتیجہ نکلے گا وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس سے صلح کلیت کا بھلا ہوگا۔ علی الاتفاق لوگ کہیں گے کہ یہ عہد کہن کے پروردہ اور عہد نو کے پرداختہ حضرات صلح کلیت کے نمائندہ مبلغ، کارگزار اور داعی ہیں۔ اس سے انارکی آئے گی، خود غرضی، خود پسندی اور خود رائی کا ماحول بنے گا پھر امان ایسے اٹھ جائے گا کہ لوگ قیامت کو یاد کرنے لگیں گے۔

ہزاروں احسانات پر حضور تاج الشریعہ کا یہ احسان تنہا بھاری ہے کہ وہ غلط فہمی، غلط روی اور غلط اقدامی پر ٹوکتے، روکتے اور مفید مشورہ دیتے ہیں۔ کوئی تو ہے جو چراغ راہ لئے منزل کی رہنمائی کر رہا ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یاران

میکدہ اپنا احتساب کرتے، مگر یہ منفی سوچ کا خمیازہ ہے جو نہیں اپنا محاسبہ کرنے نہیں دیتا یہاں تک کہ وہ الٹا بریلی کے خلاف محاذ آرائی کرنے لگتے ہیں اگر بریلی کے خلاف تمام آزاد خیال متفق ہو رہے ہیں تو ہو جائیں۔ بریلی تنہا بھی رہے گا تو سواد اعظم ہی رہے گا۔ اگر تاج الشریعہ کے خلاف فضا بن رہی ہے تو بن جائے، تاج الشریعہ ہر حال میں پیش لفظ، دیباچہ اور مقدمہ ہی رہیں گے، امر بالمعروف ان کا منصبی فریضہ ہے اسے وہ ادا کرتے ہی رہیں گے، مولانا شہاب الدین رضوی لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ امت محمدیہ علیٰ صاحب الصلوٰۃ والسلام تمام دوسری امتوں سے اس لئے ممتاز ہے کہ یہ بھلائی کا حکم دیتی اور برائی سے روکتی ہے، اس لئے امت محمدیہ کی یہ خصوصیت برقرار ہے اور آپ (تاج الشریعہ) اپنے تمام معاصر علما اور مشائخ میں فوقیت رکھتے ہیں کہ جب ممبئی میں سنی، شیعہ، بوہرہ، خوجہ، غیر مقلد، ندوی، دیوبندی اور جماعت اسلامی وغیرہ باطل فرقوں سے اتحاد کیا گیا تو آپ نے اس کی شدت سے مخالفت کی۔ اتر پردیش میں جب سیاسی طور پر اتحاد و محبت کی فضا ہموار کی جارہی تھی اور اس روش خام کو عین اسلام بتایا جارہا تھا تو آپ نے مخالفت کر کے اس اتحاد کے شیرازے کو منتشر کر دیا۔ کراچی اور لندن میں بھی وہابی سنی کو سیاسی اور بین الاقوامی مسائل کے نام پر ایک پلیٹ فارم پر لانے کی بات ہو رہی تھی تو آپ نے اس اتحاد امت کے متعلق فرمایا تھا کہ حق اور باطل کا اتحاد صبح قیامت تک نہیں ہو سکتا۔ آزاد انٹر کالج بریلی میں 'آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ' نے 'عظمت مصطفیٰ کانفرنس' ۲۰۰۲ء کا انعقاد کیا تھا حضرت نے ہزاروں کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں اور وصیت کرتا ہوں کہ مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہنا وہابیوں اور دوسرے فرقوں سے میل جول، کھانا پینا یا کسی طرح کا اتحاد جائز نہیں ہے۔ ان فرقہ ہائے باطلہ سے تا قیامت اتحاد نہیں ہو سکتا، میرے خاندان کے لوگ ہوں یا میرا بیٹا ہی کیوں نہ ہو اگر آپ دیکھیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت سے ہٹ گیا ہے تو دودھ سے مکھی کی طرح نکال باہر کر دیں۔ یہ تیور مومن کامل کے ایمان کا پتہ دے رہا ہے اور آپ کا یہ تیور صرف اپنے گھر تک محدود نہیں بلکہ یہ ایمانی نشہ ہر وقت آپ پر طاری رہتا ہے جو خمار اپنے ملک میں، وہی خمار بیرون ملک بھی نظر آتا ہے۔ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ میں 'الھدیٰ' ابو ظہبی نے خصوصی نمبر شائع کیا جس میں یہ لکھا تھا کہ بریلویت ایک نیا فتنہ ہے، تاج الشریعہ کو یہ خبر پڑھ کر شدید بے چینی ہوئی آپ نے متحدہ عرب امارات سے

شائع ہونے والے گیارہ ملکی اخبارات سے رجوع کیا اور روزنامہ 'الھدیٰ' کا جواب عربی میں لکھ کر شائع کرایا اور پھر باضابطہ طور پر ایک مہم چلائی تاکہ ان اخبارات پر دباؤ بنے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مسلک کو بدنام کرنے والوں کی سازش ناکام ہو جائے ،حضرت نے ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں دستخطی مہم کی اپیل بھی جاری کی۔''

(حیات تاج الشریعہ ص ۸۶)

ہزاروں علماء کا فرمان ایک طرف اور حضور تاج الشریعہ کا فرمان ایک طرف اور اگر نتیجہ کے اعتبار سے غور کیا جائے تو ہزاروں لوگوں کی محنت اتنی کارگر نہیں ثابت ہوتی جتنی حضور تاج الشریعہ کی توجہ کارگر ثابت ہو رہی ہے۔آپ کے فرمودات، ارشادات اور احکامات انقلابی طوفان لے کر نمودار ہوتے اور نسیم سحر کا جھونکا عطا کر کے سرشاری میں شرابور کر دیتے ہیں، اس لئے جلسے وغیرہ میں حضرت کی زبان سے نکلے ہوئے دو بول سننے کے لئے لوگ مضطرب رہتے ہیں اور اتنے جذباتی ہو کر سنتے ہیں کہ داد وتحسین کی صداؤں سے مجلس گونجنے لگتی ہے، گویا جو آپ بول دیں وہ انمول ہے جو کہہ دیں وہ انمول ہے اور جو لکھ دیں وہ انمول ہے۔حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت تاج الشریعہ کے علمی مقام ومرتبہ کو اجاگر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ حضرت کے آثار علمیہ کو محفوظ کیا جائے اور انہیں ڈھنگ سے شائع کیا جائے، بالخصوص حضرت کی عربی تصانیف مثلاً 'الحق المبین'، 'مراۃ النجد یہ' وغیرہا کو عالم عرب میں پھیلایا جائے تاکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے تعلق سے جو غلط فہمیاں پھیلائی جا چکی ہیں ان کا زیادہ سے زیادہ تدارک کیا جا سکے میری ایک رائے یہ بھی ہے کہ مسلک اہل سنت وجماعت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت اور بریلی کے تعلق سے جو غلط پروپگنڈے عالمی پیمانے پر ہو رہے ہیں ان سب کا یکجا جواب حضرت کے ارشادات پر مبنی اردو، انگریزی اور عربی میں شائع کیا جائے ،خانوادہ کے باہر کے افراد جو جوابات دے رہے ہیں اس کے مقابلے حضرت تاج الشریعہ کی تحریریں زیادہ موثر ثابت ہوں گی اور مخالفین کا جھوٹ اچھی طرح طشت از بام ہوگا۔''

(حیات تاج الشریعہ ص ۱۱۶)

بریلی، افراد بریلی اور افکار بریلی پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ حسد کی آگ میں جلنے کی وجہ سے ہو رہا ہے۔لوگ بغض وکینہ میں چور ہو کر چاہے جو کریں، جو لکھیں، بریلی چوں کہ حق کا آئینہ دار اور سچائی کا علم بردار ہے اس لئے جس طرح شیشے پر غبار زیادہ دیر نہیں ٹھہرتا، آئینہ بریلی پر غیروں کا چڑھایا ہوا غبار بھی صاف ہوتا رہا ہے اور صاف ہوتا رہے گا۔کسی بڑی سے بڑی خانقاہ میں یہ پاس داری نہیں کہ سب کو یکساں نظر سے دیکھا جائے ، یہ خوبی صرف خانقاہ بریلی کی ہے جس کی زندہ

تصویر تاج الشریعہ کی ذات ہے۔ غلطی چاہے کوئی کرے کوتاہی چاہے جس سے ہو، اپنا ہو یا بے گانہ تاج الشریعہ کی منصفانہ نظر میں سب ایک ہیں، سب کے ساتھ یکساں سلوک ہے، وہ دوسرے لوگ ہیں جو مریدوں کا چہرہ دیکھ کر فیصلہ کرتے ہیں اور یہ تاج الشریعہ ہیں جو شریعت کا چہرہ دیکھ کر فیصلہ کرتے ہیں۔ اس پس منظر میں یہ واقعہ پڑھئے:

"دوبئی میں عبدالرزاق نامی ایک شخص جو سونے کا بہت بڑا تاجر ہے سیکڑوں لوگ اس کے یہاں کام کرتے ہیں۔ بلاشبہ وہ تاجر کھرب پتی ہے وہ تاج الشریعہ کے مریدوں میں سے ہے، دوبئی کے قیام کے دوران وہ حضرت سے ملنے آیا کسی شخص نے حضرت تاج الشریعہ سے یہ بتا دیا کہ ان کے یہاں تراویح کی امامت کوئی دیوبندی یا وہابی کرتا ہے اتنا سننا تھا کہ تاج الشریعہ کے جلال کا عالم نہ پوچھئے اس شخص سے مصافحہ نہیں کیا کافی دیر تک آپ شرعی تنبیہ فرماتے رہے۔ آخر کار اس نے معذرت کی، توبہ کیا اور عذر پیش کیا کہ ہمیں اس بات کا علم نہیں ہے۔ ہماری کمپنی میں سیکڑوں لوگ کام کرتے ہیں اس لئے ہمیں نہیں معلوم ہو سکا کہ کون امامت کرتا ہے انشاء اللہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ جب سب کے سامنے اس نے توبہ کیا تو حضور تاج الشریعہ نے اسے نرمی سے سمجھایا اور عقائد وہابیہ سے آگاہ کیا اور اس کے سامنے مسائل شرعیہ پیش کیا وہ شخص عجز و انکساری کا مجسمہ بنا رہا، موقع پا کر اس نے عرض کیا، حضور غریب خانے پر تشریف لے چلیں تو حضرت نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ اس بار میں نہیں جا سکوں گا اگر تم توبہ پر قائم رہے تو آئندہ سفر میں ضرور چلوں گا، حالاں کہ اس سے پہلے کئی بار اس کے گھر جا چکے تھے۔"

(کرامات تاج الشریعہ ص ۱۴۷)

یہ ہے شریعت پر استقامت اور صحیح معنی میں مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت، سچی بات یہ ہے کہ کوئی دوسرا پیر ہوتا تو مصلحت اور درگزر سے کام لیتا، یہ تاج الشریعہ کا دربار ہے جہاں ساری مصلحتیں شریعت کی عظمت پر قربان ہیں، عموماً لوگ آج کل مالدار مریدوں کی پیشانی دیکھتے ہیں کہ کہیں کوئی بل تو نہیں ہے، اور یہ تاج الشریعہ ہیں جو یہ دیکھتے ہیں کہ کسی کی پیشانی پر بل پڑے تو پڑے کتاب و سنت کی پیشانی پر بل نہ پڑے۔ یہ شریعت مطہرہ سے آپ کے کامل محبت کی دلیل ہے کہ کسی بھی حال میں کبھی بھی شریعت کا علم نیچے نہیں ہونے دیتے بلکہ جب جب دامن شریعت کو شریعت سے وفاداری کے دعویٰ داروں نے غیر شعوری ہی سہی، داغدار کرنے کی کوشش کی تو آپ نے اپنا دامن بڑھا کر شریعت کا دامن بچالیا۔

شریعت کے متواتر اور متوارث مسائل میں نرمی و نزاکت پیدا کرنے اور مصلحت کی دعوت دینے کی وجہ سے آج پوری سنیت خطرے میں ہے، لوگ کچھ نہیں کرتے اگر خاموش بھی رہ جاتے تو آج صلح کلیت کی جو گرم بازاری ہو رہی ہے ہر گز

نہیں ہو پاتی ۔ان لوگوں کی غیر سنجیدہ حرکات سے ہی صلح کلیت کی اصطلاح آج عام ہورہی ہے مگر غلامان تاج الشریعہ سلامت رہیں کہ جب جب شریعت پر آنچ آئی ہے ،یہی دیوانے فرزانے کے روپ میں آگے بڑھے اور ان کے قلم کا رخ اور فکر کا قبلہ تبدیل کر دیا ہے۔

آج جب حالات قابو سے باہر ہو رہے ہیں تو یہی دیوانے سر سے کفن باندھ کر دین کی حفاظت کے لئے میدان فکر وعمل میں ڈٹے ہیں اور انہوں نے تحفظاتی اقدام کی رفتار تیز کر دی ہے ۔آج تحفظ شریعت کے نام سے جتنے چراغ جل رہے ہیں ان میں لو مسلک اعلیٰ حضرت کی اور روشنی تاج الشریعہ کی ہے، اتنا کہنے سننے اور افہام وتفہیم کی اتنی مخلصانہ کوششوں کے باوجود جو لوگ نہیں سمجھ پا رہے ہیں ان کے تعلق سے ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ان سے خدا سمجھے۔

فریب دہندگی اور فریب خوردگی کا ایسا ماحول بن گیا ہے کہ دن کے اجالے میں ،ہم دیکھ رہے ہیں کہ کچھ لوگ اپنے آپ کو تاج الشریعہ کا مرید، عقیدت مند اور وفادار سمجھتے اور کہتے ہیں، جلسے وغیرہ میں تاج الشریعہ کے نام کا فلک شگاف نعرہ لگاتے ہیں، پروانہ وار تاج الشریعہ کے جلسے میں شریک ہوتے ہیں، مگر دوسری طرف تاج الشریعہ کے باغیوں سے دوستانہ مراسم بھی رکھتے ہیں ،ان کے حاسدوں سے ربط وضبط بھی بنائے ہوئے ہیں، ان کی شان میں کانا پھوسی کرنے والوں سے ان کی رفاقت اور مصاحبت بھی ہے، ایسے دورخی پالیسی کے خوگروں کے لئے باب العلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول آئینۂ حق نما، چشم کشا اور بصیرت افروز ہے،

آپ فرماتے ہیں:

"دشمن تین طرح کے ہوتے ہیں (۱) اپنا دشمن (۲) اپنے دوست کا دشمن (۳) اپنے دشمن کا دوست"

اگر تاج الشریعہ سے آپ کو سچی محبت کا دعویٰ ہے تو تقاضائے محبت یہ ہے کہ آپ ان کے باغیوں کو اپنا باغی، ان کے حاسدوں کو اپنا حاسد یقین کریں ورنہ حضرت علی کا قول، قول فیصل ہے۔ دنیا کے ہر دعوائے محبت کے لئے یہ قول معیار ہے اس پر اپنے آپ کو دیکھنا اور پرکھنا چاہئے کہ محبت کا دعویٰ کر کے ہم جھوٹے تو نہیں ثابت ہو رہے ہیں اور یہی مسلک اعلیٰ حضرت ہے کہ محبت ہو تو اللہ کے لئے اور عداوت ہو تو اللہ کے لئے ۔ اللہ کے دوستوں سے سچی دوستی اور اللہ کے دشمنوں سے سچی دشمنی کمال ایمان کی دلیل ہے۔ وہ سب اللہ کے دوست ہیں جو اللہ کے دوستوں سے دوستی کرتے ہیں اور وہ اللہ کے دشمن ہیں جو اللہ کے دوستوں سے دشمنی کرتے ہیں یا دشمنی کرنے والوں کا ساتھ دیتے ہیں۔

آدمی کو اپنے موقف کا اظہار کھل کر کرنا چاہئے۔ آدھا اِدھر آدھا اُدھر والی پالیسی شخصیت کو مشکوک بنائے رکھتی ہے۔ ایسے شخص سے دونوں کا اعتماد اٹھ جاتا ہے، دورنگی اسلامی سیاست نہیں، ہمہ رنگی میں یک رنگی، اسلامی سیاست ہے۔ لوگ نہیں سمجھتے کہ اس دورنگی سے فتنۂ صلح کلیت کی نشوونما ہوتی ہے جو دور حاضر کا سب سے بھیانک خطرہ ہے، بھیانک اس لئے کہ دوسرے جتنے فرقے ہیں وہ دور سے پہچانے جاتے ہیں، مگر صلح کلی تو ہم میں رہ کر ہمارے لئے معمہ بنا ہوا ہے۔ ہمارے ساتھ ہی اٹھتا بیٹھتا اور کھاتا پیتا ہے، اس لئے الگ

ے ابھی اس کا علامتی نشان نہیں، ہاں یہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب اکابر وہابیہ، دیابنہ کے کفر کی باتیں ہوتی ہیں، ان کے ارتداد پر بحث چھڑتی ہے اس وقت اس کا چہرہ دیکھنے کے لائق ہوتا ہے، ایک رنگ آتا ہے اور ایک رنگ جاتا ہے، بہت کشمکش اور گھٹن اس وقت وہ محسوس کرتا ہے جس کا اثر اس کے چہرے بشرے پر نمایاں ہوتا ہے۔ اضطراب پیشانی کی شکن سے ٹپکتا ہے اور ناگواری اس کی ہیئت سے جھلکتی ہے۔ دوسری چیز یہ کہ یہ بلا تکلف کسی بھی امام کی اقتدا کر لیتا ہے اور کبھی کبھی تو تقلید کو نفاق خفی سمجھتے ہوئے تقلید کا قلادہ گردن سے اتار پھینکتا ہے اب نہ وہ حنفی رہتا ہے نہ شافعی، نہ مالکی رہتا ہے نہ حنبلی، سیدھا غیر مقلد ہو جاتا ہے۔ اس طرح ٹھپلے کھانا اور در در بھٹکنا اس کا مقدر ہو جاتا ہے یہ سب علاماتی کیفیات جب کسی میں ظاہر ہوتے ہیں تب لوگ سمجھتے ہیں کہ ادھر والا نہیں رہا اُدھر والا ہو گیا۔ ایسے میں نہ وہ نبی کا وفادار رہ جاتا ہے نہ امتی کا، حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

صلح کلی نبی کا نہیں دوستو!
سنی مسلم ہے سچا نبی کے لئے

حق اور سچ یہ ہے کہ عصر حاضر میں جو شخصیت وہابیت کے طوفان، دیوبندیت کی آندھی اور صلح کلیت کے سامنے سد سکندری بن کر سب کو تحفظ فراہم کر رہی ہے وہ صرف تاج الشریعہ کی ذات ہے۔ یہ حقیقت اب ڈھکی چھپی نہیں رہی، جو بھی مسلک اعلیٰ حضرت سے منھ موڑتا ہے سب سے پہلے وہ صلح کلیت کے کنویں میں گرتا ہے بعد میں ترقی کر کے جو چاہے بنے۔ دیوبندی بنے، وہابی بنے، قادیانی بنے، چکڑالوی بنے، مگر اتنا یاد رکھئے وہ کچھ بھی بن سکتا ہے لیکن جو بننا آخرت کی فلاح کا ضامن ہے وہی نہیں بن سکتا۔ بنے گا کیسے کہ آخرت کی نجات کا دارومدار تو عقیدہ اہل سنت و جماعت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے قائم رہنے پر ہے اور یہی روح اس سے نکل جاتی ہے۔ اب وہ سب کچھ رہتا ہے سنی صحیح العقیدہ نہیں رہتا۔

جس حرکت وعمل سے عقیدہ کا تاج محل محفوظ نہ رہے آدمی خوش گمانی میں اچھے اعمال کی پابندی کے بعد بھی جہنمی بن رہا ہو۔ وقت، محنت، پیسہ سب برباد ہو رہے ہوں ایسے میں ہر آدمی کی اولین ترجیح یہ ہونی چاہئے کہ وہ صدق و کذب کو پہچانے، نور و ظلمت میں تمیز کرے اور حسن و قبح میں کچھ فرق سمجھ میں آ جائے تو یکلخت اپنا قبلہ بدل دے، اس خیال سے یکسر دور ہو جائے، اپنے دوستوں کو بھی دور کرنے کی کوشش کرے، آپ کے طرز زندگی سے آپ کے بے داغ دامن پر صلح کلیت کا داغ نہ لگنے پائے۔

صلح کلیت کی جن نشانیوں کی میں نے اوپر نشاندہی کی ہے ان نشانیوں کو ہمیشہ ذہن میں رکھئے اس سے آسان پہچان آج کے دور کے لئے آپ سب کی بھلائی اور بھائی چارگی کی خاطر عرض کر دوں، وہ یہ کہ اعلیٰ حضرت کے دور میں حضرت علامہ قادر بخش سہسرامی علیہ الرحمہ سے کسی نے پوچھا کہ سنی اور وہابی کے درمیان جو فرق ہے اس کو ایسے سادہ انداز میں بیان کر دیں کہ سب لوگوں کی سمجھ میں آ جائے تو حضرت موصوف نے برجستہ فرمایا تھا کہ جس آدمی کے بارے میں یہ سمجھنا ہو کہ یہ سنی ہے یا وہابی تو اس کے سامنے

اعلیٰ حضرت کا ذکر چھیڑ دو اعلیٰ حضرت کا ذکر سن کر چہرہ مسرت سے کھل اٹھے تو سمجھ لینا کہ وہ سنی ہے، اپنا ہے اور اگر اعلیٰ حضرت کا نام سن کر چہرے پر ناگواری کا اثر ظاہر ہو تو سمجھ لینا کہ وہابی ہے، بیگانہ ہے۔

بالکل یہی حال آج ہمارے دور کا ہے سنی اور صلح کلی کو آج لوگ گڈمڈ کر دینے کی فکر میں ہیں۔ ایسے میں آج اگر کوئی سنی اور صلح کلی کا فرق سمجھنا چاہے تو بلا تامل عرض کر دوں کہ اس آدمی کے سامنے حضور تاج الشریعہ کا ذکر چھیڑ دیجئے، اگر چہرے پر بشاشت کی کرن نظر آئے تو سمجھ جایئے کہ سنی ہے اور چہرے کا جغرافیہ بدل جائے تو فیصلہ کر لیجئے کہ وہ صلح کلی ہے اور حاصل کلام کے طور پر عرض کر دوں کہ جب دنیا میں نمرودیت پھیلی تو خدا نے اپنا دین بچایا حضرت خلیل اللہ کے ذریعہ، جب فرعونیت پھیلی تو خدا نے اپنا دین بچایا حضرت کلیم اللہ کے ذریعہ، جب بوجہلیت پھیلی تو خدا نے دین بچایا سید الانبیا کے ذریعہ، جب یزیدیت پھیلی تو خدا نے اپنا دین بچایا سید الشہدا کے ذریعہ اور اگر ماضی قریب میں جھانک کر دیکھیں تو جب دنیا میں الحادیت پھیلی تو خدا نے اپنا دین بچایا مجدد الف ثانی کے ذریعہ، جب دنیا میں وہابیت پھیلی تو خدا نے اپنا دین بچایا امام احمد رضا کے ذریعہ اور جب دنیا میں لاقانونیت پھیلی تو خدا نے اپنا دین بچایا مفتی اعظم کے ذریعہ، اور آج جب دنیا میں صلح کلیت پھیل رہی ہے تو خدا اپنا دین بچا رہا حضور تاج الشریعہ کے ذریعہ۔

اعلیٰ حضرت کے تفقہ، حجۃ الاسلام کے تدبر، مفسر اعظم کی نکتہ آفرینی اور مفتی اعظم کے جلوہ تصوف کا نام تاج الشریعہ ہے، اس دور کے امیر المومنین کا نام تاج الشریعہ ہے اور میرا وجدان بولتا ہے کہ آج مسلک اعلیٰ حضرت کا نام تاج الشریعہ ہے۔



مولانا محمد قمر الزماں مصباحی، مظفر پوری

حضور تاج الشریعہ ایک عبقری شخصیت

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں قادری مدظلہ النورانی اپنے نام اور کام کسی بھی جہت سے محتاج تعارف نہیں، عوام کا مجمع ہو یا مشائخ وعلما کی انجمن ہر جگہ انفرادیت ان کی جبین حیات کا بوسہ لیتی ہے اور ؎

کون اس باغ سے باد صبا جاتا ہے
رنگ رخسار سے پھولوں کے اڑا جاتا ہے

کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے حضور تاج الشریعہ علمائے عصر، فقہائے زمانہ، مشائخ وقت میں ممتاز و یگانہ اور اپنے اجداد کرام کے علم وعمل کے مکمل عکس جمیل ہیں۔

آپ کی ولادت باکرامت ۲۵؍ ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳؍ نومبر ۱۹۴۳ء بروز منگل محلہ سوداگران بریلی شریف میں ہوئی، اسماعیل رضا نام قرار پایا، محمد نام پر عقیقہ ہوا اور عرف میں اختر رضا سے مشہور ہوئے، آپ نے ناظرہ قرآن شریف اور اردو کی تعلیم اپنی والدہ محترمہ سے لی، والد گرامی حضرت مفسر اعظم بھی کبھی کبھی آپ کی اردو اور ناظرہ سن لیا کرتے تھے جب ناظرہ اور اردو کی ابتدائی تعلیم مکمل ہوگئی تو دار العلوم منظر اسلام میں باضابطہ داخل کرادیا آپ کے اساتذہ کرام میں حضور مفتی اعظم، حضور مفسر اعظم حضور محدث اعظم بہار علامہ احسان علی، بحر العلوم سید افضل حسین مونگیری، فضیلۃ الشیخ محمد سماحی شیخ الحدیث والتفسیر مصر، علامہ الشیخ عبد الغفار جامعہ ازہر مصر اور مولانا تسنیم حامدی کے نام قابل ذکر ہیں۔

۱۹۶۳ء میں آپ جامعہ ازہر قاہرہ مصر تشریف لے گئے وہاں شعبہ ''کلیہ اصول الدین'' میں داخلہ لیا اور تین سال تک نہایت محنت ولگن اور انہماک سے تعلیم حاصل کرتے رہے، جامعہ ازہر کے سال دوم سالانہ امتحان میں آپ پورے جامعہ ازہر میں امتیازی نمبر سے کامیاب ہوئے اور اپنی ذہانت وفطانت کی وجہ سے تمام طلبہ پر سبقت لے گئے۔ اس خبر کو ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' کے ایڈیٹر نے ''کوائف آستانہ رضویہ'' کے عنوان سے شائع کیا ہے لکھتے ہیں:

''نبیرہ اعلیٰ حضرت و حجۃ الاسلام علیہما الرحمہ اور حضرت مفسر اعظم کے فرزند دلبند مولانا اختر رضا خاں نے عربی میں بی اے کی سند فراغت نمایاں اور ممتاز حیثیت سے حاصل کی۔ مولانا

اختر رضا خاں صاحب نہ صرف جامعہ ازہر مصر بلکہ پورے مصر میں اول نمبروں سے پاس ہوئے، مولیٰ تعالیٰ ان کو اس سے زیادہ بیش از بیش کامیابی عطا فرمائے اور انہیں خدمات کا اہل بنائے اور صحیح معنوں میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے جانشین کہے جائیں، اللھم زد فزد۔"

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت ۱۹۶۵ء/ ۱۳۸۵ جمادی الاولیٰ)

اسی سال ۱۱ر صفر المظفر ۱۳۸۵ھ/ ۱۲ جون ۱۹۶۵ء کو آپ کے والد گرامی حضور مفسر اعظم کا وصال ہوا، انتقال کی خبر وحشت اثر سن کر دل پاش پاش ہوگیا اور غم سے اس قدر نڈھال ہوگئے کہ برجستہ چند اشعار درد کی صورت زبان پر آگئے ؎

کس کے غم میں ہائے تڑپتا ہے دل
اور کچھ زیادہ امنڈ آتا ہے دل
ہائے دل کا آسرا ہی چل بسا
ٹکڑے ٹکڑے اب ہوا جاتا ہے دل
اپنے اختؔر پر عنایت کیجئے
میرے مولیٰ کس کو بہکاتا ہے دل

جامعہ ازہر قاہرہ مصر میں آخری سال کے فائنل امتحان میں بھی پورے جامعہ میں پھر سے اول پوزیشن حاصل کی اور جب ممتحن نے معلومات عامہ کا امتحان لیا تو انہیں بھی حیرت میں ڈال دیا، ۱۹۶۶ء میں فراغت کے بعد جب جامعہ ازہر مصر سے ہندوستان واپسی کی خبر آئی تو اہل خانہ کے ساتھ پورے شہر بریلی میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی اور ہر دل فرحت ومسرت سے جھوم اٹھا۔ آپ کی آمد پر ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" میں جناب امید صاحب رضوی بریلوی کے قلم حقیقت رقم سے جو رپورٹ شائع ہوئی وہ نذر قارئین ہے:

"گلستان رضویت کے مہکتے پھول، چمنستان اعلیٰ حضرت کے گل خوش رنگ جناب مولانا محمد اختر رضا صاحب ابن مفسر اعظم علیہ الرحمہ ایک عرصہ دراز کے بعد جامعہ ازہر مصر سے فارغ التحصیل ہوکر ۱۷ر نومبر ۱۹۶۶ء کی صبح کو بہار افزائے گلشن بریلی ہوئے، بریلی جنکشن پر متعلقین ومتوسلین، اہل خاندان اور علمائے کرام وطلبہ دار العلوم منظر اسلام کے علاوہ بے شمار معتقدین حضرات نے (جن میں بیرون جات خصوصاً کانپور کے احباب بھی شامل تھے) حضرت مفتی اعظم مدظلہ کی سرپرستی میں شاندار استقبال کیا اور صاحبزادہ موصوف کو خوش رنگ پھول کے گجروں اور ہاروں کی پیش کش سے اپنے والہانہ جذبات وخلوص اور عقیدت کا اظہار کیا۔" (ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" دسمبر ۱۹۶۶ء)

۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۷ء سے آپ نے دار العلوم منظر اسلام میں باضابطہ درس وتدریس شروع کردی اور مسلسل بارہ سال تک تشنگان علوم کی پیاس بجھاتے رہے، آپ کی درس گاہ کے انداز تدریس کا نقشہ جماعت اہل سنت کے معروف محقق، آبروئے قلم اور آپ کے تلمیذ وخلیفہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب قبلہ نے یوں کھینچا ہے، لکھتے ہیں:

"مجھے ان کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔

بڑے فخر سے کہتا ہوں کہ میں نے ان سے دو کتابیں 'ازہار العرب' اور 'نخبۃ الفکر' پڑھی ہیں مجھے خوب یاد ہے کہ جب وہ 'ازہار العرب'، پڑھاتے تو پہلا تاثر یہ ابھرتا کہ ہم کسی ہندی عالم سے نہیں خالص عرب نژاد عالم سے مصری لب ولہجہ میں درس لے رہے ہیں اور معاً یہ خیال سطح ذہن پر ابھرتا کہ ان کے اسلوب میں اتنی کشش، اتنی دلکشی، اتنی مٹھاس اور مقناطیسیت ہے تو پھر افصح العرب والعجم، جوامع الکلم حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلوب بیان کس قدر پرتاثیر ہوگا اور دوسرا تاثر یہ سامنے آتا کہ انہیں نادر الفاظ کے معنیٰ کے لئے کتب لغت کی حاجت نہیں، عربی الفاظ کے معانی مختلف تعبیر کے ساتھ جیسے منتظر ہوں کہ یہ لب کھولیں اور ہم برسیں اور جب 'نخبۃ الفکر' پڑھاتے تو چودھویں صدی کے عبقری العصر اسلامی مفکر اور فقہ حنفی کے امام اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کی یاد افق خیال پر نازک خرامی کرتی ہوئی ہوتی اور دل پکار اٹھتا کہ زبان ان کی ہے اور فیضان امام احمد رضا کا۔" (تجلیات تاج الشریعہ ص ۱۷۳)

درس حدیث کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے سید وجاہت رسول قادری پاکستان لکھتے ہیں:

"فقیر نے قیام بریلی کے دوران تین دن دورۂ حدیث کے اختتامی ایام میں آپ سے درس حدیث سماعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے جس طرح طلاقت زبان اور سلاست وروانی کے ساتھ عربی میں احادیث کے مطالب ومعانی بیان کئے، متن حدیث پر جرح کی، اسرار ورموز اور نکات کی تشریح کی اور اشکال رفع فرمایا اس سے علم حدیث اور اصول حدیث پر آپ کی کامل دسترس، وسعت مطالعہ اور عربی لغت اور صرف ونحو پر عبور کا اندازہ ہوتا ہے۔ درس حدیث سماعت کرتے وقت ایسا محسوس ہوتا کہ امام الشیخ احمد رضا خاں محدث بریلوی اور ان کے صاحبزادگان، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خاں اور حضور مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہم رحمۃ واسعۃ کا فیضان ان کے قلب وزبان پر جاری ہے، انداز تکلم ایسا حسین کہ دل چاہ رہا تھا یہ بولتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔"

(معارف رضا کراچی ۱۴۲۲ھ ص ۱۶)

آپ کی انہیں علمی اور تدریسی صلاحیتوں کو دیکھ کر آپ کے برادر اکبر اور خانقاہ رضویہ کی ایک معتبر آواز ریحان ملت حضرت علامہ مفتی ریحان رضا خاں صاحب رحمانی میاں علیہ الرحمہ نے ۱۹۷۸ء میں دار العلوم منظر اسلام کے صدر المدرسین کا اعلیٰ عہدہ آپ کو تفویض کیا اور اسی کے ساتھ "رضوی دار الافتا" کی ذمہ داری بھی، آپ نے اپنے عہد صدارت میں منظر اسلام کے تعلیمی نظام کو بے پناہ فروغ

وارتقا بخشا، آپ کا انداز تدریس، افہام وتفہیم، اساتذہ کرام سے حسن اخلاق، طلبہ سے رفق ونرمی، بچوں کو ذوق مطالعہ پر ابھارنا، ان کے اندر چھپی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا اور ہر وہ چیز جو طلبہ کے روشن مستقبل کی ضمانت ہے اس پر خاص توجہ دینا آپ کا اصل اہداف تھا۔ آپ نے بارہ سال تک اس اہم عہدے کو رونق بخشی، اس اثنا میں علم وشعور کے بیش قیمتی گوہر لٹائے، سیکڑوں کے دلوں سے جہالت کا زنگ دور کیا، علم کا اجالا تقسیم کیا اور لائق وفائق اور باصلاحیت علما کی ٹیمیں پیدا کیں۔ پھر نانا جان قطب عالم حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے وصال کے بعد ارشاد وہدایت کی مسند پر متمکن ہوئے اور تبلیغی دورے جب زیادہ ہونے لگے تو خود کو اس عہدے سے الگ کرلیا تاہم جب بھی فرصت کے ایام ملتے تو اپنے عشرت کدے پر ہی باذوق طلبہ کو درس قرآن کے ساتھ بخاری شریف کے اسباق بھی پڑھاتے۔

فتویٰ نویسی: یہ اسلام کا ایک اہم حصہ ہے اس لئے مفتیان کرام کو ان تمام فضائل وکمالات کا جامع ہونا ضروری ہے جس کا اسلام متقاضی ہے۔ حضرت علامہ سید ظہیر احمد زیدی علی گڑھ تلمیذ صدر الشریعہ تحریر کرتے ہیں کہ:

"مفتی کے لئے ضروری ہے کہ مسائل شرعیہ اور کتب فقہ میں اس کا مطالعہ وسیع ہو، اصول فقہ اور قواعد فقہ سے واقف ہو، اس کے ساتھ ساتھ قرآنی احکام، احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور تفسیر پر بھی اس کی نگاہ ہو نیز استدلال اور روایت ودرایت سے اسے حصہ ملا ہو۔"

"فتاویٰ ملک العلما" کے مقدمہ میں ہے کہ:

"ایک مفتی میں درج ذیل اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔ مذہب کے متون، شروح، فتاویٰ پر گہری نظر ہو، ساتھ ہی استحضار ہو، عرف ناس اور حالات زمانہ سے باخبر ہو، جواب تحقیق کے ساتھ لکھے اور مذہب کی جزئیات مفتیٰ بہا سے استناد کرے، جواب مسئلہ تمام گوشوں کو حاوی ہو، اس بات پر بھی نظر رکھے کہ سائل یا کوئی بدمذہب اس کے فتویٰ سے غلط فائدہ حاصل نہ کرسکے۔"

(پیغام رضا اجین کا مفتی اعظم نمبر ص ۲۹۴)

مندرجہ بالا شرائط کو ایک بار پھر پڑھیں اور حضور تاج الشریعہ کی فقہی شخصیت پر نگاہ ڈالیں تو آپ کی فقہی شخصیت میں یہ سارے کمالات مسکراتے نظر آئیں گے۔ چوں کہ آپ نے اس طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھ کر افتا کی ٹریننگ لی ہے جس کا قول، قول فیصل، جس کا حرف، حرف آخر ہے اور جس کے فتاویٰ کا پورے عالم اسلام میں وزن محسوس کیا جاتا ہے۔ وہ ذات حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی ہے۔ آپ نے سب سے پہلا فتویٰ ۱۹۶۶ء میں لکھا جو مدینہ پاک سے آیا تھا، جس میں طلاق، نکاح اور میراث سے متعلق مسائل پوچھے گئے تھے، آپ نے جواب لکھ کر حضور بحر العلوم مفتی افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ صدر شعبہ افتا دار العلوم منظر اسلام کو دکھایا، آپ نے دیکھنے کے بعد حضور مفتی اعظم کی بارگاہ میں بھیج دیا حضرت نے بھی اسے ملاحظہ فرمایا اور اپنی مسرتوں کا اظہار کرتے ہوئے حوصلہ افزا کلمات ارشاد فرمائے اور یہ بھی

ہدایت کردی کہ تم فتویٰ لکھ کر مجھے دکھایا کرو، اس تحسین پر حضور تاج الشریعہ کے امنگوں میں نئی تازگی آگئی اور پھر یہ معمول بن گیا کہ روزانہ اپنے فتاویٰ کی اصلاح کے لئے نانا جان کے قدموں میں حاضر ہوتے اور نانا جان بڑی شفقتوں سے اپنے پاس بٹھا کر جواب ملاحظہ فرماتے جہاں اصلاح کی ضرورت ہوتی ترمیم واضافہ کے بعد دستخط فرما دیتے اور اگر کسی دن ناغہ ہوجاتا تو سرکار مفتی اعظم اپنی اہلیہ سے فرماتے کہ آج اختر میاں نہیں آئے، کہو ان سے روزانہ آیا کریں۔ سبحان اللہ کیا نوازش تھی نانا جان کی، اسی نگاہ کیمیا اثر کا فیضان ہے کہ آج ان کے فتاویٰ میں تفقہ کی گہرائی، درک وبصیرت اور تحقیق کے جلوے نمایاں ہیں۔ اس شوق سفر کا آغاز کس طرح انہوں نے کیا خود ان کے قلم سے ملاحظہ کریں:

"جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد میں نے اپنی دلچسپی کی بنا پر فتاویٰ کا کام شروع کیا، شروع شروع میں مفتی سید افضل حسین صاحب علیہ الرحمہ اور دوسرے مفتیان کرام کی نگرانی میں یہ کام کرتا رہا اور کبھی کبھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر فتاویٰ دکھایا کرتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد اس کام میں میری دلچسپی اور زیادہ بڑھ گئی اور میں مستقل حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگا، حضرت کی توجہ سے مختصر مدت میں اس کام میں مجھے وہ فیض حاصل ہوا کہ جو کسی کے پاس مدتوں بیٹھنے سے بھی نہ ہوتا۔"

(ماہنامہ استقامت مفتی اعظم نمبر)

اس مختصر مدت کا خمار پوری زندگی پر چھایا ہوا ہے آپ خود فرماتے ہیں مجھے جو کچھ ملا وہ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی صحبت واستفادہ سے ملا، ان کی ایک گھنٹے کی صحبت، استفسارات اور استفادہ سالوں کی محنت ومشقت پر بھاری پڑتے تھے۔ میں آج ہر جگہ حضور مفتی اعظم کا علمی وروحانی فیضان پاتا ہوں، آج جو میری حیثیت ہے یہ انہیں کی صحبت کیمیا اثر کا صدقہ ہے۔ (حیات تاج الشریعہ ص ۳۵)

آج پورے عالم اسلام میں آپ کی شخصیت مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ اس وقت پوری دنیا سے آپ کے پاس استفتا آتے ہیں اور آپ نہایت مفصل اور قرآن وحدیث سے مبرہن جواب قلمبند کرواتے ہیں، آپ کے فتاویٰ میں جو تحقیقی رنگ، ژرف نگاہی، حذاقت، تبحر اور درک ہے وہ دوسرے مفتیان کرام کے یہاں خال خال نظر آتا ہے۔

قاضی القضاۃ: یہ اسلامی عدالت کا سب سے بڑا عہدہ ہے، عدالت اسلامیہ میں قاضی القضاۃ کا دائرۂ اختیار نہایت وسیع ہے، حالات ومعاملات کے تناظر میں قرآن وحدیث، فقہی جزئیات اور اقوال ائمہ کی روشنی میں شریعت اسلامیہ کے عطا کردہ اختیارات سے وہ بڑے سے بڑا فیصلے کی صلاحیت رکھتا ہے، ہم اوپر ذکر کرآئے ہیں کہ فقہ وافتا میں جو درک ومہارت پروردگار عالم نے حضور تاج الشریعہ کو بخشی ہے دوسروں کے یہاں وہ وسعت مطالعہ، دقت نظر، اصابت فکری اور ژرف نگاہی نہیں ہے اس لئے ۲۱ر جمادی الآخر ۱۴۲۷ھ کو کثیر علما اور اصحاب فقہ وافتا نے جب باتفاق رائے اس منصب جلیل کو قبول کرنے کی گزارش کی تو حضرت نے

ان شخصیات کے اصرار پر اس عہدے کو قبول فرمایا، آیئے مفتی یونس رضا صاحب اویسی سابق وائس پرنسپل جامعۃ الرضا بریلی کے قلم سے تحریر کردہ رپورٹ ملاحظہ کریں:

"مذہب اسلام میں معاملات مسلمین کے تصفیہ وشرعی حل کے لئے قاضی ذی اختیار شرعی کا ہونا ازحد ضروری ہے جو نصب امامت خطیب جمعہ وامام عیدین، فسخ نکاح بہ خیار بلوغ وتفریق لعان عنین، یتیم بلا ولی کے وصی کا تقرر، تزویج قاصرین وقاصرات ودیگر خصومات متعلقہ بہ قضا جیسے امور دینیہ کو اسلامی دستور وائین کی روشنی میں حل کرتا ہے وہ سنی صحیح العقیدہ فقیہ جو اپنے علاقے کے فقہا میں سب سے زیادہ احکام شرعیہ وفرعیہ مفتی بہا کا عالم اور مرجع فتاویٰ ہو وہ اعلم علمائے بلد اپنے شہر کا قاضی ہوتا ہے اور اس کا دائرہ ولایت وعمل اس کا اپنا شہر اور قرب وجوار کے مضافات ہوتے ہیں۔ ضلع کا قاضی اعلم علمائے ضلع ہوتا ہے اور اس کا دائرہ ولایت وعمل پورا ضلع ہوتا ہے اور ریاست کا قاضی اعلم علمائے ریاست ہوتا ہے اور اس کی ولایت وعمل کے دائرے میں پوری ریاست داخل ہوتی ہے اسی طرح پورے ملک کا قاضی القضاۃ اعلم علمائے ملک ہوتا ہے اس کے دائرہ ولایت وعمل میں پورا ملک ہوتا ہے اور قاضی القضاۃ پورے ملک کے خصومات ومعاملات بین المسلمین ودیگر امور دینیہ کے فصل مقدمات کے اہم فریضہ کو انجام دیتا ہے۔ جہاں اسلامی سلطنت ہوتی ہے وہاں سلطان اسلام کے مقرر کرنے سے قاضی ہوتا ہے اور جہاں سلطنت اسلامیہ نہیں وہاں امور قضا اور امامت عامہ کے لئے قاضی کی تقرری علما وارباب حل وعقد کی ذمہ داری ہوتی ہے بلکہ اولاً انہیں کا حق ہے ورنہ عام مسلمین کو باہمی مشورے سے بتراضی اپنا قاضی مقرر کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے اور اگر عوام وخواص کی طرف سے تساہلی واقع ہو تو امور قضا وامامت عامہ موقوف نہیں ہوتی بلکہ من جانب اللہ اعلم علمائے بلد اس خدمت پر مامور کر دیا جاتا ہے وہی حاکم شرع، والی دین اسلام، قاضی ذی اختیار شرعی ہوتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں پر اپنے امور قضا میں اس کی طرف رجوع لازم ہے۔

جامعۃ الرضا میں شرعی کونسل آف انڈیا کے تیسرے فقہی سمینار کے موقع پر جس میں مختلف بلاد وامصار واضلاع اور متعدد صوبہ جات ہند کے جید علمائے کرام، مفتیان عظام اور ارباب حل وعقد شریک تھے، ممتاز الفقہا محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری نے قضا کی اہمیت وافادیت اور اس کی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے قاضی القضاۃ کے منصب کے لئے حضور تاج الشریعہ کا نام پیش کیا، اس وقت کانفرنس ہال

میں موجود سبھی علما واصحاب بصیرت نے اپنی رضا وخوشی کا اظہار کیا اور بیک زبان حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری بریلوی مدظلہ العالی کو پورے ہندوستان کا قاضی القضاۃ تسلیم کیا۔" (سالنامہ الرضاص ۱۴،۱۵،۷،۲۰۰۷ء)

اجازت وخلافت: حضور تاج الشریعہ کو غوث زماں منصور وقت حضور مفتی اعظم قدس سرہ سے شرف بیعت وخلافت حاصل ہے جس تقریب میں خلعت خلافت سے آپ نوازے گئے وہ تقریب بھی اپنے جلو میں کئی برکتیں رکھتی ہے، ہوا یہ کہ دارالعلوم منظر اسلام مسجد بی بی جی بہاری پور بریلی شریف کا سالانہ جلسہ دستار بندی تھا۔ ۶/۷/۸/ شعبان المعظم ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۳/۱۴/۱۵/ جنوری ۱۹۶۲ء کو تین روزہ اجلاس کے آخری دن حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے مولانا ساجد علی کو حکم دیا کہ گھر پہ میلاد شریف کی محفل کا اہتمام کرو اور فارغ ہونے والے طلبہ، میلاد خواں اور باہر سے آئے ہوئے علما ومشائخ کو اپنے گھر پر ہی دعوت دو۔ حکم کے بموجب ساری تیاریاں مکمل کر لی گئیں میلاد خواں، طلبہ اور بیرونی علما ومشائخ رونق آرائے محفل ہوئے اخیر میں سرکار مفتی اعظم کی جلوہ گری ہوئی آپ نے اپنے نواسہ حضور تاج الشریعہ کو طلب فرمایا اپنے قریب بٹھایا ان کے دونوں ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر جملہ سلاسل کی خلافت کے ساتھ سلسلہ حدیث، فقہ اور اوراد ووظائف کی بھی اجازتیں عطا کیں۔ اس نورانی فردوس بداماں مناظر کو دیکھ کر پوری محفل پر کیف وسرور کا عالم طاری تھا اور پوری فضا نعرہ تکبیر کی صدائے نورانی سے گونج رہی تھی۔ اس بابرکت مجلس میں اس وقت حضور برہان ملت، حضور مجاہد ملت، حضور شمس العلما جون پوری، حضور پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی اور علامہ نذیر الاکرم علیہم الرحمہ جیسے جید علما، فضلا اور مشائخ طریقت موجود تھے۔ سبھوں نے اس نعمت عظمیٰ کے حصول پر حضرت تاج الشریعہ کو مبارک بادیاں پیش کیں۔ مزید تفصیل کے لئے ماہنامہ "نوری کرن"، بریلی، ماہ فروری ۱۹۶۲ء کا شمارہ ملاحظہ کریں۔

بیعت وارشاد: بیعت وارشاد یہ اسلام کا نہایت مقدس شعبہ ہے جس کے ذریعہ طہارت باطنی، تزکیہ نفس اور صفائی قلب کا کام لیا جاتا ہے، گویا ایک پیر کے لئے شریعت وطریقت کا مجمع بحرین ہونا ضروری ہے، تبھی وہ طالبان حق کو سلوک وعرفان کی منزلوں سے آشنا کر سکتا ہے، اس خصوص میں بھی حضور تاج الشریعہ ممتاز ہیں جن کے رخ زیبا کو دیکھنے کے بعد یقین نہیں، حق الیقین ہو جاتا ہے کہ بلاشبہ یہ کسی اللہ کے ولی کا چہرہ ہے۔ قدم قدم پر شریعت کی پاسداری، قول وعمل میں ہم آہنگی اور سیرت وشخصیت میں یکجہتی دیکھنی ہو تو آپ کی کتاب زندگی کا ایک ایک صفحہ پلٹ جائیے کہیں سے کوئی متضاد تحریریں پڑھنے کو نہیں ملیں گی، ایک محتاط اندازے کے مطابق پورے عالم اسلام میں تقریباً تین کروڑ آپ کے مرید پائے جاتے ہیں اس سے کہیں زیادہ آپ کے خلفا کی تعداد پائی جاتی ہے اس دور قحط الرجال میں شریعت پر عمل کا التزام اور طریقت کی بہاریں دیکھنی ہو تو حضور تاج الشریعہ کی شخصیت کو دیکھیں۔

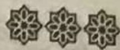
حضرت تاج الشریعہ ۱۹۸۳ء میں پہلی بار حج وزیارت

سے مشرف ہوئے اور اس کے بعد یہ نورانی سفر شروع ہوا تو اب تک جاری ہے اور اب تو عالم یہ ہے کہ جب ذرا طبیعت گھبرائی، مرکز نور سے بلاوا آ گیا اور اذن حضوری کی چٹھی مل گئی، پتہ نہیں کس کیف کے عالم میں آپ نے یہ شعر کہا جو مقبول بارگاہ رسالت ہے ۔

مدینے سے رہیں خود دوران کو روکنے والے
مدینے میں خود اختر ہے مدینہ چشم اختر میں

بڑے نصیب کی بات ہے کہ پروردگار عالم اپنے گھر کے اندر کسی کو جانے کا موقع عطا کردے، کہا جاتا ہے کہ سال میں دو بار باب کعبہ کھولا جاتا ہے، اندورن حصہ کو آب زمزم شریف سے دھویا جاتا ہے اور کعبہ شریف کا غلاف تبدیل کیا جاتا ہے، ایک دسویں ذی الحجہ کو جب کہ سارے حجاج کرام منیٰ میں ہوتے ہیں اور دوسرے یکم شعبان المعظم کو، یہ سعادت زیادہ تر عرب کے شیوخ اور حکومتی سطح پر جو لوگ اعلیٰ مناصب پر فائز ہیں انہیں ملتی ہے یا پھر کعبہ کے کلید بردار جنہیں اپنے ہاتھوں اجازت کا پروانہ دے دیں ۔ ۲۰۰۹ء میں یہ شرف حضور تاج الشریعہ کو حاصل ہوا ۔ باب کعبہ سطح زمین سے تقریباً نو فٹ کی بلندی پر ہے لہٰذا تالا کھولنے اور اندر دخول کے لئے الیکٹرانک سیڑھی کی مدد لی جاتی ہے اور اسی کے ذریعہ صف بہ صف اور قطار در قطار کعبہ شریف کے اندر داخل ہوتے ہیں وہ منظر بھی بڑا کیف بداماں اور فردوس نظر ہوتا ہے پورا مطاف فرزندان توحید سے بھرا ہوتا ہے ۔ ہر شخص کی زبان پر لبیک اللھم لبیک کے نغمے مچل رہے ہوتے ہیں، دل سسکیاں بھر رہا ہوتا ہے، آنکھیں اشکوں سے وضو کر رہی ہوتی ہیں اور ہر آدمی کے دل میں یہ تمنا انگڑائی لیتی ہے کہ کاش یہ بابرکت موقع ہمیں بھی ہاتھ آجاتا تاکہ رب کے حضور دو رکعت نماز نفل ادا کر لیتے، تاہم قسمت کی ارجمندی یہی کیا کم ہے کہ بندے کو مطاف میں کھڑے ہو کر رحمت الٰہی کے جلو میں اپنے مولیٰ سے عفو درگزر کی بھیک مانگنے کا موقع فراہم ہو رہا ہے اور وہ گناہوں پر شرمسار، خطاؤں پر لجایا ہوا شفاعت طلب کر رہا ہے، ادھر رحمت الٰہی جوش پر ہے، کرم کی بارش ہو رہی ہے اور عصیاں میں لت پت وجود کو برس برس کر پاک وصاف کر رہی ہے اسے ہم لوگوں (استاذ محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری، مفتی یونس رضا بریلی شریف، الحاج نثار احمد رضوی نگراں ثنا ٹور اینڈ ٹراویلس پونہ اور کچھ ہزاری باغ کے احباب) کی قسمت کی معراج کہئے کہ اس موقع سے دیار رسول میں حاضر ہو کر برکتیں سمیٹنے میں مصروف تھے کہ باب کعبہ کے کھلنے کی تاریخ آ گئی اور اس وقت خوشی کی انتہا نہ رہی جب یہ معلوم ہوا کہ حضور تاج الشریعہ اور ان کے صاحبزادہ والا تبار غسل کعبہ میں شرکت کے لئے اندر داخل ہوں گے، اس خبر کو سنتے ہی ہم غلامان رضا مسرتوں میں کھو گئے اور اس تاریخ میں کعبہ شریف کی حاضری کا مکمل پروگرام بنالیا گیا اور بذریعہ کار ہم سبھی لوگ عمرہ کی نیت کر کے مسجد نبوی شریف سے چلے، مسجد ذوالحلیفہ پہنچے، احرام کا کپڑا پہنا، دو رکعت نماز ادا کی اور مکہ شریف کے لئے روانہ ہو گئے ۔ فجر کی نماز سے پہلے پہلے حرم کعبہ میں داخل ہو گئے ضروریات سے فارغ ہو کر وضو کیا اور طواف میں مصروف ہو گئے، طواف ہی کے درمیان نماز فجر ادا

کی گئی اور ابھی طواف کے آخری پھیرے میں تھے کہ پولیس کے عملہ نے حصار باندھ کر پورے مطاف کو سل کر دیا معلوم ہوا کہ اب چند ثانیہ کے بعد باب کعبہ کھلنے والا ہے اور مقدر کے دھنی لوگوں کا بلاوا آگیا ہے، ہم گنہگار بھی دامن زندگی پھیلائے، رحمتوں کی بھیک لینے کے لئے مقام ابراہیم کی طرف ایک حصہ میں کھڑے ہو گئے، مطاف سے باہر فرزندان توحید کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا مجمع ہر ایک کی زبان تسبیح وتہلیل کی حلاوتوں سے شرسار، سب کے لبوں پر لبیک اللھم لبیک کے گلاب جیسے مسکرا رہے ہیں اور اس کی بھینی بھینی خوشبوؤں سے ہر ایک کا وجود معطر ہو، ادھر کعبۃ اللہ کا دروازہ کھلا اور یکے بعد دیگرے داخلہ شروع ہو گیا اسی ہجوم میں امام احمد رضا کا لاڈلا مفتی اعظم کا نور نظر اور مفسر اعظم کا لخت جگر حضور تاج الشریعہ اور ان کے شہزادہ عالی وقار سفید لباس اور آسمانی رنگ کے عمامہ شریف میں نازک خرامی کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں، چہرے پر نور کی لہریں، لباس عالمانہ ،انداز میں وقار، نگاہیں جھکیں جھکیں، ہونٹوں پہ لبیک اللھم لبیک کی صدائے دلگیر اور پیشانی سے ولایت کی شعاع پھوٹ رہی ہے۔ دیکھنے والوں میں ہر ایک دوسرے سے سراپا سوال بن کر یہی دریافت کر رہا تھا، من ہذا الشیخ! خود مجھ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ انہیں دیکھ کر نعرہ تکبیر کے جملے بلند کر دیئے مگر محب گرامی مفتی یونس رضا اویسی جو میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے کھڑے، اس خوبصورت منظر کو اپنی نگاہوں کے کیمرے میں قید کر رہے تھے میری انگلیاں زور سے دبادیں، پھر احساس نے رہبری کی کہ ہم صحن کعبہ میں کھڑے ہیں۔ طواف مکمل کرنے کے بعد صفا اور مروہ کی سعی سے فارغ ہوئے اور مدینہ شریف لوٹ آئے یہاں کسی پاکستانی کے گھر میں حضرت کا قیام تھا رابطے کے بعد مفتی یونس رضا صاحب کے ہمراہ قیام گاہ پر حاضر ہوئے زیارت وملاقات کے بعد ہم لوگوں نے حضور عسجد میاں سے عرض کیا کہ کعبے کے اندر داخل ہونے کے بعد آپ نے کیا محسوس کیا، کہنے لگے مولانا اس کی منظر کشی سے زبان گنگ ہے کیا بتاؤں کیا کیفیت تھی، بس یہ سمجھ لیجئے کہ کچھ یاد رہا کچھ بھول گیا۔ تقریباً اٹھائیس منٹ تک اندر قیام کا موقع ملا جو لوگ ابا حضور کو دیکھتے شیخ کبیر کہہ کر پیشانی کا بوسہ دیتے اور دعا کی درخواست کرتے بس حسب ظرف سعادتیں بٹورتا رہا اور عالم اسلام کے امن عامہ کے لئے دعائیں کرتا رہا اور ان برکات کی زیارت سے مشرف ہوا جو انبیائے کرام کی طرف منسوب ہیں۔



مولانا محمد بلال انور رضوی

حضور تاج الشریعہ کا درسی اسلوب

بے پناہ احسان ہے اس پروردگار کا جس نے اس امت کو امت اوسط قرار دیا اور اپنے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن کرم دیا۔ آپ نبوت کی آخری کڑی ہیں آپ کے بعد ہدایت ورہنمائی کا فریضہ آپ کی امت کے علمائے اعلام انجام دے رہے ہیں۔ جنہیں کسی دور میں امام اعظم کی صورت میں، کبھی امام غزالی، کبھی شیخ احمد سرہندی کی شکل میں اور کسی زمانہ میں مجدد اعظم امام احمد رضا کے پیکر میں ہم دیکھتے اور سنتے رہے۔ آج پھر حالات ایسے ہیں کہ حق وباطل کا امتیاز رخصت ہو رہا ہے شرعی حسن وقبح سے پرے لوگ اپنی ذاتی رائے کو ترجیح دے رہے ہیں، ایسے میں دنیائے سنیت متلاشی تھی ایک ایسے وجود کی جو تمام خوبیوں کی جامع ہو یعنی شخصیت ایک ہو، مگر کمالات کا مجموعہ ہو، عالم کے ساتھ عامل بھی ہو، خطیب کے ساتھ فقیہ بھی ہو، مقرر کے ساتھ مدرس بھی ہو اور آج پورے عالم اسلام میں ایسی کوئی شخصیت ہے تو وہ حضور تاج الشریعہ کی ہے۔ رخ زیبا ایسا تابندہ کہ جس کے دیدار کو آنکھیں ترسیں اور جن آنکھوں نے دیکھ لیا ہے ابھی تک شراب دید کا خمار باقی ہے۔ زائرین میں سے ہر ایک کی طلب بس یہ ہوتی ہے کہ دروازہ کھلے اور حضرت کو ایک جھلک دیکھ لیں، کوئی کھڑکیوں کی جانب یہ امید باندھے کھڑا ہے کہ پردہ منکشف ہو اور دل کی تمنا پوری ہو جائے، جیسے ہی دروازہ کھلا سب کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں کہ سب سے پہلے میرا داخلہ ہو جائے۔ المختصر یہ کہ اس کا تعلق نفس الامر سے ہے جس کا جی چاہے مشاہدہ کر سکتا ہے۔ ہمہ وقت زائرین کی آمد وہجوم کے باوجود کبھی تلاوت قرآن میں مصروف تو کبھی درس بخاری میں، کبھی علما کی الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھانے میں لگے ہیں۔ یہ مذکورہ صفات اسی نابغۂ روزگار وجود کی ہیں جسے دنیائے سنیت بڑے فخر سے حضور تاج الشریعہ کے نام سے یاد کرتی ہے آپ کا شمار ان نابغۂ عصر شخصیات میں ہوتا ہے جن کے علم وعمل کا لوہا جمہور علما نے تسلیم کیا ہے۔ ایسا فقیہ کہ جہاں فقہائے عرب وعجم آ کر اپنی علمی زلفیں سنوارا کرتے ہیں مسائل جدیدہ مکمل شرعی نزاکتوں اور لطافتوں کے ساتھ جس بارگاہ میں حل کئے جاتے ہیں وہ ممدوح کی بارگاہ عظمت نشان ہے۔

درس وتدریس کا حال تو یہ ہے کہ ایک ماہر مدرس جب درس دیا کرتا ہے تو اسے ایک جملہ کے بعد دوسرے جملے کی تفہیم کے لئے کتاب پر نظر کرنی پڑتی ہے، مگر راقم السطور

نے خود حضور سے درس لیا ہے۔ طریقہ تدریس یہ ہوا کرتا تھا کہ ہم میں سے کوئی ایک شخص ایک دو یا تین صفحے کی عبارت خوانی کرتا۔ اس کے بعد حضور تاج الشریعہ دامت فیوضہ علینا اس کی تشریح فرماتے اس انداز سے جیسا کہ کھلی کتاب حضور کے ہاتھ میں ہے جب کہ حضرت کی بینائی بھی اس وقت اس لائق نہیں تھی کہ دیکھ کر کچھ پڑھ سکیں اس عالم میں بھی اس کتاب کی جو اختلافات ائمہ کے ذکر پر مشتمل اصول فقہ کی معتبر کتاب ہے یعنی "شرح الحموی" اس طرح سے شرح فرماتے کہ ہر جملہ شرح وبسط کے ساتھ ترتیب وار اپنی جگہ منطبق ہوجایا کرتا، مگر ایسا نہیں کہ تقدم وتاخر اور تاخر وتقدم لازم آئے۔ انداز تدریس ایسا شستہ اور سلیس ہوا کرتا کہ ہر طالب علم کے دماغ میں تقریر کا ایک ایک لفظ بآسانی محفوظ ہوجاتا، وہیں تیور اتنا نرم کہ جیسے شبنم کی بارش ہورہی ہو۔

راقم السطور کی عادت تھی کہ مسئلہ نہ سمجھنے کی صورت میں اساتذۂ کرام سے اعتراض کرتا۔ ہماری اس عادت سے ہم درس احباب بھی اچھی طرح واقف ہیں حضور کی بارگاہ میں بھی متعدد مرتبہ ایسا موقع ملا کہ حضرت سے کچھ عرض کروں، لیکن جیسے ہی عرض کرنے کا خیال دل میں آتا ویسے ہی حضور کی طرف سے اس کا مسکت جواب مل جاتا۔ ایک مرتبہ نہیں بلکہ بارہا ایسا ہی ہوا۔ ان مواقع کو دیکھ کر مجھے یہ محسوس ہوا کہ اللہ نے آپ کو ایسا ملکہ عطا کیا کہ طلبہ کے اعتراض سے قبل اتنی نفیس اور مدلل تقریر فرماتے کہ کوئی اشکال ہی باقی نہیں رہتا۔ متعدد مرتبہ یہ بھی دیکھا کہ جب حضور درس دے کر فارغ ہوتے تو ہم طلبا سے فرماتے:

"آپ لوگوں کو سبق سمجھ میں آیا؟"

یہی نہیں بلکہ شفقت ومہربانی کا یہ حال کہ حضور اپنے دولت کدہ پر ہی تشنگان علوم کو سیراب فرماتے تھے اور طالبان علوم نبویہ دور دراز سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنی تشنگی دور کرتے۔ خود ہم لوگ بھی روزانہ "جامعۃ الرضا" سے آپ کے عشرت کدے پر حاضر ہوتے جب کہ خانقاہ سے "جامعۃ الرضا" کی مسافت ۹ رکیلومیٹر ہے، مگر حضور کی سخاوت کا یہ عالم کہ آپ نے منتظمین جامعہ کو یہ حکم دیا کہ طلبہ اپنی رقم خرچ کرکے یہاں آتے ہیں، یہ مناسب نہیں، لہٰذا ان کے آنے جانے کا خرچ مجھ سے لے لیا کریں اور ایسا ہی ہوا کہ ہمیں ہر ماہ وظائف کے علاوہ آنے جانے کے اخراجات کی رقم بھی آپ کی طرف سے ملنے لگی۔ یہ حضرت کی بے پناہ کرم نوازی اور مہمان رسول پر شفقتوں کا نہایت نرالا انداز ہے جو یقیناً آج کے علما یا پیران طریقت میں عنقا ہے۔ ایک دن کسی وجہ سے ہم لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر نہیں ہوسکے تو مفتی محمد یونس رضا مونس اویسی صاحب قبلہ (نائب پرنسپل، جامعۃ الرضا) جب جامعہ تشریف لائے تو ہم لوگوں سے فرمایا "کیا بات ہے کہ آپ لوگ کل گئے نہیں، حضرت فرمارہے تھے کہ:

"ایسا تو نہیں کہ کتاب سمجھ میں نہ آتی ہو؟"

یہ اس منارہ علم کی خاکساری کا عالم ہے جن کی نعلین سے مس غبار راہ کو علما اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانے کے متمنی ہوتے ہیں۔ اب ذرا اس منفرد المثال شخصیت کی قوت حافظہ اور حضور ذہنی بھی ملاحظہ فرمائیں۔ یہ بات عوام وخواص کے

درمیان اچھی طرح روشن ہے کہ انسان کی یادداشت سب سے بہتر بچپن میں ہوتی ہے:

"العلم فی الصغر کالنقش فی الحجر" پھر عمر کے ساتھ ساتھ انسان جیسے جیسے پروان چڑھتا ہے دنیا کی ضرورتوں، حاجتوں اور رعنائیوں کی طرف ذہن منتشر ہونے لگتا ہے اور وہ نسیان کا شکار ہوجاتا ہے اور وہ جس قدر معمر وبزرگ ہوتا چلا جاتا ہے اس کی قوت حافظہ بھی اتنی ہی کمزور پڑنے لگتی ہے، لیکن جب ہم حضور تاج الشریعہ کو دیکھتے ہیں تو بات اس کے خلاف نظر آتی ہے، یہ راقم السطور ہی نہیں بلکہ ہزاروں افراد کے علم میں ہے کہ فی الوقت حضرت کی عمر شریف تقریباً ۷۰ رسال سے زیادہ ہے اور بحمدہٖ تعالیٰ قرآن مجید حفظ فرمارہے ہیں مزید برآں یہ کہ حفظ کا انداز اتنا انوکھا ہے کہ ایک حافظ قرآن مکمل ایک آیت کی تلاوت کرتا ہے خواہ وہ آیت پانچ سطر کی ہی کیوں نہ ہو، مگر ایک مرتبہ سن کر پوری آیت ذہن میں محفوظ ہوجاتی ہے یہ کیفیت دیکھ کر لوگ انگشت بدنداں ہیں اور یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اس عمر میں قوت حافظہ اس قدر محفوظ ہے تو بچپن اور جوانی میں عالم کیا ہوگا؟

کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ ہم تاج الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بارگاہ اقدس میں سلام پیش کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت کی طبیعت سازگار نہیں ہے، لہٰذا آج حضور درس نہیں دیں گے۔ واقعتاً طبیعت ناساز بھی ہوا کرتی یا حضرت کبھی عالم جلال میں ہوتے توفرماتے:

"جاؤ آج میں نہیں پڑھاؤں گا۔"

اس کے باوجود مضبوط ہاتھوں سے امید کی رسی پکڑ کر ہم لوگ بیٹھے رہتے کہ شاید حضور کی کرم نوازی ہوجائے اور دو چار نایاب ودل پذیر جملے کی سماعت کا موقع ہاتھ آئے کہ اچانک زبان فیض ترجمان سے ارشاد ہوتا:

"اچھا! آؤ تھوڑا پڑھادیں"

پھر کیا تھا جب درس شروع کرتے تو گھنٹوں درس کا سلسلہ جاری رہتا اور ہم لوگ فیض کے موتیوں سے اپنے دامن حیات کو سجاتے رہتے۔

جب ہم شرکائے جماعت **تخصص فی الفقہ** یعنی میرے درسی احباب، حضرت مولانا مفتی عبدالباقی رضوی صاحب قبلہ استاذ ومفتی دار الافتا جامعۃ الرضا، حضرت حافظ وقاری مولانا مفتی محمد فیصل رضا صالح صاحب قبلہ مرکزی استاذ جامعۃ الرضا، حضرت مولانا مفتی محمد رضا صاحب قبلہ مرکزی استاذ جامعہ قادریہ نجم العلوم مالیگاؤں ناسک، حضرت مفتی محمد اخلاق تحسینی صاحب قبلہ مرکزی استاذ دار العلوم حنفیہ فیض العلوم کیمری رامپور، حضرت مفتی محمد نور سعید صاحب قبلہ رضوی مرکزی پورنیہ بہار، حضرت مفتی محمد طیب رشیدی صاحب قبلہ صدرالمدرسین دار العلوم سید شاہ رکن الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ اورنگ آباد مہاراشٹر، حضرت مفتی نقیب الرحمن صاحب قبلہ حشمتی مرکزی صدر المدرسین دار العلوم حشمت الرضا کانپور، حضرت مفتی محمد شاعر رضا صاحب قبلہ رضوی نعیمی سعدی، ثم مرکزی استاذ ومفتی جامعۃ الرضا، حضرت مفتی محمد غلام مرتضیٰ صاحب قبلہ مصباحی ثم مرکزی استاذ ومفتی جامعۃ الرضا، حضرت مفتی محمد شبیر احمد صاحب قبلہ ضیائی ثم مرکزی مفتی جامعہ حشمت الرضا

کانپور، حضرت سے درس لیا کرتے تھے تو ہفتہ وار طلبائے جماعت ثامنہ بھی درس بخاری کا شرف حاصل کرنے کی غرض سے خدمت میں حاضری دیا کرتے، اس درس بخاری میں بیٹھنے کا شرف راقم السطور کو بھی حاصل ہے۔

درس بخاری کا انداز بھی نہایت نرالا دیکھا، اول تو یہ کہ جب حدیث "انما الاعمال بالنیات" کی تشریح حضور فرمانے لگے اور اختلافات فقہا شمار فرمارہے تھے تو ایسا محسوس ہورہا تھا کہ بلاواسطہ امام اعظم کے شاگرد رشید ہیں اور جب اسی قطعہ کو اشباہ ونظائر شرح الحموی کے درس میں ہمیں پڑھایا تو عالم یہ تھا کہ تقریباً دس ایام گزر گئے، مگر اختلافات وتشریح کا اختتام نہیں ہو پایا۔ بہر صورت جتنے اعتراضات سامنے آتے ان تمام کا متفق علیہ دفعیہ فرماتے جس سے مذہب امام الائمہ راجح وآشکار ہوجایا کرتا۔ درس بخاری کے اوقات میں اور بھی بڑے کمالات دیکھنے کو ملے مثلاً یہ حدیث مسلم نے فلاں راوی سے بیان فرمائی ہے۔ نسائی نے ان لفظوں کے ساتھ بیان کی ہے، ابوداؤد میں یہ راوی بیچ سے ساقط ہیں اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا یا مشہور کہا وغیرہ وغیرہ۔

ایک مرتبہ اثنائے درس حضرت علامہ مفتی محمد صالح صاحب قبلہ رضوی نے ضمناً حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہ کی یادداشت اور ذہانت وحاضر جوابی کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے ایک واقعہ سنایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ مدرسہ منظر اسلام میں، میں اپنی درسگاہ میں ایک جماعت کو پڑھا رہا تھا۔ عبارت خوانی میں طالب علم نے لفظ "ثانیھما" کو "ثانیھما" بالضم پڑھا۔ میں نے ٹوکا اور کہا: "ثانیِھما بالکسر پڑھو۔" حسن اتفاق ایک عالم فاضل قاری کسی کام سے آئے ہوئے پہلے سے میرے پاس موجود تھے، انہوں نے میری اصلاح کرتے ہوئے کہا: "حضرت! بالکسر نہیں بلکہ بالضم ہی صحیح ہے لڑکے نے صحیح پڑھا تھا"، میں نے کہا: "قاری صاحب! آپ کی اصلاح مستوجب اصلاح ہے" پھر میں نے طلبا سے کہا:

"تم ابھی ویسا ہی پڑھو جیسا میں نے بتایا ہے یعنی ہاء کے زیر کے ساتھ ثانیِھما لیکن چونکہ قاری صاحب کے ٹوکنے نے تمہیں شک میں ڈال دیا ہے اس لئے اب مشورہ یہ دوں گا کہ تم لوگ اور اساتذہ کرام کی طرف رجوع کر کے اپنی الجھن ختم کر سکتے ہو۔"

لڑکوں نے اسی وقت بڑے بڑے اساتذہ حتیٰ کہ شیخ الحدیث صاحب وغیرہم سے اس کا تلفظ معلوم کیا۔ سوئے اتفاق سبھوں نے بالضم صحیح قرار دیا۔ میں نے بچوں سے کہا:

"یہ غلط ہے میں ہرگز نہیں تسلیم کروں گا۔"

اور بعض احباب نے شیخ الحدیث صاحب سے عرض کیا کہ اب اس قضیہ کا فیصلہ حضرت ازہری میاں ہی کریں گے۔ ان کے پاس جایئے اور دیکھئے وہ کیا فرماتے ہیں۔ دوتین لوگ گئے جن میں شیخ صاحب بھی تھے۔ حضرت ازہری میاں نے سنتے ہی بلاتامل تصحیح فرمادی کہ یہ لفظ یہاں بے شک بالکسر ہی صحیح ہے اور بالضم ہرگز صحیح نہیں ہے۔

جہاں قوت حافظہ کی توانائی اور یادداشت وذہانت آپ نے ملاحظہ فرمائی وہیں یہ بھی دیکھتے چلیں کہ انسان بہت ساری چیزیں یاد کرتا ہے اور انہیں اپنے سینے میں محفوظ

کرتا ہے، مگر جب کبھی اس شئی محفوظ کی ضرورت آن پڑتی ہے تو وہ اس کو زبان پر لانے سے قاصر نظر آتا ہے، لیکن میرے تاج شریعت جہاں کمالات حفظ کے جامع ہیں، وہیں آپ کے حضور ذہنی کا بھی جواب نہیں۔ کبھی ہزاروں کبھی لاکھوں کے مجمع میں آپ سے سوالات کئے جاتے ہیں اور حضور برووقت ان کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت کی حضور ذہنی کی ایک مثال بھی ملاحظہ کریں جو راقم السطور کے ساتھ درپیش ہوئی۔

افتا کے اصول وقواعد پر مشتمل ایک کتاب ''رسم المفتی'' ہے ہم اس کتاب کا درس حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد صالح رضوی صاحب بریلوی سے لیا کرتے تھے۔ ایک روز دوران سبق ایک لفظ ''تطلاب'' آیا، جس کو دیکھنے کے بعد اس کے ترجمہ پر غور کیا گیا۔ ترجمہ بڑی آسانی کے ساتھ حل ہو گیا، لیکن اس کے تلفظ کا تعین نہیں ہو پایا کہ یہ کیا ہے اور اس کا وزن کیا ہے؟ لغات دیکھی گئیں دیگر اساتذہ سے بھی معلوم کیا گیا، لیکن لفظ ''تطلاب'' کی حقیقت کی تہ تک رسائی نہیں ہو سکی۔ دوسرے دن جب ہم اپنے شیخ کی بارگاہ میں پہونچے تو شیخنا المکرم نے فرمایا کہ یہ لفظ اب یہاں حل نہیں ہوگا بلکہ اب حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں حاضری دو۔ دوسرے دن ہم لوگ سیدی سرکار تاج الشریعہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے سبق پڑھنے کے بعد خود راقم السطور نے حضرت سے عرض کی، ''حضور ایک لفظ ''تطلاب'' ہے جو کافی تلاش وجستجو کے بعد بھی نہیں ملتا، آپ رہنمائی فرمادیں کہ یہ کیا ہے؟'' ابھی سوال ختم بھی نہ ہونے پایا تھا کہ حضرت نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ''کیوں نہیں ملتا؟ آپ ''معجم الوسیط'' دیکھیں اس کی مثال میں تذکار کو پیش کیا ہے'' جب ہم نے اپنی قیام گاہ پر آنے کے بعد دیکھا تو بعینہ اسی طرح پایا جیسا کہ حضور تاج الشریعہ نے فرمایا۔ کتاب وہی، وزن وہی اور مثال بھی وہی، ہم لوگ اتنے دنوں سے الجھے رہے تاج الشریعہ نے سکنڈوں میں حل فرمادیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں علوم تاج الشریعہ کا صدقہ عنایت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین والہ الطیبین والطاھرین وعلمائہ الصالحین اجمعین۔



مولانا غلام سرور قادری مصباحی

تاج الشریعہ کی علمی خدمات

یہ مقولہ عوام وخواص کے مابین مشہور ومعروف ہے کہ علم و دولت زیادہ مدت تک کسی خاندان میں نہیں رہتی ۔ ماضی کی طرف نگاہ دوڑائی جائے تو اس کہاوت کی حقانیت وصداقت کی سیکڑوں نظیریں مل جائیں گی ۔ بلکہ اگر ہم بنظر عمیق اپنے اطراف واکناف کا تجزیہ کریں تو بھی اس حقیقت کا اپنے ماتھے کی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ کتنے علما، محدثین، مفکرین، مفتیین اور شیخ الاسلام ہوں گے جن کی اولادیں آج دولت علم و فضل سے محروم ہیں اور کیسے کیسے سلاطین وقت تھے جن کے جگر گوشے آج فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں ۔ کتنے خانوادے ایسے ہیں جو صحیح وارث نہ ہونے کی وجہ سے منظر سے اوجھل ہو گئے ۔

ایسے سیکڑوں خانوادوں کے درمیان اگر کوئی ایسا خانوادہ ہمیں ملتا ہے جس میں کئی صدیوں سے علم وفضل، تقوی و پرہیز گاری، قضا و افتا، درس وتدریس، تصنیف وتالیف، تقریر و بیان اور تحقیق وتنقید وراثت بنکر چلی آرہی ہوں تو بر صغیر کے معدود خانوادوں میں ایک نمایاں خانوادہ ’’خاندان رضویہ‘‘ بریلی شریف ہے ۔ جس میں صدیوں سے علم وفضل کی لازوال دولت موجود ہے اور آج بھی سلسلۂ علمی اور میکدۂ عرفاں کا چشمہ جاری ہے جس کی مثال روئے زمین پر خال خال ہی ملے گی ۔

حضور تاج الشریعہ اسی چمنستان علم وفضل کے گل سر سبد ہیں جن کی خوشبو سے آج پوری دنیائے سنیت معطر ومشکبار ہے، جن کا مشن الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کا درس ہے، جو حضر میں علمی کاموں میں مشغول نظر آتے ہیں تو سفر میں اپنا وقت تراجم کتب میں صرف فرما کر وقت کے قدر کی تعلیم دیتے ہیں جن کی گفتگو قرآن وحدیث کا عطر پیش کرتی ہے تو خموشی کئی کئی خطبہ کا مجموعہ نظر آتی ہے ۔ اعلیٰ حضرت کے مشن کی زندہ کرامت حضور تاج الشریعہ ہیں ۔ احقاق حق اور ابطال باطل جن کا وطیرہ ہے اور جو اہل اللہ کے نقش قدم پر چل کر دشمنان خدا اور سول سے دور ونفور کی تعلیم دینے میں منہمک ہیں ۔ یہ کہنا اظہار حقیقت ہے کہ خانوادۂ رضویہ کا علمی فیضان صدیوں سے جاری ہے اور آج حضور تاج الشریعہ کے ذریعے اس کی روشنی عالم میں پھیل رہی ہے بلا شبہ اس وقت حضور تاج الشریعہ اپنے آبا و اجداد کی علمی روایت کے امین ہیں حضرت مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے کمالات علمی و عملی پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

’’شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا قادری بریلوی، حضرت مفسر اعظم مولانا محمد ابراہیم رضا

قادری، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا قادری، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا قادری سب ہی حضرات گرامی کے کمالات علمی و عملی سے آپ کو گراں قدر حصہ ملا ہے، فہم وذکاء، قوت حافظہ و اتقاء اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ سے، جودت طبع و مہارت تامہ (عربی ادب) حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ سے، فقہ میں تبحر واصابت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ سے، قوت خطابت و بیان پدر بزرگوار حضرت جیلانی میاں قدس سرہ سے۔ گویا مذکورۃ الصدر ارواح اربعہ سے وہ تمام کمالات علمی و عملی آپ کو وراثۃً حاصل ہو گئے ہیں جس کی رہبر شریعت و طریقت کو ضرورت ہوتی ہے۔"(۱)

مفتی اعظم راجستھان حضرت علامہ مفتی اشفاق حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان صاحب ازہری ماشاء اللہ علم و فضل، زہد و تقوی و تدین میں یکتائے روزگار ہیں۔ علم و فضل، فقہ و تفقہ، عربی زبان و ادب کی مہارت و حذاقت اور زہد و تقوی، تصوف و تصلب فی الدین اور استقامت علی الشریعہ میں الولد سر لابیہ کے تحت سیدنا اعلیٰ حضرت، حضرت حجۃ الاسلام و حضرت مفتی اعظم ہند کے عکس جمیل ہیں۔ گلزار رضویت کے ایسے شگفتہ گل ہیں جن کے علم و فضل، اخلاص و للّٰہیت، خوف و خشیت، حلم و تدبر اور فقہ و بصیرت کی خوشبو سے پوری دنیائے سنیت معطر و مشکبار ہے۔ دین و سنیت و مسلک اعلیٰ حضرت کے ایسے روشن مینارہ ہیں جس کی تابشوں اور ضیاء پاشیوں سے پوری دنیائے سنیت روشن ہے"(۲)

حضور تاج الشریعہ کی ولادت باسعادت ۲۴؍ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳؍نومبر ۱۹۴۳ء بروز منگل رضا نگر محلہ سوداگران بریلی شریف میں ہوئی۔ چار سال چار ماہ چار دن کی عمر میں آپ کے والد ماجد حضور مفسر اعظم ہند نے بڑے اہتمام کے ساتھ رسم بسم اللہ خوانی کا پروگرام رکھا جس میں دار العلوم منظر اسلام کے جمیع اساتذہ و طلبا کی پر تکلف دعوت کی۔ تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے رسم "بسم اللہ خوانی" ادا فرمائی۔

آپ نے قرآن پاک ناظرہ اپنی مشفقہ والدہ مرحومہ سے گھر ہی میں پڑھا۔ ابتدائی علوم جہاں آپ نے اپنے والد گرامی مفسر اعظم ہند اور جد امجد مفتی اعظم سے پڑھیں۔ حضرت مفسر اعظم ہند نے دار العلوم منظر اسلام میں بھی داخلہ ہوا جہاں آپ نے کتب متداولہ کی تعلیم حاصل کر کے فراغت لی۔

منظر اسلام سے فراغت کے بعد آپ نے ۱۹۶۳ء میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے جامعہ ازہر مصر تشریف لے گئے اور وہاں "کلیۃ اصول الدین" میں داخلہ لے کر تین سال تک حدیث، اصول حدیث، فقہ اور زبان عربی میں کمال حاصل کیا۔ ۱۹۶۶ء میں وہاں سے سند فراغت لے کر ہندوستان واپس ہوئے۔

حضور تاج الشریعہ جس وقت جامعہ ازہر مصر میں زیر تعلیم تھے اسی دوران ۱۹۶۵ء میں آپ کے والد گرامی حضرت مفسر اعظم کا وصال ہوگیا۔اس وقت آپ کے حوالے سے انہوں نے بڑے قیمتی الفاظ کہے تھے جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ آپ نے فرمایا:

”میں ابھی اختر شماری کر رہا ہوں، مگر بحمد اللہ تعالی اختر شناس ہوں۔میرا اختر ابھی ازہر میں نور بیزی کر رہا ہے، لیکن وہ دن قریب ہے کہ وہ آسمان علم وفضل پر چمکے گا۔اپنے اس سے روشنی پائیں گے، شیاطین و بدخواہ اس سے دور بھی بھاگیں گے، مگر وہ برق خاطف کی طرح ان کا پیچھا کریگا۔والحمدللہ علی ذالک۔“(۳)

بفضلہ تعالی اس وقت حضور تاج الشریعہ علم وفضل، زہد و تقوی، قضاء وافتاء، تحقیق وتدقیق، بحث ومناظرہ، درس وتدریس اور فہم وفراست میں فرد فرید ہیں۔آپ کی علمی، فقہی، مسلکی، ملی، تصنیفی اور روحانی خدمات نے آپ کو عالم اسلام کی آفاقی شخصیت بنا دیا ہے۔آپ کی علمی خدمات عرب وعجم میں پھیلی ہوئی ہیں جسے کوئی بھی منصف انسان جھٹلا نہیں سکتا آیئے حضور تاج الشریعہ کی علمی خدمات کی جھلکیاں ملاحظہ کریں:

تدریسی خدمات: حضور تاج الشریعہ جامعہ ازہر سے فراغت کے بعد دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں ۱۹۶۷ء سے مسند تدریس پر متمکن ہوئے۔۱۹۶۸ء میں برادر اکبر حضرت علامہ ریحان رضا خان علیہ الرحمہ نے آپ کو ”صدر المدرسین“ کے اعلیٰ منصب تعلیم پر فائز فرمایا۔آپ مسلسل بارہ سال تک پوری ذمہ داری اور محنت ولگن سے تدریس کا اہم فریضہ انجام دیتے رہے۔چنانچہ آپ کے عہد تدریس میں ”منظر اسلام“ نے شہرت ومقبولیت کے نئے علاقے فتح کئے۔اس طویل تدریسی عرصے میں سیکڑوں باصلاحیت طلبا نے آپ سے اکتساب علم وفضل کیا۔

دعوتی وتبلیغی اور دیگر مذہبی مصروفیات کی وجہ سے جب باضابطہ تدریسی فریضے کو انجام دینا مشکل ہوگیا تو آپ نے اپنے دولت کدے پر درس قرآن وحدیث کی محفل سجائی جس میں ”منظر اسلام“، ”مظہر اسلام“ اور ”جامعہ نوریہ رضویہ“ کے طلبا کثرت سے شریک ہوکر اپنے علمی پیاس بجھانے لگے، اس وقت بھی گاہ بگاہ جامعۃ الرضا کے تخصص فی الفقہ کے طلبا کو درس دیا کرتے ہیں۔فالحمدللہ علی ذالک۔

آپ کے انداز درس وتدریس خصوصاً درس حدیث کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری رقمطراز ہیں:

”فقیر نے قیام بریلی کے دوران تین دن دور حدیث کے اختتامی ایام میں آپ سے درس حدیث سماعت کرنے کی سعادت حاصل کی، آپ نے جب طلاقت زبان اور سلاست وروانی کے ساتھ عربی میں احادیث کے مطالب ومعانی بیان کیے، متن حدیث پر جرح کی، اسرار ورموز اور نکات کی تشریح کی اور اشکال رفع فرمائی۔اس سے علم حدیث اور اصول حدیث پر آپ کی کامل دسترس، وسعت مطالعہ اور عربی لغت اور صرف ونحو پر عبور کا اندازہ ہوتا

ہے درس حدیث سماعت کرتے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ امام الشیخ احمد رضا خان محدث بریلوی اور ان کے صاحبزادگان حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خان اور حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مصطفی رضا خاں رحمۃ اللہ علیہم کا فیضان ان کے قلب وزبان پر جاری ہے انداز تکلم ایسا حسین کہ دل چاہ رہا تھا کہ یہ بولتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔" (۴)

جانشین مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ کی تدریسی زندگی میں بے شمار طلبہ نے اکتساب فیض کیا سب کے سب آسمان علم وفضل کے درخشندہ ستارے ہیں۔ چند تلامذہ کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت علامہ مفتی سید شاہد علی رضوی، شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رامپور۔
(۲) علامہ ومولانا نور علی رضوی بہرائچی، شیخ الادب دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف۔
(۳) مفتی ناظم علی رضوی بارہ بنکوی، مرکزی دارالافتاء بریلی شریف۔
(۴) مولانا کمال احمد خاں رضوی، نانپارہ ضلع بہرائچ۔
(۵) مولانا جمیل احمد خاں نوری بستوی، استاذ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔
(۶) مولانا مظفر حسین رضوی کٹیہاروی، سابق مدرس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف۔
(۷) مولانا عسجد رضا خان قادری بن تاج الشریعہ مدظلہ۔
(۸) مولانا ومفتی عبید الرحمن رضوی، مدرس ومفتی دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف۔
(۹) مولانا وسیع احمد رضوی، خطیب برمنگھم۔
(۱۰) مولانا شیخ شاہ الحمید الباقوی، مبلغ مرکز الثقافۃ السنیہ کالی کٹ۔
(۱۱) مولانا محمد کوثر علی رضوی بن محمد نور الہدیٰ، مرکزی دارالافتاء بریلی شریف۔
(۱۲) مفتی مشرف حسین بدایونی، استاذ مظہر اسلام بریلی شریف۔
(۱۳) حضرت علامہ ومولانا ابوالقاسم برکاتی رضوی، بائسی پورنیہ بہار۔
(۱۴) مولانا سلیم الدین رضوی سمن پورہ، بہار۔
(۱۵) مولانا بشیر الدین رضوی، مدرس مدرسہ محمدیہ سنگرا کچھ مغربی دیناجپور بنگال۔
(۱۶) مولانا مجیب الرحمن رضوی مدرس بہار اسلام بجوں کٹیہار۔
(۱۷) مولانا سجاد عالم رضوی سمن پوری بہار۔
(۱۸) مولانا مشرف علی رضوی سیتامڑھی بہار۔
(۱۹) مولانا عتیق الرحمن رضوی، للوارہ ضلع رامپور۔

فقہی خدمات: اس میں کوئی شک نہیں کہ خانوادۂ رضا نے جو فقہی خدمات انجام دی ہیں وہ قابل رشک وتقلید ہے۔ شاید ہی دنیا کا کوئی خانوادہ ہوگا جس نے تقریباً ۲۰۰ سالوں تک فقہی خدمات انجام دی ہوں۔ خانوادۂ رضا میں فقہی خدمات کا آغاز حضرت علامہ رضا علی خاں سے ہوا اور بفضلہ تعالیٰ آج بھی حضور تاج الشریعہ کے ذریعے یہ روشن کڑی قائم ہے۔ مولانا یونس رضا مونس صاحب اپنے ایک وقیع اور معلوماتی اداریہ میں خانوادۂ رضا کی دینی فقہی خدمات کے سلسلۂ زریں کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ہندوستان کے بعض سلاطین خود اسلامی دانشور تھے۔ یہاں بھی بہت سے فقہائے کرام پیدا ہوئے اور امت کی قیادت فرمائی مگر شہر بریلی میں خانوادۂ رضا اس عظیم دولت کے حامل ہو کر ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء سے اب تک امت مسلمہ کی قیادت سنبھالے ہوئے ہے۔ چنانچہ اس کی قدرے تفصیل یہ ہے:

امام الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء میں فرمایا اور تادم واپسی یعنی ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ تک ۳۴ سال یہ خدمات جلیلہ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ خاتم الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے فتویٰ نویسی کی شروعات اپنی تعلیم وتربیت سے فراغت کے بعد تقریباً ۱۸۴۶ء میں فرمائی اور اپنی زندگی کے آخری لمحات تک یعنی ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء تک قریب ۳۳ سال اس عظیم الشان کام کو بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء بہ عمر ۱۳ سال مسئلہ رضاعت سے فرمایا اور تا حیات یعنی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء تک ۵۶ سال یہ اہم ذمہ داری بے لوث انجام دیتے رہے۔ شیخ الانام، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۵ء میں فرمایا اور تا حین حیات یعنی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء تک ۴۸ سال یہ خدمت خالص لوجہ اللہ انجام دیتے رہے۔ تاجدار اہل سنت شبیہ غوث اعظم مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفی رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۳۲۸ھ/۱۹۰۱ میں فرمایا اور تادم آخری یعنی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء تک ۷۱ سال یہ عظیم ذمہ داری بطریق احسن انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد حضور تاج الشریعہ کا دور شروع ہوتا ہے آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۹۶۷ء میں فرمایا اور ۳۹ سالوں سے یہ سلسلہ زریں آج بھی جاری وساری کئے ہوئے ہیں۔ گویا خاندان رضا میں فتاویٰ نویسی کی یہ ایمان افروز روایت ۱۷۵ سالوں سے مسلسل چلی آرہی ہے۔"(۵)

حضور تاج الشریعہ دیگر علوم وفنون پر کامل دسترس فقہی لیاقت میں کوہ ہمالہ ہیں۔ جس مسئلے کی عقدہ کشائی سے مفتیان کرام قاصر رہتے ہیں اس مسئلے کو آپ چٹکی میں حل فرمادیتے ہیں۔ حضرت مفتی محمد اختر حسین قادری رقمطراز ہیں کہ:

"ایک مرتبہ فقہی سیمینار بورڈ دہلی میں یہ مسئلہ زیر

بحث تھا کہ عورت کی آواز عورت ہے یا نہیں۔
اس سلسلہ میں اکثر مندوبین فرمارہے تھے کہ عورت کی آواز عورت نہیں بلکہ جس میں نغمگی پائی جائے وہ آواز عورت ہے ان کا استدلال یہ تھا کہ فقہائے کرام نے فرمایا نغمۃ المرأۃ عورۃ۔ راقم کا کہنا ہے کہ نغمگی کی قید نہیں ہے بلکہ جس آواز میں نغمگی، لچک اور جاذبیت ودلکشی ہو وہ سب عورت کے حکم میں ہے۔ بحث مکمل نہ ہوسکی اور سیمینار کا وقت ختم ہوگیا۔
راقم دہلی سے آستانۂ رضویہ بریلی شریف حاضر ہوا اور حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم کی زیارت سے مشرف ہوکر سیمینار میں ہوئی بحث کا خلاصہ عرض کیا آپ نے سنتے ہی برجستہ فرمایا کہ نغمۃ المرأۃ عورۃ میں نغمہ سے مراد نغمگی اور خوش الحانی نہیں بلکہ مطلق آواز ہے دیکھئے فقہائے کرام مطلق آواز کو بھی نغمہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری کتاب الشہادۃ میں ہے اذا النغمۃ تشبہ النغمہ یہاں نغمگی مراد نہیں ہے بلکہ مطلق آواز مراد ہے۔ اسی طرح نعمۃ المرأۃ عورۃ میں میں نغمہ سے خوش الحانی اور نغمگی نہیں بلکہ مطلق آواز مراد ہے۔
حضور والا کی اس برجستہ مدلل گفتگو سے حاضرین مجلس کی باچھیں کھل اُٹھیں اور بھلا ایسا کیوں نہ ہو آپ نے اس علمی خاندان میں آنکھ کھولی ہے جو تقریباً ۲۰۰ سال سے فقہ وفتاویٰ کے عظیم مرکز اور عالم اسلام کے لیے نہایت معتبر ومستند اور پروقار دارُ الافتاء کی حیثیت سے متعارف ومسلم اور فقہ حنفی کے عظیم نگہبان کے طور پر مشہور انام ہے۔‘‘(۶)

حضور تاج الشریعہ اپنے فتاویٰ نویسی کی ابتدا کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

’’میں بچپن سے ہی حضرت (مفتی اعظم) سے داخل سلسلہ ہوگیا ہوں، جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد میں نے اپنی دلچسپی کی بنا پر فتویٰ کا کام شروع کیا۔ شروع شروع میں مفتی سید افضل حسین صاحب علیہ الرحمہ اور دوسرے مفتیان کرام کی نگرانی میں یہ کام کرتا رہا اور کبھی کبھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر فتویٰ دیکھا یا کرتا تھا، کچھ دنوں کے بعد اس کام میں میری دلچسپی زیادہ بڑھ گئی، اور پھر میں مستقل حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ حضرت کی توجہ سے مختصر مدت میں مجھے وہ فیض حاصل ہوا کہ جو کسی کے پاس مدتوں بیٹھنے سے بھی نہ ہوتا۔‘‘(۷)

ایک مرتبہ حضور مفتی اعظم ہند نے کار افتا کی ذمہ داری سپرد کرتے ہوئے فرمایا:

’’اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں، یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے کبھی سکون سے

بیٹھنے نہیں دیتے، اب تم اس (فتویٰ نویسی) کے کام کو انجام دو۔ میں (دارُ الافتا) تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ موجود لوگوں سے مخاطب ہو کر حضور مفتی اعظم ہند نے فرمایا آپ لوگ اب اختر میاں سلمہٗ سے رجوع کریں۔ انہیں کو میرا قائم مقام اور جانشین جانیں۔" (۸)

حضور مفتی اعظم کے اس ارشاد کے بعد لوگوں کا رجحان حضور تاج الشریعہ کی طرف ہو گیا اور آپ بحسن وخوبی اس اہم فریضہ کو تقریباً پچاس سالوں سے انجام دے رہے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق آپ کے فتاویٰ کے رجسٹروں کی تعداد اکتیس (۳۱) سے متجاوز ہو گئی ہے۔

تصنیفی خدمات: حضور تاج الشریعہ نے اپنی بین الاقوامی مصروفیات کے باوجود مختلف موضوعات اور زبان پر مشتمل درجنوں کتب ورسائل اور مقالے تحریر فرمائے ہیں جو سب کے سب دلائل وبراہین سے مملو اور حقائق ومعارف کا گلشن بے خزاں ہیں۔

(۱) شرح حدیث نیت (اردو)
(۲) ہجرت رسول (اردو)
(۳) آثار قیامت (اردو)
(۴) سنو چپ رہو (اردو)
(۵) ٹائی کا مسئلہ (اردو)
(۶) تین طلاقوں کا شرعی حکم (اردو)
(۷) تصویروں کا حکم (اردو)
(۸) دفاع کنز الایمان، دو جز (اردو)
(۹) الحق المبین (اردو)
(۱۰) ٹی، وی اور ویڈیو کا آپریشن مع شرعی حکم (اردو)
(۱۱) القول الفائق بحکم الاقتداء بالفاسق (اردو)
(۱۲) حضرت ابراہیم کے والد تارخ یا آزر (مقالہ، اردو)
(۱۳) کیا دین کی مہم پوری ہو چکی (مقالہ، اردو)
(۱۴) جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مقالہ، اردو)
(۱۵) متعدد فقہی مقالات (اردو)
(۱۶) سعودی مظالم کی کہانی اختر رضا کی زبانی (اردو)
(۱۷) العطایا الرضویہ فی الفتاویٰ الازہریہ (اردو)
(۱۸) شرح بخاری (اردو)
(۱۹) تراجم قرآن میں کنز الایمان کی فوقیت (اردو)
(۲۰) نوح حامیم کیلر کے سوالات کے جوابات، کفر، ایمان، تکفیر (اردو)
(۲۱) الحق المبین (عربی)
(۲۲) الصحابۃ نجوم الاھتداء (عربی)
(۲۳) شرح حدیث الاخلاص (عربی)
(۲۴) سد المشارع علی من یقول ان الدین یستغنی عن الشارع (عربی)
(۲۵) تحقیق ان ابا ابراھیم تارخ لا آزر (عربی)
(۲۶) نبذۃ حیاۃ الامام احمد رضا (عربی)
(۲۷) مرآۃ النجدیہ بجواب البریلویہ (عربی)
(۲۸) الفردہ شرح البردہ (عربی)
(۲۹) نہایۃ الزین (عربی)
(۳۰) حاشیۃ الازھری علیٰ صحیح البخاری

(عربی)

(۳۱) حاشیۃ المعتقد و المستند (اردو)

(۳۲) سفینۂ بخشش، نعتیہ دیوان (عربی، اردو)

(۳۳) انوار المنان فی توحید القرآن (ترجمہ اردو)

(۳۴) المعتقد المنتقد مع المعتمد المستند (ترجمہ اردو)

(۳۵) الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی (ترجمہ اردو)

(۳۶) اہلاک الوہابیین علی توہین القبور المسلمین (تعریب، عربی)

(۳۷) العطایا الرضویہ فی الفتاویٰ الازہریہ (عربی)

(۳۸) شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام (تعریب، عربی)

(۳۹) الہاد الکاف فی حکم الضعاف (تعریب، عربی)

(۴۰) برکاۃ الامداد لاہل الاستمداد (تعریب، عربی)

(۴۱) عطایا القدیر فی حکم التصویر (تعریب، عربی)

(۴۲) تیسر الماعون للسکن فی الطاعون (تعریب، عربی)

(۴۳) قوار القہار فی رد المجسمۃ الفجار (تعریب، عربی)

(۴۴) الامن و العلی لناعتی المصطفیٰ بدافع البلا (تعریب، عربی)

(۴۵) سبحان السبوح (تعریب، عربی)

(۴۶) القمع المبین لآمال المکذبین (عربی)

(۴۷) النہی الاکید (تعریب، عربی)

(۴۸) حاجز البحرین (تعریب، عربی)

(۴۹) فقہ شہنشاہ و ان القلوب بید لمحبوب بعطاء اللہ (تعریب، عربی)

(۵۰) ملفوظات تاج الشریعہ (اردو)

(۵۱) تقدیم تجلیۃ السلم فی مسائل نصف العلم (اردو)

(۵۲) ترجمہ قصیدتان رائعتان (اردو)

(۵۳) Few English Fatawa (انگلش)

(۵۴) ازہر الفتاویٰ (انگلش)

(۵۵) ٹائی کا مسئلہ (انگلش)

(۵۶) A Just answer to the beased authar (انگلش)

(۵۷) Azharul Fatawa (انگلش)

(۵۸) نغمات اختر، نعتیہ دیوان (عربی، اردو)

(۵۹) فضیلت صدیق اکبر (تعریب، عربی)

(۶۰) ارائۃ الادب لفاضل النسب (تعریب، عربی)

(۶۱) صیانۃ القبور (عربی)

(۶۲) ازہر الفتاوی (مجموعہ فتاویٰ پانچ جلدوں میں)

مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ بشکل Audeo، قصیدہ بردہ کی عربی شرح، بخاری شریف کا اردو میں درس، انٹرنیٹ پر ہر اتوار کو بعد نماز عشا آن لائن عربی سوال کا عربی میں،

انگلش سوال کا انگلش میں، اردو سوال کا جواب اردو میں انٹر نیٹ پر موجود ہے۔ جن کتابوں کا آپ نے ترجمہ فرمایا ہے خواہ عربی میں ہوں یا اردو میں ان پر آپ کا حاشیہ بھی ہے۔ یہاں صرف المعتقد مع المعتمد المستند کے حاشیے کا تصانیف میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان حواشی کو بھی آپ کی تصانیف میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

تقریری خدمات: تقریر ایک مستقل فن ہے جس میں طلاقت لسانی، انداز تکلم کے ساتھ ساتھ علوم وفنون کا جامع ہونا ضروری ہے حضور تاج الشریعہ کو دوسرے علوم وفنون کی طرح اس فن میں بھی کامل عبور حاصل ہے۔ آپ کی تقریر دلائل وبراہین سے مرصع، فصاحت وبلاغت سے لبریز اور پروقار آواز میں ہوتی ہے۔ جو کچھ فرماتے ہیں سامعین کی نفسیات کو سمجھ کر اور دل کی گہرائیوں سے یہی وجہ ہے کہ ''دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے'' کے مطابق آپ کی تقریر کے موثر نتائج بھی برآمد ہوتے ہیں۔

جوہر خطابت فضل الٰہی ہے ورنہ سامعین پر اثر انداز ہونا اپنے بس کی نہیں ہے۔ بسا اوقات ایک ماہر خطیب ایک مقام پر اپنی تقریر سے سامعین کے قلوب واذہان کو فتح کر لیتا ہے اور دوسرے مقام پر وہی خطیب نامقبول ہوجاتا ہے، لیکن حضور تاج الشریعہ جب بھی تقریر فرماتے ہیں روحانی کیفیت جلوہ گر ہوجاتی ہے سامعین پر وجد وحال کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور تاج الشریعہ کو مختلف زبان وبیان پر مہارت عطا فرمائی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ جس طبقے میں تشریف لے جاتے ہیں اسی طبقے کی زبان میں آپ تقریر فرماتے ہیں۔ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے آپ کو کئی زبانوں پر ملکہ خاص عطا فرمایا ہے۔ زبان اردو تو آپ کی گھریلو زبان ہے اور عربی آپ کی مذہبی زبان ہے۔ ان دونوں زبانوں میں آپ کو خصوصی ملکہ حاصل ہے جس پر آپ کی اردو اور عربی نعتیہ شاعری شاہد عدل ہیں۔ آپ کے برجستہ اور فی البدیہہ نعتیہ اشعار فصاحت وبلاغت حسن ترتیب اور نعت تخیل میں کسی کہنہ مشق استاذ کے اشعار سے کم درجہ نہیں ہوتے۔ عربی زبان کے قدیم وجدید اسلوب پر آپ کو ملکۂ راسخ حاصل ہے آپ کی خطابت وشاعری اور ترجمہ نگاری کسی پختہ کار عربی ادیب کے ادبی کارناموں پر بھاری نظر آتی ہے جامعہ ازہر کے دور تحصیل میں جب آپ کا عربی کلام ازہر کے شیوخ سنتے تو کلام کی سلاست ونزاکت اور حسن ترتیب پر جھوم اٹھتے اور کہتے تھے کہ یہ کلام کسی غیر عربی کا محسوس ہی نہیں ہوتا۔ یہ واقعہ میرے سامنے ہی کا ہے کہ زمباوے میں ایک مصری شیخ نے آپ کے حمدیہ اشعار سنے تو بہت محظوظ ہوئے اور اس کی نقل کی فرمائش بھی کر ڈالی۔ حضرت علامہ ازہری کو میں نے انگلینڈ، امریکہ، ساؤتھ افریقہ، زمباوے وغیرہ میں برجستہ انگریزی زبان میں تقریر و وعظ کرتے دیکھا ہے۔ اور

وہاں کے تعلیم یافتہ لوگوں سے آپ کی تعریفیں بھی سنیں اور یہ بھی ان سے سنا کہ حضرت کو انگریزی زبان کے کلاسیکی اسلوب پر عبور حاصل ہے۔"(۹)

ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد مظہری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

"ایک مرتبہ سفر پاکستان کے موقع پر نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفتی محمد اختر رضا خان صاحب قبلہ کو اپنے مکان میں مدعو کیا دوران گفتگو حضرت سے میں نے چند عربی اشعار سنانے کو کہا آپ نے فی البدیہہ کئی اشعار سنا ڈالے۔"(۱۰)

حضرت مسعود ملت علیہ الرحمہ کے اس بیان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضور تاج الشریعہ عربی زبان وادب کے ایک ماہر ادیب ہیں اور عربی ادب کے مزاج سے اچھی طرح واقف ہیں ورنہ فی البدیہہ عربی زبان میں اشعار کہنا کس قدر مشکل امر ہے اہل علم پر مخفی نہیں۔

قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ ہالینڈ میں منعقدہ ایک کانفرنس کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ:

"کانفرنس میں حضرت ازہری میاں ایک بڑے مجمع سے اردو زبان میں خطاب فرما رہے تھے۔ سامعین میں اکثریت اردو زبان سے بہت زیادہ مانوس نہیں تھی۔ اچانک مجمع کی طرف سے کچھ آوازیں بلند ہوئیں حضرت ازہری میاں نے اسٹیج پر موجود حضرات سے دریافت فرمایا کہ یہ بے ہنگم آوازیں کیسی ہیں؟ اور لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ لوگ انگریزی زبان میں تقریر کرنے کی گزارش کر رہے ہیں اتنا سنتے ہی آپ نے زیر لب مسکرا کر اپنی آنکھیں بند کرلیں جیسے مراقبہ میں چلے گئے ہوں یا تصور شیخ میں مستغرق ہوگئے ہوں۔ چند منٹ ایسی کیفیت میں رہنے کے بعد آپ نے اپنی آنکھیں کھول کر پورے مجمع پر ایک بھرپور نظر ڈالی پھر لب وا ہوئے تو دہن مبارک سے انگریزی زبان میں فصاحت وبلاغت کا گویا دریا بہنے لگا۔ فصیح وبلیغ انگریزی زبان میں نہایت جامع بے حد پرمغز ودل پذیر ایسی برجستہ تقریر فرمائی کہ حاضرین وسامعین حیرت واستعجاب کے سمندر میں غوطہ لگانے لگے۔"(۱۱)

شہزادۂ قائد اہلسنت ڈاکٹر غلام زرقانی رقمطراز ہیں:

"ابھی چند سال قبل موصوف (حضور تاج الشریعہ) امریکہ کے دورے پر تشریف لائے تھے۔ آپ کے ہمراہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری بھی تھے۔ ایک عقیدت مند کی ذاتی محفل میں محدث کبیر مدظلہ العالی نے اپنی تقریر کے بعد حضرت کی خدمت میں مائک پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ انگریزی میں کچھ بیان فرمادیں۔ حضرت فی البدیہہ انگریزی میں کافی دیر تک بیان فرمایا لوگوں پر ایک سکتہ

طاری تھا کہ اتنی صاف وشستہ انگریزی زبان۔ یقین کریں اس شب ایسا محسوس ہورہا تھا کہ واقعی عالم اسلام کے قائد کو ایسا ہی ہونا چاہیے جب ادھر رخ کیا عربی میں خطاب فرمادیا۔ فارسی داں طبقہ میں بیٹھے تو فارسی میں گفتگو کرلی، اہل ہندوپاک کے درمیان موجود ہوتو اردو میں بول پڑے اور یورپ وامریکہ میں عقیدہ حقہ کی ترویج واشاعت کے لیے نکلے تو انگریزی زبان میں اپنا مدعا دنیا کے سامنے پیش کردیا۔" (۱۲)

حضور تاج الشریعہ میدان فقاہت کے شہ نشیں، عظیم محقق ومدقق، مرجع العلما، سراج المفسرین، فخر المحدثین، بالغ نظر مفکر، متحرک وفعال قائد، امام وہمام، ماہر ہیئت ونجوم، جامع معقولات، آبروئے سنیت، امیر الہند، علامۃ الدہر، شیخ اعظم، مرشد کامل، ولی کامل، غوث زماں، قطب وقت، اور یادگار اسلاف ہونے کے ساتھ ساتھ نکتہ رس اور سخن سنج خطیب بھی ہیں۔ جنھوں نے تقریباً پچاس سالوں سے علم وفن اور فقہ وتصوف کے ذریعے قوم وملت کے زلف برہم کی مشاطگی کی ہے اور جن کے دم سے ہزاروں گم گشتگان راہ کو ہدایت کی دولت نصیب ہوئی۔ پروردگار عالم ان کا سایہ فیض وکمال سب مسلمانوں پر قائم رکھے، انہیں عمر خضر دے کہ جماعت اور قوم دونوں کو ان سے مستفیض ہونے کا موقع ملتا رہے۔

ماخذ:

(۱) پیش گفتار حدیث نیت ملخصاً

(۲) تجلیات تاج الشریعہ، ص ۴۹

(۳) حیات مفسر اعظم، ص ۲۵۵

(۴) معارف رضا کراچی، جشن صد سالہ دار العلوم منظر اسلام بریلی، شمارہ، ربیع الاول تا جمادی الآخر ۱۴۲۲ھ، ص ۱۶۔

(۵) ماہنامہ سنی دنیا، اکتوبر ۲۰۰۵ء، ص ۵۰۴۔

(۶) تجلیات تاج الشریعہ، ص ۳۳۱۔

(۷) حیات تاج الشریعہ، ص ۱۹۔

(۸) حیات تاج الشریعہ، ص ۱۷۔

(۹) تجلیات تاج الشریعہ، ص ۴۷۔

(۱۰) اجالا۔

(۱۱) علامہ ازہری حیات وشخصیت، ص ۶۷۔

(۱۲) تجلیات تاج الشریعہ، ص ۷۸۔



مولانا اظہار النبی حسینی

حضور تاج الشریعہ اور ان کے خلفاء

حضور تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند فخر ازہر حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری زید مجدہ کی ذات گرامی ایسی ہے کہ جن سے نسبت اہل سنت کے لئے بہت بڑی سعادت ہے ۔کروڑوں کی تعداد میں ملک وبیرون ملک آپ کے مریدین ومتوسلین پائے جاتے ہیں اور عالم اسلام میں آپ کے خلفا کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے ،اگر ان میں ہرایک پر دودو صفحہ ہی لکھا جائے تو ہزاروں صفحات رنگین ہو جائیں تاہم وہ شخصیات جنہیں میں جانتا ہوں ان کا ایک ہلکا تعارف پیش خدمت ہے۔

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد عبدالشکور صاحب قبلہ علم وعمل،تقوی وطہارت، نفاست وپاکیزگی،اور شرافت وسادگی کے پیکر جمیل کا نام محدث جلیل علامہ عبد الشکور مصباحی ہے۔آپ کی پیدائش ۵ ۱۹۳ء میں محلہ قصبہ ستگاواں،تحصیل ہریہر گنج، ضلع پلامو(موجودہ ضلع اونگ آباد بہار) میں ہوئی۔آپ کی ابتدائی تعلیم مکتب ارزوا پلامو میں ہوئی۔حفظ قرآن کے لیے مدرسہ عین العلوم گیا بہار میں داخلہ لیا،چند پارے حفظ کیے پھر مدرسہ سراج العلوم رفیع گنج اورنگ آباد حاضر ہوئے اور یہیں حفظ قرآن کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مبارک پوری اور سراج ملت حضرت علامہ سراج الہدی مصباحی گیاوی کے مبارک ہاتھوں دستار حفظ سے نوازے گئے۔

ابتدائی عربی وفارسی کی تعلیم مدرسہ عین العلوم بہار میں پائی اور متوسطات کے لیے مدرسہ حمیدیہ رضویہ بنارس میں داخلہ لیا۔اعلی تعلیم کے لیے دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم کو منتخب کیا اور اساتذۂ کرام کے چشمہ صافی سے سیراب ہوئے اور ۱۹۶۲ء میں سند ودستار فضیلت سے نوازے گئے۔آپ کے مشہور اساتذہ میں حافظ ملت علامہ عبدالعزیز محدث مباک پوری،اشرف العلما سید حامد اشرف کچھوچھوی،جامع معقول منقول علامہ عبدالرؤف بلیاوی،بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی،قاضی شریعت قاضی محمد شفیع اعظمی علیہم الرحمۃ والرضوان وغیرہ کے نام آتے ہیں۔

فراغت کے بعد آپ نے منصب تدریس کو زینت بخشی اور تشنگان علوم کو سیراب کیا۔"مدرسہ تدریس الا سلام"بسڈیلہ میں آٹھ سال،"مدرسہ انوار العلوم" تلسی پور میں چھ ماہ،"مدرسہ مسعود العلوم" بہرائچ شریف میں پانچ سال تدریسی خدمات انجام دیں، پھر ۱۹۷۴ء میں حضور

حافظ ملت علیہ رحمۃ کے حکم پر" دارالعلوم اشرفیہ" حاضر ہوئے اور بحیثیت استاذ مقرر ہوئے اور تادم تحریر بحیثیت شیخ الحدیث علم دین کا جام پلا رہے ہیں۔

آپ کے چند مشاہیر تلامذہ کے نام ہیں: جامع معقول ومنقول مفتی شبیر حسن رضوی شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ روناہی، حضرت علامہ مجاہد حسین رضوی الہ آبادی ،مفتی اشرف رضا قادری ممبئی، علامہ محمد حسین ابوالحقانی بہار، حضرت مفتی انور نظامی، ہزاری باغ، حضرت علامہ مفتی قمر عالم رفاقتی، شیخ الحدیث دارالعلوم جمد اشاہی بستی، حضرت مفتی رحمت علی کلکتہ، حضرت مولانا محمد قمرالزماں مصباحی پرنسپل الجامعۃ الرضویہ پٹنہ، حضرت مفتی نظام الدین رضوی صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور، شمس العلماء مفتی شمس الہدیٰ مصباحی،ڈاکٹر غلام یحیی انجم ڈین فیکلٹی اسلامک اسٹڈیز اینڈ سوشل سائنس جامعہ ہمدرد دامت برکاتہم العالیہ وغیرہ۔حضرت علامہ محمد عبدالشکور کو حضور تاج الشریعہ سے ۲۰۱۳ء میں بریلی شریف حاضری کے موقع پر خلافت حاصل ہوئی۔

نصیر ملت پیر طریقت حضرت علامہ محمد نصیر الدین: نصیر ملت حضرت علامہ مولانا محمد نصیر الدین صاحب قبلہ ماہر معقولات ،جامع شریعت وطریقت نفیس طبیعت کے مالک اور الجامعۃ الاشرفیہ کے موقر استاذ ہیں۔آپ کی ولادت تقریبا ۱۹۴۸ء میں صوبہ جھارکھنڈ کے ضلع پلامو کے قصبہ ٹاٹی دیری میں ہوئی۔بسم اللہ خوانی والد ماجد ذاکر حسین صاحب مرحوم نے خود ہی کرائی، قرآن شریف اور درجہ چہارم تک کی تعلیم گاؤں کے مکتب میں مولوی رئیس احمد مرزاپوری کے پاس ہوئی۔۱۹۵۷ء میں نگر اونٹاری کے ہائی اسکول میں داخلہ لیا ،اسی سال آپ شفقت پدری سے محروم ہوگئے، یہاں پنجم تا ششم کی تعلیم مکمل فرمائی، پھر بڑے والد محمد صدیق صاحب مکھیا کی خواہش پر ۱۹۵۹ء میں مدرسہ "عین العلوم" بہار حاضر ہوئے ، یہاں مولانا تجمل حسین صاحب کی نگرانی میں تین سال تک تعلیم ہوئی ، ۱۹۶۲ء میں صوبہ بہار کی مشہور خانقاہ" آستانہ بیت الانوار" کے سجادہ نشین حضرت علامہ الحاج سراج الہدیٰ صاحب مصباحی گیاوی علیہ الرحمۃ نے سندری گاؤں کے جلسے میں مدعو جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ سے" مصباح العلوم" میں آپ کے داخلے کے متعلق گفتگو کی ،آپ نے داخلہ منظور فرمایا اور اپنے حجرۂ خاص میں جگہ عنایت فرمائی۔ یہاں تقریبا ۹ سال تک وقت کے مایہ ناز اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کیا اور ۱۹۷۱ء میں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

فراغت کے بعد حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ نے" دارالعلوم شمس العلوم" گھوسی، بھیجا جہاں آپ نے بحیثیت صدر المدرسین چھ ماہ تک اپنی خدمات پیش کیں پھر حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے اشرفیہ میں بحیثیت استاذ آپ کی تقرری فرمائی اور اوراد ووظائف کی اجازت اور اپنا خاص قلم دان عطا فرمایا۔تا حال اسی ادارے میں علم وادب کے جوہر لٹا رہے ہیں۔اس کے علاوہ" دارالعلوم قادریہ نوریہ"، قادری نگر ضلع سون بھدر اور" مدرسۃ البنات قادریہ" گرلس کالج، ملت نگر دودھی سون بھدر کے بانی وسربراہ اعلیٰ ہیں۔جب کہ مرکزی دارالعلوم ڈالٹین گنج جھارکھنڈ اور مدرسہ" نور العلوم"

سندری سون بھدر آپ کی سرپرستی میں چل رہے ہیں۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ کے حج کے موقع پر آپ نے شرف بیعت حاصل کی کسی موقع پر حضور حافظ ملت نے آپ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''یہ میری آخری یادگار ہیں''۔اس کے علاوہ سراج ملت علامہ الحاج سراج الہدی علیہ الرحمۃ،محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفی،چشم وچراغ خانوادۂ غوث اعظم علامہ طاہر علاؤالدین گیلانی دامت برکاتہم العالیہ نے بھی آپ کو مختلف سلاسل کی خلافت عطا فرمائی۔ ۱۳؍اکتوبر ۲۰۰۲ء میں برکات رضا کانفرنس بھدوہی میں حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی نے اجازت وخلافت سے شرف یاب فرمایا،آپ کے چند مشاہیر تلامذہ کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت علامہ محمد حسین ابوالحقانی صدیقی (۲) حضرت مولانا عبدالرحمان (۳) مولانا مجاہد حسین الہ آباد (۴) مولانا محمد اسلم گورکھپور (۵) مولانا سید اقبال حسنی گیا (۶) مولانا ممتاز عالم گھوسی (۷) مفتی آل مصطفی گھوسی (۸) مولانا محمد قمر الزماں مصباحی مظفر پور (۹) مولانا مفتی انور نظامی ہزاری باغ (۱۰) مفتی شمس الہدیٰ مصباحی (۱۱) مفتی اشرف رضا قادری ممبئی۔

مفتی اعظم باسنی ولی محمد رضوی: حضرت مفتی اعظم باسنی ۹؍رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں باسنی کے ایک شریف گھرانے میں پیدا ہوئے۔والد گرامی الحاج عبدالشکور صاحب نے آپ کی تعلیم وتربیت فرمائی، پھر ابتدائی تعلیم کے لیے ۱۳۸۱ھ میں باسنی کی مرکزی درس گاہ ام المدارس ''مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ'' میں داخلہ کرایا جہاں آپ نے عربی وفارسی کی تعلیم حاصل کی پھر اچانک والد صاحب نے ممبئی تجارت کے لیے بھیج دیا،۱۳۹۶ھ میں جب آپ گھر واپس آئے تو درس نظامی شروع کردیا،شیخ القوم حضرت مولانا غلام محمد اور قائد اہل سنت حضرت مولانا ظہور احمد علیہما الرحمۃ نے آپ کو''ہدایہ''،''مشکوۃ''،''نورالانوار'' وغیرہ سبقاً سبقاً پڑھایا،۱۴۰۱ھ میں راجستھان کی مرکزی درس گاہ'' دارالعلوم اسحاقیہ'' جودھ پور سے مفتی اعظم راجستھان حضرت علامہ اشفاق حسین علیہ الرحمۃ نے قرأت کی سند ودستار سے نوازا۔ ۱۴۰۲ھ میں'' دارالعلوم غریب نواز'' الہ آباد حاضر ہوکر دورۂ حدیث میں داخلہ لیا اور سند ودستار فضیلت سے نوازے گئے،پھر پاسبان ملت کے حکم پر شفیق ملت مفتی شفیق احمد شریفی کی نگرانی میں مشق افتاء کی تربیت پائی اور ۱۴۰۷ھ میں سند افتا سے سرفراز ہوئے۔ ۱۴۲۳ھ میں حضور تاج الشریعہ نے سند حدیث عطا فرمائی اور ۲۰۱۲ء میں ناگور شریف کا قاضی شرع بھی مقرر فرمایا۔

مفتی اعظم باسنی کو سرکار مفتی اعظم ہند الشاہ محمد مصطفی رضا خان سے شرف بیعت حاصل ہے جب کہ مندرجہ ذیل شخصیات سے مختلف سلاسل کی خلافتیں حاصل ہیں۔

(۱) ۱۴۰۵ھ میں تاج الشریعہ مدظلہ العالی سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی خلافت۔

(۲) ۱۴۲۳ھ میں مفتی اعظم راجستھان مفتی اشفاق حسین نعیمی علیہ الرحمۃ سے سلسلہ عالیہ اجملیہ اشفاقیہ کی خلافت۔

(۳) ۱۴۲۵ھ میں امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی مدظلہ العالی سے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی خلافت۔

(۴) ۱۴۳۲ھ میں اشرف الصوفیاء مولانا سید محمد اشرف مدظلہ العالی سے سلسلہ عالیہ چشتیہ اشرفیہ کی خلافت۔

آپ نے تحریر وتصنیف کے ذریعہ بھی دین کی اشاعت اور قوم کی اصلاح کا فریضہ انجام دیا ہے جن پر درج ذیل کتب شاہد عدل ہیں:

(۱) ثبوت علم غیب وتوسل (۲) علمی محاسبہ (۳) تعارف سنی تبلیغی جماعت (۴) تعارف مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ (۵) حیات قائد اہل سنت (۶) آئینہ صداقت (۷) آئینہ ہدایت (۸) آئینہ حقیقت (۹) مسائل زکوۃ (۱۰) طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے؟ (۱۱) مسلمانوں، حق وباطل کو پہچانو! (۱۲) مشعل راہ (۱۳) راہ ہدایت (۱۴) لمعات ولی (مجموعہ مقالات) (۱۵) مسئلہ رفع یدین (۱۶) مسائل عشروزکوۃ (۱۷) ترکیب نماز (۱۸) تصدیقات حسام الحرمین (زیر ترتیب) (۱۹) تذکرہ علمائے باسنی (زیر ترتیب)۔ ان کے علاوہ علمائے اہل سنت کی کتابوں پر متعدد تقریظات وتاثرات تحریر فرمائیں جن کی تعداد تقریباً تیس ہے۔

حضرت مفتی حنیف خان رضوی، بریلی شریف: حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خان رضوی ابن مولانا محمد علی خان عصر حاضر میں بلند پایہ عالم دین اور صاحب تحقیق مصنف اور مولف ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۱ر ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۵ر دسمبر ۱۹۵۵ء کو بھوگپور تحصیل بہیڑی بریلی شریف یوپی کے ایک مذہبی گھرانے میں ہوئی۔ تقریبا پانچ سال کی عمر میں آپ نے اپنے تعلیمی سفر کا آغاز کیا، ابتدائی تعلیم مقامی مکتب میں حاصل کی، قرآن پاک ناظرہ اور اساسی اردو کے بعد چوتھے کلاس تک مروجہ ہندی اسکول میں پڑھا، پھر بہیڑی کی ایک درس گاہ "مدرسہ شیریہ" میں عربی فارسی کا آغاز کیا، دوسال کے بعد ۱۹۷۲ء میں بہیڑی کی دوسری درس گاہ "بحر العلوم" میں داخلہ لیا اور درجہ خامسہ تک بڑی محنت کے ساتھ تحصیل علم میں کوشاں رہے۔ اس کے بعد ۱۹۷۶ء میں "الجامعۃ الاشرفیہ" مبارک پور تشریف لائے اور سادسہ کی تکمیل فرمائی پھر ۱۹۷۷ء میں مرکز اہل سنت دار العلوم "منظر اسلام" بریلی شریف میں داخل ہوئے اور دوسال تک جام علم نوش فرمایا۔ ۱۹۷۹ء میں سند وتاج فضیلت سے شرف یاب ہوئے۔

منظر اسلام سے فراغت کے بعد منصب تدریس سنبھالا اور طالبان علوم نبوی کو زیور علم سے آراستہ فرمایا۔ آپ نے جن مدارس میں علم کے جوہر لٹائے اور انتظام وانصرام میں کلیدی رول ادا کیا، ان کے اسماء مع مدت تدریس حسب ذیل ہیں:

(۱) دار العلوم جامعہ رضویہ، قصبہ کیمری ضلع رام پور میں ڈیڑھ سال

(۲) دار العلوم گلشن بغداد رام پور میں تقریبا پونے چار سال

(۳) مفتاح العلوم جامع مسجد رام نگر ضلع نینی تال میں تقریبا پونے تین سال

(۴) بدر العلوم جامع مسجد جسپور ضلع نینی تال میں ڈیڑھ سال

(۵) الجامعۃ القادریہ رچھا اسٹیشن بریلی شریف میں تقریبا چار سال

اس کے بعد منانی میاں صاحب قبلہ کی خواہش پر "جامعہ نوریہ رضویہ" بریلی شریف تشریف لائے اور اس کی تعلیمی وتنظیمی ترقی میں مصروف ہوگئے۔

آپ حضور مفتی اعظم ہند کے دست اقدس پر بیعت کا شرف پاکر داخل سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ ہوئے۔ آپ کو اہل سنت کی تین اہم شخصیات سے خلافت واجازت بھی حاصل ہے۔ ان میں سب سے پہلے ۱۹۹۰ء میں حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری میاں دامت برکاتہم العالیہ نے "الجامعۃ القادریہ" رچھا کے جشن دستار فضیلت کے موقع پر بعد ازیں، مظہر مفتی اعظم ہند صدر العلماء علامہ تحسین رضا خان علیہ الرحمۃ نے "جامعہ نوریہ رضویہ" میں تدریس کے دوران اور پھر ۲۰/اکتوبر ۲۰۱۰ء میں شرف ملت سید اشرف میاں صاحب قبلہ نے عرس قاسمی مارہرہ مطہرہ کے موقع پر اجازت وخلافت سے نوازا۔

آپ کا اب تک کا سرمایہ قلم اس طرح ہے:

(۱) جامع الاحادیث ۱۰ جلدیں (۲) ترجمہ جامع الغموض مکمل (۳) نحوی پہیلیاں (۴) واحد وجمع (۵) مسئلہ قرأت خلف الامام (۶) تلخیص وترجمہ تبشیر الوری (۷) تاریخ وہابیہ (۸) مقالات حنفیہ (۹) حضور مفتی اعظم ہند (۱۰) حنفی نماز (۱۱) حالات فقہاو محدثین (۱۲) اصول حدیث (۱۳) تدوین حدیث (۱۴) مقالات حنفی ۳ جلدیں۔

آپ نے اپنے احباب کی معیت میں کئی اشاعتی اداروں کا پروگرام بنایا اور انہیں زمینی سطح پر عمل میں لاکر ایک اہم کارنامہ انجام دیا۔ آپ نے جن اشاعتی اداروں کو قائم فرمایا ان کے متعلق معلومات کچھ یوں ہے:

(۱) ۱۹۸۱ء میں رضا اکیڈمی رامپور کا قیام،

(۲) ۱۹۸۲ء میں قادری اکیڈمی رامپور کا قیام،

(۳) نینی تال میں رضا دار الاشاعت کا قیام

(۴) بریلی شریف میں امام احمد رضا اکیڈمی کا قیام۔

ڈاکٹر مولانا مفتی غلام مصطفیٰ نجم القادری: حضرت مولانا غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب کی شخصیت مذہبی وعلمی دنیا میں معتبر عالم دین، مایہ ناز خطیب اور کہنہ مشق ادیب کی حیثیت سے معروف ومشہور ہے۔ تدریس، تقریر اور تحریر تینوں فنون پر آپ کو قدرت نے ملکہ عطا فرمایا ہے، جس سے آپ کی شخصیت بہ ہمہ وجوہ پرکشش وقابل رشک ہوگئی ہے۔ آپ کی پیدائش سیتا مڑھی ضلع کے ردولی گاؤں میں ۱۱/جون ۱۹۶۵ء میں ہوئی۔

آپ کے والد گرامی جناب عابد حسین صاحب مرحوم گاؤں کے مشہور اور نہایت با اثر آدمی تھے، آپ کی ابتدائی تعلیم ان کی نگہداشت میں گاؤں ہی میں ہوئی۔ اس کے بعد علاقے کے مشہور مدرسہ اور دینی قلعہ "جامعہ قادریہ" مقصود پور میں داخل ہوئے، وہاں آپ نے شیر بہار خلیفہ مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد اسلم صاحب رضوی علیہما الرحمان کے زیر سایہ متوسطات تک کی تعلیم حاصل کی۔ سرکار اعلیٰ حضرت کے عشق کا جام آپ کو یہیں پلایا گیا اور یہیں سے حضور شیر بہار نے آپ کو بریلی شریف بھیجا جہاں آپ کا داخلہ مدرسہ "منظر اسلام" میں ہوا اور ۱۹۷۹ء میں آپ نے وہاں سے سند فضیلت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ کرام میں آپ کے والد گرامی کے علاوہ محدث اعظم بہار حضرت علامہ احسان علی صاحب حامدی فیض پوری، شیر بہار حضرت علامہ مفتی محمد اسلم صاحب رضوی، علامہ تحسین رضا خاں بریلی شریف اور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری مدظلہ العالی ہیں۔ شہزادہ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہ سے آپ کو شرف

بیعت حاصل ہے جب کہ خلافت واجازت حضور تاج الشریعہ قطب چھتیس گڑھ شبیہہ مفتی اعظم علامہ سبطین رضا خاں قادری اور محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری سے حاصل ہے۔

فراغت کے بعد ۱۹۸۰ء سے آپ نے اپنا تدریسی سفر شروع کیا جب سے اب تک یہ سلسلہ قائم ہے۔ کم وبیش ۳۶ برسوں سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ وہ مدارس جہاں آپ نے بساط علم بچھا کر تشنگان علوم نبویہ کو سیراب کیا اس کی ایک مختصر فہرست یہ ہے:

(۱) جامعہ قادریہ مقصود پور، مظفر پور

(۲) دار العلوم شاہ جماعت، ہاسن

(۳) سنی دار العلوم محمدیہ مڈبدری، کرناٹک

(۴) دار العلوم قادریہ مرغیا چک، سیتامڑھی

(۵) جامعہ عربیہ رضاء العلوم خیرانی روڈ ممبئی

(۶) مدرسہ فیض الرسول کیشکال، یہ وہ تدریسی مراکز ہیں جہاں آپ کا فیضان علم بادل بن کر برسا اور سیکڑوں طلبہ نے علمی پیاس بجھائی۔

تدریس کے ساتھ تحریر میں بھی آپ کو حددرجہ مہارت ودرک حاصل ہے، پندرہ روزہ ''رفاقت'' پٹنہ، ماہنامہ ''قاری'' دہلی، ''سنی دنیا'' بریلی شریف، ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت''، ''حجاز جدید'' دہلی، ''پیغام رضا'' پوکھریرا، ماہنامہ ''نور مصطفیٰ'' ''پٹنہ'' ''رضا بک ریویو'' پٹنہ، ''افکار رضا'' ممبئی اور پاکستان کے عالمی پیمانے پر پڑھے جانے والے ''معارف رضا'' کراچی اور ''جہان رضا'' لاہور یہ وہ رسائل وجرائد ہیں جہاں ادب وتحقیق اور مذہب وملت کے موضوع پر آپ کے قیمتی اور وقیع مقالات ومضامین برسوں سے شائع ہورہے ہیں۔

ڈاکٹر نجم القادری صاحب کی فکروتحقیق کا بنیادی موضوع فکر رضا اور عشق رضا ہے جس نے رضویاتی ادب کے ناقدین ومحققین کے درمیان انہیں ایک ممتاز مقام عطا کیا ہے۔ انہوں نے اپنے خامہ زرنگار سے امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کے علمی نگارشات کی تشریح وتوضیح اور تحقیق وتعبیر میں جو نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے وہ لائق تحسین اور ناقابل فراموش ہے۔ مقالات ومضامین کے علاوہ انہوں نے مختلف موضوعات پر اہم کتابیں بھی تالیف کی ہیں جن میں بالخصوص ''امام احمد رضا اور عشق مصطفیٰ'' نہایت فکر انگیز اور ایمان افروز تحقیقی مقالہ ہے۔ بنیادی طور پر یہ آپ کے ڈاکٹریٹ آف فلاسفی کی سند کے لئے لکھا گیا، لیکن اس میں علم کا وقار، عشق کا بانکپن، ادب کا حسن، تحقیق کی رعنائی، خطابت کا رنگ اور نثر میں شعریت کی جلوہ سامانی پوری طرح سمٹی ہوئی ہے۔ فاضل محقق نے عشق اور امام احمد رضا کے موضوع پر حقائق وشواہد کی جو آئینہ بندی ہے اس سے ان کی علمی وسعت اور تحقیقی مزاج کی غمازی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر نجم القادری کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف کی تعداد درجنوں سے زائد ہے جن میں یہ نام خصوصیت کے حامل ہیں ''امام احمد رضا اور عشق مصطفیٰ''، ''علم عمل عشق اور امام احمد رضا''، ''ارکان تصوف اور حضور مفتی اعظم''، ''امام علم وعمل''، ''ولی ابن ولی''، ''صلح کلیت اسباب اور سد باب''، ''مجمع البحرین''، فاضل بریلوی اور علمی کمالات، ''شبیہہ مفتی اعظم'' اور مسلک اعلیٰ حضرت وغیرہ۔

ان کی قلمی خدمات سے ان کی علمی، فکری قدوقامت کا

نادازہ لگا بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ان کے تلامذہ کی تعداد بھی مختلف صوبوں میں علمی خدمات انجام دے رہی ہے ان کی تعداد کا حتمی اندازہ لگانا تو مشکل ہے تاہم یہاں صرف دو چند ناموں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ڈاکٹر امجد رضا امجد قاضی ادارہ شرعیہ بہار، مولانا محمد قمر الزماں مصباحی پرنسپل الجامعۃ الرضویہ پٹنہ، مفتی محمد مرتضیٰ رضوی ناندیڑ، مفتی محمد مشرف حسین ممبئی وغیرہ۔(تذکرہ علمائے اہل سنت سیتامڑھی ص ۳۰۴)

قاضی مہاراشٹر مفتی محمد اشرف رضا قادری: قاضی مہاراشٹر مفتی محمد اشرف رضا قادری بن شیخ محمد منصور بن محمد ولی الرحمن صدیقی کی ولادت غالباً ۱۹۶۰ء میں صوبہ بہار کے مردم خیز خطہ سیتامڑھی کے موضع باتھ اصلی میں ہوئی اور یہیں آپ کی نشوونما بھی ہوئی۔

جب آپ سن شعور کو پہنچے تو مولانا محمد اقبال حسین صاحب نے بسم اللہ خوانی کرائی پھر حروف شناسی، ناظرہ قرآن، ابتدائی اردو اور خطاطی کی تعلیم آپ ہی کے مکتب میں اور گھر پر حاصل کیا۔پھر اپنے چچازاد ماموں مولانا ابوالخیر اشرفی کی ترغیب وتحریک پر ”مدرسہ نورالہدیٰ“ پوکھریرا میں داخلہ لیا، یہاں ان سے ناظرہ قرآن کی تکمیل، اردو و دینیات کی کتابیں اور تحتانیہ تا فوقانیہ کی کتابیں سبقاً سبقاً پڑھیں، فارسی کی تعلیم مولانا محمد سلمان سنی سے حاصل کی، درس نظامی کی مختلف کتابیں استاذ العلماء مفتی محمد مطیع الرحمن اور پروفیسر محمد رضا انجم کمالی سے پڑھیں۔ ۱۹۷۷ء میں ”دارالعلوم اسحاقیہ“ جودھ پور میں ایک سال تعلیم کا سلسلہ رہا پھر ۱۹۷۸ء میں ”جامعہ اشرفیہ مبارک“ پور میں داخلہ لیا اور موقر اساتذہ کرام سے تعلیم حاصل کرتے ہوئے ۱۹۸۴ء میں دستار وسند فضیلت سے نوازے گئے۔

فراغت کے بعد ڈاکٹر حسن رضا پٹنہ، کی خواہش پر نائب قاضی ادارہ شرعیہ پٹنہ کی خدمت آپ کو تفویض ہوئی۔ حضور قاضی شریعت قاضی فضل کریم علیہ الرحمۃ نے قضا کے اصول ومبادی بتائے اور اس موضوع پر اپنی ایک غیر مطبوعہ کتاب عنایت فرمائی۔امین شریعت مفتی عبدالواجد صاحب کے ہالینڈ روانگی کے بعد رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ نے افتا کی ذمہ داری بھی آپ کو سونپ دی۔

خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ نے جب ادارہ شرعیہ مہاراشٹر، گجرات، راجستھان، کرناٹک قائم فرمایا اور اس کا صدر مقام ممبئی میں مقرر فرمایا تو ڈاکٹر حسن رضا کی ایما علماء و مشائخ کرام کی موجودگی پر آپ کو قاضی مہاراشٹر عظیم کی ذمہ داری سپرد کی گئی اور وہاں موجود اکابرین اہل سنت مثلاً تاج الشریعہ، صدر العلما اور مفتی اعظم گجرات مفتی عزیز الرحمن وغیرہم نے تائید فرمائی۔آپ نے افتاء وقضا کی ذمہ داری کے ساتھ ”دارالعلوم امام احمد رضا“، مدینہ مسجد موسیٰ قلعدار اسٹریٹ ممبئی میں طالبان علم وادب کو سیراب کیا اور اب ”دارالعلوم حنفیہ رضویہ“، قلابہ ممبئی میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

جامعہ اشرفیہ کے زمانہ طالب علمی کے دوران ہی حضور مفتی اعظم سے شرف بیعت پایا آپ کے تقوی وطہارت کو دیکھ کر جن نفوس قدسیہ نے اپنی اجازت وخلافت سے نوازا ان کے اسماء حسب ذیل ہیں:

(۱) تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان ازہری میاں نے ۱۴۱۲ھ میں
(۲) مبلغ اسلام مفتی عبدالحلیم اشرفی صاحب قبلہ نے ۱۴۱۳ھ میں
(۳) نمونۂ اسلاف علامہ سید مقبول حسین حبیبی نے ۱۴۲۳ھ میں
(۴) ضیغم ملت حضرت مولانا حسن علی میلسی نے ۱۴۲۳ھ میں
(۵) امام علم وفن خواجہ مظفر حسین پورنوی علیہ الرحمۃ نے ۱۴۲۵ھ میں
(۶) عمدۃ الفقہاء قاضی عبدالرحیم بستوی علیہ الرحمۃ نے ۱۴۲۶ھ میں
(۷) صدر العلماء علامہ تحسین رضا خان علیہ الرحمۃ نے ۱۴۲۶ھ میں
(۸) مفتی اعظم راجستھان مفتی اشفاق حسین علیہ الرحمۃ نے ۱۴۲۸ھ میں
(۹) ہم شبیہ مفتی اعظم مولانا سبطین رضا علیہ الرحمۃ نے ۱۴۲۸ھ میں
(۱۰) جامع معقولات ومنقولات نصیر ملت علامہ محمد نصیر الدین عزیزی نے ۱۴۳۳ھ میں
(۱۱) بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمۃ نے قرآن واحادیث اور فقہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔

گوناگوں مصروفیات کے باوجود آپ نے کئی تصانیف یادگار چھوڑیں جن کی روداد کچھ یوں ہے:

(۱) العطایۃ القادریہ فی الفتاوی الشرعیہ المعروف بہ اشرف الفتاوی (تقریباً چھ جلدیں زیر ترتیب)
(۲) اسلامی مہینوں کے فضائل ومسائل
(۳) فتاوی برکات مصطفی
(۴) القول غیر مطبوعہ ہیں)

مفتی محمود اختر القادری: مفتی محمود اختر القادری کی ولادت ۲؍جنوری ۱۹۶۰ء میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی علامہ عبدالشکور اعظمی علیہ الرحمۃ ایک جید عالم دین تھے، ''الجامعۃ الامجدیہ'' بھیونڈی آپ ہی کی یادگار ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ شہزادیٔ صدر الشریعہ فاضلہ سعیدہ خاتون بھی عالمہ تھی۔ آپ گھوسی ضلع مئو یوپی کے رہنے والے ہیں۔

''الجامعۃ الاشرفیہ'' میں اعدادیہ تا فضیلت اور تخصص فی الفقہ اور قرأت کی تعلیم حاصل کی پھر شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ اور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفی مدظلہ العالی کے زیر نگرانی افتا کی مشق کی۔ بھیونڈی میں حفظ قرآن مکمل کیا۔ الہ آباد عربی فارسی بورڈ سے مولوی، منشی، عالم، فاضل ادب اور فاضل دینیات میں کامیابی حاصل کی۔ لکھنو یونیورسٹی سے بی اے اور اودھ یونیورسٹی سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔

فراغت کے فوراً بعد ۱۹۸۱ء میں ''دار العلوم ضیاء العلوم'' خیرآباد ضلع اعظم گڑھ میں بحیثیت شیخ الحدیث، ۱۹۸۳ء کے اوائل میں ''دار العلوم علیمیہ'' جمداشاہی ضلع بستی میں بحیثیت مفتی وقائم مقام شیخ الحدیث، دسمبر ۱۹۸۴ء میں عروس البلاد ممبئی کی مشہور ومعروف درگاہ حاجی علی کی پہلی مسجد میں

بحیثیت خطیب وامام اور ''سنی دار العلوم محمدیہ'' میں بحیثیت مفتی ومدرس تقرری ہوئی۔ ۲۰۰۳ء میں ''سنی دار العلوم محمدیہ'' سے علیحدگی کے بعد بزرگوں کے مشورے پر ایک دار الافتا بنام ''رضوی امجدی دار الافتا'' قاضی اسٹریٹ ممبئی ۳ میں قائم کیا اور بحیثیت صدر مفتی اس ادارے میں افتا اور تمرین افتا کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

افتا وخطابت کے علاوہ آپ نے قلم کے ذریعہ بھی مذہب ومسلک کی تبلیغ واشاعت کا کارنامہ انجام دیا اور چند کتابیں تصنیف فرمائیں، ان کے اسمائیہ ہیں:

(۱) فقہ مخدومی (عربی) کا اردو ترجمہ وحاشیہ
(۲) تبرکات کی شرعی حیثیت
(۳) تذکرۂ غریب نواز
(۴) بہار حج
(۵) بہار صلوۃ (زیر ترتیب)
(۶) بہار شریعت حصہ ششم کی تلخیص وترتیب جدید اور اضافہ وحاشیہ بنام

حج وعمرہ کے فضائل ومسائل:

بشیر ملت مفتی بشیر القادری علیہ الرحمۃ: فدائے ملت،

بشیر ملت حضرت مفتی بشیر القادری علیہ الرحمۃ کا اصل نام محمد بشیر الدین تھا وہ صوبہ جھارکھنڈ ضلع گریڈیہہ کے ایک مردم خیز گاؤں بیرگی خرد پوسٹ چالموں برہمسیا تھانہ ڈومری میں ۱۲ر اکتوبر ۱۹۶۲ء میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم گاؤں کے ہی مکتب میں مولوی ہمت علی ساکن تھوریہ گریڈیہہ سے حاصل کی۔ ۱۹۷۶ء میں اپنے گاؤں کے ہی ساتھی مفتی عبد المجید مصباحی کے ہمراہ مدرسہ ''فیض العلوم'' محمد آباد گوہنہ ضلع مئو یوپی میں درجہ اعدادیہ میں داخلہ لیا۔ دوسرے سال ۱۹۷۷ء میں ''جامعہ فاروقیہ'' بنارس چلے گئے جہاں درجہ اولیٰ سے ثانیہ تک کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۷۹ء میں ''جامعہ اشرفیہ'' مبارکپور میں درجہ ثالثہ میں داخلہ لیا اور وہاں درجہ خامسہ تک پڑھنے کے بعد جامعہ ''شمس العلوم'' گھوسی چلے گئے اور وہیں بقیہ تعلیم حاصل کی۔

تدریسی زندگی کا آغاز ''دار العلوم اشاعت الاسلام'' جھریا (دھنباد) سے کیا وہاں اس وقت حضرت مفتی وکیل احمد اعظمی رحمۃ اللہ علیہ صدر مفتی تھے، آپ ان کی نیابت کا فریضہ انجام دینے کیلئے نائب مفتی مقرر ہوئے۔ کئی سالوں تک وہاں درجہ فضیلت تک کے طلبہ کو پڑھاتے رہے۔ ۱۹۸۹ء میں دار العلوم کی ایک شاخ مدرسہ ''عالیہ قادریہ'' دھنباد کے صدر مدرس بنا کر بھیجے گئے جہاں انہوں نے مدرسہ کی تعلیمی وتعمیری ترقی میں نمایاں کام انجام دیا۔

۶ر دسمبر ۱۹۹۹ء کو ضلع گریڈیہہ کے اسری بازار (پارسناتھ) میں اسلام کی شہزادیوں کے لئے ایک اقامتی دار العلوم کے منصوبے کی تکمیل کے لئے اپنے رفقا حافظ عبد المبین رضوی اور قاری برکت اللہ ایوبی کے ہمراہ ''دار العلوم کنز الایمان ام المومنین حضرت عائشہ'' کی بنیاد عزیز ملت حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے مبارک ہاتھوں سے رکھوائی۔

قاضی القضاۃ فی الہند تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خان ازہری جانشین حضور مفتی اعظم ہند نے ۷ر شوال

المکرم ۱۴۰۶ھ میں سند حدیث سے نوازا۔ صدر العلما علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ نے ۱۴ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ اور ممتاز الفقہا محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ نائب قاضی القضاۃ نے ۹ رشوال المکرم ۱۴۳۳ھ مطابق ۸ راگست ۲۰۱۲ء کو سند حدیث عنایت فرمایا۔

۱۵ رنومبر ۲۰۰۰ء میں علیحدہ ریاست کی تشکیل کے بعد" ادارۂ شرعیہ" کو مستحکم اور ایک عوامی تنظیم بنانے اور اسے متحرک و نعال بنانے کے لئے اپنے رفقا عالی جناب سید نور العین برکاتی صدر ادارۂ شرعیہ جھارکھنڈ، حافظ عبد المبین رضوی (بانی دار العلوم) اور قاری برکت اللہ ایوبی (بانی دار العلوم) کی معیت میں جھارکھنڈ کے تقریباً تمام اضلاع کا دورہ کیا اور" ادارہ شرعیہ" کے تعلق سے ان میں بیداری لائی اور" ادارۂ شرعیہ" سے جوڑنے کا کارنامہ انجام دیا۔ جس کا نتیجہ ہے کہ آج" ادارہ شرعیہ"، جھارکھنڈ میں تنظیمی اعتبار سے زیادہ مضبوط ہے۔

" ادارۂ شرعیہ" جھارکھنڈ کی تنظیمی مضبوطی کے بعد دار القضا کا قیام عمل میں آیا۔ پانچ علما پر مشتمل قاضیان شریعت کا بورڈ بنا، جس میں آپ بھی شامل تھے۔ انہوں نے قاضیٔ شریعت کی حیثیت سے اہم خدمات انجام دیا۔ خصوصاً رویت ہلال سے متعلق رمضان وعید الفطر اور عید الاضحیٰ میں شرعی شہادتوں کے حصول کے لئے کاروان ادارۂ شرعیہ کے آپ ایک اہم سالار ہوتے۔

نو پید شرعی مسائل کے حل کے لئے قائم کئے گئے "شرعی کونسل آف انڈیا" بریلی شریف اور" مجلس شرعی" جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے متعدد سمیناروں میں شرکت کی، مقالے لکھے اور بحثوں میں حصہ بھی لیا۔

اپنے ایک عظیم مشن میں بذریعہ کار مارہرہ مطہرہ ہوتے ہوئے بریلی شریف کے سفر میں تھے، مارہرہ سے پہلے فیروز آباد ضلع کے جسرانہ تھانہ میں ۵ رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۱ اکتوبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار صبح کے ۱۰ بجکر ۴۵ منٹ پر سڑک حادثہ میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ عزیز العلما مفتی آل مصطفی قادری مصباحی علیہ الرحمۃ: آل مصطفی علیہ الرحمۃ کی ولادت علاؤ الدین پور، دولت پور گرنٹ، گونڈہ یوپی میں تقریباً ۱۱ رمئی ۱۹۶۴ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی، پھر والد ماجد نے" مدرسہ غوثیہ فیض العلوم" بڑھیا ضلع سدھارتھ نگر میں آپ کا داخلہ کرایا درجہ رابعہ تک موقر اساتذہ خصوصاً بدرملت علامہ بدرالدین قادری علیہ الرحمۃ سے اکتساب فیض کرتے رہے۔ اسی دوران آپ کو حفظ قرآن کا شوق ہوا تو بدرملت سے اجازت لے کر" مدرسہ یتیم خانہ صفویہ"، کرنیل گنج پہنچے اور صرف ایک سال میں حفظ اور دور مکمل فرمالیا۔ اس کے بعد" الجامعۃ الاشرفیہ" میں داخلہ لیا اور ثالثہ تا فضیلت مکمل چھ سال تک اس سرچشمہ علم وادب سے سیراب ہوکر ۱۹۹۲ء کے اوائل میں فراغت پائی۔

فراغت کے بعد دار العلوم غریب نواز اندور تشریف لے گئے اور دو سال خدمت تدریس میں لگے رہے۔ پھر ۱۹۹۴ء میں" دار العلوم غوث اعظم" پور بندر گجرات میں منصب صدارت پر فائز ہوئے اور تادم آخر اس درس گاہ سے علم کی خوشبو گجرات میں پھیلاتے رہے۔ علم کی نشر واشاعت کے لیے آپ نے گجرات کے مختلف علاقوں میں کئی مدارس قائم فرمائے۔

(۱) ۲۰۰۲ء میں دار العلوم غوث اعظم، بھانوڑ، جام نگر
(۲) ۲۰۰۴ء میں دار العلوم غریب نواز، نواگڑھ ضلع راجکوٹ اور
(۳) دار العلوم آل رسول، ویراول، جوناگڑھ میں قائم فرمایا۔
ان اداروں کے لیے مدرسین کی فراہمی اور جملہ نظم ونسق کی ذمہ داری آپ نبھایا کرتے تھے۔

آپ علیہ الرحمہ کو شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند سے شرف بیعت حاصل تھا اور نبیرۂ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان ازہری میاں سے خلافت کا شرف ملا۔ ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ میں آپ دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔

شمس العلماء مولانا شمس الہدیٰ مصباحی: مولانا شمس الہدیٰ کی ولادت ۱۳ جولائی ۱۹۶۵ء میں دیریا لال ضلع بستی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ "تدریس الاسلام" بسڈیلہ میں حاصل کی، پھر "الجامعۃ الاسلامیہ" روناہی میں داخلہ لیا اور جماعت فضیلت تک تعلیم حاصل کی، اس کے بعد "الجامعۃ الاشرفیہ" حاضر ہوئے، ایک سال کے بعد سند و دستار فضیلت پائی۔ بعد فراغت "جامعہ ہذا" میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے اور قرآن وسنت کی عالم گیر غیر سیاسی تحریک "دعوت اسلامی" کے "دار الافتا کنز الایمان" انگلینڈ میں امت کے دینی مسائل میں رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے "الجامعۃ الاشرفیہ" کا الحاق "جامعہ ازہر" مصر اور "جامعہ سیریا" سے کروا کر ایک اہم تعلیمی کارنامہ انجام دیا۔

غالباً ۷۸۔۱۹۷۷ء میں آپ نے حضور مفتی اعظم ہند کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف پایا۔ ۱۹۸۲ء میں حضور برہان ملت سے اور ۲۰۱۳ء میں تاج الشریعہ سے خلافت حاصل ہوئی۔

آپ تصنیف کے حوالے سے بھی دین کی بڑی خدمات کر رہے ہیں اور اب تک آپ کے سیال قلم سے کئی تحقیقی کتابیں منصہ شہود پر آ کر پذیرائی حاصل کر چکی ہیں:

(۱) منائح الفضل والمنن بشرح مؤطا مالک برایۃ محمد ابن الحسن
(۲) الشمس الکفیل حاشیہ الادب الجمیل
(۳) الشمس الرضوی شرح المدیح النبوی
(۴) لیلۃ البرأۃ فی المیزان
(۵) الشاہ ولی اللہ الدھلوی
(۶) التصوف الاسلامی فی ضوء القرآن الکریم
(۷) اعلام بان ہندوستان دار الاسلام (عربی ترجمہ)
(۸) الزبدۃ الزکیۃ (عربی ترجمہ)
(۹) حقۃ المرجان (عربی ترجمہ)
(۱۰) تعظیم النبی (عربی ترجمہ)
(۱۱) اسلام اور امن عالم (عربی ترجمہ)
(۱۲) سیرت خیر البشر
(۱۳) دیوبندیت بے نقاب
(۱۴) برکات درود وسلام
(۱۵) راہ حق۔

مفتی معراج القادری: آپ محلہ بریا ٹولہ قصبہ روناہی ضلع فیض آباد کے رہنے والے ہیں۔ یہیں آپ کی ولادت

۲ فروری ۱۹۶۵ء میں ہوئی۔ آپ کی ابتدا تا انتہا مکمل تعلیم "الجامعۃ الاسلامیہ" روناہی میں ہوئی ۔فراغت کے بعد "الجامعۃ الاشرفیہ" میں درجہ فضیلت میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۵ء میں دستار کی سعادت سے مالا مال ہوئے۔

جامعہ ہٰذا سے فراغت کے بعد یہیں بحیثیت استاذ آپ کا تقرر عمل میں آیا، تادم تحریر یہیں درس وتدریس سے منسلک ہیں اور شارح بخاری دارالافتا میں فتویٰ نویسی کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے مندرجہ ذیل چند کتابیں تصنیف فرمائی ہیں:

(۱) ایک مجلس میں تین طلاق کا شرعی حکم

(۲) اکابر دیوبند کے مراتب

(۳) تنقیح المطالب

(۴) صحیفہ فقہ اسلامی (مجلس شرعی کے مباحثوں کی کتابی شکل میں ترتیب)

مفتی قاضی شہید عالم رضوی: آپ دور حاضر کے مستند اور مرجع عوام خواص مفتی ہیں۔ آپ کی ولادت ۳؍ جنوری ۱۹۶۵ء میں ضلع کٹیہار کے پنڈھال نامی گاؤں میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے نانیہال سیتل پور بارسائی، ضلع کٹیہار میں حاصل کی ،بعدہ مدرسہ "اسلامیہ" اعظم نگر کٹیہار میں فارسی کی تعلیم، "جامعہ شمس العلوم" میں اولی تک اور "دارالعلوم فیض العلوم" محمد آباد گوہنہ میں ثانیہ تا سادسہ تعلیم حاصل کی پھر "دارالعلوم غریب نواز" الٰہ آباد میں داخلہ لیا ،یہاں امام علم وفن سے خوب خوب استفادہ کرتے ہوئے ۱۹۸۵ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کے چند مشاہیر اساتذہ یہ ہیں:

امام علم وفن خواجہ مظفر حسین رضوی، شفیق العلما مفتی شفیق احمد شریفی، خیر الاذکیاء محمد احمد مصباحی، ماہر علم میراث مولانا نصر اللہ رضوی، مولانا عارف اللہ فیضی قدست اسرارہم۔

۱۹۸۶ء سے آپ کے تدریسی دور کا آغاز ہوتا ہے جب آپ نے "مدرسہ عالیہ قادریہ" بدایوں شریف کے مسند کو زینت بخشی، پھر ۱۹۹۷ء میں مدرسہ ہٰذا کو خیر آباد کہ کر مرکز عشق وعقیدت مولد اعلیٰ حضرت بریلی شریف "جامعہ نوریہ رضویہ" میں تشریف لائے اور تادم تحریر جامعہ ہٰذا میں استاذ و صدر مفتی کے منصب پر فائز ہیں۔ اس کے علاوہ "فقہی بورڈ" بریلی شریف کے مستقل رکن ہیں۔

۱۹۸۱ء میں تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خان علیہ رحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت کی سعادت حاصل کی ۔صدر العلما علامہ تحسین رضا خان، امام علم وفن خواجہ مظفر حسین رضوی اور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری میاں دامت برکاتہم العالیہ سے اجازت وخلافت کا شرف حاصل ہوا۔

آپ تحقیقی مزاج کے مالک عالم دین ومفتی شرع متین ہیں۔ اب تک سینکڑوں فتاوے اور کئی مقالات ومضامین تحریر کیے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کی کتاب "کشف العلۃ عن سمت القبلۃ" کی ترتیب وتحقیق وتحشیہ کا کارنامہ سرانجام دیا، اسی کتاب کے ساتھ اس کتاب سے متعلق اصطلاحات پر مشتمل ایک رسالہ تحریر کیا اور "کشف الغطاء عن الصبح والعشاء" آپ کی تحقیق وتدقیق کی شاہکار ہے۔

قمر اہل سنت مولانا محمد قمر الزماں مصباحی مظفر پوری:
آپ کا شمار جماعت اہل سنت کے باوقار، سنجیدہ، صاحب بصیرت، دیدہ ور اور مخلص علما میں ہوتا ہے آپ کی پیدائش ۱۰/جنوری ۱۹۶۸ء مقام کمہرار ضلع سیتامڑھی (موجودہ ضلع شیوہر) کے ایک متمول، مہذب، شریف اور دیندار گھرانے میں ہوئی، آپ کے پردادا عزت مآب جناب محمد ابراہیم حسین صاحب مرحوم جلالۃ العلم والعرفان، حامی دین وملت، محب اعلیٰ حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن محبی علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔ آپ کے دادا جناب عین الحق صاحب مرحوم شہزادۂ حجۃ الاسلام مفسر اعظم حضرت علامہ الشاہ ابراہیم رضا قادری علیہما الرحمہ کے مرید تھے، آپ کے والد محترم جناب ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب رضوی مرحوم جو طبیب حاذق ہونے کے ساتھ خوش فکر اور بلند خیال شاعر بھی تھے، سرکار مفتی اعظم نوراللہ مرقدہ سے شرف بیعت رکھتے تھے اور خود صاحب تذکرہ بھی سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ سے بیعت کی سعادت سے مشرف ہیں۔ گویا بریلی شریف سے عقیدت ومحبت اور عشق کی حد تک لگاؤ مولانا کو خاندانی ورثے میں ملا ہے۔

آپ نے تیسرے درجہ تک اپنے گاؤں کے مڈل اسکول میں پڑھا پھر اپنے عم محترم مولانا محمد مطیع الرحمٰن صاحب منظری علیہ الرحمہ کے ہمراہ" دار العلوم غوثیہ" قصبہ نیوریا حسین پور ضلع پیلی بھیت یوپی چلے گئے، وہیں قاعد بغدادی، ناظرہ قرآن شریف، اردو اور درجہ اعدادیہ کی تعلیم مکمل کی۔ جب مولانا محمد مطیع الرحمان" دار العلوم غوثیہ" کے منصب صدارت سے مستعفی ہوکر اپنے وطن لوٹے تو" جامعہ قادریہ" مقصود پور مظفر پور میں داخلہ کروایا۔ شیر بہار حضرت علامہ مفتی محمد اسلم صاحب رضوی علیہ الرحمہ آپ ہی کی سر پرستی میں مولانا موصوف تقریباً تین سال تک پروان چڑھتے رہے اور وہاں کے نامور اساتذہ میں حضرت علامہ الحاج محمد نسیم الدین صاحب نواسہ حضور محدث اعظم بہار، علامہ ڈاکٹر نجم القادری اور فارسی زبان کے ماہر مولانا محمد فیاض احمد ردولوی کے فیضان علم سے سیراب ہوتے رہے۔ اس کے بعد جامعہ اشرفیہ مبارکپور تشریف لے گئے اور وہاں جماعت ثالثہ سے دورۂ حدیث تک کی تعلیم حاصل کی۔ ۲۹/دسمبر ۱۹۹۰ء میں دستار فضیلت سے نوازے گئے، وہاں جن اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کیا ان میں چند کے اسما یہ ہیں بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی، علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، علامہ عبدالشکور گیاوی، علامہ نصیر الدین عزیزی، علامہ اسرار الحق اعظمی اور علامہ شمس الہدیٰ بستوی۔

تدریسی خدمات: "الجامعۃ الرضویہ" پٹنہ سیٹی، "دار العلوم امام احمد رضا" بھائی کلا ممبئ، "جامعہ قادریہ" پونہ، "جامعہ رضویہ برکات العلوم" گوونڈی ممبئ، "محسن ملت یونانی میڈیکل کالج" رائے پور میں آپ نے تدریسی فرائض انجام دئے اور اس وقت "الجامعۃ الرضویہ" میں مسند تدریس کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

تبلیغی خدمات: آپ اسلام وسنیت کے مخلص، سچے، بے باک اور مسلک رضا کے پرجوش داعی وترجمان ہیں۔ ملک کے بیشتر صوبوں میں آپ کے وعظ وخطابات ہوتے رہتے ہیں، سنجیدہ، باوزن، علمی اور پرنکات گفتگو کرتے ہیں، زبان وبیان نہایت پاکیزہ، لب ولہجہ میں جذباتیت کم اور وقار

زیادہ، انداز میں حد درجہ شیرینی وحلاوت ہے۔ پروردگار نے اس فن پر بھرپور ملکہ عطا فرمایا ہے پوری زندگی اخلاص وللّٰہیت سے آراستہ ہے۔ حرص وہوس اور طمع سے بے نیاز مسلک ومذہب کی خدمت کرنا اپنا اولین فرض سمجھتے ہیں۔

آپ نعتیہ شاعری کا بھی عمدہ مذاق رکھتے ہیں۔ شعروسخن میں بڑی بالیدگی اوشعور کی پختگی خوب پائی جاتی ہے۔ فکر میں گہرائی وگیرائی، خیال میں بانکپن، جذبات میں صداقت اور احساسات میں بڑی پاکیزگی ہے۔

تالیفات: تقریر کے ساتھ آپ کی تحریری صلاحیت اور آپ کا قلمی شعور بھی بہت بلند ہے تقریباً ایک درجن کتابیں اور پچاسوں مقالات ملک کے معیاری رسائل وجرائد (ماہنامہ ”اعلیٰ حضرت“، ”سنی دنیا“، ”افکار رضا“، ”حجاز جدید“ دہلی، ”کنزالایمان“، ”رضا بک ریویو“، ”نور مصطفیٰ“، ”پیغام رضا“ ممبئی، ماہنامہ ”نورالقمر“ ”مظفرپور، سہ ماہی ”الخضریٰ“ مظفرپور) میں شائع ہو چکے ہیں، اب تک جو کتابیں طبع ہو کر ارباب دانش سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں وہ یہ ہیں۔

”انوار خاکی“، ”امام احمد رضا اور اصلاح معاشرہ“، ”معارف محسن ملت“، ”مناقب محسن ملت“، ”محسن ملت ارباب علم ودانش کی نظر میں“، ”مظہر مفتی اعظم شخص وعکس“، ”آفتاب وماہتاب“، ”بسم اللہ کی برکتیں“، ”امام احمد رضا اور تبرکات کی عظمت“، ”آقائے کائنات اور ان کا اخلاق“، ”جو آنکھوں نے دیکھا“ (سفر نامہ حجاز)، ”مثل تو نہ شد پیدا جانا“، ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابیں تشنۂ طباعت ہیں۔

”مفتی اعظم اور ان کا تقویٰ“، ”مفتی اعظم اور ان کے نثری شہ پارے“، ”ملک العلما امام احمد رضا کے ایک جیالے شاگرد“، ”معارف محدث اعظم بہار“، ”حضور شیر بہار: شخصیت اور کارنامے“، ”علمائے مظفرپور“، ”فردوس مناقب“ اور ”مقالات کا مجموعہ طلعت افکار“ وغیرہ۔

صحافت: آپ نے اپنی صحافتی کیریئر کا آغاز ماہنامہ ”نور مصطفیٰ“ پٹنہ سے کیا، اس کے بعد ملک کے مختلف جرائد ورسائل کی ادارت فرمائی مثلاً ”پیغام رضا“ ممبئی، سہ ماہی ”الخضریٰ“ وغیرہ۔

ایوارڈ: ۲۰۰۸ء میں شہر سیرت النبی کی جانب سے ”فخر صحافت ایوارڈ“ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ۲۰۱۰ء میں مرکزی محسن ملت کمیٹی کی جانب سے ”محسن ملت ایوارڈ“ دیا گیا۔

خلافت: حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں ازہری، شبیہ مفتی اعظم قطب رائے پور، مفتی سبطین رضا خاں بریلوی اور شیر بہار مفتی محمد اسلم صاحب رضوی، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری اور شہباز دکن مفتی مجیب علی قادری حیدرآبادی سے بھی آپ کو اجازت وخلافت حاصل ہے۔ حضور تاج الشریعہ اور حضرت محدث کبیر نے اجازت حدیث بھی عطا کی ہے۔

حج وزیارت: ۲۰۱۱ء میں حج کی سعادت سے مشرف ہوئے اور اس کے علاوہ چار مرتبہ عمرہ کی برکتوں سے فیضیاب ہو چکے ہیں، گویا عشق کی راجدھانی بریلی شریف سے ایمان کی راجدھانی مدینہ پاک تک ایک نورانی سلسلہ ہے جو سر پہ سایہ فگن ہے۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت، سیتامڑھی)

مولانا ڈاکٹر امجد رضا امجد قاضی: ادارہ شرعیہ پٹنہ

ڈاکٹر امجد رضا امجد کی پیدائش ۶ جون ۱۹۷۲ء میں ان

کے آبائی گاؤں رضا باغ گنگٹی سیتامڑھی بہار میں ہوئی۔ یہ گاؤں امام احمد رضا قادری کے علاوہ شہر محبت بریلی کے تقریباً تمام بزرگوں کی جلوہ گاہ رہا ہے، خود ڈاکٹر صاحب کے والد جناب گماشتہ عبدالغفور خاں مرحوم حجۃ الاسلام مفتی شاہ حامد رضا قادری علیہ الرحمہ کے چہیتے مرید تھے۔ جب بھی حجۃ الاسلام یہاں تشریف لاتے تو اپنی بے پناہ مصروفیتوں کے باوجود آپ دس پندرہ روز ضرور قیام فرماتے۔ آپ کے بعد مفسر اعظم ہند کا زمانہ آیا تو آپ کا قیام اس گاؤں میں مہینہ بھر ہوتا تھا اور یہی گھرانہ آپ کا میزبان ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب کی والدہ مرحومہ حضور جیلانی میاں سے بیعت تھیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے دیندار اور محبت رضا سے سرشار گھرانے میں جس کی پیدائش ہوگی وہ ایمان وعقیدے کی خوشبو سے معطر ہوگا، اس کی فکر پاکیزہ ہوگی، بڑوں کے احترام کے جذبے سے آشنا، علم وادب سے مزین اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری کی فکر کا مبلغ وترجمان ہوگا۔ ڈاکٹر امجد رضا امجد اس میزان پر پورا اترتے ہیں۔

تعلیم وتربیت: ان کا تعلیمی سفر اپنے گاؤں ہی سے شروع ہوا جہاں انہوں نے مولانا سلطان رضا قادری اور قاری عبدالجبار اشرفی سے ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر ۱۹۸۲ء میں پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی کے قائم کردہ دینی ادارہ ''دارالعلوم غریب نواز'' الہ آباد تشریف لے گئے، ایک سال رہنے کے بعد ''جامعہ قادریہ'' مقصود پور میں داخلہ لیا یہاں شیر بہار نے تعلیم اور عقائد کی پختگی کا بہت اچھا ماحول بنایا تھا یہیں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری، مولانا الحاج نسیم الدین رضوی اور مولانا فیاض احمد سے پڑھنے کا موقع ملا۔ بقول ڈاکٹر صاحب ان کی تعلیم کا سب سے مصروف ترین دور یہیں تھا اور ان کے استاذ مکرم غلام مصطفیٰ نجم القادری نے انہیں خصوصی توجہ سے پڑھایا۔ انہیں کے ساتھ وہ ''دارالعلوم قادریہ غوثیہ''، سیتامڑھی بھی گئے اور صرف ونحو اور عربی ادب کی بنیادی کتابیں بڑی محنت سے پڑھیں، گویا ۱۹۸۳ء سے ۱۹۸۴ء تک کا عرصہ ان ہی بزرگوں کی خدمت میں گزرا۔ یہاں کے بعد آپ بعض دوستوں کی تحریک پر ''دارالعلوم خیریہ نظامیہ'' سہسرام چلے گئے جہاں حضرت مولانا ظل الرحمٰن رضوی، مولانا عبدالعزیز رضوی، مولانا فضیل احمد اور مولانا خورشید احمد سے سال بھر تعلیم حاصل کی۔

ڈاکٹر صاحب کی تعلیم کا آخری پڑاؤ ''دارالعلوم امجدیہ'' ناگپور تھا، یہاں آپ حضرت مفتی عبدالحلیم رضوی کے توسط سے ۱۹۸۶ء میں داخل ہوئے اور ۱۹۹۰ء میں فراغت پائی۔ آپ نے یہاں حضرت مفتی محمد خاں رضوی ناگپوری، حضرت مفتی مجیب اشرف ناگپوری، حضرت مولانا سید محمد حسینی ناگپوری، حضرت مولانا نسیم احمد صاحب، حضرت مفتی منصور احمد صاحب، حضرت مفتی محمد ابوقیس صاحب، حضرت مولانا محمد اقبال صاحب، حضرت قاری مطلوب احمد صاحب سے درجہ بہ درجہ دورۂ حدیث تک تمام فنون کی کتابیں پڑھیں اور فرصت کے اوقات میں فن کتابت بھی سیکھا۔

ناگپور ہی میں تعلیمی سال کے درمیان حضور تاج الشریعہ سے آپ نے شرف بیعت حاصل کی۔ فراغت کے بعد بہار کی راجدھانی پٹنہ آ گئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ

گئے۔ کچھ دنوں اپنے دوست حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب مصباحی کی معیت میں ان کی مسجد گلزار باغ کالج میں رہے اور پھر باضابطہ ''الجامعۃ الرضویہ''، پٹنہ کی تدریسی خدمات سے جڑ گئے، پھر آپ کے ذوق طلب نے آپ کا رخ کالج کی طرف کیا۔ ۱۹۹۴ء میں جین کالج آرہ سے ایم اے کیا اور اس کے بعد ڈاکٹر سید طلحہ رضوی برق کی نگرانی میں امام احمد رضا کی تنقید نگاری پر پی ایچ ڈی کی۔ جب ادارہ شرعیہ میں پہلے پہل شعبہ تربیت افتا قائم ہوا تو آپ اس شعبے میں داخل ہوئے اور افتا کا کورس مکمل کیا۔

تحریر و قلم: ڈاکٹر امجد رضا نے ناگپور میں تعلیمی سفر کے دوران ہی مضمون لکھنے کی شروعات کی تھی۔ ''الجامعۃ الرضویہ'' میں تدریس کے ساتھ ''نور مصطفیٰ'' سے منسلک ہو گئے، مشاقی کا بہترین موقع فراہم ہوا۔ قلم میں روانی اور فکر میں تازگی آتی رہی اور دیکھتے دیکھتے ہندوپاک اور امریکہ تک اس کی گونج سنائی دینے لگی۔ آپ کی ان ہی قلمی صلاحیتوں سے متاثر ہو کر ''ادارہ شرعیہ'' کے علمی و فکری ترجمان سہ ماہی ''رفاقت'' کا آپ کو ایڈیٹر بنایا گیا پھر رضویات کے موضوع پر آپ نے ''رضا اکادمی'' کے تعاون سے اپنا رسالہ ''رضا بک ریویو'' جاری کیا جس نے علمی و ادبی اور رضویاتی محققین کے درمیان ایک نئی پہچان بنائی۔

شعر و سخن: آپ شاعر بھی ہیں اور خوش گلو بھی، غزل کہنے کا سلسلہ آپ نے ترک کر دیا ہے اور نعت پاک کو توشہ آخرت سمجھ کر کہتے ہیں اور جتنا عمدہ کہتے ہیں اتنا ہی عمدہ پڑھتے بھی ہیں۔ اب تک انہوں نے مختلف موضوعات بالخصوص رضویات پر جو کام کئے ہیں اس کی تفصیل تذکرۂ علمائے اہل سنت، سیتامڑھی میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۲۰۱۲ء تک کی خدمات کی ایک ہلکی جھلک: ''امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں''، ''منتخب مسائل فتاویٰ رضویہ''، ''غزلیات رضا''، ''رباعیات رضا''، ''وادی نور کا سفر''، ''پیمانہ حجاز''، ''جلوۂ شان حق''، ''محبوب الاکابر''، ''وقار ملت''، ''رضا بک ریویو کا کنز الایمان نمبر''، ''فقیہ بن فقیہ''۔

ایوارڈ: (۱) اعلیٰ حضرت پی ایچ ڈی ایوارڈ، خانقاہ رضویہ بریلی شریف، (۲) امام احمد رضا گولڈ میڈل ایوارڈ ادارہ تحقیقات کراچی، (۳) غلام سرور ادبی وصحافتی ایوارڈ، علمی مجلس بہار پٹنہ (تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۹۲)

خلافت: آپ کی رضویات پر خدمات کی وجہ سے حضور تاج الشریعہ نے اپنی خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔

مفتی محمد مظفر حسین قادری رضوی:

آپ کی ولادت سمن پور ضلع کٹیہار کے ایک دین دار گھرانے میں ۴/اپریل ۱۹۶۷ء کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی، پھر ''مدرسہ فیاض المسلمین'' کٹیہار میں ثالثہ تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد جد امجد مولانا محمد قمر الدین کے حکم پر ہندوستان کی عظیم دینی درس گاہ ''الجامعۃ الاشرفیہ'' حاضر ہوئے اور چار سال تعلیم حاصل کی پھر ۱۹۸۸ء میں مرکز اہل سنت ''دار العلوم منظر اسلام'' بریلی شریف میں داخلہ لیا اور دستار فضیلت سر پر سجائی گئی۔

اس کے بعد ''جامعہ نوریہ'' باقر گنج میں تین سال، ''الجامعۃ قادریہ'' مالدہ میں کچھ سال اور ''دار العلوم ضیاء

المصطفی" باڑھ میر میں شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز رہے۔ باڑھ میر میں شیخ الحدیثی کے دوران بارگاہ اعلی حضرت بریلی شریف حاضر ہوئے، یہاں تاج الشریعہ کی خدمت میں برکت پانے کے لیے حاضر ہوئے تو گفت وشنید کے بعد حضور تاج الشریعہ نے آپ کی تقرری "مرکزی دارالافتا" میں فرمائی اور اس وقت آپ "مرکزی دارالافتا" میں بحیثیت مفتی اور شہر کی جامع مسجد قلعہ میں بحیثیت خطیب وامام خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ نے حضور تاج الشریعہ سے فقہ وحدیث کا درس لیا اور حضور تاج الشریعہ اور عمدۃ المحققین قاضی عبدالرحیم بستوی علیہ الرحمۃ سے اجازت وخلافت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ (فتاوی بریلی شریف، ص: ۱۱۴)

حضرت علامہ مولانا احمد رضا نظامی مصباحی: آپ ضلع گونڈہ کے قصبہ کھم ہریا میں ۳۰ رمئی ۱۹۶۹ء کو ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کے مدرسہ میں حاصل کی پھر "دارالعلوم سبحانیہ" علاؤالدین پور گونڈہ اور "دارالعلوم اہل سنت انوار الرضا" گوراچوگی میں درس نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، بعدہٗ اعلی تعلیم کے لیے اہل سنت وجماعت کی مرکزی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ میں داخلہ لیا اور بافیض اساتذہ سے اکتساب فیض کرتے ہوئے ۲۷ رنومبر ۱۹۹۲ء میں سند ودستار فضیلت حاصل کی۔

بعدہٗ میدان تدریس میں قدم رکھا اور کچھ عرصہ "دارالعلوم نور محمدی"، مناور دھارا ایم پی میں پھر پندرہ سال "دارالعلوم غوث اعظم" پوربندر گجرات میں نائب صدر ونائب شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے پھر کچھ عرصہ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا" بریلی شریف میں تدریسی خدمات انجام دیں اور فی الحال "دارالعلوم محمود الاسلام"، پربھاس پاٹنجونا گڑھ، گجرات میں صدر المدرسین کی حیثیت سے خدمت دین میں مصروف ہیں۔

آپ خطیب البراہین مفتی صوفی نظام الدین علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت رکھتے ہیں جب کہ حضور تاج الشریعہ نے عزیز العلما مفتی آل مصطفی کے جلسہ فاتحہ کے موقع پر خلافت عطا فرمائی اور محدث کبیر مدظلہ العالی نے عرس امجدی کے پر بہار موقع پر برسر اسٹیج اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت قاری سید سعادت علی: حضرت سید سعادت علی بن سید ابراہیم کی ولادت ۱۲ رشوال المکرم ۱۳۹۱ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۷۱ء بروز بدھ بمقام جوناگڑھ کاٹھیاواڑ، گجرات میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی۔ بچپن ہی سے آپ کا رجحان دینی تعلیم کی طرف تھا اور والد گرامی کی خواہش بھی تھی کہ آپ کو حافظ قرآن بنایا جائے چنانچہ صوبہ گجرات کی مشہور دینی درس گاہ "الجامعۃ الاکبریہ" لونی شریف، کچھ بھوج گجرات میں آپ کا داخلہ کرایا گیا۔ یہاں آپ نے استاذ الحفاظ حافظ فضل الرحمن صاحب کے زیر نگرانی ۱۹۸۷ء میں حفظ قرآن اور استاذ القراء حضرت قاری غلام مصطفی صاحب نعیمی کے زیر سایہ ۱۹۸۹ء میں قرأت کی تکمیل فرمائی اور سند ودستار قرأت سے نوازے گئے۔

۱۹۸۹ء میں ہی آپ کی تقرری بحیثیت استاذ "دارالعلوم غوث اعظم" پوربندر گجرات میں ہوئی جہاں آپ مسلسل ہیں

سالوں تک خدمت قرآن میں مشغول رہے۔ پھر شہر پور بندر میں ہی ۲۰۰۹ء میں ایک ادارہ ''جیلانی درس گاہ'' کی بنیاد ڈالی جہاں فی الوقت تقریباً تین سو مقامی بچے زیر تعلیم ہیں۔ تادم تحریر اسی ادارے کی بہتری اور ترقی کے لئے مصروف عمل ہیں۔

۱۹۹۱ء میں مدینتہ المرشد بریلی شریف حاضری کے موقع پر حضور تاج الشریعہ کے دست اقدس پر اپنا ہاتھ دے کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ ۱۹۹۸ء میں بموقع جلسہ دستار بندی ''دارالعلوم غوث اعظم'' پور بندر میں آپ کو حضور تاج الشریعہ سے اجازت وخلافت کا شرف حاصل ہوا۔ حضور تاج الشریعہ کے علاوہ آپ کو اشرف الفقہا مفتی مجیب اشرف صاحب سے مدینہ منورہ میں، شہزادۂ غوث الوقت شاہ رزق اللہ بابا کی اولاد سید دادا میاں قادری سے اور اپنے والد ماجد سے سلسلہ قادریہ نقشبندیہ کی اجازت وخلافت حاصل ہے، نیز شہزادۂ احسن العلما امین ملت سید محمد امین میاں سے عملیات ووظائف کی اجازت حاصل ہے۔

آپ نے فن تجوید میں ایک کتاب بنام تزئین قرأت تصنیف فرمائی اور اپنے والد گرامی کے حالات پر مشتمل کتاب مسمیٰ باسم تاریخی ''ایک عاشق غوث'' تصنیف فرمائی۔

مولانا صدر الوریٰ مصباحی: حضرت علامہ مولانا صدر الوریٰ مصباحی بن الحاج عبد الحمید بن الحاج دین محمد، منہدوبار ضلع سنت کبیر نگر بستی کے رہنے والے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۹۷۲ء میں ایک دیندار گھرانے میں ہوئی اور آپ نے یہیں نشو ونما پائی۔

ابتدائی تعلیم ''دارالعلوم اہم سنت شمس العلوم'' منہدوبار میں حضرت علامہ شرافت حسین مصباحی وغیرہ کے زیر نگرانی ہوئی۔ ۱۹۸۳ء میں مبارک پور اعظم گڑھ کا رخ کیا اور ''الجامعۃ الاشرفیہ'' میں داخلہ لیا، جامعہ مذکور میں ماہرین فنون اساتذہ کے زیر سایہ سات سال تک علم وادب کے جوہر سے اپنے دامن کو بھرتے رہے اور یکم جمادی الاخری ۱۴۱۰ھ مطابق ۳۰/دسمبر ۱۹۹۸ء میں عرس حافظ ملت کے موقع پر دستار فضیلت حاصل کی۔

علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل سے فراغت کے بعد محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفی قادری مصباحی نے آپ کو اپنے قائم کردہ ادارے ''الجامعۃ الامجدیہ الرضویہ'' گھوسی کے لیے منتخب فرمایا، جہاں چھ سال تک آپ درس تدریس میں مشغول رہے پھر ۱۹۹۶ء میں عزیز ملت سربراہ اعلیٰ ''الجامعۃ الاشرفیہ'' نے آپ کو بحیثیت مدرس مدعو فرمایا تو آپ نے منصب تدریس سنبھالا اور تادم تحریر اسی جامعہ میں مصروف کار ہیں۔

آپ زمانہ طالب علمی میں ہی ۱۹۸۷ء میں تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان ازہری میاں سے شرف بیعت حاصل کر کے داخل سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ ہوئے۔ تاج الشریعہ سے ہی آپ کو خلافت بھی حاصل ہے، وقت خلافت آپ سے فرمایا: ''بارگاہ غوثیت سے مجھے جو کچھ ملا تھا میں نے تمھیں عطا کیا۔'' ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

آپ ایک صاحب تحقیق مصنف ومولف بھی ہیں خصوصاً علم حدیث وفقہ میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ آپ نے تحقیق وتدقیق سے لبریز چند کتب ورسائل تحریر فرمائے اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) شان رسالت اور تصغیر؟
(۲) جمع الفرائد بانارۃ شرح العقائد عربی
(۳) شرح ترمذی عربی
(۴) شرح منتخب ابواب سنن ابوداؤد عربی
(۵) لمعات التنقیح شرح مشکوۃ المصابیح (ترتیب وتخریج وتحقیق)
(۶) شرح حواشی القطبی (غیر مطبوعہ)

مفتی محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی: مفتی محمد عبدالرحیم نے یکم مئی ۱۹۷۷ء میں موضع دمدمہ، بہرولی مشرکھ ضلع سارن، چھپرہ کے ایک مذہبی گھرانے میں آنکھیں کھولیں۔ابتدائی تعلیم مولانا عبدالغفور صاحب امام جامع مسجد بہرولی سے اور "ھدایۃ النحو" تک کی تعلیم مولانا محمد ابوالحسن صاحب سے حاصل کی، پھر" دارالعلوم شمسیہ تیغیہ" بڑہریا ضلع سیوان میں جماعت ثالثہ پڑھی، "دارالعلوم تیغیہ" مظفر پور میں رابعہ اور خامسہ کی تعلیم پائی، منتہی درجات کے لیے مرکز اہل سنت بریلی شریف کا رخ کیا اور" الجامعۃ الرضویہ منظر" اسلام میں داخلہ لیا اور یہیں ۱۹۹۷ء میں آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھی گئی۔ اس دوران آپ حضور تاج الشریعہ کے نشریاتی شعبہ سے بھی منسلک رہے۔

دستار فضیلت حاصل کرنے کے بعد ۱۹۹۸ء میں مرکزی دارالافتا کے شعبہ تربیت افتا میں داخلہ لیا، تربیت افتا کے دوران آپ نے حضور تاج الشریعہ سے "رسم المفتی"، "اجلی الاعلام" اور" بخاری شریف" وغیرہ سبقاً سبقاً پڑھنے کی سعادت حاصل کی اور قاضی عبدالرحیم بستوی سے سراجی کا درس لیا۔ ۲۰۰۱ء میں عرس رضوی کے پر بہار موقع پر تاج الشریعہ نے دستار وسند افتا سے نوازا اور عنایت مزید یہ کہ اسی موقع پر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔آپ کو عمدۃ المحققین قاضی عبدالرحیم بستوی علیہ الرحمۃ سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہے۔

فراغت کے بعد آپ نے مرکزی دارالافتا میں فتویٰ نویسی کا کام انجام دیا پھر ۲۰۰۳ء سے تاحال" مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا"، متھرا روڈ بریلی شریف میں نظامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔اس کے علاوہ آپ نے خواتین اسلام کی اسلامی تربیت کے لیے ایک درس گاہ بنام" جامعۃ الزہرا" اور نونہالان ملت کے لئے ایک اسلامی اسکول بنام" مکہ پبلک" اسکول قائم فرمایا۔

آپ کا سرمایہ تحریر وترتیب حسب ذیل ہے:

(۱) فتاوی مرکزی دارالافتا
(۲) فتاوی حامدیہ
(۳) قنوت نازلہ کب جائز؟
(۴) الموت الاحمر
(۵) کیا اعلی حضرت نے کسی کو رذیل کہا؟
(۶) مصارف چرم قربانی
(۷) ایصال ثواب اور اس کی قسمیں
(۸) عرس کا شرعی حکم
(۹) زندوں کا عمل مردوں کا فائدہ
(۱۰) اسناد آثار رسول
(۱۱) مقدس بیوی (حالات رابعہ بصریہ)

(۱۲) آثار قیامت
(۱۳) ہجرت رسول (یہ تمام کتابیں آپ کی مرتب کردہ ہیں)
(۱۴) کلوننگ اور اسلام
(۱۵) اسلام، قربانی اور گوشت خوری
(۱۶) تبرکات کی خوشبو (یہ کتابیں آپ کی تصنیف ہیں)

مفتی محمد یونس رضا مونس اویسی رضوی : مفتی صاحب کی ولادت یکم جنوری ۱۹۸۲ء میں ہوئی۔ آپ کا مولد و مسکن ریوڈیہہ یوپی ضلع گریڈیہ ہے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم ''تحفیظ الاسلام'' ریوڈیہ اور ''مدرسہ عالیہ'' قادریہ دھنباد میں ہوئی، درس نظامی کی ابتداء'' جامعہ عربیہ اظہار العلوم'' جہانگیر گنج امبیڈکر نگر میں کی پھر'' الجامعۃ الاسلامیہ'' سکٹھی میں داخلہ لیا، یہاں ثالثہ تک آپ کا تعلیمی سفر رہا۔ اس کے بعد اپنے پیرومرشد حضرت علامہ شاہ سید اویس مصطفی صاحب واسطی بلگرامی کے حکم پر ''الجامعۃ الاشرفیہ'' مبارک پور میں داخلہ لیا، سادسہ تک تعلیم کے بعد مرکز اہل سنت بریلی شریف ''الجامعۃ الرضویہ منظر اسلام'' حاضر ہوئے اور ۱۹۹۸ء میں سند فراغت سے سرفراز کیے گئے۔

فراغت کے بعد ۱۹۹۹ء میں مرکزی دار الافتا کے شعبہ تربیت افتاء میں داخلہ لیا، تربیت افتاء کے دوران آپ نے حضور تاج الشریعہ سے ''رسم المفتی''، ''اجلی الاعلام'' اور ''بخاری شریف'' وغیرہ سبقاً سبقاً پڑھنے کی سعادت حاصل کی اور قاضی عبد الرحیم بستوی علیہ الرحمۃ سے سراجی کا درس لیا۔ ۲۰۰۱ء میں عرس رضوی کے پر بہار موقع پر تاج الشریعہ نے دستار و سند افتاء سے نواز اور عنایت مزید یہ کہ اسی موقع پر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کو عمدۃ المحققین سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہے۔

تاج الشریعہ اور عمدۃ الفقہا کی بارگاہ سے افتاء کی تکمیل کے بعد ۲۰۰۱ء میں'' جامعہ حبیبیہ'' میں تدریسی خدمت پر مامور ہوئے۔ ۲۰۰۲ء میں بحکم تاج الشریعہ مرکزی دار الافتاء حاضر ہوئے اور ۲۰۰۴ء تک فتوی نویسی فرمائی، اسی دوران منظر اسلام میں درس وتدریس کا بھی سلسلہ رہا پھر ۲۰۰۴ء میں نائب صدر المدرسین کی ذمہ داری سپرد کی گئی ، ۲۰۰۷ء میں ماہنامہ'' سنی دنیا'' کے مدیر مقرر ہوئے ، ادارت کا سلسلہ اب بھی جاری ہے اور گذشتہ سال یعنی ۲۰۱۴ء میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے دینی خدمات میں مصروف ہیں۔

ان تمام مصروفیات کے باوجود آپ نے تحریری میدان میں اپنی خدمات پیش کیں، آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

(۱) حیات مبین
(۲) سوانح صدر العلما
(۳) مآثر الکرام فارسی کا اردو ترجمہ
(۴) حیات قاضی ملت
(۵) خانوادۂ رضا کی نثری خدمات (پی ایچ ڈی کا مقالہ)
(۶) فتاوی مرکزی دار الافتا
(۷) ترجمہ معتقد
(۸) فیصلہ جات شرعی کونسل (۵ تا ۷) کی ترتیب۔



مولانا محمد فروغ القادری، لندن

حضور تاج الشریعہ ایک مردِ حق آگاہ

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری مرکز اہل سنت بریلی شریف اور عالم اسلام کی ان قدآور شخصیات میں ہیں جنہیں مبدا فیاض نے ماضی وحال کے بے پناہ علم وفضل اور تقویٰ وطہارت کی دولت لازوال سے نوازا ہے۔ان کی سب سے بڑی دینی ومسلکی خدمت خود ان کی تابناک اور قابل عمل زندگی کا نمونہ ہے۔وہ چودہویں صدی ہجری کے مجدد اعظم سیدی امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے علوم وفنون کے حقیقی وارث ہیں۔انہوں نے عہد حاضر کے فتنہ پرور ماحول میں تحریری وتقریری طور پر حالات کا صحیح مقابلہ کرنے کے لئے اعلیٰ نصب العین، اولوالعزمی اور ناقابل تسخیر قدروں کو اپنی باوقار شخصیت کا عنوان بنایا ہے۔

حضور تاج الشریعہ کی پرکشش حیات کے نہاں خانوں میں علم وفن کا بحر ناپیدا کنار ٹھاٹھیں مارتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ ان کے پیکر جمال میں ٹھہراؤ بھی ہے اور جولانی بھی، استحکام کا سکون بھی ہے اور انقلابی شرارے بھی، غیرت جلال بھی ہے اور جمال مروت بھی۔دعوت وعزیمت کی راہ میں صحرا نوردی اور دینی فیصلوں کے نفاذ میں ان کی پرشکوہ اور مبسوط شخصیت جب ایک بار اپنی رائے پیش کر دیتی ہے تو پھر وہ کجکلاہان زمانہ کی تنقیدات اور تبصروں کی پرواہ نہیں کرتی۔ ان کے فکر ونظر کی اصابت، علم وفن کا تبحر، فضل وکمال کی انفرادیت اور دین وسنت کے ارتقا کی راہوں میں ان کے جذبہ ایثار کی عظمت کو عرب وعجم کے علماء نے تسلیم کیا ہے۔

عصر حاضر کے معاصر علما میں مجھے کوئی دور دور تک علمی، ملی اور فقہی صلاحیتوں کے اعتبار سے حضور تاج الشریعہ کا ہم پلہ نظر نہیں آتا۔انتہا درجہ ذہانت، استحضار علمی، معاملہ فہمی اور حاضر دماغی انہیں اپنے عظیم جد امجد سیدی امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ سے میسر آئی ہے۔انہیں علوم متداولہ میں ید طولیٰ حاصل ہے۔فقہ حنفی کی جزئیات پر ان کی بلاخیز دقت نظر دیکھ کر مسند نشینان درس وافتا کو خوشگوار حیرت ہوتی ہے۔

حضور تاج الشریعہ قرآن، حدیث، تفسیر، ادب، تاریخ، فلسفہ، منطق اور کلام کا گہرا مطالعہ رکھتے ہیں۔ان کی عربی تصانیف اور شہ پاروں کو پڑھ کر ان پر عرباء عرب کا شائبہ گزرتا ہے۔کہیں سے بھی عجمیت کا احساس نہیں ہوتا۔وسعت کلام سے بعض مقامات پر ایسا محسوس ہوتا ہے اور کہ ان کی انشا پردازی، عربی خطابت ومحادثت، مقتضائے حال مقولے، مقفیٰ ومسجع عبارت اور موزوں اشعار کے فی البدیہہ استعمال سے ایسا

لگتا ہے، جیسے عربی زبان و ادب کی میراث بن چکے ہوں ۔"الفردہ فی شرح قصیدۃ البردہ" عربی زبان وادب میں حضور تاج الشریعہ کی ایسی شاہکار تصنیف ہے جسے پڑھ کر ان کی عالمانہ ندرت، تبحر علمی، کاروان شوق کی مستی اور انداز بیان کا بانکپن ظاہر ہوتا ہے۔ساتھ ہی ان کے اعلیٰ ذہن ودماغ کے نقش ونگار، عربی زبان وبیان کی سلاست، عربی جملوں کی ترتیب وتہذیب، فصاحت وبلاغت، معنی خیز استعارے، تخیل محاکات کی فراوانی، جذبۂ دل کے انکشافات، جبرئیل عشق کا فیضان اور دردمند دل کا الہام قاری کو ایک لمحے کے لئے ورطہ حیرت میں ڈال دیتا ہے اور ان تمام مرحلہ لوح وقلم سے گزرتے ہوئے ان کی معقولیت پسند دلنوازی، اجتہاد فکر، جرأت انداز اور کون ومکاں کے تاجدار کے قدم ناز سے ان کے قلب وجگر اور ہوش وخرد کی وابستگی، ہر ہر لفظ سے نمایاں ہے۔

عشق رسالت کے جذبے کی منزل یقینی طور پر ایک دشوارتر منزل ہے اس سے سرخرو ہو کر گزرنا اتنا آسان نہیں جتنا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔بعض اوقات عاشق زار کے محسوسات وجذبات اس درجہ لطیف اور نازک ہوتے ہیں کہ الفاظ ان کا بار اٹھا ہی نہیں سکتے ۔ایسے عالم میں اس کے رنگ وآہنگ، وجدان وخیالات اور علم وفکر کی ہیئت وصناعی اپنے ایجاد معانی میں عالم غیب کے تصرفات وعنایات کی مرہون ہوتی ہے ۔"الفردہ فی شرح قصیدۃ البردہ" کو آپ پڑھتے جائیے، قدم قدم پر آپ کو عشق بے نیاز کا پہرہ نظر آئے گا اور یہی حضور تاج الشریعہ کی داخلی زندگی کی کاوشن اور نمایاں کمال بھی ہے۔

حضور تاج الشریعہ نے اپنی مصروف ترین زندگی کے باوجود علمی دنیا کو تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ان کی تمام تر تصانیف نے اپنے دامن سیماب میں معلومات وحقائق کے جتنے آفاق تلاش کئے ہیں یہ انہیں کا اعزاز ہنر ہے، ان کی تمام تحریروں میں تعمیر خودی کا جوہر اور متعلقہ مباحث سے مظاہرات فن کا عکس بڑا گہرا نظر آتا ہے ۔وہ دبستان رضا کے نہایت پر جوش، معتبر اور بلند پایہ شاعر بھی ہیں ۔ان کا ایک ایک لفظ ادب لطیف کے عرق دوآتشہ میں ڈوبا ہوا ہے۔وہ جس جذبہ بے خودی اور سوز دروں سے اپنے محبوب حقیقی کو آواز دیتے ہیں اس میں بظاہر کسی اور ترفع کی گنجائش نظر نہیں آتی ۔عالم نور کے پیکر لطیف اور عرش الٰہی کے مسند نشیں کی بارگاہ ناز میں ان کی اجابت کا حال یہ ہے کہ مدح نبوی کرتے وقت وہ افکار وتخیلات کی مشاطگی کے بجائے اپنے عشق لازوال تک براہ راست رسائی حاصل کر کے اپنے اعجاز ہنر سے اصناف سخن کے ماہرین کو دیدہ حیرت بنا دیتے ہیں۔

فن شاعری میں زبان وبیان کی اہمیت کیا ہے؟ ترسیل وابلاغ کی راہوں میں کس قدر دشواریاں درپیش ہوتی ہیں؟ایک سخنور کو زندگی کی تزئین وتعمیر اور اس کے بقائے دوام کے لئے کیا کیا کردار ادا کرنا چاہئے، حضور تاج الشریعہ کا بافیض اور سیال قلم فطرت کی اس حنابندیوں سے خوب واقف ہے۔وہ غیر مرئی سے مرئی کی صورت پذیری کا ہنر جانتے ہیں، گویا کہ فن شاعری کا محرک اول خود ان کی داخلیت اور پرکشش جاہ وجلال ہے ۔

مری مشاطگی کو کیا ضرورت حسنِ معنی کو
کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالہ کی حنا بندی

حضور تاج الشریعہ کی گراں قدر تصنیفات کی ایک لمبی فہرست ہے، عربی، فارسی، اردو اور انگریزی زبان وادب پر انہیں مکمل دسترس حاصل ہے ان کی جامع اور وقیع تحریروں

سے ہر صنف سخن پر ان کے گہرے مطالعے کا اندازہ ہوتا ہے تحقیق وتدقیق کے حوالے سے ان کا رنگ وآہنگ حد درجہ منفرد اور اثر پذیر ہے۔آج کے اس دور قحط الرجال میں اب ہمارے یہاں کی درس گاہوں میں اس طرح کے حساس موضوعات پر طبع آزمائی کی روایت اٹھتی جارہی ہے، حضور تاج الشریعہ نے اپنی موثر ترین اور لازوال نگارشات کے ذریعہ ملک وبیرون ملک کے عصری جامعات کا رشتہ ایک بار پھر خانقاہوں سے جوڑ دیا ہے۔خاص کر ان کی عربی تصنیفات نے عالم عرب میں اپنی شہرت وپذیرائی کے جتنے آفاق فتح کئے ہیں اس سے صحیح معنوں میں اہل سنت وجماعت کا وقار بلند ہوا ہے۔انہوں نے معمولات اہل سنت کو استدلال کی زبان عطا فرمائی ہے۔حضور تاج الشریعہ کی مندرجہ ذیل کتابیں اپنے عناوین کے لحاظ سے حد درجہ معلومات افزا اور معارف وحقائق سے لبریز ہیں:

(۱) الدفاع عن کنز الایمان فی جزئین
(۲) حکم التصویر
(۳) الحق المبین
(۴) مرأۃ النجدیہ
(۵) تحقیق ان ابراھیم تارخ لا آذر
(۶) شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام للعلامہ احمد رضا رحمہ اللہ
(۷) رسالہ سد المشارع علی من یقول ان الدین یستغنی عن الشارع
(۸) الصحابۃ نجوم الاھتدا
(۹) الھاد الکاف فی حکم الضعاف
(۱۰) تعریب قوارع القھار علی المجسمۃ الفجار
(۱۱) تعریب الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء
(۱۲) سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح
(۱۳) الفردہ فی شرح قصیدۃ البردہ (عربی شرح)

مذکورہ بالا تمام کتابوں میں ''الفردہ'' جو قصیدہ بردہ شریف کی شرح ہے اس کے ایک ایک لفظ سے کوثر وتسنیم کے چشمے ابلتے ہیں۔حضور تاج الشریعہ نے عالم عرب کی خانقاہوں میں قصیدہ بردہ کی عربی شرح لکھ کر حضرت امام بوصیری کے جذب ومستی، فکر وفن، عشق بے پناہ اور ذوق تصوف کو دوبارہ زندہ کردیا ہے۔ساتھ ہی امام احمد رضا فاضل بریلوی کے تتبع میں آپ کا نعتیہ دیوان ''سفینۂ بخشش'' جو آپ کی عربی اور اردو نعت، قصائد، رباعیات اور مناقب پر مبنی ہے، شعر وسخن کی دنیا میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔اشعار کی بندش اور صنعت کلام سے بے شمار مقامات پر فاضل بریلوی کا رنگ وآہنگ، وارفتگی شوق اور فکری تجلیات کا عکس دور دور تک نکھرا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

میرے ممدوح گرامی حضور تاج الشریعہ سیدی علامہ اختر رضا خاں قادری ازہری دام ظلہ العالی کی ہمہ جہت شخصیت عالم اسلام میں مرجع فتاویٰ بھی ہے اور مرکز علم وفن بھی، وہ مفتی بھی ہیں قاضی بھی، مفسر بھی ہیں اور محدث بھی، فلسفی بھی ہیں اور مایہ ناز مفکر بھی، دانشور بھی ہیں اور کہنہ مشق شاعر وادیب بھی، دعوت وعزیمت اور جرأت واستقامت کی تمام تر خوبیوں سے مرصع ان کی زندگی کی داخلی خوبیوں پر ہندو پاک کے ارباب قلم نے اب تک بہت کچھ لکھا ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی بہت کچھ لکھا جائے گا دعا ہے کہ خدائے پاک اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل انہیں عمر طویل سے ہمکنار فرمائے آمین۔



مولانا ارشد اقبال مصباحی، ساؤتھ افریقہ

حضور تاج الشریعہ: ایک عالم باعمل

حدیث پاک میں ولی کی پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ جب تم انہیں دیکھو تو خدا یاد آجائے۔ بلاشبہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ محمد اختر رضا ازہری کی ذات گرامی اس حدیث پاک کی مکمل تفسیر ہے۔ آپ کی ولایت کے لئے اب مزید کسی سند کی ضرورت نہیں کیوں کہ خود مرشد اولین وآخرین آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلمنے جو ارشاد فرمایا اس کی عملی تفسیر کا نام تاج الشریعہ ہے۔

آج کے اس دور پرفتن میں آپ کی شخصیت صداقت کی پہچان اور حقانیت کی علامت ہے۔ مصلحت پسندی کی آڑ میں اچھے اچھے لوگ صلح کلیت کی زد میں آچکے ہیں، مگر حضور تاج الشریعہ مذہب اہل سنت اور مسلک اعلیٰ حضرت پر اسی مضبوطی اور سختی سے قائم ہیں جس ڈگر پر چل کر ہمارے اکابر نے علم وشریعت کا پیغام گھر گھر پہنچایا تھا۔ گویا یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضور تاج الشریعہ حق وباطل کے مابین خط امتیاز اور نشان منزل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آپ اپنے بزرگوں کے علم وفضل، زہد وتقویٰ، دیانت وصداقت، عجز وانکساری اور حق گوئی وبے باکی کے سچے وارث وامین ہیں، استقامت فی الدین ان کی فطرت، عشق رسالت ان کا اصل سرمایہ اور اپنے اسلاف کے اسلامی قدروں کا تحفظ ان کی زندگی کا اہم اثاثہ ہے۔

سچ یہ ہے کہ حضور اعلیٰ حضرت، حضور حجۃ الاسلام، حضور مفتی اعظم، حضور محدث اعظم، حضور صدر الشریعہ، حضور ملک العلما، حضور برہان ملت اور حضور مفسر اعظم ہند کے علمی فقہی اور دینی سرمایوں کو ہم تک پہنچانے میں آپ نے بڑا کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ بلا خوف لومۃ لائم شرعی فیصلے کو صادر کرنا آپ کی شخصیت کا اہم حصہ ہے۔ فتنہ خواہ اندر کا ہو یا باہر کا، آپ کے قلم کی تلوار سے کوئی بچ نہیں سکتا، اس وقت آپ کی پوزیشن وہی ہے جو اعلیٰ حضرت کی تھی۔ حضور تاج الشریعہ کی سب سے بڑی کرامت، شریعت پر استقامت ہے، آپ نے کبھی بھی شریعت میں طبیعت کو راہ نہیں دی، یہی وہ مقام ہے جہاں بڑے بڑوں کے پاؤں متزلزل ہوجاتے ہیں، مگر زمانہ گواہ ہے کہ آپ کے پائے ثبات میں ذرہ برابر لغزش نہیں آئی۔

آج علم وقلم بک رہے ہیں، زہد وتقویٰ کا چراغ ٹمٹماتا ہوا نظر آرہا ہے، مفتیوں کے فتاوے خریدے جارہے ہیں، شعور وفکر کا سودا ہو رہا ہے، کفر کو اسلام بتانے میں قلم کی ساری

صلاحیتیں صرف کی جارہی ہیں الغرض انسان کی منڈی میں ہر چیز کا دام لگ رہا ہے، لیکن مفسر اعظم کے نور نظر اور مفتی اعظم کے تقوی و فتویٰ کے جاں نشیں حضور تاج الشریعہ کی شخصیت ہمالہ کی طرح چٹان بن کر ہر طوفان کا نہ صرف مقابلہ بلکہ دین وایمان اور اعتقاد و نظریات کے تحفظ کی نئی تاریخ بھی رقم کررہی ہے۔

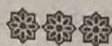
آج دنیائے سنیت کے لئے ان کا کردار و عمل نشان منزل ہے، افراط و تفریط کی ظلمتوں میں بھی ان کی زندگی مینارۂ نور بنی ہوئی ہے جس سے ایک عالم روشنی کشید کررہا ہے اور حیات کے کینوس پر شریعت و طریقت کے ان گنت پھول مسکرارہے ہیں۔

میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ حضور تاج الشریعہ کی سب سے بڑی کرامت ،شریعت پر استقامت ہے تاہم دیگر کرامتوں کا صدور بھی آپ سے گاہے بگاہے ہوتا رہا ہے، خود راقم الحروف کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا، وہ یہ کہ مارچ ۲۰۱۰ء میں جب حضور تاج الشریعہ ساؤتھ افریقہ تشریف لائے تو آپ کا ورود مسعود ہم سب کے لئے کسی عید کے سماں سے کم نہیں تھا اور ایک لمبے تبلیغی دورے کے بعد جس دن حضرت کی انڈیا واپسی ہوئی وہ دن ہم سب کے لئے بڑا ہی غم سے لبریز دن تھا۔ پورے دن اضمحلال کی کیفیت طاری رہی۔ رات کو سویا تو حضرت کے دیدار سے مشرف ہوا، چہرے پر اداسی دیکھ کر ارشاد فرمایا: ”ارشد اقبال! عمرہ کی نیت کرلو“ اور پھر عربی میں حضرت نیت بھی پڑھانے لگے، دل بار بار اندر سے کچوکے لگا رہا تھا کہ حضرت تو مجھے عمرہ کی نیت کرارہے ہیں، مگر بظاہر دور دور تک وسائل کی کوئی سبیل نظر نہیں آرہی ہے۔

جب صبح ہوئی تو میں خواب کی لذتوں سے پورے طور پر سرشار تھا۔ قلب پر بہجت و بشاشت کی کیفیت طاری تھی ،نماز فجر سے فارغ ہونے کے بعد اپنے دوست مولانا محمد قاسم عمر رضوی مصباحی اور مولانا محمد فیض احمد رضوی مصباحی صاحبان کو فون کرکے اپنے خواب سے آگاہ کیا اور ساتھ میں یہ بھی کہا کہ حضرت نے نیت تو کرادی ،مگر موجودہ حالات ساتھ دینے سے قاصر ہیں کیوں کہ مالی دشواریاں پابہ زنجیر ہیں۔ دوستوں کا ایک ہی جواب تھا کہ اگر حضرت نے نیت کرائی ہے تو انتظام بھی وہی فرمائیں گے۔

بہر حال جب شام ہوئی نماز مغرب سے فارغ ہوکر اپنے کمرے میں بیٹھا تھا کہ میرے ایک پیر بھائی جناب حاجی اقبال عبداللہ صاحب کا فون آیا، سلام ودعا کے بعد میں نے اپنی حالت بتائی کہ حضرت کے جانے کے بعد میں بیحد مضمحل ہوں ، کچھ دیر گفتگو ہوتی رہی اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ ”حضرت آپ کے لئے ایک خوشخبری ہے“ میں نے کہا ”وہ کیا“ کہنے لگے کہ: ”میں اپنی فیملی کے ساتھ عمرہ کے لئے روانہ ہورہا ہوں اور یہ مبارک سفر آپ کی قیادت میں طے ہوگا“ اتنا سننا تھا کہ آنکھیں اشکوں سے وضو کرنے لگیں اور میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، مرشد کی روحانی کرم پاشیوں اور فیض بخشیوں پر دل جھومنے لگا، بالآخر وہ مبارک گھڑی بھی آئی کہ خانہ کعبہ کی زیارت اور دربار رسالت کی حضوری سے مشرف ہوا ؂

مجھے فیض میں نہایا یہ کرم نہیں تو کیا ہے
درِ مصطفیٰ دکھایا یہ کرم نہیں تو کیا ہے



مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی

حضور تاج الشریعہ کا اسلوب تحریر

یوں تو ہندوستان کو یہ شرف حاصل ہے کہ ہر دور، ہر زمانے، ہر عہد، ہر صدی اور ہر قرن میں اسے ایسے ایسے عظیم وجلیل خانوادوں نے فیضیاب کیا جن کا شمار آج سواد اعظم اہل سنت میں ہوتا ہے۔ اسی ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش میں واقع شہر بریلی میں ایک پٹھان خاندان میں علم ومعرفت کا آفتاب امام العلماء حضرت علامہ شاہ رضا علی خان علیہ الرحمہ کی شکل میں تیرہویں صدی ہجری میں طلوع ہوا۔ اس کے بعد یہ خانوادہ علم وحکمت اور معرفت وطریقت کے نور سے ایسا روشن ومنور ہوا کہ خدا معلوم اب تک اس خانوادہ سے منسلک ہوکر کتنے خانوادے منور ہو چکے ہیں۔

یہ خانوادہ کون ہے؟ یہ وہی خانوادہ ہے جو آج اہل سنت و جماعت کے درمیان ''خاندان رضا اور خانوادۂ رضویہ'' کے خوش نما نام سے متعارف ہے۔ خانوادۂ رضویہ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس خانوادے نے اہل سنت و جماعت کو دین اسلام کے احکام کی تشریحات وتوضیحات اور اہل سنت و جماعت کے عقائد ومعمولات پر مشتمل اس قدر تصنیفات وتالیفات سے نوازا کہ شاید اس کی مثال ملنی مشکل ہو۔ اگر ایک سرسری نظر اس خانوادے کے افراد کی تصنیفات وتالیفات پر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ خاتم المحققین امام المتکلمین علامہ نقی علی خان علیہ الرحمہ نے تقریباً ۴۰ر کتابیں قوم وملت کو عطا فرمائیں۔ (بحوالہ تاریخ مشائخ قادریہ، ج۲، ص ۲۹۲)

امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ نے متعدد علوم وفنون پر مشتمل علم و حکمت سے لبریز تقریباً ۱۰۰۰ر کتابوں سے اہل سنت کو شاد کام کیا (بحوالہ امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری، ص ۹۵)۔ استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خان علیہ الرحمہ نے ۶ر کتابیں نذر اہل سنت کیں، حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خان علیہ الرحمہ کے نوک قلم سے ۴۱ر تصنیفات معرض وجود میں آئیں (بحوالہ تذکرۂ جمیل، ص ۴۸۱)۔ حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ نے بھی ملت اسلامیہ کو ۴۰ر کتابوں کا تحفہ دیا (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۱۷۔ ۴۲) اور موجودہ جانشین مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ نے بھی اپنے خاندانی طرۂ امتیاز کو باقی

رکھتے ہوئے اپنی بے پناہ دعوتی وتبلیغی مصروفیات کے باوجود بڑی چھوٹی تقریباً ۵۰؍ یا اس سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں نیز ہنوز یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

موخر الذکر ذات بابرکت "حضور تاج الشریعہ کا اسلوبِ تحریر"، راقم کا موضوعِ تحریر ہے، لیکن انسب معلوم ہوتا ہے کہ موضوع اصلی پر کچھ تحریر کرنے سے قبل حضور تاج الشریعہ کی کتابوں کی فہرست پیش کردی جائے تاکہ جہاں کم ازکم آپ کی کتابوں کے اسما سے روشناسی کا شرف حاصل ہو وہیں یہ حقیقت بھی اشکار ہوجائے کہ دعوت وتبلیغِ دین اور ترویج واشاعت مذہب اہل سنت وجماعت کے لیے اپنی زندگی کے اکثر لمحات پابرکاب گزارنے کے باوجود آپ کی ذات سے اتنی کتابوں کا نذرانہ دنیائے اہل سنت کو عطا ہونا ایک کرامت ہی ہے۔

(۱) حاشیۃ علیٰ صحیح البخاری (عربی) مطبوعہ مجلس برکات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۲) مرآۃ النجدیۃ بجواب البریلویۃ (عربی) دارالمقطم قاہرہ، مصر

(۳) تحقیق أن أبا ابراھیم تارخ لاآزر (عربی) دارالمقطم قاہرہ، مصر

(۴) الفردۃ فی شرح البردۃ جو تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہے اور تحقیقات کا بیش قیمت خزانہ ہے۔ (عربی)

(۵) الصحابۃ نجوم الاھتداء (عربی) دارالمقطم قاہرہ، مصر

(۶) سد المشارع علیٰ من یقول: ان الدین یستغنی عن الشارع (عربی) دارالمقطم قاہرہ، مصر

(۷) صیانۃ القبور (عربی)

(۸) الحق المبین (عربی اور اردو دونوں زبانوں میں)

(۹) دفاع کنز الایمان (دو حصے اردو میں) مطبوعہ ادارہ سنی دنیا پاکستان

(۱۰) ازھر الفتاویٰ (پانچ جلدوں پر مشتمل آپ کا مجموعہ فتاویٰ)

(۱۱) ازھر الفتاویٰ (مجموعہ فتاویٰ دو حصے انگریزی میں)

(۱۲) ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن (اردو) مطبوعہ سنی دنیا پاکستان

(۱۳) تین طلاقوں کا شرعی حکم (اردو) مطبوعہ المجمع الرضوی

(۱۴) ٹائی کا مسئلہ (اردو) مطبوعہ المجمع الرضوی

(۱۵) شرح حدیث نیت (اردو) مطبوعہ ادارہ سنی دنیا

(۱۶) کنز الایمان کا دیگر تراجم سے تقابلی جائزہ (اردو)

(۱۷) ہجرتِ رسول (اردو) مطبوعہ المجمع الرضوی

(۱۸) آثار قیامت (اردو) مطبوعہ المجمع الرضوی

(۱۹) جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (اردو) مطبوعہ المجمع الرضوی

(۲۰) سفینۂ بخشش نعتیہ دیوان (اردو)

(۲۱) نغماتِ اختر نعتیہ دیوان (عربی)

(۲۲) المعتقد المنتقد مع المستند المعتمد (اردو ترجمہ) مطبوعہ مجمع الرضوی

(۲۳) فضیلتِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (تعریب)

(۲۴) فقہ شھنشاہ و ان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ تعالیٰ (تعریب) مطبوعہ المجمع الرضوی

(۲۵) تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون

(تعریب) مطبوعہ المجمع الرضوی

(۲۶) اھلاک الوھابیین علیٰ توھین قبور المسلمین (تعریب) مطبوعہ المجمع الرضوی

(۲۷) الھاد الکاف فی حکم الضعاف (تعریب مع تعلیق) دار السنابل، دمشق

(۲۸) حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین (تعریب مع تعلیق)

(۲۹) سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح (تعریب مع تعلیق)

(۳۰) الامن و العلی لناعتی المصطفی بدافع البلاء (تعریب مع تعلیق) دار النعمان، دمشق

(۳۱) قوارع القھار علی المجسمۃ الفجار (تعریب مع تعلیق) مطبوعہ دار المقطم

(۳۲) النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید (تعریب مع تعلیق)

(۳۳) عطایا القدیر فی حکم التصویر (تعریب) مطبوعہ المجمع الرضوی

(۳۴) عطاء النبی لافاضۃ احکام الصبی (تعریب)

(۳۵) النور النورق (تعریب)

(۳۶) برکات الامداد لاھل الاستمداد (تعریب) جماعت رضا مصطفیٰ، کراچی

(۳۷) شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام (تعریب)

(۳۸) الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی

(۳۹) انوار المنان فی توحید القرآن (اردو ترجمہ) مطبوعہ المجمع الرضوی

(۴۰) جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت کی شرعی حیثیت (اردو)

(۴۱) چلتی ٹرین میں فرض وواجب نمازوں کا حکم (اردو)

(۴۲) ترجمہ قصیدتان رائعتان

(۴۳) القول الفائق بحکم الاقتداء بالفاسق (اردو مطبوعہ المجمع الرضوی پاکستان)

(۴۴) القمع المبین لآمال المکذبین

(۴۵) تراجم قرآن میں کنز الایمان کی فوقیت (زیر قلم)

(۴۶) نوح حامیم کیلر کے سوالات کے جوابات (غیر مطبوعہ)

(۴۷) شرح حدیث الاخلاص (عربی) مطبوعہ المجمع الرضوی

(۴۸) نھایۃ الزین (عربی) غیر مطبوعہ

(۴۹) انوار تاج الشریعہ (مجموعہ ملفوظات) غیر مطبوعہ

(۵۰) تقدیم تجلیۃ السلم فی مسائل نصف العلم (اردو) مطبوعہ اختر بک ڈپو خواجہ قطب بریلی شریف

(۵۱) نبذۃ حیاۃ الامام احمد رضا (عربی) مطبوعہ دار المقطم

درج بالا حضور تاج الشریعہ کی کتابیں جہاں اپنے موضوع پر اہم اور گراں قدر ہیں وہیں معلومات سے بھی لبریز ہیں جس کے سبب قاری کو نہ صرف متعلقہ موضوع کے بارے میں کسی ایک نتیجہ تک پہنچنے میں آسانی ہوتی ہے بلکہ

مزید معلومات سے بھی قلوب واذہان مالا مال ہوتے ہیں۔

حضور تاج الشریعہ کی تمام کتابوں کے مطالعہ کا شرف راقم کو حاصل نہیں ہوا، لیکن تلاش بسیار کے بعد جن کتابوں تک رسائی حاصل ہوئی اور جس قدر بھی مطالعہ سے شاد کام ہوا وہ یہ ہیں:

(۱) تعلیقات الازہری علیٰ صحیح البخاری وعلیٰ حواشی المحدث السہارنفوری

(۲) آثارِ قیامت

(۳) ٹائی کا مسئلہ

(۴) ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن!

(۵) تحقیق ان آبا ابراہیم "تارح" لا "آزر"

(۶) حقیقۃ البریلویۃ معروف بہ مرآۃ النجدیہ

(۷) چلتی ٹرین میں فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم۔

مذکورہ کتب کے مطالعہ کے دوران حضور تاج الشریعہ کے جن مشترک اسالیب سے معرفت حاصل ہوئی وہ یہ ہیں:

(۱) جوشِ بیان تنز وتعریض

(۲) برمحل شعر یا مصرعہ کا استعمال

(۳) تنقید وتعاقب

(۴) پُرزور طرز استدلال اور دلائل وبراہین کی کثرت

(۵) کتب متداولہ کی طرف مراجعت

(۶) کتب اعلیٰ حضرت سے استفادہ

(۷) ازالۂ اعتراض واوہام

ان اسالیب پر کچھ سپرد قلم کرنے سے پہلے درج بالا کتابوں کا مختصر تعارف خود ان کتابوں میں موجود مقدمہ اور تقریظ یا ان پر کیے گئے تبصرہ سے پیش کیا جارہا ہے تاکہ اسالیبِ تاج الشریعہ کی معرفت سے قبل کتب تاج الشریعہ کی اہمیت وافادیت سے واقفیت وشناسائی حاصل ہوجائے۔

تعلیقات الازہری علی صحیح البخاری وعلی حواشی المحدث السہارنفوری: حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کی دینی خدمات میں سے سب سے اہم اور عظیم حاشیۂ بخاری ہے۔ اس حاشیہ میں کون کون سی خوبیاں پوشیدہ ہیں، اس کی نقاب کشائی کرتے ہوئے مولانا سلمان ازہری استاذ جامعہ اسلامیہ روناہی، فیض آباد رقم طراز ہیں:

"اس میں آپ نے نہ صرف احادیث کریمہ کے معانی ومفاہیم کو بیان فرمایا ہے بلکہ اسماء الرجال، جرح وتعدیل، اور فقہی مذاہب کو پرکشش اندازِ بیان میں پیش کرنے کے ساتھ ساتھ معمولات اہل سنت و جماعت کو احادیث کریمہ اور اقوال و اعمال صحابہ وعلما کی روشنی میں اجاگر کرتے ہوئے بدمذہبوں کے عقائد فاسدہ ونظریات باطلہ کا ردبلیغ فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں صحیح بخاری کے محشی محدث احمد علی سہارن پوری کا علمی وفکری تعاقب بھی کیا ہے۔" (تجلیات تاج الشریعہ، ص ۶۷۳)

آثارِ قیامت: قیامت برحق ہے جس پر ہر مسلمان کا یقین واعتقاد ہے، لیکن قیامت کا وقوع کب ہوگا یہ صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کی عطا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے۔ البتہ وقوع قیامت سے قبل کچھ علامات ظاہر ہوں گی جن کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں فرمایا ہے۔ اس رسالہ میں حضور تاج الشریعہ نے آثار قیامت ہی پر مبنی "کنز العمال" کی ایک حدیث کو

موضوع بنایا ہے اور علامات قیامت کے تعلق سے بڑی نفیس گفتگو فرمائی ہے۔ مولانا عبد الرحیم نشتر فاروقی اس کتاب کا تعارف پیش کرتے ہوئے خامہ فرسا ہیں:

''زیر نظر کتاب ''علامات صغریٰ'' سے متعلق ''کنز العمال'' کی ایک ایسی حدیث پر مشتمل ہے جو تقریباً قیامت کی ۷۲ نشانیوں کو محیط ہیں۔ مرشدی، ملاذی و استاذی حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج الشاہ المفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی مدظلہ النورانی نے سب سے پہلے اس حدیث پاک کا سلیس ترجمہ فرمایا ہے، اس کے بعد صرف ان آثار و علامات پر کلام فرمایا ہے جو عام فہم نہ تھے اور جو علامات عام فہم اور واضح تھے اس کا ترجمہ ہی اس انداز میں فرمایا ہے کہ مزید کسی تشریح و توضیح کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔

حضور تاج الشریعہ نے جن علامات و آثار کی تشریح و توضیح کی ہے انھیں خاص طور پر ان کی مؤید احادیث کریمہ ہی سے واضح فرمایا ہے۔ اس طرح یہ کتاب ''آثار قیامت'' پر مشتمل حدیثوں کا ایک مبسوط اور نادر و دل آویز گلدستہ بن گئی ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں جو بھی بات کہی گئی ہے اسے حوالوں سے مدلل و مبرہن کیا گیا ہے۔''

(آثار قیامت، ص:۹۔۱۰)

ٹائی کا مسئلہ: فقہ کا یہ مسلم اصول ہے کہ تشبہ بالکفر کفر ہے، لیکن غفلت بھرے اس پرفتن دور میں مسلمان دانستہ یا غیر دانستہ طور پر شعاری کفری اور مشابہت بالکفر اختیار کرنے میں دریغ بھی نہیں کرتے۔ انہیں میں ایک ''ٹائی'' بھی ہے جو عیسائیوں کا شعار مذہبی ہے اور جب یہ شعار مذہب نصاریٰ ہے تو اس کا شریعت میں کیا حکم ہوگا بالکل واضح ہے۔

اسی ٹائی کے مسئلے پر حضور تاج الشریعہ نے ''ٹائی کا مسئلہ'' نامی کتاب رقم فرما کر مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی مکاریوں اور چال بازیوں سے آگاہ فرمایا اور مدلل انداز میں ٹائی کی شرعی حیثیت کی وضاحت فرمائی۔ اس رسالہ کی اہمیت و افادیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے احسن العلما حضرت سید مصطفی حیدر حسن معروف بہ حسن میاں قادری برکاتی قدس سرہ لکھتے ہیں:

''اس (ٹائی کے) مسئلہ پر عزیز موصوف زید مجدہ نے بڑے اچھے اور سلجھے ہوئے انداز میں تحقیق فرماتے ہوئے اس کے سارے پہلوؤں کو سامنے رکھ کر نہ صرف یہ کہ خود اپنی کاوش سے دلائل شرعی و فقہی کی روشنی میں حکم شرعی کو واضح فرمایا ہے بلکہ اس موضوع پر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ و الرضوان اور ان کے والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ فرمایا تھا اسے بھی ناظرین کے سامنے شرح و بسط سے بیان کر دیا ہے''۔ (ٹائی کا مسئلہ، ص:۳)

ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن: ٹی وی پر دینی پروگرام دیکھنا، دکھانا اور دینی پروگرام کی ویڈیو بنانا جائز ہے یا ناجائز؟ اس بارے میں علمائے اہل سنت کی تحقیقات مختلف ہیں اور ہر ایک کے پاس اپنے اپنے موقف پر دلائل ہیں نیز ہر ایک نے اپنے موقف پر کتابیں بھی تصنیف فرمائیں ہیں۔ انھیں

کتابوں میں سے ایک حضور تاج الشریعہ کی "ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن" ہے جس کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ صاحب کتاب نے اس میں مجوزین کے دلائل کا آپریشن کیا ہے۔ اس کتاب میں کیا ہے احسن العلما حضرت سید مصطفی حیدر حسن علیہ الرحمہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

"حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان صاحب برکاتی زید مجدہ قائم مقام حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ (فاضل ازہر) کا فتویٰ نافع تقویٰ، قاطع طغویٰ، دافع بلویٰ، زیر عنوان "ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن" لگ بھگ دیکھا، پڑھا اور سمجھا۔ بحمدہ تعالیٰ اپنے موضوع پر وہ نہایت ہی واضح اور مفصل انداز میں لکھا گیا ہے اور فاضل مجیب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہر ہر گوشہ پر دلائل شرعیہ کی روشنی میں بہترین اور عام فہم انداز میں گفتگو فرمائی ہے۔ مکابرہ اور مجادلہ، سخن پروری اور ہٹ دھرمی جیسی لایعنی چیزوں کو پرے ڈال کر پورے خلوص کے ساتھ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی سعی بلیغ کی گئی ہے۔ مسئلہ کی پورے طور پر تحقیق فرمائی گئی ہے۔ لہٰذا اگر میں یہ کہوں کہ زیر نظر فتویٰ اپنے موضوع پر حرفِ آخر ہے تو یہ بات میرے نزدیک مبالغہ یا شاعری، بے جا حمایت یا طرف داری نہیں بلکہ حقیقت واقعی کا کھلے دل سے اعتراف ہوگا۔"

(ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن، ص ۹۸)

تحقیق أن أبا ابراهيم "تارخ" "لا" "أزر": اس رسالہ میں حضور تاج الشریعہ نے کیا تحریر فرمایا ہے، اس کی تفصیل خود آپ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی:

"ابھی ۲۰۰۰ء کے بعد امام ابو منصور موہوب بن ابو طاہر احمد بن محمد بن خضر المعروف امام جوالیقی لغوی بغدادی (ولادت، ۴۶۶ھ، وفات ۵۴۰ھ، بغداد) کی کتاب "معرب من الکلام الاعجمی علیٰ حروف المعجم" پر نظر پڑی جس پر شیخ احمد شاکر کی تعلیق ہے۔ اس کی تعلیق میں شیخ شاکر نے یہ لکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام "آزر" ہے۔ میں نے اس تعلیق کے رد میں اپنا رسالہ "تحقيق أن سيدنا أبا ابراهيم تارخ عليه السلام وليس آزر" لکھا۔" (تجلیات تاج الشریعہ، ص: ۹۰۴)

غلام مصطفی رضوی صاحب مالیگاؤں اس کتاب پر تعارفی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"زیر تبصرہ کتاب میں تاج الشریعہ نے جہاں والدین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے موحد ہونے کا ثبوت پیش کیا ہے وہیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کے نام کی بھی تحقیق بیان فرمائی ہے اور کتب تفاسیر و احادیث سے بہترین انداز میں دلائل و براہین سے بات کو باوزن کیا ہے۔ چوں کہ قرآن کریم کی آیت سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد "آزر" تھے اور اس طرح کفر کی بنیاد بتاتے ہیں۔ چنانچہ تاج الشریعہ کا رضوی قلم مسئلہ کی حقیقت واضح کرنے کے لیے اٹھا اور مستحکم دلائل سے ثابت کر دیا کہ "آزر" ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور آپ کے والد کا نام "تارخ" تھا"۔ (تجلیات تاج الشریعہ، ص ۵۳۳ و ۵۳۴)

حقيقة البريلويه المعروف به مرآة النجديه:

تاج الشریعہ کی ایک نہایت اہم کتاب ہے جو بدنامِ زمانہ مصنف "احسان الٰہی ظہیر" کی ہفوات و اتہامات سے لبریز

کتاب ''البریلویہ'' اور اس کے مقدمہ نگار'' قاضی عطیہ محمد سالم'' کی طرف سے مصنف کی بے جا تعریف اور اہل سنت پر غلط الزامات سے بھری تقدیم کا نہ صرف رد بلیغ ہے بلکہ منھ توڑ جواب بھی ہے۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں عقائد و معمولات اہل سنت کے صحیح خد و خال کی وضاحت اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا مختصر مگر صحیح تعارف بھی ہے۔اس کتاب کے بارے میں ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم مصباحی صاحب لکھتے ہیں:

''مرآۃ النجدیہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے بڑی اہم ہے، اس کتاب میں ان کے تمام عقائد و خیالات کی وضاحت ہے جن پر ان کا عمل ہے اور جو کتاب و سنت سے متصادم ہیں۔'' (تجلیات تاج الشریعہ، ص:۵۰۴)

چلتی ٹرین میں فرض و واجب نمازوں کا حکم
:اس کتاب میں کیا ہے؟ اس کو بیان کرتے ہوئے کتاب مذکور کے مقدمہ نگار مفتی شمشاد صاحب لکھتے ہیں:

''حضور تاج الشریعہ نے اپنی اس کتاب میں مجلس شرعی کے فیصلے کے ہر حصہ پر مضبوط گرفت فرمائی ہے اور ان کے دلائل کا مختلف حیثیتوں سے منصفانہ جائزہ لیا ہے، مفہوم مخالف سے استدلال کی کمزوری کو بھی خوب خوب آشکار فرمایا ہے۔ کتاب کی سطر سطر حضور تاج الشریعہ کے علم و استدلال اور دقت نظر کی آئینہ دار ہے، مختلف جزئیات و شواہد سے اپنے موقف پر استدلال آپ کے تفقہ فی الدین اور قوت استنباط پر روشن دلیل ہے۔''
(چلتی ٹرین میں فرض و واجب نمازوں کا حکم، ص،۱۱)

اس طویل مگر مفید تر تمہید کے بعد حضور تاج الشریعہ کے اسلوب تحریر آپ کی کتابوں کی روشنی میں پیش کیے جا رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

جوشِ بیان اور طنز و تعریض: حضور تاج الشریعہ کے اسالیب تحریر میں ایک اسلوب جوش بیان اور روانی ہے جس سے قاری کو سنجیدگی کے ساتھ ساتھ دلچسپی کا بھی احساس ہوتا ہے اور اسے پوری تحریر پڑھ جانے کے باوجود اکتاہٹ کی پریشانی لاحق نہیں ہوتی بلکہ قاری پڑھتا اور پڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ نیز اس جوش بیان میں جب اپنے مخاطب و مقابل پر بغیر نام و نمود کی خواہش کے طنز و تعریض کرتے ہیں تو جہاں بے باکی کی جھلک ملتی ہے وہیں قاری عش عش کر اٹھتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں حضور تاج الشریعہ کا یہ اسلوب۔

تعلیقات الازھری علیٰ صحیح البخاری و علی حواشی المحدث السھارنفوری: حدیث نیت کی توضیح و تشریح کے بعد حضور تاج الشریعہ اس حدیث پاک سے اخذ ہونے والے فوائد کا ذکر کرتے ہوئے ایک مقام پر رقم طراز ہیں:

'' لم ینقل عن النبی ﷺ و لا عن الصحابة الکرام: التلفظ بالنية غير أن اكثر الصلحاء قالوا باستحبابه لجمع العظيمة كما تقدم۔ فالتلفظ بالنبی ﷺ بدعة حسنة ، من هنا علم أنه لاتنحصر البدعة فی السيئة ، بل تكون البدعة حسنة أيضاً ، فزعم الوهابية أن كل بدعة سيئة ، لادليل عليه و هو عدوان على المسلمين عظيم فزعم الوهابية أن كل بدعة سيئة تحكم و اختراع ''۔ (تعلیقات الازھری، ص

:۳۶۔۲۶)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے زبان سے نیت کرنا نہیں منقول ہے حالاں کہ اکثر صالحین فرماتے ہیں کہ یہ مستحب ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ اس لیے زبان سے نیت کرنا بدعت حسنہ ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بدعت صرف سیئہ ہی نہیں ہوتی بلکہ حسنہ بھی ہوتی ہے، سوفرقہ وہابیہ کا یہ سمجھنا کہ ہر بدعت سیئہ ہے، اس پر کوئی دلیل نہیں اور یہ گمان (فاسد) مسلمانوں پر عظیم ظلم ہے۔ (چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں) اس لیے وہابیہ کا گمان کرنا کہ ہر بدعت سیئہ ہے (فساد کن) ذاتی رائے اور ایجاد ہے۔"

آثار قیامت: غیر اللہ سے مدد چاہنا جائز ہے، جس کی دلیل قرآن میں بھی موجود ہے اور احادیث میں بھی۔ اہل سنت وجماعت اسی کے قائل ہیں اور اسی پر عامل بھی لیکن گمراہ اور گمراہ گر دیابنہ اور وہابیہ وغیرہ فرقوں نے نہ صرف اسے ناجائز وحرام کہا بلکہ اسے شرک بھی قرار دیا۔ حضور تاج الشریعہ انہیں دیابنہ ووہابیہ وغیرہ پر طنز وتعریض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ وہابیہ کا ظلم ہے کہ ان عام محاورات (فصلِ بہار نے سبزہ اگایا، حاکم نے بچایا، اس مرض کا یہ شافی علاج ہے، یہ زہر قاتل ہے) سے آنکھیں میچتے ہیں اور ان کے بولنے کو تو مسلمان جانتے ہیں مگر اسی طور پر اولیا، انبیا کے لیے جو مسلمان تصرف ومدد ثابت کرے اسے مشرک گردانتے ہیں جس میں راز یہ ہے کہ ان کے نزدیک اولیا در کنار رسول ہی کی تعظیم شرک ہے۔" (آثار قیامت، ص:۴۸)

ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن: ناپائیدار عکوس کے تعلق سے قیاس کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے مدنی میاں صاحب نے لکھا:

"قیاس میں نے اس لیے کیا ہے کہ ناپائیدار عکوس کی حرمت کے تعلق سے ایک بھی نص موجود نہیں اور نہ اس سلسلہ میں کسی مجتہد کا کوئی قول ہے۔"

وضاحت مذکورہ پر حضور تاج الشریعہ نے جو تنز وتعریض فرمایا اسے ملاحظہ فرمائیں:

"اس لیے آپ کو قیاس کرنے کی اجازت ہوگئی اور آپ مجتہد کے منصب پر فائز ہو گئے۔ یہ تو بتایئے کہ اس حادثۂ غیر منصوصہ کو کون سے امر منصوص پر کون سی علتِ جامعہ سے قیاس فرمایا اور اگر کوئی امر منصوص مقیس علیہ ہے تو یہ کیا فرما رہے ہیں کہ "ناپائیدار عکوس کی حرمت کے تعلق سے ایک بھی نص موجود نہیں۔" (ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن، ص:۲۸۔۳۸)

ذرا اس جوشِ بیان اور اندازِ تنز وتعریض کو بھی دیکھتے چلیں، لکھتے ہیں:

"ناظرین بتائیں کہ میں نے اپنے اس سوال سے کتنے کیڑے علامہ مدنی کی عبارت میں نکالے اور کیا کھینچ تان کی اور جب یہ قید کہ لہو ولعب کے قصد سے نہ دیکھا جائے ملحوظ تھی تو اسے کیوں چھوڑ اگیا اور سہواً چھوٹ گئی تو اس پر تنبیہ کرنے والا تشکر کے بجائے اس کا مستحق ہے کہ اسے کھینچ تان کرنے والا، کیڑے نکالنے والا گردانا جائے؟۔ لہٰذا ضروری ہے کہ لہو ولعب والوں کے طور پر نہ دیکھی جائے اور اس پر بھی بس نہیں بلکہ ضروری ہے کہ اس سے بھی بے خوفی ہو کہ فلم دیکھنا لہو ولعب والوں کے لیے سند نہ ٹھہرے گا اور وہ

لہو ولعب کو کارِ خیر نہ سمجھ بیٹھیں گے۔ اب اس کی ضمانت دیں تو بے ڈھڑک فتویٰ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن، ص: ۴۸۔۵۸)

حقیقة البریلویه المعروف به مرآة النجدیه:

حضور تاج الشریعہ "البریلویہ" کے مقدمہ نگار قاضی عطیہ کے کلام پر تنز وتعریض کرتے ہوئے یوں گویا ہوتے ہیں:

"اما ما تضمن کلام "عطیة" من المنع عن العمل بغیر ما عمل به القرون المشهود لها بالخیر، فحصر للمباح فی عمل القرون المشهود لها بالخیر، وابتدع حد البدعة قولاً لم یسبق الیه الوهابیة، بل لم یعرف زمن حتیٰ فی القرون المشهود لها بالخیر، هلا یأتون علیه بسلطان بین ان کانوا صادقین؟ واذا حصر المباح فی تلک القرون بزعمهم فلم یبق شئی فی زمن غیر تلک القرون مباحاً، فمن أین جاء أولئک العاملون بالسنة الذین یسمون انفسهم "السلفیة" فی هذه الا؟ زمنة المتأخرة"۔

(حقیقة البریلویه، ص: ۶۳۱)

"یعنی عطیہ" کا کلام اس بات کو متضمن ہے کہ جن چیزوں پر شہادت یافتہ خیرِ قرون کا عمل نہیں ہے ان پر عمل منع ہے سو مباح، ان قرون کے عمل میں منحصر ہو گیا جن کے خیر کی شہادت دی گئی ہے۔ عطیہ نے تعریفِ بدعت میں ایسی بات کہ دی جس کی طرف "وہابیہ" بھی سبقت نہ کر سکے بلکہ (بدعت کی) ایسی تعریف کسی زمانے میں نہ رہی حتیٰ کہ خیرِ قرون میں بھی نہیں۔ ٹھیک ہے (بات ایسی ہے) تو اس پر دلیل بین لاؤ اگر سچے ہو؟ اور اپنے خیال (فاسد) کے مطابق جب اس نے خیر قرون ہی میں مباح کو منحصر کر دیا تو خیر قرون کے علاوہ کسی زمانے میں کوئی چیز مباح ہی نہ رہی تو اپنے آپ کو "سلفیہ" سے موسوم کرنے والے (منہ میاں مٹھو کہلانے والے) یہ عاملین بالسنہ کہاں سے آ دھمکے۔"

چلتی ٹرین میں فرض و واجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم: حضرت مفتی نظام الدین صاحب قبلہ صدر شعبہ افتا وصدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ نے چلتی ٹرین میں نمازوں کے بلا اعادہ جواز کو ثابت کرتے ہوئے فتاویٰ رضویہ کی عبارت "(ٹرین) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے روکی جاتی ہے اور نمازوں کے لیے نہیں تو منع من جهة العباد ہوا" نقل کرنے کے بعد فرمایا:

"اس کا مفہوم یہ ہوا کہ "اگر دونوں کے لیے روکی جائے تو سرے سے منع ہی نہیں اور اگر دونوں کے لیے نہ روکی جائے تو منع من جهة العباد نہیں۔" (ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۲۰۱۳)

مفتی صاحب کا فتاویٰ رضویہ کی عبارت کو مفہوم مخالف کی طرف پھیرنے پر تاج الشریعہ کا یہ اقتباس دیکھیں جس میں جوشِ بیان بھی جلوہ ریز ہے اور تنز وتعریض بھی جلوہ نما۔ آپ لکھتے ہیں:

"مفہومِ مخالف کی طرف اتنی جلدی کیوں دوڑے، اس عبارت کا ایک مفہوم وہ بھی تو ہے جو ذہن کی طرف سبقت کرتا ہے، نفس جس کو فوراً قبول کرتا ہے اس متبادر مفہوم کا نام مفہوم موافق رکھیے اور وہ یہ کہ ٹرین روکنا اس محکمہ کے اختیار میں تھا تو انگریزوں کے معمولی کام کے لیے ٹرین روکتے تھے اور مسلمانوں کے اہم دینی فریضے کے لیے ٹرین

نہیں روکتے تھے، مفہومِ موافق کے ہوتے ہوئے مفہومِ مخالف پر عمل کی کس نے ٹھہرائی ؟" (چلتی ٹرین میں فرض و واجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم، ص۹۱)

کچھ آگے بڑھ کر تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

"(خیالی) مفہوم مخالف کے پیچھے تو اس لیے پڑے کہ منع خاص و عام کا تفرقہ ٹھہرا کر تغیر زمانہ کی بنا پر یہ جما دیں کہ اب اس زمانے میں حکم بدل گیا ہے۔" (مصدر سابق، ص ۱۲)

برمحل مصرع یا شعر کا استعمال: حضور تاج الشریعہ کی کتابوں میں مطالعہ کرنے پر جہاں جابجا، برمحل اور برجستہ استعمال کیے ہوئے اشعار سے بھی ملاقات ہوتی ہے جس سے مطالعہ کرنے والوں کو حضور تاج الشریعہ کے اشعار پر گہری نظر کا بھی علم ہوتا ہے اور ساتھ ہی عجیب قسم کی خوشگواری کا احساس بھی۔ جیسا کہ ذیل میں نقل کیے گئے اقتباسات میں اس اسلوب کو دیکھا جاسکتا ہے۔

تعلیقات الازھری علیٰ صحیح البخاری و علیٰ حواشی المحدث السہارنفوری: بخاری شریف و مسلم شریف کی متفق علیہ حدیث "حدیثِ نیت" کے جزء ※ "**فمن کانت ھجرته الخ**" پر حاشیہ تحریر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"و علم من ھٰذا ایضاً أنه صلی اللہ علیه وسلم مطلع علیٰ ضمائر القلوب و ھو شعبة من العلم بالغیب اعطیھا صلی اللہ علیه وسلم من الحضرة الالٰھیة مع علوم جمة و فی ذالک انشد الامام احمد رضا علیه الرحمة بیتاً بالھندیة۔"

کہنا نہ کہنے والے تھے جب سے تو اطلاع
مولیٰ کو قول و قائل و ہر خشک و تر کی ہے

(تعلیقات الازہری، ص: ۹۶-۰۷)

آثار قیامت میں "جب امانت رائیگاں کردی جائے" کے تحت تشریح کرنے کے بعد اخیر میں آپ فرماتے ہیں:

"تقریر بالا سے روشن ہو گیا اور ادائے فرضیت و امانت کا معنیٰ خوب روشن ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ امانت کو ضائع کرنا ان تمام مذکورہ صورتوں کو شامل ہے۔ یہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے دہنِ مبارک سے نکلے ہوئے ایک کلمہ کی جامعیت اور اس میں کثرتِ معانی کا یہ حال ہے کہ کسی کا بیان اس کا احاطہ نہیں کرسکتا۔"

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

(آثارِ قیامت، ص: ۶۲)

یوں ہی "علم کا چھپانا" کے تحت ایک حدیث شریف نقل کرنے کے بعد آپ لکھتے ہیں:

"مفہومِ حدیث سے خوب ظاہر کہ کچھ لوگوں کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے تکذیب اور کتمانِ حق کی وجہ سے یہودی فرمایا تو وہابیہ وغیرہم جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب ہی کے منکر ہیں اور ان کے فضائل چھپاتے ہیں اور ضروریاتِ دیں کو نہیں مانتے، یہ بھی بلا شبہ اس حدیث کے مصداق ہیں اور وہ حدیث جس میں فرمایا کہ اس کا ایمان نہیں، ان منکرین کے حق میں اپنے ظاہری معنیٰ پر ہے تو ان کی کلمہ گوئی اصلاً انہیں مفید نہیں۔" (آثارِ قیامت، ص: ۷۲)

ذیاب فی ثیاب لب پہ کلمہ دل میں گستاخی
سلام اسلام ملحد کو کہ تسلیم زبانی ہے

ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن میں تصویر وعکس پر صورت کا اطلاق حقیقتاً ہوتا ہے۔ اپنے اس دعویٰ کو مدلل کرتے ہوئے آپ "المعجم الوسیط" سے ایک عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"دیکھیے صورت کا معنیٰ شکل بتایا جو عام ہے پھر اس پر تمثال مجسم کو تخصیص بعد تعمیم کے طور پر معطوف کیا اور شکل بحکم عموم عکس کو بھی شامل۔ تو صورت عکس پر بھی صادق بلکہ عربی میں عکس وصورت کا فرق ہی نہیں۔ لہٰذا عربی میں عکس کو بھی صورت کہتے ہیں۔ اسی لیے کیمرے کے عکس کو بھی صورت کہا اور اردو میں بھی بکثرت عکس پر تصویر وصورت کا اطلاق ہوتا ہے۔"

پسینہ موت کا ماتھے پہ آیا آئینہ لاؤ
ہم اپنی زندگی کی آخری تصویر دیکھیں گے

نیز کسی نے کہا ؎

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

(ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن، ص: ۸۴)

حقیقۃ البریلویۃ المعروف بہ مرآۃ النجدیہ:

" ایھا الناس الم یأن لکم ان تعلموا ان الذی اذعنتم له اخبرتم عن البریلویۃ علیٰ زعمکم الابریاء ھذا الخبر الذی لاعین له و لااثر ؟ فبھتم الابریاء، و انتم لاتشعرون ھو اھل الضلال و ھو قائم بالاضلال، قد شغفکم حباً و ملک لکم لباً ، فلم یمھلکم حتیٰ تتبینوا خبره ، فقلتم و انتم لا تدرون، و لئن دریتم ثم تلیتم من تعلمون فقد جئتم بمالا یھون، فانالله و انا الیه راجعون:

فان کنت لاتدری فتلک مصیبة
و ان کنت تدری فالمصیبة اعظم

(حقیقۃ البریلویہ، ص: ۱۳)

ترجمہ: اے لوگو! کیا وقت قریب نہ آیا کہ تم جانو کہ بریلویت کے متعلق جس کا تم نے یقین کر کے لوگوں کو خبر دی وہ ایسی خبر ہے جس کی حقیقت ہے نہ کوئی نام ونشان۔ لھذا تم نے لوگوں کو حیران وششدر کر دیا، اور تمھیں اس بات کا علم نہیں کہ وہ گمراہ اور گمراہ گر ہیں۔ تم نے جلد بازی کی یہاں تک کہ اس کی خبر بیان کردی۔ تو تم نے کہا حالاں کہ تمھیں علم نہیں اور اگر تم کھوج کرتے پھر جاننے والے کے پاس آتے تو ضرور غیر معمولی بات لاتے۔ اگر تمہیں نہیں معلوم تو یہ ایک مصیبت ہے (لیکن) اگر تمہیں معلوم ہے تو یہ اور بڑی مصیبت ہے۔"

چلتی ٹرین میں فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم: حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ ناظم تعلیمات وسابق صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ بلا اعادہ چلتی ٹرین میں نماز کے جواز پر دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں: " اس سے زیادہ واضح اور متفق علیہ مسئلہ شتربانوں کے قافلے کا ہے"۔ اس پر حضور تاج الشریعہ گرفت کرتے اور اسی ضمن میں ایک مصرع کا بھی استعمال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" اسے متفق علیہ تو کہا، یہ کیوں نہیں بتاتے کہ محل وفاق کیا ہے؟ وہ مطلق ہے یا مقید؟ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری

ہے۔" (چلتی ٹرین، ص۵۶)

تنقید و تعاقب: تعلیقات الازہری علیٰ صحیح البخاری و علیٰ حواشی المحدث السہارنفوری: عبدالرسول، عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا درست ہے یا نہیں اس تعلق سے محشی بخاری، بخاری شریف کے "کتاب العتق" کے تحت "باب کراھیۃ التطاول علی الرقیق و قولہ: عبدی او امتی" پر حاشیہ رقم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فعلیٰ ھذا لا ینبغی التسمیۃ بنحو عبد الرسول و عبدالنبی و نحو ذالک مما یضاف العبد الیٰ غیر اللہ تعالیٰ" (۹۸۳) یعنی: اس بنا پر عبدالرسول، عبدالنبی وغیرہ اس طرح کے نام رکھنا صحیح نہیں جس میں "عبد" کی اضافت غیر اللہ کی طرف ہو۔ یہ عبارت عقائد اہل سنت سے کس قدر متصادم ہے، مخفی نہیں۔ محشی بخاری کی اس عبارت پر حضور تاج الشریعہ کی تنقید بھی اور تعاقب بھی ملاحظہ فرمائیں جس سے محشی کے فکری اعتقاد سے بھی واقفیت حاصل ہوتی ہے آپ لکھتے ہیں: " افصح المحشی عن توھبہ ھنا حیث منع التسمیۃ بعبد الرسول و عبد النبی و کان الواجب علیہ آن یجیب عن الآیات و الآحادیث التی وردفیھا "۔ (تعلیقات الازہر، ص: ۹۸۳) یعنی محشی نے یہاں اپنی وہابیت آشکار کردی۔ کیوں کہ انہوں نے عبدالرسول اور عبد النبی نام رکھنے سے منع کیا حالاں کہ ان پر ضروری تھا کہ وہ اس سلسلے میں وارد آیات واحادیث کا جواب دیتے۔

مروجہ چین کی گھڑی کے استعمال کے جواز وعدم جواز میں مفتیان کرام وعلماے عظام کا اختلاف ہے۔ حضور تاج الشریعہ عدم جواز کے قائل ہیں جس کے سبب آپ قائلین جواز پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بہت سارے امام، مولوی، اور مفتی بھی بے دریغ اس (مروجہ چین کی گھڑی) کو پہنے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ قطعاً زینتِ ممنوعہ اور تحلیِ ناجائز ہے۔ اس کا جواز اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے کلمات سے بتایا جارہا ہے حالاں کہ ان کے کلمات سے ہرگز اس کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔" (آثار قیامت، ص: ۶۷)

پھر اپنے دعویٰ پر کلمات اعلیٰ حضرت ہی سے چین کی گھڑی کے عدمِ جواز پر دلیل پیش کرنے کے بعد مزید لکھتے ہیں:

"یہاں سے مجوزین کے قیاس کی حالت ظاہر ہوگئی۔ ہماری دانست میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ کے کلمات میں نہ تعارض ہے، نہ ان کے فتویٰ سے اس چیز یا اس زنجیر کا جواز نکلتا ہے۔ بالفرض اگر صورتِ تعارض ہو بھی تو رجوع ان تصریحات کی طرف لازم ہے کہ خود قوی اور شبہ سے صاف ہے، اور جس کلمہ سے اس کا خلاف متوہم ہو، اس کی تاویل لازم ہے اور اس طرح تطبیق دینا ضروری ہے۔" (مصدرِ سابق، ص: ۷۰-۷۱)

ٹائی کا مسئلہ: ٹائی کے مجوزین دلیل میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ کی حدیث پاک پیش کرتے ہیں جس میں ہے کہ: "کان ابن عباس یصلی فی البیعۃ الا بیعۃ فیھا تماثیل"۔ حضور تاج الشریعہ اس استدلال پر تنقید پھر اس کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس جگہ حدیثِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

استناد جس میں وارد ہوا۔ اصلاً مفید نہیں اور اس سے مفہومِ شعار میں وہ قید ثابت نہیں ہوتی بلکہ اسی جگہ شعارِ مذہبی کا تحقق ہی محلِ منع میں ہے کہ کنیسہ میں باختیار ورغبت جانا منع ہے اور وہی کفار کا طریقہ اور ان کا شعار ہے، حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کنیسہ میں جانا باختیار نہ تھا بلکہ بحالتِ اضطرار واقع ہوا"۔

(ٹائی کا مسئلہ، ص:۱۲)

اپنے موقف پر دلائل پیش کرنے کے بعد بطور نتیجہ فرماتے ہیں:

"یہاں سے ظاہر ہوا کہ "مشی الی الکنائس" اسی وقت کفار کا شعار ہوگا جبکہ صاف انداز "موافقت مع الکفار" آشکار ہو اور یہ کہ مدار کفار کے افعالِ کفری میں موافقت پر ہے اور یہ باجماعِ مسلمین کفر ہے اور کفار کے ساتھ ان کے افعالِ کفری میں موافقت معاذ اللہ کتنی ہی عام ہو جائے باجماعِ مسلمین کفر ہی رہے گی اور یہ ہرگز نہ ٹھہرایا جائے گا کہ ان کا فلاں فعلِ کفری عام ہونے کی وجہ سے ان کا شعار نہ رہا ورنہ نقض اجماع لازم آئے گا جو باطل وحرام ہے"۔ (مصدرِ سابق، ص:۲۲،۳۲)

ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن:

حضور شیخ الاسلام علامہ مدنی میاں کچھوچھوی دام ظلہ العالی نے حضور تاج الشریعہ کی طرف سے کیے گئے سوالات کا جواب دیتے ہوئے خود حضور تاج الشریعہ پر سوال بھی قائم فرمایا۔ چنانچہ مدنی میاں صاحب رقم طراز ہیں:

"جن افعال میں لہو ولعب غالب رہے انہیں مطلقاً ممنوع قرار دیا جائے گا۔ مگر وہ آلات جو بنیادی طور پر آلاتِ لہو ولعب سے نہ ہوں اور ان کا اچھا اور برا دونوں استعمال ممکن ہوں تو صرف اس لیے کہ ان کا برا استعمال ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے، ان کے اچھے استعمال کو ممنوع نہیں قرار دیا جاسکتا (چند سطر کے بعد مزید لکھتے ہیں) بس اجمالی طور پر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہر وہ کام حرام ہے جس میں صرف لہو ولعب مقصود ہو یا جس کا بڑا حصہ لہو ولعب پر مشتمل ہو"۔

(ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن، ص:۵۸)

علامہ مدنی میاں کے اس سوال پر تاج الشریعہ تنقیدانہ اور تعاقبانہ جواب دیتے ہوئے اپنے قلم کو یوں حرکت دیتے ہیں:

"جناب کے اس پورے جواب میں دو خط کشیدہ (جن افعال میں قرار دیا جائے گا، جس کا بڑا حصہ، مشتمل ہو) جملے ہی ہمارے سوال نمبر ۴۲ کا ٹھیک ٹھیک جواب ہیں اور یہ دونوں جملے آں جناب کی طرف سے ٹی وی اور ویڈیو کی حرمت مطلقہ کا اقرار ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ ویڈیو اور ٹی وی کا اغلب استعمال لہو ولعب ہی کے لیے ہوتا ہے اور آپ نے اقرار فرمایا کہ جن افعال میں لہو ولعب غالب ہوا نہیں مطلقاً ممنوع قرار دیا جائے گا اور آدمی اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے۔ المرء یوخذ باقرارہ، تو جناب ہی کے اقرار سے ٹی وی کی حرمتِ مطلقہ کا حکم ہوگیا اور حکم جواز جو جناب نے اس فتویٰ میں دیا خود رخصت ہوگیا۔ آپ نے پھر اقرار فرمایا کہ بس اجمالی طور پر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہر وہ کام حرام ہے جس میں صرف لہو ولعب مقصود ہو یا جس کا بڑا حصہ لہو ولعب پر مشتمل ہو اور اس سے کسی کو انکار کی مجال نہیں کہ ویڈیو

اور ٹی وی کا بڑے سے بڑا استعمال صرف لہو ولعب کے لیے ہوتا ہے۔ تو قطع نظر اس کے کہ ویڈیو اور ٹی وی میں صورت ہے کہ نہیں، ان کی حرمت کے لیے آپ ہی کے قلم سے نکلے ہوئے یہ دو ج جملے ہی کافی تھے جنہیں لکھ کر آپ نے اپنے فتوئی کا خود رد کر دیا"۔ (مصدرِ سابق ۶۸،۵۸)

استاذ احمد شاکر نے دعویٰ بلا دلیل کے مصداق ایک جگہ قول کیا: " اما ما نسب الیٰ مجاهد ان آزر اسم صنم۔ فغیر صحیح۔ الخ "یعنی جس روایت کی نسبت امام مجاہد کی طرف کی جاتی ہے کہ آزر بت کا نام ہے، وہ ضعیف ہے۔ استاذ شاکر کے اس دعویٰ پر تنقید کرتے ہوئے تاج الشریعہ نے فرمایا:

"لا ینهض حجة لدفع الوجه المذکور ولا دلیلا لتکذیب من اثر عن مجاهد القول المذبور"۔

(تحقیق ان ابا ابراهیم تارخ لا آزر ص: ۵۷)

یعنی اس وجہ مذکور کے رد میں نہ کوئی حجت قائم اور نہ امام مجاہد سے منقول والی اثر کی تکذیب پر کوئی دلیل۔"

پھر اس "غیر صحیح" سے "غیر" کو غیر محل میں ہونا قرار دیتے ہوئے مختلف اسناد سے امام مجاہد کے چار اثر نقل فرمائے اور پھر استاذ شاکر کے قول کی قلعی کھولتے ہوئے تحریر فرمایا:

" و بهذا یعلم ان الاسناد متعاضد، تقوی بعضه ببعض و المتن ثابت فسقط قول الاستاذ احمد محمد شاکر"۔ یعنی اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسناد ایک دوسرے کی مدد و معاون ہوتی ہیں کہ ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں اور متن ثابت ہے اس لیے استاذ احمد شاکر کی بات ساقط و باطل ہو گئی"۔ (تحقیق ابا ابراہیم، ص: ۶۷)

حقیقة البریلویة المعروف به مرآة النجدیه:

قاضی عطیہ محمد سالم نے غیر اللہ سے توسل و استعانت کو بدعت و شرک قرار دیا تھا جس کے جواب میں حضور تاج الشریعہ نے قاضی صاحب کی خوب خبر لی اور انہیں اپنے گھر کا راستہ بھی دکھایا۔ چنانچہ تاج الشریعہ کے ذرا اس تیور کو ملاحظہ کریں جس میں تنقید بھی ہے تعاقب بھی اور تنز و تعریض بھی۔ آپ لکھتے ہیں:

" فان قلتم نستغیث بالاحیاء الحاضرین و انتم تستغیث بالاموات و الغائبین، قلنا لکم: هل عندکم من الله برهان علیٰ ان الاحیاء شرکاء الله من دون الاموات؟ فان قلتم: لا، قلنا: فکیف ساغ عندکم سؤالهم و الاستعانة بهم و هو عندکم شرک؟ ایجوز عندکم الشرک بالاحیاء دون الاموات؟ و ای دلیل من الشرع علیٰ جواز الشرک بالاحیاء دون المیتین؟ فان قلتم: سؤال الحی و الاستعانة به لیس شرکاً اذا لم یعتقد الحی مستقلاً بالنفع و الضرر دون الله، بل اعتقد ان الله هو النافع و الضار، و هو مالک الامر کله و انما هذا الحی و سیلة للعون، قلنا: کذالک سؤال المیت و الاستعانة به بهذه الشریطة لیس شرکا"۔ (حقیقة البریلویہ ۴۳۱)

یعنی اگر تم کہو: ہم حاضر زندوں سے مدد مانگتے ہیں اور تم مردوں اور غائبین سے مدد چاہتے ہو۔ تو میں کہوں گا: کیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے کوئی دلیل ہے کہ زندے اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں مردے نہیں؟ اگر تم کہو: نہیں، تو ہم

کہیں گے: تمہارے لیے کیوں کر جائز ہو گیا کہ تم زندوں سے سوال کرو، مدد طلب کرو جبکہ یہ بھی تمہارے مذہب میں شرک ہے؟ کیا تمہارے مذہب میں زندوں کے ساتھ شرک جائز اور مردوں کے ساتھ ناجائز ہے۔ شریعتِ مطہرہ کی طرف سے تمہارے پاس کون سی دلیل ہے کہ زندوں کے ساتھ شرک جائز اور مردوں کے ساتھ ناجائز ہے۔ اب اگر تم کہو: زندے سے مانگنا اور مدد طلب کرنا شرک نہیں ہے جبکہ اس کے مستقلاً نفع ونقصان پہنچانے کا اعتقاد نہ رکھے بلکہ یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہی نفع ونقصان کا مالک اور تمام معاملات کا مالک ہے اور یہ زندہ شخص مدد کا ذریعہ اور سبب ہے۔ (اس پر) ہم کہیں گے: اسی طرح ان شرطوں کے ساتھ مردے سے سوال اور استغاثہ بھی شرک نہیں ہے۔"

چلتی ٹرین پر فرض و واجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم: علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ نے چلتی ٹرین میں بلا اعادہ نمازوں کی ادائیگی کو شتربانوں والی سے واضح کرتے ہوئے فرمایا: "اس سے زیادہ واضح اور متفق علیہ مسئلہ شتربانوں کے قافلے کا ہے"۔ مصباحی صاحب کے اس قول پر تنقید کرتے ہوئے علامہ ازہری میاں فرماتے ہیں:

"مصباحی صاحب نے چہک کر یہ دعویٰ تو کر دیا کہ "اس سے زیادہ واضح اور متفق علیہ مسئلہ شتربانوں کے قافلے کا ہے"، اس سے اگر آپ کا مقصود یہ ہے کہ شتربانوں کا مسئلہ چلتی ٹرین کی نظیر ہے، اس لحاظ سے کہ ٹرین اور اونٹوں کا قافلہ دونوں چلتی سواریاں ہیں مگر اتنی بات ہرگز کافی نہیں جب تک کہ دونوں کا ایک حکم ہونا ثابت نہ ہو لے۔ اس جگہ مصباحی صاحب کو کتبِ معتمدہ سے یہ دکھانا تھا کہ دونوں کا حکم ایک ہے، کیوں نہ دکھایا؟ اس کے بجائے زبانی دعوے پر کس لیے اکتفا کیا؟ مزید یہ کہ اسے متفق علیہ تو کہا، یہ کیوں نہیں بتاتے کہ محلِ وفاق کیا ہے؟" (چلتی ٹرین، ص۴۶، ۵۶)

پُر زور طرز استدلال اور دلائل و براہن کی کثرت: خانوادۂ رضویہ کا یہ ایک اہم وصف ہے کہ جس مسئلے پر گفتگو ہو اس پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں اور اپنے موقف کے ثبوت میں انداز استدلال مضبوط و مستحکم اختیار کرتے ہیں ساتھ ہی دلائل و براہین کی کثرت بھی موجود ہوتی ہے جس سے مخاطب اور قاری دونوں کو موقف تسلیم کرنے میں پس و پیش کا سامنا نہیں ہوتا نیز دلائل کی کثرت کے سبب وہ خود کو ایک جہانِ علم میں سیاحت کرتے ہوئے نظر آتا ہے اور علمی استحضار سے بھی واقف ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ کریں تاج الشریعہ کے کتب سے آپ کا یہ موروثی اسلوب تحریر۔

تعلیقات الازہری علیٰ صحیح البخاری وعلی حواشی المحدث السہارنفوری: قبر کے گرد چبوترہ یا کوئی مکان بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلے میں حضور تاج الشریعہ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی تحقیق کی روشنی میں کافی طویل بحث فرمائی ہے اور مزارات وقبور پر قبوں اور اس کی گرد چہار دیواری کی تعمیر پر بھی خوب روشنی ڈالی ہے۔ چناں چہ آپ فرماتے ہیں:

"اما بناء مکان عند القبر او حول القبر فکما ان المنع من الصلوۃ علی القبر لایشمل المنع عن الصلوۃ بجنب القبر کذالک البناء حول القبر

بمعزل عن النھی"۔ (تعلیقات الازھری، ص: ۸۰۲۔۹۰۲)

یعنی قبر کے پاس یا قبر کے گرد مکان بنانا تو جس طرح صلوۃ علی القبر کی ممانعت بجنب القبر کو شامل نہیں اسی طرح گردِ قبر مکان بنانا نہیں (علی القبر) سے بری ہے۔

اس کے بعد آپ نے امام فقیہ النفس فخر الملۃ والدین اوزجندی کی کتاب "خانیہ"، امام طاہرین بن عبدالرشید بخاری کی "خلاصہ"، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، مجمع بحار الانوار، بخاری شریف، ارشاد الساری، جذب القلوب، مطالب المومنین، نور الایمان، مراقی الفلاح وغیرہ متعدد کتب کی عبارتوں سے دلائل کے انبار لگا دیئے۔ کتاب کا مطالعہ کر کے اس سے شاد کام ہونے کا شرف حاصل کیا جاسکتا ہے، یہاں گنجائش نہیں۔

آثار قیامت نامی اس کتاب میں "جب غیر اللہ کی قسم کھائی جائے" کے تحت حضور تاج الشریعہ نے غیر اللہ کی قسم کھانا شرعاً ممنوع ہونے اور غیر اللہ کی قسم کو قسمِ شرعی سمجھ کر قسم کھانے والے کے تعلق سے احکام شرعیہ بیان کرتے ہوئے اپنے موقف کا اظہار فرمایا ساتھ ہی، فیض القدیر، طبرانی، مرقات شرح مشکوۃ، اشعۃ اللمعات، مشکوۃ المصابیح، جامع الصغیر، رد المختار کے اقتباسات علاوہ ازیں مزید مختلف احادیث سے مدلل و مبرہن فرمایا۔ تفصیل کے لیے آثار قیامت صفحہ: ۵۷ تا ۹۸ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

ٹائی کا مسئلہ: ٹائی حرام اشد حرام ہے، اس کے بارے میں بہت سے علما نے فتوی، کتب اور رسائل لکھے ہیں انہیں علما میں سے ایک اہم اور معتبر نام حضور تاج الشریعہ کا ہے جنہوں نے اسے حرام اشد حرام فرمایا اور اس کی حرمت پر ایک الگ ہی زاویہ سے دلیل پیش فرمائی۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"ہم بعونہ تعالیٰ اس فتویٰ مبارکہ کی تائید میں بنائے کار اس امر پر رکھیں گے جو سب کے نزدیک مسلم ہے اور وہ ہے کراس (cross) جسے مسلم وغیر مسلم سب بالاتفاق عیسائیوں کا نشان جانتے ہیں، اس کراس کا اطلاق جس طرح اس معروف نشان پر ہوتا ہے اسی طرح وہ تختہ جس پر بقول نصاریٰ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ پھانسی دی گئی بھی کراس کا مصداق ہے۔" (ٹائی کا مسئلہ، ص: ۱۰۔۱۱)

پھر اپنے دعوے پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"انگریزی کی متداول لغت "Practical Advanced Twentieth Century Dictonary" میں "cross" کے تحت ہے:

Stake with a transverse bar used for crucifixion سولی، صلیب، چلیپا the wooden structure on which, Cross according to christion religious belife jesus was crucified"

(ٹائی کا مسئلہ، ص: ۱۱)

مزید اپنے دعوے کو مبرہن کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"جو چیز اس کراس کی شکل پر ہو وہ بھی کراس کا مصداق ہے، چناں چہ اسی ڈکشنری میں اسی جگہ پر ہے:

(or x+Anything shaped like ٹائی کا مسئلہ،ص:۱۱)

اور پھر ٹائی کے تعلق سے اس تحقیق کے بعد کہ ٹائی مکمل ''کراس'' کی نشان ہے، ٹائی کے بارے میں اپنا موقف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بالجملہ ٹائی مکمل ''کراس'' مع شئے زائد ہے کہ اس میں پھانسی کا پھندا بھی ہے اسی پر بوٹائی (Bowti) کو قیاس کرلیجیے، اس کے گلے میں بندھنے سے بھی کراس کی شکل بنتی ہے اور کراس اور شبیہ کراس عیسائیوں کا مذہبی نشان ہے تو ٹائی کو ''کراس'' مانو ''شبیہ کراس'' مانو بہر صورت وہ عیسائیوں کا مذہبی شعار ہے اور جو چیز کافروں کا مذہبی شعار ہو وہ ہرگز روا نہ ہوگی اگر چہ معاذ اللہ کیسی ہی عام ہو جائے''۔ (ٹائی کا مسئلہ،ص:۲۱)

ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن: ٹی وی اور ویڈیو کی حرمت کے قائلین اس کی حرمت پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس میں نشر ہونے اور دیکھی جانے والی تصویر ہے اور تصویر کی حرمت احادیث اور اقوال ائمہ سے ثابت ہے۔ حضور تاج الشریعہ نے ٹی وی کی حرمت کی علت جہاں اس میں نشر ہونے والی چیزوں کا تصویر ہونا بتایا وہیں ایک دوسری وجہ بھی اس کی حرمت کی بیان فرمائی اور پھر اس وجہ کو مدلل و مبرہن کرتے ہوئے ایک دو نہیں کئی کئی دلیلیں ذکر فرمائیں۔ چنانچہ آپ دوسری وجہ بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''قطع نظر اس کے کہ اس میں فوٹو ہوتا ہے یا نہیں یہی ایک وجہ کہ ٹی وی کا استعمال لہو ولعب کے لیے ہوتا ہے اس کے ناجائز ہونے کے لیے وجہ کافی ہے اور علمائے کرام کا یہ دابِ مستمر ہے کہ غلبہ فساد و لہو ولعب کے وقت مطلقاً ممانعت فرماتے ہیں اور شرع مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ اغلب کا اعتبار فرماتی ہے اور حکم باعتبارِ اغلب ہی ہوتا ہے اور نادر ساقط الاعتبار ہوتا ہے۔'' (ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن،ص:۲۲۱)

اور پھر اس دعویٰ پر کہ ''علمائے کرام کا یہ دابِ مستمر ہے کہ غلبہ فساد و لہو ولعب کے وقت مطلقاً ممانعت فرماتے ہیں اور شرع مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ اغلب کا اعتبار فرماتی ہے اور حکم باعتبارِ اغلب ہی ہوتا ہے اور نادر ساقط الاعتبار ہوتا ہے'' کو متعدد دلیلوں سے ثابت فرمایا۔ چناں چہ آپ فرماتے ہیں:

''فقہا فرماتے ہیں: لا عبرۃ بالنادر۔ رد المحتار میں ہے: ''قالوا: الفتوی فی زمننا بقول محمد لغلبۃ الفساد'' اسی میں ہے ''لما کان الغالب فی ہذہ الازمنۃ قصد اللہو لا التقوی علی لطاعۃ منعوا من ذالک اصلاً''۔

(ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن،ص:۲۲۱)

مزید دلیل پیش کرتے ہوئے ''رد المحتار'' ہی سے تین، ''در مختار'' سے بھی تین ''فتاویٰ عالمگیری'' سے بھی تین اور ''طحطاوی علی الدر'' سے ایک عبارت نقل فرمائی۔ اور اس تعلق سے مزید تفصیل کے لیے سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے رسالہ مبارکہ ''ہادی الناس فی رسوم الاعراس'' کے مطالعہ کی دعوت سے بھی نوازا۔

تحقیقۃ ان ابا ابراہیم ''تارخ'' لا ''آزر'': استاذ شاکر نے اس قول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام''

تارح" یا "تارخ" ہے کے تعلق سے کہا کہ یہ قول غلط ہے اور اس قول پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ استاذ شاکر کے اس دعویٰ کی تردید اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام "تارح" یا "تارخ" ہے کو ثابت کرتے ہوئے آپ نے اولاً قرآن کریم کی درج ذیل تین آیات پیش کیں۔

(۱) وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ (ترجمہ: اور ابراہیم کا اپنے باپ کی بخشش چاہنا وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدے کے سبب جو اس سے کر چکا تھا پھر جب ابراہیم کو کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے اس سے تنکا توڑ دیا)

(۲) رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ (ترجمہ: اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں)

(۳) رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ (ترجمہ: اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا)

پھر ان آیات کی روشنی میں تین سوالات قائم فرمائے جو یہ ہیں:

"الاول: متیٰ وقع استغفار ابراھیم لابیہ؟

الثانی: و متیٰ تبین لہ انہ عدو اللہ؟

الثالث: متیٰ ھاجر سیدنا ابراھیم علیہ الصلوٰۃ و السلام الیٰ مکۃ؟ متیٰ تبرا من ابیہ؟ ابعد القائہ فی النار و بعد ھلاک ابیہ تبرا ثم ھاجر الیٰ مکۃ؟ (تحقیق ان ابا ابراہیم ص:۲۷-۱۷)

اس کے بعد نہایت محققانہ انداز میں تفصیل کے ساتھ ان سوالات پر بحث فرمائی، قرآن کریم کی روشنی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات مبارکہ کے پہلوؤں کو بیان فرمایا، تاریخ کے اوراق سے حران، شام اور مکہ کی طرف آپ کی ہجرت کی وضاحت فرمائی اور اسی کے ضمن میں آپ علیہ السلام کے والد اور چچا کے زمانۂ وفات کی بھی تعیین فرمائی اور پھر ان تفصیلات سے ماخوذ ہونے والے آٹھ علمی نکات بیان فرمائے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام کے والد کا نام "تارخ" ہے "آزر" نہیں۔

حقیقۃ البریلویۃ المعروف بہ مرآۃ النجدیہ: "البریلویہ" کے مقدمہ نگار قاضی عطیہ نے ابن عبد الوہاب اجماع کی تعریف کا پل باندھتے ہوئے لکھ مارا کہ ابن عبد الوہاب کتاب و سنت کے داعی تھے۔ اس کی تردید میں تاج الشریعہ رقم طراز ہیں کہ وہ کیوں کر کتاب و سنت کا داعی ہو سکتا ہے جبکہ وہ اجماع اور قیاس کا منکر تھا۔ اس کے بعد آپ نے اجماع کی حجیت ثابت کرتے ہوئے نہ صرف علما و مفسرین کے اقوال سے استدلال فرمایا بلکہ احادیث اور قرآن کریم سے بھی اس کی حجیت واضح فرمائی۔ فرماتے ہیں:

"ھذا القرآن اول دلیل علی حجیۃ الاجماع و لزوم عمل بہ و انہ لایجوز مخالفتہ قال عز و جل من قائل: " وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا_قال الامام حجۃ الاسلام احمد بن علی الجصاص الرازی المتوفی ۳۷۰ھ فی "احکام

القرآن": وفی ھٰذہ الآیۃ دلال علیٰ صح اجماع الامۃ "۔ (حقیقۃ البریلویہ ۳۲۱)

یعنی قرآن کریم اجماع کی حجیت اور اس پر عمل کے لزوم پر پہلی دلیل ہے اور یہ اس کی مخالفت نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ترجمہ: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمھیں کیا سب امتوں میں افضل تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔ حجۃ الاسلام امام احمد بن علی جصاص رازی نے "احکام القرآن" میں فرمایا: اس آیت میں اجماعِ امت کی حجیت کی دلیل ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے اجماع کے حجیت ہونے پر مزید کچھ اور آیتیں پیش فرمائیں اور امام جصاص کی "احکام القرآن" سے اس کی تفسیر نیز " انوار التنزیل و اسرار التاویل، تفسیر النسفی، لباب التاویل للخازن، تفسیر ابی السعود اور التفسیر الکبیر " سے بھی اجماع کی حجیت کو ثابت فرمایا۔

چلتی ٹرین میں فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم:

محقق مسائل جدیدہ مفتی نظام الدین صاحب قبلہ نے چلتی ٹرین پر نماز بلا اعادہ کے جواز پر حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ کے تحریر کردہ " التعلیق المجلی لما فی منی المصلی " سے ایک طویل اقتباس نقل فرمایا ہے اور "احوط و اشبہ" کے مفہوم ومطلوب پر بڑے اچھے انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اسی "احوط و اشبہ" پر بحث کرتے ہوئے حضور تاج الشریعہ نے مفتی صاحب قبلہ کی توضیح کی تردید فرمائی ہے۔ چنانچہ پہلے آپ نے حضرت محدث سورتی کا وہ مکمل حاشیہ نقل فرمایا جسے مفتی صاحب نے اپنی دلیل میں پیش فرمایا۔ پھر "احوط" کے بارے میں بحث فرمائی کہ یہ الفاظ فتویٰ سے ہے اور اس کا مرتبہ استحباب میں ہونا محتاج بیان ہے۔ اس کے بعد بہترین طرز استدلال کے ساتھ "فتاویٰ خیریہ" سے ایک طویل پیراگراف "ردالمحتار" سے تین جگہوں کی عبارتیں "در مختار" سے ایک "فتح القدیر" سے ایک اور "التعلیق المجلی" سے بھی ایک اقتباس پیش فرماکر اپنے اس ایک موقف کو کثیر دلائل سے مزین فرمایا۔ تفصیل کے لیے آپ کی کتاب "چلتی ٹرین میں......" کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

مراجعتِ کتبِ متداولہ:

حضور تاج الشریعہ کا ایک اسلوب "کتبِ متداولہ کی طرف مراجعت" بھی ہے اور یہ اسلوب تو لازمی ہے کیوں کہ آپ اپنے موقف کی تائید میں دلائل و براہین کا انبار لگا دیتے ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا اسلوب "پرزور طرزِ استدلال اور دلائل کثرت" میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب دلائل کی کثرت ہوگی تو زیادہ سے زیادہ کتب کی طرف رجوع بھی ہوگا۔ اب ذیل میں حضور تاج الشریعہ کے کتب اور مراجعت کتب کثیرہ کی جھلک ملاحظہ فرمائیں جس سے آپ کی وسعتِ نظر، وسعتِ مطالعہ اور استحضار علمی ہویدا ہے۔

تعلیقات الازہری علیٰ صحیح البخاری وعلیٰ حواشی المحدث السہارنفوری:

یہ کتاب حضور تاج الشریعہ کا ایک عظیم کارنامہ ہے جسے رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ اس عظیم شاہکار کے لیے آپ

نے ۳۶۱ رکتب کی طرف رجوع فرمایا جن میں سے چند ایک کے اسماء ملاحظہ فرمائیں:

(۱) القرآن الکریم
(۲) عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری
(۳) ارشاد الساری شرح صحیح البخاری
(۴) شرح الزرقانی علیٰ موطا الامام مالک
(۵) مجمع بحار الانوار
(۶) المستدرک علی الصحیحین
(۷) الاتقان فی علوم القرآن
(۸) الاشباہ و النظائر
(۹) فتح المعین علیٰ شرح الکنز
(۱۰) ردالمحتار
(۱۱) لمعات التنقیح شرح المشکوۃ المصابیح
(۱۲) درمختار
(۱۳) فتاویٰ خیریہ
(۱۴) شرح معانی الآثار
(۱۵) فیض القدیر شرح الجامع الصغیر
(۱۶) المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج
(۱۷) الفتاویٰ الحدیثیہ
(۱۸) احکام القرآن
(۱۹) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ
(۲۰) اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ
(۲۱) صحیح البخاری
(۲۲) مصنف عبدالرزاق
(۲۳) سیر اعلام النبلاء
(۲۴) انوار التنزیل و اسرار التاویل
(۲۵) مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر
(۲۶) تنقیۃ الایمان المعروف المعتقد المنتقد مع المعتمد المستند
(۲۷) فتاویٰ رضویہ
(۲۸) سنن ابوداود
(۲۹) سنن نسائی
(۳۰) سنن ترمذی
(۳۱) سنن ابن ماجہ
(۳۲) صحیح مسلم
(۳۳) جامع العلوم و الحکم
(۳۴) کنز العمال
(۳۵) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ وغیرہ۔

ثانی کا مسئلہ: اس کتاب کی تصنیف میں جن کتابوں کی طرف مراجعت کی گئی ہیں ان کے اسماء یہ ہیں:

(۱) قرآن کریم
(۲) بیضاوی شریف
(۳) صحیح البخاری
(۴) مسند احمد ابن حنبل
(۵) عینی
(۶) اختیار شرح مختار
(۷) زواجر
(۸) شرح درود

(۹) هدایه
(۱۰) حدیقه ندیه شرح طریقة محمدیه
(۱۱) فتاویٰ هندیه معروف به فتاویٰ عالمگیری
(۱۲) محیط
(۱۳) Advanced Twentieth Practical Dictonary Century
(۱۴) گرولیئر اکیڈمک انسائیکلوپیڈیا
(۱۵) فتاویٰ رضویه
(۱۶) فتاویٰ مصطفویه (ثانی کا مسئلہ)

آثارِ قیامت:

آثارِ قیامت کی توضیح وتشریح میں حضور تاج الشریعہ نے جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے ان کی تعداد تقریباً اکتیس ہے جن کے نام یہ ہیں:

(۱) قرآن کریم
(۲) تفسیر در منثور
(۳) تفسیر کبیر
(۴) حاشیه صاوی
(۵) احکام القرآن
(۶) الاتقان فی علوم القرآن
(۷) اللآلئ المصنوعه
(۸) صحیح بخاری
(۹) صحیح مسلم
(۱۰) جامع الترمذی
(۱۱) سنن ابو داود
(۱۲) سنن ابن ماجه
(۱۳) مشکوٰة المصابیح
(۱۴) کنز العمال
(۱۵) مستدرک للحاکم
(۱۶) مجمع الزوائد
(۱۷) مسند امام احمد
(۱۸) الترغیب والترهیب
(۱۹) مجمع البحار
(۲۰) طبرانی
(۲۱) تیسیر شرح جامع صغیر
(۲۲) فیض القدیر شرح جامع صغیر
(۲۳) اشعة اللمعات شرح مشکوٰة
(۲۴) مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح
(۲۵) رد المحتار
(۲۶) در مختار
(۲۷) فتاویٰ رضویه
(۲۸) الطیب الوجیز
(۲۹) بهار شریعت
(۳۰) نزهة المجالس
(۳۱) تفسیر خازن
(۳۲) کنز الایمان فی ترجمة القرآن۔

ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن:

اس کتاب میں حضور تاج الشریعہ نے جن کتابوں کے حوالے پیش کیے ہیں ان کے نام یہ ہیں:

(۱) قرآن کریم
(۲) رد المحتار
(۳) المعجم الوسیط
(۴) تبیین شرح الکنز
(۵) مواقف
(۶) الکشف الشافیا
(۷) صحیح البخاری
(۸) تفسیر بیضاوی
(۹) الاشباہ و النظائر
(۱۰) عطایا القدیر فی حکم التصویر
(۱۱) جد الممتار
(۱۲) تفسیر خازن
(۱۳) در مختار
(۱۴) فتاویٰ عالمگیری
(۱۵) جامع الترمذی
(۱۶) الملفوظ۔

تحقیق ان ابا ابراہیم تارح لا آزر :

اس کتاب کے مطالعہ کے دوران راقم نے اس کتاب یا اس کے حاشیہ میں جن جن کتابوں کے نام ملاحظہ کئے ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں:

(۱) القرآن الکریم
(۲) الحاوی للفتاویٰ
(۳) قصص الانبیاء
(۴) تفسیر کبیر
(۵) صحیح بخاری
(۶) جامع الترمذی
(۷) فتح الباری
(۸) تفسیر طبری
(۹) الھاد الکاف فی حکم الضعاف
(۱۰) مرقاۃ شرح مشکوۃ
(۱۱) موضوعات کبیر
(۱۲) فتح القدیر
(۱۳) میزان الشریع الکبریٰ
(۱۴) سنن کبریٰ
(۱۵) التعق یبات
(۱۶) مقدمہ ابن صلاح
(۱۷) المقدمۃ الجرجانیہ
(۱۸) التقریب للنووی
(۱۹) تدریب الراوی
(۲۰) البحر المحیط
(۲۱) روح البیان
(۲۲) تفسیر سمرقندی
(۲۳) روح المعانی
(۲۴) حاشیہ جمل وغیرہ۔

حقیقۃ البریلویۃ المعروف بہ مرآۃ النجدیہ:

اس گراں قدر کتاب کی تصنیف میں آپ نے جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے اس کی تعداد تقریباً ۸۰/ ہے۔ ان میں سے چند اہم اسما یہ ہیں:

(۱) القرآن الکریم
(۲) صحیح البخاری

(۳) صحیح مسلم
(۴) جامع الترمذی
(۵) سنن نسائی
(۶) سنن ابوداؤد
(۷) سنن ابن ماجه
(۸) القادیانیه (قادیانیوں کے تعلق سے اعلیٰ حضرت کے رسائل کا مجموعہ)
(۹) الکلمة الفیصل
(۱۰) ازالة الاوهام
(۱۱) البریلویه
(۱۲) فتاویٰ رشیدیه
(۱۳) براهین قاطعه
(۱۴) دعوت فکر
(۱۵) اقبال اور علماء پاکستان وهند
(۱۶) الدرر السنیه فی الرد علی الوهابیه
(۱۷) الصواعق الالٰهیه فی الرد علی الوهابیه
(۱۸) المعجم الاوسط
(۱۹) الموهر المنظم
(۲۰) التاریخ الکبیر
(۲۱) اتحاف السادة
(۲۲) المصنف فی الاحادیث والآثار
(۲۳) الدرر المنتثرة فی الاحادیث المشتهره
(۲۴) المقالات السنیه فی کشف ضلالات احمد ابن تیمیه
(۲۵) الشهاب الثاقب
(۲۶) بهجة الاسرار
(۲۷) تتمه حقیقة الوحی
(۲۸) لباب التاویل فی معانی التنزیل
(۲۹) نوادر الاصول
(۳۰) نزهة الخواطر
(۳۱) نسیم الریاض
(۳۲) حدیة العارفین
(۳۳) لسان المیزان
(۳۴) البحر الرائق
(۳۵) مدارج النبوة وغیره۔

چلتی ٹرین میں فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم:

اس کتاب میں حضور تاج الشریعہ نے جن کتابوں سے استفادہ فرمایا ہے ان میں سے چند کے اسما کچھ یوں ہیں:

(۱) فتاویٰ رضویه
(۲) فتاویٰ خیریه
(۳) التعلیق المجلی لما فی منیة المصلی
(۴) رد المحتار
(۵) در مختار
(۶) فتح القدیر
(۷) البحر الرائق
(۸) جد الممتار
(۹) نور الانوار
(۱۰) ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۲۰۱۳ء

(۱۱) خطبۂ صدارت باضافۂ جدید وغیرہ۔

کتبِ اعلیٰ حضرت سے استفادہ کا التزام:

حضور تاج الشریعہ کے اسالیب میں جو اسلوب آپ کی تمام کتابوں میں مشترک ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے خانوادے کے بزرگوں کی خصوصیت کے ساتھ اپنے جد امجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کی کتابوں سے ضرور استفادہ فرماتے ہیں اور ان کی عبارتوں کو اپنی تصنیف و تالیف اور کتب و رسائل میں ضرور بطور دلیل و حوالہ پیش فرماتے ہیں۔ اب ذیل میں تاج الشریعہ کی کتابوں میں جلوہ افروز اقتباسات و عبارات اعلیٰ حضرت نقل کیے جاتے ہیں تا کہ آپ کا یہ اسلوب بھی منظر عام پر آئے اور اعلیٰ حضرت کے کلمات سے آنکھ و دل کو ٹھنڈک پہنچے۔

(۱) تعلیقات الازہری علیٰ صحیح البخاری و علیٰ حواشی المحدث السہارنفوری:

"قال جدنا الامام احمد رضا۔۔۔ و ھذا احد معانی قولہ: 'انا صاحب شفاعتھم' و المعنی الآخر الالطف الاشرف ان لا شفاعۃ لاحد بلا واسطۃ عند ذی العرش جل جلالہ الا للقرآن العظیم و لھذا الحبیب المرتجی الکریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔"

(تعلیقات الازہری، ص: ۲۳۱)

آثار قیامت:

حضور تاج الشریعہ اپنی اس کتاب میں ایک مقام پر اپنے جد امجد کی عبارت یوں نقل فرماتے ہیں:

"امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: والدین کے ساتھ نیکی صرف یہی نہیں کہ ان کے حکم کی پابندی کی جائے اور ان کی مخالفت نہ کی جائے بلکہ ان کے ساتھ نیکی یہ بھی ہے کہ کوئی ایسا کام نہ کرے جو ان کو ناپسند ہو اگر چہ اس کے لیے خاص طور پر ان کا کوئی حکم نہ ہو۔ اس لیے کہ ان کی 'فرمابرداری' اور ان کو 'خوش رکھنا' دونوں واجب ہیں اور نافرمانی اور ناراض کرنا حرام ہے۔" (آثار قیامت، ص: ۱۴، ۲۴)

ٹائی کا مسئلہ: شعار کفار کے تعلق سے حضور تاج الشریعہ نے "ٹائی کا مسئلہ" میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا:

"آخر میں سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ سے چند کلمات تبرکاً پیش ہیں۔ **الجواب:** جو بات کفار یا بدمذہبان اشرار یا فساق فجار کا ہو بغیر کسی حاجت صحیحہ کے برغبت نفس اس کا اختیار مطلقاً ممنوع و ناجائز و گناہ ہے اگر چہ وہ ایک ہی چیز ہو کہ اس سے وجہ خاص میں ضرور ان سے تشبہ ہوگا، اسی قدر منع کو کافی اگر چہ دیگر وجوہ سے تشبہ نہ ہو۔" (ٹائی کا مسئلہ، ص ۴۱)

"ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن" نامی کتاب میں آپ اعلیٰ حضرت کے قول کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اب آخر میں "الملفوظ" کی عبارت سنتے چلیں جس سے ظاہر ہو کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے غلبہ لہو ولعب کا لحاظ بھی فرمایا ہے (الملفوظ کی عبارت) گانے میں اصل کا حکم ہے، اگر اصل جائز یہ بھی جائز اگر اصل حرام یہ بھی حرام مثلاً عورت وامرَد کی آواز نہ ہو مزامیر (یعنی ساز، ڈھول وغیرہ)

کی آواز نہ ہو اشعار خلاف شرع نہ ہوں تو جائز ہے ورنہ نہیں اور قرآن عظیم کا سننا تَوَجّد (یعنی بے خودی کی کیفیت) ہے کہ عبادت ہے اور گراموفون سے سننا لہو ہے کہ وہ موضوع ہی اس لئے ہے اگرچہ کوئی نیت لہو نہ کرے مگر اصل وَضع (یعنی بناوٹ) کی تبدیلی کوئی نہیں کرسکتا۔" (ملفوظات اعلیٰ حضرت، دعوت اسلامی، ص: ۸۱۴)

تحقیق ان ابا ابراھیم تارح لاازر نامی کتاب میں اپنے موقف پر بطور دلیل اعلیٰ حضرت کے رسالہ " الھاد الكاف فی حکم الضعاف" کی عبارت ان لفظوں میں بیان فرمائی:

" قال : الاما م الھمام سیدی و جدی الشیخ احمد رضا فی رسالته الفذة "الھاد الكاف فی حکم الضعاف" : "الحدیث اذا روی بطرق عدة و کانت کلھا ضعیفة۔ فالضعیف لاجتماعه بالضیف یتقوی"۔(تحقیق ان ابا ابراہیم "تارح" "لا" "آزر" ۷۷)

حقیقة البریلویة المعروف به مرآة النجدیه نامی کتاب میں فرقہ وہابیہ کے بارے میں لکھتے ہوئے اعلیٰ حضرت اور عبارت اعلیٰ حضرت یوں ذکر کرتے ہیں:

" قال الشیخ فی التصنیفه المذکورة اللطیف المفید المبارک یذکرھم : " منھم الوھابیة الشیطانیة و ھم کالفرقة الشیطانیة من الروافض۔" (حقیقۃ البریلویہ، ص: ۸۳)

چلتی ٹرین میں فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم:

حضور تاج الشریعہ نے اس کتاب میں اپنے جدامجد کے فتویٰ سے استفادہ کرتے ہوئے اسے بایں الفاظ نقل فرمایا:

"اب ہم فتاویٰ رضویہ سے مسئلہ دائرہ کے متعلق ایک فتویٰ مع سوال جواب نقل کریں۔ (سوال کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں) الجواب: فرض اور واجب جیسے عتر و نذر اور ملحق بہ یعنی سنت فجر چلتی ریل میں نہیں ہوسکتے اگر ریل نہ ٹھہرے اور وقت نکلتا دیکھے پڑھ لے پھر اعادہ کرے تحقیق یہ ہے کہ جب تک استقرار زمین پر اور وہ بھی بالکلیہ نہ ہو تو چلنے کی حالت کیسے جائز ہوسکتی ہے کہ نفس استقرار ہی نہیں بخلاف کشتی رواں جس سے نزول متیسر نہ ہو کہ اسے روکیں گے بھی تو استقرار پانی پر ہوگا نہ کہ زمین پر لہٰذا سیر ووقوف برابر لیکن اگر ریل روک لی جائے تو زمین ہی پر ٹھہرے گی اور مثل تخت ہوجائے گی۔"

(چلتی ٹرین، ص: ۹۶)

ازالہ اعتراض واوہام:

اگر کوئی شخص اپنے نفس کے زجر وتہدید اور مکروہ وممنوع سے اجتناب کے لیے کوئی ایسی قسم کھائے جس کا ظاہری معنیٰ کفر پر مشتمل ہو، ایسے شخص پر کیا حکم شرعی عائد ہوگا بیان کرتے ہوئے تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

"قائل جب تک حانث نہ ہو، کافر نہ ٹھہرے گا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایسی قسم کھانا سخت شنیع اشد حرام ہے جس سے قائل پر توبہ لازم ہے اور احتیاطاً تجدید ایمان بھی ضرور۔"

(آثار قیامت، ص ۵۸)

اب اس مقام پر ایک سوال پیدا ہوتا تھا کہ اگر شخص

مذکور حانث ہو جائے تو کیا اس پر کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟ تو اس سوال مقدر کا جواب دیتے ہوئے آپ آگے لکھتے ہیں:

"رہی یہ بات کہ بصورت حنث اس پر کفارہ ہے یا نہیں تو ائمۂ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ قسم توڑنے کی صورت میں اس پر کفارۂ قسم لازم ہوگا جب کہ کسی فعل آئندہ پر قسم کو معلق کیا ہو اور اس کی نظیر تحریم مباح ہے یعنی کسی فعلِ مباح کو اپنے اوپر بذریعہ قسم حرام کرلے۔" (آثار قیامت، ص:۶۸)

ٹائی کا مسئلہ: حضور تاج الشریعہ نے شعار کفری کے بارے میں "ٹائی کا مسئلہ" میں ایک جگہ رقم فرمایا کہ "شعار کفری ہمیشہ کفر ہی رہے گا کہ وہ اپنے وضع کو ملزوم ہے اور وہ کفر کے لیے ہے" اور آپ نے ثابت فرمایا کہ "ٹائی" عیسائیوں کا شعار ہے جیسا کہ کتاب مذکور سے واضح ہے تو اس سے اول نظر میں یہ وہم اپنا چہرہ دکھا رہا تھا کہ جب ٹائی شعار کفری ہے تو ان مسلمانوں پر کیا حکم شرعی عائد ہوگا جو اسے بخوشی اپنے گلے کا ہار بناتے ہیں۔ کیا ان پر بھی حکم کفر ہوگا؟ اس وہم کا ازالہ فرماتے ہوئے تاج الشریعہ تحریر فرماتے ہیں:

"البتہ شعارِ کفری اختیار کرنے کی صورت میں مسلم کی تکفیرِ قطعی اس وقت ہوگی جبکہ یہ ثابت ہو کہ اس نے اپنے قصد وارادہ سے اس کو شعارِ کفری جانتے ہوئے کافروں سے موافقت کے لیے اپنایا، اس صورت میں تشبہ التزامی ہوگا ورنہ مسلمان کو کافر نہ کہیں گے لیکن توبہ کا حکم دیں گے اور احتیاطاً تجدیدِ ایمان کا بھی حکم ہوگا کہ کفار سے اس فعلِ کفری میں تشبہ قصداً نہ سہی صورۃً وضرورتاً ہوا اور اظہر یہ ہے کہ تجدیدِ ایمان کا حکم ایسی صورت میں دیا جائے گا جبکہ اس فعلِ کفری میں تشبہ ظاہر تر ہو۔ بہر حال کسی فعل یا قول کا کفر ہونا اور ہے اور قائل وفاعل کو کافر قرار دینا اور۔" (ٹائی کا مسئلہ، ص ۴۲)

ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن: شیخ الاسلام علامہ مدنی میاں مدظلہ العالی نے تصاویر کے تعلق سے حضور تاج الشریعہ دام ظلہ العالی سے سوال فرمایا تھا کہ ثابت کیجیے کہ جہاں جہاں نصوص میں تصاویر وتماثیل کا لفظ آیا ہے اس سے اس کا حقیقی معنیٰ مراد نہیں۔ کیوں نہیں؟۔ اپنے اوپر ہونے والے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور تاج الشریعہ نے کیا فرمایا، ملاحظہ فرمائیں:

"بے شک حقیقی معنیٰ مراد ہے اور وہ معنیٰ عام جو صورت وعکس دونوں کو شامل ہے۔ تو دونوں کا بنانا حرام ہے اور آپ کے اس انداز مذکورہ سے ادعائے حقیقت محض نامتصور اور اس سے عام نصوص میں دعویٰ خصوصاً قطعاً نامعتبر۔"

(ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن ۴۶)

تحقیق ان ابا ابراھیم تارح لا آزر نامی کتاب میں ایک مقام پر ایک وہم کی گنجائش تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے نام "تارح" والی تمام روایات ضعیف ہیں جیسا کہ استاذ احمد شاکر نے بھی بیان کیا تو یہ معتبر نہیں کیوں کہ ضعیف کا اعتبار نہیں۔ اس وہم کا ازالہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "و الحدیث الضعیف یتقوی بکثرۃ الطرق، ویترقی الی درجۃ الحسن"۔

(تحقیق ابا ابراہیم، ص:۷۷)

یعنی حدیث ضعیف کثرت طرق کے سبب قوی ہو کر حسن کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔ پھر اپنے اس قول کو "الھاد

الکاف فی حکم الضعاف"، "مرقاۃ المفاتیح"، "موضوعات کبیر"، "فتح القدیر"، "میزان الشریعۃ الکبریٰ" اور "تعقیبات علی الموضوعات"، "مقدمۃ ابن صلاح"، "المقدمۃ الجرجانیہ"، "فتح المغیث بشرح الالفیہ"، "تقریب النووی"، "تدریب الراوی" کی عبارات سے مبرہن فرمایا۔

حقیقۃ البریلویۃ المعروف بہ مرآۃ النجدیہ: قاضی عطیہ نے اہل سنت و جماعت پر الزام و بہتان تراشی کرتے ہوئے اپنے مقدمہ میں لکھا:

"والموقف الثانی : مع البریلویین فی المسلکهم ، فقد جمعوا بین الافراط و التفریط ، فافرطوا فی معتقداتهم فی معبوداتهم من دون الله، من احیاء او اموات حتیٰ اعطوهم صف القادر المقتدر، ووضعوا ایدی مشایخهم و دعاتهم علیٰ خزائن الدنیا وبایدیهم اقلام البراء للاخرة"۔

(حقیقۃ البریلویہ، ص:۵۶۱)

یعنی دوسرا موقف بریلویوں کے ساتھ ان کے مسلک کے بارے میں ہے کہ ان لوگوں نے افراط و تفریط کو جمع کرلیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی فرط عقیدت میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے زندہ اور مردہ معبودوں کے سلسلے میں افراط کے جال میں پھنس گئے ہیں۔ حتیٰ کہ انہیں قادر و مقتدر جیسے اوصاف سے متصف کردیا (یہیں تک نہیں بلکہ) اپنے مشائخ و دعاء کے ہاتھوں میں دنیا کے خزانے (کی کنجیاں) رکھ دیں اور ان کے ہاتھوں میں نجاتِ آخرت کے قلم بھی دے بیٹھے۔"

اس بے بنیاد اور بے سر و پا الزامات اور سوال کا حضور تاج الشریعہ نے تحقیقی مدلل اور منہ توڑ جواب دیتے ہوئے اپنے قلم کو یوں حرکت دیتے ہیں:

"و الجواب عن هٰذا ان الله سبحانه و تعالیٰ هو الذی جعل اولیائه من عباده مدبرین لامره بامره، وهو الذی اورثهم الارض، حیث قال عز و جل من قائل: "وَ لَقَدۡ کَتَبۡنَا فِی الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ بَعۡدِ الذِّکۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ" فالله هو الذی اعطی اولیاء صف القادر و المقتدر، و وضع ایدی اولیاءه علیٰ خزائن الدنیا، فلیتهم عطیة، الله سبحانه وتعالیٰ - و العیاذ بالله سبحانه و تعالیٰ - جعل من عباده شرکاء له، و هو سبحانه و تعالیٰ یصنع هٰذا الصنیع باولیاء ه تعالیٰ فحسب"۔ (حقیقۃ البریلویہ، ص:۵۶۱)

یعنی اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی نے اپنے بندوں میں سے اولیائے کرام کو اپنے معاملات کا مدبر بنایا ہے چنانچہ فرمایا: اور بیشک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہی نے بذات خود (اپنے) اولیا کو قادر و مقتدر جیسی صفت عطا فرمائی اور اپنے اولیا کے ہاتھوں میں دنیا کے خزانے دیے اس لیے اے عطیہ (والعیاذ باللہ) اللہ تبارک و تعالیٰ پر اعتراض کرنا چاہیے تھا کہ اس نے اپنے بندوں کو اپنا شریک ٹھہرالیا حالاں کہ وہ اس سے پاک ومنزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے اولیا کے ساتھ ایسا کرنا ہی ہمارے لیے کافی ہے۔

چلتی ٹرین پر فرض و واجب نمازوں کی ادیگی کا حکم:

محقق مسائل جدیدہ مفتی نظام الدین صاحب قبلہ نے چلتی ٹرین میں فرض وواجب نماز کے جواز میں اکابرین علمائے اہل سنت میں سے دو بڑی شخصیت کے فتاویٰ پیش فرمائے۔اب سوال سر ابھارتا ہے کہ اگر چلتی ٹرین میں نماز جائز نہیں تو ان علما نے کیوں کر ایسا فتویٰ دیا۔اس سوال مقدر کا جواب دیتے ہوئے تاج الشریعہ لکھتے ہیں:

''جہاں تک حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی اور حضرت مولانا نور اللہ نعیمی بصیر پوری کے فتویٰ کا سوال ہے تو ان حضرات نے چلتی ٹرین کا الحاق چلتی کشتی کے ساتھ کیا ہے جیسا کہ ان کی عبارت سے ظاہر ہے، گو کہ چلتی ٹرین کا الحاق چلتی کشتی کے ساتھ صحیح نہیں۔کیوں کہ چلتی ٹرین جب ٹھہرے گی تو زمین پر ٹھہرے گی اور اس سے متصل باتصال قرار ہوگی اور مثل تخت ہو جائے گی جبکہ چلتی کشتی اگر روکی جائے تو پانی پر رکے گی اور پانی زمین سے متصل باتصال قرار نہیں۔لہٰذا چلتی کشتی پر نماز کی صحت کے لیے استقرار علی الارض اور اتحاد مکان کی شرط کا حصول ناممکن ہونے کے سبب ساقط ہے، جبکہ ٹرین میں استقرار کی شرط کا حصول ممکن، اس لیے ساقط نہیں۔'' (چلتی ٹرین، ص:۵۴)

یہ ہیں اسالیب تاج الشریعہ کی مختصر جھلک۔ان اسالیب کے علاوہ اور بھی اسالیب ہیں مثلاً عقائد اہل سنت کی جلوہ گری، فرقۂ ضالہ مضلہ کا رد و ابطال، بغیر تصنع مقفیٰ و مسجع جملوں کی جھلک، اپنی نگارشات میں قرآنی آیات، عربی فقرے یا جملے کا ضم وغیرہ۔یہ اسالیب صرف نثر میں ہی نہیں بلکہ نظم میں بھی درج بالا بہت سے اسالیب موجود ہیں لیکن کیا کیا جائے زبان پر قلت وقت کا شکوہ ہے، کیوں کہ اولاً تو تصانیف تاج الشریعہ دستیاب ہی نہ ہو سکیں اور ''من جد وجد'' اور ''جوئندہ یابندہ'' کے مصداق تلاشِ بسیار کے بعد نیٹ پر تاج الشریعہ کی کچھ کتابوں کی زیارت اور ڈاؤن لوڈ کی سعادت سے شادکام تو ہوا لیکن پھر وقت کافی نکل چکا تھا جس کے سبب قلم کو یہیں ساقط وصامت کرنا پڑا نیز شاید صفحات کی تحدید بھی قلم کے لیے سد راہ ہے۔خیر اب شکوہ سے کچھ نہیں بنتا کہ جو ہونا ہے وہی ہونا ہے اور جو نہیں ہونا ہے وہ نہیں ہونا ہے۔اب اخیر میں محققین رضویہ اور شائقین مطالعہ کی آسانی کی غرض سے ان ویب سائٹ:

www.fikreraza.org www.alahazrat.net
www.barkati.net, ahlesunnat.net,
www.scribd.com/MuhammadAtaunNabiHussaini

کے نام حاضر کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں تاکہ راقم کی طرح آئندہ کسی کو پریشانیوں کا سامنا نہ ہو۔ان سائٹ سے خصوصاً تصانیف تاج الشریعہ اور عموماً تصانیف علمائے اہل سنت بسہولت پڑھیں اور ڈاؤن لوڈ کی جا سکتی ہیں۔



مولانا محمد ابوہریرہ رضوی

حضور تاج الشریعہ اور فروغ علم

کائنات علم کو آخر مٹھی میں بند کون کرسکتا ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ ممدوح کے گھر کا بچہ بچہ علم وفن کا کوہ نور ہو، پورا کا پورا گھرانہ علم وفضل کے زیور سے آراستہ ہو، اُن بڑھوں سے ہمیں بحث نہیں۔ پڑھے لکھے لوگوں سے پوچھ لیجیے حضرت رضا علی خاں ہندوستان کے کس عظیم سپوت کا نام ہے۔ حضرت مفتی نقی علی خاں کس متکلم زمانہ کو کہتے ہیں؟ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علم وفن کے کس کوہ ہمالہ کا نام ہے۔ حضرت علامہ حسن رضا خاں کس استاذ زمین وزمن کو کہتے ہیں؟ مفتی حامد رضا خاں اسلام کی کس حجت وبرہان کا نام ہے، مفتی اعظم حضرت علامہ مصطفی رضا خاں ہندوستان کے کس متقی ومدبر اعظم کا نام ہے۔ غرض کہ خانوادہ رضویہ کے افراد واشخاص کا آپ بہ نظر انصاف جائزہ لیتے ہیں تو حقیقت خود آپ کو بتاتی جائے گی کہ ابھی جو ایشیا و یورپ میں دین وسنیت کی بہاریں ہیں، مدارس اہل سنت کی قطاریں ہیں اور تیرہویں صدی سے لے کر آج تک وہ علما جن کے وارے نیارے ہیں۔ تقریباً سب کے سب اس خانوادے کے بالواسطہ یا بلا واسطہ سنوارے ہیں۔

آپ دنیا کا جائزہ لیں گے تو آپ کو بہت سی ایسی خانقاہیں مل جائیں گی جن کے آبا واجداد اور بانی مبانی نے تو تعلیم وتعلم اور دین وسنیت میں کارہائے نمایاں انجام دئے، مگر آج ان کی مسند پر بیٹھنے والوں کا حال یہ ہے کہ خود ہی وہ ارکان اسلام سے نا آشنا ہیں، وہ دوسروں تک کیا اسلام کا پیغام پہنچائیں گے جب کہ خود اسلام اور علوم دینیہ سے کوسوں دور ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہوا؟ کیا ان کے پاس تعلیم حاصل کرنے کی راہیں مسدود تھیں، کیا انھیں کسی شرعی مجبوری نے علوم اسلامیہ سے غافل رکھا؟ نہیں! بلکہ ان میں "پدرم سلطان بود" کا نشہ تھا، جب دیکھا کہ بچپن ہی سے اپنے آبا واجداد کی نیک نامی کی بھیک مل رہی ہے تو پھر تعلیم حاصل کرنے کی کیا ضرورت؟ سفر کی تکالیف اور مدارس میں قید وبند کی زندگی گزارنے سے کیا فائدہ؟ بنا بنایا فیلڈ ہے، چمکی چمکائی دکان ہے، بس ادھر مرشد گرامی کی آنکھ بند ہوئی ادھر جانشینی ہاتھ آئی۔

مگر واہ رے تاج شریعہ کی ذات! پورے کا پورا ایشیا بلکہ عالم اسلام آپ کے گھرانے کا معتقد ہے ایک اشارہ ابرو پر تن، من، دھن کی بازی لگا دینے کو تیار ہے، فیض یافتوں کی خاصی بھیڑ لگی ہوئی ہے، ہر طرف سے آؤ بھگت ہو رہی ہے، مگر ان سب کو چھوڑ کر آپ علم کی طرف لپکے جا رہے ہیں۔ ہندوستان میں ایک سے ایک رجال علم وفن سے علمی تشنگی بجھانے کی کوشش کی مگر تشنگی بڑھتی ہی رہی، پڑھتے گئے بڑھتے گئے، جب خوب پر نکل آئے تو پرواز کے لیے پر تولنے لگے، جامعہ ازہر سے بڑی وقت کی کوئی دینی درس گاہ نظر نہ آئی۔ بس کیا تھا پرواز کیا اور پھر عالم اسلام کی سب سے

عظیم یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا، خوب پڑھا، وقت کا صحیح استعمال کیا، آنکھوں کا تیل جلایا، کتابوں میں دماغ کھپایا، رات کو رات نہ سمجھا، جب جامعہ ازہر کا نتیجہ نکلا تو سارے طلبہ بالخصوص طلبہ مصر دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے کہ ایک ہندی نژاد طالب علم نے اپنے درجے میں وہ نمایاں مقام حاصل کیا ہے جس مقام کو حاصل کرنے کے لیے سارے ر فقائے درس ترستے رہتے ہیں۔ آخر ایک عجمی نے ہم عربوں کے ملک میں آکر اپنی شوکت و سطوت کا جھنڈا ایسے گاڑ دیا؟

اس طرح جہاں گئے دور طالب علمی ہی سے اپنی علمی دھاک بٹھاتے رہے اور ایک کامیاب طالب علم کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے رہے۔ آج انھیں محنتوں اور مشقتوں کا ثمرہ ہے کہ ان کا ہم پلہ کوئی نظر نہیں آتا، مرجع العلما ہیں، مرجع اصحاب فقہ و تحقیق ہیں۔ آیئے ذرا، اب علمی میدان میں ان کی کارفرمائیاں ملاحظہ فرمائیں۔

بلا شبہ تاج الشریعہ اور فروغ تعلیم کے تحت بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے، کیوں کہ یہ آپ کی زندگی کا ایک اٹوٹ حصہ ہے، سفر میں ہوں یا حضر میں ہر جگہ علم و فضل کے جوہر لٹاتے رہے، کبھی مسند تدریس پر بیٹھ کر تشنگان علوم نبویہ کو سیراب کر رہے ہیں، تو کبھی دار الافتا کو زینت بخش کر علمی مشکلات حل فرما رہے ہیں، دنیا کے چپے چپے میں گھوم گھوم کر علوم رضا تقسیم فرما رہے ہیں، کبھی فقہی سیمینار میں علما کی نمائندگی کر کے ان کو علمی تسامحات پر مطلع فرما رہے ہیں۔

زبان کی بات آئی تو زبان سے اور جب سنان قلم کی بات نکلی تو پھر اپنے قلمی جواہر پارے بکھیر کر وقت کی ضرورت پورا کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ غرض کہ علم وفن کی کون سی شاخ ہے جس پہ آپ نے اپنا آشیانہ تعمیر نہیں فرمایا۔

تاج الشریعہ تدریس کے ذریعے فروغ تعلیم:

تاج الشریعہ جامعہ ازہر سے فراغت کے بعد ہندوستان واپس تشریف لاکر اپنی مادر علمی دار العلوم منظر اسلام میں تدریس کے ذریعہ علم و فضل کے گوہر لٹانے لگے۔ یہ ۱۹۶۷ء کا دور آغاز تھا، برادر اکبر حضرت علامہ ریحان رضا خاں رحمانی میاں نے جب آپ کی تدریس کا نرالا انداز دیکھا تو آپ کو ۱۹۷۸ء میں صدر المدرسین کے اعلیٰ عہدے پر فائز فرما دیا اس طرح آپ یہاں مسلسل کئی برسوں تک خدمت علم دین و سنیت میں لگے رہے اور علمی غلغلہ میں اپنے بہت سے معاصرین کو پیچھے چھوڑ دیا۔

آپ کی تدریسی دھمک ہندوستان کے کونے کونے میں محسوس کی جانے لگی، اور تشنگان علوم و معرفت آپ کی جانب رخت سفر باندھنے لگے اس طرح منظر اسلام پھر ایک بار آپ کے عہد تدریس میں شہرت و مقبولیت کے بام عروج کو پہنچ گیا۔

بعد ازیں جب دعوتی اور مذہبی مصروفیات بڑھ گئیں، تبلیغی اسفار کے بغیر چارہ کار نہ رہا تو آپ دار العلوم منظر اسلام سے علیحدہ ہو گئے، مگر آپ کے عالمانہ اور فقیہانہ ذہن نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ صرف تبلیغی اسفار میں لگے رہیں اور طالبان علوم نبویہ کو یک سر نظر انداز کر دیں چنانچہ آپ نے ایک بار پھر اپنے کاشانہ اقدس میں مسند تدریس کو شرف بخشا اور درس قران و درس بخاری کے ذریعہ مذہب اسلام کی نشر و اشاعت کرنے لگے۔ جس میں طلبہ منظر اسلام، مظہر اسلام اور جامعہ نوریہ کثرت سے شریک ہو کر مستفید ہوئے۔

جب "جامعۃ الرضا" قائم ہوا تو وہاں جاکر آپ نے طلبہ کو بخاری شریف کا درس دینا شروع کیا اور اب طلبہ "جامعۃ الرضا" کو اپنے کاشانہ اقدس ہی پر بلاکر درس دیا کرتے ہیں، جس میں فضیلت تخصص فی الفقہ اور افتا کے بچوں کی حاضری لازمی

ہوا کرتی ہے اس طرح آپ اپنی پیرانہ سالی اور ضعف ونقاہت کے باوجود فروغ تعلیم دین میں لگے ہوئے ہیں۔

فتویٰ نویسی کے ذریعہ فروغ تعلیم:

۱۹۶۷ء ہی سے جب آپ مسند تدریس پر فائز ہوئے، فتویٰ نویسی کا اہم فریضہ بھی انجام دے رہے ہیں، بقول مولانا محمد شہاب الدین رضوی ایک اندازے کے مطابق حضور تاج الشریعہ کے فتاویٰ کے رجسٹروں کی تعداد اکتیس سے متجاوز ہوگئی ہے۔(حیات تاج الشریعہ، ص:۲۰) جو اپنے آپ میں ایک بہت بڑا علمی کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ ''جامعۃ الرضا'' میں شعبہ مشق افتا کے طلبہ کو درس دیا کرتے ہیں اور انھیں کو اسرار ورموز سکھا کر فتویٰ نویسی کی بصیرت عطا کرتے ہیں۔ اس طرح فروغ تعلیم اور اشاعت سنیت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

تقریر کے ذریعہ فروغ تعلیم: درس گاہوں میں تو آپ کی خالص علمی و تحقیقی گفتگو ہوتی ہی ہے، جب جلسہ گاہوں میں آپ پہنچتے ہیں تو وہاں بھی آپ اسلام کا حقیقی چہرہ پیش کرتے ہیں، کیوں کہ جلسہ گاہ مدارس سے جدا نہیں، اگر مدارس طلبا کے پڑھنے کی جگہ ہیں تو جلسے عوام کے لیے بہترین درس گاہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کی باتوں میں وزن، معقولیت اور علمیت کا عنصر بہت زیادہ غالب ہے۔ آپ کے خطاب میں عظمت توحید، عشق رسالت، حسن عمل، طہارت فکر، جوش کردار اور الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کے جوہر زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔

جامعۃ الرضا: حضرت تاج الشریعہ نے فروغ تعلیم کے سلسلے میں اپنے طور پر عملی جدوجہد کے ساتھ سب سے بڑا کام یہ کیا ''جامعۃ الرضا'' کے نام سے ایک ایسی علمی کہکشاں سجائی کہ جس کی روشنی سے نئی نسلوں کے ذہنی بام و در روشن و مجلی ہیں جس میں ہر طرف سے تشنگان علوم وفنون جوق در جوق آ کر اپنی علمی تشنگی بجھا رہے ہیں۔ اس میں محض روایتی تعلیم شامل نصاب نہیں بلکہ اس کا نصاب قدیم نافع اور جدید صالح کا حسین سنگم ہے۔

شرعی کونسل آف انڈیا: امت کو درپیش جدید مسائل کے حل کے لیے آپ نے شرعی کونسل آف انڈیا قائم کیا جس کے تحت اب تک بارہ سیمینار کا انعقاد ہو چکا ہے، اب تک تقریباً چھتیس نو پید مسائل کا حل تلاش کیا جا چکا ہے۔ یہ کام آپ کی سرپرستی میں ہر سال بحسن وخوبی انجام پا رہا ہے۔ اس طرح آپ کی اس تحریک کے ذریعے چیلنجز کے اس دور میں مسلمانوں کو جدید فقہی مسائل سے آگاہ کیا جا رہا ہے۔

اداروں کی سرپرستی: آپ کی علمی و فقہی دلچسپی اور بہترین قائدانہ صلاحیتوں کے پیش نظر آج ہر شخص آپ کو سرمہ نگاہ بنائے ہوئے ہے اور آپ کے سایہ کرم میں رہنے کو اپنے لیے باعث افتخار سمجھتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج ''جامعہ مدینۃ الاسلام''، ہالینڈ'' مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا'، بریلی شریف ''الجامعۃ النوریہ''، بہرائچ، ''الجامعۃ الرضویہ'' پٹنہ، ''مدرسہ عربیہ غوثیہ حبیبیہ''، برہان پور، ''مدرسہ اہل سنت گلشن رضا''، دھنباد، ''مدرسہ غوثیہ جشن رضا''، گجرات، ''دار العلوم قریشیہ رضویہ''، آسام، ''مدرسہ رضا العلوم''، ممبئی، ''مدرسہ تنظیم المسلمین''، پورنیہ جیسے سینکڑوں تعلیمی اور تنظیمی ادارے آپ کی سرپرستی میں چل رہے ہیں اور تعلیم وتبلیغ کا سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا جا رہا ہے اس طرح حضرت کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو تعلیم سے یا تعلیم کو آپ سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔



مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی

حضور تاج الشریعہ اور ان کے معاصرین

اہل اسلام عموماً اور جماعت اہلسنت کے ذی علم، ذی شعور اور فقہ وافتاء سے وابستہ افراد وشخصیات خصوصاً وارث علوم اعلیٰ حضرت، مظہر حضور حجۃ الاسلام، جانشین حضور مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا مفتی شاہ اختر رضا خاں ازہری صاحب قبلہ کو تاج الشریعہ کے لقب سے یاد کرتی ہیں۔ اس لقب پر علمائے ہند وپاک کا اتفاق ہے۔ اس لئے اس کی حیثیت اجماعی ہے۔ عوام وخواص میں اس کی قبولیت کا یہ عالم ہے کہ جلسوں، کانفرنسوں اور مذہبی تقریبات میں ع:

''بستی بستی، قریہ قریہ، تاج الشریعہ تاج الشریعہ''

کے نعرے بکثرت لگتے ہیں جب تک یہ نعرے بلند نہیں ہوتے بے تاب عقیدتوں کو سکون نہیں ملتا۔ جب یہ نعرے بلند ہوتے ہیں تو حاضرین وسامعین کے جنون عشق میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ یہ نعرے ان کی موجودگی میں بھی لگتے ہیں اور غیر موجودگی میں بھی لگتے ہیں۔ جنون عشق سے اندازہ ہوتا ہے کہ تاج الشریعہ کے لقب کی آپ کی ذات اہل۔ یہ لقب آپ سے پہلے بھی بعض شخصیات کو دیا گیا ہے۔ نااہل کو عقیدت بیجا کے زیر اثر کوئی لقب ملتا ہے تو اس میں دیرپائی نہیں ہوتی اور اہل کو ملتا ہے تو کبھی کبھی وہ لقب علم کی حیثیت اختیار کرلیتا ہے۔ تاج الشریعہ اب علم کی حیثیت اختیار کرچکا ہے جب بھی تاج الشریعہ بولا جاتا ہے تو اس وقت پوری اسلامی دنیا میں صرف آپ کی ذات مراد لی جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم اور محدث اعظم یہ سارے القاب علم کی حیثیت اختیار کرچکے ہیں۔ آج القاب بہت ارزاں ہوچکے ہیں۔ ماضی میں اتنے ارزاں نہ تھے۔ تاج الشریعہ کے لقب میں بڑی معنویت ہے۔ اس لقب سے شخصیت کی پورے طور پر ترجمانی ہوتی ہے۔

تاج الشریعہ اور اس کا مفہوم:

تاج الشریعہ کا مفہوم لغوی اعتبار سے ''شریعت کا تاج ہے لیکن اصطلاحی وشرعی اعتبار سے اس کے دائرے میں بڑی وسعت وگہرائی ہے'' ہماری جامعات اور مدارس کا دستور ہے کہ جب کوئی طالب علم دورۂ حدیث مکمل کرلیتا ہے تو اس کے سر پر علم کا تاج رکھا جاتا ہے کسی کے سر پر حفظ کا تاج رکھا جاتا ہے اور کسی کے سر پر قرائت کا تاج سجایا جاتا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ جب کوئی علم کی تکمیل کے مرحلوں کو عبور کرتا ہے جبھی علم کا تاج اس کو دیا جاتا ہے ٹھیک اسی طرح ''حضور تاج الشریعہ'' کو بھی ''شریعت کا تاج'' اس وقت دیا گیا جب انہوں نے شریعت کے تمام تقاضوں کو پورا کیا یہ تقاضے کئی مرحلوں میں طے ہوئے۔

پہلا مرحلہ:

اس کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ "حضور مفتی اعظم ہند" نے "حضور تاج الشریعہ" کو اپنا "معتمد علیہ" قرار دیا اور یہ اعلان فرمایا کہ ان کی بات میری بات ہوگی اور جو میری بات ہوگی وہی ان کی بات ہوگی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ "مرشد اعظم، عارف باللہ اور عالم حق آگاہ" کی نگاہ بڑی دور رس نگاہ تھی یہی سبب ہے کہ آپ ساحل پر کھڑے ہوکر پاتال کی خبر رکھا کرتے تھے اور چہرہ کو دیکھ کر قلب ونظر میں اُٹھنے والے مدوجزر کو بھانپ لیا کرتے تھے اور شخصیت میں پنہاں بہت سی خوبیوں کو جان لیا کرتے تھے اسی لئے آپ نے "حضور تاج الشریعہ" میں کو اپنا "معتمد علیہ" بنایا یہ فیصلہ برمحل بھی تھا اور برحق بھی دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضوتاج الشریعہ نے اپنے کسی قول یا فعل سے اپنے محترم نانا جان کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچنے دی آپ نے وہی کہا اور وہی کیا جس میں حضور مفتی اعظم کی مرضی ہوا کرتی تھی ان کی حیات ظاہری میں بھی آپ کا یہی رویہ رہا بعد وصال بھی اسی پر ثابت قدم رہے اور وصال سے اب تک آپ اسی پر قائم ہیں ورنہ زمانے کا یہ دستور ہے کہ جس طرح وہ بدلتا رہتا ہے ٹھیک اسی طرح اہل زمانہ بھی بدل جایا کرتے ہیں کبھی صبح تو کبھی شام کبھی رات تو کبھی دن یہی وہ زمانہ ہے جو کبھی اجالوں میں نہاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تاریکیوں میں اپنا منھ چھپالیتا ہے مگر صحیح معنی میں جب کوئی عالم ہوتا ہے محقق اور دانشور ہوتا ہے۔ تو اس کے رویوں میں سوئی کی نوک کے برابر بھی کوئی فرق نہیں آتا ہے۔

دوسرا مرحلہ:

دوسرا مرحلہ اس وقت سے شروع ہوتا ہے۔ جب آفتاب شریعت، ماہتاب ولایت شبیہ غوث اعظم ہماری نگاہوں سے روپوش ہو جاتا ہے اس لئے ضرورت تھی ایک ایسی ذات کی جو مریدین کے بلکتے ہونٹوں پہ اپنی انگلی رکھ دے مرغ بسمل کی طرح تڑپتے دلوں پر تسلی کا ہاتھ رکھ دے اور خوابیدہ جذبوں کو پھر سے بیدار کردے ارباب حل وعقد سر جوڑ کر بیٹھے کہ اب ایسا کون ہوسکتا ہے؟ جو ان کی یادوں کو تازہ کردے، ان کے خوابوں کو تعبیر سے ہمکنار کردے ان کی نگاہ جس ذات گرامی پر پڑتی ہے وہ کسی اور کی ذات نہ تھی بلکہ ہمارے ممدوح یعنی حضور تاج الشریعہ کی ذات تھی اور ان کی شخصیت تھی اسی لئے "حضور برہان ملت اور حضور احسن العلماء علیہما الرحمۃ والرضوان" نے "حضور تاج الشریعہ کو" قائم مقام بالافتاء سرکار مفتی اعظم" قرار دیا اور عیدین کی امامت بھی آپ کے سپرد فرمادی۔

تیسرا مرحلہ:

علماء اہلسنت اس بات سے خوب اچھی طرح واقف ہیں کہ "حضور تاج الشریعہ" نے حضور مفتی اعظم کی جانشینی کا پورا پورا حق ادا فرمایا کسی بھی مقام پر "حضور مفتی اعظم ہند" کے چاہنے والوں کو مایوس نہ ہونے دیا جب جب اور جہاں جہاں ان کی قیادت و رہنمائی کی ضرورت محسوس ہوئی آپ نے اسے بخوبی انجام علم کے میدان میں، فکر کی جولان گاہ میں تنقید کی وادیوں میں، دعوت وتبلیغ کے تپتے ہوئے صحرا میں سفر کرنے کی ضرورت پڑی تو آپ سب سے آگے نظر آئے جب علمی فکری اور تہذیبی تعاقب کے میدان میں اترے تو اپنے سامنے کسی کو بھی دم لینے کی مہلت نہ دی اور

جب تلاش وجستجو تحقیق وتدقیق کے میدان میں اترے تو عالمی برادری سے اپنا لوہا منوالیا رشد وہدایت کا معاملہ آیا تو آپ نے سب کو پیچھے چھوڑ دیا اور اس میدان میں بھی آپ بلندیوں پر فائز نظر آئے اس دور میں پیروں کی کمی نہیں ہے ایں قدر اور آں قدر بہت سے پیر ہیں ۔ان میں اکثریت کا شریعت سے برائے نام رشتہ ہے وہ شریعت پر طبیعت کو ترجیح دیتے ہیں اور جب ان سے سوال ہوتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ ہم اہلِ طریقت ہیں یہی وجہ ہے کہ اب خانقاہوں سے اعتماد اٹھتا جارہا ہے۔طریقت شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے جو طریقت شریعت سے الگ ہو وہ زندقہ ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے اس عنوان پہ بڑی نفیس گفتگو کی ہے۔اہل شریعت خصوصاً نام نہاد اہل طریقت کے لئے اعلیٰ حضرت کی گفتگو چراغ منزل کی حیثیت رکھتی ہے۔اعلیٰ حضرت کا رسالہ ''شریعت وطریقت'' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے اور مارکیٹ میں دستیاب ہے۔حضور تاج الشریعہ کی ذات اعلیٰ حضرت کے رسالہ ''شریعت وطریقت'' کے عین مطابق ہے۔

مذکورہ مراحل سے گزرنے کے بعد ہی آپ کو'' تاج الشریعہ'' کہا گیا اس لقب کو بھی قدرت نے بہت بلندی عطا کی ہے اس لئے عوام وخواص کی زبان پر یہ لقب مثل وظیفہ رقصاں ہے۔بستی بستی ،قریہ قریہ ''تاج الشریعہ'' ''تاج الشریعہ''۔

تاج الشریعہ کون ہوتا ہے''تاج الشریعہ''وہ ہوتا ہے جو علم کا پر جوش سمندر ہو۔

''تاج الشریعہ'' وہ ہوتا ہے جو فکر دعنی درک وادراک اور شعور واحساس کا باغ وبہار ہو۔

''تاج الشریعہ'' وہ ہوتا ہے جو لفظ ومعنی کے در وبست کا ماہر ہو۔

''تاج الشریعہ'' وہ ہوتا ہے۔جو فقہ وافتا میں اپنا جواب نہیں رکھتا ہو۔

''تاج الشریعہ'' وہ ہوتا ہے۔جو تنقید وتعاقب میں لاثانی ہو۔

''تاج الشریعہ'' وہ ہوتا ہے جس کے ہاتھوں میں رشد وہدایت کا علم ہو۔

''تاج الشریعہ'' وہ ہوتا ہے جو قبولیت عامہ کے شرف سے مشرف ہو۔

''تاج الشریعہ'' وہ ہوتا ہے جو قیادت کی توانائیوں سے بھرپور ہو۔

''تاج الشریعہ'' وہ ہوتا ہے جو خوف وخطر سے دور ہو۔

''تاج الشریعہ'' وہ ہوتا ہے۔جو احقاق حق اور ابطال باطل اظہار میں کسی مصلحت کا شکار نہ ہو۔

''تاج الشریعہ'' وہ ہوتا ہے جو معقولات ومنقولات میں درک تام رکھتا ہو۔

''تاج الشریعہ'' وہ ہوتا ہے جو ہزار مخالفتوں کے ہجوم میں استقامت وثبات قدمی کا جبل راسخ ہو۔

''تاج الشریعہ'' وہ ہوتا ہے جو طوفانوں کی زد پر رشد وہدایت کی شمع فروزاں کرے

''تاج الشریعہ'' وہ ہوا کرتا ہے جو صلح کلیت کی ظلمت کا سینہ چاک کردے۔

''تاج الشریعہ'' وہ ہوتا ہے جو اپنے پیش رو مجددین کے افکار وخیالات کو حیات تازہ عطا کرے۔

''تاج الشریعہ'' وہ ہوتا ہے جو زمانہ کے بدلتے ہوئے مزاج کو صحیح سمت دکھاتا ہے

''تاج الشریعہ'' وہ ہوتا ہے جس کے پاس زمانہ کے اٹھتے ہوئے ہر سوال کا جواب موجود ہو۔

''تاج الشریعہ'' وہ ہوتا ہے جس کا ہر ایک جواب شریعت کی ترجمانی کا حق ادا کرے۔

''تاج الشریعہ'' وہ ہوتا ہے جو وقت کی رفتار پر عقابی نگاہ رکھے۔

مذکورہ اوصاف کی اس وقت اگر کوئی شخصیت جامع ہے تو وہ حضور تاج الشریعہ کی ذات ستودہ صفات ہے اسی لئے اہل علم انہیں ''تاج الشریعہ'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں آج زمانہ کہاں جارہا ہے؟ اس کی سوچ کیا بنتی جارہی ہے؟ نوجواں علماء کے قدموں میں کیا لغزشات ہورہی ہیں؟ اسے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسے حالات میں اگر کوئی ذات گرامی حق وصداقت اور رشد و ہدایت کا روشن مینار بن کر کھڑی ہے تو وہ ''حضرت تاج الشریعہ'' کی ذات والا صفات ہے۔ انہوں نے اپنے عمل سے یہ بات ثابت کردی ہے کہ رضا کا نور نظر لخت جگر رضا کا نمونہ ہے اس بات میں کوئی تردد نہیں کہ ظلمتوں کے تار و پود کو بکھیر دینے کا ہنر ''حضور تاج الشریعہ'' کو حاصل ہے طوفانوں سے کس طرح مقابلہ کیا جاتا ہے؟ آندھیوں کی زد پر حق وصداقت کا چراغ کیسے جلایا جاتا ہے اس سے حضور تاج الشریعہ خوب اچھی طرح واقف ہیں۔ میں سلام پیش کرتا ہوں۔ حضور تاج الشریعہ کی ذات قدسی صفات کو ہم آپ عصر حاضر میں اپنے علم وعرفان اور عشق خداداد سے تاریک دلوں کو روشن ومنور کررہے ہیں۔ آپ کے ارشاد و فرمودات سے دلوں کی زمین کو شادابی مل رہی ہے اور بے چین نگاہوں کو تسکین کا غازہ مل رہا ہے۔

جب کوئی بات کسی سے سنی ہوئی ہوتی ہے تو اس کے بارے میں کسی کو شک ہوسکتا ہے تردد ہوسکتا ہے اور کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ میں کسی سنی ہوئی بات پر کس طرح یقین کرلوں؟ یہ مجھ سے نہیں ہوپائے گا ہاں جب میری آنکھیں دیکھ لیں گی اور اس ذات گرامی کے رخ زیبا کے دیدار سے مشرف ہوجائیں گی تب کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔ اس بارے میں ہمارے اکابر کا یہ مقولہ بھی ہے ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ'' کہ سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی بات کی مانند نہیں ہوتی ہے ایسے ہی لوگوں سے میرا کہنا ہے کہ ہر بات دیکھ کر نہیں مانی جاتی ہے بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دیکھے بغیر بھی مان لی جاتی ہے جب کوئی خبر بار بار آتی ہے اور اس حد تک آتی ہے کہ حد تواتر کو پار کر جاتی ہے تو اس وقت دیکھ کر ماننے کی بات کرنا کسی حماقت سے کم نہیں ہے ہم نے بمبئی نہیں دیکھا ہے مگر اس بات کا یقین ہے کہ بمبئی ہندوستان میں موجود ہے ٹھیک اسی طرح ہم نے ''حضور تاج الشریعہ'' کے تعلق سے جو بھی باتیں پیش کی ہیں وہ سب کی سب دیکھی ہوئی ہیں یا پھر دیکھنے والوں میں سے کچھ افراد نے اس حد تک بتادی ہے جس کی وجہ سے بات حد تواتر تک پہنچ چکی ہے اس لئے ''تاج الشریعہ'' کے اوصاف و کمالات کے ماننے میں کسی طرح کا کسی کو تامل نہ ہونا چاہئے۔

معاصرین کا معنی ومفہوم:

یہ عنوان بڑا اہم اور وسیع عنوان ہے محققین علماء نے اپنی کتابوں میں کسی اعلیٰ شخصیت کے معاصرین کا ذکر تو کیا ہے۔ لیکن انہوں نے یہ نہیں بتایا ہے کہ معاصرین کے معنی، اس کے دائرے اور اس کی وسعت کیا ہے۔

معاصرین ''معاصر'' کی جمع ہے اور یہ ''باب مفاعلت'' سے تعلق رکھتا ہے یہ اسم فاعل ہے اور اس کا مادہ {ع+ص+ر=عصر} ہے اس کا مفہوم عام طور پر ''ہم زمانہ'' بتایا گیا ہے گو کہ اس معنی میں بڑی وسعت وکشادگی پائی جاتی ہے اسی لئے اس معنی کا سہارا لیتے ہوئے ہمارے بعض افراد

نے جب بھی معاصرین کا ذکر کیا ہے ان میں موافقین کے ساتھ ساتھ مخالفین کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس تعلق سے بکثرت نظیریں پیش کی جاسکتی ہیں جب کہ ایسا کرنا عنوان اور شخصیت دونوں کے مزاج کے خلاف ہے اس مقام پر معاصر ماخوذ ہے "عاصر فلانا" سے اس کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب "المعجم الوسیط" فرماتے ہیں: من عاش معہ فی عصر واحد یعنی معاصر وہ ہوا کرتا ہے جو ممدوح کے ساتھ ایک ہی زمانہ میں زندگی بسر کرے۔

"معاصر" کی تشریح:

معاصر کی توضیح میں صاحب "المعجم الوسیط" نے لفظ "معہ" کا استعمال کیا ہے جس سے "معیت" سمجھ میں آتی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ "معیت" سے کس کی "معیت" مراد ہے؟ زید، عمر، بکر کی؟ یا پھر ایرے غیرے کی "معیت" مراد ہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہے! بلکہ یہاں "معیت" سے اس ذات گرامی کی "معیت" مراد ہے جس کے معاصرین کا آپ ذکر کرنا چاہتے ہیں میں اپنے اس مقالہ میں "حضور تاج الشریعہ" کے معاصرین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں...... تو ظاہر سی بات ہے کہ "معاصرین" کے زمرہ میں انہیں افراد واشخاص کو شامل کیا جاسکتا ہے جنہوں نے حضرت گرامی کی "معیت" اختیار کی ہے اس کے علاوہ کسی ایسے فرد کا ذکر جو معیت سے دور ہو مناسب نہ ہوگا مجھے افسوس ہوتا ہے ان افراد پر جنہوں نے "معاصرین" کی فہرست میں غیروں کا ذکر کرکے ماحول کو کشیدہ کردیا ہے اور علمی، فکری اور ادبی فضا میں تکدر پیدا کردیا ہے یہ تو ایسا ہی ہوا جیسے کسی نے صاف وشفاف پانی میں شراب کی ایک دو بوند ڈال دی ہو یا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی پر کیف اور پر نور فضا میں بدبودار گندھک گھول دیا ہو اس لئے میں نے مناسب تصور کیا کہ معاصرین کے تعلق سے پوری بحث کرلی جائے تاکہ معاملہ صاف ہوجائے اور یہ بات کھل کر سامنے آجائے کہ وہ کون لوگ ہوسکتے ہیں جو معاصر بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس کی ایک مختصر بحث ذیل میں ملاحظہ کریں۔

معیت اور اس کے اقسام:

اس مقام پر "معیت" سے وہ مفہوم مراد ہے جو صاحب "المعجم الوسیط" کی عبارت میں موجود لفظ "معہ" سے متبادر ہوتا ہے اس کا مطلب کسی ممدوح کے ساتھ کسی کا رہنا ہے جسے اہل علم "معیت" سے تعبیر کیا کرتے ہیں معیت کی دو قسمیں ہیں

معیت حقیقی اور معیت حکمی:

معیت حقیقی اس "معیت" کو کہا جاتا ہے۔ جب کوئی انسان کسی کے ساتھ رہتا ہے کبھی "معیت" ایک خادم کو مخدوم کے ساتھ رہنے سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کوئی انسان کسی کے ساتھ رازدار یعنی سکریٹری بن کر رہتا ہے دور حاضر میں جو بڑے لوگ ہیں ان کے ساتھ کوئی خادم ضرور رہتا ہے اور کوئی ہم راز بھی ہوتا ہے ہم راز کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ہر وقت اس کے ساتھ رہے یہ معیت وقتوں کے ساتھ محدود ہوا کرتی ہے کبھی یہ سلسلہ دراز ہوجاتا ہے اور کبھی درازتر اور کبھی ایسا بھی وقت آتا ہے کہ یہ "معیت" تھوڑے ہی دنوں میں سمٹ جاتی ہے اور اس کا سلسلہ آگے نہیں بڑھ پاتا ہے۔

معیت حکمی یا اعتباری یہ "معیت حقیقی" کے بالکل برعکس ہے اور اس سے مراد ایسی "معیت" ہے جسے عام طور پر لوگ معیت کا نام نہیں دیتے اس معیت کی بھی چند صورتیں ہیں جو ترتیب وار ذیل میں ذکر کی جارہی ہیں۔

معیت فی العقائد:

یعنی معاصر وہ ہوتا ہے جو ممدوح کے عقائد واصول اور نظریات سے اتفاق کرتا ہو اگر ممدوح سنی صحیح العقیدہ ہے اور مذہب اہلسنت و جماعت پر یقین رکھتا ہے تو یہ بات بھی ضروری ہے کہ اس کے معاصرین بھی ایسے ہی لوگ ہوں۔ جیسا کہ ہمارا ممدوح ہے معاصرین میں نہ کوئی بدعتی شامل ہوسکتا ہے اور نہ ہی اہل ہوا و ہوس میں سے کوئی فرد جہاں تک کسی کافر و مرتد کی بات ہے۔ انہیں تو کسی بھی صورت میں معاصرین کی صف میں شامل کرنے کی اجازت ہی نہیں بلکہ اس بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہئے اعتقادیات میں ہمارے دو امام ہیں امام ابوالمنصور ماتریدی اور امام ابوالحسن اشعری حنفی المذہب کے پیروکار ماتریدی ہیں اور شافعی المذہب سے تعلق رکھنے والے اشعری ہیں۔

معیت فی المذہب:

چونکہ ہمارے ممدوح یعنی "حضور تاج الشریعہ" مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے پیروکار ہیں خود اعلی حضرت اور حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالی عنہما حنفی المذہب تھے۔ ہندوستان کے زیادہ تر علماء، فضلاء اور مفکرین حنفی ہیں جو افراد اس معیت سے مشرف ہیں معاصرین کی صف میں شامل ہوسکتے ہیں۔

معیت فی المسلک:

اہل سنت و جماعت حق ہے باقی وہ تمام جماعتیں جو فکری اعتقادی اور نظریاتی اعتبار سے جماعت اہلسنت سے میل نہیں کھاتیں باطل ہیں۔ اہلسنت و جماعت کا شناختی نشان ہر زمانے میں بدلتا رہا ہے۔ کبھی اہلسنت و جماعت کا نشان امتیاز اشعری و ماتریدی تھا اور عصر حاضر میں اہل سنت کا امتیازی و شناختی نشان مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔ حضور تاج الشریعہ کے معاصرین میں وہی حضرات شامل ہوسکتے ہیں جو مسلک اعلیٰ حضرت سے کلی طور پر اتفاق رکھتے ہوں۔

معیت فی الاستعداد:

کسی کو معاصرین کی صف میں شمار کرنے سے پہلے اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے کہ اس کی علمی، فکری اور فقہی استعداد کیا ہے اور تحقیق و تدقیق کے میدان میں اس کا معیار کیا ہے۔

معاصرین کے مدارج:

"معیت حقیقی" کا دائرہ محدود ہوتا ہے اور جس فرد کو بھی یہ "معیت" حاصل ہوتی ہے اس کی بنیاد عقیدت پر قائم ہوتی ہے یا خدمت پر یا جذبۂ ایثار پر اس لئے معاصرین میں ایسے افراد کو شامل کرنا مناسب نہیں جو مذکورہ اوصاف کے حامل نہ ہوں۔ معیت حکمی کا دائرہ وسیع اور بہت زیادہ کشادہ ہوتا ہے جو علم و فکر، شعور و ادراک، فقہ و تدبر اور تحقیق و تلاش تقاضا کرتا ہے۔

مذکورہ بالا خصوصیات کے جو فرد حامل و عامل ہوگا وہی معاصرین کی صف میں شامل ہوسکتا مگر ان میں بھی مدارج ہیں کوئی قریب ہوتا ہے تو کوئی

قریب تر کوئی بعید ہوتا ہے تو کوئی بعید تر اس طرح کا فرق مراتب ہر قسم کی معیت میں پایا جاتا ہے اس لئے اس کا پاس و لحاظ رکھنا بہت زیادہ ضروری ہوتا ہے کون کس قدر اس کا لحاظ کرتا ہے اور کون نہیں کرتا ہے اس کی جانکاری بہت بعد میں حاصل ہوتی ہے اور اس وقت ہوتی ہے جب تک انتخابی عمل اپنے انجام کو پہنچ جاتا ہے۔

معاصرین کا تذکرہ کرتے وقت بات ذہن کے حاشیے میں رہے کہ ہمارا ممدوح کون ہے؟ اور اس کی عالمانہ، فاضلانہ، فقیہانہ اور محدثانہ شان و شوقت کیا ہے؟ اور یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اہل فکر و شعور کے درمیان اس کی حیثیت کیا ہے؟ نیز عوام میں اس کی شہرت و مقبولیت کا گراف کیا ہے۔ جب یہ ساری باتیں ذہن میں محفوظ ہوں گی تو انتخابی عمل میں سہولت ہوگی۔

حضور تاج الشریعہ کے معاصرین کی صف میں کون لوگ آسکتے ہیں؟:

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ حضور تاج الشریعہ کون ہیں اور ان کی علمی، فکری اور فقہی صلاحیت کیا ہے؟ مجھے اس بات کے اعتراف میں کوئی خوف نہیں کہ دور حاضر میں علمائے اہلسنت کے مابین اولیت اور اولویت کا سہرا آپ ہی کے سرِ ناز کو زیب دیتا ہے اور شہرت و قبولیت کے اعتبار سے بھی اعلی رتبہ صرف اور صرف آپ ہی کو حاصل ہے کوئی بزبان خود بڑا نہیں ہوتا ہے بلکہ بڑا وہ ہوتا ہے جسے سارا جہاں بڑا کہے۔

کیا اس شخص کو معاصر کا درجہ دے دیا جا سکتا ہے جو کھنکتے سکوں کی بنیاد پر کبھی سیاست کے گلیاروں میں کسی لیلی وقت کی تلاش میں سرگرداں نظر آتا ہے اور جب ٹی وی کی اسکرین پر نظر آتا ہے تو اپنے آپ کو سب سے بڑا تصور کرتا ہے فرقہ پرستی کے خاتمہ کے لئے نکلتا ہے تو خود ایک فرقہ بن کر ابھر آتا ہے یہ تو ایسا ہی ہوا۔ جیسے کوئی راستہ چلتے چلتے اپنے مقصد کو بھول جائے ایسے لوگوں کا معاصر کی صف میں شامل ہونا تو بڑی چیز ہے۔ وہ اس کے قرب کی بھی اہلیت نہیں رکھتا۔

کیا ایسا شخص معاصر کی صف میں آسکتا ہے جو حرم کی پاسبانی کا دعوی تو کرتا ہے مگر اپنے قول و فعل سے صاحب حرم کی مخالفت بھی کرتا ہے۔ کیا ایسا شخص اس شخصیت کا معاصر بن سکتا ہے جس کی کتاب حیات کا ہر ورق چاند کی چاندنی کی طرح صاف و شفاف ہو۔ ٹی وی کا حریف بننا بہت آسان ہے مگر جادۂ استقامت کا مخلص مسافر بننا بہت مشکل ہے۔

خواب دیکھنا اور خوابوں کے محلات بنانا تو بہت آسان ہے مگر دین و شریعت کی راہ میں آبلہ پائی کرنا بہت مشکل ہے۔ بعض لوگ روز اپنے آنگن میں خوابوں کی بارات اتارتے ہیں۔ ان کے خوابوں کی کثرت نے خوابوں کے تقدس کو ختم کر دیا ہے۔ کیا بکثرت خواب دیکھنے والے، خوابوں کے محلات تعمیر کرنے والے اور اپنے قول و عمل سے دین کی پاکیزگی کو پائمال کرنے والے حضور تاج الشریعہ کے معاصر بن سکتے ہیں۔ معاصر بننے کے لئے اہلیت شرط ہے۔

ایسا شخص بھی معاصر کی صف میں نہیں آسکتا ہے جو بھی سجائی تعزیہ کو سلام کرنے کا عادی ہو اگر کوئی صاحب علم اس قسم کا رویہ اختیار کرتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنے علم کے تقاضوں کو پورا نہیں کر رہا ہے بلکہ وہ علم کے تقاضوں کو پائمال کر رہا ہے۔

حضور تاج الشریعہ کے مذکورہ بالا تمام اسباب وعلامات کی بنیاد پر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضور تاج الشریعہ کا معاصر بننے کا وہ شخص اہل ہے جو علم وعمل، عشق وعرفان اور زہد وتقویٰ میں ان کا عکس جمیل ہو۔ اس پر حضور تاج الشریعہ کو اعتماد ہو اور اس کی کتاب زندگی کا ورق ورق صاف وشفاف ہو۔ ایسے افراد وشخصیات کی بھی ایک طویل فہرست ہے ذیل میں چند اہم شخصیات کے تذکرے پیش ہیں:

محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری:

''حضور تاج الشریعہ'' کے معاصرین میں سب سے پہلا نام جس ذات گرامی کا آتا ہے وہ ذات محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی کی ہے پوری دنیا آپ کو ''محدث کبیر'' کے لقب سے یاد کرتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ ''مناظر اہلسنت'' بھی ہیں کسی آدمی کا عالم دین ہونا اور بات ہے مگر دینی، ملی، علمی اور فکری تقاضوں کے اعتبار سے کسی بھی انسان میں ''رکھ رکھاؤ'' کا پایا جانا اور بات ہے ہندوستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی علماء فضلاء کی کمی نہیں ہے مگر دوسرے ممالک کے علما کی اکثیرت کے جینے اور زندگی برتنے کا جو انداز ہے اس سے اسلام کی شبیہ کو چوٹ لگتی ہے ہمارے پاس دعوے کی بکثرت دلیلیں ہیں ان کی صورت وسیرت دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ جب ان کے علم نے خود انہیں فائدہ نہیں دیا تو پھر دوسرے افراد ان کی ذات و شخصیت اور علمی وفکری صلاحیتوں سے کس طرح استفادہ کر سکتے ہیں؟ محدث کبیر کی شخصیت ان افراد واشخاص سے الگ ہے ان کی شخصیت اور ان کا ''رکھ رکھاؤ'' خود اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ صحیح معنی میں یہ عالم دین ہیں انہیں دیکھ کر قرون اولیٰ نگاہوں میں پھرنے لگتا ہے۔ ان کی خلوت وجلوت میں کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ ان کا لباس بھی عالمانہ ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ جناب لباس سے کیا ہوتا ہے؟ میں کہتا ہوں۔ لباس سے بھی بہت کچھ ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ ''حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان'' بنارس تشریف لے گئے۔ جب آپ جلسہ گاہ میں جانے کے لئے تیار ہو رہے تھے اسی دوران آپ نے ارشاد فرمایا! میرا ''مولانا'' لاؤ وہاں موجود حاضرین اور طلبہ پریشان ہوگئے۔ جب حضرت نے محسوس کیا کہ طلباء نہیں سمجھ پا رہے ہیں تو دوبارہ آپ نے فرمایا: بھائی اشیروانی لاؤ حضرت نے اپنی شیروانی کو ''مولانا'' فرمایا حضرت کے اس ارشاد سے اندازہ ہوا کہ کسی بھی انسان کو وہی لباس زیب تن کرنا چاہیے جیسی اس کی شخصیت ہو یہ خوبی اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ حضرت محدث کبیر کی ذات میں پائی جاتی ہے ایک عالم دین اور فاضل شرع متین جب اپنے سر پر علم کا تاج رکھتا ہے تو اس کی عالمانہ شخصیت ابھر کر سامنے آجاتی ہے اور جب کوئی جاہل انسان اپنے سر پر یہی تاج زریں رکھتا ہے تو وہ تاج علم اندرون شخصیت کی چغلی کھاتا ہے کہ یہ جیسے دکھتے ہیں ویسے ہیں نہیں یہ ہے لباس کا کمال اور یہ ہے رکھ رکھاؤ کی شان انفرادیت، لباس کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی ذی شعور شخص لباس کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتا ایسی حماقت عقل کا یتیم ہی کر سکتا ہے۔ ویسے ان دنوں احمقوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ لوگ تحقیق کے نام پر ایسی ایسی موشگافیاں کر رہے ہیں جس سے عقلیں

حیران ہورہی ہیں اور عوام کا ایک بڑا طبقہ تذبذب کا شکار ہے اسے سمت منزل متعین کرنے میں سخت دشواریوں کا سامنا ہے۔

حضرت محدث کبیر کو معاصر کی صف میں اولیت حاصل ہے۔اولیت اس لئے حاصل ہے کہ آپ معیت کی خصوصیات کے جامع ہیں۔آپ کو حضور تاج الشریعہ کے اوصاف وکمالات سے اچھی واقفیت ہے اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ فقہ وافتا،تدبر وتفکر اور زہد وتقویٰ میں حضور تاج الشریعہ کا مقام ومرتبہ کیا ہے۔محدث کبیر خود بھی خوبی وکمالات کے جامع ہیں ان کے اوصاف وکمالات پر اجمالی گفتگو بھی کی جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔

آج عالمی پیمانے پر مذہب ومسلک اور قوم وملت کو جن شخصیات پر ناز ہے شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ امجدی مدظلہ العالی کا شمار انھیں شخصیات میں ہوتا ہے۔آپ کے علمی قد کا اس بات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عصرِ حاضر کے بیش تر علما،فقہا اور محدثین آپ کے شاگرد ہیں یا شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ ماضی قریب کے علما،فقہا اور محدثین آپ کے والد ماجد حضور صدر شریعہ کی درس گاہِ علم وعرفان کے فیض یافتہ تھے۔اس اعتبار سے دیکھا جائے تو برصغیر ہند وپاک کی کوئی ایسی درس گاہ نہ ہوگی جس کا شجرۂ علمی حضور محدثِ کبیر سے نہ ملتا ہو۔ذاتی طور پر بھی آپ کا علمی مقام ومرتبہ بلند ہے،آپ کی شخصیت لائق استناد اور آپ کے شرعی فیصلوں پر جماعتی فیصلوں کا انحصار ہوتا ہے۔ جماعت علما میں آپ فیصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔آپ کی زبان شریعت کی زبان سمجھی جاتی ہے۔آپ کو تعمیر سے محبت اور تخریب سے شدید نفرت ہے۔جس کی رگوں میں یزیدی خون اور جو مروانی ذہن وفکر کا حامل ہوگا وہی آپ کو جماعت اہلِ سنّت کا فتنۂ کبیر کہے گا۔ جہاں آپ کے عقیدت مندوں سے دنیا اٹی پڑی ہے، وہیں آپ کے حاسدین کا بھی ایک حلقہ ہے جن کی اصلیت کا کوئی اتا پتہ نہیں ہے۔

۲ رشوال ۱۳۵۴ھ/ ۲۷/۱۲/اکتوبر ۱۹۳۵ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ بعدۂ جامعہ عربیہ ناگپور اور دار العلوم اشرفیہ مبارک پور سے تعلیم کی تکمیل ہوئی۔ ۱۳۷۷ھ میں مبارک پور سے سندِ فضیلت ودستارِ فضیلت حاصل کی۔فراغت کے بعد مزید دو سال تک صدرا،شمس بازغہ،تلویح، مسلم الثبوت، قاضی مبارک،شرح مواقف اور امور عامہ مع حواشی زاہدیہ کا خصوصی طور پر حضور حافظِ ملت سے درس لیا۔آپ کے مشاہر اساتذہ میں حضور حافظِ ملت، حافظ عبدالرؤف بلیاوی، مولانا سلیمان بھاگل پوری،مولانا غلام آسی پیا،مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی اور مولانا غلام جیلانی وغیرہ کے اسما شامل ہیں۔

مدرسہ شمس العلوم گھوسی سے ۱۹۵۹ء میں درس وتدریس کا آغاز کیا۔ مدرسہ صدیقیہ ہگلی، مدرسہ فیض العلوم جمشید پور میں بھی کچھ دنوں تک درس و تدریس کے فرائض انجام دیئے۔حضرت حافظ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ کے انتقال کے بعد ۱۹۷۲ء میں حضور حافظ ملت نے اپنے خصوصی اختیار سے جامعہ اشرفیہ میں درس وتدریس کے لیے طلب فرمایا اور ہمیشہ اپنے ساتھ ہی رکھا اور اپنے خصوصی فیضان سے نوازتے رہے۔ ۱۳۶۸ھ میں حضور مفتی اعظم ہند کے دست حق پرست بذریعہ مراسلت بیعت ہوئے۔حضور مفتی اعظم ہند، حضور مجاہد ملت، حضور مفتی اعظم کان پور اور حضور حافظ ملت

وغیرہ سے سندِ خلافت واجازت حاصل ہے۔

حضرت محدثِ کبیر مذہب ومسلک اور ملک وملت کے حوالے سے ہمیشہ وفادار رہے۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے جانثاروں کے سالارِ اعظم اور پیش رو کی حیثیت سے پوری دنیا میں متعارف ہیں۔ فقیہ اسلام جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی کے معتمد خاص ہیں۔ آپ کی ذات اور بھی بے شمار خوبیوں کی حامل ہے۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت کی محبت آپ کو ورثے میں ملی ہے۔ آپ کی ذات میں اور بھی بے شمار خوبیاں ہیں عمر کی قریب قریب ۵۸ بہاریں دیکھ چکے پھر بھی جسم میں وہی توانائی ہے۔ آواز میں وہی رعب ہے۔ اور جذبات واحساسات میں وہی لطافت ہے۔ اللہ ان کا سایہ دراز سے دراز تر فرمائے آمین۔

حضرت علامہ عاشق الرحمٰن صاحب قبلہ:

علامہ عاشق الرحمٰن صاحب قبلہ ایک ایسی شخصیت کا نام ہے جن کی ذات فکر وتدبر شعور وادراک تعقل وتخیل منطق وفلسفہ علم وحکمت اور بے پناہ صلاحیت واستعداد سے عبارت ہے آپ کا ادبی، فکری اور شعری ذوق بہت بلند ہے اور آپ کی عالمانہ نگاہ کا یہ عالم ہے کہ وہ دور رسا بھی ہے اور نکتہ سنج بھی باتوں باتوں میں بہت کچھ کہہ دینا آپ کا کمال ہے کئی زبانوں کو نہ صرف جانتے ہیں بلکہ ہر ایک زبان کی ادبی حیثیت اور اس کے مذاقِ سخن سے بھی آشنا ہیں بڑھاپے کی اس منزل میں بھی نوجوانوں جیسا علمی وادبی جذبہ رکھتے ہیں ......حضور مجاہد ملت کی آغوش کے پروردہ ہیں حضور مجاہد ملت کو آپ سے اس قدر پیار تھا اور ایسی محبت تھی کہ بعد وصال بھی رہنمائی کو تشریف لاتے ہیں ان کے دل میں جماعت کا درد پایا جاتا ہے انہوں نے اس بات کی پوری پوری کوشش کی کہ جماعتی انتشار کا سدباب ہو مگر افسوس کہ ان کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی ان کی علمی، ادبی اور فکری صلاحیتوں کے سبب ہی میں نے انھیں حضور تاج الشریعہ کے معاصرین میں شامل کیا ہے آپ کی شخصیت میں بے پناہ جامعیت، وسعت اور گہرائی ہے۔ آپ کی ذات حوالے کی حیثیت رکھتی ہے اور حضور تاج الشریعہ کی معیت و رفاقت کے نور سے منور ہے۔ خود حضور تاج الشریعہ کو آپ پر بھرپور اعتماد ہے اس لئے آپ کی ذات حضور تاج الشریعہ کے معاصرین میں شامل ہونے کی ہر اعتبار سے اہل ہے۔

حضرت مولانا مفتی سید محمد حسینی اشرفی مصباحی، ناگپور:

حضرت سید حسینی میاں صاحب ایک عظیم خانوادے کے چشم وچراغ ہیں۔ آپ کی ذات خوبی وکمالات کی انجمن ہے۔ علم وفضل، زہد وتقویٰ، خوف وخشیت، احقاق حق وابطال باطل، نسبی وخاندانی شرافت ونجابت کی بہاریں ہمہ وقت آپ کے دامن حیات میں مسکراتی نظر آتی ہیں۔ مذہب ومسلک کے خلاف جب بھی کوئی طوفان اٹھا ہے تو آپ میر کارواں کی شکل میں نظر آئے ہیں۔ آپ نے مخالف کے ہر سوال کا اسی کے انداز میں جواب دیا ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف جو سب سے پہلی آواز اٹھی آپ نے اس آواز کا گلا گھونٹ دیا۔ اس کے شواہد تاریخ نے اپنے سینوں میں محفوظ کر لیا ہے۔ آپ نے ہواؤں کا رخ دیکھ کر کبھی سمت سفر متعین نہیں کیا بلکہ آپ میں ہواؤں کا رخ بدلنے کی بھرپور صلاحیت ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی محبت وراثت میں ملی

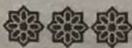
ہے اور یہی محبت آپ کا شناخت نامہ ہے۔ عصر حاضر کا المیہ یہ ہے کہ فتنے روز اٹھتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے جوان ہوجاتے ہیں لیکن ہر فتنہ آپ کے وجود سے خوف زدہ رہتا ہے۔ آپ کا جب قلم اٹھتا ہے تو فتنوں کی نسیں کٹ جاتی ہیں۔ آپ کی کتاب حیات میں فتنوں کی ایک طویل فہرست ہے جن کی آپ نے جڑیں کاٹ ڈالی ہیں۔ آپ کا یہ اعلان عام ہے کہ جو بریلی کا نہیں وہ ہمارا نہیں۔ حضور تاج الشریعہ سے بھی آپ کی محبت تقلیدی ہے۔ آپ کے سوانحی خاکے کے حصول کی ہم نے بہت کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ملی۔ آپ کی دینی، ملی، علمی اور مسلکی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے اس کو سمیٹنا اور یکجا کرنا ہر دردمند کی اخلاقی و ملی ذمہ داری ہے۔ بہر حال یہ کام ہوگا۔ راقم اس کام کے لئے سنجیدہ ہے۔

حضرت کی شخصیت خصوصیات و امتیازات کی جامع ہے۔ بعض لوگوں کو حضرت کی خصوصیات حلق سے نیچے نہیں اترتیں لیکن وہ دن قریب ہے کہ وہی لوگ حضرت کی عظمتوں کا خطبہ پڑھتے نظر آئیں گے۔ شاعر نے کہا ہے اور سو فیصد سچ کہا ہے کہ ؂

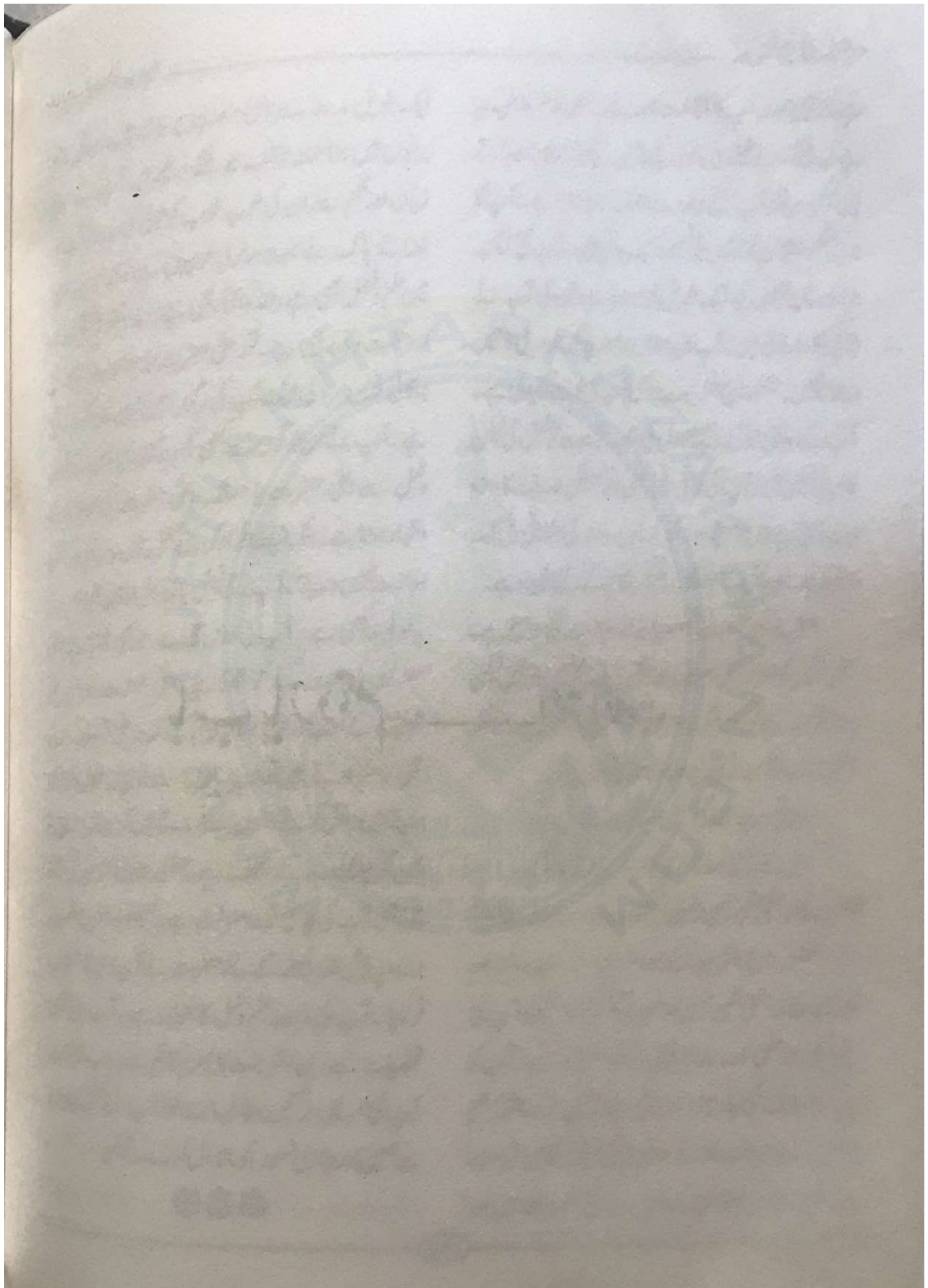
ہوتی ہے زندگی میں کہاں آدمی کی قدر
مرنے کے بعد نام کا جلسہ کریں گے لوگ

حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ روناہی:

حضور تاج الشریعہ کے معاصرین میں ایک اہم نام حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب رضوی کا ہے۔ آپ کی دینی، ملی اور علمی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ آپ کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ آپ کے چشمۂ علم وعرفان سے سیراب ہونے والوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ آپ جامعہ اسلامیہ روناہی، کے شیخ الحدیث ہیں اور ایک طویل مدت سے اس منصب پر فائز ہیں۔ حالیہ چند برسوں میں جماعت مخالف جو فتنے اٹھے ہیں آپ نے اپنی زبان اور قلم سے ان کی خوب خوب گوشمالی کی ہے۔ آپ کو خدائے پاک نے بہت ساری خوبیوں سے نوازا ہے۔ ان میں علم و فضل بھی ہے، فقہ و افتاء بھی ہے، زہد و تقویٰ بھی ہے اور حکمت و تدبر بھی ہے۔ فکر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی محبت آپ کی رگوں میں خون بن کر دوڑتی ہے۔ آپ نے ان لوگوں سے کبھی سمجھوتہ نہیں کیا جس کے قول وفعل سے اعلیٰ حضرت یا مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالفت کا اظہار ہوتا ہے۔ بلکہ ایسے افراد کو اپنی محفل میں باریابی کی بھی اجازت نہیں دیتے۔ آپ کے فیض یافتہ افراد میں بھی ہم نے یہ خوبی دیکھی ہے۔ آپ کی درس گاہ سے جو بھی نکلتا ہے اعلیٰ حضرت کی محبت لے کر نکلتا ہے۔ اعلیٰ حضرت اور بریلی شریف کے ادب و احترام کا یہ عالم ہے کہ بریلی شریف جب بھی حاضر ہوتے ہیں تو اپنے پاؤں سے جوتیاں نکال کر رکھ دیتے ہیں سوال کرنے والوں سے فرماتے ہیں کہ یہاں جوتیاں پہن کر چلنا ادب کے خلاف ہے۔ حضور تاج الشریعہ کی نگاہ میں بھی آپ کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ ''الفردہ شرح قصیدہ بردہ، پہ پیش لفظ لکھنے کے لئے حضرت نے آپ ہی کا انتخاب فرمایا۔ آپ کی ذات علم و عمل کا حوالہ ہے۔ آپ ہی جیسی شخصیات سے دین و شریعت کا بھرم قائم ہے۔ رب کائنات آپ کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور آپ کے علمی فیضان سے ہمیں اور ہماری نسلوں کو مالا مال کرے۔ آمین



باب یازدہم ــــــ اعترافات



مولانا شہاب الدین رضوی

حضور تاج الشریعہ کے عالمی اثرات

جانشین حضور مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری کی شخصیت اوران کی علمی، دینی اور فقہی خدمات کا ایک عالم گواہ ہے۔ خاندان اعلیٰ حضرت کے چشم وچراغ ہونے کی حیثیت سے آپ نے پوری دنیا میں دعوت وتبلیغ تصنیف وتالیف، ترجمہ وترتیب، افتانویسی اور رشد وہدایت کے ذریعہ جو اہم فریضہ انجام دیا ہے وہ قابل تحسین ہے۔

روہیل کھنڈ کے سابق دار السلطنت اور علم وعرفان کا مرکز بریلی شریف میں ۲۵/ ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳/ نومبر ۱۹۴۳ء بروز منگل پیدا ہونے والی بین الاقوامی شخصیت تاج الشریعہ نے افریقہ، مورشش، ہالینڈ، انگلینڈ، امریکہ، بنگلہ دیش، پاکستان، سری لنکا، ترکی، سعودی عرب، مصر، شام، لبنان، عراق اور متحدہ عرب امارات وغیرہ درجنوں ممالک میں جاجا کر اہل سنت وجماعت کی ترویج واشاعت کی اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے، والی ریاست روہیل کھنڈ نواب حافظ خاں بریلی اور ریاست کے سابق وزیر اعظم خان بہادر خان بریلی کے خاتمۂ اقتدار کے بعد مجاہد جنگ آزادی مولانا رضا علی خاں نقشبندی بریلی نے باضابطہ طور پر ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۱ء کو دار الافتاء کی بنیاد رکھی جب سے اب تک یہ خدمات دینیہ جاری ہیں اور حضرت تاج الشریعہ اپنے اجداد کرام کے نقوش قدم پر چل کر ۱۹۶۶ء سے ہنوز فتاویٰ نویسی اور امت مسلمہ کی شرعی وعائلی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں آپ موجودہ وقت میں مرجع علماء ومرجع خلائق بھی ہیں۔

حضور تاج الشریعہ تحفظ مسلک ومذہب، صیانت دین متین، پاسداری اہل سنت وجماعت ورد بد مذہباں اور تعاقبات گمراہاں میں اپنے اسلاف کی روش پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے پوری امت مسلمہ کے ایمان وعقیدے کے تحفظ کا سامان بھی فراہم کر رہے ہیں۔ آپ کا سب سے پہلا تحریر کردہ فتویٰ راقم السطور کے پاس محفوظ ہے جس کی اصلاح وتصدیق حضور مفتی اعظم اور بحر العلوم سید افضل حسین مونگیری علیہما الرحمہ نے فرمائی تھیں، یہ فتاویٰ کاپی سائز کے ایک ورق پر دونوں طرف ہے، مختصر سا استفتا ہے جس پر حضرت تاج الشریعہ نے فتویٰ تحریر کر کے حضور مفتی اعظم کی خدمت میں بغرض اصلاح پیش کیا۔

حضور مفتی اعظم نے چند جملوں کی اصلاح فرما کر اضافہ فرمایا اور دستخط ومہر ثبت کئے اور حضرت تاج الشریعہ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ تاریخی جملہ بھی ارشاد فرمایا اختر

میاں! اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں ہے یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے کبھی سکون سے بیٹھنے نہیں دیتے اب تم اس کام کو انجام دو۔ میں دارالافتا تمہارے سپرد کرتا ہوں، موجودہ حاضرین میں مریدوں کی طرف چہرہ اٹھا کر ارشاد فرمایا، آپ لوگ اب اختر میاں سلمہ سے رجوع کریں انہیں کو میرا قائم مقام جانیں اور جانشین سمجھیں۔ یہ ارشادات واحکامات حضور تاج الشریعہ کی سیرت وسوانح میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے لائق ہے۔ انہیں توجہات نے دنیا میں ایک انقلاب برپا کردیا ہے، اک تبسم اس قدر جلووں کی طغیانی کے ساتھ تقریباً ایک سال پہلے کی بات ہے کہ بین الاقوامی پیمانے پر یہ خبر نشر ہوئی کہ رائل اسلامک اسٹڈیز سینٹر عمان کی تیار کردہ دنیا کی پانچ سو باوقار عظیم ترین مسلم شخصیات کی لیسٹ جاری ہوئی ہے جس میں حضور تاج الشریعہ کو دنیا کی پچیسویں اور ہندوستان کی پہلی مذہبی وموثر ترین شخصیت تسلیم کیا گیا ہے یہ خبر اسلامیان ہند بالخصوص وابستگان سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے لئے بہت فرحت بخش ہے۔

آج کے اطلاعاتی ومواصلاتی دور میں اس روح افزا خبر نے آناً فاناً سرحدی دیواروں کی قید وبند کو چیرتے ہوئے پورے عالم اسلام میں خوشی کی لہر دوڑادی، ہر چہار جانب سے حضرت کی درازیٔ عمر، صحت وسلامتی، دینی وفقہی خدمات اور سلسلہ عالیہ کے فروغ کے لئے دعاؤں کی مجلسیں منعقد ہوئیں، بارگاہ الٰہی میں لاکھوں ہاتھوں نے حضرت کے لئے دعائیں کیں۔

رائل اسلامک اسٹڈیز سینٹر کے چیف ڈائریکٹر ڈاکٹر جوزف اور ایڈیٹر ڈاکٹر عارف علی نے اپنے اداریئے میں تحریر کیا کہ تاج الشریعہ علامہ محمد اختر رضا خاں ازہری ہندوستان کے مفتی اعظم اور سنی بریلوی رہنما وقائد ہیں دنیا میں بیس کروڑ بریلوی مسلمان آپ کے مرید ہیں جن کا بنیادی عقیدہ سنی حنفی صوفی ہے مزید آگے لکھتے ہیں کہ آپ نے ایسے ماحول میں روحانی ومذہبی خدمات انجام دے رہے ہیں جہاں دہشت اور افراتفری کا ماحول پایا جاتا ہے۔ پورا خطہ دہشت گردانہ تحریکات سے متاثر ہے ان علاقوں اور پرخار ماحول میں صوفی ازم کی تبلیغ اور نشرواشاعت کرنا خاصہ مشکل مرحلہ ہے جہاں ایک طرف فتنہ وفساد کی لہر چل رہی ہو تو دوسری طرف آپ امن عالم کے لئے شمع راہدایت بنے ہوئے ہیں۔

حضرت تاج الشریعہ نے دارالعلوم منظر اسلام سے تعلیم حاصل کرکے ۱۹۶۳ء میں جامعہ ازہر قاہرہ تشریف لے گئے اور تین سال رہ کر علم تفسیر وحدیث میں مہارت تامہ حاصل کی، تقریباً ۴۳ رسالہ طویل عرصے کے بعد ۲۰۰۹ء میں ۵/۶/۷ رمئی کو جامعہ ازہر تشریف لے گئے اس وقت سے اب تک آپ کی شخصیت میں بہت سارے نشیب وفراز آئے، کل ایک طالب علم کی حیثیت سے تشریف لے گئے تھے تو آج عظیم محدث اور مفتی کی حیثیت سے مدعو کئے گئے، مشہور عرب عالم شیخ خالد ثابت قاہرہ کی انتھک جدوجہد اور ہندوپاک کے طلبہ کے پیہم اصرار پر حضرت نے مصر کا دورہ فرمایا، حضرت کی آمد کی اعزاز میں جامعہ ازہر کے اساتذہ اور طلبہ نے ایک کانفرنس کا اہتمام کیا، کانفرنس سے خطاب کرنے والوں میں ڈاکٹر شیخ طٰہٰ صدر شعبہ عقیدہ وفلسفہ، ڈاکٹر شیخ سعید جاویش صدر شعبہ حدیث، ڈاکٹر علامہ حازم

محفوظ صدر شعبہ اردو، ڈاکٹر علامہ عبدالقادر نصار صدر جامعہ عین شمس اور ایڈیٹر ہفت روزہ اخبار "صوت الازہر" وغیرہ تھے اخیر میں حضور تاج الشریعہ نے اس کانفرنس سے خطاب فرمایا۔ آپ کی طرز تکلم اور عربی دانی پر سارے علماء انگشت بدنداں تھے اور سبھوں نے اپنے تاثرات میں یہ کہا کہ شیخ ہندی کی زبان میں جو عربی ادب کی لطافتیں ہیں کہیں سے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ ہندی نژاد عالم ہیں، حضرت نے اپنے خطاب میں فرمایا جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ:

"ازہر شریف کعبۃ العلم ہے اور علم نبوی کو پوری دنیا میں پھیلانے میں کوشاں ہے ایک زمانے سے یہ جامعہ اس خدمات کو انجام دے رہا ہے زمانے کے نشیب وفراز نے بہت ساری تبدیلیاں لائیں، لیکن ازہر شریف آج بھی اسلاف کی ڈگر پر قائم ہے اور اسلام کی سچی تعلیمات کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچا رہا ہے۔"

مزید ارشاد فرمایا کہ:

"ہمارے جد امجد شیخ الاسلام والمسلمین امام الہمام امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کچھ مفسد عناصر نے اپنے عقائد فاسدہ پر پردہ ڈالنے کے لئے غلط عقیدے کو ان کی طرف منسوب کر رکھا ہے جس سے ہمارے جد امجد اور ان کی نسلیں بری ہیں ہمارے وہی عقائد ہیں جو عہد صحابہ سے آج تک سینہ بہ سینہ چلے آرہے ہیں ہم مذہباً حنفی مسلکاً سنی مشرباً قادری اور وطناً بریلوی ہیں، آج وہابیوں اور دیوبندیوں نے یہ مشہور کر دیا ہے کہ امام احمد رضا فرقہ بریلویہ کے بانی ہیں میں کہتا ہوں بریلویہ کوئی فرقہ نہیں ہے نہ امام احمد رضا اس کے بانی ہیں یہ ایک جھوٹ اور غلط الزام وبہتان ہے ہم اس سے کلیتاً بری ہیں، ہاں جس طرح عرب دنیا میں اہل سنت وجماعت اپنے آپ کو صوفی سے متعارف کراتے ہیں اسی طرح ہندوستان میں اہل سنت وجماعت کو بریلوی کہا جاتا ہے۔"

اس عظیم کانفرنس میں بہت سارے طلبہ اور عوام شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور کئی علما واساتذہ سند اجازت وخلافت اور سند حدیث سے نوازے گئے، اسی سفر میں جامعہ ازہر کی مجلس انتظامیہ کی طرف سے وائس چانسلر ڈاکٹر شیخ احمد طیب نے حضرت کو "فخر ازہر ایوارڈ" سے سرفراز کیا، جامعہ کی تاریخ میں یہ ایوارڈ ان فارغ شدہ علماء وفضلا کو پیش کیا جاتا ہے جنھوں نے ملکی اور غیر ملکی سطح پر علم حدیث وفقہ کی اہم خدمات انجام دی ہوں، پورے ہندوستان میں تنہا آپ کی ذات ہے جسے جامعہ ازہر کی طرف سے یہ اعزاز ملا۔ اس سفر میں بہت ساری علمی مجلسیں بھی ہوئیں، علمائے مصر سے اہم مسائل پر تبادلہ خیال بھی ہوا، عالمی سطح پر اسلام اور امن عالم کے حوالے سے مذاکرات بھی ہوئے، اس کے علاوہ ان علمائے کرام نے مخصوص طور پر اپنے دولت کدے پر بلا کر دعوت بھی فرمائی اور اجازت وخلافت کے بھی طالب ہوئے الغرض مصر کا یہ سفر نہایت علمی وتاریخی ثابت ہوا۔

حضور تاج الشریعہ کے مصر کے علاوہ علمائے حرمین شریفین اور دوسرے ممالک کے علما سے بھی گہرے مراسم وروابط ہیں، عرب کے مشہور محدث حضرت علامہ سید محمد بن علوی بن عباس مالکی علیہ الرحمہ حجاز مقدس کے ایک اہم خاندان کے چشم وچراغ تھے، آپ کا آبائی وطن مکہ مکرمہ تھا مگر مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی سعودی عرب کی عوام آپ سے بے پناہ عشق کرتی تھی خطہ حجاز میں آپ مقبول ترین شخصیت کے مالک تھے۔حرمین شریفین میں شیخ الحدیث اور قاضی القضاۃ کے منصب پر فائض تھے، سو سے زائد کتابیں آپ کے قلمی عظمتوں کے شاہکار ہیں۔

آپ کے خاندان کو علمی ودینی اعتبار سے ممتاز مقام حاصل ہے، آپ حضرت کی دعوت پر ۲۰۰۴ء میں تشریف لائے اور جب دونوں شخصیتیں بغل گیر ہوئیں تو عجیب سماں بندھ گیا ایک روحانی کیفیت طاری ہوگئی، راقم الحروف خود عینی شاہد ہے کہ علامہ مالکی نے حضرت کی پیشانی کا بوسہ لیا چند کلمات خیر وتحسین ارشاد فرمائے اور آستانہ عالیہ رضویہ میں ایک ساتھ حاضر ہوئے چوکھٹ پر پہنچ کر رک گئے، آنسوؤں کی جھڑی برسنے لگی، اندر داخل ہوئے تو عقیدت واحترام کا یہ عالم تھا کہ قدموں کی آہستہ خرامی، نظریں جھکی جھکی، سر خمیدہ، باادب بارگاہ رضا میں کھڑے تھے۔شہر بریلی کی عوام یہ منظر دیکھ کر حیران تھی کہ مدینہ پاک کا اتنا بڑا جید عالم ایک عاشق رسول کی بارگاہ میں کس طرح حاضر ہو کر خیرات کی بھیک مانگ رہا ہے۔اس کے بعد علامہ علوی ''جامعۃ الرضا'' تشریف لے گئے جہاں آپ کو استقبالیہ دیا گیا آپ نے اس درمیان علما اور طلبا ومعززین شہر سے پر مغز خطاب فرمایا، دوسرے دن مکہ شریف کے لئے روانہ ہوگئے، آپ کے والد ماجد علامہ سید شریف علوی وقت کے جلیل القدر عالم وفاضل اور محدث تھے۔

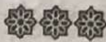
حضور تاج الشریعہ کے عرب ممالک میں تبلیغی سفر سے رابطہ عامہ کی راہ ہموار ہوئی اور اب ہر سال عرس رضوی کے موقع سے عرب علما اور مشائخ میں سے کوئی نہ کوئی اہم شخصیت ضرور محفل عرس کو زینت بخشتی ہے۔۱۴۳۰ھ/۲۰۰۸ء کے عرس میں فلسطین کے مفتی اعظم شیخ سید جمیل بن عارف حسنی شافعی نے شرکت کی اور ''جامعۃ الرضا'' کے اسٹیج سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''آج کے پرفتن ماحول میں ماتریدی واشعری عقائد سے منحرف کرنے کا ماحول گرم ہے ہر طرف اہل سنت وجماعت پر حملے ہو رہے ہیں متبعین اہل سنت کے ایمان کے درپے ہیں ہمیں ضرورت ہے کہ ایسے وقت میں اپنے ائمہ کرام کی روش پر ثابت قدم رہیں، ہندوستان کے بارے میں سنتے ہیں کہ اہل سنت کے لوگ سختی سے اپنے عقائد پر قائم ہیں اس کے پیچھے علمائے اہل سنت بالخصوص شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی محنت شاقہ شامل ہے میرے دل میں شوق پیدا ہوا کہ بریلی جا کر ان کی بارگاہ میں حاضری دوں، آج مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ اعلیٰ حضرت کے پوتے فخر اسلام علامہ اختر رضا ازہری ان کے مشن کو آگے بڑھانے میں بے پناہ کوششیں کر رہے ہیں انہیں کی توجہ خاص سے ہم جیسے خادمان دین نے اعلیٰ حضرت جیسے عاشق رسول کو جانا و پہچانا ہے۔

علامہ شیخ عمر سلیم حنفی حضرت امام اعظم بوحنیفہ نعمان ثابت رضہ اللہ تعالیٰ عنہ کے عظیم خاندان کی تیسویں نسل سے ہیں اس وقت پورے عراق کے مشہور عالم وفاضل اور خطیب ہیں جامع مسجد امام اعظم بغداد کے متولی نہایت وجیہہ اور صلاحیتوں کے مالک ہیں، آج کل عراق کے حالات بہتر نہ ہونے کی وجہ سے ترک وطن فرما کر ملک شام میں دین متین کی خدمت انجام دے رہے ہیں، آپ حضور تاج الشریعہ کی علمی وجاہت سن کر ۱۴۲۸ھ / ۲۰۰۷ء میں بریلی شریف تشریف لائے اور تقریباً چھ ماہ حضور تاج الشریعہ کے دولت کدے پر قیام پذیر ہوکر علمی ودینی مشاغل میں مصروف رہے سلوک وتصوف میں اکتساب فیض کیا اور اجازت وخلافت سے نوازے گئے، آپ حضرت سے بے پناہ عقیدت ومحبت رکھتے ہیں اور ہمیشہ عاشق رسول کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

۱۴۳۶ھ / ۲۰۱۴ھ کے عرس رضوی میں مکہ مکرمہ سے علامہ شیخ سید ہاشم المہدی حضرت کی دعوت پر تشریف لائے اور اجلاس عام میں کہا کہ "امام احمد رضا قادری ایک سچے عاشق رسول کا نام ہے، یہی مسلک صحیح ہے، اور ان کے جانشیں تاج الشریعہ کا دامن تھامے رہئے، اسی میں فلاح ونجات ہے اور یہ طریقہ قادریہ دراصل طریقہ نبویہ ہے"۔

حضور تاج الشریعہ کی عربی زبان میں "مراۃ النجدیہ"، "الحق المبین" اور قصیدہ بردہ شریف کی شرح الفردہ کے علاوہ دو درجن تصانیف وتراجم ہیں، جو عرب دنیا میں شائع ہوکر خوب مقبول خاص وعام ہیں، آپ کی تصانیف پر مولانا شیخ احمد محمد شاکر مصری، علامہ عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن مانع حمیری دوبئی، علامہ سید عبداللہ بن محمد بن حسن بن فدعق ہاشمی مکی، علامہ ابو محمد شیخ موسیٰ عبدہ یوسف اسحاق صومالیہ، علامہ شیخ واثق فواد عبیدی بغداد شریف، علامہ شیخ جمال عبدالکریم الدبان مفتی عراق، علامہ شیخ عبدالجلیل العطا البکری سادات دمشق، علامہ شیخ ہاشم سید محمد علی حسین المہدی مکہ مکرمہ اور علامہ شیخ سید یوسف بن محمد بن ادریس حسنی حسینی البیروتی لبنان جیسے علماء ومشائخ کے تقریظات وتاثرات شامل ہیں۔

اس طرح حضور تاج الشریعہ کے بین الاقوامی رابطے امام احمد رضا کے اس حسین ماضی کی یاد تازہ کرتے ہیں جو امام عشق ومحبت کے زمانے میں علمائے عرب سے تھے، اسے اعلیٰ حضرت کا روحانی فیضان ہی کہئے کہ ایک محتاط اندازہ کے مطابق پچاس سے زائد عرب دنیا میں آپ کے خلفا موجود ہیں جو مذہب مہذب کی خدمتیں انجام دے رہے ہیں۔



مولانا محمد امام الدین قادری، ازہری

حضور تاج الشریعہ کا دورہ مصر

سرزمین مصر عرصۂ دراز سے صوفیوں کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے اور پوری دنیا میں تصوف اور اہل تصوف سے پہچانی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں پائے جانے والے تمام فرق کی نگاہیں اس پہ لگی ہوئی ہے بالخصوص عالم اسلام کی سب سے قدیم دینی درسگاہ جامعۃ الازہر الشریف پر، کیونکہ یہیں سے اہل تصوف کی صدائیں پورے عالم میں بازگذشت کرتی ہیں۔

الحمدللہ! آج بھی یہ سلسلہ بہت سارے مراحل کو عبور کرتے ہوئے اپنی منہج قدیم پر قائم ہے اور تصوف کے فروغ میں مثالی کردار ادا کررہا ہے۔ چنانچہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ باب عقائد میں اہل تصوف کے جو افکار و نظریات یہاں ہیں، وہی افکار و نظریات چودھویں صدی کے مجدد اہل سنت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے بھی ہیں، اس لیے جب ہندی مسلمانوں کا نام عالم عرب میں لیا جاتا ہے تو بریلویوں کا نام اہل تصوف کے حوالے سے سرفہرست رہتا ہے۔

لیکن افسوس ہمارے شاطر دشمنوں نے عالم عرب میں بریلویوں کے ساتھ صوفیت کو تو جوڑ کر رکھا لیکن ہمارے اصل عقائد اور افکار و نظریات کو قدیم صوفیائے کرام کے منہج سے الگ بتا کر اپنا مزعومہ غلط عقائد، افکار و نظریات کو ہم سے منسوب کردیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ تو صوفی ضرور ہیں، لیکن ان کے افکار و نظریات وہ نہیں جو عرصۂ دراز سے صوفیائے کرام کے ہیں، بلکہ ان کی اپنی کچھ اختراعات ہیں مثلاً (۱) یہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بشریت کی نفی کرتے ہیں۔

(۲) آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے علم غیب کو اللہ عزوجل کے برابر تسلیم کرتے ہیں اس طرح باب عقائد میں ان کے بہت سارے اختراعات ہیں، جس کے بنیاد پر یہ مشرک گمراہ اور گمراہ گر ہیں۔

اس طرح کے سارے من گھڑت بے بنیاد افکار و نظریات کا علمی جواب ہمارے علمائے اہل سنت بہت پہلے ہی دے چکے ہیں، لیکن صد حیف جن عقائد کو بریلوی عقائد کہہ کر مشرک و گمراہ قرار دیا گیا ہے وہ قرآن وحدیث اور متقدمین علمائے اہل سنت سے ثابت اور منقول ہے۔ کوئی ایک ایسا عقیدہ بھی پیش نہیں کیا جاسکا جو بریلویوں کی ایجاد ہو اور متقدمین ائمہ اہل سنت سے ثابت نہ ہو جیسا کہ خود بزبان عربی بریلویوں کے خلاف لکھنے والا احسان الٰہی ظہیر اپنی

کتاب ''البریلویۃ تاریخ وعقائد'' میں لکھتا ہے کہ:

''یہ جماعت اپنی پیدائش اور نام کے لحاظ سے نئی ہے، لیکن افکار اور عقائد کے اعتبار سے قدیم ہے۔'' (ص،۷) چند صفحہ کے بعد رقم طراز ہے:

''ابتدأ میرا گمان تھا کہ یہ فرقہ پاک وہند سے باہر نہیں ہوگا، مگر یہ گمان زیادہ دیر قائم نہیں رہا میں نے یہی عقائد مشرق کے آخر حصہ سے مغرب کے آخر حصے تک اور افریقہ سے ایشیا تک اسلامی ممالک میں دیکھئے۔'' (ص،۱۰)

یہ کتاب تو تضاد بیانیوں سے بھری پڑی ہے۔ عقل کے مارے نجدی وہابی اس کو عالمی پیمانے پر پھیلا رہے ہیں اور اب بھی مختلف دیار میں پھیلانے کی سعی لاحاصل کر رہے ہیں لیکن حق سر چڑھ کر ہی بولتا ہے اگر چہ وقتی طور پر کافی دشواریوں کا سامنہ ہوتا ہے لیکن جب حقائق کا انکشاف ہوتا ہے تو باطل کو خود ہی خائب وخاسر ہونا پڑتا ہے۔

کچھ اس طرح کی فضا مصر میں بھی وہابیوں، دیوبندیوں اور ندویوں نے پیدا کی چونکہ یہ زمین تصوف اور اہل تصوف کے نام سے جانی جاتی ہے، اس لیے انہوں نے صوفیائے کرام کا لبادہ اوڑھ کر بریلویوں کے خلاف زہر افشانیاں کی اور اب بھی کرتے رہتے ہیں۔ اب ان سارے الزامات و اتہامات کا سد باب کرنے کے لیے ازہر شریف میں زیر تعلیم ہندو پاک کے طلبا نے ایک آواز ہوکر کہا کہ:

''وارث علوم رضا جانشین حضور مفتی اعظم ہند، قاضی القضاۃ فی الہند، حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان قادری ازہری کا دورہ مصر کا کرایا جائے تا کہ بریلویت کے صحیح عقائد ونظریات کو حضور تاج الشریعہ کی ہی زبان میں عالمی سطح پر بتایا جاسکے۔''

اسی مقصد کے پیش نظر مصر کے ایک جلیل القدر صوفی باصفا شیخ محمد خالد ثابت مدظلہ العالی سے حضرت کی فون پر بات کرائی گئی تو آپ حضور تاج الشریعہ کے ہم کلامی سے فرحت انبساط میں ڈوب گئے اور اخیر میں بہت ہی عاجزی و انکساری کے ساتھ عرض گذار ہوئے کہ:

''حضور اگر آپ اپنے قدم میمنت لزوم سے اہل مصر کو عام طور سے اور اس گدائے شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا کو خاص طور سے زیارت کا شرف بخشیں تو انتہائی ذرہ نوازی ہوگی۔''

تب حضور تاج الشریعہ نے ہامی بھر لی اور کہا کہ:

جلد ہی فقیر دورہ مصر پہ آرہا ہے۔''

اتنا سننا تھا کہ شیخ خوشیوں سے پھولے نہیں سما رہے تھے اور زبان پہ صرف اور صرف اھلاً وسھلاً مرحبا کی صدائیں تھیں۔

یہ خبر بجلی کی طرح طلبائے ہندو پاک کے مابین پھیلی تو ہر کوئی دست بدعا تھا کہ حضور تاج الشریعہ کا دورہ کسی طرح بھی ہوجائے۔ اب وہ وقت سعید بھی آ ہی گیا جس کا پل پل کا انتظار تھا۔ آخر کار ۳رمئی کی وہ دودھ میں نہاتی ہوئی وہ حسین و جمیل رات تھی جب طالبان علوم نبویہ کا ایک وفد قاہرہ انٹرنیشنل ائیر پورٹ پہ وارث علوم رضا جانشین حضور مفتی اعظم

ہند قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ کا والہانہ استقبال کرنے کے لئے منتظر تھا، اتنے میں وہ ساعت سعید بھی آ ہی گئی کہ اللہ کا زندہ ولی اپنے رفقاء کے ساتھ نازک قدموں سے خراماں خراماں چلا آرہا ہے، جو جہاں ہے وہیں سے اپنے ہوں یا بیگانے سب ٹک ٹکی لگائے اس حسین وجمیل فرشتہ صفت پیکر کو ایک نگاہ ہو کر دیکھ رہے ہیں اور دل ہی دل میں اپنی زبان سے یہ اظہار کر رہے ہیں کی کیا آج کے اس پرفتن اور فیشن بھرے ماحول میں ایسے بھی اللہ کے نیک وپارسا بندے ہیں، سب کی زبان پہ آپ کی مدح سرائی ہو رہی ہے کہ یہ کوئی اللہ کا زندہ ولی ہی ہو سکتا ہے۔ بعد مصافحہ ومعانقہ یہ وفد اپنے عظیم قائد آبروئے اہل سنت وجماعت کو ان کی قیام گاہ کی طرف لے کر روانہ ہوا تو یہاں بھی طلباء کا جم غفیر اپنے مہمان مکرم کے پرتپاک استقبال کے لئے کھڑا تھا۔ حضرت کے چند ساعت آرام کے بعد پروگرام کی تفصیل بتائی گئی۔

۹ر مئی کو گیارہ بجے دن میں حضور تاج الشریعہ اپنے رفقا کے ساتھ شیخ الازہر سید طنطاوی سے ملاقات کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو شیخ الازہر نے پرجوش انداز میں آپ کا والہانہ استقبال کیا اس کے بعد حضور تاج الشریعہ نے اپنے جد امجد امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کے افکار ونظریات پر تبادلہ خیال کیا اور چند کتابیں جو اپنے ہمراہ لے کے آئے تھے شیخ کو پیش کی اور ہر کتاب پہ تفصیل سے روشنی ڈالی کہ ان کتابوں کا پس منظر کیا ہے۔

جب آپ نے شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ تعالی عنہ کی کتاب "**تنقية الايمان من عقائد مبتدع الزمان**" کو پیش کیا تو شیخ الازہر نے طائرانہ نگاہ پوری کتاب پر ڈالی اور پکار اٹھے کہ یہ کتاب اہل سنت وجماعت کے عقیدے کی بھرپور تائید کرتی ہے اور باب عقائد میں منفرد ہے۔ اس کی عالمی سطح پر خوب نشر واشاعت ہونی چاہئے۔

اس کے بعد آپ نے اپنا تحقیقی رسالہ "**الصحابة نجوم الاهتداء**" پیش کیا اور کہا کہ ازہر شریف کے عالم جناب طٰہٰ عبدالرؤف نے حدیث شریف "**اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم**" کو شفا شریف کی تحقیق وتخریج میں موضوع لکھا ہے۔ تب شیخ الازہر نے فرمایا کہ:

"یہ حدیث ضعیف ہے اور ضعیف حدیث باب فضائل میں مقبول ہے، اور اس حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔ لہٰذا یہ حدیث موضوع نہیں ہیں، بلکہ اس عالم کی تحقیق وتخریج غلط ہے۔"

پھر حضور تاج الشریعہ نے اپنا رسالہ "**ان ابا ابراهیم تارح لا آزر**" کو پیش کیا اور کہا کہ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ہیں، تب شیخ الازہر نے فرمایا کہ نہیں آزر ان کے چچا تھے اور تارح ان کے والد ہیں۔

اب حضور تاج الشریعہ نے اپنا تیسرا رسالہ "**سد المشارع علی من یقول أن الدین یستغنی عن الشارع**" پیش کیا اور بتایا کہ میں سعودی عرب میں تھا تو کسی

دیوبندی نے جو دارالعلوم دیوبند سے تعلق رکھتا ہے کہا ہے کہ دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاج نہیں ہے اتنا سننا تھا کہ شیخ الازہر کے چہرے پر ناگواری ظاہر ہوئی اور کہا کہ وہ ملحد ہے جس نے ایسا کہا ہے تب آپ نے کہا ہم نے اس کے رد میں تفصیلی جواب لکھا ہے۔ شیخ الازہر فراخ دلی سے آپ کی نادر ونایاب تحقیقات پر داد دیتے رہے اور دعائیں کرتے رہے کہ اللہ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور آپ کا سایہ ہمارے اوپر تادیر قائم رکھے۔

۸ر مئی کے شام میں انٹرنیشنل کانفرنس کا انعقاد کیا گیا تھا جس میں ۱۰۵ ملکوں کے طلبا اور ازہر شریف کے اجلہ علمائے کرام جلوہ گر تھے، جو حضرت کے دیدار کے لئے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے۔ جب راقم الحروف حضرت کو لے کر پہونچا تو علما وطلبا کا ٹھاٹھے مارتا ہوا سمندر آپ کی طرف بے تابانہ بڑھا اور پوری فضا **اھلًا وسھلًا** مرحبا کی صدا سے گونج اٹھی۔

حسب ترتیب پروگرام کا افتتاح ہو چکا تھا مصر کی ایک قدیم یونیورسیٹی ”جامعہ عین شمس“ کے پروفیسر ڈاکٹر عبدالقادر نصار کا مختصر مگر پر مغز خطاب ہوا جس میں موصوف نے امام احمد رضا کے عقائد حقہ کو بیان فرمایا اور کہا کی ان کے تعلق سے کچھ کہنے سے قبل امام کی کتابوں کو مطالعہ کریں۔ تا کہ حقائق کا پتہ چلے۔

دوسرا خطاب ازہر شریف کے کلیہ اصول الدین شعبہ عقیدہ وفلسفہ کے ڈین ڈاکٹر طٰہٰ حبیشی دسوقی کا ہوا (موصوف نابینا ہیں اور ایک صوفی گھرانہ سے تعلق رکھتے ہیں اور بڑے ہی علم وفضل کے مالک ہیں، نابینا ہونے کے باوجود ہر ماہ دو ماہ پر آپ کی کوئی نہ کوئی نایاب وعلمی تحقیقی کتاب منظر عام پر آتی رہتی ہے آپ اپنے درس گاہی لیکچر میں بھی وہابیوں کا کھلم کھلا رد فرماتے ہیں) آپ نے سب سے پہلے حضور تاج الشریعہ کو ہدیہ تہنیت پیش کیا اور کہا کہ جامعہ ازہر آپ کا خیر مقدم کرتا ہے اور تہ دل سے آپ کا استقبال کرتا ہے، پھر آپ نے ہندوستان میں اسلامی تاریخ پر بہت ہی جامع روشنی ڈالی کہ کس طرح انگریزوں نے وہابیت کے توسط سے افتراق بین المسلمین کا کھیل کھیلا، اور قادیانیت نے کس کے رحم وکرم پر اپنے پر پھیلانہ شروع کیا اور دیوبندیوں کا ان سارے حالات میں کیا رول رہا ہے؟ اب ایسے پرفتن ماحول میں شیخ الاسلام والمسلمین محب رسول امام احمد رضا خان قادری بریلوی کا کیا کردار رہا ہے؟ اور آپ نے دفاع اسلام کی عظیم ذمہ داریوں کو کس طرح انجام دیا ہے؟

چنانچہ جب قادیانیوں نے اپنے پر پھیلانا شروع کئے تو سب سے پہلے اگر کسی نے تردید کی تو وہ امام احمد رضا بریلوی کی شخصیت تھی اور آپ نے ان کی تردید میں سب سے پہلے پانچ کتابیں تصنیف فرمائی اور جب وہابیت ودیوبندیت نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر سوالات اٹھائے تو امام احمد رضا بریلوی نے ”الدولۃ المکیہ“ جیسی مدلل کتاب پیش کیا گویا باطل نے جس زاویہ سے اعتراض کیا امام نے اسی زاویہ سے جواب دیا، جب امکان کذب باری پر دیوبندیوں نے لکھا تو امام نے ”سبحان السبوح“ تصنیف فرما کر دندان شکن جواب دیا۔

بیشک آپ نے اپنے زمانہ میں ہر نئے جنم لینے والے فتنے کا سر قلم کیا ہے، اور فتنوں کے ہجوم میں تن تنہا ان سارے فتنوں کا مقابلہ کیا ہے، جیسا کہ آپ کی کتابوں سے ظاہر ہے، میں نے آپ کی چند کتابوں کا بغور مطالعہ کیا ہے اور سنا ہے کہ آپ کے فتاوی ۳۰؍جلدوں پر مشتمل ہیں، لیکن ابھی تک میں نے اسے پایا نہیں ہے، لہٰذا میں اپنے معزز و مکرم مہمان سے عرض کروں گا کہ جد امجد کی کتابوں کو زیادہ سے زیادہ عالم عرب میں پھیلایا جائے تاکہ صحیح عقائد کی نشر و اشاعت ہو سکے۔

تیسری تقریر ڈاکٹر سعد جاویش کی ہوئی جس میں آپ نے حضرت کی کتاب "الصحابہ نجوم الاھتداء" پر بھرپور روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ میں نے ابھی تک اس حدیث "اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم" پر اتنی محقق و مفصل بحث نہیں دیکھی ہے اور نہ ایسی نادر و نایاب تحقیق میری نظر سے گزری ہے یہ تحقیق اپنی مثال میں منفرد ہے اور اس بات پر شاہد عدل ہے کہ علم حدیث میں مہمان موصوف کو کامل عبور ہے۔

اخیر میں حضور تاج الشریعہ کا خطاب ہوا جس میں آپ نے تمام شرکائے کانفرنس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ:

"ازہر شریف جو کعبۃ العلم ہے اور علم نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پوری دنیا میں پھیلانے میں کوشاں ہے اور یہ ایک زمانہ سے اس خدمت کو بحسن و خوبی انجام دے رہا ہے، زمانہ کے نشیب و فراز نے بہت ساری تبدیلیوں کو جنم دیا ہے، لیکن ازہر شریف آج بھی اپنے اسلاف کی ڈگر پہ قائم ہے اور اسلام کی سچی تعلیمات کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچا رہا ہے۔"

پھر آپ نے بے جاں پھیلے ہوئے شکوک و شبہات کا رد فرمایا اور کہا کہ:

"ہم اسی دین پر قائم ہیں جس دین کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے ہیں اور جس کی نشر و اشاعت صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور بزرگان دین نے کی ہے۔ آج ہم سرزمین ہندوستان میں بریلوی کے نام سے جانے جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ فرقہ باطلہ بھی اپنے کو اہل سنت و جماعت سے کہتے ہیں تو اب ان گمراہوں سے امتیاز کرنے کے لئے بریلوی کا لاحقہ اہل سنت و جماعت سے کر دیا گیا کہ یہی جماعت حق پر ہے۔ جس طرح سے عالم عرب میں صوفی کا لاحقہ اہل سنت و جماعت سے کیا گیا ہے۔" (حضور تاج الشریعہ کا پورا خطاب پڑھنے کے لئے راقم الحروف کے مضمون "چند ایام حضور تاج الشریعہ کے نام" مطبوعہ پیغام رضا ممبئی، جنوری تا مارچ ۲۰۱۰ سے رجوع کریں یا فقیر کی ویب سائٹ www.fikreraza.org پر پڑھیں)۔

۵؍مئی کو حضور تاج الشریعہ جامعہ ازہر شریف کے وائس چانسلر ڈاکٹر احمد طیب صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے ملاقات کے لئے پہنچے۔ ڈاکٹر موصوف نے آپ کا استقبال مع وفد

اپنے آفس کے صدر دروازہ پہ پر جوش انداز میں کیا پھر اس کے بعد اپنے آفس خاص میں لے گئے اور یوں آپ کے سامنے بیٹھے تھے کی لگ رہا تھا کی کوئی طالب علم زانوئے تلمذ تہ کئے ہوئے ہے۔ یہ ان کی عاجزی وانکساری تھی کہ اتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود عاجزی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، مختلف امور پر تبادلہ خیال ہوا تو موصوف نے کہا کہ ازہر شریف صوفیوں کا ہے پھر موصوف نے حضور تاج الشریعہ کو ان کے شہرت یافتہ بین الاقوامی علمی کارناموں پر ازہر شریف کے طرف سے ایک ایوارڈ ۔"الدرری الفخری" پیش کیا۔

یہ کوئی پہلا ایوارڈ تھا جو کسی ہندوستانی عالم کو پہلی بار پیش کیا گیا۔ یہ ایوارڈ ازہر شریف کے ان فارغین کو دیا جاتا ہے جن کا کارنامہ ملکی وغیر ملکی پیمانہ کا ہوتا ہے چنانچہ اس سے پہلے یہ ایوارڈ پاکستان کے نامور عالم دین پیر کرم شاہ ازہری کو دیا گیا تھا۔

اسی شام حضور تاج الشریعہ جبل مقطم پہ عاشق امام احمد رضا ڈاکٹر محمد خالد ثابت کے دولت پہ تشریف لے گئے یہ وہی محترم موصوف ہیں جن کی دعوت پر حضرت مرشد گرامی کا دورہ ہوا تھا۔ موصوف کے گھر پر محفل میلاد کا پروگرام تھا یہاں بھی زائرین کی تعداد اچھی خاصی تھی آپ نے حضور تاج الشریعہ سے عرض کیا کہ سیدی اپنا کوئی قصیدہ اپنی مدھ بھری آواز میں گوش گذار فرمائیں تو آپ نے عزیز ترین قصیدہ "اللہ اللہ مالی رب الا ھو" کو گنگنایا اور تمام سامعین آپ کے ساتھ ایک آواز ہو کر گنگنار ہے تھے۔

آنے والوں میں ایک عظیم شخصیت فن طب اور علوم حدیث کے ماہر صوفی عالم دین جناب ڈاکٹر یسری صاحب بھی تھے جن کا نظریہ امام احمد رضا کے تعلق سے صاف نہیں تھا تو انہوں نے حضور تاج الشریعہ سے اس شرط کے ساتھ برجستہ سوال کیا کہ یا سیدی آپ کا مذہب طیب ہے آپ کا مشرب بھی طیب ہے سوال یہ ہے کہ اگر کوئی جاہل کلمہ کفر بکے تو وہ کافر ہوگا یا نہیں؟ کیونکہ آپ کے جد امجد امام احمد رضا خان اس کی تکفیر کرتے ہیں۔ تب حضور تاج الشریعہ نے کہا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی دعوت عام ہوگئی ہے اور جہالت کوئی عذر نہیں ہے لہٰذا اگر کوئی کلمہ کفر بکے اور اس پر مصر رہے تو وہ یقینا کافر ہے جیسا کہ فقہائے احناف کا کہنا ہے پھر آپ نے برجستہ درالمختار وردالمحتار کی عبارتیں پیش کیں۔ (راقم الحروف نے جب ان عبارتوں کو مذکورہ کتاب میں تلاش کیا تو من وعن پایا جیسا کہ آپ نے کہا تھا۔ یہ مرشد گرامی وقار کی فقہ حنفی کے مسائل میں اپنی انفرادیت ہے)

حضرت کی اس حاضر دماغی و حاضر جوابی سے ڈاکٹر موصوف ششدر رہ گئے اور بول پڑے کہ ہمارا بھی یہی موقف ہے کہ اگر اصرار کرتا ہے تو یقینا کافر ہے، تب حضرت نے فرمایا کہ: "وہابیہ و دیابنہ اسی اصرار کی وجہ سے کافر ہیں تب آپ نے کہا کی میں بھی ان کی اصرار کی وجہ سے کفر کا قائل ہوں۔ اور کہا کہ جو بھی شکوک وشبہات تھے الحمد للہ اب دور ہو گئے ،سیدی آپ ہمیں دلائل الخیرات شریف کی اجازت عطا فرمائیں اور داخل سلسلہ فرمالیں تب کسی نے کہا کہ حضرت موصوف ٹائی پہنے ہیں تو حضرت نے کہا کی ٹائی

اتار دیں اسے پہننا شرعاً جائز نہیں ہے۔ (یہ جرأت وبیباکی حضرت کا ہی حصہ ہے آپ نے یہ تصلب فی الدین اپنے اسلاف کرام سے پائی ہے) پھر اختتام محفل پر حضرت نے اپنا عمامہ شریف ڈاکٹر محمد خالد صاحب کے سر پر سجایا اور مسلک اعلیٰ حضرت پر استقامت کی دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں آپ کو مزید جد امجد سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پر کام کرنے کا صلہ عطا فرمائے۔

ڈاکٹر خالد ثابت نے حضور تاج الشریعہ کے دورہ کے درمیان ایک کتاب بنام "انصاف الامام امام اهل سنة العالم الربانی المجدد الشیخ احمد رضا خان البریلوی" تصنیف فرما رہے تھے جس میں امام احمد رضا خان پر لگائے گئے بے بنیاد الزامات کا خوب اچھی طرح سے قلعہ قمع کیا ہے۔ اور آپ حضور تاج الشریعہ کا تذکرہ بہت ہی نرالے انداز میں یوں کیا ہے:

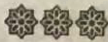
"منذ أيام وأنا أكتب هذه السطور استنارت مصر بزيارة الشيخ الكبير محمد أختر رضا خان القادری الأزهری (المعروف بتاج الشريعه) المفتی الأعظم بالهند، حفيد الامام احمد رضا خان البريلوی والقائم علی جماعته، رأيت حديثه عن جده الامام أكثر من حديثه عن نفسه، واعتزازه بجده الامام أعظم من اعتزاز نفسه، ورأيت تمسكه بما أرساه جده من القواعد ومن الثبات علی الحق مما يثير الاعجاب حقا۔

كان الامام احمد رضا خان يحرم التصوير۔ وكانت وفاته فی سنة ١٩٢١ء، واليوم بعد ما يقرب من تسعين عاما علی وفاته حدثت فی الدنيا تغييرات هائلة وأصبح التصوير كالماء والهواء لشعوب الارض لا يكاد أحد يتصور الحياة اذا غاب التصوير عنها۔ مع ذلک وجدت للشيخ الجليل محمد اختر ضمن مولفاته كتابا فی تحريم التصوير وعلمت من أتباعه ومحبيه أنه لا دسمح بالتصور فی مجلسه، حتی انه لا توجد له صورة متداولة بينهم۔ ورأيت أتأمل فی هذا الأمر وأقول لنفسی: لو أن علماء الأمة اتخذوا نفس الموقف من التصوير لربما أصبح العالم علی غير الشكل القبيح الذی نراه عليه، تأمل فی أبواب الفساد التی فتحت علی الدنيا كلها من باب التصوير وحده هتی تقدر لهولاء الرجال جهودهم فی خدمة الدين وثباتهم علی الحق۔ نعم۔۔ هذه فتاوی المخلصين، رجال الصادقين، اللذين يدورون مع الحق حيث دار، لا يلزمون أنفسهم بغيره، ولا يراعون فی ذالک الا الله، يعلموننا درسا مهما، فحواه: ان الباطل لا بد ان يظل مرفوضا من أهل الحق مهما علا شأنه واستشری وانشر۔۔ نظرت الی وجه الشيخ الكبير محمد أختر والبهاء يكسوه، والسكينة والوقار يجللانه، واستمعت الی كلماته بلغة عربية صحيحة تخرج من فمه فی قوة وثقة تصدح بالحق المبين۔

ترجمہ: جن دنو میں اس کتاب کو لکھ رہا تھا تو مصر حضور تاج الشریعہ کے زیارت سے جگمگا اٹھا، میں نے ان سے گفتگو کرنے کا شرف حاصل کیا تو پایا کہ شیخ اپنی گفتگو کم کرتے ہیں امام احمد رضا کی باتیں زیادہ کرتے ہیں امام احمد رضا کی شان زیادہ بیان کرتے ہیں، میں نے دیکھا امام احمد رضا نے ان کو جو مذہب ومسلک دیا ہے، اس پر تاج الشریعہ اتنی مضبوطی سے قائم ہیں کہ آج دنیا دیکھ کر حیران ہے، امام احمد رضا تصویر کشی کو حرام قرار دیتے ہیں، امام احمد رضا کی وفات ۱۹۲۱ء میں ہوئی تقریباً ۹۰ سال ہونے کو ہیں، آج تصویر کشی لوگوں کے درمیان ہوا پانی کی طرح پھیل گئی ہے اس کے باوجود حضور تاج الشریعہ کی شان یہ ہے کہ میں نے ان کے محبین سے یہ بات جانی کہ آپ اپنی مجلسوں میں آج بھی تصویر کے حرمت کے قائل ہیں، یہ حق پر استقامت کی واضح دلیل ہے، اسی بنیاد پر اللہ عزوجل نے آپ کو پوری دنیا کی نگاہ میں محبوب نظر بنا دیا ہے، میں سوچنے لگا اور دل ہی دل میں کہنے لگا اگر پوری دنیا کے علما حضور تاج الشریعہ کے اس موقف کو اپنا لیں تو آج تصویر کشی کی بنیاد پر پوری دنیا میں جو برائی و بے حیائی پھیلی ہے وہ ساری برائیاں ختم ہو جائیں گی، اور دنیا میں امن و امان ہو جائے گا، سن لو یہ اللہ والوں کے فتاویٰ ہیں، ایسے فتاوے اللہ کے مخلص بندے ہی دیتے ہیں، اس پر ہمیشہ حق کے ساتھ رہتے ہیں، چاہے جہاں بھی ہوں اسی کے ساتھ رہتے ہیں، حق کے علاوہ اپنی ذات پر کسی چیز کو لازم نہیں کرتے، حق کے معاملہ میں اللہ کے علاوہ کسی کی رعایت نہیں کرتے ہیں جو ہمیشہ ہمیں یہی درس دیتے ہیں باطل چاہے جتنا بڑھ جائے، برائی چاہے جتنی پھیل جائے، اہل حق اس کے خلاف ہی فتویٰ دیتے ہیں۔ میں نے حضور تاج الشریعہ کے نورانی رخ زیبا کو دیکھا ہے جو پر وقار ہے اس سے روشنی پھوٹتی ہے، میں نے آپ کی بزبان عربی گفتگو بھی سنی ہے جو فصیح و بلیغ ہے جو حق بیانی میں رطب اللسان ہے۔"

یہ سب سرکار اعلیٰ حضرت اور سرکار مفتی اعظم ہند اور دیگر بزرگان دین کا فیضان ہے کہ حضور تاج الشریعہ جہاں جاتے ہیں وہاں کے میر مجلس آپ ہی ہوتے ہیں اسی لئے تو آپ نے اظہار نعمت کے لئے کہا ہے کہ:

نگاہِ مفتی اعظم کی ہے یہ جلوہ گری
چمک رہا ہے جو اختر ہزار آنکھوں میں



مولانا عالم رضا نوری ازہری، رودولی

حضور تاج الشریعہ علماء عرب کی نظر میں

"ان الذین امنو وعملو الصالحات سیجعل لھم الرحمن وداہ" بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کیلئے رحمانی محبت کردیگا (کنز الایمان)

بخاری و مسلم شریف کی حدیث پاک ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تبارک وتعالیٰ کسی بندہ کو اپنا محبوب بنالیتا ہے تو حضرت جبریل کو حکم دیتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم آسمان والوں میں اعلان کردو کہ سب اس سے محبت کریں۔ حضرت جبریل علیہ السلام آسمان والوں میں اعلان فرمادیتے ہیں۔ تو آسمان والے اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔ زمین والوں میں اعلان کردو کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ تو زمین والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔

پھر تو وہ بندہ جن وانس بلکہ تمام مخلوقات کے دلوں کی دھڑکن بن جاتا ہے۔ سب کا محبوب نظر ہوجاتا ہے، عوام وخواص سب کے قلوب اس کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔

ذکر کردہ آیت کریمہ وحدیث مبارکہ کی روشنی میں جب ہم غور وفکر کرتے ہیں تو ہماری نگاہ پیر طریقت رہبر راہ شریعت شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ فی الھند حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان صاحب قبلہ قادری ازہری دام ظلہ علینا پر مرکوز ہوجاتی ہے۔ دنیائے عجم ہو یا عرب ہر جگہ ان کا چرچا ہے۔ جس ملک میں دیکھو ان کی عبقریت کی دھوم مچی ہے۔ شہر شہر میں ان کی خوبیوں کا ڈنکا بج رہا ہے اور "بستی بستی قریہ قریہ تاج الشریعہ تاج الشریعہ" کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔ آپ کی اس قدر مقبولیت ومحبوبیت آپ کی ولایت کی سند عظیم ہے۔

اس لئے یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ حضور تاج الشریعہ کا وجود مسعود آیت کریمہ سیجعل لھم الرحمن ودا کی جیتی جاگتی تصویر اور حدیث مذکورہ کی تشریح وتوضیح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء عرب وعجم جب آپ سے ملاقات کرتے ہیں تو آپ ہی کے ہوکر رہ جاتے ہیں۔ خصوصاً عرب شریف کے علماء ربانیین جب آپ کے فصیح وبلیغ عربی زبان سنتے اور شرف گفتگو حاصل کرتے ہیں تو آپ کے تبحر علمی اور زبان وبیان کی فصاحت کی تعریف کئے بغیر نہیں رہتے۔ یہ موضوع مستقل ایک کتاب کا متقاضی ہے۔ اختصار کے پیش نظر مشاہیر علماء عرب کے اقوال ونظریات زینت قرطاس کئے جارہے ہیں۔ جنہیں پڑھ کر

حضور تاج الشریعہ دام ظلہ علینا کا مقام علماء عرب کے نزدیک کتنا بلند و بالا ہے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

حضور تاج الشریعہ چند سالوں پہلے مصر تشریف لے گئے اور دنیا کی عظیم ترین دینی درس گاہ جامع ازہر شریف میں بخاری شریف کا فصیح عربی زبان میں درس دیا۔ تو عربی زبان کے ماہرین، اپنے وقت کے عظیم محدثین اور مسند افتاء کو زینت بخشنے والے علماء ربانیین بزبان حال پکار اٹھے کہ حضور تاج الشریعہ کی فصاحت و بلاغت، حدیث میں درک و مہارت اور ان کی دینی فقاہت کا کوئی جواب نہیں۔ تاج الشریعہ نے تحدیث نعمت کے طور پر سچ فرمایا ہے کہ

مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا
محفلِ انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

مصر کے عظیم دانشور اور معروف قلم کار شیخ محمد خالد ثابت نے حضور تاج الشریعہ کے اس مصری دورہ کی منظر کشی اپنی کتاب ''انصاف الامام'' میں اس طرح کی ہے۔:

''استنارت مصر بزیارة الشیخ الکبیر محمد اختر رضا القادری الازہری المعروف تاج الشریعہ المفتی الاعظم فی الھند۔''

مصر شیخ کبیر مفتی اعظم فی الھند حضور تاج الشریعہ کی زیارت سے جگمگا اٹھا۔ شیخ محمد خالد ثابت حضور تاج الشریعہ کی عربی زبان کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''واستمعت الی کلماة بلغة عربیة فصیحة تخرج من فمه فی قوة وثقة لصدح بالحق المبین''

میں نے حضور تاج الشریعہ کی فصیح عربی زبان سے لب لہجہ نہایت سنجیدہ اور اعتماد سے لبریز پایا۔

آپ کے فیض ترجمان سے ادا ہونے والے کلمات حق مبین کا اعلان کرتے ہیں:

''ورأیت تمسکه کاأرساه جده من القواعدومن الثبات علی الحق مماپثیر الاعجاب حقا'' میں نے آپ کے تصلف فی الدین کو ملاحظہ کیا آپ امام احمد رضا کے عطا کردہ اُصول وضوابط پر اتنی مضبوطی سے قائم ہیں کہ دیکھنے والے تعجب میں پڑ جاتے ہیں۔''

مصر کے اس عظیم محقق اور دانشور نے حضور تاج الشریعہ کے تصلب فی الدین کی مثال تصویر سے پیش کرتے ہوئے کہا۔ امام احمد رضا محدث بریلوی حرمت تصویر کے قائل تھے۔ حضور تاج الشریعہ بھی تصویر کشی کے حرام ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اور دنیا کے کسی بھی گوشہ اور محفل میں ہوں اسے ناجائز ہی بتاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی کوئی مروجہ تصویر نہیں پائی جاتی ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

''لو ان علماء الامة اتخذوا نفس الموقف من التصویر سربها اصبح العالم علی غیر الشکل القبیح الذی نراه علیه۔''

''اگر یہی موقف ساری دنیا کے علماء اختیار کرلیں تو تصویر کی وجہ سے جو برائیاں دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں ان کا سد باب ہوجائے۔''

پھر بڑی پیاری بات نقل فرماتے ہیں:

''نعم! هذه فتاوی المخلصین رجال الله الصادقین الذین یدورون مع الحق حیث دار لا یلزمون انفسهم بغیره ولایرعون فی ذالک الا الله

ویعلمو ننا درسا مهما فحواه ان الباطل لابد ان يظل مرفوضا من اهل الحق مهما علا شانه۔""ہاں ایسے فتوے اللہ کے نیک اور مخلص بندے ہی دیا کرتے ہیں جو ہمیشہ حق کے ساتھ رہتے ہیں چاہے جہاں ہوں۔ اور اس معاملہ میں اپنے اور بیگانے کسی کی پرواہ نہیں کرتے ان کا یہی سبق ہوتا ہے کہ باطل چاہے جتنا بڑھ جائے اہل حق اسے قبول نہیں کریں گے۔"

بغداد شریف کے عظیم اور مشہور ومعروف مفتی حضرت شیخ جمال عبد الکریم دبان حضور تاج الشریعہ کو علامہ، امام، صاحب الفضیلہ جیسے القاب وآداب سے یاد کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"وقد متع نظری سبح فكری فيما كتبه الامام العلامة القدوة الشيخ محمد اختر رضا الحنفی القادری ادامه الله تعالىٰ وحفظه ونفع المسلمين ببركته۔"

صومالیہ کے ایک بزرگ عالم دین حضرت علامہ ابو محمد شیخ موسیٰ عبدہ حضور تاج الشریعہ کو استاذ اکبر تاج الشریعہ، فضیلۃ الشیخ سے یاد کرتے ہیں۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

"الاستاذ الاكبر تاج الشريعة فضيلة الشيخ محمد اختر رضا نفعنا الله بمعلومه۔"

اور حضور علامہ شیخ واثق فواد عبیدی قدس سرہ بغدادی حضور تاج الشریعہ کی شان میں اس طرح رطب اللسان ہیں:

"شيخنا الجليل صاحب الرد القاطع مرشد السالكين المحفوظ برعاية رب العالمين العالم الفاضل محمد اختر رضا خان الحنفی القادری الازهری۔"

ہمارے شیخ حضور تاج الشریعہ شیخ جلیل صاحب رد قاطع سالکین کے رہنما اور من جانب اللہ محفوظ اور بڑے عالم وفاضل ہیں۔ ان چند مشاہیر علماء عرب کے اقوال وتاثرات کی روشنی میں اس بات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضور تاج الشریعہ کو عرب وعجم ہر جگہ یکساں مقبولیت اور درجہ سند واعتبار حاصل ہے اور آپ کا مقام علماء عرب کے نزدیک بھی نہایت اونچا ہے۔

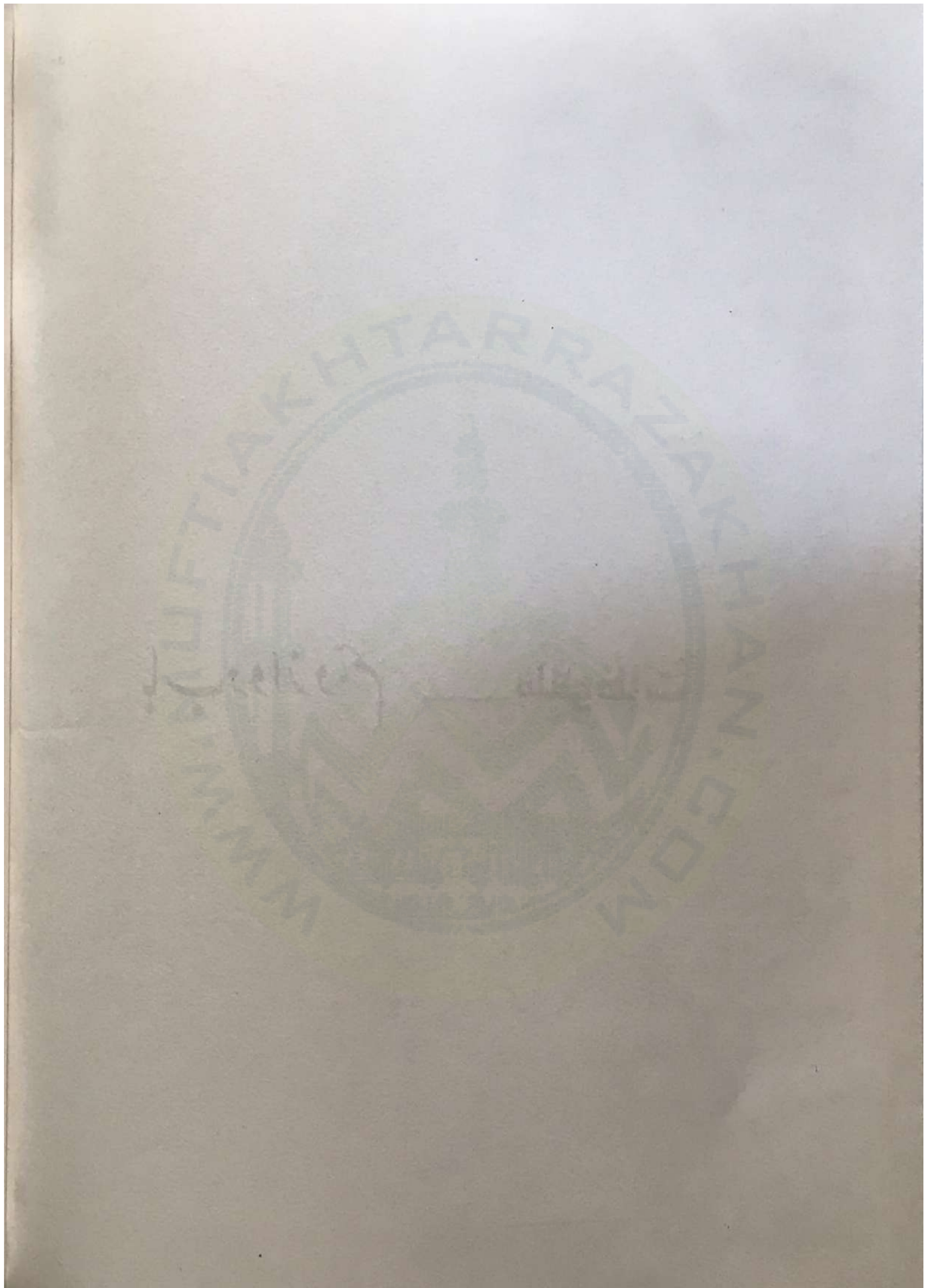
ہم مسلمانان ہند ان پر جتنا ناز کریں کم ہے کہ ان کا وجود مسعود ہمارے لئے باعث عزت وشرافت ہے۔ ہم ان کے دامن کرم سے وابستہ ہو کر حقانیت وصداقت اور مسلک اعلیٰ حضرت پر مضبوطی سے گامزن ہیں۔ خداوند عالم ان کا سایہ ہم پر دراز فرمائے۔

تاج الشریعہ کی جو شان ہے کوئی اسے کیا بیان کر سکتا ہے۔ آپ خود ہی تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ ؎

نگاہ مفتی اعظم کی ہے جلوہ گری
چمک رہا ہے جو اختر ہزار آنکھوں میں



باب دوازدہم ــــــ ملفوظات



مولانا محمد سلمان رضا غوثی، مظفر پور

حضور تاج الشریعہ اور ان کے ملفوظات

ملفوظات بزرگوں کے اقوال وفرمودات کے وہ علمی ذخائر ہیں جنھیں وہ اپنے ارادت مندوں، حاضر باشوں، حلقہ بگوشوں اور شاگردوں کے لئے وقت وحالات کے تناظر میں ارشاد فرماتے رہے ہیں اور اس عظیم سرمائے کو نئی نسلوں تک پہنچانے کے لئے اس کی ترتیب وتذہیب کا کام بھی بڑے پیمانے پر ہوتا رہا ہے ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ملفوظات کی سنہری کڑی کا رشتہ داعی اسلام پیغمبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرامین مقدس سے ملتا ہے ۔احادیث رسول کا یہ پاکیزہ اثاثہ اسی فکروشعور کا اعلیٰ نمونہ ہے جسے صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے جمع فرما کر ہم تک منتقل کر نے میں اپنے مذاق علمی کا بھر پور ثبوت فراہم کیا اور جب سے آج تک اس سلسلۃ الذہب کا نہ ٹوٹنے والا مرحلہ شوق اسی کیف وسرمستی کے ساتھ طے ہورہا ہے۔اہل صفا نے اس فن پر اس لئے بھی زور دیا کہ کثافت باطنی کو دور کرنے کا سب سے موثر اور اہم طریقہ یہی ہے کہ جب اپنے حلقہ ارادت میں ہوتے تو اپنے میٹھے میٹھے بول اور شیریں لہجہ سے تزکیہ نفس فرماتے ،دل سے عصیاں کا زنگ دور کرتے ،ایمان وعقیدہ کو جلا بخشتے اور ان کے اندر سوزش کردار اور حرارت ایمانی پیدا کرتے۔

صوفیائے اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ انسانیت کی کردار سازی، جلائے قلب ، پاکیزگی رُوح اور سوزش عمل میں ان کے ملفوظات وارشادات کا بڑا نمایاں کردار رہا ہے اس لئے ان ملفوظات کو غذائے روحانی اور سوغات ایمانی سے تعبیر کرنا چاہئے ۔ یہ ملفوظات کیا ہیں؟ ایک خوان پر نعمت ہیں، جن کے مطالعہ سے شخصیت کا فیضان جھوم جھوم کر برستا ہے اور قاری کے دل ونگاہ کے نخلستان میں علم وبصیرت، وجدوکیف، نوروسرور اور عشق وعرفان کے قافلے اترنے لگتے ہیں کیوں کہ اس میں قرآن وحدیث ،فقہ وتفسیر، احکام شرعیہ کے مسائل مثلاً حلت وحرمت ،فرائض وواجبات اور مکروہات ومستحبات ہی نہیں ہوتے بلکہ اسلامیات ،اخلاقیات ،تصوف وطریقت ،احسان وسلوک ،حقیقت ومعرفت اور ہروہ چیز اس میں موجود ہوتی ہے جو دنیا وآخرت کی بشارت ومسرت کی ضامن ہے۔

ملک ہند میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ عطائے رسول سیدنا سرکار معین الدین چشتی خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اور ان کے خلفائے کبار نے اس کے فروغ وارتقا میں بڑا کلیدی کارنامہ انجام دیا ۔ایک طرف اسلام کی نشرواشاعت میں پیہم کوشش کرتے رہے اور دوسری طرف عقیدت مندوں کے تزکیہ باطن کے لئے ملفوظات کی شکل

میں روحانی غذا بھی باٹتے رہے۔ جن میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابا فرید گنج شکر، حضرت محبوب الٰہی، حضرت خواجہ نصیر الدین دہلوی، حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، سلسلہ فردوسیہ کے مجدد اعظم سلطان المحققین، شیخ العارفین حضرت سیدنا سرکار شرف الدین احمد مخدوم بہاری، سلطان التارکین سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی، مشائخ مارہرہ ودیگر سلاسل کے بزرگان دین اور ماضی قریب میں اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت سیدی سرکار امام احمد رضا قادری علیہم الرحمہ والرضوان کے ملفوظات وارشادات تاریخ کے دامن میں نہ صرف محفوظ ہیں بلکہ اصلاح معاشرہ اور شخصیت سازی کے حوالے سے ان ملفوظات کا کردار بڑا خوش گوار ہے۔ "دلیل العارفین"، "انیس الارواح"، "راحت القلوب"، "فوائد السالکین"، "فوائد الفوائد"، "خیر المجالس"، "اسرار الاولیا"، "جوامع الکلم"، "فوائد رکنی"، "خوان پر نعمت"، "مکتوبات صدی ودوصدی"، "لطائف اشرفی" اور "الملفوظ شریف" یہ وہ تحائف عرفانی اور توشہ روحانی ہیں جن سے ایمان وعقیدہ اور کردار وعمل کی کھیتیاں سرسبز وشاداب ہیں۔

گیارہویں صدی ہجری سے خاندان رضا کے علمی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا جو ہنوز جاری ہے اور انشاء اللہ صبح قیامت تک جاری رہے گا۔ رضا اور خاندان رضا کے علمی، ادبی، حدیثی، فقہی اور شعری کارناموں سے تاریخ کا دامن نہال ومالا مال ہے۔ اسی خاندان کے روشن چراغ کا نام تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا قادری ازہری مدظلہ العالی ہے۔ اخلاص وللٰہیت، دین ودیانت اور حق وصداقت کی صدائے دلنواز، شریعت وطریقت کے جلوہ صد ہزار، علوم ومعارف کے بحر ذخار اور علم ودانش کی نازش صد بہار کا نام تاج الشریعہ ہے جس رخ سے بھی ان کی درخشاں سیرت کا مطالعہ کیجیے، ہر پہلو نظارہ ہشت بہشت لئے ہے۔ ان کے رخ زیبا کو کوئی دیکھ لے تو دل کی سیاہی چھٹنے لگے، ایمان وعقیدہ میں نکھار آجائے، اسلاف کے روشن کردار نگاہوں میں رقص کرنے لگیں اور استقامت وعزیمت تو ایسی کہ آج کردار وعمل کی سرد مہری اور فکری بے راہ روی بڑے بڑے صاحبان جبہ ودستار کو اپنے حصار میں لے چکی ہے، مگر ایسے ہچکولے کھاتے ماحول میں بھی آپ کی شخصیت ہمالہ کی چٹان بن کر اپنی جگہ قائم ہے اور پائے ثبات میں ذرہ برابر لغزش نہیں، اسے فیضان الٰہی بھی کہئے اور ان کے پرکھوں کی ان پر جو نوازشیں ہیں ان کی برکتیں بھی، یہی وجہ ہے کہ آج لوگ انہیں خوشبوؤں کی طرح چاہتے اور پروانوں کی طرح ان پر نثار ہوتے ہیں۔

آپ کے ملفوظات کی جمع وترتیب کا کام جاری ہے اس کا خاصہ ذخیرہ انٹرنیٹ پر آچکا ہے۔ دنیا کے مختلف ملکوں کے تبلیغی دورے پر پوچھے گئے سوالوں کے جوابات پر مشتمل یہ وہ ملفوظات ہیں جن کے مطالعہ سے عجیب قسم کی روحانی بہجت ومسرت محسوس ہوتی ہے، جن میں تفسیر وحدیث کی باریکیاں بھی ہیں اور فقہ وکلام کے مسائل بھی، خلوت روح کی آرائش کا سامان بھی ہے اور لذات اخروی کی بشارتیں بھی، حقیقت ومعرفت کا اجالا بھی ہے اور سلوک واحسان کی ضیائیں بھی، الغرض علمی، عملی، معاشرتی اور تمدنی نکات کے

گوشے بھی سامنے آتے ہیں جس میں بنام سنیت اتحاد کی دعوت بھی دی گئی ہے اور انتشار سے بچنے کی تاکید بھی۔

اگر ہم تاج الشریعہ کے ان ارشادات پر عمل کریں تو کدورتوں کے غبار دل سے دور ہونے لگیں، معاشرے میں نئی بہار آجائے اور ہر طرف سنیت کی شیرازہ بندی کے جلوے مسکرانے لگیں۔ یہ بھی مسلمات میں سے ہے کہ شخصیت می جس قدر تنوع ہوگا اس کی گفتگو اور اس کے ارشادات وفرمادات میں بھی اسی قدر وسعت وہمہ گیری ہوگی۔ ذیل میں ان کے ملفوظات کے چند نقوش حاضر ہیں ان آئینے میں صاحب ملفوظات کی زیارت بھی کریں اور ان کے دربار میں حضوری کی لذتوں کو بھی سمیٹیں۔

ہم نے یہ سارے مواد انٹرنیٹ سے حاصل کئے ہیں جو ''انوار تاج الشریعہ'' کے نام سے محفوظ ہیں اسے مرتب کے اخلاص اور حد درجہ انکساری پر محمول کرنا چاہئے کہ انہوں نے اپنا نام بھی نہیں لکھا، لہٰذا ان کے شکریہ کے ساتھ جمع شدہ ملفوظات اور اس کی حقیقت پر نوٹ لگا کر پیش کیا جارہا ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ افراد اس سے استفادہ کرسکیں۔

عرض: لوح محفوظ کیا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

ارشاد: ''التعریفات'' جو سید شریف الجرجانی کی تصنیف ہے، جس میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ:

هوالکتاب المبین والنفس الکلیه ،فالواح اربعة، لوح القضاء السابق علی المحو والاثبات، هولوح العقل الاول،ولوح القدر ،ای لوح النفس الناطقه الکلیه التی تفصل فیها کلیات اللوح الاول یتعلق باسبابها ،هواللوح المحفوظ،ولوح النفس الجزئية السماوية التی ینتقش فیها کل مافیه هذا العالم بشکله وهیئته ومقداره ،وهو المسمیٰ بالسماء الدنیا،وهو بمثابته خیال العالم ، کما ان الاول بمثابت روحه ،والثانی بمثاب قلبه ولوح الهیولیٰ القابل للصور فی عالم الشهاده۔''

لوح کتاب مبین یعنی روشن کتاب اور نفس کلیہ ہے (قرآن میں اس کو کتاب مبین فرمایا، مبین اس میں فاعل کے معنی کے رو سے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ لوح جس میں سب کچھ محفوظ ہے اس کا علم اس کے لئے روشن ہے جس کو خدا چاہے) آگے ''تعریفات'' میں ہے کہ الواح کی چار قسمیں ہیں:

(۱) لوح قضائے سابق جس میں ہر ہونے والی چیز پہلے سے مقدر ہے اور اس کا فیصلہ پہلے ہی فرمادیا گیا۔ اس میں محو واثبات جاری نہیں ہوتا، اور اس کا نام لوح عقل اول ہے۔

(۲) لوح قدر یعنی لوح نفس ناطقہ کلیہ جس میں لوح اول کے کلیات کی تفصیل درج ہوتی ہے اور یہ ان کلیات کے اسباب سے متعلق ہے اور اسی کا نام لوح محفوظ ہے۔

(۳) لوح نفس جزئیہ سماویہ جس میں وہ سب کچھ نقش ہوتا ہے جو اس عالم میں رونما ہو، اس کی شکل، ہیئت اور مقدار کے ساتھ اور اسی کو سمائے دنیا کہتے ہیں اور یہ خیال عالم کے قائم مقام ہے جس طرح پہلی لوح بمنزلہ روح عالم ہے اور دوسری قلب عالم کی منزل میں ہے۔

(۴) لوح ہیولیٰ یعنی اس مادے کی لوح جو عالم شہادت میں مختلف صورتوں میں رونما ہونے کے قابل ہے۔

یہاں تک تعریفات سے لوح محفوظ کا بیان قدر تصرف کے ساتھ مذکور ہوا اب میں کہتا ہوں کہ لوح اول جس کو روح عالم کے قائم مقام فرمایا گیا اس کے مصداق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جو اللہ کے نور ہیں، جن کا نور مادہ عالم ایجاد ہے، وہی نور حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، وہی اول مخلوق ہے، وہی عقل اول کا مصداق ہے، کائنات میں جو کچھ ہے اسی حقیقت واحدہ کے تعینات اور اسی نور کی تجلیات ہیں، لوح محفوظ کا علم ان کے سمندر علم کا ایک قطرہ ہے اور ان کے دفتر معرفت کی ایک سطر ہے بلکہ لوح محفوظ کا وجود اسی حقیقت محمدیہ سے ہے، اعلیٰ حضرت سرکار فرماتے ہیں:

محمد مظہر کامل ہے حق کی شانِ عزت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا
یہی ہے اصل عالم مادہ ایجاد خلقت کا
یہاں وحدت میں برپا ہے عجب ہنگامہ کثرت کا

امام بوصیری اسی لئے فرماتے ہیں ؎

فان من جودک الدنیا وضرتها
ومن علومک علم اللوح والقلم

عرض: ایک سنی عالم نے فرمایا:
"اس پیشانی کی پاکیزگی کا اور اس چہرے کی خوبصورتی کا حال تو یہ ہے کہ امام احمد رضا دامن نچوڑ دیں تو عرش اعلیٰ کے فرشتے وضو کرنے زمین پر آجائیں"۔

ارشاد: یہ تعبیر اچھی نہیں، اس میں بہت مبالغہ ہے اور فرشتوں کی توہین ہے۔

عرض: اردو میں ایک شعر ہے ؎

تردامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

یہ کیسا ہے؟

ارشاد: یہ شعر بھی قابل سند نہیں اور اگر اسی معنی پر ہے تو یہ شعر بھی صحیح نہیں اور اسے سند بنانا بھی جائز نہیں۔

عرض: اگر پیر کامل زندہ ہو تو کسی اور پیر کامل سے طالب ہوا جا سکتا ہے، کیا اس کے لئے اپنے شیخ سے اجازت لینا ضروری ہے۔

ارشاد: اجازت لینا ضروری نہیں، البتہ طلب میں یہ ہوتا ہے کہ اپنی پہلی بیعت پر قائم رہتے ہوئے کسی شیخ سے طلب فیض کے لئے وہ منسلک ہو جاتا ہے اس صورت میں اجازت لینا ضروری سمجھ میں نہیں آتا، اگر شیخ زندہ ہے تو بہتر ہے کہ اس سے اجازت لے لے۔

عرض: میں عوام الناس سے ہوں اور مسائل کے لئے بہار شریعت کا مطالعہ کرتا ہوں اور باقی مسائل کے لئے کبھی آپ سے، کبھی مفتی وقار الدین علیہ الرحمہ اور ان کے بعد مفتی عبدالعزیز حنفی اور مولانا عطاء المصطفیٰ صاحب سے رجوع کرتا ہوں۔ کیا اگر آپ کے سیشن میں بتایا ہوا جواب بہار شریعت سے مخالف ہو تو دوسرے سیشن میں اپنی اصلاح کے لئے بہار شریعت کی عبارت عرض کر کے اس مسئلہ کی مزید شرح کے لئے عرض کر دیا کروں۔

ارشاد: بالکل یہ کرنا چاہئے اور اگر کسی عالم کا، میں ہوں یا کوئی اور صاحب ہوں ان کا جواب اگر بزرگوں کی تصریحات کے متصادم ہے تو ضرور بتانا چاہئے اور اس کا

ازالہ ہوناضروری ہے۔

عرض: مجھے ایک باوثوق ذریعہ سے معلوم ہوا کہ بہار شریعت حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے املا کرائی ہے۔ کتابت اور حوالہ جات ان کے تلامذہ کے ذمے تھے۔اس لئے کہیں کہیں سہو بھی ہوسکتا ہے،حضرت کیا فرماتے ہیں؟

ارشاد: میں اس سلسلے میں تبصرہ کرنے سے قاصر ہوں ،املا کرانے کی حقیقت تو مجھے نہیں معلوم، البتہ یہ میں نے ضرور سنا کہ اپنے خاص خاص شاگردوں کو حضرت صدرالشریعہ کی ہدایت تھی کہ وہ مسائل دیکھیں اور حوالہ جات مہیا کریں اور ان کی ہدایت پر ان کی نگرانی میں وہ حوالہ جات مہیا کرتے تھے اور غالباً کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے حکم دیا تو ان شاگردوں نے ان کو مرتب کیا۔ ہو سکتا ہے اس ترتیب میں کوئی بات اگر رہ گئی ہو میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔

عرض: کیا طلاق موثر ہو جائے گی (چاہے وہ کتنی ہی تعداد میں دی جائے)اس آدمی کے لئے جس کی بیوی ڈپریشن، پاگل پن یا جناتی اثر میں مبتلا ہو اور کیا اس کو طلاق ہو جائے گی اگر وہ یہ نہیں جانتی ہو کہ وہ کیا کہہ رہی ہے یا کیا کر رہی ہے یا اپنے شوہر کو مغلظات بک رہی ہے اور بعد میں اسے کچھ یاد نہیں رہتا۔اس کا شوہر بھی اس کی اس حالت کو سمجھ نہیں پاتا،لیکن یہاں کینیڈا میں بہت سارے شیوخ اور امام صاحبان نے یہ کہا کہ اس کی بیوی اصل میں ایسے حالات کے زیر اثر ہے۔ان کے دو بچے ہیں۔

ارشاد: یہ شوہر پر منحصر ہے اگر وہ بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے تو وہ دے سکتا ہے اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ اس کے لئے مناسب ہے اور اگر وہ حالات کو دوبارہ جائزہ لے کر اس کو نکاح میں رکھنا چاہتا ہے اگرچہ اس کو یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ ایک سے زیادہ طلاق نہ دے ایک طلاق دے سکتا ہے جب کہ عورت حیض میں نہ ہو اور اس طہر میں اس نے اس سے صحبت نہ کی ہو ایک طلاق اس کو دینا جائز ہے اور حیض میں طلاق دینا جائز نہیں البتہ دے گا تو ہو جائے گی اور تین طلاقیں دینا جائز نہیں۔

عرض: یہاں کینیڈا میں ایک خاندان ہے جس کے ایک بالغ لڑکے نے خودکشی کی کوشش کی لڑکا جنات کے زیر اثر تھا اگر وہ ان حالات میں مرا تو کیا وہ اب بھی جہنم میں جائے گا؟

ارشاد: یہ کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ہلاک کرے اگر اللہ چاہے تو اسے سزا دے اور جہنم میں بھیج دے یہ اس کے اختیار میں ہے اور اگر چاہے تو بے سزا اسے معاف فرمادے۔

عرض: ایک شخص نے ایک دفعہ اپنی بیوی کو طلاق دی اور پھر وہ دو ہفتے کے بعد بیوی کے پاس جا کر میاں بیوی کے طور پر رہنے لگا تقریباً پانچ سال بعد ایک بحث کے دوران اس نے دوبارہ طلاق کا لفظ کہا بیوی یہ کہہ رہی ہے کہ اس نے طلاق کا لفظ نہیں سنا کیوں کہ وہ اپنی کار میں بیٹھ رہی تھی تو کیا طلاق واقع ہوگئی خواہ اس نے سنا ہو یا نہ سنا ہو۔

ارشاد: طلاق موثر ہو جائے گی چاہے اس نے سنا ہو یا نہ سنا ہو۔

عرض: کیا یہاں دوسری طلاق کو پہلی طلاق تصور کیا جائے گا کیوں کہ اس نے پہلی طلاق کے بعد بیوی سے رجوع کر لیا تھا۔

ارشاد: نہیں، دوسری طلاق دوسری ہی سمجھی جائے گی۔

عرض: کیا طلاق عام حالت میں یا غصے کی حالت میں دے تو واقع ہو جائے گی۔

ارشاد: چاہے غصے میں دی جائے یا عام حالت میں طلاق موثر ہو جائے گی۔

عرض: کسی بدمذہب امام کے پیچھے نماز جنازہ پڑھنے کا کیا حکم ہے۔

ارشاد: بدمذہب کی بدمذہبی اگر حد کفر تک پہنچی تو اس کو امام بنانا ناجائز و گناہ بلکہ مضر ایمان ہے۔ اس کے پیچھے کوئی نماز درست نہیں، نماز جنازہ ہو اور کوئی نماز۔

عرض: اگر کوئی مسافر مقیم امام کی اقتدا میں فرض نماز میں آخری تشہد میں شامل ہوا اور کچھ دیر بعد امام سلام پھیر دے تو کیا مسافر کو پوری نماز ادا کرنی ہوگی یا وہ قصر نماز پڑھے۔

ارشاد: قصر کی اجازت نہیں، اب مقیم کی طرح اس کا فرض چار رکعت ہے جو پورا ادا کرے گا۔

عرض: نعلین مبارک کا نقش قرآن پاک میں رکھنا کیسا ہے۔

ارشاد: قرآن پاک مین رکھنے کی وجہ ہے، نقش نعلین پاک کو عظمت کے ساتھ دیوار وغیرہ پر رکھے یا کسی اور جگہ، قرآن میں رکھنے کی کیا وجہ ہے۔

عرض: ایک معتبر سنی عالم نے یہ مسئلہ بتایا کہ وہابی کے ہوٹل میں پیسے دے کر چائے پی سکتے ہیں اس پر ایک شخص نے کہا کہ یہ مفتی صلح کلی ہے اس پر کیا حکم ہے۔

ارشاد: وہاں سنی عالم صاحب کا یہ مسئلہ بتانا صحیح نہیں اور یہ صلح کلیت کی طرف ایک قدم ہے۔ وہابیوں کے ساتھ معاملات ناجائز و نادرست ہیں۔ اس لئے کہ جن کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچ چکی ان سے معاملات درست نہیں جب تک کہ کوئی شرعی مجبوری نہ ہو ان کا یہ مسئلہ بتانا نادرست ہے اور وہابیوں کے ساتھ معاملات و تعلقات کا دروازہ کھولنا ہے۔

عرض: کیا بینک کی وہ نوکری جو ڈائریکٹ بینکنگ اوپریشن سے ریلیٹ نہیں کرتی جیسے سوفٹ ویئر انجینئر تو کیا وہ نوکری جائز ہے یا نہیں۔

ارشاد: وہ جائز ہے جس میں کوئی ناجائز کام کا ارتکاب نہ ہو، سود کے تمسکات لکھنا وغیرہ یا سود کے تمسکات پر شاہد ہونا یا سودی کاروبار میں شرکت یہ کچھ نہ ہو اور محض کمپیوٹر یا سوفٹ ویئر کی نوکری ہے تو اس میں حرج نہیں۔

عرض: اگر ایک بڑے کمرے میں ایک طرف بیڈ پر کوئی سویا ہو تو وہاں کارپیٹ پر نیچے بیٹھ کر قرآن پاک پڑھنا کیسا ہے؟

ارشاد: اگر کوئی اوپر سو رہا ہو تو نیچے بیٹھ کر قرآن پڑھتے ہوئے قرآن کریم نیچے ہو رہا ہو تو اس کی یہ بے ادبی ہے اور اگر زبانی قرآن کریم پڑھ رہا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

عرض: میرا بوس دیوبندی مسلک سے ہے ہر نماز کی امامت خود ہی کراتا ہے لیکن بعض دفعہ نماز عصر میں کبھی کبھی مجھے امامت کے لئے کہہ دیتا ہے جب کہ میں اپنی نماز پہلے ہی پڑھ چکا ہوتا ہوں اس کے بارے میں کچھ بتائیے۔

ارشاد: جب اپنی نماز پہلے خود پڑھ لی ہے تو اب نفل نماز میں امام بننا نادرست ہے، اگر اس کے پیچھے ویسے ہی لوگ ہیں تو ان کا امام بننا کوئی معنی نہیں رکھتا اس لئے کہ دیوبندیوں کی نماز کچھ صحیح نہیں ہے تو ان کا امام بننا صحیح نہیں ہے اگر سنی صحیح العقیدہ کچھ لوگ ہیں جب کہ یہ متنفل ہے یعنی نفل پڑھ رہا

ہے اور وہ فرض پڑھ رہے ہیں تو ان کی نماز نہیں ہوگی۔

عرض: کسی حادثہ کی وجہ سے موت آجائے تو کیا ایسی موت شہادت کے درجہ میں ہے۔

ارشاد: شہید فقہی وہ ہے ظلماً معرکہ میں دھاردار ہتھیار سے شہید کر دیا جائے اور شہید یوم آخرت میں بہت ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے جو کسی حادثے کا شکار ہو جائے۔

عرض: قبر میں مردے کے ساتھ شجرہ رکھنے کا کیا طریقہ ہے۔کیا شجرہ میت کے سینے پر رکھا جا سکتا ہے۔

ارشاد: سینے پر بھی رکھ سکتے ہیں اور کفن پر کتابت بھی جائز ہے، **الحرف الحسن فی الکتابة علی الکفن**، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس سلسلے میں پورا رسالہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ شجرہ اس کے منھ کی طرف دیوار میں طاق بنا کر رکھا جائے۔

عرض: اکثر لوگ زکوۃ اور فطرے کی رقم مدرسے میں دے دیتے ہیں اگر مدرسے کے منتظمین اس رقم کو بغیر حیلہ شرعی کے مدرسے کے کام میں لگائیں تو کیا زکوۃ دینے والوں پر سے زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

ارشاد: اس صورت میں زکوۃ ادا نہیں ہوگی، زکوۃ دینے والوں کو یہ چاہئے کہ حیلہ شرعی کر کر زکوۃ کی رقم مہتمم یا اراکین میں سے کسی کو سونپیں اور ان سے یہ کہہ دیں کہ میری طرف سے اسے حیلہ شرعی کر لیں اور اب لوگ حیلہ شرعی کر کے اس رقم کو مصارف میں ادا کریں تو اس کی زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

عرض: زکوۃ یا فطرہ کی رقم آتی ہے اس کو طلبہ کے کھانے پر صرف کیا جاتا ہے تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا اس زکوۃ کی ادائیگی کا۔

ارشاد: اگر طلبہ مساکین ہیں اور اس رقم سے ان کا کھانا تیار کیا اور وہ کھانا دے کر ان کو مالک بنا دیا تو جس قدر رقم سے کھانا تیار ہوا اور جس قدر کھانے کا مالک بنایا اسی قدر قدر زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

عرض: جس جگہ پر اکثریت بدمذہبوں کی ہو وہاں پر گوشت کھانے کا حکم کیا ہے؟

ارشاد: اکثریت اگر بدمذہبوں کی ہے اور ذبیحے پر وہی قابض ہیں تو اس صورت میں احتیاط یہی ہے کہ گوشت ان کے ہاتھ کا نہ کھائے اس لئے کہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مثل مردار حرام ہے اور اس سے پرہیز اس کو لازم ہے۔

عرض: اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے میں کیا فرق ہے؟

ارشاد: نہ اللہ عزوجل کا نام حاضر ہے اور نہ اس کا نام ناظر ہے اور حاضر و ناظر ہونے سے اللہ تبارک وتعالیٰ منزہ ہے اس لئے کہ حاضر وہ ہے جو کسی مکان میں موجود ہو اور کل مکان اس کو گھیرے اور اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ کوئی چیز اس کا احاطہ کرے یا وہ کسی مکان میں حلول کرے اس پر زمانہ اور مکان جاری نہیں ہوتے اور ناظر اس کو کہتے ہیں حلقہ چشم کے ذریعہ سے اور آنکھ کی تپلی کے ذریعہ سے دیکھے اس کا حقیقتاً مصداق ناظر کا یہ ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس معنی سے بھی پاک ہے۔حاضر و ناظر، یہ خاص حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے کہ حضور علیہ السلام کی روح پاک روح الارواح ہے اور تمام ارواح سے سب سے بڑی روح

ہے اور حضور علیہ السلام کی روح پاک آسمانوں وزمینوں سب کو محیط ہے اور گھیرے ہوئے ہے۔

عرض: جمعہ کے پہلے خطبے میں ہاتھ ناف کے نیچے رکھتے ہیں اور دوسرے خطبے میں گھٹنوں کے نیچے رکھتے ہیں، پہلے اور دوسرے خطبے کے درمیان جب خطیب صاحب بیٹھ جاتے ہیں اس وقت ہاتھ کس حالت میں ہونے چاہئیں؟

ارشاد: اس سلسلے میں کوئی تحدید نہیں ہے جس طور پر میسر ہو اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا ہی عام دستور ہے۔

عرض: قرآن شریف کی کوئی سورت یا آیت یا قرآن شریف کی تلاوت بہت سارے لوگ ایک جگہ ہو کر بلند آواز میں پڑھ سکتے ہیں؟

ارشاد: یہ جائز نہیں۔

عرض: میں کام پر جاتے وقت اور واپس آتے وقت قرآن کی تلاوت موبائیل ہیڈ فون کے ذریعہ سنتا ہوں اکثر میری آنکھ لگ جاتی ہے اور قرآن کی تلاوت ہوتی رہتی ہے اس صورت میں قرآن کی بے حرمتی کا کوئی گناہ عائد ہوگا؟

ارشاد: جب تک وہ جگا ہے، جاگتے میں سنے اور اگر بے اختیار آنکھ لگ جاتی ہے تو الزام نہیں۔

عرض: کیا مسلمان کا کسی غیر مسلم کی شادی میں شریک ہونا جائز ہے اور مسلمان کسی غیر مسلم کی دعوت میں سبزیاں کھا سکتا ہے؟

ارشاد: دعوت میں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے اور شادی میں شریک ہونے کی کیا ضرورت ہے ان سے جو تعلقات ہیں بربنائے ضرورت بربنائے حاجت اس کی اجازت ہے۔

عرض: درود تاج کی اصل کیا ہے کس نے لکھا، کب لکھا اور کہاں لکھا، مجھے یہ پڑھنا پسند ہے۔ ازراہ کرم اس کے متعلق مشورہ دیں اردو یا انگلش میں۔

ارشاد: اس کے لکھنے والے حضرت تاج الدین سبکی علیہ الرحمہ بہت بڑے عالم ہیں اور یہ درود سنیوں میں معمول ہے اور ایک بزرگ کا لکھا ہوا بہت ہی باعث برکت ہے۔ آپ غالباً شام یا مصر کے عالم تھے اور سبکی ایک مقام ہے جس کی طرف ان کی نسبت ہے۔

عرض: غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد کیا اب کوئی غوث نہیں؟ یا ہر وقت دنیا میں کوئی ایک غوث رہتا ہے اور جو عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوث اعظم نہ مانے کیا وہ گمراہ ہے۔

ارشاد: حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلطان الاولیا ہیں بلا وجہ شرعی اور بلا دلیل شرعیان کے مرتبے سے انکار اپنے آپ کو اہل سنت وجماعت کی ایک عظیم جماعت سے الگ کرنا ہے اور کم سے کم جو جمہور اہل سنت اور مسلمانوں کی ایک عظیم جماعت کا اعتقاد ہے اس سے بلا وجہ مخالفت مناسب نہیں، ان کی موافقت چاہئے اور یہ کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض یا ان کے مرتبے سے انکار یہ سخت خطرناک ہے اور گمرہی کا حکم اس میں جلدی نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی گمراہی کا حکم دیا جائے گا۔

عرض: اگر کسی خاتون کے شوہر نے دوسری شادی کر لی ہو اور وہ اپنی پہلی بیوی کی مسلسل مدد نہ کرتا ہو یعنی کبھی پیسے دے دیئے اور کبھی نہ دیئے تو کیا اس صورت میں اس خاتون کو زکوۃ دی جا سکتی ہے، جب کہ اس کے بطن سے چار بچے بھی ہیں۔

ارشاد: جب وہ صاحب نصاب نہیں ہے تو اس صورت میں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

عرض: اگر بیوی کو پتہ چل جائے اور یہ بات ثابت ہوجائے کہ اس کا شوہر زانی ہے تو کیا اب اس کا اپنے شوہر کے ساتھ رہنا جائز ہے، اسی طرح شوہر کو بیوی کے بارے میں یہ علم ہوجائے تو کیا حکم ہے۔

ارشاد: اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لہٰذا وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہ سکتی ہے اور اس کو یہ لازم ہے کہ جس طرح بنے اس فعل بد سے اسے باز رکھے۔

عرض: کسی کے جادو کرنے کی وجہ سے اگر کوئی زنا کر بیٹھے تو کیا وہ سزا کا مستحق ہوگا۔

ارشاد: جب تک عقل و ہوش باقی ہیں اس پر مواخذہ ہے اور اگر عقل و ہوش بالکل ختم ہوجائے تو مواخذہ نہیں۔

عرض: زانی کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں۔

ارشاد: سب کی توبہ قبول ہوتی ہے۔

عرض: جمعہ کے خطبہ کی اذان ممبر کے سامنے دینی چاہئے یا مسجد سے باہر۔

ارشاد: ممبر کے سامنے خارج مسجد۔

عرض: کبھی کبھی قرآن مجید سے بال نکلتے ہیں، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ قرآن مجید کا معجزہ ہے اور یہ بال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔

ارشاد: یہ بات بے اصل ہے اسے اپنے طور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بال سمجھ لینا یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔

عرض: کیا وتر میں دعائے قنوت کی جگہ کوئی اور دعا پڑھی جاسکتی ہے اگر دعائے قنوت نہ یاد ہو تو۔

ارشاد: پڑھ سکتا ہے یا ''رب اغفرلی'' پڑھ لے۔

عرض: کسی آدمی سے یہ کہنا کیسا ہے کہ یہ کام آپ ہی کر سکتے ہیں یا پھر اللہ عزوجل۔

ارشاد: ایسا نہیں کہنا چاہئے۔

عرض: ''جاء الحق'' میں ''تفسیر روح البیان'' سورہ قمر کی پہلی آیت کے حوالے سے لکھا ہے کہ دنیا کی عمر ستر ہزار سال ہے جب کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ شریف میں فرمایا ہے کہ کوئی مسلمان جہنم میں دنیا کی عمر یعنی سات ہزار سال سے زیادہ نہ رہے گا، اس کی وضاحت فرمائیں۔

ارشاد: اس سلسلے میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ''الکشف عن مجاوزۃ ھذہ الامۃ الالف'' دیکھا گیا جس میں انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ احادیث سے جو یہ معلوم ہوتا ہے بظاہر اس دنیا کی عمر ایک ہزار سال ہے اور بعض آثار سے پتا لگتا ہے کہ ایک ہزار سال پر زیادتی چار سو برس سے زیادہ نہیں ہوگی، آپ نے یہ رسالہ لکھا یہ بتانے کے لئے کہ احادیث کثیرہ پر نظر کرتے ہوئے جن میں اشراط ساعۃ علامات قیامت کا ذکر ہے جن میں سے اب تک ان کے زمانے تک بہت ساری علامات ظاہر نہیں ہوئیں اور یہ فرمایا کہ ابھی ایک ہزار سال ختم ہونے کو آئے بہت ساری علامتیں باقی ہیں جن میں دجال کا خروج اور ظہور بھی ہے اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا نزول اور حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ظہور، وہ بھی ابھی باقی ہے اور اس کے بعد ہم کو نہیں معلوم کہ خروج دجال اور نزول عیسیٰ علیہ

السلام کے بعد دنیا کہ عمر اور کتنی باقی ہے، اس لئے کہ اس کے بعد بھی بہت ساری علامات اور قیامت کے مقدمات باقی رہیں گے جو ابھی تک نہیں آئے اس لئے علما نے یہ فرمایا کہ عمر دنیا میں مختلف دلائل کی روشنی میں کسی جانب قطعی طور پر یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ عمر دنیا اتنی ہے اور اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی اور جو حدیث اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لی ہے طرق کثیرہ سے وہ حدیث مروی ہے اس کا مضمون میں حدیث کے الفاظ پڑھوا کر بیان کرتا ہوں، انما الشفاعۃ یوم القیامۃ لمن عمل الکبائر من امتی ثم ماتوا علیہا میری شفاعت قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے ہے جو میری امت میں کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوں اور پھر انہیں کبیرہ گناہوں پر بغیر توبہ کے جو مر جائیں میری شفاعت ان کے لئے ہے۔ اب سرکار علیہ السلام نے ان کے درجات الگ الگ بتائے۔

(۱) فھم فی الباب الاول من جھنم اور میں ان کے لئے اس حال میں شفاعت کروں گا کہ وہ جہنم کے پہلے دروازے میں ہوں گے۔

(۲) لا تسود وجوھھم ولا تزرق اعینھم ان کے چہرے کالے نہیں پڑیں گے اور آنکھیں نیلی نہیں ہوں گی۔

(۳) ولا یغلون بالاغلال ان کو بیڑیاں نہیں ڈالی جائیں گی۔

(۴) ولا یقرنون مع الشیاطین اور شیاطین کے ساتھ ان کو گرفتار نہیں کیا جائے گا۔

(۵) ولا یضربون بالمقامع اور ہتھوڑوں سے ان کو مارا نہیں جائے گا۔

(۶) ولا یطرحون فی الادرک اور جہنم کے نچلے حصے درکات میں ان کو ڈالا نہیں جائے گا۔

(۷) منھم من یمکث فیھا ساعۃ ثم یخرج ان میں سے کوئی ایک مختصر ساعت کے لئے رہے گا اور پھر میری شفاعت سے باہر آ جائے گا۔

(۸) ومن ھم من یمکث فیھا یوما ثم یخرج اور ان میں سے کوئی ایک دن رہے گا پھر وہ نکالا جائے گا۔

(۹) ومن ھم من یمکث فیھا شھراً ثم یخرج ان میں سے کوئی ایک مہینہ رہے گا پھر وہ نکالا جائے گا۔

(۱۰) ومن ھم من یمکث فیھا سنۃ ثم یخرج اور ان میں سے کوئی ایک سال رہے گا پھر نکالا جائے گا۔

(۱۱) واطوھم مکثا فیھا من یمکث مثل الدنیا یوم خلقت الی افنیت وذلک سبعۃ الاف سنۃ اور ان میں سب سے زیادہ مدت تک رہنے والا وہ شخص ہوگا جو دنیا کی عمر جو سات ہزار سال ہے اتنی مدت تک وہ رہے گا۔ (جامع الکبیر للسیوطی، ج ۱ ص ۱۲۱۹، حدیث ۲۹۴۶، جامع الاحادیث ج ۹ ص ۶۴، حدیث ۸۸۳۸)

یہی حدیث اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کی کہ کوئی مسلمان دنیا کی جو عمر ہے اس سے زیادہ جہنم میں نہیں رہے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اس کا مآل کار دخول جنت ہے اور جہنم سے نکلنا ہے۔

اب اس سلسلے میں یہ سات ہزار سال جو ہے علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بتایا کہ دنیا کی عمر کا حساب لگا کر کے ساٹھ ہزار تین سو سال ہے اور اس میں سے اکثر حصہ

گزر چکا اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا بہت نزدیک آچکی اور دنیا میں سے تھوڑے میں سے تھوڑا اب باقی بچا ہے جیسے تالاب کہ اس کا اکثر و بیشتر پانی اچھا وہ پی لیا گیا اور تھوڑا پانی گدلا جو باقی رہ گیا۔ انہوں نے اپنے حساب سے یہ فرمایا کہ یہ ساٹھ ہزار سال سنبلہ کے جو بروج میں سے ایک برج ہے وہ اپنا دورہ ساٹھ ہزار سال میں پورا کرتا ہے اور یہ سنبلہ ایک دب کہلاتا ہے اور اس طور پر انہوں نے یہ اپنا خیال ظاہر کیا، پھر آگے یہ بتا کہ بعض علما نے یہ فرمایا ہے کہ ستر ہزار سال عمر دنیا ہے اور امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے یہ فرمایا کہ حضور علیہ السلام چھٹے ہزار کے آخر میں تشریف لائے اور آخری ساتواں ہزار وہ بھی گزر گیا اور اکثر و بیشتر ملت کے افراد وہ اسی میں ہوئے تو ضرور ہے کہ مدت دنیا اس سے زائد ہو۔

اب وہ کتنی ہے اس پر ہماری عقول کی رسائی نہیں ہے ،اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس کا بہتر علم ہے، قرائن اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہدی منتظر کا اب وقت قریب ہے اور مہدی منتظر کے ساتھ ہی ان کے ظاہر ہونے کے بعد ظہور عیسیٰ علیہ السلام ہوگا اور اسی میں دجال کو آپ علیہ السلام قتل فرمائیں گے اس کے بعد دوسرے مقدمات ساعۃ ہوں گے، بہر حال اس سے پتا لگتا ہے کہ قیامت کا وقت قریب ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا وقت اپنے رسول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو نہیں بتایا اور اس کی مدت کیا ہے؟ اس میں سخت اختلاف ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ دنیا کی فنا پر قیامت قائم ہوگی اور قیامت کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔

عرض: حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے عرس مقدس کی مناسبت سے ان کی سیرت پر کچھ روشنی ڈالیں۔

ارشاد: وہ میرے جد امجد اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے صاحبزادے، ان کے پہلے جانشین، ان کے علم وفضل کے مظہر اتم اور وارث تھے، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں صاحبزادے اپنے وقت کے آفتاب وماہتاب تھے۔ میں نے ان کا جلوہ نہیں دیکھا، البتہ یہ سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے کو اتنا حسن وجمال عطا فرمایا تھا کہ ان کا چہرہ مبلغ اسلام تھا جو لوگ ان کو دیکھتے مسلمان ہو جاتے اور ان کی عربیت وادب دانی مایہ ناز اور بے مثال تھی۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ پہلے سفر حج میں ہم رکاب تھے جب اعلیٰ حضرت نے بخار کی حالت میں ''الدولۃ المکیہ'' کی املا فرمائی تو آپ ہی نے اسے لکھا اور اس کا بے مثال نفیس خطبہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے آپ نے ترتیب دیا اور بھی ان کی خدمات اور خصوصیات ہیں۔ مجھے اس سلسلے میں یہ یاد آیا کہ اجمیر شریف میں ایک ''مدرسہ معینیہ'' تھا اس میں ایک صاحب مولوی معین کے نام سے صدر مدرس تھے۔ اجمیر شریف میرے جد امجد حاضر ہوئے تو مدرسے کے مہتمم نے یہ خواہش ظاہر کی کہ:

''مدرسے کا معائنہ کرلیں اور معائنہ لکھ دیں۔''

آپ نے فرمایا کہ:

''کس زبان میں لکھوں مجھے اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانیں آتی ہیں۔''

مہتمم صاحب نے کہا کہ:

"جس زبان میں چاہیں آپ لکھ دیں۔"

قلم برداشتہ فل اسکیپ کاغذ پر میرے جد امجد نے عربی معائنہ لکھ دیا، مہتمم صاحب نے معائنہ صدر المدرسین صاحب کو پیش کیا اور ان سے کہا کہ آپ اس کا ذرا ترجمہ کر دیجئے، انہوں نے کہا کہ اچھا رات کو اسے میں دیکھوں گا اور صبح اس کا ترجمہ پیش کردوں گا، جب صبح ہوئی، کہا کہ ترجمہ ہو گیا؟ کہا کہ نہیں، اس نے کچھ لغت دیکھنے کی ضرورت ہے دوسرے دن گئے تو کہا کہ ابھی ترجمہ نہیں ہوا ہے اسی طور پر انہوں نے بار بار پوچھا تو تیسرے دن انہوں نے یہ کہا کہ میں ترجمہ کہاں سے کروں انہوں نے تو کوئی ایسا محاورہ جو وہاں کے بدوی استعمال کرتے ہیں چھوڑا ہی نہیں ہے مجھے لغت میں اس کے معانی نہیں مل رہے ہیں تو مہتمم صاحب نے کہا کہ یہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نہیں ہیں بلکہ ان کے صاحب زادے ہیں جن پر آپ اعتراض کرتے ہیں، جب ان کے علم کا یہ عالم ہے تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے علم کا عالم کیا ہوگا۔

عرض: زید نے اپنی کمائی ہوئی دولت اپنے والد قمر کو ہبہ کرنے کے ارادے سے لکھ کر دیا اور زبانی کچھ شرطیں بھی رکھیں، زید کے والد قمر نے زید کی دی ہوئی شرطوں کو دو دن ہی میں ماننے سے انکار کر دیا، اب زید نے اپنے والد قمر کو لکھا کہ میں نے ہبہ آپ کو لکھ کر دیا تھا، مگر قبضہ نہیں دیا تھا اب میں اپنی ہبہ کو ختم کرتا ہوں اور اسی وقت زید نے لکھ کر اپنی ہبہ ختم کردی تو کیا زید نے جو ہبہ ختم کیا وہ شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: تمامی ہبہ کے لئے شرط یہ ہے کہ شئے موہوب پر موہوب لہ قبضہ کرلے، موہوب لہ جو زید کا والد تھا اس نے ابھی قبضہ نہیں کیا تو ہبہ تمام نہیں ہوا اور تمامی ہبہ سے پہلے وہ رجوع کرسکتا ہے، اس کا رجوع صحیح ہے۔

عرض: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تارخ تھے یا آذر؟

ارشاد: ہم نے اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اردو رسالہ "شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام" جس کی ہم نے تعریب کی اور اس پر کچھ مفید حواشی کا اضافہ کیا اسی کے ساتھ ایک رسالہ اس کے ذیل میں تصنیف کیا جس کا نام ہے "تحقیق ان ابا سیدنا ابراہیم علیہ السلام تارخ لا آذر" اور اس میں ہم نے دلائل و براہین، ابن کثیر کی قصص اور اجماع سے ثابت کیا کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باپ کا نام تارح یا تیرح یا تارخ تھا آذر نہیں۔ آذر آپ علیہ السلام کا چچا تھا اور اس سلسلے میں بہت پہلے میرا ایک مقالہ اردو میں بھی چھپ چکا ہے۔

عرض: قصر کی قضا گھر آکر پوری یعنی چار رکعات پڑھ لی ہو تو کیا کرے؟

ارشاد: جیسے قصر کی ادا ہے ویسے ہی قصر کی قضا، اور قصر کے معنی ہیں کہ صلوٰۃ رباعیہ جو چار رکعات کی ہے اس کو دو رکعت ادا کرے۔ ظہر، عصر اور عشاء میں اور مغرب وفجر میں قصر نہیں ہے، چار پڑھنا جائز نہیں تھا البتہ اس نے چار پڑھ لی اور دو رکعت کے بعد اس نے قعدہ کیا تو اس کا یہ قعدہ اخیرہ ہے باقی دو اس کی نفل ہوگئی، نماز ہوگئی۔

عرض: خاندانی منصوبہ بندی کرنا جائز ہے کہ نہیں، ہم لوگ اپنی مرضی سے وقفہ کرتے ہیں، یہ کیسا ہے۔

ارشاد: خاندانی منصوبہ بندی اس کے بہت سارے طریقے ناجائز ہیں جن میں نسبندی اور آپریشن ہے کہ بلا ضرورت شرعیہ تجرد یا برہنہ ہونا لازم آتا ہے، پھر تغییر خلق اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس چیز کو جس مصلحت کے لئے پیدا کیا اس میں مداخلت اور تبدیلی کی کوشش نص قطعی سے حرام ہے اور تحکیم دائمی یعنی مستقل طور پر عورت کو نا قابل ولادت کر دینا، بانجھ بنا دینا یہ مقصد شرع کے خلاف ہے اور اگر اس طور پر ہو کہ بچہ پیدا ہوگا تو اس کے رزق اور اس کی روزی کا اہتمام کون کرے گا، کون اسے کھلائے گا اور کون اس کی پرورش کرے گا تو یہ اللہ تبارک وتعالیٰ پر توکل کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

"وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ"

اپنی اولاد کو تنگ دستی کے ڈر سے قتل مت کرو ہم تمہیں بھی روزی دیتے ہیں اور انہیں بھی، بعض حالات میں بالفعل قتل ولد ہوتا ہے کہ نطفہ ٹھہر جاتا ہے اور اس کا اسقاط کراتے ہیں اور یہ حرام قطعی ہے اور بعض حالات میں یہ مثل قتل ولد ہے اور یہ ناجائز وحرام ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ پر توکل کے منافی ہے۔ لہٰذا فیملی پلاننگ کی جو تدابیر تحکیم دائمی کے لئے کی جاتی ہیں وہ ناجائز وحرام ہیں البتہ بعض حالات میں بعض مصالح معقولہ شرعیہ کی بنا پر اگر مانع حمل دوائیں استعمال کرے جس میں تجرب اور آپریشن کی ضرورت نہ ہو بلکہ عارضی طور پر ہو تو اس میں حرج نہیں۔

عرض: کیا نماز کے دوران قرآن پاک کو پندرہ سینٹی میٹر اونچے رحل پر رکھنے کی اجازت ہے؟

ارشاد: کوئی حرج نہیں۔

عرض: اگر غلطی سے بے وضو کسی کا ہاتھ قرآن پاک پر لگ جائے تو وہ کیا کرے۔

ارشاد: اس صورت میں وہ گنہگار نہ ہوگا۔

عرض: شادی کی سال گرہ منائی جا سکتی ہے۔

ارشاد: اس میں کوئی حرج نہیں، جب کہ جائز طور پر ہو، نصاریٰ یا دوسری قوموں سے اس کی مناشبہت نہ ہو بلکہ شرعی طور پر اسے منایا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

عرض: کیا کرکٹ، فٹ بال یا ٹینس کچھ دیر کے لئے بچوں یا بڑوں کے ساتھ کھیلا جا سکتا ہے۔

ارشاد: لہو ولعب شرعاً ناجائز ہے، فٹ بال یا کرکٹ وغیرہ جو العاب ریاضیہ ہیں اگر ان کو ریاضت کے طور پر جس میں برہنہ ہونا لازم نہ آئے اور نمازوں کا قضا کرنا لازم نہ آئے، کھیل کود کی نیت نہ ہو بلکہ ورزش کی اگر نیت ہو تو کبھی کبھی اس میں حرج نہیں ہے۔

عرض: کیا ہم ایسے امام کے پیچھے جمعہ کی فرض نماز پڑھ سکتے ہیں جس نے جمعہ کے دن فجر کی نماز نہ پڑھی ہو۔

ارشاد: اگر وہ عادتاً ایسا کرتا ہے تو وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جا سکتی اور اگر اس سے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

عرض: اگر کوئی نعت خواں اعلانیہ طور پر تصویر اور ویڈیو

بنواتا ہو تو کیا اس سے نعت سننا جائز ہے، کیا ایسی محافل میں جہاں اعلانیہ تصویر کشی اور ویڈیو بنائی جاتی ہو، جانا جائز ہے۔

ارشاد: ایسے نعت خواں سے نعت سننے اور ایسی محافل میں جانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

عرض: اردو زبان میں کئی ایسے محاورے رائج ہیں جن میں رام وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے مثلاً چڑھ جا بیٹا سولی پر رام بھلا کرے گا، بغل میں چھری زبان پر رام رام، لکشمی دیوی مہربان، لکشمی مہربان ہونے آئی تو آدمی منہ دھونے چلا گیا، کیا ان کو اور اس طرح کے دوسرے محاوروں کو اپنی تحریر یا گفتگو میں استعمال کرنا جائز ہے؟

ارشاد: پرہیز کرنا لازم ہے۔

عرض: لڑکے کا نام افنان اور لڑکی کا نام زَروار رکھ سکتے ہیں؟

ارشاد: افنان نام تو با معنی ہے اور زروا نہیں بلکہ زُروار رکھ سکتے ہیں۔

عرض: اللہ رب العزت کا جتنا ذاتی غیب ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب کو اس سے آگاہ فرما دیا کیا یہ عبارت اہل سنت کے عقائد کے مطابق ہے یا اس میں اللہ تعالیٰ کے ذاتی علم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے برابر بتا کر شرک کیا گیا ہے۔

ارشاد: یہ عبارت اہل سنت وجماعت کے مذہب کے بالکل خلاف ہے اور یہ کلمہ دو وجہ سے کلمۂ کفر ہے، ایک تو یہ کہ "جتنا ذاتی علم غیب" یہ اس بات میں صریح ہے کہ قائل کے نزدیک معاذ اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ کا علم محدود ہے، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ "الدولة المکیه" "خالص الاعتقاد"، "انباء المصطفے" اور "اللولوء المکنون فی علم البشیر ماکان ومایکون" اور بہت سارے دوسرے رسائل میں حضور سرور عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعطائے الٰہی علم غیب ثابت کیا ہے۔ ان میں یہ صاف تصریح فرمائی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا علم، علم محیط اور تفصیلی بالفعل ہے اور اس کا علم غیر متناہی بالفعل ہے اور یہاں جتنا کہہ کر اس کو متناہی اور محدود بتایا گیا پھر علم ہو یا قدرت یا کوئی صفت جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتی صفت ہے اس میں کسی بندے کی شرکت جائز نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت ذاتیہ کو مخلوق کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض علم غیب عطا فرمایا اور قرآن کریم سے بھی ثابت ہے وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ مخلوق اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم میں کسی شئے کا احاطہ نہیں کرتی، مگر اس کا جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور سرور عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض علم غیب عطا فرمایا اور اس باب میں اتنی کثرت ہے کہ انہوں نے اولین وآخرین اور ماکان ومایکون اور اس سے بہت زائد اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات کا علم اور دنیا کے فنا ہونے کے بعد قیامت کے بعد تک کا علم حضور سرور عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا جس میں وہ علوم خمسہ بھی شامل ہیں جن کے بارے میں کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہیں کئے گئے وہ سب بھی حضور سرور عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے جن کی تفصیل "الدولة المکیه" میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت اچھی طرح سے فرمائی ہے جس کو اس تفصیل پر

اطلاع مقصود ہو وہ اس رسالہ مبارکہ کا مطالعہ کرے۔

عرض: پچھلے ہفتہ کسی نے سوال کیا تھا کہ خون کا عطیہ دے کر کسی کی زندگی بچائی جاسکتی ہے تو آپ نے جواب دیا کہ "نہیں" برائے کرم وضاحت فرمادیں۔

ارشاد: اس کی وجہ یہ ہے کہ خون اور جسم کے اعضا نہ آپ کی جائیداد اور نہ آپ کی ملک ہے، عطیہ آدمی اسی چیز کا کرتا ہے اور دینا لینا قیمت کے ذریعہ یا بغیر قیمت کے جو چیز مال ہو اور وہ کسی کی ملک میں ہو، خون نہ تو مال ہے کہ جس میں خرید وفروخت کا معاملہ جاری ہو سکے اور نہ یہ آپ کی اپنی ملکیت ہے بلکہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی امانت ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىٓ آدَمَ، ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی، لہٰذا انسان اپنے تمام اجزا کے ساتھ محترم ومکرم اور باعزت ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان کے کسی پرزے کا اس طور پہ استعمال کیا جائے جس طرح جانوروں کے اجزاء استعمال کئے جاتے ہیں۔ یہ میں نے پہلے بھی بتایا تھا اور آج پھر بتا رہا ہوں، حدیث میں آیا ہے لعن الله الواصيلة والمستوصلة ماللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس عورت پر جو اپنی چوٹی کے بال دوسرے کی چوٹی میں ملائے اور اس عورت پر لعنت ہو جو اپنی چوٹی میں دوسری عورت کے بال ملوائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۶ ص ۷۶) جسم جو بال جدا ہو جاتا ہے بظاہر اس کی کیا وقعت ہے، لیکن شریعت کو یہ گوارا نہیں کہ انسان کا یہ بال اس طور پر استعمال ہو جس طرح بھیڑ بکری کی کھال اور اس کے بالوں کا استعمال کیا جاتا ہے، اس لئے نہ دوسرے کے لئے لگانا جائز ہے اور یہ بھی جائز نہیں کہ وہ بال، ناخن یا خون کو اس طور پر جیسے کوئی حقیر اور بے وقعت چیز نالی میں بہا دی جاتی ہے یا زمین پر پھینک دی جاتی ہے اور وہ پیروں میں آتی ہے یہ بھی شریعت کو گوارا نہیں بلکہ حکم یہ ہے کہ کٹے ہوئے ناخن یا انسان کے جسم کے کا کوئی بال جدا ہو یا اس کا خون نکلے تو اسے زمین پر یوں ہی نہ پھینکے بلکہ اسے دفن کردے، جس طرح آدمی کے پورے جسم کو دفن کرنے کا حکم ہے۔ یوں ہی اس کے اجزا کو بھی شریعت دفن کرنے کا حکم دیتی ہے۔ اگر ضرورت کی تحت یہ جائز ہوتا کہ انسان کا خون دوسرا آدمی پیتا یا اس کی بوٹی کھالیتا تو پھر فقہا یہ نہ فرماتے کہ اگر کوئی شخص بھوک سے مر رہا ہے اور حرام یا حلال کوئی غذا اس کے پاس نہیں ہے نہ مردار ہے نہ سور ہے کہ جس کا ایک نوالہ کھا کر اپنی جان وہ بچا سکے، ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میری بوٹی کاٹ کر تو کھا لے شرعاً یہ جائز نہیں اور یہ بعینہ جان جانے کا اور ضرورت یہ خاص جزیہ ہے، لیکن اس کے باوجود شریعت میں انسان کے لئے حرمت رکھی ہے کہ انسان کو یہ حق نہیں ہے کہ انسان کی بوٹی کاٹ کر کھائے اور اپنی جان بچائے، لہٰذا عام حالات میں جب کہ کوئی خطرہ بھی نہیں ہوتا انسان کے خون کا تبادلہ اور اس کے اجزا کا تبادلہ بدرجہ اولیٰ ناجائز وحرام ہے اور شریعت مطہرہ کے مقصد کے سخت خلاف ہے۔

عرض: کیا جرمنی دار الحرب ہے۔ مجھے یہاں جمعہ کی نماز پڑھنی چاہئے یا ظہر؟

ارشاد: جرمنی دار الحرب ہے، جہاں تک جمعہ کی ادائیگی کا سوال ہے یہاں جمعہ پڑھنے کی اجازت نہیں ایسا مقام جو

دار الحرب ہو وہاں ظہر پڑھنے کو کہا جائے گا اور اگر لوگ جمعہ پڑھنے کے عادی ہوں تو اپنی کوشش جاری رکھیں اور انہیں چاہئے کہ جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کی نماز پڑھیں تا کہ وہ اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو سکیں۔

عرض: کیا یہ حکم تمام دار الحرب ممالک کے لئے ہے۔

ارشاد: جی ہاں! یہ حکم سب کے لئے ہے۔

عرض: جرمنی میں بکرے اور مرغی کا گوشت حلال دستیاب نہیں، میرے ایک ساتھی جن کا تعلق مصر سے ہے وہ کہتے ہیں کہ مصر کے علما کے نزدیک ہم ایسے گوشت کو کھانے سے پہلے بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھ کر کھا سکتے ہیں، کیا شریعت اس کی اجازت دیتی ہے۔

ارشاد: نہیں، اس کی اجازت ہرگز نہیں، اگر کوئی جانور کسی غیر مسلم نے ذبح کیا تو وہ مسلمانوں کے لئے حرام ہو گیا۔ اب اس پر بسم اللہ، اللہ اکبر یا کچھ بھی پڑھنے سے وہ حلال نہ ہوگا بلکہ ویسے ہی حرام رہے گا۔

عرض: میں کراچی میں پیدا ہوئی اور میری پیدائش کے فوراً بعد ہم لوگ ڈربن آبسے، والد کی وفات پا جانے کے بعد ہم نے اپنے کراچی والا گھر فروخت کر دیا، میری والدہ میرے دو بھائیوں کے ساتھ سنگاپور منتقل ہو گئیں۔ میرا وطن اصلی کون سا ہے کراچی یا ڈربن؟ اگر میں کراچی کا پندرہ دن سے کم کا سفر کرتی ہوں تو مجھے قصر نماز پڑھنی چاہئے یا پوری؟

ارشاد: اگر آپ ڈربن میں رہ رہی ہیں اور آپ نے ڈربن کی رہائش کو مستقل اختیار کر لیا ہے تو آپ کا وطن اصلی ڈربن بن چکا ہے آپ کے لئے اب کراچی وطن اصلی نہیں۔ لہٰذا آپ اگر کراچی جاتی ہیں اور وہاں دو ہفتے سے کم قیام کا ارادہ ہے تو آپ کو مسافر کی نماز پڑھنی چاہئے۔

عرض: کیا ہم صدقہ فطر جنوبی افریقہ میں دے سکتے ہیں؟

ارشاد: ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

عرض: کیا ہم عید اضحیٰ پر جنوبی افریقہ میں قربانی کر سکتے ہیں؟

ارشاد: ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

عرض: کینیڈا میں ایک ہندو خاتون دوسری مرتبہ حاملہ ہوئی وہ چاہتی ہے کہ قرآن سے کوئی وظیفہ یا کوئی عمل بتائیں کیوں کہ ان کا پہلا بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہی مر گیا تھا، تو کیا اسے کوئی وظیفہ پڑھنے کی اجازت ہے اور ہے تو کون سا وظیفہ۔

ارشاد: قرآنی آیت اس کو پڑھنے کی اجازت نہیں، ذکر کے طور پر جو آیات پڑھی جاتی ہیں وہ اسے سکھا دیئے جائیں، ذکر کے طور پر ذکر کی نیت سے وہ پڑھ سکتی ہے اور درود شریف کا کوئی صیغہ اسے سکھا دیا جائے یا لا الٰہ الا اللہ کی کثرت کرے، انشاء اللہ اس کی مراد پوری ہوگی۔

عرض: کیا یہ کلمہ کفر ہے ؎

جنتیں سجائیں میں نے تیرے لئے
چھوڑ دی خدائی میں نے تیرے لئے

ارشاد: یہ کلمہ کفر تو نہیں ہے خدائی کا معنی یہاں پہ الوہیت جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت ہے اس معنی نہیں ہے بلکہ خدائی سے مراد ماسوا اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے وہ عالم ہے، خدائی ہے اور اسی کی تخلیق ہے یہاں خدائی سے مراد مخلوق ہے۔

عرض: درمختار اور مشکوٰۃ شریف یہ کون سی کتابیں ہیں اور

اسے کس نے لکھی ہیں۔کیا یہ معتبر ہیں؟

ارشاد: مشکوۃ شریف معتبر کتاب ہے۔خطیب تبریزی اس نایاب کام کے کرنے والے ہیں۔درمختار بھی فقہ حنفی میں ایک عظیم خدمت ہے اور یہ بھی ایک معتبر کتاب ہے،لیکن ہر ایک کو ان کتابوں کی اجازت نہیں،عام آدمی کو چاہئے کہ علما سے اسے پڑھیں اور علما سے شرعی احکام سیکھیں۔

عرض: کیا سید زادی غیر سید زادی لڑکے سے شادی کر سکتی ہے کچھ لوگ اسے حرام کہتے ہیں،وضاحت فرمادیں۔

ارشاد: بالغہ کا نکاح غیر کفو میں اس کے ولی کی اجازت صریحہ کے بغیر نہیں ہوسکتا،بالغہ اگر غیر کفو میں نکاح کرنا چاہتی ہے تو شرط یہ ہے کہ ولی غیر غیر کفو کو غیر کفو جانتے ہوئے زبان سے اس سے نکاح کی اجازت صریحہ دے،ورنہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوگا۔غیر سید،سید زادی کا کفو نہیں ہے اگر سید زادی ولی کی اجازت صریحہ کے بغیر غیر سید سے نکاح کرے گی تو وہ نکاح نہیں ہوگا۔

عرض: بہار شریعت ج ۳ صفحہ ۱۸ پر لکھا ہے کہ جس شہر میں عشا کا وقت نہ آتا ہو تو وہ عشا کی قضا ادا کرے تو کیا قضا پڑھنے پر انہیں ادا ہی کا ثواب ملے گا یا ثواب میں کوئی کمی ہوگی؟

ارشاد: ثواب میں کمی اور زیادتی کا مسئلہ تو غیبی بات ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ بہت مرتبہ بندہ مومن کو بغیر عمل کے بھی ثواب عطا فرماتا ہے،نیۃ المؤمن خیر من عملہ (شعب الایمان للبیہقی ج ۱۴ ص ۹۸۳،حدیث ۷۸۵۶) حدیث میں اسی لئے آیا ہے کہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اور بہت ساری جہاد کی احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے وہ بھائی جو مدینہ شریف میں کسی عذر کی وجہ سے رہ گئے،تم نے کوئی مرحلہ طے نہیں کیا، مگر یہ کہ وہ تمہارے ساتھ تھے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہارے ساتھ ثواب میں شریک ہیں اور جہاں پر وقت نہیں آتا اب اس میں بندے کا کیا قصور ہے لہٰذا ثواب میں کمی ہونے کی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔اب ثواب بھرپور ملنا یا نہ ملنا یہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کی مشیت پر ہے،اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں عبادت اگر قبول ہے تو وہ جیسے چاہے،جتنا چاہے ثواب دے۔

عرض: کچھ اپنی دکانوں یا مصنوعات کا اسلامی نام رکھتے ہیں جیسے مکہ آئس ڈپو،مدینہ پان شاپ،حاجی علی جوس سینٹر،عبداللہ ٹریڈنگ،کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے؟

ارشاد: اس میں کوئی حرج نہیں۔

عرض: کیا ایک وقت میں چار شادیاں ہوسکتی ہیں ،اسلام میں چار شادیاں کس طرح ہوسکتی ہیں؟

ارشاد: ایک سے زائد شادی کی اجازت ہے بشرطیکہ نان ونفقہ پر دونوں کے قادر ہو اور ظلم وزیادتی سے امان ہو اور یہ اندیشہ نہ ہو کہ ایک کا ہو کر رہ جائے گا تو ایک کی زیادہ شادی کی اجازت ہے،چار بھی کرسکتا ہے،دو بھی کرسکتا ہے اور اگر جور کا اندیشہ ہے تو ایک پر قناعت کرنا ضروری ہے۔

عرض: میں نے سنا ہے کہ عقائد میں تین گروہ ہیں اشعری، ماتریدی اور اثری ان میں آپس میں کیا فرق ہے،کیا ان میں سے کسی ایک کی تقلید ضروری ہے اور میرے پیر ومرشد علامہ

ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ کس کے مقلد ہیں۔

ارشاد: فروع عقائد میں اہل سنت کے دو گروہ ہیں پہلا ماتریدی اور دوسرا اشعری اور اس کے علاوہ اطہری یا اثری کوئی نہیں حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ ماتریدی کے تابع ہیں۔

عرض: جنازے کی نماز میں کیا چوتھی تکبیریں دونوں ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیر سکتے ہیں یا پہلے سلام میں پہلا ہاتھ اور دوسرے سلام میں دوسرا ہاتھ چھوڑنا چاہئے؟

ارشاد: چوتھی تکبیر کہنے کے بعد ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرنا چاہئے۔

عرض: مختلف کمپنی اور اسکول وغیرہ میں پینٹ شرٹ یونیفارم ہوتا ہے، جو کہ غیر اسلامی لباس ہے کیا ان حالتوں میں ان لباس میں نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

ارشاد: نماز کا جب وقت ہو نماز ضرور پڑھی جائے گی، غیر اسلامی لباس پینٹ شرٹ جو فساق و فجار اور کفار کا لباس ہے، اس میں نماز پڑھنے میں کراہت ہے۔

عرض: کیا عورت اپنے بال رنگ سکتی ہے اور اگر رنگ سکتی ہے تو کس رنگ کی اجازت ہے؟

ارشاد: ہاں اجازت ہے! کالا خضاب نہ لگائے۔

عرض: کسی بھی وجہ سے عورت کو بال چھوٹا کرنے کی اجازت ہے؟

ارشاد: اس کی اجازت نہیں۔

عرض: کون کون سی مچھلیاں کائی جاسکتی ہیں۔ کیا ٹونا مچھلی کھانے کی اجازت ہے؟

ارشاد: جو مچھلی ہے اس کو کھانا جائز ہے اور بعض مچھلیاں جو آدم خور ہوتی ہیں مثلاً شارک وغیرہ ان مچھلیوں کو کھانا جائز نہیں اور جو مچھلی سمندر میں مرجائے اس کو بھی کھا سکتا ہے، بشرطیکہ مرکر الٹی نہ ہو۔ اگر الٹی ہو کر تیرے تو کھانا جائز نہیں۔

عرض: اگر کسی کی بیوی کا انتقال ہو جائے تو شوہر کو اس کا چہرہ دیکھنے کی اجازت ہے؟

ارشاد: اجازت ہے۔

عرض: وضو کرنے کے بعد اگر کپڑے تبدیل کئے جائیں تو کیا وضو باقی رہے گا؟

ارشاد: ہاں وضو باقی رہے گا۔

عرض: کوئی عورت بچہ جننے کے بعد چالیس دن تک گھر میں کیوں روکی جاتی ہے۔

ارشاد: چالیس دن کی قید نہیں، جب تک اس کو خون آرہا ہے وہ نماز وغیرہ سے روکی جائے گی اور اس سے صحبت جائز نہیں ہوگی اور اگر خون نفاس آکر منقطع ہو گیا اور نماز کا وقت گزر جائے تو نہا کر نماز پڑھے۔

عرض: اگر غسل کرلیا تو نماز کے لئے وضو کرنے کی ضرورت ہے؟

ارشاد: نہیں، اگر غسل کے بعد پیشاب وغیرہ نہیں کیا تو وضو قائم ہے وضو کرنا ضروری نہیں، اگر کرلے تو بہتر ہے۔

عرض: سعودی عرب میں مرغی کے کچھ برانڈ ہیں جن کے بارے میں مشہور ہے اور کچھ معتمد لوگوں کی تحقیق بھی ہے کہ جائز طریقے سے ذبح ہوتی ہیں جیسے فقیہ اور فیجا تو کیا یہ مرغیاں کھا سکتے ہیں۔

ارشاد: جہاں پر ثقہ لوگوں کے بیان سے یہ معلوم ہے کہ وہ حلال طور پر مرغیاں ذبح کرتے ہیں تو ان کے یہاں کھانا

جائز ہے۔

عرض: ظہر اور عصر کی نماز باجماعت امام بلند آواز سے قرأت نہیں کرتے اس کی کوئی خاص وجہ ہے یا اس ضمن میں کوئی واقعہ ہے یا صرف حکم شرع ہے۔

ارشاد: حکم شرع ہے اور کچھ حکمتیں۔ کتب فقہ میں بیان کی گئی ہیں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب ''انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار'' میں کچھ اس کے نکات بیان کئے ہیں۔ جن صاحب کو شوق ہو مذکورہ کتاب کا مطالعہ کریں۔

عرض: کسی سنی کے یہاں سے بچی کا رشتہ آئے مگر لڑکے والے یا لڑکی والوں کے خاندان میں کچھ بدمذہب ہوں ،ایسے گھر میں رشتہ کرنا کیسا ہے۔

ارشاد: سنی کے یہاں سے جب رشتہ آتا ہے تو سنیہ کا نکاح سنی سے جائز ہے اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا البتہ جیسے نکاح سے پہلے بدمذہبوں سے ملنا جلنا ناجائز تھا نکاح کے بعد بھی ویسے ہی بدمذہبوں سے ملنا جلنا ناجائز رہے گا اور سسرالی رشتے میں بھی لوگوں کو بھی اس کا خیال کرنا چاہئے نکاح، بیاہ اور شادی کے رسم میں ان باتوں کا لحاظ رکھے اور اپنے سسرالی رشتے میں یہ شرط لگا دے کہ اگر تم لوگ دیوبندی وہابی رشتے دار سے ملتے ہو تو ہماری لڑکی وہاں نہیں جائے گی۔

عرض: مجبوری کی حالت جس سے پیٹ پر اثر پڑتا ہو مثلاً کوئی عورت حاملہ ہو تو اس صورت میں سجدے میں بشکل تشہد صرف ہاتھ رانوں سے زمین پر رکھ دے اور تسبیح پڑھ لے تو کیا سجدہ جائز ہوگا یا کوئی اور صورت ارشاد فرمائیں۔

ارشاد: سجدے کے لئے ضروری ہے کہ پیشانی زمین پر ٹکے اور اگر کوئی عذر ایسا نہیں ہے جو پیشانی زمین پر ٹکانے سے مانع ہو تو اس کو پیشانی کا ٹکانا ضروری نہیں، اگر عورتوں کی وضع محتاط ہے کہ جس میں پیٹ ران سے لگنا ہوتا ہے اگر اس میں اندیشہ ہے کہ بچے کے اوپر بوجھ پڑے گا تو اپنا پیٹ تھوڑا سا اونچا اٹھا کر زمین پر سجدہ کرے اور ناک جمائے۔

عرض: نابالغ بچے اور بچیوں کو جینز، ٹی شرٹ پہنا سکتے ہیں اور نابالغ بچی کی ضرورت سے زیادہ بال کاٹ سکتے ہیں؟

ارشاد: اس صورت میں نابالغ پر کوئی گناہ نہیں، ان کے سرپرستوں سے ضرور اس پر مواخذہ ہوگا اپنی اولاد کی اسلامی ماحول اور اسلامی وضع قطع میں پرورش کریں۔

عرض: حج میں وضو کرتے ہیں تو ایک ساتھ وضو کرنے میں اگر کسی کی ستر پر نظر پڑ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا یا احرام پر اس کا کوئی اثر پڑے گا۔

ارشاد: اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اور نہ احرام پر اثر پڑے گا۔

عرض: ایمان کی حفاظت اور روحانی تسکین کے لئے کوئی وظیفہ یا عمل بتائیں۔

ارشاد: درود شریف سب سے بہترین وظیفہ ہے اس کا کثرت سے ورد کریں۔

عرض: میرے پاس اتنا مال ہے کہ میں حج ادا کرسکتا ہوں مگر مجھے اپنی بیٹیوں کی شادی بھی کرنی ہے تو کیا اس صورت میں مجھ پر حج فرض ہے یا نہیں؟

ارشاد: حج تو بہر حال فرض ہے لیکن ابھی جانا فرض نہیں ہے عمر میں کبھی چلا جائے فرض ادا ہو جائے گا۔

عرض: اتنا پیسہ ہو کہ آدمی حج کر سکے مگر وہ عمرہ کرتا ہے جس سے اب حج جتنی رقم باقی نہیں رہتی ایسی صورت میں یہ فرض کو ترک کرنا ہوگا؟

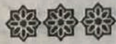
ارشاد: فرض حج عمر میں ایک بار فرض ہے اور اس کو یہ چاہئے کہ فرض میں تعجیل کرے اور عمرہ فرض نہیں ہے یہ سنت موکدہ ہے فرض کو مقدم کرے اور ترک فرض میری سمجھ میں نہیں آتا ہے، اس لئے کہ یہ فرض حج اس پر تراخی پر ہے عمر میں ایک مرتبہ ہے جب کرلے گا فرض ادا ہو جائے گا۔

عرض: زید نماز میں قرآن کو مخارج کے ساتھ نہیں پڑھتا یعنی الف عین میں فرق نہیں کرتا، کیا حکم شرعی ہوگا۔

ارشاد: اگر ایسی غلطی کرتا ہے جس سے نماز فاسد ہو جائے تو نماز صحیح نہیں ہوگی اور اس کی اقتدا جائز نہیں۔

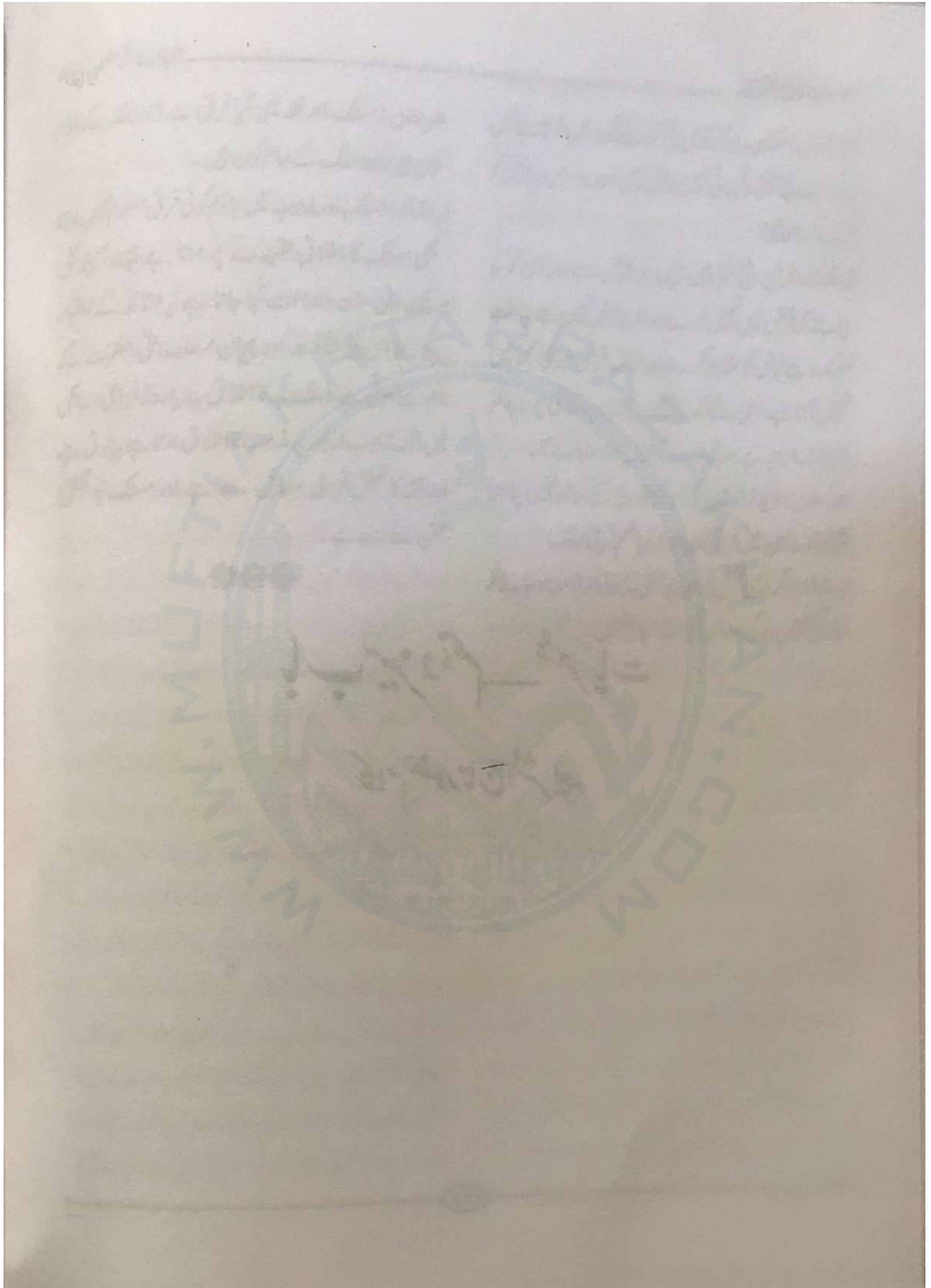
عرض: مسلک اور فقہ میں کیا فرق ہے؟ اور فقہ کے امام کون ہیں اور مسلک کے امام کون ہیں۔

ارشاد: مسلک اور مذہب میں باہم کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا کبھی مسلک کا اطلاق عقیدے پر ہوتا ہے جیسے آج کل مسلک اہل سنت و جماعت کہا جاتا ہے یہ عقائد کے اعتبار سے ہے اس کی شناخت اور پہچان مسلک اعلیٰ حضرت کے نام سے ہوتی ہے اور مذہب کا اطلاق یہ زیادہ تر فروعی مسائل میں ائمہ مذاہب اربعہ پر مذہب کا اطلاق ہوتا ہے یہ فرق ہے اور فقہ کا تعلق فروعی مسائل سے ہے اور مسلک کا تعلق عقیدے سے ہے۔



باب سیزدہم ـــــ شعریات

کلام حضور تاج الشریعہ



تمہارے ذرّے کے پرتو ستارہائے فلک

جھکے نہ بارِ صد احساں سے کیوں بنائے فلک
تمہارے ذرّے کے پرتو ستارہائے فلک

یہ خاکِ کوچۂ جاناں ہے جس کے بوسہ کو
نہ جانے کب سے ترستے ہیں دیدہائے فلک

عفو و عظمتِ خاکِ مدینہ کیا کہئے
اسی تُراب کے صدقے ہے اعتدائے فلک

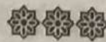
یہ ان کے جلوے کی تھیں گرمیاں شبِ اسریٰ
نہ لائے تابِ نظر بہکے دیدہائے فلک

قدم سے ان کے سرِ عرش بجلیاں چمکیں
کبھی تھے بند کبھی وا تھے دیدہائے فلک

میں غم نصیب بھی تری گلی کا کتّا ہوں
نگاہِ لطف ادھر ہو نہ یوں ستائے فلک

یہ کس کے در سے پھرا ہے تو نجدیٔ بے دیں
برا ہو تیرا ترے سر پہ گر ہی جائے فلک

جو نام لے شہِ عرشِ بریں کا تو اخترؔ
بصد ادب پئے تسلیم سر جھکائے فلک



اس طرف بھی اک نظر مہرِ درخشانِ جمال

اس طرف بھی اک نظر مہرِ درخشانِ جمال
ہم بھی رکھتے ہیں بہت مدت سے ارمانِ جمال

تم نے اچھوں پہ کیا ہے خوب فیضانِ جمال
ہم بدوں پر بھی نگاہِ لطف سلطانِ جمال

اک اشارے سے کیا شق ماہِ تاباں آپ نے
مرحبا صد مرحبا صلِّ علیٰ شانِ جمال

تیری جاں بخشی کے صدقے اے مسیحائے زماں
سنگریزوں نے پڑھا کلمہ ترا جانِ جمال

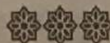
کب سے بیٹھے ہیں لگائے لو درِ جاناں پہ ہم
ہائے کب تک دید کو ترسیں فدایانِ جمال

مر کے مٹی میں ملے وہ نجدیو! بالکل غلط
حسبِ سابق اب بھی ہیں مرقد میں سلطانِ جمال

گرمیٔ محشر گنہگارو! ہے بس کچھ دیر کی
ابر بن کر چھائیں گے گیسوئے سلطانِ جمال

کرکے دعویٰ ہمسری کا کیسے منہ کے بل گرا
مٹ گیا وہ جس نے کی توہینِ سلطانِ جمال

حاسدانِ شاہِ دیں کو دیجیے اختر جواب
در حقیقت مصطفیٰ پیارے ہیں سلطانِ جمال



کبھی رہتے وہ اس گھر میں کبھی رہتے وہ اس گھر میں

تلاطم ہے یہ کیسا آنسوؤں کا دیدۂ تر میں
یہ کیسی موجیں آئی ہیں تمنا کے سمندر میں

ہجوم شوق کیسا انتظارِ کوئے دلبر میں
دلِ شیدا سماتا کیوں نہیں اب پہلو و بر میں

تجسس کروٹیں کیوں لے رہا ہے قلبِ مضطر میں
مدینہ سامنے ہے بس ابھی پہنچا میں دم بھر میں

یہ بحثیں ہو رہی ہیں میرے دل میں پہلو و بر میں
کہ دیکھیں کون پہنچے آگے آگے شہر دلبر میں

مدینے کی وہ مرگِ جانفزا گر ہے مقدر میں
امر ہو جائیں گے مر کے دیارِ روح پرور میں

جو تو اے طائرِ جاں کام لیتا کچھ بھی ہمت سے
نظر بن کر پہنچ جاتے تجلی گاہِ سرور میں

نہ رکھا مجھ کو طیبہ کی قفس میں اس ستم گر نے
ستم کیسا ہوا بلبل پہ یہ قیدِ ستم گر میں

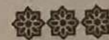
گذرگاہوں میں ان کی میں بچھاتا دیدہ و دل کو
قدم سے نقش بنتے میرے دل میں دیدۂ تر میں

بناتے جلوہ گاہِ ناز میرے دیدہ و دل کو
کبھی رہتے وہ اس گھر میں کبھی رہتے وہ اس گھر میں

مدینے سے رہیں خود دور اس کو روکنے والے
مدینے میں خود اخترؔ ہے، مدینہ چشم اخترؔ میں

تیری چوکھٹ پہ جو سر اپنا جھکا جاتے ہیں

تیری چوکھٹ پہ جو سر اپنا جھکا جاتے ہیں
ہر بلندی کو وہی نیچا دکھا جاتے ہیں
سرفرازیٔ اجل ان کو ملا کرتی ہے
نخوتِ سر جو ترے در پہ مٹا جاتے ہیں
ڈوبے رہتے ہیں تیری یاد میں جو شام و سحر
ڈوبتوں کو وہی ساحل سے لگا جاتے ہیں
اے مسیحا ترے بیمار ہیں ایسے بیمار
یہ جہاں بھر کا دکھ و درد مٹا جاتے ہیں
مرنے والے رخِ زیبا پہ ترے جانِ جہاں
عیشِ جاوید کے اسرار بتا جاتے ہیں
آسماں تجھ سے اٹھائے نہ اٹھیں گے سن لے
ہجر کے صدمے جو عشاق اٹھا جاتے ہیں
ذکرِ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم بھی کیا آگ ہے جس سے سنی
بیٹھے بیٹھے دلِ نجدی کو جلا جاتے ہیں
جن کو شیرینیٔ میلاد سے گھِن آتی ہے
آنکھ کے اندھے انہیں کوّا کھلا جاتے ہیں
دشتِ طیبہ میں نہیں کیل کا کھٹکا اخترؔ
نازک اندام وہاں برہنہ پا جاتے ہیں



گر ہمیں ذوقِ طلب سا رہنما ملتا نہیں

گر ہمیں ذوقِ طلب سا رہنما ملتا نہیں
راستہ ملتا نہیں اور مدعا ملتا نہیں
جھک کے مہر و ماہ گویا دے رہے ہیں یہ صدا
دوسرا میں کوئی تم سا دوسرا ملتا نہیں
اِبْتَغُوْا فرما کے گویا رب نے یہ فرما دیا
بے وسیلہ نجدیو! ہر گز خدا ملتا نہیں
ان سے امیدِ وفا اے دل محض بیکار ہے
اہلِ دنیا سے محبت کا صلہ ملتا نہیں
کس نے تجھ سے کہہ دیا دل بے غرض آتے ہیں وہ
بے غرض نادان کوئی بے وفا ملتا نہیں
تیرے میخانے میں جو کھینچی تھی وہ مے کیا ہوئی
بات کیا ہے آج پینے کا مزہ ملتا نہیں
ساقیا! تیری نگاہِ ناز مے کی جان تھی
پھیر لی تو نے نظر تو وہ نشہ ملتا نہیں
پینے والے دیکھ پی کر آج ان کی آنکھ سے
پھر یہ عالم ہوگا کہ خود کا پتہ ملتا نہیں
اخترِؔ خستہ عبث در در پھرا کرتا ہے تو
جز درِ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کہیں سے مدعا ملتا نہیں



ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

بُوالہوس سن سیم و زر کی بندگی اچھی نہیں
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

سروری کیا چیز ہے ان کی گدائی کے حضور
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

انکی چوکھٹ چوم کر خود کہہ رہی ہے سروری
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

سروری خود ہے بھکارن بندگانِ شاہ کی
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

سروری پاکر بھی کہتے ہیں گدایانِ حضور
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

تاج خود را کاسہ کردہ گوید ایں جا تاجور
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

تاج کو کاسہ بنا کر تاجور کہتے ہیں یوں
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

مفتی اعظم یکے از مردمانِ مصطفیٰ
اس رضائے مصطفیٰ سے دشمنی اچھی نہیں

حجۃ الاسلام اے حامدؔ رضا بابائے من
تم کو بن دیکھے ہماری زندگی اچھی نہیں

خاکِ طیبہ کی طلب میں خاک ہو یہ زندگی
خاکِ طیبہ اچھی اپنی زندگی اچھی نہیں

آرزومندانِ گل کانٹوں سے بچتے ہیں کہیں
خارِ طیبہ سے تری پہلو تہی اچھی نہیں

دشت طیبہ چھوڑ کر میں سیر جنت کو چلوں
رہنے دیجئے شیخ جی دیوانگی اچھی نہیں

جو جنونِ خلد میں کوؤں کو دے بیٹھے دھرم
ایسے اندھے شیخ جی کی پیروی اچھی نہیں

عقل چوپایوں کو دے بیٹھے حکیمِ تھانوی
میں نہ کہتا تھا کہ صحبت دیو کی اچھی نہیں

یادِ جاناں میں معاذ اللہ ہستی کی خبر
یادِ جاناں میں کسی سے آگہی اچھی نہیں

شامِ ہجراں میں ہمیں ہے جستجو اس مہر کی
چودھویں کے چاند تیری چاندنی اچھی نہیں

طوقِ تہذیبِ فرنگی توڑ ڈالو مومنو!
تیرگی انجام ہے یہ روشنی اچھی نہیں

شاخِ گل پر ہی بنائیں گے عنادِل آشیاں
برق سے کہہ دو کہ ہم سے ضد اچھی نہیں

جو پیا کو بھائے اخترؔ وہ سہانا راگ ہے
جس سے ناخوش ہوں پیا وہ راگنی اچھی نہیں

ماہِ باتاں تو ہوا مہرِ عجم ماہِ عرب

ماہِ باتاں تو ہوا مہرِ عجم ماہِ عرب
ہیں ستارے انبیاء مہرِ عجم ماہِ عرب

ہیں صفاتِ حق کے نوری آئینے سارے نبی
ذاتِ حق کا آئینہ مہرِ عجم ماہِ عرب

کب ستارا کوئی چمکا سامنے خورشید کے
ہو نبی کیسے نیا مہرِ عجم ماہِ عرب

آپ ہی کے نور سے تابندہ ہیں شمس و قمر
دل چمک جائے مہرِ عجم ماہِ عرب

قبر کا ہر ذرہ اک خورشید تاباں ہوا بھی
رخ سے پردہ دو ہٹا مہرِ عجم ماہِ عرب

کوچۂ پر نور کا ہر ذرہ رشکِ مہر ہے
واہ کیا کہنا ترا مہرِ عجم ماہِ عرب

رو سیہ منھ اجالا کر مرا جانِ قمر
صبح کر یا چاندنا مہرِ عجم ماہِ عرب

نیر چرخ رسالت جس گھڑی طالع ہوا
اوج پر تھا غلغلہ مہرِ عجم ماہِ عرب

آپ نے جب مشرقِ انوار سے فرمایا طلوع
دامنِ شب پھٹ گیا مہرِ عجم ماہِ عرب

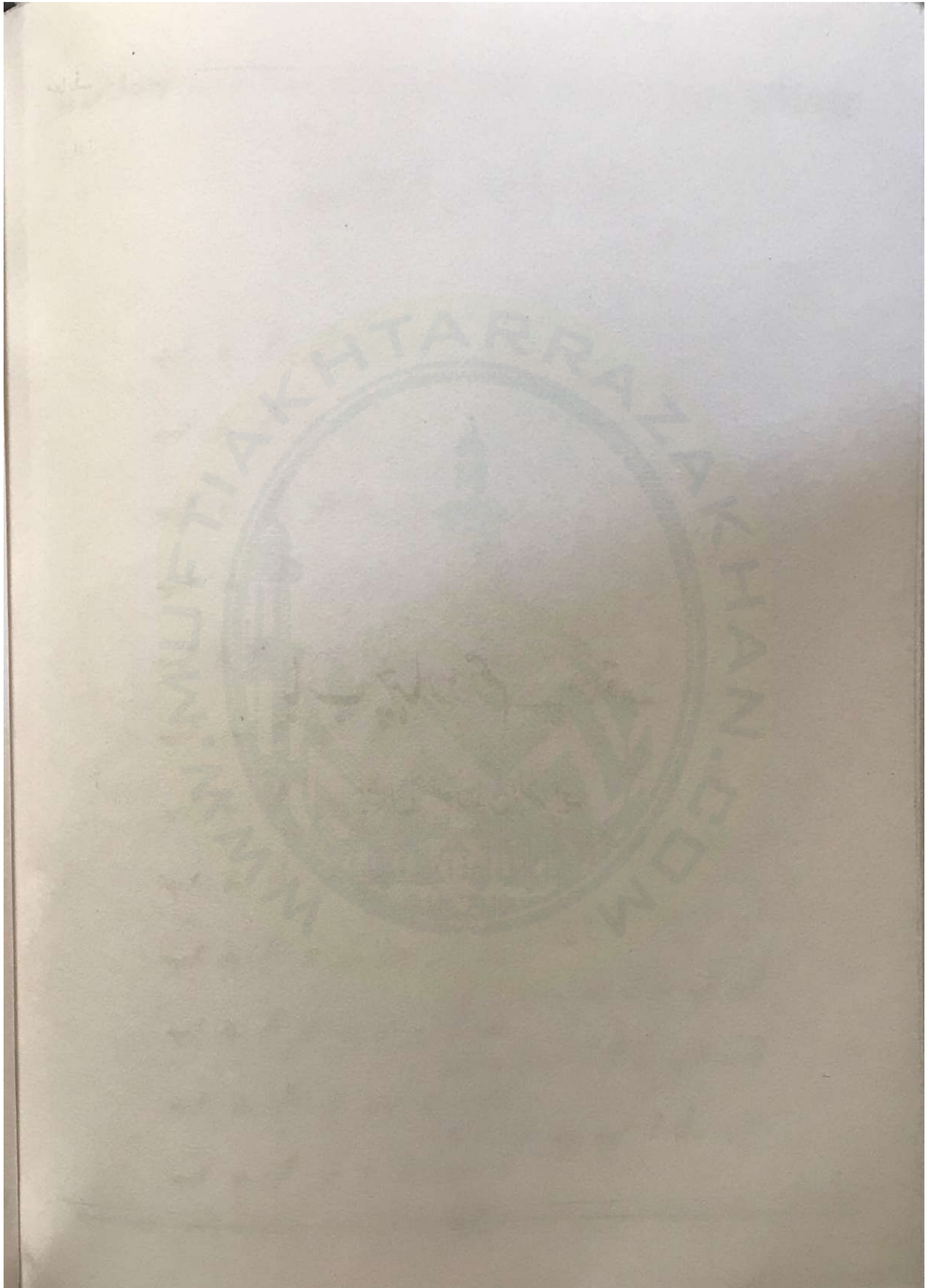
ظلمتِ شب مٹ گئی جب آپ جلوہ گر ہوئے
رات تھی پر دن ہوا مہرِ عجم ماہِ عرب

تم نے مغرب سے نکل کر اک قیامت کی بپا
کافروں پر سرورا مہرِ عجم ماہِ عرب

آفتابِ ہاشمی تو غرب سے طالع ہو پھر
کر سویرا نور کا مہرِ عجم ماہِ عرب

باب چہاردہم ـــــ مناقب

بشان حضور تاج الشریعہ



سید اولادِ رسول قدسی، نیویارک، امریکہ

اب کہاں تاج الشریعہ کیا کہوں کس سے کہوں

اب کہاں تاج الشریعہ کیا کہوں کس سے کہوں
بہتا ہے اشکوں کا دریا کیا کہوں کس سے کہوں

کس قدر جانکاہ ہے حضرت کی رحلت کی خبر
منھ کو آتا ہے کلیجہ کیا کہوں کس سے کہوں

ایسا لگتا ہے بریلی میں سمٹ آیا جہاں
بہرِ دیدار ان کا چہرہ کیا کہوں کس سے کہوں

باندھتے ہی آپ کے رختِ سفر اب اٹھ گیا
سنیت کے سر سے سایہ کیا کہوں کس سے کہوں

قریہ قریہ یوں تو پیروں کی بڑی بہتات ہے
اب ہے مشکل ان سا ملنا کیا کہوں کس سے کہوں

ہوگئے واصل الی الحق، سینکڑوں عشاق کو
چھوڑ کر روتا بلکتا کیا کہوں کس سے کہوں

جا نشینِ مفتی اعظم کا کر کے حق ادا
ہوگئے جنت روانہ کیا کہوں کس سے کہوں

اپنے تو اپنے ہیں غیروں نے کہا اس دہر میں
مل نہ پایا ان کے جیسا کیا کہوں کس سے کہوں

غور سے تم پڑھ کے دیکھو ان کے اوراقِ حیات
بے مثال ان کا تھا تقویٰ کیا کہوں کس سے کہوں

ان کے علم وفضل کا چرچا رہا چاروں طرف
کیسے بھولے گا زمانہ کیا کہوں کس سے کہوں

لمحہ لمحہ وقف تھا فکرِ رضا کے نشر میں
ایسے مخلص تھے سراپا کیا کہوں کس سے کہوں

سر اٹھا پایا نہ باطل سامنے ان کے کبھی
ایسے حق کے تھے ہمالہ کیا کہوں کس سے کہوں

حجۃ الاسلام کے خوابوں کی وہ تعبیر تھے
ایسا روشن تھا نصیبہ کیا کہوں کس سے کہوں

دیکھنا ہے دیکھ لو جی بھر کے جملہ زائرو!
حشر تک ترسے گی دنیا کیا کہوں کس سے کہوں

قدسؔی ناچیز کی ہے یہ دعا رب کے حضور
حق رہے غالب ہمیشہ کیا کہوں کس سے کہوں

سید اولادِ رسول قدسی، نیویارک، امریکہ

برصنعتِ توشیح

'ا'۔ اتقیا کی شان تھے اختر رضا خاں ازہری
اتقا کی جان تھے اختر رضا خاں ازہری

'خ'۔ خوگرِ احقاقِ حق تھے اور رضا کے فکر کی
خاص اک پہچان تھے اختر رضا خاں ازہری

'ت'۔ تابشِ چرخِ فقاہت نازشِ شعر و سخن
تحفۂ رحمان تھے اختر رضا خاں ازہری

'ر'۔ راستی سے تھی محبت، کذب سے نفرت رہی
رہبرِ ذی شان تھے اختر رضا خاں ازہری

'ر'۔ رات دن فکرِ رضا کے نشر میں تھے مستعد
رہروِ ایمان تھے اختر رضا خاں ازہری

'ض'۔ ضونظر آتی تھی ان میں نسبتِ اسلاف کی
ضامنِ فیضان تھے اختر رضا خاں ازہری

'ا'۔ امر بالمعروف وہ تا زندگی کرتے رہے
امن کے ارمان تھے اختر رضا خاں ازہری

'خ'۔ خوابِ حضرت حجۃ الاسلام کی تعبیر تھے
خیر کے عنوان تھے اختر رضا خاں ازہری

'ا'۔ آسمانِ علم وفن کے نیرِّ تاباں تھے وہ
آیتِ عرفان تھے اختر رضا خاں ازہری

'ن'۔ نت نئے مشکل مسائل ان سے حل ہوتے رہے
نظم اور میزان تھے اختر رضا خاں ازہری

'ا'۔ ابرِ رحمت ذات تھی ان کی برائے سنیت
اجر کے سامان تھے اختر رضا خاں ازہری

'ز'۔ زیر ہو کر رہ گئیں باطل کی ساری سازشیں
زندہ دل انسان تھے اختر رضا خاں ازہری

'ہ'۔ ہستی ان کی نعمتِ رب تھی ہمارے واسطے
ہدیۂ احسان تھے اختر رضا خاں ازہری

'ر'۔ راج کرتے تھے دلوں پہ سیکڑوں انسان کے
رمزِ حق کی کان تھے اختر رضا خاں ازہری

'ی'۔ یاد ان کی کیسے مٹ سکتی ہے قدسیؔ قلب سے
عشق کی پہچان تھے اختر رضا خاں ازہری



علی احمد علی سیوانی، علی گڑھ

خوشبوئے فکروفن سے معطر ہے ان کی ذات

گلشن کا حسن پھول کی نکہت ہیں ازہری
ہر بزمِ نورِ بار کی زینت ہیں ازہری

سرکارِ کائنات کے فیضانِ نور سے
ہر قلب بے قرار کی فرحت ہیں ازہری

قول وعمل میں رہتی ہے یکسانیت مدام
سر چشمۂ خلوص و صداقت ہیں ازہری

پلکوں پہ ان کو کیوں نہ بٹھائیں بصد خلوص
آنکھوں کے چین، جان کی راحت ہیں ازہری

کہتے ہیں جو زبان سے کردار ہے وہی
ہردم مطیعِ حکمِ رسالت ہیں ازہری

ہر بزمِ علم وفن میں ہے چرچا خلوص کا
ہر محفلِ شعور کی زینت ہیں ازہری

پڑھتے ہیں علم دین کتابوں سے ہر گھڑی
چرخِ عمل کے چاند کی طلعت ہیں ازہری

خوشبوئے فکروفن سے معطر ہے ان کی ذات
ہر گلشنِ کمال کی نکہت ہیں ازہری

ظلم وستم کی تیرگی کافور ہوگئی
توفیقِ رب سے ماحئ ظلمت ہیں ازہری

سر پہ ہے ان کے سایہ فگن غوث کا کرم
خواجہ کی اک حسین کرامت ہیں ازہری

کیوں میں کروں نہ آپ کی مدحت سرائیاں
مدحت سرائے شانِ رسالت ہیں ازہری

عرفانِ حق کا نور نگاہوں سے لیجئے
مینارِ نورِ اہلِ طریقت ہیں ازہری

پیتے ہیں چشم نازِ طریقت سے ہر گھڑی
سرمست جامِ دین وشریعت ہیں ازہری

بے شک بہ فیض مفتئ اعظم علی مدام
جلوہ نما یوں بر سرِ عظمت ہیں ازہری



ڈاکٹر نجم القادری نجمؔ رودولوی

ہر طرف بارشِ نور و عرفان ہے

ہر طرف بارشِ نور و عرفان ہے، بالیقیں فیض احمد رضا خان ہے
شاہ حامد کی شمعِ شبستان ہے، اخترِ دین و ملت کی کیا شان ہے

جب چلی دہر میں صلحِ کلی ہوا، بڑھ کے آگے خبردار سب کو کیا
امتِ مسلمہ پر یہ احسان ہے، اخترِ دین و ملت کی کیا شان ہے

علم کے جسم پر ہے عمل کی قبا، فکرِ عقبیٰ سے ہے دامنِ دل سجا
پھر بھی ظاہر میں سادہ سا انسان ہے، اخترِ دین و ملت کی کیا شان ہے

سرفرازی، بلندی اور یہ سروری، یہ محبت، عقیدت اور یہ نغمگی
دیکھ کر ان کو اب عقل حیران ہے، اخترِ دین و ملت کی کیا شان ہے

یہ چمک یہ دمک یہ مہک یہ لہک، نور کا ہے سماں از زمیں تا فلک
ضوفشاں چارسو ان کا فیضان ہے، اخترِ دین و ملت کی کیا شان ہے

اپنے آقا کے ارشاد کو مان لو، بدعقیدوں سے ہر آن بچتے رہو
سب مریدوں سے یہ ان کا فرمان ہے، اخترِ دین و ملت کی کیا شان ہے

شاہ اختر ترے علم کو مرحبا، تو نے بخشا زمانے کو فکرِ رضا
مفتیٔ اعظمِ ہند کی جان ہے، اخترِ دین و ملت کی کیا شان ہے

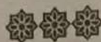
سادگی جس پہ قربان ہر بانکپن، حسنِ سیرت کے چرچے چمن در چمن
کشورِ علم و فن کا وہ سلطان ہے، اخترِ دین و ملت کی کیا شان ہے

صلحِ کلی سے بچنا جو مطلوب ہو، مسلکِ اعلیٰ حضرت پہ قائم رہو
شاہ اختر رضا کا یہ اعلان ہے، اخترِ دین و ملت کی کیا شان ہے

شاد ہی شاد ہیں اب ولی و قمرؔ، لے کے آئے ہیں جو قاشہائے جگر
یہ عقیدت کا لاثانی گلدان ہے، اخترِ دین و ملت کی کیا شان ہے

سنیوں کے لئے آپ مثلِ قمر، آپ کے دم سے ملت کی روشن سحر
مسکراتی ہوئی جسم میں جان ہے، اخترِ دین و ملت کی کیا شان ہے

نجمؔ بزمِ عقیدت سجائے رہو، قادری ہو تو بس قادری ہی رہو
غوثِ اعظم کا دیکھو یہ فیضان ہے، اخترِ دین و ملت کی کیا شان ہے



عبدالرزاق پیکر رضوی، پٹنہ سیٹی

گلشن دہر میں کیوں کر نہ ہو شہرت تیری

برکتِ حسن ہے یا شانِ کرامت تیری
کلمہ کافر سے بھی پڑھواتی ہے صورت تیری

گلشن دہر میں کیوں کر نہ ہو شہرت تیری
غنچہ و گل کی زبانوں پہ ہے مدحت تیری

حق نے کس شان سے ڈھالی ہے شباہت تیری
دیکھ کر دل میں اتر جاتی ہے صورت تیری

دو نگینے ہیں جڑے جیسے انگوٹھی میں کوئی
جگمگاتی ہے یوں ہی صورت وسیرت تیری

باغِ ہستی کا مہکتا ہوا وہ پھول ہے تو
ملک در ملک ہے پھیلی ہوئی نکہت تیری

جگمگاتا ہوا کردار ہے اختر کی طرح
عظمتیں خود ہی بیاں کرتی ہیں عظمت تیری

تو زمانے کا ہے انمول نگینہ پیارے
غیر ممکن ہے لگائے کوئی قیمت تیری

بزمِ عالم کے فقیہوں نے کیا ہے تسلیم
منفرد دہر میں ہے شانِ فقاہت تیری

تیری تصنیف ورسائل سے یہ آتی ہے صدا
بحرِ ذخار سے بڑھ کر ہے طبیعت تیری

کتنا پاکیزہ ہے نعتوں کا حسیں مجموعہ
قابل دید ہے جذبوں کی لطافت تیری

کفر کی زد میں وہ آجائے یہ ناممکن ہے
مل گئی جس کو بھی تقدیر سے بیعت تیری

عظمتیں آکے اسے کرتی ہیں جھک جھک کے سلام
جس کے سینے میں ہے آباد محبت تیری

چشم عالم میں ہے وہ قیمتی ہیرے کی طرح
نقش جس دل کے نگینے میں ہے عظمت تیری

کیوں نہ جاں بیچے ہم بھی درِ اختر پہ چلیں
خار کو پھول بنا دیتی ہے نسبت تیری

ادنٰی منی سے مجدد کی یہ آتی ہے صدا
عبقری ذات مقدس ہے کرامت تیری

لاکھ طوفان اٹھے پھر بھی فروزاں ہے چراغ
کیا بجھے، جس کو میسر ہے حفاظت تیری

زندگی کی تری کیوں کر نہ دعائیں مانگیں
دین حق کو ہے زمانے میں ضرورت تیری

مفلس علم و ہنر رضوی بیاں کیسے کرے
خامہ کمتر ہے، فزوں تر ہے فضیلت تیری

محبوب گوہرؔ، مظفر پور

بزمِ خوباں میں ہیں

بزمِ خوباں میں ہیں ذاتِ لاجواب اختر رضا
عشق وعرفاں کی ہیں پاکیزہ کتاب اختر رضا

سرفرازی کیوں نہ ہر لمحہ قدم بوسی کرے
مفتیِ اعظم کے حسنِ انتخاب اختر رضا

صلحِ کلیت کی بو جس شخص میں پائی گئی
اس سے کرتے ہیں مکمل اجتناب اختر رضا

اعلیٰ حضرت کے مخالف کے لئے اس دور میں
سو سوالوں کا ہیں تنہا اک جواب اختر رضا

اس مصنف کی بڑھی ہے قدر اہلِ علم میں
آپ سے جس نے کیا ہے انتساب اختر رضا

آپ ہیں صدیقِ اکبر کی صداقت کے نقیب
اور سینے میں ہے عشقِ بوتراب اختر رضا

غوث اعظم کی کرامت اعلیٰ حضرت ہیں جناب
اعلیٰ حضرت کی کرامت ہیں جناب اختر رضا

جب سے تیرے دامنِ ارشاد سے رشتہ جڑا
بزمِ عالم میں ہے گوہرؔ کامیاب اختر رضا



ڈاکٹر واحد نظیر، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

قطعۂ تاریخ وفات

جاں گزا، جاں کاہ، جاں فرسا ہے ملت کے لیے
نازشِ اہلِ تفقہ، فخرِ ازہر کا وصال

خیمۂ اربابِ علم و فضل ہے ماتم کدہ
بلکہ یوں کہئے کہ نوحہ خواں ہے خود فضل وکمال

تھا سراپا غم زدہ میں بھی، مگر یہ سوچ کر
کچھ ہوئی تسکین، قدرے، چھٹ گیا ابرِ ملال

موت ہے ولیوں کی اصلاً صرف پردہ آنکھ کا
لے کے آتا ہے پیامِ جاودانی، انتقال

ہے فنا کی یہ فنا اور ہے بقا کی یہ بقا
راز کھلتا ہے ہمیں، کیا ہے اجل کا ارتحال

الغرض دل میں خیال آیا کہ مجھ کو ہو عطا
قطعۂ تاریخ کی توفیقِ ربِ ذوالجلال

دی صدا ہاتف نے موضوعِ سخن ہے ان دنوں
جنت فردوس میں تاج الشریعہ کا جمال

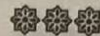
۲۰۱۸ء



توقیر رضا توقیرؔ، کولکاتہ

کوئی انسان کیا کر سکے گا بیاں

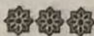
کوئی انسان کیا کر سکے گا بیاں، عزت وشان اختر رضا ازہری
دنگ ہیں ان کی مقبولیت دیکھ کر، سب حریفانِ اختر رضا ازہری
فخرِ ازہر کا اعزاز جن کو ملا اور جن کے لئے باب کعبہ کھلا
درحقیقت یہ ہے فضلِ رب العلیٰ، شانِ شایانِ اختر رضا ازہری
یورپ و ایشیا کیا عرب کیا عجم، ہر جگہ ان کا لہرارہا ہے علم
جس طرف دیکھئے آرہا ہے نظر، جاری فیضانِ اختر رضا ازہری
ہیں علوم رضا کے یہ سچے امیں، مفتی اعظم ہند کے جانشیں
چرخِ رشد و ہدایت کے ماہِ مبیں، مرحبا شانِ اختر رضا ازہری
مسلکِ اعلیٰ حضرت کے باغی ہیں جو، بالیقیں وہ ہیں بدبخت یہ جان لو
سنیو! دور تم ان سے ہردم رہو، سن لو فرمانِ اختر رضا ازہری
ہو کے تحقیق کے مرض میں مبتلا، حق وانصاف کا جو بھی گھونٹے گلا
کامیابی ملے گی نہ ہرگز اسے، ہے یہ اعلانِ اختر رضا ازہری
مصطفیٰ جانِ رحمت کے پیارے ہیں یہ، غوث وخواجہ، رضا کے دلارے ہیں یہ
جلتے رہ جائیں گے آتشِ بغض میں، نقص جویانِ اختر رضا ازہری
میں ہوں توقیرؔ مصباحی ان کا گدا، جن سے خوش ہیں نبی اور راضی خدا
فضل مولا سے مجھ پر رہے گا سدا خاص فیضانِ اختر رضا ازہری



جابر اختر جابرؔ، سلطان پوری

سنیت کی جان ہیں

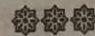
سنیت کی جان ہیں اختر رضا خاں قادری
رضویت کی شان ہیں اختر رضا خاں قادری
روئے علم وفضل پہ ہے زہد وتقویٰ کا جمال
عالمِ ذیشان ہیں اختر رضا خاں قادری
میری قسمت کا ستارہ کیوں نہ چمکے اوج پر
میرے گھر مہمان ہیں اختر رضا خاں قادری
عاشقِ شاہ دوعالم، وارث علم رضا
عشق کی پہچان ہیں اختر رضا خاں قادری
ان کی صورت دیکھنے سے یاد آتا ہے خدا
آئینہ عرفان ہیں اختر رضا خاں قادری
آپ کی شانِ ولایت کی ہے دنیا مدح خواں
کس قدر ذیشان ہیں اختر رضا خاں قادری
حضرت تاج الشریعہ آپ کا پیارا لقب
عزم کی چٹان ہیں اختر رضا خاں اقادری
اخترؔ نوری کے قلب وجان، فکر و آگہی
تجھ پہ سب قربان ہیں اختر رضا خاں قادری



سامر کھتری، گجرات

دنیا کو ہے خبر کہ ہیں

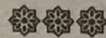
دنیا کو ہے خبر کہ ہیں کیا ازہری میاں
تاج الشریعہ مردِ خدا ازہری میاں
احمد رضا و مفتیٔ اعظم کے جانشیں
تحریکِ سنیت کی بقا ازہری میاں
خو پائی ہے جو مفتیٔ اعظم کی آپ نے
حامد رضا کی علمی ضیا ازہری میاں
عاجز تمہارے سامنے نجدی حکومتیں
تم نے کہا وہ سچ ہی کہا ازہری میاں
بہتے ہیں در سے آپ کے دریا فیوض کے
قطرے ہی چند کردو عطا ازہری میاں
سایہ ہمارے سر پہ رہے آپ کا سدا
جاری رہے یہ فیض و عطا ازہری میاں
سامرؔ کے پیر و مرشدِ برحق ہیں بالیقیں
اختر رضا کو سب نے کہا ازہری میاں



محمد عیسیٰ رضوی نیرؔ قادری، قنوج

عقبیٰ کی ہیں ضمانت

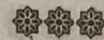
اسلاف کی امانت اختر رضا ہمارے
عقبیٰ کی ہیں ضمانت اختر رضا ہمارے
بے نور قافلے نے پائی ہے رہنمائی
منزل کی ہیں علامت اختر رضا ہمارے
غوث الوریٰ کے صدقے دنیا میں چھا گئے ہیں
نامِ رضا کی برکت اختر رضا ہمارے
ذکرِ رضا سے نجدی تھرا کے بھاگتے ہیں
ان کے لئے قیامت اختر رضا ہمارے
علم وہنر کی دولت میراث میں ملی ہے
عشقِ رضا کی لذت اختر رضا ہمارے
علم وعمل کی محفل پر کیف ان کے دم سے
بزمِ سخن کی زینت اختر رضا ہمارے
خورشیدِ علم ان کا ہر سو چمک رہا ہے
نوری ضیا کی رنگت اختر رضا ہمارے
شہرت ہے ان کی سارے اہلِ سنن میں نیرؔ
نامی گرامی حضرت اختر رضا ہمارے



ثاقبؔ رضا نجمی، سیتامڑھی

علم و حکمت پھول ہیں

زہد و تقویٰ کے حسیں گلدان ہیں اختر رضا
علم و حکمت پھول ہیں، بستان ہیں اختر رضا
کشورِ دل کے مرے سلطان ہیں اختر رضا
دفترِ ہر شوق کا عنوان ہیں اختر رضا
نام سن کر آپ کا لرزاں ہے صلحِ کلیت
اس کے حق میں موت کا فرمان ہیں اختر رضا
آپ کی ذاتِ مقدس ہے ہدایت کا چراغ
دینِ حق کی دہر میں پہچان ہیں اختر رضا
ہر کھرے کھوٹے کا ہوتا ہے یہیں پر فیصلہ
اہلِ حق کے واسطے میزان ہیں اختر رضا
ان کی صورت دیکھئے تو یاد آتا ہے خدا
جلوۂ حق کی انوکھی شان ہیں اختر رضا
میرے قلب و جان ہوں، گھر بار یا فکر و شعور
ساری نعمت آپ پر قربان ہیں اختر رضا
کیوں بھلا ثاقبؔ ہو خوف حشر تجھ کو حشر میں
تیری بخشائش کا جب سامان ہیں اختر رضا



اشفاق اللہ، اشفاقؔ

جو تری صبح و مسا

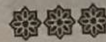
جب تجھے غور سے اصحاب نظر دیکھتے ہیں
اعلیٰ حضرت کی دعاؤں کا اثر دیکھئے
چہرۂ تاجِ شریعت کی ضیا کیا کہئے
عشق سرکار کا رخشندہ قمر دیکھتے ہیں
تیرے عشاق طلب گار زیارت ہیں بہت
جو تری صبح و مسا راہ گزر دیکھتے ہیں
دل مچل جاتا ہے اور جان سنور جاتی ہے
میرے مرشد جو تجھے ایک نظر دیکھتے ہیں
مفتیٔ اعظم و سرکار رضا کی صورت
دیکھتے ہیں رخِ اختر کو اگر دیکھتے ہیں
تیرے در سے ہیں بندھے اپنی وفا کے رشتے
ہم اِدھر دیکھتے ہیں اور نہ اُدھر دیکھتے ہیں
دل میں حسرت لئے تیرے رخ زیبا کا جمال
روز خورشید و قمر آٹھوں پہر دیکھتے ہیں
ضبط کی تاب نہیں ہے دلِ بسمل کو شہا
اب تو اشفاقؔ فقط تیرا ہی در دیکھتے ہیں



محمد فیصل رضا، بریلی شریف

نیک صورت نیک سیرت

نیک صورت نیک سیرت حضرتِ اختر رضا
عاشقِ ماہِ رسالت حضرتِ اختر رضا
حامئ دین و شریعت حضرتِ اختر رضا
ماحی کفر و ضلالت حضرتِ اختر رضا
ہم ہی کیا دانشورانِ مصر کو تسلیم ہے
آپ کی علمی جلالت حضرتِ اختر رضا
فخر ازہر کا لقب، مہمانِ کعبہ کا شرف
خوب ہے رب کی عنایت حضرتِ اختر رضا
دورِ حاضر کے یقیناً پرفتن ماحول میں
راہِ حق کی ہیں علامت حضرتِ اختر رضا
نام سے ہی اہلِ باطل لرزہ بر اندام ہیں
عکسِ ذاتِ اعلیٰ حضرت، حضرتِ اختر رضا
مفتی اعظم کا تقویٰ، شاہِ حامد کا جمال
سب کے جلووں کی ہے طلعت حضرتِ اختر رضا
کون بھائے گا بھلا فیصلؔ کی نظروں میں شہا
کر گئی گھر تیری الفت حضرتِ اختر رضا



محمد ظفر القادری ظفرؔ، بریلی شریف

تامشامِ جانِ من آید

تامشامِ جانِ من آید زبوئے کوئے تو
دل رود آہستہ آہستہ بسوئے کوئے تو
خلد را شد جستجوئے آں کسِ خوش قسمتے
در جہانِ ما کہ دارد جستجوئے کوئے تو
ذرہ، ہر کوچہ ات را می دہد بوسہ بچشم
داند اہلِ عشق ،عزوآبروئے کوئے تو
گوشہ ہائے دل شدند از حرص ہر چیزے تہی
جائے چوں در دل گرفتہ آرزوئے کوئے تو
در خمارِ عشق تو مدہوش از روزے شہا
من کہ روزے یافتم جامِ سبوئے کوئے تو
بر درت کاسہ گرفتہ زیں سبب من آمدم
دل بخوبے واقف است از خیر وخوئے کوئے تو
مرشدم بر من کرم بہرِ رسولِ محتشم
ایں ظفرؔ طالب بفیض و جود جوئے کوئے تو



محمد منان رضا انسؔ، بریلی شریف

حق تعالیٰ کی عطا اختر رضا

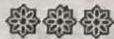
حق تعالیٰ کی عطا اختر رضا
جلوۂ احمد رضا اختر رضا
جانشینِ مفتی اعظم ہیں آپ
دین حق کی ہیں ضیا اختر رضا
گلشنِ حامد رضا کے دہر میں
پھول ہو تم خوشنما اختر رضا
شاہ جیلانی میاں کی ذات کے
مظہرِ حسن و ادا اختر رضا
تاجدارِ سنیت اس دور میں
کون ہے تیرے سوا اختر رضا
تھی خبر اس کی چمکنا ہے تمہیں
نام یہ جس نے دیا اختر رضا
بر سرِ اہلِ سنن سایہ دراز
آپ کا رکھے خدا اختر رضا
آپ کی مدحت کے گلشن میں انسؔ
طوطیٔ نغمہ سرا اختر رضا



عبدالقیوم رمزؔ، بریلی شریف

اپنی قسمت بنائے بیٹھے ہیں

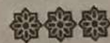
آپ سے دل لگائے بیٹھے ہیں
اپنی قسمت بنائے بیٹھے ہیں
ساری دنیا سے توڑ کر رشتے
آپ کے در پہ آئے بیٹھے ہیں
دیکھ کر تم کو چاند تارے بھی
شرم سے منھ چھپائے بیٹھے ہیں
مفتیانِ جہاں ترے آگے
با ادب سر جھکائے بیٹھے ہیں
فخرِ ازہر کے خوف سے فتنے
منھ پہ تالے لگائے بیٹھے ہیں
جو بھلا بیٹھے ہیں تمہیں دل سے
وہ تو خود کو بھلائے بیٹھے ہیں
رمزؔ بھی دل میں فخرِ ازہر کی
شمعِ الفت جلائے بیٹھے ہیں



سید اصیل قادری اصیلؔ، بریلی شریف

مشعلِ راہ حق ہے

سنو جاں نثارانِ تاجِ شریعت
زباں پر ہے عنوانِ تاجِ شریعت
ہمارے لئے مشعلِ راہ حق ہے
ہے جو کچھ بھی فرمانِ تاجِ شریعت
ہمیں صلحِ کلی کے نرغے سے کھینچا
یہ ہے ہم پہ احسانِ تاجِ شریعت
تری ذات ہے برکتوں کا خزانہ
خوشا اے گلستانِ تاجِ شریعت
نبی کا جو دشمن ہے دشمن خدا کا
جہاں میں ہے اعلانِ تاجِ شریعت
ہواؤں کی زد پہ بھی جلتا رہے گا
چراغِ شبستانِ تاجِ شریعت
ہو کیوں کر تجھے کوئی غم اے اصیلؔ اب
برستا ہے فیضانِ تاجِ شریعت



انظار الحسن انظارؔ، سیتامڑھی

رہنمائے دین وملت

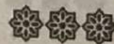
مقتدائے اہلِ سنت سیدی اختر رضا
رہنمائے دین و ملت سیدی اختر رضا
ہے حد پرواز سے بھی اونچا رتبہ آپ کا
کیا بیاں ہو شان وشوکت سیدی اختر رضا
حق کلامی، حق پسندی کی بدولت آپ کی
ساری دنیا میں ہے شہرت سیدی اختر رضا
آپ ہی ہیں مسلکِ احمد رضا کے پاسباں
اے امیرِ اہلِ سنت سیدی اختر رضا
جس نے دیکھا دیکھتے ہی دل میں الفت ہوگئی
چاند سی نورانی صورت سیدی اختر رضا
آپ کے جد نے ہر اک سنی کے دل میں ڈال دی
سرورِ عالم کی عظمت سیدی اختر رضا
منتظر دیدار کے ہر وقت ہیں اہلِ جہاں
کب یہ پوری ہوگی حسرت سیدی اختر رضا
سرفرازی سربلندی مل گئی انظارؔ کو
جب سے پایا شرف بیعتِ سیدی اختر رضا



ظہیر الدین رہبؔر، رائے پور

دین حق کے پاسباں ہیں

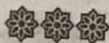
دین حق کے پاسباں ہیں حضرتِ اختر رضا
سب کے میرِ کارواں ہیں حضرتِ اختر رضا
آپ کے حسنِ تکلم پہ گل وغنچہ نثار
اس طرح شیریں زباں ہیں حضرتِ اختر رضا
اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم کے سچے جانشیں
فکروفن کے گلستاں ہیں حضرتِ اختر رضا
عالم و فاضل، محدث، اک فقیہِ بے بدل
علم کے کوہِ گراں ہیں حضرتِ اختر رضا
تشنگانِ علم ہوتے ہیں جہاں پہ فیضیاب
ایسے بحرِ بیکراں ہیں حضرتِ اختر رضا
جن پہ ناز اں ہے طریقت اور تقویٰ کا وقار
فقہ کے گنجِ گراں ہیں حضرتِ اختر رضا
آپ کا چرچا لبوں پہ سینوں کے صبح وشام
آپ کے سب مدح خواں ہیں حضرتِ اختر رضا
کیوں ظہیرؔ بے نوا خورشیدِ محشر سے ڈرے
بن کے سر پہ سائباں ہیں حضرتِ اختر رضا



تاباںؔ، پاکستان

آئینہ در آئینہ ہیں

صورتِ حامد رضا میں سیرتِ احمد رضا
آئینہ در آئینہ ہیں حضرتِ اختر رضا
مفتیٔ اعظم کا تقویٰ حجتِ حامد رضا
مجمع البحرین دیکھی سیرتِ اختر رضا
مصطفیٰ کے عشق سے سرشار بے شک وہ ہوا
مل گئی اک بار جس کو قربتِ اختر رضا
عالمِ بینا ہوا وہ عارف باللہ بنا
یک نفس پائی ہے جس نے صحبتِ اختر رضا
چار صدیوں سے سجی ہے مسندِ افتا جہاں
زینتِ سجادہ واں ہیں حضرتِ اختر رضا
قائلِ ''کلِ بلادٍ تحت حکمی'' کے طفیل
نہ فلک تک ہے عروج شہرتِ اختر رضا
منظرِ اسلام تا بہ قاہرہ ازہر شریف
علم کا ایواں بنا م ندرتِ اختر رضا
زیبِ سر تاجِ شریعت تن پہ تقویٰ کا لباس
جامعِ شرع و طریقت حضرتِ اختر رضا
آج تاباںؔ اوج پر بزم رضا میں آپ ہیں
یہ بھی ہے فیضِ کمال نسبتِ اختر رضا



راحت بشن پوری، سیتامڑھی

مسلک حق کا روشن منارا

مسلک حق کا روشن منارا ، ہے وہ تاج الشریعہ ہمارا
چرخ علم وادب کا ستارا ، ہے وہ تاج الشریعہ ہمارا

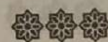
ان کی بیعت کا سب آرزو مند ہے، ان پہ نازاں عراق وسمرقند ہے
ناز کرتا ہے ان پہ بخارا، ہے وہ تاج الشریعہ ہمارا

باغ احمد رضا کا مہکتا گلاب، مسلک اعلیٰ حضرت کی روشن کتاب
اہل سنت نے ہر دم پکارا، ہے وہ تاج الشریعہ ہمارا

شاہ حامد رضا خاں کے پیارے ہو تم، شاہ جیلاں میاں کے دلارے ہو تم
ہم نے تن من ہے ان پہ ہی وارا، ہے وہ تاج الشریعہ ہمارا

مظہر اعلیٰ حضرت تری ذات ہے، عشق وایماں میں ڈوبی ہر اک بات ہے
اہل سنت کی آنکھوں کا تارا، ہے وہ تاج الشریعہ ہمارا

پیر کامل ہمارے ہیں اختر رضا، مصحف دل کے پارے ہیں اختر رضا
روز کرتا ہے راحتؔ نظارا، ہے وہ تاج الشریعہ ہمارا



آسؔ محمد خاں رضوی، بھانڈوپ، ممبئی

عشق کا روشن دیا

علم وحکمت کی ضیا اختر رضا خاں ازہری
جلوۂ احمد رضا اختر رضا خاں ازہری

عشق کا روشن دیا اختر رضا خاں ازہری
پرتوِ حامد رضا اختر رضا خاں ازہری

ترے اوصاف حمیدہ کی بہاریں دیکھ کر
کیوں نہ ہو دنیا فدا اختر رضا خاں ازہری

سر خمیدہ، آنکھ نم ہے ہاتھ میں کشکول ہے
در پہ ہے حاضر گدا اختر رضا خاں ازہری

پوچھتے کیا ہو میرے مرشد کی سیرت کا کمال
شانِ عشق مصطفیٰ اختر رضا خاں ازہری

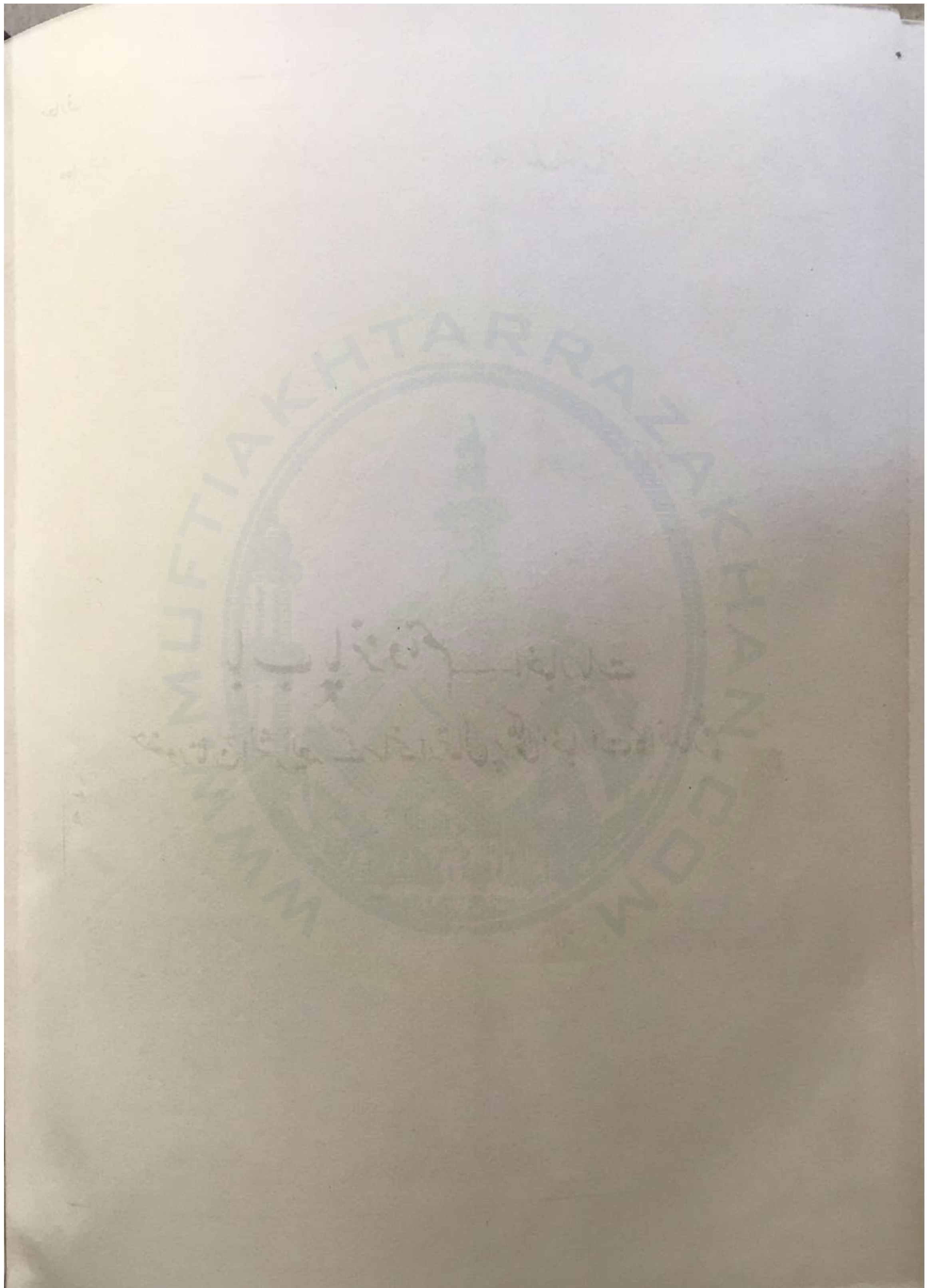
تیری شانِ بندگی کو دیکھ کر کہنا پڑا
صدرِ بزم اولیا اختر رضا خاں ازہری

کیوں بلکتے آسؔ ہو تم جھانک کر دیکھو ذرا
دل میں ہر جلوہ نما اختر رضا خاں ازہری



باب پانزدہم —— اخباریات

حضور تاج الشریعہ کے سانحہ ارتحال پر ملکی اخبارات کا اظہار غم



تاج الشریعہ کے وصال پر متعدد مکاتب و مدارس میں تعزیتی میٹنگ کا انعقاد

ضلع قاضی شرع رامپور مفتی سید شاہد علی رضوی نے کہا: حضرت تاج الشریعہ جامعہ ازہر مصر کے ٹاپر تھے، بڑے بڑے مسائل پر آپ کا فتویٰ حرف آخر تھا، علما نے مولانا ازہری کے انتقال کو ملت کا بڑا نقصان قرار دیا

رام پور رسنبھل رمراد آباد (اسٹاف رپورٹر) جانشین مفتی اعظم تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں قادری ازہری کے وصال پر مرکزی درسگاہ اہل سنت والجماعت الاسلامیہ میں ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی ہوئی۔ ضلع قاضی شرع مفتی سید شاہد علی رضوی مہتمم جامعہ نے بتایا کہ حضرت تاج الشریعہ جامعہ ازہر مصر کے ٹاپر تھے۔ جامعہ ازہر نے آپ کو فخر ازہر ایوارڈ سے نوازا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ بڑے بڑے مسائل پر آپ کا فتویٰ حرف آخر تھا۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کے مشن کو پوری دنیا میں پھیلایا تھا۔ انہوں نے بتایا آپ نے اردو، عربی، انگریزی، سنسکرت اور ہندی زبان میں سیکڑوں کتابیں لکھیں۔ انہیں ان زبانوں پر مہارت حاصل تھی۔ قاضی شرع نے بتایا کہ جارڈن کے رائل اسلامک اسٹریٹجک اسٹڈیز سینٹر کے ذریعہ ۲۰۱۴۔۱۵ میں کئے گئے سروے میں ازہری میاں کو دنیا کے پانچ سو سب سے زیادہ بااثر شخصیات میں ۲۲ سویں مقام پر رکھا گیا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ ازہری میاں نے غسل کعبہ میں شرکت کر کے کعبہ کے اندر دوگانہ بھی ادا کیا۔ جامعہ میں تاج الشریعہ کی رحلت پر ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کی گئی۔ مفتی نجف علی قادری نے دعا کرائی۔ اس موقع پر صغیر احمد ازہری، مفتی علی احمد عثمانی سمیت کثیر تعداد میں لوگ موجود تھے۔

سنبھل: مدرسہ خلیل العلوم رائے ستی میں صبح ۹ بجے مفتی شہر قاری علاء الدین اجملی کی سرپرستی میں مدرسہ میں علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری میاں کی رحلت پر ایک تعزیتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا جس میں علما نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور ان کے انتقال کو ملت کا بڑا نقصان قرار دیا۔ مفتی شہر نے کہا کہ حضور ازہری میاں کی پوری زندگی مذہب کی ترویج و اشاعت میں گزری۔ آپ درجنوں کتابوں کے مصنف اور عظیم مدبر و مفکر تھے۔ اس موقع پر مفتی محمد اشفاق نعیمی، مولانا طالب حسین مصباحی، مولانا عبدالقیوم مصباحی، مولانا یعقوب خلیلی، ماہ عالم، مولانا توحید عالم، قاری یوسف رضا، مولانا توصیف رضا مصباحی، مولانا نفیس احمد وغیرہ موجود تھے۔ دوسری جانب حاجی پور واقع مدرسہ تعلیم القرآن میں بھی ایک تعزیتی جلسہ کا انعقاد کیا گیا جس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا اس کے بعد علما نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا اور مرحوم کے انتقال کو ملت کا ایسا نقصان بتایا کہ جس کی بھرپائی ہونا مشکل ہے۔ مولانا نفیس اختر اور ماسٹر محمد یامین برکاتی نے مرحوم کے لئے آخر میں دعائے مغفرت کی دعا کی۔ محلہ نخاسہ میں مولانا عمران رضا نے بھی مرحوم کے لئے ایصال ثواب کیا۔

بھوج پور رمراد آباد: علامہ اختر رضا خاں ازہری میاں کے سانحہ ارتحال پر جامعہ فاروقیہ عزیز العلوم بھوجپور میں ایک تعزیتی نشست کا انعقاد کیا گیا۔ جامعہ کے استاد علامہ اشفاق القادری نے ازہری میاں کی حیات درخشاں کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ علامہ ازہری اعلیٰ حضرت کے پرتو اسے، عالم اسلام کے ممتاز اسکالر اور درجنوں عربی، اردو اور انگریزی کتابوں کے مصنف تھے، یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام کی عظیم یونیورسٹی جامعہ ازہر نے انہیں فخر ازہر ایوارڈ سے نوازا تھا۔ اس موقع پر جامعہ کے طلبہ کے علاوہ اساتذہ، پرنسپل مولانا غیاث الدین مصباحی، مفتی ایوب ازہری، مفتی اشتیاق القادری، مولانا محمود ازہری، مولانا حنیف مصباحی، مولانا جلیس قادری، قاری نعیم حسن، قاری جلیس احمد، قاری عبد الخالق وغیرہ بطور خاص شریک رہے۔

مرادآباد: جامعہ نعیمیہ میں حضور ازہری میاں علیہ الرحمہ کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کی محفل منعقد کی گئی۔ مفتی محمد ایوب خاں نعیمی نے بتایا کہ حضور ازہری میاں علیہ الرحمہ کا وصال بڑے ہی غم کی بات ہے اور ان کی کمی اب شاید ہی پوری ہو سکے۔ کیونکہ اس دنیا سے ہماری آنکھوں کے سامنے علم کا ایک خزانہ چلا گیا۔ ان کی مقبولیت کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ پوری دنیا میں کروڑوں کی تعداد میں آپ کے مرید ہیں اور آپ سے محبت کرنے والوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ بعدہ صلاۃ وسلام و مفتی موصوف کی دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر مولانا باقر علی راجستھانی کے علاوہ جامعہ کے اساتذہ وطلبہ موجود رہے۔

مرکزی درسگاہ اہل سنت میں قرآن خوانی کرتے ہوئے حفاظ (تصویر: انقلاب)

جامعہ امینیہ میں ایصال ثواب کرتے ہوئے علمائے کرام (تصویر: انقلاب)

حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان ازہری میاں کا انتقال، چہار طرف سوگ کی لہر

بریلی (نامہ نگار) حضور تاج الشریعہ مولانا مفتی اختر رضا خان ازہری میاں کا جمعہ کی شام قریب ساڑھے سات بجے یہاں ۷۵ رسال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کی خبر سنتے ہی چہار طرف سوگ کی لہر دوڑ گئی۔ تاج الشریعہ کی طبیعت گزشتہ چند دنوں سے علیل تھی۔ انہیں علاج کے مقصد سے تین دن پہلے مشن اسپتال میں داخل کرایا گیا تھا۔ حالت قدرے بہتر ہونے کے بعد انہیں اسپتال سے چھٹی دے دی گئی تھی لیکن آج بعد نماز مغرب اچانک طبیعت بگڑی جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔ علامہ تاج الشریعہ کے وصال کی خبر پھیلتے ہی پورا بریلی شہر غم میں ڈوب گیا۔ محلہ سوداگران میں عقیدتمندوں کی بھیڑ لگ پڑی۔ سوشل میڈیا پر ملک و بیرون ملک سے تعزیتی پیغامات کے آنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ واضح ہو کہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خان کے مریدین ہندوستان کے علاوہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ تاج الشریعہ علامہ ازہری میاں کا اسم گرامی محمد اسمٰعیل رضا تھا۔ ان کا عرفی نام محمد اختر رضا خان تھا۔ ان کی پیدائش ۲۵ رفروری ۱۹۴۲ء کو محلہ سوداگران، بریلی میں ہوئی تھی۔ ان کے والد مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی نے محمد کے نام پر ان کا عقیقہ کروایا۔ تاج الشریعہ پانچ بھائی اور تین بہنوں میں تیسرے نمبر پر تھے۔ ان کی ابتدائی تعلیم منظر الاسلام بریلی میں ہوئی۔ ۱۹۶۰ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعۃ الازہر قاہرہ تشریف لے گئے جہاں سے انہوں نے ۱۹۶۶ء میں فراغت حاصل کی۔ اپنی جماعت میں اول آنے پر انہیں مصر کے معاصر صدر کرنل جمال عبدالناصر نے 'جامعہ ازہر ایوارڈ' سے نوازا۔ مولانا اختر رضا خان نے قاہرہ سے واپسی کے بعد ۱۹۶۷ء میں دارالعلوم منظر الاسلام بریلی میں درس و تدریس کی خدمات انجام دینا شروع کی۔ انہیں ۱۹۶۸ء میں دارالعلوم کے صدر مدرس اور رضوی دارالافتاء کے صدر مفتی کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ حضور تاج الشریعہ درگاہ اعلیٰ حضرت کے جانشین اور سرپرست تھے۔ ان کے پسماندگان میں ایک بیٹا مولانا عسجد رضا قادری اور پانچ صاحبزادیاں کے علاوہ دنیا کے طول و عرض میں پھیلے مریدین ہیں۔ خبر لکھے جانے تک تاج الشریعہ کی نماز جنازہ کا وقت مقرر نہیں کیا گیا تھا۔

وزیر اعلیٰ نتیش کمار نے غم کا اظہار کیا

پٹنہ (انقلاب بیورو) وزیر اعلیٰ نتیش کمار نے مولانا اختر رضا خان ازہری میاں کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا ہے کہ علامہ ازہری میاں کے انتقال سے بین الاقوامی سطح پر ملی اور سماجی دنیا کو ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے۔ (باقی صفحہ ۱۵ پر)

حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان کا انتقال

انتقال کی خبر ملتے ہی عقیدتمندوں کا سیلاب امڈ پڑا، پورا شہر غم میں ڈوبا



بریلی: (بائیں) مفتی اختر رضا خان کے انتقال کی خبر ملتے ہی عقیدتمندوں کی بھیڑ اور (دائیں) مفتی اختر رضا خان

بریلی (رخشندہ عظیم) حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان درگاہ اعلیٰ حضرت کے سرپرست اور جانشین تھے۔ آپ کافی وقت سے مختلف امراض میں مبتلا تھے۔ تین روز قبل انہیں بریلی کے مشن اسپتال میں داخل کرایا گیا تھا، جہاں انہیں کل ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔ لیکن آج بعد نماز مغرب اچانک طبیعت خراب ہوجانے کے بعد ساڑھے سات بجے شام ان کا انتقال ہوگیا۔ انتقال کی خبر ملتے ہیں سوشل میڈیا پر تعزیتی پیغامات کا لامتناہی نہ صرف اندرون بلکہ بیرون ملک سے بھی آنا شروع ہوگیا۔ انتقال کی خبر ملتے ہی گلی سوداگران میں عقیدتمندوں کا ہجوم کا سیلاب امڈ پڑا۔ قابل ذکر ہے کہ مفتی اختر رضا خان کے مریدین پوری دنیا میں ہیں جو کل یہاں پہنچیں گے، اس لئے نماز جنازہ کا وقت ابھی مقرر نہیں کیا گیا ہے۔

جانشین مفتیٔ اعظم علامہ مفتی الحاج الشاہ محمد اختر رضا خاں ازہری قادری بن مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی بن حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا بن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی ۲۵ر فروری ۱۹۴۲ء کو محلہ سوداگران بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ تسمیہ خوانی جانشین مفتی اعظم کی عمر شریف جب چار سال، چار ماہ، چار دن کی ہوئی تو والد ماجد مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی نے تقریب بسم اللہ خوانی منعقد کی اور اس میں دارالعلوم منظر اسلام کے جملہ طلبہ کو دعوت دی۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ نے رسم بسم اللہ ادا کرائی۔ اور محمد نام پر عقیقہ ہوا۔ پکارنے کے نام محمد اسمٰعیل رضا اور عرف محمد اختر رضا تجویز ہوا۔

تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان قادری ازہری کے وصال پر پورا عالم اسلام سوگوار، ملک کی نمایاں خانقاہوں نے ان کی رحلت کو قوم کا عظیم نقصان قرار دیا

حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان قادری ازہری کی تدفین کی تیاریوں کا ایک منظر

حضور تاج الشریعہ کے آخری دیدار کیلئے ملک وبیرون ملک سے ہزاروں مریدین بریلی پہنچے

اسلامیہ انٹر کالج کے وسیع میدان میں آج صبح ۱۰ بجے نمازِ جنازہ مولانا عسجد رضا خاں قادری پڑھائیں گے دیدار کے لیے جمع عقیدتمندوں کی حفاظت کیلئے پولیس تعینات کی گئی ہے، تاکہ کوئی ناخوشگوار واقعہ نہ ہو

رشحۂ قلم: راشد رضا اظہر علی

[illegible]

حضور تاج الشریعہ کے دیدار کے لئے نہ صرف مرد حضرات بلکہ خواتین بھی بڑی تعداد میں موجود تھیں

تاج الشریعہ کی رحلت عالم سنیت کے عہد کا خاتمہ: اختر رضا قادری

علامہ اختر رضا خان قادری ازہری کے وصال پر مدارس اسلامیہ وخانقاہوں میں تعزیتی جلسہ وایصال ثواب کی مجالس کا انعقاد

مظفر پور (نامہ نگار): بریلی کے دینی وعلمی خانوادہ کے چشم وچراغ علامہ اختر رضا خان ازہری قادری بریلوی کے سانحہ ارتحال پر ضلع مظفر پور کے اکثر مدارس اسلامیہ میں قرآن خوانی کی محفل آراستہ کی گئی اور ایصال ثواب کی مجالس کا انعقاد کیا گیا جس میں علامہ اختر رضا خاں قادری کی حیات وخدمات کا تذکرہ کر کے ان کو خراج عقیدت پیش کیا گیا اور ان کی رحلت کو ملت اسلامیہ کا عظیم خسارہ قرار دیا گیا۔ خانقاہ قادریہ حنفیہ اخلاقیہ کھرسا ہا سیتا مڑھی کے صاحب سجادہ مولانا قاری اختر رضا قادری مہتمم مدرسہ اسلامیہ حنفیہ شکرہ مظفر پور نے حضور تاج الشریعہ کی رحلت کے موقع پر تعزیتی کلمات میں کہا کہ آج پوری دنیائے سنیت ماتم اور غمزدہ ہے۔ حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا قادری کی رحلت عالم سنیت کے عہد کا خاتمہ ہے۔ مدرسہ کے پرنسپل مولانا احمد رضا امجدی نے کہا کہ حضور تاج الشریعہ اہل سنت والجماعت کی روح کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج وہ روح جسم سے الگ ہو چکی ہے۔ دور حاضر میں ایسی محتاط شخصیت جو تقوی وشرع کی خوگر تھی، چراغ لے کر ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ آپ فقیہ بے مثال، شیخ بے نظیر، مفتی ہندوستان کے ساتھ ساتھ قاضی القضاۃ جیسے اعلیٰ وارفع عہدہ پر بھی متمکن تھے۔ اس موقع پر خانقاہ کے ترجمان مولانا ارشد رضا قمر اخلاقی امجدی نے کہا کہ یورپ وایشیا اور عرب وعجم اس عظیم ہستی سے مستفیض تھی۔ آپ کے لاکھوں کی تعداد میں مریدین کثیر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ حضور تاج الشریعہ کا انتقال ان تمام احباب قادریہ رضویہ کے لیے جانکاہ ہے۔ اہل سنت والجماعت کی اس عظیم روحانی ہستی کی رحلت پوری ملت کے لئے ناقابل تلافی نقصان اور عظیم خسارہ ہے۔ خبر ملتے ہی مولانا امجد رضا نوری نے کھرسا ہا میں تعزیت کا اعلان کیا اور اپنے غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا یہ خبر ہمارے لیے ایک موت کی طرح ہے۔ مدرسہ اسلامیہ حنفیہ میں قرآن خوانی کا سلسلہ شروع ہے اور مدرسہ اسلامیہ حنفیہ اخلاق نگر کے پرنسپل واساتذہ کا وفد تاج الشریعہ کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے کے لئے بریلی روانہ ہو چکا ہے۔ علامہ اختر رضا خان کی خبر وصال پر مدرسہ دینیہ غوثیہ امام گنج میں بھی سوگ کی لہر دوڑ گئی۔ مدرسہ میں باضابطہ قرآن خوانی کی گئی بعدہ ایصال ثواب کی محفل کا انعقاد کیا گیا۔ اس موقع پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے مدرسہ کے صدر المدرسین مفتی شمیم القادری نے کہا کہ وہ دنیائے سنیت کے سر کا تاج تھے حضرت تاج الشریعہ علامہ الحاج الشاہ اختر رضا خاں ازہری میاں۔ اُن کا وصال پر ملال عالم اسلام کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ جونہی یہ خبر بذریعہ فون مدرسہ دینیہ غوثیہ محلہ امام گنج مظفر پور میں پہنچی ایک ماتم سا بچھ گیا۔ مدرسین وطلباء کی آنکھیں نم ہوگئیں، سبھی پر اس خبر غمناک سے ایک سکتہ سا طاری ہوگیا۔ مفتی شمیم القادری نے فوراً مدرسہ میں تعطیل کا اعلان فرمایا اور ان کے حکم کے مطابق طلباء نے قرآن خوانی کا اہتمام کیا۔ انہوں نے کہا کہ ان شاء اللہ یہ سلسلہ مسلسل روز چہارم تک جاری رہیگا۔ مدرسہ کے مدرس مولانا جمیل اختر ازہری نے بھی مفتی اختر رضا خان کے سانحہ ارتحال پر غم واندوہ کا اظہار کیا اور ان کی حیات وخدمات کا ذکر کر کے اُنکے وصال کو ناقابل تلافی نقصان قرار دیا۔ اس موقع پر مدرسہ کے مدرس معین اشرف، محمد کلیم الدین وغیرہ کے علاوہ دیگر اساتذہ وطلباء شریک ہوئے۔ وہیں مدرسہ انوار مصطفی باڑی پور میں بھی علامہ اختر رضا خان علیہ الرحمہ کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کا سلسلہ جاری ہوا جس میں طلباء واساتذہ شامل ہوئے۔ بعدہ بزم فاتحہ خوانی برپا کی گئی جس کی سرپرستی مولانا نور عالم اشرفی نے کی۔ تلاوت حافظ ابرار اشرفی نے کی قاری وصی اختر ومتعلمین مدرسہ نے نعت ومنقبت کے اشعار پیش کئے۔ اس موقع پر مولانا مزمل عالم اشرفی صدر المدرسین نے علامہ اختر رضا خان کی حیات وخدمات پر روشنی ڈالی اور ان کی رحلت کو عالم اسلام کا عظیم خسارہ قرار دیا۔ اس موقع پر مولانا غلام یزدانی ضیائی، قاری وصی اختر، حافظ محمد علی اشرفی، مولانا شہاب الدین نے بھی رنج وغم کا اظہار کیا۔ مفتی مطیع الرحمن رضوی بانی ومہتمم جامعۃ المنور ادمردان نے علامہ اختر رضا خان کی رحلت پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ موت العالم موت العالم یقیناً ایک عالم کی موت عالم کی موت ہے انہوں نے کہا کہ وہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کے علم کے حقیقی وارث تھے۔ انہوں نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا کہ علامہ اختر رضا خان ازہری جیسی عبقری شخصیت جنہوں نے جامعہ ازہر مصر کی یونیورسٹی سے عربی میں اول مقام حاصل کیا اور تینوں سنت کی خدمت میں پوری زندگی صرف کی ہمارے درمیان سے چلے جانا یقیناً دنیائے سنیت کے لئے عظیم خسارہ ہے جس کی تلافی مستقبل قریب میں ناممکن ہے لیکن اللہ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہم سب کو نعم البدل عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل حاصل ہو۔ علامہ اختر رضا خان قادری ازہری کے سانحہ ارتحال پر مرکزی خانقاہ وادارہ حنفیہ باڑی پور میں تعزیتی جلسہ کا انعقاد کیا گیا۔ اس میں خطاب کرتے ہوئے علامہ الحاج شاہ علوی القادری مسند نشین تیغ علی نے کہا کہ ازہری میاں کا وصال اہلسنت وجماعت کے لیے کرب یتیمی سے کم نہیں ہے۔ اُن کی شخصیت اقطار برصغیر کے لیے نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے لئے عبقری حیثیت کی حامل تھی۔ ازہری میاں علیہ الرحمہ کی شخصیت بلاشبہ ایسی ذات تھی جو دور حاضر میں شرق وغرب شمال وجنوب گویا پوری دنیائے سنیت کی محور تھی۔ اس موقع پر مدرسہ حنفیہ انوار العلوم کے طلباء واساتذہ نے قرآن خوانی کی۔ اس موقع پر مولانا سلطان رضا امجد القادری، مولانا ناصر الدین مصباحی، مفتی سعید ازہری وغیرہ شریک ہوئے۔

مظفر پور: تاج الشریعہ کے انتقال کی خبر ملنے پر مظفر پور کے ایک مدرسہ میں قرآن خوانی کا منظر ــــــــــــ (تصویر: انقلاب)

موتُ العالِم موتُ العالَم

تاج الشریعہ مولانا اختر رضا خاں کا سانحۂ ارتحال ناقابل تلافی نقصان: رجب القادری

مولانا ازہری میاںؒ کے وصال سے اہالیان سارن میں غم کا ماحول، مذہبی اداروں میں تعزیتی نشست، ملی، سماجی اور سیاسی حلقوں سے تعزیتی پیغامات کا سلسلہ جاری، ہزاروں کی تعداد میں مریدین ومعتقدین بریلی کیلئے روانہ

شمشیر عالم

چھپرہ: جانشین مفتی اعظم اور عالمی شہرت یافتہ علمی اور مذہبی شخصیت حضرت مفتی اختر رضا خاں ازہری کے وصال کی خبر سوشل میڈیا خاص کر واٹس ایپ اور فیس بک پر گردش کرتے ہی پورا ماحول سوگوار ہو گیا۔ ہر ایک کی زبان پر انا للہ وانا الیہ راجعون کا ورد جاری ہو گیا۔ ایک دوسرے سے آپس میں تعزیت کرتے رہے اور جنازہ میں شرکت کی غرض سے بریلی شریف کے لئے روانہ ہونے لگے۔ ایک اندازے کے مطابق سارن ضلع سے ایک ہزار سے زائد افراد بریلی کے لئے روانہ ہو گئے ہیں۔ آخری دیدار کے لئے مریدین ومعتقدین اپنی سہولت کے مطابق جلد از جلد بریلی پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔ اس ضمن میں جمعہ کی دیر شب سے یکشنبہ شام تک درجنوں چھوٹی بڑی گاڑیاں بریلی کے لئے روانہ ہو گئی ہیں اور ابھی سلسلہ جاری ہے اور جو عقیدتمند بریلی نہیں جا سکے انہوں نے اپنے گھروں اور محلے کی مساجد میں قرآن خوانی اور قل کا اہتمام کرکے اپنے مرشد برحق کی بلندی درجات کے لئے دعا کرتے رہے۔ مذہبی اداروں میں درس وتدریس کو ملتوی کرکے طلبا قرآن خوانی اور ورد وظائف میں مصروف ہو گئے۔ اس ضمن میں مرکزی ادارہ دارالعلوم غریب نواز، دارالعلوم رضویہ میں تعزیتی مجلس منعقد ہوئی۔ دارالعلوم غریب نواز کی مجلس میں دارالعلوم کے سربراہ حافظ مولانا محمد مصباحی نے کہا کہ تاج الشریعہ کا وصال ناقابل تلافی نقصان ہے۔ تاج الشریعہ کے مریدین کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ان کی خدمات کو یاد کرتے ہوئے اس کے نقش قدم پر چلنا ہی ہماری کامیابی کی ضمانت ہے۔ وہیں دارالعلوم رضویہ [illegible] میں منعقد مجلس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا رجب القادری نے کہا کہ تاج الشریعہ کی شخصیت ہمہ گیر تھی۔ انہوں نے ہر محاذ پر مذہب وملت کی خدمات انجام دی ہے۔ ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ علاوہ ازیں ملی، سماجی اور سیاسی قائدین کی جانب سے تعزیتی پیغامات بھی موصول ہونے لگے۔ اس سلسلے میں ضلع اردو کونسل کے استاذ محمد ولی اللہ قادری نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا کہ تاج الشریعہ عصر کے عبقریوں کا نام تھا۔ انہوں نے مذہبی خدمات سے عالم اسلام کو منور فرمایا۔ [illegible] انہوں نے خاص طور پر رضا کے مذہبی خدمات انجام دی۔ ان کی خدمات کے دائرہ کار کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ حضرت مختلف درجن زبانوں پر مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اردو، فارسی، عربی کے علاوہ انگریزی زبان پر ان کی پکڑ مضبوط تھی۔ اگر برصغیر میں اردو زبان کے ذریعہ خدمات انجام دی تو عربی ممالک اور یورپی دنیا میں انہوں نے بالترتیب عربی اور انگریزی زبان کو اپنی تبلیغ کا ذریعہ بنایا۔ حضرت ایک معتبر شاعر بھی تھے۔ ان کا شعری مجموعہ سفینۂ بخشش کے نام سے شائع ہو کر اہل زبان کا سرمۂ نظر بن چکا ہے۔ آپ کے فتاویٰ اردو کے علاوہ انگریزی زبان میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ ہم اس عظیم ہستی سے محروم ہو گئے۔

انجمن اردو ترقی کے ضلع صدر حاجی وزیر احمد نے کہا کہ تاج الشریعہ کی معرفت ہمیں حضرت صوفی غلام آسی پیا کے ذریعہ ہوئی۔ حضرت صوفی غلام آسی پیا علیہ الرحمہ کی خدمت کرنے کے دوران حضرت تاج الشریعہ کا تذکرہ سننے کا موقع فراہم ہو جاتا۔ انہوں نے مزید کہا کہ بریلی شریف کی ہر شخصیت ہمارے لئے لائق تعظیم ہے اور یہ سبق ہمیں استاذ محترم نعمت العلماء مولانا نعیم الدین علیہ الرحمہ نے ہمیں بچپن میں ہی پڑھا دیا تھا۔

اس موقع پر آر جے ڈی کے ضلع صدر جیلانی مبین نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا کہ تاج الشریعہ کا انتقال جہاں عالم اسلام کے لئے عظیم سانحہ ہے وہیں ہمارے لئے ذاتی نقصان ہے۔ کیونکہ میرے ددیہالی و نانیہالی خاندان دونوں کا تعلق بریلی شریف کے بزرگوں سے رہا ہے۔ ہمارے والد محترم [illegible] مرحوم تاج الشریعہ کے سچے مرید تھے۔ ہم بچپن ہی سے تاج الشریعہ کا ذکر اپنی والدہ سے سنتے تھے، کیونکہ حضرت کے استاذ اور منظر اسلام کے سابق شیخ الحدیث حضرت مفتی احسان علی فیض پوری رحمۃ اللہ علیہ رشتے میں ہماری والدہ محترمہ کے جد امجد لگتے تھے۔

ہمارے دادا نے نعمت العلماء، مسلک اعلیٰ حضرت کے لئے جو قربانیاں دی ہیں اسے بتانے کی قطعی ضرورت نہیں، کیونکہ سارن کا ذرہ ذرہ ان کی مذہبی خدمات کا معترف ہے۔

چھپرہ: تاج الشریعہ کے انتقال پر تعزیتی نشست کا ایک روح پرور منظر۔ (تصویر: آئی این این)

حضور تاج الشریعہ علوم رضا کے سچے امین تھے: پیکر رضوی

پٹنہ سٹی (آئی این این) خانوادۂ رضا کے دینی وعلمی چشم وچراغ اہل سنت وجماعت کے عظیم مقتدا امیر و اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمہ کے اٹھ جانے سے علم وعمل کی دنیا ویران، تقویٰ وطہارت اور فضل وکمال کی انجمن سنسان ہو گئی۔ آپ کا وصال پرملال "موت العالم موت العالم" کے مصداق ہے۔ آج بلاشبہ دنیائے سنیت یتیم وسوگوار ہے۔ ان کے وصال کی خبر ملتے ہی الجامعۃ الرضویہ پٹنہ سٹی میں اظہار تعزیت اور دعائے بخشش ومغفرت کی محفل منعقد ہوئی جس میں جامعہ کے استاذ مولانا عبدالرزاق پیکر رضوی نے اس طرح اپنے درد وغم کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ جامعہ کے بانی وسکریٹری سید محمد ولی الدین رضوی صبح سویرے ہی اپنے رفقا ومدرسین کے ساتھ بائی روڈ بریلی شریف کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ جبکہ جامعہ میں دو دنوں کی رخصت کر دی گئی ہے تاکہ صبح وشام قرآن خوانی اور درود وظائف کے ذریعہ حضرت علیہ الرحمہ کے لئے دعائے مغفرت اور ترقی درجات کی دعائیں کی جا سکے۔ شیخ الجامعہ ڈاکٹر امجد القادری نے اپنے بیان میں کہا کہ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنی پوری زندگی علم وعمل، دعوت وتبلیغ، رشد وہدایت، تصنیف وتالیف اور فتویٰ نویسی میں صرف کر دی۔ درجنوں کتابیں اور رسائل آپ کے روشن یادگار ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے کئی اہم رسائل کا ترجمہ اور تسہیل وتخریج کا فریضہ انجام دیا۔ ادھر فتاویٰ رضویہ کا عربی ترجمہ فرما رہے تھے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں آپ کے کروڑوں مریدین ومتوسلین پھیلے ہوئے ہیں۔ خدائے قدوس ان سب کو صبر جمیل اور عالم سنیت کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔

ازہری میاں کے ہزاروں مرید بریلی پہنچے، تدفین آج

بریلی (رخشندہ عظیم) دنیائے سنیت کا درخشندہ ستارہ حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں قادری بریلوی کے ۲۰ جولائی شام ساڑھے سات بجے انتقال کے بعد فوراً بعد ہی جیسے جیسے شہر میں خبر پھیلی سوداگران کی گلیاں عقیدتمندوں کی ہجوم کی وجہ سے تنگ ہو گئیں۔ پوری رات ازہری میاں کے دیدار کے لئے نہ صرف مرد حضرات بلکہ خواتین بھی بڑی تعداد میں پہنچنے لگیں۔ اس کے علاوہ موقع پر بھیڑ کے مدنظر پولیس تعینات کی بھی گئی لیکن ہجوم کے سبب وہ پولیس ناکافی تھی۔ وہیں رات بھر دیدار کے سلسلہ کے بعد ملک وبیرون ملک سے سیکڑوں کی تعداد میں دوسرے روز درگاہ اعلیٰ حضرت پر مریدین کے پہنچنے کا سلسلہ جاری رہا، جہاں ساؤتھ افریقہ، امریکہ، سعودی عرب، کولمبو، ماریشس، بنگلہ دیش، دبئی وغیرہ سے ان کے مریدین درگاہ پہنچ چکے ہیں۔

ترکی کے صدر اردغان کا اظہار تعزیت

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حفید تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں کو اللہ اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے، بلاشبہ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور ہمیں انہی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاف ومحبین کو صبر جمیل عطا فرمائے، نہیں ہے کسی نیکی کو انجام دینے کی طاقت مگر اللہ کی مدد سے اور نہ ہی کسی برائی سے بچنے کی طاقت مگر اللہ کی مدد سے، ہم لوگوں کے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز اور مددگار ہے۔

ان کے بعد حضور تاج الشریعہ اپنے خاندانی بزرگوں کا عکس جمیل بن کر محفل عشق وعرفان کی زینت بنے اور اپنے علم، اپنے عمل اور اپنے عشق جنوں خیز سے ظلمات شب کا سینہ چیرتے چلے گئے۔ ان کی ذات میں وہبی، کسبی اور عطائی کمالات کی کائنات آباد تھی۔ ان کے وہبی، کسبی اور عطائی کمالات کی روشنی سے چشمان کائنات خیرہ ہونے لگیں اور تیرہ وتاریک راہوں کے مسافر کے لئے وہ روشنی نشان منزل بن گئی۔

حضور تاج الشریعہ زیب گلستان بھی تھے اور جان گلستان بھی تھے، ماہر علوم وفنون بھی تھے اور علوم وفنون کی آبرو بھی تھے، صاحب فقہ وفتاویٰ بھی تھے اور فقہ وفتاویٰ کی روح بھی تھے، عاشق شاہ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تھے، اور عشاق شاہ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میر کارواں بھی تھے۔ عابد وزاہد بھی تھے اور اہل زہد کے لئے نشان منزل بھی تھے۔ پارسا بھی تھے اور پارسائی کا پیرہن بھی تھے، مصلح قوم وملت بھی تھے اور مصلحین اُمت کے سپہ سالار بھی تھے، صاحب طریقت بھی تھے، اور اہل طریقت کے امام بھی تھے، ان کی ذات کمالات، امتیازات اور خصوصیات کی انجمن تھی، اگر ان کے کمالات، امتیازات اور خصوصیات کی فہرست بنائی جائے تو وہ فہرست بہت طویل ہوسکتی ہے۔ انہوں نے اپنے اسلاف سے جو وراثت پائی تھی اس کو تحفظ ہی فراہم نہیں کیا بلکہ اس کے چہرے کی شادابی، دل آویزی اور دلکشی کے لئے تاحیات کوشاں رہے۔ انہوں نے بربط عشق پہ جو نغمات چھیڑے ہیں اس کی مسحوریت سے اہل عشق کی دنیا صدیوں لطف اندوز ہوتی رہے گی۔ انہوں نے اپنے عہد کے ہر چبھتے ہوئے سوالات کے دلائل وبراہین کی روشنی میں جوابات دئے ہیں ان کے جوابات میں اتنا وزن ہے کہ اس وزن سے ان کے مخالف کی کمر ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند کی غلامی نے انہیں رشکِ آفتاب وماہتاب بنادیا تھا۔ ان کی آفتابی وماہتابی حیثیات کو اپنے اور بیگانے سب تسلیم کرتے ہیں۔ شرعی احکام ومسائل سے الجھنے والوں کے لئے ان کی ذات سیف برہنہ تھی۔ برق تپاں تھی اور کلک رضا تھی۔ دین وشریعت کے خلاف دہشت گردی پھیلانے والوں کو آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی زبان میں اس طرح للکارتے ہیں کہ

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار	اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں
یہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے	کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار، وار سے پار ہے

حضور تاج الشریعہ کی ذات اپنے عہد کی ایک ایسی پاکیزہ تصویر تھی جس میں اسلام کے ماضی وحال کو بہتر انداز میں دیکھا جاسکتا ہے، جادۂ مستقیم سے ان کی ذات لمحہ بھر کے لئے غافل نہیں ہوئی بلکہ صراط مستقیم کے متلاشی کے لئے ان کی ذات چراغ منزل تھی یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں ان کی عقیدت کا آتش فشاں ہمیشہ شعلہ زن رہا۔ محتاط علما، فقہا اور مفتیان وقت ان کی حاشیہ نشینی کو اپنے لئے طغرائے افتخار سمجھتے، اور ان کے شرعی فیصلوں پر اپنی جبیں عقیدت خم کردیتے۔ راقم الحروف نے ایسے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں انہوں نے علمی دنیا کو اپنے تحقیقی جواہرات سے وقار واعتبار بخشا ہے، ان کی تالیفات وتصنیفات سے اس کی

بھرپور شہادت ملتی ہے۔ ان کی صورت میں اتنی کشش اور جاذبیت تھی کہ دیکھتے ہی خدایاد آجاتا تھا، خلق خدا ان پر پروانہ وار نثار ہوتی تھی۔ ان کی دست بوسی، قدم بوسی اور نیاز مندی کے لئے ان کی قیام گاہ پر ہر وقت اہل عقیدت کی بھیڑ لگی رہتی اور ہر عقیدت مند ایک دوسرے پہ سبقت لے جانے کی کوشش کرتا، برصغیر ہی میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں ایسی اعتباریت ایسی مقبولیت اور ایسی ہر دل عزیزی کی کوئی دوسری مثال اب تک آنکھوں کے سامنے نہیں آئی ہے، خود فرماتے ہیں کہ

مفتی اعظم کا ذرّہ کیا بنا اختر رضا	مہرومہ میں دوسرا اختر کوئی ملتا نہیں

حضور تاج الشریعہ کی خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کی حیات ہی میں آپ کی حیات وخدمات کو اُجاگر کرنے کا زریں سلسلہ جاری ہوگیا تھا۔ محققین علما کی ایک جماعت آپ کے علمی، فقہی اور تحقیقی فن پاروں کی تنقیح وتشریح میں مصروف ہوگئی تھی آپ کے نام پہ محافل ومجالس اور جامعات کی بنیادیں فراہم ہونے لگی تھیں، عام طور پر ملک کے بڑے شہروں میں کانفرنسیں ہورہی تھیں اور سمینار کے لئے بھی کوشش جاری تھیں۔ علمی دنیا اس بات سے بھی اچھی طرح واقف ہے کہ رضویات پر ہر بڑے کام کی شروعات بہار کی سرزمین ہی سے ہوئی ہے۔ رضا اور رضویات سے وفاداری بہار کی مٹی میں شامل ہے۔ بہار میں فکر رضا کا کھلا باغی اب تک کوئی پیدا نہ ہوسکا ہے۔ رضا اور رضویات کے خلاف جب بھی کوئی مخالف آواز اٹھی ہے تو اس کی ریڑھ کی ہڈی توڑنے کے لئے اہل بہار ہی سر فروشانہ میدان میں اُترے ہیں اس کی روشن نظیریں تاریخ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

حضور تاج الشریعہ کے علمی، فقہی اور تحقیقی نوادرات کو عالمی پیمانے پر بحث کا حصہ بنانے کے لئے بھی اہل بہار ہی میدان میں آئے ہیں جس کی روشن وتابندہ مثال بہار کی راجدھانی عظیم آباد پٹنہ کی سرزمین پر اپریل ۲۰۱۶ء میں حضور تاج الشریعہ سمینار کا انعقاد ہے۔ حضور تاج الشریعہ کی حیات کا یہ بھی امتیازی گوشہ ہے کہ آپ کی حیات ہی میں آپ پہ سمینار کی بزم آراستہ کی گئی۔ ہماری معلومات کے مطابق برصغیر ہندوپاک میں شاید ہی کسی علمی، مذہبی اور سماجی شخصیت کو یہ امتیاز حاصل ہو، اور یہ بھی حضور تاج الشریعہ اور اہل بہار کا امتیاز ہے کہ حضور تاج الشریعہ پہ ایک انتہائی جامع، معلوماتی، دستاویزی اور ضخیم کتاب ''معارف تاج الشریعہ'' کے نام سے پہلی بار بہار ہی سے منظر عام پر آرہی ہے، معارف تاج الشریعہ، سمینار میں پڑھے اور لکھے گئے مقالات کا مجموعہ ہے، کتاب کو حسین وجامع بنانے کی غرض سے چند اضافات بھی کئے گئے۔

تحقیقات کے باب میں بھی دو چند مقالات کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ قدم ''معارف تاج الشریعہ'' کی جامعیت کے پیش نظر اٹھایا گیا ہے، علمی نقطۂ نگاہ اور قارئین کی سہولت کے لئے ''معارف تاج الشریعہ'' کے پندرہ ابواب متعین کئے گئے ہیں ابواب کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ کریں۔

باب اوّل کا عنوان ہے اپنی بات اس میں تین تحریریں شامل ہیں۔ پہلی تحریر عالی جناب الحاج سید محمد ولی الدین رضوی صاحب کی، یہ داستان شوق ہے حسن بیاں نہیں، کے عنوان سے ہے، دوسری تحریر کا عنوان ہے چل میرے خامہ بسم اللہ، یہ تحریر حضرت علامہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب کی ہے اور تیسری تحریر کا عنوان ہے چل قلم اب ذکر حق مقصود ہے، یہ تحریر راقم

الحروف کی ہے۔ تینوں تحریروں میں حالات، واقعات اور مشکلات کی ترجمانی کی گئی ہے، ان تحریروں میں جذبات، خیالات اور احساسات محسوس پیکر میں ڈھل گئے ہیں دنیا میں جو لوگ کام کرتے ہیں ان کے سامنے چیلنجز ہوتے ہیں اور چیلنجز سے بھی حوصلوں کو بال و پر ملتے ہیں اگر چیلنجز نہ ہوں تو کام میں لذت نہیں ملتی، اس باب میں قارئین کے لئے بہت کچھ ہے۔

باب دوم پیغامات اور تعزیتی خطوط پر مشتمل ہے۔ یہ پیغامات سیمینار کے انعقاد سے پہلے لئے گئے ہیں، اس وقت حضور تاج الشریعہ حیات سے تھے، اس لئے علما و مشائخ اور اہل زبان و قلم نے آپ کی حیات کے پیش نظر گفتگو کی ہے۔ معارف تاج الشریعہ، کی اشاعت زیر غور تھی۔ آپ کے وصال حسرت آیات سے متاثر ہو کر یہ قدم اٹھایا گیا ہے اس لئے چند اہم شخصیات کے تعزیتی خطوط کی شمولیت ناگزیر تھی، حضور تاج الشریعہ کی شخصیت کو ہند و پاک میں مرکزی حیثیت حاصل تھی اس لئے پیغمات وتعزیتی خطوط میں اس کا بھرپور اعتراف ملتا ہے۔ اس باب سے بھی حضرت کی حیات کے کچھ گوشے اجاگر ہوتے ہیں۔

باب سوم کا عنوان ازہریات متعین کیا گیا ہے، اس باب میں حضور تاج الشریعہ کے دو علمی، تحقیقی رسائل شامل ہیں۔ یہ دونوں رسائل حضور تاج الشریعہ کے وفور علم اور استحضار علم کے گواہ ہیں ان کے مطالعہ سے آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں پہلا رسالہ "چلتی ٹرین میں فرض وواجب نماز کا شرعی حکم" اور دوسرا "جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت کی شرعی حیثیت" ان دونوں رسائل میں آپ نے حریف کے دلائل کی دھجی اڑادی ہے۔ اور ان کی تحقیق کا جنازہ نکال دیا ہے ان کی شمولیت کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ان میں روح عصر شامل ہے۔

باب چہارم حضور تاج الشریعہ کی سیرت وسوانح پر مشتمل ہے اس میں قارئین کو تشنگی کا احساس ہوگا۔ ایسا صرف برکت کے لئے کیا گیا ہے۔ چونکہ آپ کی سیرت وسوانح پر مارکیٹ میں کتابیں دستیاب ہیں جن حضرات کو تفصیل کی ضرورت ہو وہ ان کتب سے رجوع کر سکتے ہیں۔ اس باب میں پہلا مضمون حضور تاج الشریعہ اور توقیت حیات ہے یہ آپ کا سوانحی خاکہ ہے، اس میں ولادت سے وصال تک کی تاریخیں سمیٹ لی گئی ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ حضرت کی حیات کا ہر گوشہ تفصیل طلب ہے، اور اہل عقیدت کو تفصیل ہی سے اطمینان ہوتا ہے، ممکن ہے دوسرے ایڈیشن میں اس کا لحاظ کیا جائے۔

باب پنجم کا تعلق تحقیقات سے ہے۔ اس باب میں صرف دو مقالات کو جگہ مل سکی ہے۔ یہ باب شخصیت کے اعتبار سے بہت تشنہ ہے لیکن جو مقالات شامل اشاعت ہیں ان کے مطالعہ سے تشنگی کا احساس نہیں ہوتا، چونکہ دونوں مقالہ نگار بالغ فکر وشعور کے حامل اور علمی اعتبار سے انتہائی باوزن ہیں، ان پہ جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔ حضور تاج الشریعہ کی حیات کے علمی گوشوں کو اُجاگر کرنے کے لئے ایسے افراد وشخصیات خدمات لی جانی چاہئے۔

باب ششم کا عنوان فقہیات ہے، یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ برصغیر ہند و پاک میں حضور تاج الشریعہ سے بڑا فقیہ نہ تھا، آپ کی فقہی تحقیقات میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی تحقیقات کی جھلک دور سے دیکھی جاسکتی ہے، حضور تاج الشریعہ کی تحقیقات فقیہ پراکیڈمک انداز میں کام کرنے کی ضرورت ہے، باب فقہیات میں صرف تین مقالات شامل

ہیں، ان مقالات سے ممدوح کی فقہی عظمت ورفعت کی صرف جھلک ملتی ہے، کوئی بھی علمی عنوان علم، وسعت مطالعہ اور وقت کا متقاضی ہوتا ہے، اور اس مشینی دور میں ہر شخص وقت کی قیمت چاہتا ہے، اور ہمارے ہاں اس احساس کی کمی ہے یہی وجہ ہے کہ جو جماعت کی علمی شخصیات ہیں ان کا واقعی تعارف نہیں ہو پاتا، ہمیں اس پہلو پہ سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔

باب ہفتم اور باب ہشتم ادبیات اور تنقیدات سے تعلق رکھتے ہیں یہ دونوں ابواب اطمینان بخش ہیں ان دونوں ابواب میں حضور تاج الشریعہ کے شعر وسخن اور فقہ وفتاوی پر گفتگو کی گئی ہے، مقالہ نگاروں میں بعض شخصیات بڑی اہمیت کی حامل ہیں اور وہ جب بھی کسی موضوع پر قلم اٹھاتی ہیں تو موضوع کے ساتھ انصاف کرتی ہیں، یہاں کسی کے نام کے ذکر کی ضرورت نہیں تحریر کے مطالعہ سے خود ہی شخصیت کا عرفان ہو جائے گا، بہر حال ان دونوں ابواب کے مطالعہ سے قارئین کی بصیرت وبصارت میں ضرور اضافہ ہوگا۔

باب نہم اور باب دہم کا تعلق روحانیات اور خصوصیات سے ہے حضور تاج الشریعہ کی شخصیت روحانی اعتبار سے انتہائی جامع تھی بلکہ سلوک وتصوف کے باب میں آپ امامت کے درجہ پہ فائز تھے اور آپ کی زندگی کا یہ گوشہ محتاطین پر خوف روشن ہے جہاں تک خصوصیات کی بات ہے تو آپ خصوصیات کے جامع تھے، اگر علمی نقطۂ نگاہ سے آپ کے خصوصیات کی فہرست سازی کی جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے مذکورہ دونوں ابواب میں اہل زبان وقلم کی گفتگو علمی رنگ وآہنگ میں ڈوبی ہوئی ہے، قارئین کو ان دونوں ابواب کے مطالعہ سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سرور حاصل ہوگا۔

باب یازدہم اور دوازدہم اعترافات اور ملفوظات پر مشتمل ہے حضور تاج الشریعہ کا شمار عالمی شخصیات میں ہوتا ہے، بلکہ عالمی شخصیات میں آپ کا نام صف اوّل میں ہے، ابھی چند سال پہلے ایک ادارے نے دنیا کی مؤثر شخصیات کی فہرست جاری کی تھی اس فہرست میں بھی آپ کو نمایاں حیثیت دی گئی تھی۔ آپ نے دنیا کے بیشتر ممالک کا تبلیغی دورہ کیا ہے اور جہاں بھی گئے۔ اہل علم وفن کے طبقہ آپ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ آپ جیسی شخصیات کے ساتھ سفر وحضر میں ایسے افراد کا رہنا لازمی ہوتا ہے جو عقابی نگاہ کے حامل ہوں، اور زبان وقلم کے بھی ذہنی ہوں تاکہ سفر کے اہم واقعات کو قلمبند بھی کرتے رہیں، حضور تاج الشریعہ مقتدائے اہلسنّت تھے۔ آپ کی حیات کی ہر سانس میں حکمت وتدبر کی دنیا آباد ہے، اور اسلاف کی زندگی کے مطالعہ ہی سے اخلاف کی زندگی بنتی، سنورتی اور نکھرتی ہے، آپ سے پوری دنیا متعارف ہے اور دنیا کی مرکزی شخصیات نے آپ کی دینی، ملی، علمی اور فقہی عظمتوں کو تسلیم کیا ہے، مذکورہ دونوں ابواب الگ الگ کتاب کے متقاضی ہیں، معارف تاج الشریعہ ایک تعارفی کتاب ہے، اور آپ کی زندگی سے وابستہ واقعات کے لئے مجلدات درکار ہیں۔ آپ کی حیات وخدمات پر جو کتابیں دستیاب ہیں ان میں معارف تاج الشریعہ کی اہمیت واوّلیت سے انکار بہت مشکل ہے، یہ کتاب اہل علم، اہل عقیدت اور اہل محبت کو صدیوں سیراب کرتی رہے گی۔

باب سیزدہم، وچہاردہم کا تعلق شعریات سے ہے، اوّل الذکر باب میں حضور تاج الشریعہ کے شعری مجموعۂ سفینۂ بخشش سے، چند نعتیہ کلام بطور نمونہ شامل کیا گیا ہے چونکہ آپ کی نعت گوئی میں عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئینے کی طرح

جھلکتا ہے، ہر شعر میں آمد کی کیفیت دور سے محسوس ہوتی ہے، آپ کے کلام سے جذبات عشق کو مہمیز ہوتی ہے، اس لئے قارئین کی ذہنی، فکری اور نظریاتی تطہیر کے لئے چند نعتیہ کلام کو شامل کیا گیا ہے۔

باب ثانی میں مناقب شامل ہیں ہمارے پاس مناقب کا بہت بڑا ذخیرہ ہے ان میں چند نمائندہ شعرا کے کلام لئے گئے ہیں حضور تاج الشریعہ پر منقبت نگاری کا سلسلہ آپ کی حیات سے ہی جاری تھا۔ آپ کے وصال کے بعد شعراء کے لئے آپ کی ذات مزید قابل توجہ بن گئی ہے، چونکہ اس باب کا رشتہ عقیدت سے ہے، اس لئے اس باب میں جن شعرا کو جگہ ملی ہے، یہ ان کی سعادت ہے، حضور تاج الشریعہ کی ذات پر جس انداز اور جس کثرت سے مناقب کہیں جارہے ہیں، تاریخ میں اس کی نظیر بہت کم نظر آتی ہے، اگر مناقب کے جمع وترتیب پر باضابطہ کام ہوتو کئی ضخیم کتابیں تیار ہوسکتی ہیں۔

باب پانزدہم میں اخبارات کو جگہ ملی ہے، حضور تاج الشریعہ کے وصال کی خبر کو پوری دنیا کے اخبارات نے نمایاں جگہ دی ہے، اس باب میں صرف اُردو اخبارات ہی نہیں ہیں بلکہ ہر زبان کے اخبارات میں شامل ہیں۔ اس باب میں چند موقر اخبارت کو لیا گیا ہے چوں کہ اس کا مقصد وحید قارئین کو یہ بتانا ہے کہ آپ کے وصال کے غم میں جہاں ساری دنیا اشک ریز تھی وہیں اخبارات بھی عوام کی ہم رکابی میں پیش پیش تھے۔

معارف تاج الشریعہ الجامعۃ الرضویہ پٹنہ سٹی کی علمی، تاریخی اور دستاویزی پیش کش ہے، اس طرح کی پیش میں مشکلات آتی ہیں۔ مشکلات سے کام بگڑتا نہیں ہے، بلکہ بنتا اور سنورتا ہے اور حوصلوں کو نئی تب وتاب ملتی ہے، مشکلات کی حیثیت حریف کی ہوتی ہے جب کسی کے سامنے حریف ہوتا ہے تو وہ قدم پھونک پھونک کر اٹھاتا ہے۔ مصارف تاج الشریعہ کا حسین چہرہ مشکلات ہی کا رہین منت ہے، مشکلات سے کام کی مسافت بڑھ جاتی ہے اس مقولہ کا پس منظر بھی یہی ہے کہ دیر آید درست آید کہ جس کام میں تاخیر ہوتی ہے۔ اس کام کی دلکشی دیدنی ہوتی ہے، نرگس صدیوں اشک ریزی کرتی ہے تب جا کر چمن میں کوئی دید ور پیدا ہوتا ہے، معارف تاج الشریعہ کی جامعیت، جاذبیت اور خوبصورتی دیکھنے کے بعد سفر کی صعوبتوں کا احساس جاتا رہا اور ہم سمجھتے ہیں کہ دوسرے رفقائے سفر کا بھی یہی حال واحوال ہوگا بلکہ ان کی خوشی تو اور بھی دوبالا ہوگی اس لئے کہ اس کی اشاعت ان کا خواب تھا اور اب تعبیر ان کے سامنے ہے، خواب انسان روز ہی دیکھتا ہے لیکن ہر خواب کی تعبیر روز ہی سامنے آجائے بہت مشکل ہے خواب کی تعبیر میں تاخیر ہوتی ہے اور جس خواب کی تعبیر تاخیر سے سامنے آتی ہے وہ خوشیوں کی بارات اپنے ساتھ لاتی ہے، معارف تاج الشریعہ خواب کی تاخیر سے ملنے والی تعبیر ہے رفقائے سفر کے لئے یہ تعبیر ذریعہ نجات بھی ہوسکتی ہے، اس لئے کہ اس تعبیر کا تعلق اس ذات والاصفات سے ہے جو رحمت الٰہی اور کرم رسالت تباہی کی آغوش میں تھی، جس کے تقدس پر خود تقدس کو ناز تھا جو متقی نہیں بلکہ سراپا تقویٰ تھا اور یہ بات بھی حقیقت ہے کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے۔

آپ اللہ کے محبوب ہیں ایسے محبوب	ہر محب آپ کا محبوب خدا ہوتا ہے

حضور تاج الشریعہ سمینار سے معارف تاج الشریعہ تک کی داستان بڑی دل خراش اور بڑی خونچکاں ہے، یہ بھی حقیقت ہے

کہ جو کام اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور جس کا رشتہ کلی طور پر دین سے جڑا ہوتا ہے۔ اس کی تکمیل کی راہ میں دشواریاں، کٹھنائیاں اور حالات کی تلخیاں حائل ہوتی ہیں لیکن جب عزم فولادی ہوتا ہے، عشق جنوں خیز ہوتا ہے اور خیالات میں تقدس ہوتا ہے تو کٹھنائیوں کی کوکھ ہی سے امید کی کرن نمودار ہوتی ہے، اور منزل خود بخود قدموں میں سمٹ آتی ہے، حالات کے سرد وگرم کا سارا رشتہ عالیجناب الحاج سید محمد ولی الدین رضوی سے وابستہ ہے۔ ان کا عزم، ان کا حوصلہ اور اپنے مرشد سے ان کی محبت قابل رشک ہی نہیں بلکہ لائق تقلید ہے، اس حوالے سے انہوں نے جو بھی قدم اٹھایا ہے عوامی تعاون کے سہارے نہیں بلکہ رحمت الٰہی پہ بھرپور اعتماد کرتے ہوئے اٹھایا ہے، عوامی تعاون کے سہارے جو کام ہوتا ہے اس میں خواب تو دیکھا جاسکتا ہے تعبیر کا پانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ رحمت الٰہی ان پہ بہت زیادہ مہربان ہے۔ اللہ نے انہیں دولت وثروت سے بھی نوازا ہے اور دین کی راہ میں سب کچھ تج دینے والا دل بھی دیا ہے، یہ ان پر رب کا کرم بالائے کرم ہے ہم ذاتی طور پر ان کے شکر گزار ہیں اور ساتھ ہی حضرت علامہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب مہتمم وناظم تعلیمات الجامعہ الرضویہ کے بھی۔ آپ ایک بالغ نظر، پختہ کار اور جامع فکروفن شخصیت کے مالک ہیں آپ کا انگ انگ رضویاتی درد کا آئینہ دار ہے اگر ان کی بے لوث رفاقت اور خدمت حاصل نہ ہوتی تو منزل کا حصول مزید کٹھن ہو جاتا۔

معارف تاج الشریعہ کی ترتیب، تدوین اور تہذیب میں جو دقتیں درپیش تھیں انہیں مرتبین ہی جانتے ہیں۔ یا وہ لوگ جو اس راہ کے مسافر رہے ہیں۔ بے جا شوروغوغا سے حقیقت نہیں بدل جاتی۔ حقیقت کی تفہیم قربت چاہتی ہے۔ ہر شخص کے منہ میں زبان ہے۔ اگر کوئی اینٹ پھینکتا ہے تو جواب پتھر سے بھی دیا جاسکتا ہے۔

معارف تاج الشریعہ کا حسین، خوبصورت اور تابندہ چہرہ آپ کے پیش نگاہ ہے جہاں یہ کتاب خوبیوں کی جامع ہے وہیں خامیوں کا بھی امکان ہے۔ چونکہ مقالات کی اصل تک کوشش کے باوجود ہماری رسائی نہیں ہوسکی۔ مقالات میں حوالے کے طور پر جن کتب ورسائل کی نشاندہی کی گئی ہے وہ ہماری دسترس سے باہر تھے۔ قارئین کی نگاہ میں اگر کوئی خامی آجائے تو اطلاع دیں یہ اختر نوازی ہوگی ہم اخیر میں اتنا کہہ کر گذر جانا چاہتے کہ معارف تاج الشریعہ میں جو بھی خامی نظر آئے انہیں مرتبین کے نام کردیں۔ اور خوبیاں عالیجناب الحاج سید محمد ولی الدین رضوی کے نام۔

ابوالعاکف محمد رحمت اللہ صدیقی

۱؍ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۳؍اگست ۲۰۱۸ء


WWW.MUFTIAKHTARRAZAKHAN.COM

مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی، مدیر اعلیٰ پیغام رضا، ممبئی

حضور تاج الشریعہ خانوادۂ رضا کے چشم و چراغ تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد قادری برکاتی قدس سرہٗ کے علوم کے وارث، حضور حجۃ الاسلام کے پرتو، حضور مفتی اعظم ہند کے جانشین اور حضور مفسر اعظم ہند کے نور نظر لخت جگر تھے۔ آپ کی ذات میں بیک وقت کئی عالمی اور مرکزی شخصیات کے دینی، علمی اور فکری جلوے پورے آب وتاب کے ساتھ مسکرا رہے تھے۔ آپ کی ذات اہل ہند کے لئے خصوصاً اور عالم اسلام کے لئے عموماً گنج گرانمایہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ جامع علوم بھی تھے، مرجع علما بھی تھے اور عوام کے مرکز عقیدت بھی تھے، دنیا کے مختلف ممالک سے آپ کی بارگاہ میں مشکل ترین سوالات آتے تھے اور آپ ان سوالات کے اطمینان بخش جوابات فراہم کرتے تھے۔ آپ کو دیکھ کر اسلاف کی پاکیزہ تصویریں نگاہوں میں گھومنے لگتی تھیں۔ شرعی احکام و مسائل کے نفاذ میں آپ نے کبھی کسی کی رعایت نہیں کی۔ آپ کی زبان میں کن کی تاثیر تھی، جن لوگوں نے آپ کے شرعی فیصلوں کے سامنے گردن جھکانے سے انکار کیا اور آپ کی کردار کشی پہ آمادہ ہوئے وہ مذہبی معاشرے میں ہر طرح سے بے آبرو ہو گئے۔ آپ نے کبھی بھی کوئی شرعی فیصلہ ذاتی مفاد کے زیر اثر نہیں دیا اور آپ نے کبھی اپنے مخالف کے ساتھ انتقامی جذبے کا اظہار نہیں کیا۔ احقاق حق وابطال باطل میں بھی آپ کی ذات بے مثال و بے نظیر تھی۔ دنیا کی کوئی طاقت کبھی آپ کو خوف زدہ نہیں کر سکی۔ ان دنوں پورا برصغیر صلح کلیت کی آگ میں جھلس رہا ہے۔ بڑے بڑے خاندان کے نامی گرامی افراد اس آگ کی زد میں آگئے اور اپنے خاندانی روایات کا چہرہ گرد آلود کر لیا۔ بلکہ اپنے خاندان کی مٹی پلید کر لی۔

حضور تاج الشریعہ نے نہ صرف اپنے خاندانی وقار کو اعتبار بخشا ہے بلکہ صلح کلیت کے خلاف آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے اسلامی روایات کے خلاف کسی بھی فتنے کو سر اٹھا کر چلنے نہیں دیا۔ جو لوگ تحقیق کے نام پر اسلاف بیزاری کی تحریک چلا رہے ہیں۔ آپ نے ان کا بھی شدت کے ساتھ محاسبہ کیا اور ان کی تحقیق کا جنازہ نکال کر رکھ دیا۔ دنیا دار اور مذہبی صداقت سے الجھنے والے یہ نعرہ لگا رہے تھے کہ تاج الشریعہ عوامی اعتماد کھو رہے ہیں لیکن ان کے جنازے میں خلق خدا کی ناقابل تسخیر بھیڑ نے ان کے نعرے کی ہوا نکال کر رکھ دی۔ آپ کی ذات آیات الٰہی بھی تھی اور معجزۂ رسالت پناہی بھی۔ بعض عاقبت نااندیش افراد یہ نعرہ بھی لگا رہے ہیں کہ وہ علوم اعلیٰ حضرت کی آخری یادگار تھے۔ اس نعرے میں کتنی صداقت ہے آنے والا وقت بتا دے گا۔ برصغیر ہندو پاک میں فکر رضا ہی میں اسلام کا تحفظ ہے اور اللہ اپنے دین کو کبھی بے آبرو ہونے نہیں دے گا۔ انشاء اللہ۔ بہت جلد حضور تاج الشریعہ کا علمی و فکری جانشین جلوہ گر ہوگا اور ملت کی ہچکولے کھاتی ہوئی کشتی کو ساحل مراد سے ہمکنار کر دے گا۔

حضور تاج الشریعہ یقیناً، حتماً اہلسنّت و جماعت کے سپہ سالار تھے آپ کا وصال ملت اسلامیہ کے لئے سانحۂ عظیم ہے عوام اہلسنّت آپ کے وصال کے غم سے برسوں باہر نہیں ہو سکے گی۔ دعا ہے کہ رب کعبہ انہیں اپنی رحمت کا قرب، پسماندگانِ کو صبر جمیل اور اہلسنّت کو آپ کے روحانی فیضان سے مالا مال کرے۔ آمین۔

الجامعۃ الرضویہ ایجوکیشنل ٹرسٹ کے زیر اہتمام

صوبہ بہار کی راجدھانی پٹنہ میں دینی وعصری تعلیم کا ممتاز ادارہ

اَلْجَامِعَۃُ الرَّضْوِیَّۃ

☆ جس کی پرشکوہ وممتاز عمارت تشنگان علوم کو دعوت نظارہ دیتی ہے۔

☆ جس میں عربی وفارسی اور حفظ وقرأت کی معیاری تعلیم وتربیت دی جاتی ہے۔

☆ جس میں دینی علوم کے ساتھ عصری تعلیم سے بھی نونہالان ملت کو روشناس کرایا جاتا ہے۔

☆ جس نے اشاعتی اور صحافتی میدان میں نئی نسلوں کو بیداری کا پیغام دیا ہے۔

☆ جس نے مفتیان کرام کی مقدس جماعت تیار کرکے عالمی سطح پر ملت کی اشد ضرورت پوری کرنے کی کوشش کی ہے۔

☆ جس نے مستقل آمدنی کے بغیر سو سے زائد یتیم ونادار طلبا کی کفالت کا بار گراں اپنے دوش ناتواں پر اٹھا رکھا ہے۔

☆ جس میں مہمانان رسول کے لئے تمام ضروریات زندگی مثلاً درسی وغیر درسی کتب ورسائل، طعام وقیام، پانی، بجلی اور روشنی کے علاوہ علاج ومعالجہ بلکہ لباس کا بھی بہترین نظم ہے، جہاں سے اسلاف کرام کی کتب ورسائل کی اشاعت بھی ہوتی رہتی ہے۔

ان خدمات کی بنا پر یہ ادارہ آپ کی خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔

رابطہ کا پتہ:

الجامعۃ الرضویہ مغلپورہ، پٹنہ سیٹی، بہار، الہند

Ph.: 0612-26301150, Mob.: 7004138776

Al-Jamiatur Rizvia

Mughalpura, Patna City-800008, Bihar, India